ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

صحیح بخاری

امیر المؤمنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

قال رسول الله ﷺ إنما الأعمال بالنيات

صحیح بخاری

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا

صحیح بخاری

جلد اوّل

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

نام کتاب	:	صحیح بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
سن اشاعت	:	۲۰۰۴ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوڑی تالاب، وارانسی

۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴ اے، چاہ رہٹ جامع مسجد، دہلی

۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ سری نگر، کشمیر

۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارمینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱

۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مئوناتھ بھنجن، یوپی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

مواقیت الصلوات

فہرست تشریحی مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على رسوله الكريم و على آله الطيبين و اصحابه حملة السنة النبوية أجمعين وبعد

أصح الكتب بعد كتاب الله "الجامع الصحيح المسند من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه" المعروف به صحيح بخاری شریف امیرالمومنین فی الحدیث امام ہمام محمد ابن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (م۲۵۶ھ) کی تصنیف ہے اور تدوین حدیث کے سنہری دور کا سب سے عظیم و مستند شاہکار ہے۔

اس کتاب عظیم کا مقام و مرتبہ امت مسلمہ میں مسلم ہے اور جمہور اہل سنت بالاجماع اسے حدیث پاک کی سب سے صحیح ترین کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ بعض اماماں دین کے بقول صحیحین اور اس کے عالی مقام مصنفین کی تنقیص و توہین کو فسق قرار دیتے ہیں، اسی لیے ایک مومن صادق پیارے رسول ﷺ کے ارشادات عالیہ کے اس عظیم مجموعہ کو قرآن کریم کے بعد تعلیمات دین کا سب سے اہم اور ضروری مصدر و مرجع مانتا ہے اور اس میں تشکیک کی شازشوں کو یہی نہیں کہ قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی نکیر کرتا ہے اور اپنے اس منبع صافی سے تمسک فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوشش بسیار کے باوجود- جو اعدائے سنت نے اطفائے شان صحیح بخاری اور تنقیص امام بخاری کے سلسلے میں روا رکھی ہے- اس کے مقام و مرتبے میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکے۔ اور ان کے سارے جدوجہد رائیگاں ثابت ہوئے۔

یہ بات بہت خوش آئند ہے اور لائق شکر بھی کہ تمام عالم اسلام میں عموماً اور برِّ صغیر میں خصوصاً فتنۂ انکار سنت اور مذہبی و مسلکی تعصب و تنگ نظری اور جمود و تقلید آراء کے علی الرغم اتباع سنت اور محبت رسول کا جذبہ صادق پروان چڑھ رہا ہے۔ اور ہر حلقے میں کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات اور قرآن و حدیث کی طلب عام ہو رہی ہے اور امت کے بیشتر افراد اس بات سے واقف ہو رہے ہیں کہ دین کے نام پر جہاں بہت ساری بے بنیاد باتوں کو اسلام سمجھ کر قبول کر لیا گیا ہے وہیں پر پیارے رسول ﷺ کی طرف منسوب بہت سی باتیں صحیح نہیں ہیں، لہٰذا امت نے اب صحیح احادیث رسول کی تلاش و جستجو شروع کر دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خاص طور پر بخاری شریف کی مقبولیت عام ہوگئی ہے اور اس کے تقاضے روز افزوں ہو رہے ہیں۔

اسی متفق علیہ اُصح ترین مجموعہ حدیث کا ترجمہ بزبان اردو سب سے پہلے جماعت اہل حدیث کے ایک عظیم عالم علامہ وحید الزماں حیدر آبادی رحمہ اللہ نے دیگر بہت سی اہم کتب حدیث کے ساتھ کیا تھا اور اس کو شائع فرمایا تھا، بعد میں جماعت کے

ایک دوسرے بڑے عالم علامہ محمد داود راز رحمہ اللہ سابق ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے بھی والہانہ وجذبۂ محبت نبوی سے سرشار ہوکر رواں وسلیس ترجمہ کیا جس کا لفظ لفظ قاری کو محظوظ کرتا ہے اور دامن دل کو کھینچتا ہے۔ علامہ نے اپنی زندگی میں ہی اہتمام خاص سے اسے شائع فرمایا، بعدہ "مکتبہ قدوسیہ" لاہور نے محنت شاقہ اور عنایت فائقہ سے کمپیوٹر پر ٹائپ کرکے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

علوم کتاب وسنت کی نشر واشاعت مرکزی جمعیت کے وسیع تر اشاعتی پروگرام میں داخل ہے اور میری دیرینہ خواہش رہی ہے کہ جماعت اہل حدیث کے اس عظیم مرکز سے حدیث رسول ﷺ کی خدمت اس ناحیہ اور زاویہ سے بھی زیادہ سے زیادہ ہو، چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مکتبہ قدوسیہ کے شکریہ کے ساتھ اسی نسخہ کو ہندوستان میں شائع کررہی ہے۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے محترم بھائی نذیر احمد بن علامہ داود راز رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے ترجمۂ مذکور کا حق طباعت ہمیشہ کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو دے دیا۔

آج ہمیں بے حد مسرت ہورہی ہے کہ ہم اپنے چند عظیم مخلصین ومحسنین کے تعاون سے اس سمت میں پیش قدمی کررہے ہیں اور علم دین کی خدمت کے ساتھ دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کا ایک قدم اور آگے بڑھ رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ شیدائیان رسول اکرم ﷺ ومحبین کتاب وسنت کے لئے اس شمع رسالت سے روشنی حاصل کرنا آسان ہوجائے گا اور ہمارے رسول ﷺ کی سب سے پیاری بات، سب سے میٹھی بولی اور بہترین ہدایت سے شاد کام ہوں گے اور مؤلف، مترجم، ناشر، محسنین ومعاونین کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالی اسے قبولیت عامہ عنایت کرے۔ آمین

۲۵/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ
مطابق: ۱۶/فروری ۲۰۰۴ء
دہلی

کتبہ
اصغر علی امام مہدی سلفی
ناظم عمومی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوانح حیات امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امام المسلمین، قدوۃ الموحدین، امیر المحدثین حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام نامی اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ دنیا میں زندہ رہے گا- احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانچ پڑتال، پھر ان کی جمع و ترتیب پر آپ کی مساعی جمیلہ کو آنے والی تمام مسلمان نسلیں خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی- آپ کا ظہور پر سرور عین اس قرآنی پیش گوئی کے مطابق ہوا جو باری تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمائی تھی-وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ- (الجمعہ : ۳) یعنی زمانہ رسالت کے بعد کچھ اور لوگ بھی وجود میں آئیں گے جو علوم کتاب و حکمت کے حامل ہوں گے- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یقیناً ان ہی پاک نفوس کے سرخیل ہیں- آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آل فارس میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اگر دینی علوم ثریا ستارے پر ہوں گے تو وہاں سے بھی وہ ان کو ڈھونڈ نکالیں گے-

مبارک ہے وہ فارسی خاندان جس میں حضرت امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا- اور آپ نے اپنی علمی کاوشوں سے رسالت مآب ﷺ کی پیشگوئی کو حرف بحرف صحیح کر کے دکھلا دیا- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاکیزہ اور حیات طیبہ پر ان بارہ سو برسوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے آج بہت سی نایاب بھی ہو چکی ہیں اور بہت سی موجود بھی ہیں- عربی و فارسی کے علاوہ اردو میں بھی بہت کافی مواد موجود ہے- جس کی روشنی میں اگر مفصل قلم اٹھایا جائے تو ایک مستقل ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے چونکہ یہاں طوالت کا موقع نہیں ہے لہٰذا مختصر حالات زندگی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں-

نام و نسب و پیدائش :

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کا نام نامی "محمد" اور کنیت ابو عبد اللہ ہے- سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بن بذذبہ الجعفی البخاری- حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بردزبہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آتش پرست تھے- اس سے آپ کا فارسی النسل ہونا ظاہر ہے- حضرت امام بخاری کے پردادا مغیرہ نے یمان الجعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شہر بخارا ہی میں سکونت پذیر ہو گئے- اسی وجہ سے حضرت امام کو الجعفی البخاری کہا جاتا ہے-

آپ کے والد ماجد حضرت العلام مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر محدثین میں سے ہیں- کنیت ابو الحسن ہے- حضرت امام مالکؒ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں- اور حضرت امام مالکؒ کے علاوہ حماد بن زیدؒ اور ابو معاویہؒ عبد اللہ بن مبارکؒ وغیرہ سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں- احمد بن حفصؒ نصر بن حسینؒ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں- اس قدر پاکباز، متدین، محتاط تھے خاص طور پر اکل حلال میں کہ آپ کے مال میں ایک درم بھی ایسا نہ تھا جسے مشکوک یا حرام قرار دیا جا سکے- ان کے شاگرد احمد بن حفص کا بیان ہے کہ میں حضرت مولانا اسماعیل کی وفات کے وقت حاضر تھا- اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کمائے ہوئے مال میں ایک درم بھی مشتبہ

چھوڑ کر نہیں چلا ہوں۔

امام بخاری قدس سرہ شہر بخارا میں بتاریخ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ فخر امت میں کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا ہے کہ باپ بھی محدث ہو اور بیٹا بھی محدث بلکہ سید المحدثین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب فرمایا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو کریم ابن الکریم ابن الکریم کہا گیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی محدث ابن المحدث قرار پائے۔ مگر صد افسوس کہ والد ماجد نے اپنے ہونہار فرزند کا علمی زمانہ نہیں دیکھا اور آپ کو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت امامؒ کی تربیت کی پوری ذمہ داری والدہ محترمہ پر آگئی جو نہایت ہی خدا رسیدہ عبادت گزار شب بیدار خاتون تھیں۔ والدین کی علمی شان و دینداری کے پیش نظر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام کی تعلیم و تربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوگی۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فقد ربی فی حجر العلم حتی ربا و ارتضع ثدی الفضل فکان فطامه علی هذا اللبا۔ یعنی آپ نے علم کی گود میں پرورش پائی۔ یہاں تک کہ آپ بڑھے اور علم کی پستان سے شیر پایا۔ اور اسی پر آپ کا فطام یعنی دودھ چھڑانے کا زمانہ ختم ہوا۔

اولین کرامت:

غنجار نے تاریخ بخارا میں اور لالکائی نے شرح السنہ باب کرامات الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ بچپن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ والدہ ماجدہ کے لئے اپنی بیوگی ہی کا صدمہ کم نہ تھا کہ اچانک یہ سانحہ پیش آیا۔ اطباء علاج سے عاجز آگئے۔ والدہ ماجدہ اپنے یتیم بچے کی اس حالت پر رات دن روتیں اور دعا کرتیں۔ آخر ایک رات بعد عشاء مصلّی ہی پر روتے اور دعا کرتے ہوئے آپ کو نیند آگئی۔ خواب میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور بشارت دی کہ "تمہارے رونے اور دعا کرنے سے اللہ پاک نے تمہارے بچے کی بینائی درست کر دی ہے۔" صبح ہوئی تو فی الواقع آپ کی آنکھیں درست تھیں۔ بعد میں اللہ پاک نے آپ کو اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ "تاریخ کبیر" کا پورا مسودہ آپ نے چاندنی راتوں میں تحریر فرمایا۔

تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ دھوپ اور گرمی کی شدت میں حضرت امام نے طلب علم کے لئے سفر فرمایا تو دوبارہ آپ کی بینائی ختم ہو گئی۔ خراسان پہنچنے پر آپ نے کسی حکیم حاذق کے مشورہ سے سر کے بال صاف کرائے اور گل خطمی کا ضماد کیا۔ اس سے اللہ پاک نے آپ کو شفائے کامل عطا فرمائی۔ دس سال کی عمر تھی کہ آپ مکتبی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ اور اسی ننھی عمر سے ہی آپ کو احادیث نبوی یاد کرنے کا شوق دامن گیر ہو گیا اور آپ مختلف حلقہ ہائے درس میں شرکت فرمانے لگے۔

ستر ہزار احادیث نبوی کا حافظ ایک ہونہار نوجوان:

ان دنوں شہر بخارا میں علوم قرآن و حدیث کے بہت سے مراکز تھے جہاں قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام ان مراکز سے استفادہ فرمانے لگے۔ ایک دن محدث بخارا حضرت امام داخلی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شریک تھے کہ امام داخلی نے ایک حدیث کی سند بیان کرتے وقت سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم فرما دیا۔ امام بخاری بولے کہ حضرت یہ سند اس طرح نہیں ہے کیونکہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے۔ ایک نو عمر شاگرد کی اس گرفت سے محدث بخارا چونک پڑے اور خفگی کے لہجے میں آپ سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے استاد محترم کا پورا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی آہستگی سے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس اصل کتاب ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیے۔ علامہ نے گھر جا کر اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو امام بخاری کی گرفت کو تسلیم فرما لیا۔ اور واپسی پر منصف مزاج استاد نے اس سند کی تصحیح کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ امام بخاری نے برجستہ جواب دیا کہ صحیح سند یوں ہے سفیان عن الزبیر وهو ابن عدی عن ابراهیم۔ اس وقت حضرت امام کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔ سچ ہے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

ان ہی ایام میں آپ نے بخارا کے اٹھارہ محدثین سے فیوض حاصل کرتے ہوئے بیشتر ذخیرہ احادیث محفوظ فرمالیا تھا- امام وکیع اور امام عبداللہ بن مبارک کی کتابیں آپ کو برنوک زبان یاد تھیں- علامہ داخلی کے ساتھ واقعہ مذکورہ سے بخارا کے ہر علمی مرکز میں آپ کا چرچا ہونے لگا- نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑے بڑے اساتذہ کرام آپ کے حفظ وذہانت کے قائل ہونے لگے- علامہ بیکندی علیہ الرحمۃ جو ایک مشہور محدث بخارا ہیں' فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں جب بھی محمد بن اسماعیل آجاتے ہیں مجھ پر عالم تحیر طاری ہو جاتا ہے- ایک دن ان علامہ کی خدمت میں ایک بزرگ سلیم بن مجاہد حاضر ہوئے- آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم ذرا پہلے آجاتے تو ایک ایسا ہونہار نوجوان دیکھتے جسے ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں- سلیم بن مجاہد یہ سن کر حیرت زدہ ہوگئے- اور حضرت امام کی ملاقات کے اشتیاق میں نکلے- ملاقات ہوئی تو حضرت امام نے فرمایا کہ نہ صرف ستر ہزار بلکہ ان سے بھی زائد احادیث مجھے یاد ہیں- بلکہ سلسلہ سند' حالات رجال سے جیسا بھی سوال کریں گے جواب دوں گا حتی کہ اقوال صحابہ وتابعین کے بارے میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ کن کن آیات قرآنی واحادیث نبوی سے ماخوذ ہیں- (مقدمہ فتح الباری)

یہ سب اسی زمانے کی باتیں ہیں کہ ابھی آپ اپنے وطن مالوف بخارا ہی میں سکونت پذیر تھے- علامہ بیکندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت محمد بن اسماعیل حفظ وذہانت کے اعتبار سے لاثانی شخصیت کے مالک ہیں

طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی رحلت:

لفظ رحلت کے لغوی معنی کوچ کرنے کے ہیں مگر اصطلاح محدثین میں یہ لفظ اس سفر کے لئے اصطلاح بن گیا ہے جو حدیث یا حدیث کی کسی سند عالی کے لئے کیا جائے- صحابہ وتابعین ہی کے بابرکت زمانوں سے اکابر امت میں یہ شوق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ علوم کی تحصیل کے لئے دور دور تک کا سفر کرنے لگے- قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین الایۃ (التوبہ ۱۲۲) مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور دینی علوم کی تحصیل وفقاہت کے لئے گھر سے باہر نکلنا چاہئے- اسی کی تعمیل کے لئے محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کمربستہ ہوئے اور انہوں نے اس پاکیزہ مقصد کے لئے ایسے ایسے کٹھن سفر اختیار کئے کہ وہ دنیا کی تاریخ میں بے مثال بن گئے-

سید المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر شریف کے سولہویں سال ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ محترمہ اور محترم بھائی احمد کے ساتھ سفر حج پر روانہ ہوئے اور مکۃ المکرمہ پہنچے- آپ نے اس مرکز اسلام میں بڑے بڑے علمائے کرام ومحدثین عظام سے ملاقات فرمائی- اور حج کے بعد والدہ محترم کی اجازت سے تحصیل علوم حدیث کے لئے مکہ ہی میں سکونت اختیار کی- اس وقت مکہ شریف کے ارباب علم وفضل میں عبداللہ بن یزید' ابوبکر عبداللہ بن الزبیر' ابوالولید احمد بن الارزقی اور علامہ حمیدی وغیرہ ممتاز شخصیتوں کے مالک تھے- آپ نے پورے دو سال مکۃ المکرمہ میں رہ کر ظاہری وباطنی کمالات حاصل فرمائے اور ۲۱۲ھ میں مدینۃ المنورہ کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں کے مشاہیر محدثین کرام مطرف بن عبداللہ' ابراہیم بن منذر' ابوثابت محمد بن عبیداللہ' ابراہیم بن حمزہ وغیرہ وغیرہ بزرگوں سے اکتساب فیض فرمایا- بلاد حجاز میں آپ کی اقامت چھ سال رہی- پھر آپ نے بصرہ کا رخ فرمایا- اس کے بعد کوفہ کا قصد کیا- حضرت وراق بخاری نے کوفہ اور بغداد کے بارے میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے- لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ و بغداد مع المحدثین- میں شمار نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ کتنی مرتبہ داخل ہوا ہوں-

بغداد چونکہ عباسی حکومت کا پایۂ تخت رہا ہے' اس لئے وہ علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا- بڑے بڑے اکابر عصر بغداد میں جمع تھے- اسی لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار بغداد کا سفر فرمایا- وہاں کے مشائخ حدیث میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی

خصوصیت سے قابل ذکر ہے آٹھویں مرتبہ جب حضرت امام بخاریؒ بغداد سے آخری سفر کرنے لگے تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پر درد لہجے میں فرمایا-اتترك الناس والعصر والعلم وتصير الى خراسان کیا آپ لوگوں کو اور بغداد کے اس زمانہ کو اور یہاں کے علوم وفنون کے مراکز کو چھوڑ کر خراسان چلے جائیں گے؟ بخارا کے ابتلائی دور میں جب کہ وہاں کا حاکم آپ سے ناراض ہو گیا تھا' آپ حضرت امام احمدؒ کے اس مقولہ کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے-

امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر ۱۸ سال کی تھی تو میں نے کتاب قضایائے صحابہ و تابعین نامی تصنیف کی' پھر میں نے مدینہ منورہ میں روضہ منورہ کے پاس بیٹھ کر تاریخ تصنیف کی جسے میں چاندنی راتوں میں لکھا کرتا تھا- پھر میں نے شام اور مصر اور جزیرہ اور بغداد و بصرہ کا سفر کیا- حاشد بن اسماعیل آپ کے ہم عصر کہتے ہیں کہ آپ بصرہ میں ہمارے ساتھ حاضر درس ہوا کرتے تھے- محض سماعت فرماتے اور کچھ نہ لکھتے- آخر سولہ دن اسی طرح گزر گئے ایک دن میں نے آپ کو نہ لکھنے پر ملامت کی تو آپ بولے کہ اس عرصہ میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اسے حاضر کرو اور مجھ سے ان سب کو بر زبان سن لو- چنانچہ پندرہ ہزار احادیث سے زیادہ تھیں جن کو امام بخاری نے صرف اپنی یادداشت سے اس اہتمام سے سنایا کہ بہت سے مقامات پر ہم کو اپنی کتابت میں تصحیح کرنے کا موقعہ ملا-

ابو بکر بن ابی عتاب ایک بزرگ محدث فرماتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے حدیث لکھی اور اس وقت تک ان کی داڑھی مونچھ کے بال نہیں نکلے تھے- حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن یوسف فریابی نے ۲۱۲ھ میں انتقال فرمایا اس وقت امام بخاری کا سن اٹھارہ برس یا کم تھا- محمد بن ازہر سختیانی نے کہا کہ میں سلمان بن حرب کی مجلس میں تھا اور امام بخاری ہمارے شریک درس تھے مگر احادیث کو قلمبند نہیں کرتے تھے- لوگوں نے اس پر استعجاب کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ بخارا جا کر اپنی یاد سے ان سب احادیث کو ضبط کر لیں گے-

حضرت امام بخاریؒ کے سفر کے سلسلہ میں مرو' بلخ' ہرات' نیشاپور' رے وغیرہ بہت سے دور دراز شہروں کے نام آئے ہیں- آپ نے طلب حدیث کے لئے تقریباً تمام ہی اسلامی ممالک کا سفر فرمایا- جعفر بن محمد بن خطان کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے احادیث سنی ہیں- اور میرے پاس جس قدر بھی احادیث ہیں ان کی سندیں اور رواۃ کے جمیع احوال مجھے محفوظ ہیں-

یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ حضرت امام المحدثین کی تشریف آوری کا اعلان کیا گیا- لوگ جوق در جوق آپ کے لائق شان استقبال کو جانے لگے جن میں میں بھی شامل ہوا- اس وقت حضرت امام بخاری عالم شباب میں تھے- بے حد حسین' سیاہ ریش- آپ نے پہلے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر لوگوں نے ان کو درس حدیث کے لئے گھیر لیا- آپ نے دوسرے روز کے لئے یہ درخواست منظور فرمالی- چنانچہ دوسرے دن بصرہ کے محدثین وحفاظ جمع ہوئے- آپ نے فرمایا کہ بصرہ والو! آج کی مجلس میں تم کو اہل بصرہ ہی کی روایت پیش کروں گا جو تمہارے ہاں نہیں ہیں- پھر آپ نے اس حدیث کا املاء کرادیا- حدثنا عبداللہ بن عثمان بن جبلة بن ابی رواد العقلی ببلدکم قال حدثنی ابی عن شعبة عن منصور وغیره عن سالم بن ابی الجعد عن انس بن مالك ان اعرابیا جآء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله الرجل یحب القوم...... الحدیث حدیث املاء کرا کر ارشاد فرمایا کہ اے اہل بصرہ یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے واسطہ سے نہیں ہے- اور اسی شان کے ساتھ آپ نے گھنٹوں اس مجلس کو بہت سی احادیث املاء کرائیں-

آپ کی قوت حافظہ سے متعلق بہت سے واقعات مورخین نے نقل کئے ہیں- جن کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے- و فیه کفایة لمن له درایة-

خانگی پاکیزہ زندگی' اخلاص واتباع سنت :

سید المحدثین امام المتقین فدائے سنن سید المرسلین حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے والد ماجد مولانا محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ کے ترکہ سے کافی دولت حاصل ہوئی تھی- آپ نے اس پاکیزہ مال کو بصورت مضاربت تجارت میں لگادیا تھا- تاکہ خود تجارتی جھمیلوں سے آزاد رہ کر بہ سکون قلب خدمت حدیث نبوی علیہ فداہ ابی وامی کر سکیں-

(مضاربت کی صورت یہ کہ کسی شخص کو سرمایہ برائے تجارت اس شرط پر دے دیا جائے کہ نفع و نقصان میں ہر دو فریق شریک رہیں گے- ایک فریق کا سرمایہ ہوگا' دوسرے کی محنت ہوگی)

اللہ پاک نے اس تجارت کے ذریعہ آپ کو فارغ البالی عطا فرمائی تھی- باوجود اس کے ایام طالب علمی میں آپ نے بے انتہا ☐ برداشت کیں- اور کسی مرحلہ پر بھی صبر و شکر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا- وراق بخاری کے بیان کے مطابق ایک دفعہ حضرت امام اپنے استاد آدم بن ابی ایاس کے پاس طلب حدیث کے لئے تشریف لے گئے مگر توشہ ختم ہو گیا- اور سفر میں تین دن متواتر گھاس اور پتوں پر گزارہ کیا- آخر ایک اجنبی انسان ملا- اور اس نے ایک تھیلی دی جس میں دینار تھے-

حفص بن عمر الاشقر آپ کے بصرہ کے ہم سبق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کئی روز تک شریک درس نہ ہوئے- ☐ کے بعد معلوم ہوا کہ خرچ ختم ہو گیا تھا- اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کو بدن کے کپڑے بھی فروخت کرنے پڑ گئے- چنانچہ ہم نے آپ کے لئے امدادی چندہ کر کے کپڑے تیار کرائے تب آپ درس میں حاضر ہوئے-

ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری کہتے ہیں کہ اسی فقر کیشی کی وجہ سے ایک دفعہ حضرت امام علیل ہو گئے- طبیبوں نے آپ کا قارورہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ یہ قارورہ ایسے درویشوں کے قارورے سے مشابہت رکھتا ہے جو روٹیوں کے ساتھ سالن کا استعمال نہیں کرتے- جو صرف سوکھی روٹیاں کھا کر گزارہ کیا کرتے ہیں- دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چالیس سال سے آپ کا یہی عمل ہے کہ صرف سوکھی روٹی کھا کر گزارہ کرتے رہے ہیں- عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں سالن کھانا تجویز کیا ہے- آپ نے یہ سن کر علاج سے انکار کر دیا- جب آپ کے شیوخ نے بہت مجبور کیا تو روٹیوں کے ساتھ شکر کھانی منظور فرمائی-

ابوحفص نامی بزرگ آپ کے والد ماجد کے خاص تلامذہ میں سے ہیں- انہوں نے ایک دفعہ کچھ مال آپ کی خدمت میں پیش کیا- اتفاق حسنہ کہ شام کو بعض تاجروں نے اسی مال پر پانچ ہزار منافع دے کر اسے خریدنا چاہا- آپ نے فرمایا کہ صبح بات پختہ کروں گا- صبح ہوئی تو دوسرے تاجر پہنچے اور انہوں نے دس ہزار منافع دے کر وہ مال خریدنا چاہا- آپ نے فرمایا کہ میں نے شام کو آنے والے اور صرف ۵ ہزار دینے والے تاجر کو یہ مال دے دینے کی نیت کر لی تھی- اب میں اپنی نیت کو توڑنا پسند نہیں کرتا- چنانچہ آپ نے دس ہزار کے نفع کو چھوڑ دیا او، پہلے تاجر ہی کے مال حوالہ فرمادیا-

مزاج میں انتہا درجہ کی رحمدلی اور نرمی اللہ نے بخشی تھی- ایک دفعہ آپ کا ایک مضارب (شریک تجارت' پارٹنر) آپ کے ۲۵ ہزار درہم دبا بیٹھا- آپ کے بعض شاگردوں (محمد بن ابی حاتم وغیرہ) نے کہا کہ وہ قرضدار شہر آمل میں آگیا ہے اب اس سے روپیہ وصول کرنے میں آسانی ہوگی- آپ نے فرمایا کہ میں قرض دار کو پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتا- قرض دار خوف سے خوارزم چلا گیا- آپ سے کہا گیا کہ گورنر کی طرف سے ایک خط حاکم خوارزم کو لکھوا کر اسے گرفتار کرادیجئے- آپ نے فرمایا کہ میں حکومت سے ایک خط کے لئے طمع کروں گا اس کے عوض حکومت کل میرے دین میں طمع کرے گی میں یہ بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں- بالآخر امام نے مقروض سے اس بات پر مصالحت کر لی کہ وہ ہر ماہ ایک مخصوص رقم حضرت کو ادا کیا کرے گا لیکن وہ تمام روپیہ ضائع ہو گیا اور وہ امام کا ایک پیسہ بھی نہ واپس کر سکا- مگر آپ نے حلم و عفو کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا- سچ ہے -

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

امام کرمانی کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی دن مسلسل بغیر کھائے پئے گزار دیا کرتے تھے۔ اور کبھی صرف دو تین بادام کھا لینا ہی ان کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ بہت ہی سخی اور غرباء نواز و مساکین دوست انسان تھے۔ اپنی تجارت سے حاصل شدہ نفع طلبہ و محدثین پر صرف فرما دیتے تھے۔ ہر ماہ فقراء و مساکین و طلبہ و محدثین کے لئے پانچ سو درہم تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ بے نفسی کا یہ عالم کہ ایک دفعہ آپ کی ایک لونڈی گھر میں اس طرف سے گزری جہاں آپ کاغذ، دوات، قلم وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ اس باندی کی ٹھوکر سے آپ کی دوات کی ساری روشنائی فرش پر پھیل گئی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حرکت پر باندی کو ٹوکا تو اس نے جواب دیا کہ جب کسی جانب راستہ ہی نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ حضرت امام اس نامعقول جواب سے برانگیختہ نہیں ہوئے بلکہ ہاتھ دراز کر کے فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ اس نے تو ناراضگی کا کام کیا تھا آپ نے اسے آزاد کیوں فرما دیا۔ آپ نے کہا اس کے اس کام سے میں نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی اور اسی خوشی میں اسے پروانۂ آزادی دے دیا۔

ایک مرتبہ آپ نے ابو معشر ایک نابینا بزرگ سے فرمایا کہ اے ابو معشر تم مجھے معاف کر دو۔ انہوں نے حیرت و استعجاب کے ساتھ کہا کہ حضرت یہ معافی کس بات کی ہے؟ آپ نے بتلایا کہ آپ ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرط مسرت میں انوکھے انداز سے اپنے سر اور ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے۔ جس پر مجھ کو ہنسی آ گئی۔ میں آپ کی شان میں اسی گستاخی کے لئے آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ ابو معشر نے جواب میں عرض کیا کہ اے حضرت امام آپ سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہے۔

خالد بن احمد ذہلی حاکم بخارا نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ آپ دربار شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور میرے شہزادوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیا کریں۔ آپ نے قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں آپ کے دربار میں آ کر شاہی خوشامدیوں کی فہرست میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ مجھے علم کی بے قدری گوارا ہے۔ حاکم نے دوبارہ کہلوایا کہ پھر شاہزادوں کے لئے کوئی وقت مخصوص فرما دیں۔ امام نے اس پر جواب دیا کہ میراث نبوت میں کسی امیر غریب کا امتیاز نہیں ہے۔ اس لئے میں اس سے بھی معذور ہوں۔ اگر حاکم بخارا کو میرا یہ جواب ناگوار خاطر ہو تو جبراً میرا درس حدیث روک سکتے ہیں تاکہ میں خداوند قدوس کے دربار میں عذر خواہی کر سکوں۔ ان جوابات سے حاکم بخارا سخت برہم ہوئے اور اس نے حضرت امام کو بخارا سے نکالنے کی سازش کی۔

عبادت میں آپ کا استغراق اس درجہ تھا کہ امام کو ایک باغ میں مدعو کیا گیا۔ جب امام ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو نوافل کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فراغت کے بعد قمیص کا دامن اٹھا کر کسی سے فرمایا کہ دیکھنا قمیص میں کوئی موذی جانور محسوس ہو رہا ہے۔ دیکھا گیا تو ایک زنبور نے سترہ جگہ ڈنک لگائے تھے۔ اور جسم کے نیش زدہ حصوں پر ورم آ رہا تھا۔ کہا گیا کہ آپ نے پہلی ہی بار کیوں نہ نماز چھوڑ دی۔ امام نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسی سورۃ شروع کر رکھی تھی کہ درمیان میں اس کا قطع کرنا گوارا نہ ہوا۔

آخر رات میں تیرہ رکعتوں کا آپ ہمیشہ سفر و سفر میں معمول رکھتے تھے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی میں تہجد کی نماز کبھی ترک نہ فرماتے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح سے فارغ ہو کر نصف شب سے لے کر سحر تک خلوت میں تلاوت قرآن پاک فرماتے اور ہر تیسرے دن ایک قرآن کریم ختم فرما دیتے اور دعا کرتے اور فرماتے کہ ہر ختم پر ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

اتباعِ سنت کا اس قدر جذبہ تھا کہ خالص اسوۂ حسنہ کے پیش نظر تیر اندازی کی مشق فرمائی۔ اس قدر کہ آپ کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں دیکھا گیا۔ ایک دفعہ آپ کا تیر ایک پل کی میخ پر جا لگا جس سے پل کا نقصان ہو گیا۔ آپ نے پل کے مالک سے درخواست کی کہ یا تو پل کی مرمت کے لئے اجازت دی جائے یا اس کا تاوان لے لیا جائے تاکہ ہماری غلطی کی تلافی ہو سکے۔ پل کے مالک حمید بن الاخضر نے جواب میں آپ کو بہت بہت سلام کہلا بھیجا اور کہا کہ آپ بہر حال صورت بے قصور ہیں۔ میری تمام دولت آپ پر قربان ہے۔ پیغام پہنچنے پر

آپ نے ۵ سواحادیث بیان فرمائی اور تین سو درا ہم بطور صدقہ فقراء و مساکین میں تقسیم فرمائے۔(مقدمہ فتح الباری)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ بغداد میں :

عباسی حکومت کا پایہ تخت بغداد کبھی دنیائے اسلام کا مرکز اور اسلامی علوم و فنون کا بیش بہا مخزن رہ چکا ہے۔ یہی حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و علمی قبولیت کا زمانہ ہے۔ متکلمین و محدثین و فقہاء و مفسرین اطراف عالم سے سمٹ سمٹ کر بغداد میں جمع ہو چکے تھے۔ اس دور میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں تشریف لائے۔ پورا بغداد آپ کی شہرت سے گونج اٹھا۔ ہر مسجد ہر مدرسہ ہر خانقاہ میں آپ کے ذہن و حفظ و ذہانت و مہارت حدیث کا چرچا ہونے لگا۔ آخر دار الخلافہ کے بعض محدثین نے آپ کے امتحان کی ایک ترکیب سوچی وہ یہ کہ سو احادیث نبوی میں سے ہر حدیث کی سند دوسری حدیث کے متن میں ملادی اور ان کو دس آدمیوں پر برابر تقسیم کر دیا اور مقررہ تاریخ پر مجمع عام میں آپ کے امتحان کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر سارا شہر امنڈ آیا۔ ان دس آدمیوں نے نمبروار اختلاط کی ہوئی احادیث امام صاحب کے سامنے پڑھنی شروع کیں۔ اور آپ سے استصواب چاہا۔ مگر آپ ہر شخص اور ہر حدیث کے بارے میں یہی فرماتے رہے کہ لا اعرفہ (میں اس حدیث کو نہیں جانتا) اس طرح جب سو احادیث ختم ہو چکیں تو لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ کسی کا خیال تھا کہ امام حقیقت حال کو پہچان چکے ہیں۔ اور کسی کا خیال تھا کہ آپ نے محدثین بغداد کے سامنے سپر ڈال دی ہے۔

امام المحدثین اسی وقت کھڑے ہو کر پہلے سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اما حدیثك الاول فبھذا الاسناد خطاء و صوابه كذا یعنی تم نے پہلی حدیث جس سند سے بیان کی تھی وہ غلط تھی اس کی اصل سند یہ ہے۔ اسی طرح آپ نے دسوں اشخاص کی سنائی سو احادیث کو بالکل صحیح درست کر کے بہ ترتیب سوالات پڑھ کر سنا دیا۔ اس خداداد حافظہ و مہارت فن حدیث کو دیکھ کر اہل بغداد حیرت زدہ ہو گئے۔ اور بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا کہ فن حدیث میں عصر حاضر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

علم الاسناد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مہارت تامہ :

مشہور مقولہ ہے الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شآء ماشآء یعنی اسناد کا علم بھی دینی علوم میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہہ ڈالتا۔ اسی لئے محدث کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ متون احادیث کے ساتھ تمام رواۃ حدیث کے بارے میں ان کی پیدائش اور وفات کے اوقات کی خبر رکھتا ہو۔ ان کے باہمی ملاقات کے سنین یاد ہوں۔ ان کے القاب اور کنیتیں یاد ہوں۔ اور جملہ راویوں کے الفاظ حدیث بھی پوری طرح ضبط ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حافظ احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں عثمان بن ابو سعید بن مروان کے جنازہ میں حاضر ہوا۔ امام بخاری بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر امام محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری سے اسمائے رواۃ اور علل احادیث کے سلسلہ میں کچھ پوچھا۔ امام بخاری نے اس قدر برجستگی سے جوابات عنایت فرمائے جیسے کوئی قل ھو اللہ احد تلاوت کرتا ہو۔

اصطلاح حدیث میں علت قادحہ اس پوشیدہ سبب کا نام ہے جس سے حدیث کی صحت مشکوک اور مجروح ہو جاتی ہے۔ علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے صرف یہی ایک چیز ایسی اہم ہے جس کے لئے بے پناہ قوت حافظہ، ذہن رسا اور نقد و انتقاد کی کامل مہارت درکار ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو باری تعالیٰ نے ان جملہ علوم میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں مقیم تھے۔ اس زمانہ کا واقعہ ابو احمد اعمش بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہوا۔ امام مسلم تشریف لائے۔ اور ایک معلق حدیث کا درمیانی حصہ سنا کر پوچھا کہ یہ حدیث آپ کے پاس ہو تو [illegible] فرما دیجئے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عبیداللہ بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible]

و معنا ابو عبیدۃ الحدیث- امام بخاریؒ نے اسی وقت حدیث کو متصل السند پڑھ کر سنادیا کہ حدثنا ابن ابی اویس قال حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبیداللہ الی اخر الحدیث-

اسی مجلس کا قصہ ہے کہ کسی نے یہ حدیث مع سند پڑھی- حجاج بن محمد عن- بن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سھیل ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم **کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحنک اللھم و بحمدک استغفرک و اتوب الیک**- سن کر امام مسلم بولے کہ اس حدیث کی اس سے اونچی سند ساری دنیا میں نہیں ہے- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مگر اس کی سند معلول ہے- یہ سن کر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں رہ گئے اور فرمانے لگے کہ علت سے آگاہی فرمایئے- حضرت امام نے فرمایا کہ رہنے دیجئے جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے- آپ کو بھی اس پر پردہ ڈالنا چاہیے- مگر امام مسلم نے اصرار فرمایا تو آپ نے فرمایا- اچھا سنو غیر معلول سلسلہ سندیوں ہے- حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا وھیب حدثنا موسی بن عقبۃ عن عون بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **کفارۃ المجلس**--- اذا الحدیث- حدیث کی علت کے سلسلہ میں حضرت امام نے بتلایا کہ موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل سے مرفوع نہیں ہے- پھر اس کے لئے حضرت امام نے ثبوت پیش فرمایا- جسے سب حاضرین مجلس علمائے حدیث نے تسلیم کیا- (فتح الباری)

جرح وانتقاد کے لئے قرآنی ہدایت :

محدثین کرام نے رواۃ حدیث کی جرح وانتقاد کا طریقہ قرآن مجید کی آیت کریمہ یا ایھا الذین امنوا اذا جآء کم فاسق بنبا فتبینوا (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق انسان کچھ خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو-) اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل ہی سے اخذ کیا تھا- کیونکہ ایک گروہ حدیث گھڑنے والوں کا پیدا ہو چکا تھا- عبدالکریم وضاع مشہور ہے جس نے چار ہزار احادیث وضع کیں- اور خوارج اور روافض میں موضوعات کا ایک انبار موجود ہو رہا تھا- ان حالات میں جرح انتقاد کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا- ایسی جرح وتعدیل وہ غیبت نہیں ہے جس کے لئے قرآن مجید نے منع کیا ہے- اس حقیقت باہرہ کے باوجود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور عام اصطلاح محدثین کی طرح وضاع کذاب کے الفاظ کی جگہ "المتروک" منکر الحدیث وغیرہ کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں- اسی لئے آپ کا ارشاد ہے کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحل الروایۃ عنہ- یعنی جس راوی کے متعلق میں لفظ منکر الحدیث استعمال کر دوں اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے- یہ سب احتیاط اس لئے کہ آپ خواہ مخواہ کسی مسلمان کی غیبت کے گناہ میں ملوث نہ ہو جائیں- آپ فرماتے ہیں کہ غیبت کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے کوئی داد خواہ نہ ہو سکے گا- آپ کے ایک شاگرد نے کہا کہ آپ کی تاریخ کے بارے میں لوگ غیبت کا الزام لگاتے ہیں- فرمایا کہ تاریخ میں ہم نے صرف متقدمین کے اقوال نقل کئے ہیں- ہم نے اپنی طرف سے اس میں کچھ نہیں لکھا ہے-

امام بخاری قدس سرہ کی بے نظیر ثقاہت :

علامہ عجلونی نے آپ کی ثقاہت کے بارے میں یہ عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ دریا کا سفر کر رہے تھے اور آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں- ایک رفیق سفر نے عقیدت مندانہ راہ ورسم بڑھا کر اپنا اعتماد قائم کر لیا- حضرت امام نے اپنی اشرفیوں کی اسے اطلاع دے دی- ایک روز آپ کا یہ رفیق سو کر اٹھا تو اس نے بآواز بلند رونا شروع کر دیا- اور کہنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں گم ہو گئی ہیں- چنانچہ تمام مسافروں کی تلاشی شروع ہوئی- حضرت امام نے یہ دیکھ کر کہ اشرفیاں میرے پاس ہیں اور وہ ایک ہزار ہیں- تلاشی میں ضرور مجھ پر چوری کا الزام لگایا جائے گا- اور یہی اس کا مقصد تھا- امام نے یہ دیکھ کر وہ تھیلی سمندر کے حوالہ کر دی- امام کی بھی تلاشی لی گئی- مگر وہ اشرفیاں ہاتھ نہ آئیں اور جہاز والوں نے خود اسی مکار رفیق کو ملامت کی- سفر ختم ہونے پر اس نے حضرت امام سے اشرفیوں

کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سمندر میں ڈال دیا-وہ بولا کہ اتنی بڑی رقم کا نقصان آپ نے کیسے برداشت فرمالیا- آپ نے جواب دیا کہ جس دولت ثقاہت کو میں نے تمام عمر عزیز گنوا کر حاصل کیا ہے-اور میری ثقاہت جو تمام دنیا میں مشہور ہے کیا میں اس کو چوری کا اشتباہ اپنے اوپر لے کر ضائع کر دیتا- اور ان اشرفیوں کے عوض اپنی دیانت وامانت و ثقاہت کا سودا کر لیتا میرے لئے ہرگز یہ مناسب نہ تھا-

حد درجہ قابل صد افسوس :

یہ اس امام الائمہ کے پاکیزہ حالات ہیں جن پر امت اسلام تا قیامت فخر کرتی رہے گی- مگر دوسری طرف یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آج بہت سے تقلید جامد کے فدائی علماء حضرت امام المحدثین کی ثقاہت کو مجروح کرنے کے لئے ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں-انوار الباری کا مقدمہ اور ساری کتاب جو صحیح بخاری کا ترجمہ وشرح کے نام سے وجود میں لائی گئی ہے پڑھ جایئے-ایک سادہ لوح انسان صحیح بخاری اور حضرت امام بخاری قدس سرہ کے بارے میں بہت ہی غلط تاثرات لے سکتا ہے-صاحب انوار الباری نے یہ ساری کاوش اپنے مسلک کی حمایت میں کی ہے-مگر یہ مسلک کی تعمیری خدمت نہیں ہے-اگر جوابی سلسلہ در سلسلہ چل پڑا تو کتب تواریخ ورجال کی روشنی میں وہ تفصیلات پبلک میں لائی جاسکیں گی جن سے آج کل کے نوجوانانِ اسلام کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ اسلاف امت کے متعلق آزادانہ قیاس آرائیاں شروع کر کے بہت ہی خطرناک راستے پر جاسکیں گے-امت کی ہزار سالہ باہمی فقہی چپقلش کو تازہ کر کے پھر اس کے لئے راستہ کھولنا آج کے حالات کے تحت کسی طرح بھی مناسب نہ تھا- مگر صد افسوس کہ تقلید جامد کے شیدائی شاید پھر ان بوسیدہ اکھاڑوں کی تعمیر جدید چاہتے ہیں-سچ ہے ۔

دین ملا فی سبیل اللہ فساد

جن حضرات نے مذکورہ بالا کتاب کا بنظر انصاف مطالعہ کیا ہے' وہ ہمیں ان سطور کے لکھنے پر یقیناً معذور تصور فرمائیں گے-

وجہ تالیف الجامع الصحیح البخاری :

حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں تفصیلاً لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین کے پاکیزہ زمانوں میں احادیث کی جمع و ترتیب کا سلسلہ کماحقہ نہ تھا-ایک تو اس لئے کہ شروع زمانہ میں اس کی ممانعت تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے- محض اس ڈر سے کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث کے متون باہمی طور پر گڈمڈ نہ ہو جائیں- دوسرے یہ کہ ان لوگوں کے حافظے وسیع تھے-ذہن صاف تھے-کتابت سے زیادہ ان کو اپنے حافظہ پر اعتماد تھا اور اکثر لوگ فن کتابت سے واقف نہ تھے-اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتابت احادیث کا سلسلہ زمانہ رسالت میں بالکل نہ تھا- یہ کہا جاسکتا ہے کہ وجوہ بالا کی بنا پر کماحقہ نہ تھا- پھر تابعین کے آخر زمانہ میں احادیث کی ترتیب وتبویب شروع ہوئی- خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو ایک فن کی حیثیت سے جمع کرانے کا اہتمام فرمایا- تاریخ میں ربیع بن صبیح اور سعید بن عروبہ وغیرہ وغیرہ حضرات کے نام آتے ہیں جنہوں نے اس فن شریف پر باضابطہ قلم اٹھایا-اب وہ دور ہو چلا تھا جس میں خوارج وروافض' ودیگر اہل بدعت نے من گھڑت احادیث کا ایک خطرناک سلسلہ شروع کر دیا تھا-ان حالات کے پیش نظر طبقہ ثالثہ کے لوگ اٹھے اور انہوں نے احکام کو جمع کیا-حضرت امام مالک نے مؤطا تصنیف کی جس میں اہل حجاز کی قوی روایتیں جمع کیں 'اور اقوال صحابہ فتاویٰ و تابعین کو بھی شریک کیا-ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے مکۃ المکرمہ میں اور ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمر اوزاعی نے شام میں اور عبد اللہ سفیان بن سعید ثوری نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ دینار نے بصرہ میں حدیث کی جمع ترتیب و تالیف پر توجہ فرمائی-ان کے بعد بہت سے لوگوں نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی اور دوسری صدی کے آخر میں بہت سی مسندات وجود پذیر ہو گئیں جیسے مسند امام احمد بن حنبل' مسند امام اسحٰق بن راہویہ' مسند امام عثمان بن ابی شیبہ' مسند امام ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ

وغیرہ-ان حالات میں سید المحدثین امام الائمہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا- آپ نے ان جملہ تصانیف کو دیکھا'ان کو روایت کیا-ان سے علوم نبوی کا کافی مزہ اٹھایا-انہوں نے دیکھا کہ ان کتابوں میں صحیح اور حسن اور ضعیف سب قسم کی احادیث موجود ہیں-

ایک مبارک خواب :

حدیث رسول پاک ﷺ کے لئے آپ کے قلب مبارک میں ایک خاص الخاص جذبہ تھا-ایک رات آپ خواب دیکھتے ہیں کہ حضور رسول ﷺ آرام فرمارہے ہیں اور آپ حضورؐ کے سرہانے کھڑے ہو کر پنکھا جھل رہے ہیں اور مکھی وغیرہ موذی جانوروں کو آپ سے دور کر رہے ہیں- بیدار ہو کر معبرین سے تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے بتلایا کہ آپ رسول کریم ﷺ کی احادیث پاک کی عظیم خدمت انجام دیں گے -اور جھوٹے لوگوں نے جو احادیث خود وضع کر لی ہیں' صحیح احادیث کو آپ ان سے بالکل علیحدہ چھانٹ دیں گے-

اسی دوران آپ کے بزرگ ترین استاد حضرت اسحٰق بن راہویہ نے ایک روز فرمایالو جمعتم کتابا مختصرا الصحیح سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم-کاش آپ نبی کریم ﷺ کی صحیح صحیح احادیث پر مشتمل ایک جامع مختصر کتاب تصنیف کر دیتے- حضرت امام فرماتے ہیں فوقع ذلك فی قلبی میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے اسی دن سے جامع صحیح کی تدوین کا عزم بالجزم کر لیا-

اسی سلسلہ میں نجم بن فضیل اور وراق بخاری کا خواب بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول کریم ﷺ قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور جب آپ قدم مبارک اٹھاتے ہیں'امام بخاری آپ کے قدم مبارک کی جگہ پر اپنا قدم رکھ دیتے ہیں-ابوزید مروزی کا خواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ میں رکن اور مقام کے درمیان بیت اللہ کے قریب سو رہا تھا- خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابوزید !کب تک شافعی کی کتاب کا درس دیتے رہو گے اور ہماری کتاب کا درس نہ دو گے- عرض کیا حضور فداک ابی وامی آپ کی کتاب کونسی ہے ؟ فرمایا جسے محمد بن اسماعیل بخاری نے جمع کیا ہے-

یہی وہ عظیم الشان تصنیف ہے جس کی وجہ سے حضرت امام بخاریؒ کو حیاتِ جاوداں ملی اور وہ دنیائے اسلام میں امیر المؤمنین فی الحدیث جیسے عظیم خطاب سے نوازے گئے-

طریقہ تالیف :

اس بارے میں خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کر لی ہو- بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تالیف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہر حدیث کے لئے استخارہ کیا- مجھے جب ہر طرح اس حدیث کی صحت کا یقین ہوا'تب میں نے اس کے اندراج کے لئے قلم اٹھایا-اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے حجت بنایا ہے-اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا ہے-

علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی ایک جماعت سے ناقل ہیں کہ امام بخاری الجامع الصحیح کے تمام تراجم ابواب کو حجرۂ نبوی اور منبر کے درمیان بیٹھ کر اور ہر ترجمۃ الباب کو دو رکعت نماز پڑھ کر اور استخارہ کر کے کامل اطمینان قلب حاصل ہونے پر صاف کرتے -وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں امام بخاری کے ساتھ تھا- میں نے آپ کو کتاب التفسیر لکھنے میں دیکھا کہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے چقماق سے آگ روشن کرتے اور چراغ جلاتے اور حدیثوں پر نشان دے کر سو رہتے-

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب سفر وحضر میں ہر جگہ تالیف کتاب میں مشغول رہا کرتے تھے-اور جب بھی جہاں بھی کسی حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا'اس پر نشان لگا دیتے-اس طرح تین مرتبہ آپ نے اپنے ذخیرہ پر نظر فرمائی- آخر تراجم ابواب کی ترتیب اور تہذیب اور ہر باب کے تحت حدیثوں کا درج کرنا-اس کو امام صاحب نے ایک بار حرم محترم میں اور دوسری بار مدینہ منورہ مسجد

نبوی منبر اور محراب نبوی کے درمیان بیٹھ کر انجام دیا- اسی تراجم ابواب کی تہذیب و تبویب کے وقت جو حدیثیں ابواب کے تحت لکھتے پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے- اس طرح پورے سولہ سال کی مدت میں اس عظیم کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے-

آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا کہتے ہیں :

حضرت امام المحدثین جبل الحفظ سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں ان بارہ سو برسوں میں اکابر امت نے جن آراء مبارکہ کا اظہار کیا ہے' ان سب کی جمع و ترتیب کے لئے بھی ایک مستقل کتاب درکار ہے- ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام بخاری عنداللہ مقبول اور آپ کی جامع الصحیح بھی عنداللہ مقبول اور امت کے لئے بلا شک و شبہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح تر قابل عمل کتاب ہے- جو شخص بھی حضرت امام کی شان میں تنقیص و تخفیف اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرتا ہے وہ اجماع امت کا مخالف ہے- خاطی ہے' ناقابل التفات ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے لفظوں میں وہ بدعتی ہے-

ہم بہت ہی اختصار کے پیش نظر صرف چند آرائے مبارکہ نقل کرتے ہیں- امید ہے کہ صاحبان صدق و صفا کے لئے یہ کافی ہوں گی اور وہ ہر گز کسی متقشف اور نامعقول ناقد کے وسواس نامعقولات سے متاثر نہ ہوں گے-

جامع صحیح کے متعلق پہلے خود امام بخاریؒ کا بیان سنئے- فرماتے ہیں لم اخرج فی ھذا الکتاب الا صحیحا میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کی تخریج کی ہے- (مقدمہ فتح الباری)

اور فرمایا کہ میں نے تقریباً چھ لاکھ طرق سے جامع صحیح کی احادیث کا انتخاب کیا ہے-

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں تمام مسند احادیث مکررات سمیت ۷۲۷۵ کی تعداد میں ہیں اور مکررات کو نکال دیا جائے تو چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں (مقدمہ ابن الصلاح ص ۸)

یہ اختلاف تعداد محض مختلف الاقسام احادیث کی گنتی کے اعتبار سے ہے اس لئے دونوں بیان صحیح ہیں-

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں نوے ہزار اشخاص نے براہ راست آپ سے اس عظیم کتاب کا درس لیا اور بلا واسطہ ان کی سند سے روایت کیا ہے- حضرت امام بخاریؒ جب اس کی جمع و تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن مدینی وغیرہ اکابر امت کے سامنے پیش کیا- سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کو مستحسن قرار دیا- اور اس کی صحت کی گواہی دی- بعض حضرات نے صرف چار احادیث سے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا- مگر آخر میں ان کے متعلق بھی حضرت امام بخاری ہی کا خیال شریف صحیح ثابت ہوا (مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۸)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت امام قدس سرہ نے اپنی جامع صحیح کو مذکورہ بزرگوں کے علاوہ وقت کے دیگر مشائخ و فقہاء و محدثین کے سامنے بھی پیش کیا- سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کی صحت کی تصدیق و توثیق فرمائی-

ملا علی قاری نے مشائخ عصر کے یہ لفظ نقل کئے ہیں- انہ لا نظیر لہ فی بابہ (مرقاۃ جلد اول ص ۱۵) یعنی جامع صحیح اپنے باب میں بے نظیر کتاب ہے-

امام نسائی فرماتے ہیں اجود ھذہ الکتب کتاب البخاری واجمعت الامۃ علی صحۃ ھذین الکتابین- یعنی امت کا صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر دو کتابوں کی صحت قطعی پر اجماع ہو چکا ہے اور جملہ کتب احادیث میں صحیح بخاری سب سے افضل ہے-

البدایہ والنہایہ جلد یازدہم ص ۲۸ پر امام فضل بن اسماعیل جرجانی کا ایک قصیدہ بابت مدح بخاری شریف منقول ہے جس کا خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری سند اور متن کے اعتبار سے اس قدر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ اس کی افضلیت پر جملہ اہل علم کا اتفاق اور اجماع ہے- نبی

کریم ﷺ کے دین کے لئے یہ کتاب وہ کسوٹی ہے جس کے آگے عرب و عجم سب نے سر تسلیم خم کیا ہے۔

بلاشک صحیح بخاری آبِ زر سے لکھنے جانے کے قابل ہے۔

صحیح بخاری کی کتابت آبِ زر سے :

امت میں ایسے بھی قدر دان گزرے ہیں جنہوں نے قرآن مجید اور اس کے بعد صحیح بخاری شریف کو خالص آبِ زر سے لکھوادیا۔ چنانچہ ایک عالم دین ابو محمد مزنی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے کتابت کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کو آبِ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کتابیں تمام و کمال آبِ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کی گئیں۔ (مفتاح السعادۃ جلد اول ص ۷)

امام ابوالفتح عجلی فرماتے ہیں صحیح بخاری کا متن حدیث قوی اور رجال اسناد عالی مرتبہ ہیں۔ صحت میں اس کو وہ بلند مرتبہ حاصل ہے گویا ہر حدیث کو امام بخاری نے آنحضرت ﷺ سے براہ راست خود حاصل کیا اور درج فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام امام بلقینی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری حافظ عصر حضرت امام بخاری کی وہ اہم تصنیف ہے جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی سنن صحیحہ کو جمع فرمایا ہے۔ رجال بخاری سب صدوق اور ثقات ہیں۔ ان فضائل و خصوصیات کی بنا پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن شریف کے بعد دنیائے اسلام کے ہاتھوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ (ارشاد الساری جلد اول ص ۴۴)

علامہ عینی (حنفی) شارح بخاری لکھتے ہیں اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب الله اصح من صحیح البخاری فرجع البعض صحیح مسلم علی صحیح البخاری والجمهور علی ترجیح البخاری علی مسلم (عمدۃ القاری ص ۵) یعنی مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ بعض ائمہ نے مسلم کو بخاری پر مقدم قرار دیا ہے۔ لیکن جمہور علمائے امت نے صحیح بخاری کو مسلم کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین (حجة الله البالغه جلد اول ص ۱۳٤) جو شخص بخاری و مسلم کی توہین و تخفیف کرتا ہے' وہ بدعتی ہے اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ایمان والوں سے علیحدہ راستہ ہے (جس کا نتیجہ دوزخ ہے)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم و مؤطا امام مالک کی احادیث نہایت صحیح ہیں۔ جامع صحیح بخاری میں بلحاظ اغلب خود مؤطا کی بھی مرفوع حدیثیں موجود ہیں' اس لحاظ سے صحیح بخاری سب سے زیادہ صحیح اور جامع کتاب ہے۔ (عجالہ نافعہ ص ۶)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری' پھر مسلم ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں میں صحیح بخاری صحت میں بڑھ کر ہے اور زیادہ فوائد کی جامع ہے (مقدمہ حضرت مولانا سہارنپوری مرحوم علی البخاری ص ۴)

حضرت مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح و حافظ ابن حجر و علامہ ابن تیمیہ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اجلہ محدثین و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی سب حدیثیں حجت کے لئے قطعی ہیں۔ اور ان اجلہ اصحاب الحدیث و محققین کا فیصلہ میرے نزدیک بالکل درست فیصلہ ہے۔ (فیض الباری)

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی مرحوم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے صرف احادیث صحیحہ کو جمع فرمایا ہے' وہ امام بخاری ہیں۔

پھر ان کے نقش قدم پر امام مسلم نے اپنی صحیح کو جمع فرمایا- یہ دونوں کتابیں مصنفات حدیث میں سب سے زیادہ صحیح ہیں-(فتح الملہم شرح مسلم ص ۵۴)

اس قسم کے ہزارہا علماء وفضلاء اکابر امت متقدمین ومتاخرین کے بیانات کتب تواریخ میں موجود ہیں- جن سب کا جمع کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ناممکن ہے- اس لئے ان چند بیانات پر اکتفا کیا جاتا ہے- ان ہی سے ناظرین کو اندازہ ہو سکے گا کہ امت میں امام بخاری اور ان کی جامع الصحیح کا مقام کتنا بلند ہے -والحمد للہ علی ذالک-

محدث اعظم و مجتہد معظم حضرت امام بخاریؒ اور مسالک مروجہ :

مسالک مروجہ سے مراد مذاہب اربعہ ہیں جو ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ 'حضرت امام شافعی 'حضرت امام احمد بن حنبل 'حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب ہیں- ان مسالک کے پیروکار اپنے اپنے امام کی تقلید علی الاطلاق اپنے لئے واجب جانتے ہیں- اور اس تقلید شخصی کا ترک ان کے ہاں کسی طرح بھی جائز نہیں- تقلید کی تعریف یوں کی گئی ہے- التقلید اتباع الرجل غیره فیما سمعه بقوله اوفی فعله علی زعم انه محقق بلانظر فی الدلیل (حاشیہ نور الانوار لکھنو ص ۲۱۶)

یعنی تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق ہی ہو گا- اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا-

صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة (مسلم ص ۲۸۹) یعنی بغیر دلیل کسی کی بات کو عملاً مان لینا تقلید ہے- عام طور پر مقلدین مذاہب اربعہ کا یہی طریقہ ہے- اس روشنی میں حضرت محدث اعظم مجتہد معظم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک کا مقلد بتانا ایسا ہی ہے جیسا کہ چمکتے ہوئے سورج کو رات سے تعبیر کرنا- یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی مذہب منتسبہ کے مقلد نہ تھے- ان کا علم و فضل 'ان کا درجہ اجتہاد و استنباط اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کو مقلد کہنا سراسر جہل وحماقت ہے- اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند ترین مقام نصیب فرمایا تھا-

کچھ متقدمین نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے مگر یہ ان کی محض خوش فہمی ہے یا یہ مراد ہے کہ مسائل خلافیہ میں وہ زیادہ تر امام شافعیؒ کو موافقت کرتے ہیں- اس لئے ان کو شافعی کہہ دیا گیا- ورنہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جامع صحیح میں جس طرح مقلدین احناف سے اختلاف کیا ہے اسی طرح مالکیہ 'شافعیہ اور حنابلہ سے بھی بعض بعض مقامات پر اختلاف کیا ہے-

حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں واما البخاری فهو وان کان منتسبا الی الشافعی موافقا له فی کثیر من الفقه فقد خالفه ایضا فی کثیر الی آخره یعنی کثرت موافقات کے سبب حضرت امام بخاری کو حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے- مگر واقعہ یہ ہے کہ جس کثرت سے موافقت ہے اسی کثرت سے امام شافعی کی مخالفت بھی موجود ہے- جن کی بہت سی مثالیں بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہوں گی-

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر بجا ارشاد فرمایا ہے کہ ان البخاری عندی سلك مسلك الاجتهاد ولم یقلدا احدا فی کتابه الخ (فیض الباری جلد اول ص ۳۳۵) یعنی امام بخاری نے ایک مجتہد کی حیثیت سے اپنا مسلک بنایا ہے اور اپنی کتاب میں ہرگز انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی-

صاحب ایضاح البخاری دیوبندی لکھتے ہیں-

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیل علوم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں- انہوں نے جس طرح احناف رحمہم اللہ سے

اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے- ہاں اتنا ضرور ہے کہ احناف رحمہم اللہ کے ساتھ ان کا لب ولہجہ کرخت ہے- اور مشہور مسائل میں ان کی رائے حضرات شوافع کے موافق ہے...... امام کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جاسکتا-" (ایضاح البخاری جز اول ص ۳۰)

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجتہد اعظم تھے- وہ قرآن و حدیث کو براہ راست اپنا مدار عمل قرار دیتے تھے- اور صحیح معنوں میں وہ نہ صرف اہلحدیث بلکہ امام اہلحدیث تھے- ان کی جامع الصحیح کا ایک ایک ورق اس حقیقت پر شاہد ہے- احادیث نبوی ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا- حدیث کی ادنیٰ سی مخالفت بھی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی- وہ صحیح معنوں میں فدائے رسول تھے- وہ درحقیقت مینار ہدایت تھے-

دیگر تصانیف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کی عظیم تصنیف الجامع الصحیح پر جو کچھ لکھا گیا وہ محض مشتے نمونہ از خروارے ہے- یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے ایک ایک لفظ کی شرح و تفصیل کے لئے دفاتر درکار ہو سکتے ہیں- اس کی بہت سی شروحات ہیں- فتح الباری کو کسی قدر جامع کہا جاسکتا ہے- مگر عصر حاضر میں آج ایک اور فتح الباری کی ضرورت ہے- جس میں علوم جدیدہ کی روشنی میں احادیث نبوی کے اس عظیم خزانہ کا مطالعہ ہونا چاہئے- اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ دنیائے اسلام کا کوئی مایہ ناز فرزند علامہ ابن حجر ثانی کی شکل میں پیدا ہو اور یہ خدمت انجام دے-

آپ نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں- جن میں "قضایا الصحابہ والتابعین" آپ نے اپنی عمر عزیز کے اٹھارہویں سال میں پہلی تصنیف فرمائی تھی- مگر افسوس کہ آج اس کا کوئی نسخہ موجودہ علم میں نہ آسکا- عمر کے اسی دوران آپ نے "التاریخ الکبیر" لکھی جسے دائرۃ المعارف حیدر آباد نے بصورت اجزا شائع کیا تھا-

"التاریخ الاوسط" اور "التاریخ الصغیر" بھی آپ کی اہم تصانیف ہیں- خلق افعال العباد' کتاب الضعفاء الصغیر' المسند الکبیر' الادب المفرد بھی آپ کی شاندار یادگاریں ہیں- خصوصاً الادب المفرد بڑی جامع پاکیزہ اخلاقی کتاب ہے- جسے آپ نے بہترین مدلل طور پر جمع فرمایا ہے- اس کی عربی شروح اور اردو تراجم کافی شائع ہو چکے ہیں- (حج ۶۲ء میں ایک نسخہ معہ شرح فضل اللہ الصمد جدہ سے بطور تحفہ ملا تھا- جزاہ اللہ خیر الجزاء) جزء القراۃ خلف الامام بھی آپ کا مشہور رسالہ ہے- جو قراۃ خلف الامام کے متعلق ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے- مصر میں طبع ہو چکا ہے- آپ نے اس رسالہ میں احادیث و سنن کی روشنی میں قرأت فاتحہ خلف الامام کا اثبات فرمایا ہے- اور خلاف دلائل پر بھی روشنی ڈالی ہے- اسی طرح دوسرا رسالہ آپ کا جزء رفع الیدین کے نام سے مشہور ہے- جس میں آپ نے بطرز اہلحدیث رفع الیدین کا مدلل اثبات فرمایا ہے- ان دونوں اجزاء کے آپ سے روایت کرنے والے آپ کے شاگرد رشید محمود بن اسحاق خزاعی ہیں- آپ حضرت امام کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے بخارا میں سب سے آخر میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا-

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آپ کی قلمی یادگاریں ہیں جن میں سے اکثر ناپید ہو چکی ہیں- بعض کے قلمی نسخے دوسری جنگ عظیم سے قبل کتب خانہ دار العلوم جرمن میں پائے گئے- اب نہ معلوم انقلابات زمانہ نے ان کو بھی باقی رکھا ہے یا نہیں- بہرحال یَمْحُوا اللّٰہُ مَایَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ- (الرعد: ۳۹)

وفات حسرت آیات حضرت امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ :

خالد بن ذہلی حاکم بخارا کی بابت لکھا جا چکا ہے کہ وہ حضرت سید المحدثین سے محض اس بنا پر کہ آپ نے درس حدیث کے لئے شاہی دربار میں جانے اور اس کے صاحبزادوں کے لئے وقت مخصوص کرنے سے انکار فرما دیا تھا' مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا- اور چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے حضرت امام کو شہر بخارا سے نکال دیا جائے- جس میں وہ اس زمانہ کے علمائے سوء کے تعاون سے کامیاب ہو گیا- انہوں نے

حضرت امام پر عقائد کے بارے میں الزام لگایا اور پھر حفظ امن کے بہانے سے حضرت امام کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ آپ بادل ناخواستہ بخارا سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ "خداوندا! ان لوگوں نے میرے ساتھ جو ارادہ کیا تھا۔ وہی صورت حال ان کو اپنے اور ان کے اہل و عیال کے بارے میں دکھلا دے۔" مظلوم امام کی دعا قبول ہوئی۔ اور ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ ذہلی امیر طاہر کے حکم سے معزول کر کے گدھے پر پھرایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ اور حریث بن ابی ورقاء جو آپ کے نکلوانے میں سازشی تھا۔ اس کو اور اس کے گھر والوں کو سخت مصیبت پیش آئی۔ اور دوسرے مخالفین بھی اسی طرح خائب و خاسر ہوئے۔

دنیا کا یہی دستور ہے ایک دن وہ تھا کہ حضرت امام بخاری اپنے علمی اسفار سے بخارا واپس لوٹے تو شہر سے تین میل کے فاصلے پر ان کے لئے ڈیرے لگائے گئے۔ اور پورا شہر ان کے استقبال کے لئے امنڈ آیا اور ان پر روپے اور اشرفیاں تصدق کئے گئے۔ ایک دن آج ہے کہ حضرت امام کو اپنے وطن مالوف سے نکالا جا رہا ہے اور وہ دست بدعا' بے کسی کی حالت میں وطن سے بے وطن ہو رہے ہیں۔ آپ بخارا سے چل کر بیکند پہنچے۔ وہاں سے سمرقند والوں کی دعوت پر سمرقند کے لئے دعوت قبول فرمائی۔ خرتنگ نامی ایک گاؤں میں جو مضافات سمرقند سے تھا' آپ پہنچے ہی تھے کہ طبیعت خراب ہو گئی اور وہاں اپنے اقرباء میں اتر گئے۔ ایک رات آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہ العالمین اب زمین میرے لئے تنگ نظر آ رہی ہے' بہتر ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ آخر ۱۳ دن کم ۶۲ سال کی عمر میں یہ آفتاب حدیث خرتنگ کی زمین میں غائب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روح پرواز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم پر پسینہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ کو غسل دے کر کفن میں لپیٹ دیا گیا۔ کچھ لوگ سمرقند لے جانے کے خواہشمند ہوئے۔ مگر خرتنگ ہی میں تدفین کے لئے اتفاق ہو گیا۔ عید الفطر کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک خلق کثیر نے تدفین میں شرکت کی۔ اور آج وہ احادیث رسول کریم ﷺ کا آفتاب عالمتاب' دنیائے اسلام کا محسن اعظم خاک میں چھپ گیا اور دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ ایک شاعر نے آپ کے سال ولادت اور سال وفات ہر دو کو ایک ہی بند میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

کان البخاری حافظا و محدثا   جمع الصحیح مکمل التحریر
میلاده صدق ومدة عمره   فیها حمید وانقضی فی نور
۱۹۴   ۶۲   ۲۵۶

خطیب عبدالواحد بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں چند اصحاب کرام کے ساتھ کسی کا منتظر دیکھا۔ سلام کے بعد عرض کیا حضور کس کا انتظار فرما رہے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ میں آج محمد بن اسماعیل بخاری کے انتظار میں کھڑا ہوا ہوں۔ بعد میں جب حضرت امام کے انتقال کی خبر پہنچی تو میں نے خواب کے وقت کے بارے میں سوچا' امام کے انتقال کا ٹھیک وہی وقت تھا۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر دنیائے اسلام میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ ہر شہر و قریہ میں مسلمانوں نے اظہار غم کیا۔ اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ علمائے امت اور مشاہیر اسلام نے اس سانحہ پر بہت سے مقالہ جات اور اشعار لکھے جو کتب تواریخ میں لکھے ہوئے ہیں۔

شارح کے مختصر حالات اور چند ضروری گذارشات

شہر دہلی سے ۳۰-۴۰ میل دور جنوب مغربی علاقے کو میوات کے نام سے پکارا گیا ہے جو ضلع گوڑگاؤں کی تحصیل نوح وفیروز پور جھرکہ اور ریواڑی وپلول اور ضلع الور اور بھرت پور راجستان کے اکثر حصوں پر مشتمل ہے- باشندے زیادہ تر میو راجپوت مسلمان ہیں- جن کا آبائی پیشہ کاشتکاری ہے- یہی علاقہ راقم الحروف کا وطن مالوف ہے- ضلع گوڑگاؤں کی تحصیل فیروز پور جھرکہ میں قصبہ پنگواں کے نزدیک ایک موضع رہپواہ نامی ناچیز کا مقام سکونت ہے- اور یہیں مختصر سی بسویداری ہے جو بچوں کے لئے ذریعہ معاش ہے- اللهم بارك لنا فيما اعطيت امين-

اگرچہ تقسیم ملک کی وجہ سے اس علاقہ پر بہت کافی اثر پڑا' تاہم آج بھی یہاں کی مسلم آبادی کئی لاکھ ہے- یہاں توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا اولین سہرا ان بزرگان قوم کے سر پر ہے جو آزادی وطن کے اولین علمبردار حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہم اللہ جیسے پاکباز بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے- وہ یہاں آئے اور اصلاح و سدھار کے فرائض انجام دیئے- بعد میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ حضرات نے بھی یہاں کافی کام کیا- تقبل الله حسناتهم امين-

راقم الحروف کا بچپن ابتدائی اسکولی تعلیم سے شروع ہوا- والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی داغِ مفارقت دے چکے تھے- بڑے بھائی مرحوم اور والدہ مرحومہ کے زیر سایہ غالباً ۱۳۳۷ھ میں دار العلوم دہلی جاکر مدرسہ حمیدیہ صدر بازار میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی- اس زمانہ میں یہ مدرسہ مسلمان بچوں کے لئے نہ صرف تعلیم بلکہ بہترین تربیت و پرورش کی خدمت انجام دے رہا تھا- لائق ترین اساتذہ مقرر تھے- اور بچوں کے جملہ مصارف خود رئیس اعظم دہلی حضرت شیخ حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برداشت فرماتے تھے- اسی درسگاہ میں قرآن مجید اور فارسی و صرف و نحو وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں- بعد میں مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر دہلی میں حضرت مولانا الشیخ عبد الوہاب صاحب صدری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تکمیل کر کے آپ ہی سے سند فراغت حاصل کی- یہ غالباً ۱۳۴۶ھ کا زمانہ تھا- ان دنوں دہلی فی الواقع دار العلوم تھی- بڑے بڑے علمائے اسلام یہاں موجود تھے اور دیگر اکابر اطراف ہند سے آتے بھی رہتے تھے- بحمد اللہ اپنے تحقیقی طبعی رجحان کے تحت بیشتر علمائے کرام کی علمی مجالس سے استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے- ان ہی ایام میں مدرسہ سعیدیہ پل بنگش بھی علماء و طلباء کے لئے ایک زبردست علمی مرکز تھا- جہاں یہی دور اں حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا- آپ کی صحبت میں بھی حاضری کا موقع ملا- تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے تھے مگر ۱۳۷۲ھ میں آپ بمبئی تشریف لائے اور تقریباً دو ماہ یہاں آپ کی خدمت کرنے کا موقع حاصل ہوا- ان ہی ایام میں آپ نے سند اجازت مرحمت فرمائی مولانائے مرحوم کی پاکیزہ صحبت سے دل و دماغ نے بہت روشنی حاصل کی اللہ پاک آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ اساتذہ کرام کو بہترین جزائیں عطا کرے خاص طور پر والدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے جنہوں نے اس زمانہ کی مشکلات کے پیش نظر ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پورے انہماک کے ساتھ میری دینی تعلیم کے سلسلہ کو جاری رکھا اور میرے لئے بہت سی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا- اللہ پاک ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر کو منور فرمائے- جب بھی اس زمانہ کے حالات اور مرحومہ والدہ ماجدہ غفر اللہ لہا کی مساعی یاد کرتا ہوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ربنا اغفرلی ولوالدی

وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔

کچھ قمریوں کو یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ   عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

اب کہ عمر عزیز ساٹھ سال کو پہنچ رہی ہے۔ سفر آخرت قریب ہی ہوتا جارہا ہے' دعا ہے کہ اللہ پاک اتنی مہلت عطا فرمائے کہ میں بخاری شریف کی اس خدمت کو بھی پورا کر جاؤں اور اللہ توفیق دے کہ عزیزان خلیل احمد و نذیر احمد و سعید احمد سلمہم اللہ تعالیٰ اس پاک سلسلۂ تبلیغ واشاعت کو جاری رکھ سکیں' آمین یاالٰہ العالمین۔

مذکورہ بالا چند الفاظ کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر برسم قدیم مؤلفین کتب اسلام یہ مختصر سا تعارف کرانا ضروری تھا۔ بقول ائے۔

وتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم . ان العشبه بالكرام فلاح

معزز ناظرین کرام اس تفصیل سے اندازہ لگا سکیں گے کہ میں ایک علم و عمل سے تہی دست انسان اس قابل نہ تھا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح البخاری جیسی اہم مقدس کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے قلم اٹھانے کی جرأت کرسکوں مگر مشیت ایزدی نے کل امر مرھون باوقاتھا کے تحت اس خدمت کا آغاز کرا ہی دیا۔ جس کا منصوبہ آج سے پندرہ سال قبل ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے پہلے ایڈیشن کے ساتھ ہی بنالیا گیا تھا۔ اپنے معزز اکابر علمائے جماعت کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ آج میں بخاری شریف کا پہلا پارہ مترجم اردو قدر دانوں کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔ میرے یہ پندرہ سال بھی متفرق علمی مشاغل میں گزرتے چلے گئے اور ان میں مزید در مزید تجربات حاصل ہوئے۔

مشہور مقولہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے آج جب کہ ہمارے بعض متعصب مقلد حضرات حدیث خصوصاً بخاری شریف کے ترجمہ و شرح کی خدمت کا نام لے کر اس مقدس کتاب کے خداداد مقام کو گرانے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ خود امام الدنیا فی الحدیث حضرت امام بخاری قدس سرہ کی تخفیف و تنقیص کر کے اپنے مزعومات کی برتری ثابت کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ عین منشائے ایزدی اور سخت ترین ضرورت کے تحت اس خدمت کا آغاز کیا گیا ہے جسے تکمیل کو پہنچانا گنبد خضرا کے مکین ﷺ کے رب اور ساری کائنات کے پروردگار کا کام ہے۔

اصل عربی متن کو جس خوبی کے ساتھ کتابت کرایا گیا ہے وہ قدر دانوں کے سامنے ہے۔ پھر بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے بہت سی شروحات حدیث اور بہت سے تراجم قدیم و جدید کو سامنے رکھ کر مسلک محدثین کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے نہایت ہی احتیاط سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ اختلافی مقامات پر تعصب بے جا سے پرہیز کرتے ہوئے بلا امتیاز فقہی مسالک جملہ ائمہ دین علمائے اسلام کے اسلامی ادب و احترام کو ہر جگہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر بھی ایک حقیر انسان ہوں اگر کوئی لفظ کہیں بھی کسی بھائی کو ناگوار خاطر نظر آئے تو اس کے لئے معافی کا طلبگار ہوں۔ ترجمہ اور شرح میں جن جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی طول طویل فہرست پیش کر کے اپنے معزز قارئین کرام کے قیمتی وقت کو ضائع کرنا مناسب نہیں جانتا' نہ رسمی نمائش مقصود ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ بخاری شریف جیسی اہم مقدس کتاب کی مکمل اردو شرح کا تصور ایک کوہ ہمالیہ جیسا تصور ہے۔ اس عظیم جامع کتاب کا لفظ لفظ بہت کچھ تفصیل طلب ہے۔ ساتھ ہی مباحثاتِ تبویب و اقسام حدیث و تفاصیل رجال و اسناد اور جوابات اعتراضات جدیدہ اور دقائق بخاری وغیرہ وغیرہ ایسے عنوانات ہیں کہ ان سب پر کماحقہ تفصیلات کے لئے آج ایک اور عظیم اردو فتح الباری شرح بخاری کی اشد ضرورت ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر علمائے اسلام کی ایک منتخب جماعت اس خدمت پر مامور کی جائے اور ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں مہیا کر دی جائیں اور ایک مستقل ادارہ صرف اسی ایک خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائے تو ایک مدت مدید کی شبانہ روز کاوشوں کے بعد اردو فتح الباری تیس جلدوں میں مرتب ہو سکے گی۔ جس کی ہر ہر جلد کم سے کم ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہو

گی۔اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔کیا مشکل ہے کہ وہ کسی بھی وقت اس عظیم خدمت کے لئے اپنے کچھ پیارے بندوں کو پیدا فرما دے۔میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے اردو داں طبقہ اور نئی نسلوں کے لئے بہت ہی مختصر پیمانے پر اس خدمت کو شروع کیا ہے۔اپنی ہر قسم کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے بھی میں صرف اس پہلے ہی پارہ کو سینکڑوں صفحات پر پھیلا سکتا تھا۔مگر دیکھا جا رہا ہے کہ آج کا تعلیم یافتہ طبقہ موجودہ کشاکش حیات کی وجہ سے کسی طول طویل کتاب کو پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔پھر علمی مباحث خصوصاً دینیات سے جو ذہنی بعد پیدا ہو رہا ہے ان سب کا احساس نہ کرنا موجودہ علمائے اسلام کی ایک خطرناک غلطی ہے۔

بہر حال یہ حقیر خدمت قدر دانوں کے سامنے ہے۔معزز علماء کرام کو اس میں بہت سی خامیاں نظر آسکتی ہیں۔متن اور ترجمہ اور تشریحات میں کچھ مناسب اصلاحات بھی دی جاسکتی ہیں جن کے لئے اپنے معزز علماء کرام کا مشکور ہوتے ہوئے طبع ثانی پر ان کی نگارشات سے استفادہ کر سکوں گا۔

شکریہ :

بڑی ناقدری ہوگی اگر میں یہاں ان جملہ علمائے کرام کا شکریہ نہ ادا کروں جن کی پاکیزہ دعاؤں سے میری بڑی ہمت افزائی ہوئی۔ایسے معزز حضرات میں سے بیشتر کے دعائیہ پیغامات جریدہ نور الایمان میں وقتاً فوقتاً شائع کئے جاچکے ہیں اور بہت سے پیغامات اشاعت میں لائے بھی نہ جاسکے ہیں۔کچھ حسب گنجائش اس اشاعت کے ساتھ دئے جا رہے ہیں ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں' پھر ان جملہ معاونین کرام و مخلصین عظام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے مخلصانہ تعاون سے اس عظیم خدمت کو شروع کیا گیا ہے جن میں جریدہ نور الایمان کے اراکین خصوصی و معزز سرپرست حضرات اور جملہ قدر دان خریدار حضرات شامل ہیں۔امید ہے کہ اللہ پاک ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرما کر ضرور ضرور ان سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے گا۔اور کتنے سعادت مند مرد و عورتوں و نوجوانوں کو اس کے مطالعہ سے ہدایت فرما کر جملہ معاونین کرام کے لئے اسے صدقہ جاریہ کرے گا۔وما ذلك على الله بعزيز۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصل وسلم الف الف صلوة على حبيبك الكريم امين يا رب العلمين۔

(امیدوار مغفرت)
ناشر القران والسنہ
محمد داؤد راز السلفی ولد عبداللہ سکنہ رہپواہ
تحصیل فیروز پور جھرکہ ضلع گوڑگاؤں' ہریانہ (بھارت)
وارد حال دھلی۔شعبان ۱۳۸۷ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

مقدمہ صحیح بخاری شریف مترجم اردو[1]

رَبِّ یَسِّرْ وَلاَ تُعَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَ بِكَ نَسْتَعِیْنُ۔ بعد حمد باری تعالیٰ و تقدس درود و سلام بر ذات ستودہ صفات رسول اقدس صلی اللہ علیہ الف الف مرۃ وسلم' شائقین علم حدیث نبوی کی خدمت میں بڑے ادب اور احترام کے ساتھ عرض گذار ہوں کہ بخاری شریف پارہ اول کے دیباچہ میں آپ نے امام الدنیا فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات زندگی ملاحظہ فرمائے ہیں-پارہ دوم کے ساتھ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب آف گوجرانوالہ طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه کے قلم حقیقت رقم سے مقدمہ صحیح بخاری شریف مترجم اردو شائع کرنے کا خیال تھا- جس کے لئے حضرت مرحوم بشرط صحت میری درخواست منظور بھی فرما چکے تھے- مگر مشیت ایزدی کے تحت اس خدمت کی انجام دہی کا موقعہ آپ کو نہ مل سکا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے-اللہ پاک آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے- مرحوم نے پورے پچاس سال مسند درس و تدریس پر گزارے- علم حدیث پر آپ کو جو گہری بصیرت حاصل تھی' دور حاضرہ میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں- مسلک اہلحدیث کے لئے آپ کو امام العصر کہنا مبالغہ نہ ہو گا- مجھے اپنی حیات مستعار میں جن اکابر سے دین فہمی کا تھوڑا شعور پیدا ہوا' ان میں آپ کی ذات گرامی میرے لئے بڑی اہمیت رکھتی تھی- علمی و روحانی شفقت کا یہ حال کہ میری درخواست پر ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کا ترجمہ اور حواشی لفظاً لفظاً مطالعہ فرمائے اور اصلاحات سے نوازا- اس پر ایک علمی مقدمۃ القرآن تحریر فرمایا- اور جریدہ نور الایمان و بخاری شریف مترجم اردو کے پروگرام سے اس قدر خوش کہ ہمیشہ اپنی دعاؤں اور علمی مشوروں سے نوازتے رہے- تقسیم ملک کے بعد آپ کی تمنا رہی کہ میں حاضر خدمت ہو کر شرف نیاز حاصل کروں مگر اللہ کو منظور نہ ہوا- اور یہ آرزو پوری نہ ہو سکی- سوچتا ہوں تو صدمے سے دل کانپنے لگ جاتا ہے کہ آپ اگر بخاری شریف کا مقدمہ موعودہ لکھ جاتے تو ہم جیسے ناچیز متعلمین کے لئے معلومات کا ایک خزانہ ہوتا مگر

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

آج اسلام جن نازک حالات سے دوچار ہے کہنے کی بات نہیں- ایک طرف کفر و طغیان ہے جو سر اٹھائے ہوئے ہے اور اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے- دوسری طرف خود مسلمان ہیں جو علوم دین قرآن و حدیث سے دن بدن دور ہوتے چلے جا رہے ہیں- کچھ متجددین ایسے بھی ہیں جو سرے سے اسلام کی شکل و صورت ہی کو بدل دینا چاہتے ہیں اور اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لئے وہ حدیث جیسے عظیم اسلامی ذخیرہ کی تکذیب ہی کے درپے ہیں- کچھ مسالک مروجہ کے متعصبین اہل علم ہیں جو پوری کاوشوں میں مصروف ہیں کہ احادیث نبوی و کتب احادیث کو وہ اپنے مزعومہ مسالک کے قالب میں ڈھال لیں- خاص طور پر حضرت امام بخاری قدس سرہ اور آپ کی جمع فرمودہ صحیح بخاری شریف ان کی کوتاہ بین نگاہوں میں ہمیشہ خار نظر آتی رہی ہیں- آج کل اس مقدس کتاب

---

[1] حضرت مولانا محمد داؤد رازؒ نے مقدمہ بخاری مختلف پاروں کے آغاز میں رقم فرمایا تھا- چونکہ مولانا راز مرحومؒ بخاری شریف کے ہر پارے کو علیحدہ شائع کر رہے تھے' اس لئے ہر پارے کے شروع میں تھوڑا تھوڑا مقدمہ لکھتے گئے- لیکن ہم نے مختلف پاروں کے آغاز میں موجود اس مقدمہ کو یکجا کر دیا ہے-

کے کئی ایک تراجم شائع ہو رہے ہیں مگر بعض میں حضرت امام بخاریؒ کے خلاف تعصب نمایاں نظر آ رہا ہے۔
الغرض یہ حالات ہیں جن میں صحیح بخاری شریف مترجم اردو کی اشاعت کا یہ پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ خود مدعیان عمل بالحدیث تساہل اور مداہنت کے اس قدر شکار ہو رہے ہیں جن پر "چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند" کا فقرہ صادق آ رہا ہے۔ ایسے مایوس کن حالات اور اپنی ہر قسم کی تہی دستی و علمی و عملی بے مائیگی کے باوجود صحیح بخاری شریف مترجم اردو کے مقدمہ کے لئے محض توکلا علی اللہ قلم اٹھا رہا ہوں۔ یہ مقدمہ حدیث و اہمیت حدیث و فضائل الحدیث و حالات محدثین کرام و تفصیلات کتب احادیث اور فضائل حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور خصوصیات بخاری شریف جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہوگا۔ جسے بخاری شریف مترجم اردو کے شائع ہونے والے پاروں کے ساتھ قسط وار شائع کرنے کی سعی کی جائے گی۔ اپنا کام کوشش ہے۔ کامیابی بخشنے والا اللہ رب العالمین ہے۔ وہی توفیق خیر دینے والا اور وہی لغزشوں سے بچانے والا اور اغلاط کا معاف کرنے والا ہے۔ بیده انصة التحقیق و هو خیر الرفیق و هو حسبی علیه توکلت و الیه انیب۔
(ناچیز محمد داؤد راز عفی عنہ)

تعریف علم حدیث

علم حدیث کی تعریف' اس کا موضوع اور اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ ان سب کا جواب علامہ کرمانی شارح بخاری نے ان لفظوں میں دیا ہے:

اعلم ان علم الحدیث موضوعه ذات رسول الله صلی الله علیه وسلم من حیث انه رسول الله وحده هو علم یعرف به اقوال رسول الله صلی الله علیه وسلم و افعاله و احواله و غایته هو الفوز بسعادة الدارین (مقدمه تحفة الاحوذی)
یعنی علم حدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اس علم کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے رسول کریم ﷺ کے ارشادات گرامی' آپ کے افعال پاکیزہ اور احوال شائستہ معلوم کئے جاتے ہیں۔ اور اس علم کی غرض و غایت دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرنا ہے۔
و قال الباجوری فی حاشیته علی الشمائل المحمدیة انهم عرفوا علم الحدیث روایة بانه علم یشتمل علی نقل ما اضیف الی النبی صلی الله علیه وسلم قیل او الی صحابی او الی دونه قولا او فعلا او تقریراً او صفة و موضوعه ذات النبی صلی الله علیه وسلم من حیث انه نبی لامن حیث انه انسان مثلا و واضعه اصحابه صلی الله علیه وسلم الذین تصدوا الضبط اقواله و افعاله و تقریراته و صفاته و غایته الفوز بسعادة الدارین۔
(مقدمه تحفة الاحوذی)
خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ علم حدیث ان معلومات پر مشتمل ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ وہ آپ کے ارشادات یا آپ کے پاکیزہ افعال ہوں یا وہ اچھے کام جو آپ کی موجودگی میں کئے گئے اور آپ نے ان پر سکوت فرمایا۔ یا آپ کے صفات حسنہ۔ علم حدیث کا موضوع رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ نبی و رسول برحق ہونے کی حیثیت سے ہے۔ علم حدیث کے اولین واضع صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی پوری حیات طیبہ آپ کے ارشادات و افعال و تقریرات آپ کے اوصاف حسنہ سب کو اس طرح ضبط کیا کہ دنیا میں کسی نبی و رسول کی تاریخ

میں ایسی مثال ملنی مشکل ہے۔ علم حدیث کی غرض وغایت دونوں جہاں دنیاو آخرت کی سعادت حاصل کرنا ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری قدس سرہ اس سلسلے کی بہت سی تفصیلات کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت قد ظهر من هذه العبارات ان علم الحديث يطلق على ثلاثة معان الاول انه علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم و افعاله و احواله و قد قيل له العلم برواية الحديث و الثانى انه علم يبحث فيه عن كيفية اتصال الاحاديث بالرسول صلى الله عليه وسلم من حيث احوال رواتها ضبطاً و عدالة و من حيث كيفية السند اتصالاً و انقطاعاً و غير ذلك و علم الحديث بهذا المعنى الثانى هو المعروف بعلم اصول الحديث و قد قيل له برواية الحديث ايضاً كما فى عبارة الكشف والحطة و قد قيل له العلم بدراية الحديث ايضا كما فى عبارة ابن الاكفانى والباجورى والثالث انه علم باحث عن المعنى المفهوم من الفاظ الحديث و عن المراد منها مبنيا على قواعد العربية و ضوابط الشرعية و مطابقا لاحوال النبى صلى الله عليه وسلم كما فى عبارة الكشف فاحفظ هذا۔

خلاصۂ عبارت یہ کہ علم حدیث کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔ اول وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے رسول کریم ﷺ کے اقوال وافعال واحوال معلوم کئے جاتے ہیں۔ اس کو علم روایت الحدیث بھی کہا گیا ہے۔ دوم اس علم میں رسول کریم ﷺ تک احادیث پہنچانے کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔ کہ اس کے روایت کرنے والوں کے حالات ضبط وعدالت کیسے ہیں اور اس حدیث کی سند متصل ہے یا منقطع ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ علم اصول حدیث کے نام سے بھی موسوم ہے۔ سوم علم حدیث وہ ہے جس میں اس مفہوم کے بارے میں بحث ہوتی ہے جو الفاظ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بحث قواعد عربیہ اور ضوابط شرعیہ کے تحت ہی ہو سکتی ہے اور احوال رسول اللہ ﷺ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔

علم اصول کے ماہرین نے حدیث نبوی کو تین اور قسموں پر بھی منقسم کیا ہے۔

(۱) حدیث قولی یعنی رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی۔

(۲) حدیث فعلی جو رسول اللہ ﷺ کے کردار سے متعلق ہے اور جن میں آپ کے افعال محمودہ کو نقل کیا گیا ہے۔

(۳) حدیث تقریری کسی حدیث میں کسی بھی صحابی کا کوئی ایسا کام منقول ہو جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

الغرض لفظ حدیث ان تینوں حالات نبوی کو شامل ہے اور یہی وہ علم شریف ہے جس کو قرآن مجید کی تفسیر کہا جائے تو عین مناسب ہے۔ اور یہی وہ حکمت ہے جس کا جابجا قرآن پاک میں ذکر ہوا ہے۔

لفظ حدیث قرآن مجید میں:

اللہ رب العالمین جس نے قرآن مجید کو اپنے حبیب رسول کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔ وہ جانتا تھا کہ ہمارے محبوب رسولؐ کے ارشادات گرامی کو لفظ "حدیث" سے تعبیر کیا جائے گا' اس لئے تاکہ یہ لفظ قرآن مجید پر ایمان لانے والے کسی بھی انسان کو غیر مانوس نہ معلوم ہو خود قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اس مبارک لفظ حدیث کا استعمال فرمایا گیا۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ﴾ (سورہ الطور: ۳۴) منکرین قرآن اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو قرآن مجید جو بہترین حدیث ہے اس جیسی کوئی حدیث وہ بھی بنا کر لائیں۔ اس آیت میں قرآن مجید پر لفظ حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۲) ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ﴾ (سورہ النجم: ۵۹) کیا تم یہ حدیث (قرآن مجید) سن کر تعجب کرتے ہو؟

(۳) ﴿فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾ (النساء:۷۸) اس قوم کافر کو کیا ہو گیا جو اس حدیث یعنی قرآن مجید کو سمجھتے ہی نہیں۔

(۴) ﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (النساء:۸۶) اللہ پاک کی فرمودہ حدیث سے بڑھ کر کس کی حدیث صحیح اور سچی ہو سکتی ہے۔

(۵) ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ (زمر:۲۳) اللہ پاک ہی ہے جس نے بہترین حدیث (قرآن مجید) کو نازل فرمایا۔

(۶) ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ (الواقعہ:۸۱) پس کیا تم اس حدیث یعنی قرآن مجید کے معاملہ میں مداہنت سستی برتنے والے ہو اور خواہ مخواہ اس کی تکذیب کے درپے ہو۔

(۷) ﴿مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى﴾ (یوسف:۱۱۱) یہ حدیث (یعنی قرآن مجید) من گھڑت نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں قرآن مجید کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ جب اقوال صادقہ پر بولا جائے تو یہ عند اللہ بہت ہی محبوب ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ کے ارشادات طیبہ کے لئے لفظ حدیث کا استعمال قرار پایا۔ اور علم حدیث اللہ کے نزدیک بھی ایک شریف ترین علم ٹھہرا۔ اور اس علم کے حاملین کرام لفظ "محدثین" سے موسوم ہوئے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ سچ ہے۔

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے دُردانۂ دُرجِ مصطفیٰ ہے

حدیث کیا ہے؟

محترم مولانا عبدالرشید نعمانی دیوبندی کو کون اہل علم ہے جو نہیں جانتا۔ حدیث نبوی کی تعریف اور اہمیت پر آپ کے قلم سے ایک طویل تبصرہ آپ کی پر از معلومات کتاب "علم حدیث اور ابن ماجہ" سے نقل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام اندازہ لگا سکیں کہ علم حدیث کیا ہے اور اس کی اہمیت کے اعتراف سے کسی کو مفر نہیں۔ عنوان مذکورہ کے تحت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

قرآن کریم دین الٰہی کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر نازل کی گئی۔ اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا' لکھوایا' یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا۔ اور خود اس کے جملہ احکامات و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا۔ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر ہے آپ کے ان ہی اقوال اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظ "حدیث" عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو' کلام یا بات سے مراد لیتے ہیں۔ چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو اور بات کے ذریعہ پیام الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے اور اپنی تقریر اور بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے۔ اسی طرح جو چیزیں آپ کے سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزو دین سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ امور منشائے دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرما دیتے۔ لہٰذا ان سب کے مجموعہ کا نام "حدیث" قرار پایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال' اعمال اور افعال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ خود قرآن مجید سے ہی مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی نشر و اشاعت کو "تحدیث" سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (البقرہ:۲۳۱) اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت اور جو تم پر کتاب و حکمت نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعہ نصیحت فرمائے۔

... تکمیل دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ:۳) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی-

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو "نعمت" کہا ہے- اور سورۂ "والضحیٰ" میں آنحضرت ﷺ کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے-

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:۱۱) "اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے-"

بس آنحضرت ﷺ کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں-

یہی نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال' اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر "حدیث" ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چنانچہ سورہ "الذاریات" میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ (الذاریات:۲۴)

ار حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالات میں ایک جگہ نہیں دو جگہ فرمایا ہے هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (طٰہٰ:۹) خود آنحضرتؐ کے قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں "حدیث" کا لفظ موجود ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (التحریم:۳) اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات-

حدیث کی دینی حیثیت:

حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے' اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی حسب ذیل حیثیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے-

(۱) آپ مبلغ تھے-

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ:۶۷) اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے-

(۲) آپ مراد الٰہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں-

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل:۴۴) اور آپ پر بھی ہم نے یہ یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں-

(۳) آپ معلم کتاب وحکمت ہیں-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (ال عمران:۱۶۴) بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان میں رسول انہیں میں سے' جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے-

(۴) تحلیل وتحریم یعنی اشیاء کو حلال وحرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا-

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:۱۵۷) اور وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں- قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ- (التوبۃ:۲۹) لڑو ان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جن کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسولؐ نے-

(۵) آپ امت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (الاحزاب:۳۶) اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے جب کہ فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، تو بے شک وہ صریح طور پر گمراہ ہو گیا۔

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء:۶۵) سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں ہی حکم نہ بنائیں اس جھگڑے میں کہ جو ان کے باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی نہ محسوس کریں اور تسلیم کر کے مان لیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۔(النساء:۱۰۵) بے شک ہم نے یہ کتاب تمھاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو باہم جو کچھ اللہ تمہیں سمجھائے اس سے فیصلہ کیا کرو۔

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔(الاحزاب:۲۱) بے شک تمھارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت سے آس لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

(۸) آپ کی اتباع سب پر فرض ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ۔ (الاعراف:۱۵۸) سو ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے نبی امی پر کہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔(ال عمران:۳۱) آپ کہہ دیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو تاکہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمھارے گناہ بخش دے۔

(۹) جو کچھ آپ دیں اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (حشر:۷) اور جو دے تم کو رسول سو لے لو، اور جس سے منع کرے، سو چھوڑ دو۔

(۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (محمد:۳۳) اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

(۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا۔ (النور:۵۴) اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آجاؤ گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے جس قدر امت کو ہدایتیں دیں۔ جو جو چیزیں ان سے بیان فرمائیں اور کتاب و

حکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور جن چیزوں کو حرام ٹھیرایا' باہمی معاملات و قضایامیں جو کچھ فیصلہ فرمایا' تنازعات و خصومات کو جس طرح چکایاان سب کی حیثیت دینی اور تشریعی ہے- یہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے- جو آپ حکم دیں اس کو بجالانااور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہر مومن کے لئے لازم اور ضروری ہے مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے- چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے-

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:٨٠) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ ہی کی اطاعت کی-

ظاہر ہے کہ وضو' غسل' روزہ' نماز' زکوٰۃ' حج' درود' دعا' جہاں ذکر الٰہی' اسی طرح نکاح' طلاق' بیع و شراء فصل قضایا و خصومات' اخلاق و معاشرت' سیاسیات ملت غرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں- لیکن ان احکام کی تشریح' ان کے جزئیات کی تفصیل اور ان کی عملی تشکیل آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال کے جانے بغیر بالکل نہیں ہو سکتی- اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کے ناممکن اور محال ہے- (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ١٢٨-١٢٩)

محترم مولانا نے حدیث کا تعارف کرانے کے بعد حدیث کی دینی حیثیت پر قرآن مجید کی جو آیات پیش فرمائی ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات قرآنی ہیں جن کی روشنی میں حدیث کی دینی حیثیت کو سمجھا جا سکتا ہے- جیسا کہ ارشاد باری ہے-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الحجرات:١) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے پیش قدمی نہ کرو' اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے-

اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں-

هذه اداب ادب الله تعالىٰ بها عباده المؤمنين فيما يعاملون به الرسول ﷺ من التوقير والاحترام والتبجيل والاعظام فقال تبارك وتعالىٰ ياايها الذين امنوا لا تقدموا بين يدى الله و رسوله اى لا تسرعوا فى الاشياء بين يديه اى قبله بل كونوا تبعا له فى جميع الامور حتىٰ يدخل فى عموم هذا الادب الشرعى حديث معاذ رضى الله عنه حيث قال له النبى ﷺ حين بعثه الى اليمن بم تحكم قال بكتٰب الله تعالىٰ قال ﷺ فان لم تجد قال بسنة رسول الله ﷺ قال ﷺ فان لم تجد قال رضى الله عنه اجتهد رائى فضرب فى صدره وقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول ﷺ لما يرضى رسول الله ﷺ وقد رواه احمد وابوداؤد والترمذى وابن ماجه فالغرض منه انه اخررايه ونظره واجتهاده الىٰ مابعد الكتب والسنة ولو قدمه قبل البحث عنهما لكان من باب التقديم بين يدى الله ورسوله وقال على ابن طلحة عن ابن عباس رضى الله عنهما لا تقدموا بين يدى الله ورسوله لا تقولوا خلاف الكتٰب والسنة الخ (ص ٢٣ مقدمه تحفة الاحوذى حضرت مبارك پورى مرحوم)

یعنی ان آیات میں اللہ پاک نے ایمان والوں کو اپنے رسول ﷺ کی توقیر و تعظیم کے آداب تعلیم فرمائے ہیں- جن کا مقصد یہ ہے کہ ہر کام میں رسول کریم ﷺ کے فرمانبردار بن کر رہو- اس ادب شرعی کے ذیل حدیث معاذؓ ہے جن کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا- اور آپؐ نے ان سے روانگی کے وقت پوچھا تھا کہ تم کس چیز کے ساتھ حکومت کرو گے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھر آپؐ نے پوچھا کہ قرآن مجید میں اگر کوئی حکم صریح نہ پاؤ پھر کون سا قانون تلاش کرو گے ؟ انہوں نے کہا تھا کہ اس صورت میں رسول کریم ﷺ کی سنت پر فیصلہ کیا کروں گا- پھر آپؐ نے پوچھا کہ اگر سنت رسول بھی کہیں ظاہر نہ ہو تو پھر کیا کرو گے ؟ انہوں نے بتلایا کہ اس صورت میں خود اپنی خداداد سمجھ کی بنا پر فیصلہ

کروں گا-رسول کریم ﷺ ان کی یہ تقریر سن کر بے حد خوش ہوئے-اور آپؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی-حضرت معاذؓ نے اپنی رائے قیاس اجتہاد کو کتاب و سنت کے بعد رکھا-اگر وہ ان کو کتاب وسنت پر مقدم کرتے تو یہ اللہ و رسول پر پیش قدمی ہو جاتی-

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کے ذیل فرماتے ہیں کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ جاؤ-بہرحال قرآن وسنت کے تابع رہو-

ارشاد نبوی کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ بھی ایک عظیم روشنی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا-

لَاتَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ-(النور:۶۳) یعنی جب بھی کسی امر کے لئے رسول کریم ﷺ تم کو بلائیں آپ کے بلانے کو ایسا نہ سمجھا کرو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو (اللہ کے رسول کی دعوت غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے-یاد رکھو) جو لوگ (ہمارے رسول کی دعوت سن کر بھی) ادھر ادھر کھسک جاتے ہیں-(ان کا انجام اچھا نہیں) پس ان لوگوں کو جو ہمارے رسول علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کریں ان کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس نافرمانی کی سزا میں ان کو کوئی عظیم فتنہ نہ پکڑ لے یا کوئی دکھ دینے والا عذاب ان کو لاحق نہ ہو جائے-

اس آیت کے ذیل محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں:-

فیه ان دعآء الرسول ﷺ لیس کدعآء احاد الامة بل هو اعظم خطرا واجل قدرًا من دعوات سائر الخلق فاذا دعا احدا تعین علیه الاجابة ولاریب ان ﷺ قد دعا امته الی التمسك بکتاب الله وسنته فی غیر موضع منها فتعین علیٰ جمیع الامة ان یجیبوه ولایقعدوا عن استجابته و دعاؤه ﷺ ایاهم باق الیٰ یوم بقاء الاحادیث فی الا مهات السته وغیرها و بقاء القرآن فی الدنیا الیٰ قیام الساعة لایبرأ ذمة احد من الامة من اجابة دعوته فی ای عصر وقطر عند وجود هذه الکتب بین ظهرانی العلماء من سائر اصنافهم علیٰ اختلاف مذاهبهم وتباین مشاربهم فمن لم یجب داعی الله فهو خاسر فی الدنیا والاخرة (مقدمه تحفة الاحوذی)-

اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی پکار معمولی پکاروں کی طرح نہیں ہے-بلکہ اس کو نہ سننے کی صورت میں عظیم خطرہ ہے اور ساری مخلوق کی پکاروں سے یہ پکار بڑا اونچا مقام رکھتی ہے-آپ جیسے بھی' جب بھی بلائیں لبیک کہنا اس پر فرض ہو جاتا ہے-اور بلاشک وشبہ آپ نے اپنی امت کو کتاب وسنت کے ساتھ چنگل مارنے کی دعوت دی ہے-پس امت کے لیے لازم ہے کہ آپ کی اس دعوت پر لبیک کہیں اور آپ ﷺ کی دعوت حقہ دنیا میں اس وقت تک باقی رہنے والی ہے جب تک کتب احادیث صحاح ستہ (بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ) باقی ہیں اور جب تک دنیا میں قرآن باقی ہے آپؐ کی دعوت باقی ہے-قرآن وکتب صحاح کی موجودگی میں امت کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کسی ملک میں رہتا ہو آنحضرت ﷺ کی دعوت حقہ کی قبولیت سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا' خواہ اختلاف مذاہب وتباین مشارب کے لحاظ سے وہ کچھ بھی ہو-پس جو کوئی بھی اللہ کے داعی رسول کریم ﷺ کی پکار کو قبول نہ کرے وہ دنیا اور آخرت میں سراسر خسارہ و نقصان اٹھانے والا ہے-

اس بحث سے متعلق اللہ نے خود قرآن مجید میں آخری فیصلہ دے دیا ہے-وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى (النجم:۳'۴) یعنی وہ رسول (ﷺ) اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتا-دین کے بارے میں وہ جو کچھ بھی منہ سے نکالتے ہیں وہ

سب اللہ کی وحی کی بنا پر نکالتے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید کو وحی جلی اور حدیث نبوی کو وحی خفی کہا گیا ہے۔

حافظ ابن قیم اپنی مشہور کتاب الصواعق المرسلہ میں بذیل آیت کریمہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹) (ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) لکھتے ہیں۔ فعلم ان کلام الرسول ﷺ فی الدین کله وحی من عند اللّٰہ فھو ذکرا نزله اللّٰہ (صیانة الحدیث ص ۳۹ بحواله صواعق مرسله جلد دوم ص ۳۷۱) یعنی دینی امور میں رسول اللہ ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور وہ سب ذکر ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے۔اللہ پاک اس کی حفاظت کا بھی خود ذمہ دار ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے اس عظیم خدمت کے لئے جماعت محدثین کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے احادیث نبوی کی خدمت و حفاظت کے سلسلہ میں وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی مثال ملنی محال ہے۔اس سلسلہ کی دیگر تفصیلات موقع بہ موقع بیان ہوں گی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

فن حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ و تابعین میں:۔

اوپر کی تفصیلات پر مزید وثوق حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ جس طرح قرآن مجید کی نزول کی تاریخ اس کے ضبط و حفاظت کا اہتمام صحابہ کرام کا اس سلسلہ میں ذوق عہد رسالت و عہد صحابہ میں نمایاں نظر آتا ہے۔احادیث کے ساتھ بھی صحابہ کرام کا عہد رسالت اور بعد کے زمانوں میں یہی معاملہ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اگرچہ بعض مواقع پر تاکید فرمائی تھی کہ قرآن مجید کی کتابت کی جائے اور احادیث کو اس ڈر سے نہ لکھا جائے کہ کہیں اس کا قرآن مجید میں اختلاط نہ ہو۔ پھر حسب موقعہ آپؐ نے خود کتابت حدیث کا حکم دیا۔اور بعض احادیث کی آپؐ نے خود املاء بھی کرائی۔

اس طویل بحث کے لئے بھی ہم نہایت ہی شکریہ کے ساتھ اپنے محترم مولانا عبدالرشید نعمانی کا تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔ جو اگرچہ طویل ہے مگر اس میں آپ نے بہت سے گوشوں کو روشن کر دیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے اس سلسلہ کی بہت سی معلومات ہمارے ناظرین کے سامنے آ جائیں گی۔کتابت حدیث کے عنوان کے ذیل مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

عرب کی قوم عام طور پر امّی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو امیین ہی فرمایا ہے۔خود آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی قرآن پاک میں "نبی الامی" وارد ہے ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔وہ اپنے تمام شجرہ ہائے نسب' اہم تاریخی واقعات' جنگی کارنامے' بڑے بڑے خطبے لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ نے اس کو برزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے جاری فرما دیا۔اسی لئے ارشاد ہے۔

بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (العنکبوت:۴۹) بلکہ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

تاہم چونکہ قرآن مجید تمام تر معجزہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الٰہی ہے۔ جس میں کسی ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے ہم معنے اور مترادف الفاظ لانے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ معمول مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترتی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کرا دیتے اور کسی کاتب کو بلا کر اس کو لکھوا دیتے۔ مگر اصل توجہ اس کے حفظ و تلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآں تھی۔

برخلاف اس کے حدیث معجزہ نہ تھی[1] 'اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے۔اور آپ

---

[1] یعنی قرآن جیسا معجزہ ہے حدیث ایسا معجزہ نہ تھی۔ورنہ اوتیت جوامع الکلم کے تحت حدیث نبوی بھی اپنی حیثیت کے اندر ایک عظیم معجزۂ نبوی ہے (راز)

اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے- کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا- اسی بنا پر اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا-

علاوہ ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظہ اور یادداشت پر پورا پورا اعتماد اور وثوق تھا کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحہ حافظہ پر ثبت ہو جاتا تھا- اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ صرف زبانی روایت کا حکم دیا گیا- اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنادی گئی- کہ آپ کے بارے میں عمداً کسی قسم کی غلط بیانی یا دروغ زنی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے- اتنی ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی زبانی آنحضرت ﷺ کی یہ ہدایت بھی منقول ہے کہ :-

لا تكتبوا عنى، ومن كتب عنى غير القرآن فليمحه، وحدثوا عنى ولا حرج، ومن كذب علىّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار رباب التثبت فى الحديث وحكم كتابة العلم-

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولا' اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے-

اگرچہ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلول ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت ﷺ کے نہیں بلکہ خود ابو سعید خدریؓ کے ہیں- جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کیا ہے- لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ ممانعت وقتی اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کر دی گئی تھی- جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالےٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ "جوامع الکلم" بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاز لفظی و معنوی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے- اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ اُمّی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو خلط ملط نہ کر دیں- اس بنا پر غایت احتیاط کے مد نظر آپ نے قرآن مجید کے سوا ہر چیز کے لکھنے کی ممانعت کر دی- اور عام حکم دے دیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ لیا گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے-

احادیث فعلیہ میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی- عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں- اس لئے آپؐ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ہدایت کر دی کہ :-

صلوا كما رأيتمونى اصلى(صحيحين) جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو- اور حجتہ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا-

خذوا عنى مناسككم فانى لا ادرى لعلى لا احج بعد حجتى هذه (صحيح مسلم) مجھ سے تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کر سکوں-

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو ہوتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے طرز عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجانے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا- ایسی حدیثیں تقریری کہلاتی ہیں- اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلم بند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اونٹوں پر لادنے والی ضخیم کتاب بنتی- جس کی تکلیف اس وقت کے اُمیوں کے لئے تکلیف مالایطاق سے کم نہ تھی خصوصاً جب کہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جاننے والوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں' درختوں کے پتوں' اونٹ اور بکری کے شانوں کی ہڈیوں' جانوروں کے چمڑوں' اور

کھالوں' پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چھلکے اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظت دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مروج طریقہ تھا- قرآن مجید جو دین کی تمام بنیادی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل' اور جملہ عقائد و احکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے' اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا- مزید احتیاط کے لئے معتبر کاتبوں سے خود آنحضرت ﷺ نے اس کو لکھوالیا- "حدیث شریف" جو شرع اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تفصیلات پر حاوی ہے اس کا قولی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطیبوں کے خطبے' شاعروں کے قصیدے اور حکماء کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے- اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عمل درآمد شروع کر دیا گیا- ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا کیا جا سکتا تھا-

لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے ذوق آشنا ہو گئے' اور اس بات کا اندیشہ بالکل جاتا رہا کہ "کلام الہٰی" کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائیں گے- ادھر غزوہ بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی- چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:-

كان رجل من الانصار يجلس الیٰ رسول الله ﷺ فيسمع من النبی ﷺ الحديث فيعجبه ولا يحفظه فشكا ذلك الیٰ رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله انی لاسمع منك الحديث فيعجبنی ولا احفظه فقال رسول الله ﷺ استعن بيمينك واومأ بيده للخط-(ترمذی باب ماجاء فی الرخصة فی كتابة العلم)

ایک صحابی انصاری آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں بیٹھتے' آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے' مگر یاد نہ رکھ پاتے- آخر انہوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کی کہ یارسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں' وہ مجھے اچھی لگتی ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا- اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ "اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو" اپنے دست مبارک سے ان کو لکھنے کی طرف اشارہ کیا-

اور حضرت رافع بن خدیجؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ:-

يا رسول الله انا نسمع منك اشياء فنكتبها- یارسول اللہ ہم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں-

تو آپ نے فرمایا کہ:-

اكتبوا و لا حرج- لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں-

اور سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے-

كنت اكتب كل شیء اسمعه من رسول الله ﷺ اريد حفظه فنهتنی قريش وقالوا تكتب كل شیء نسمعه ورسول الله ﷺ بشر يتكلم فی الغضب والرضا فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الیٰ رسول الله ﷺ فاومأ باصبعه الیٰ فيه فقال اكتب فوالذی نفسی بيده ما يخرج منه الاحق-(سنن ابی داؤد باب كتابة العلم)

میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا' حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا- پھر قریش نے مجھ کو منع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں- غصہ میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی- یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا- اور آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے کہ تم لکھو' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا-

بلکہ حکیم ترمذی اور سمویہ نے حضرت انسؓ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے متدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ:-

قیدوا العلم بالکتاب- علم کو قید کتابت میں لے آؤ-(منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۶۹)

آنحضرت ﷺ کی طرف سے املا:-

خود آنحضرت ﷺ نے بھی متعدد مواقع پر ضروری احکام وہدایات کو قلم بند کردایا ہے-

(۱) چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح مکہ کے سال قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا- جب اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی گئی تو آپؐ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا- جس میں حرم محترم کی عظمت وحرمت اور اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلہ میں قصاص و دیت کا بیان تھا- خطبہ سے فراغت ہوئی تو یمن کے ایک صحابی حضرت ابو شاہؓ نے اٹھ کر درخواست کی کہ اکتبوالی یا رسول اللہ (یارسول اللہ یہ خطبہ میرے لئے لکھوا دیجئے) آپؐ نے ان کی درخواست منظور فرما کر حکم دیا کہ اکتبوا لابی شاہ (ابو شاہ کے لئے خطبہ لکھ دیا جائے)(بخاری باب کتابۃ العلم)

(۲) اور حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم ومفصلہ میں لکھتے ہیں کہ:-

و کتب رسول اللّٰہ ﷺ کتاب الصدقات والدیات والفرائض وسنن لعمروبن حزم وغیرہ- رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات' دیات' فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب تحریر کروائی تھی-

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے ۱۰ھ میں اہل نجران پر عامل بنا کر بھیجا تھا- اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی- یہ نوشتہ آپؐ نے ان کو جب یہ یمن جانے لگے تو حوالہ کیا تھا- سنن نسائی میں ہے-

ان رسول اللّٰہ ﷺ کتب الیٰ اھل الیمن کتابا فیہ الفرائض والسنن والدیات و بعث بہ مع عمرو بن حزم فقرأت علیٰ اھل الیمن (ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول)

رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی طرف ایک نوشتہ تحریر کیا تھا جس میں فرائض' سنن اور خون بہا کے احکام تھے اور یہ نوشتہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا تھا- چنانچہ وہ اہل یمن کے سامنے پڑھا گیا-

اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:- من محمد ن النبی(ﷺ) الیٰ شرحبیل بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال والحارث بن عبد کلال قیل ذی رعین و معافر وھمدان اما بعد (سنن نسائی)

اور "کتاب الجراح" کی ابتداء میں یہ تحریر تھا- ھذا بیان من اللّٰہ ورسولہ یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود- پھر یہاں سے لے کر ان اللّٰہ سریع الحساب تک مسلسل آیات درج تھیں- اس کے بعد لکھا تھا ھذا کتاب الجراح، فی النفس مائۃ من الابل الخ(سنن نسائی)

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب چمڑے پر تحریر تھی اور عمرو بن حزم کے پوتے ابو بکر بن حزم کے پاس موجود تھی- وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا-(سنن نسائی)

حافظ ابن کثیر اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:-

فھذا الکتاب متداول بین ائمۃ الاسلام قدیما وحدیثا یعتمدون علیہ و یفزعون فی مھمات ھذا الباب الیہ، کما قال یعقوب بن سفیان لا اعلم فی جمیع الکتب کتابا اصح من کتاب عمرو بن حزم، کان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ یرجعون الیہ ویدعون اراء ھم-

یہ کتاب عہد قدیم و عہد جدید دونوں میں ائمہ اسلام کے مابین متداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب کے مہم مسائل میں رجوع کرتے رہے ہیں- چنانچہ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی رایوں کو چھوڑ دیتے-

چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر' سعید بن المسیب سے بہ صحت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اسی کتاب کی طرف رجوع کیا تھا- اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم کے پاس ملی- جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی- اور دوسری آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی جو حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں اپنے عمال کے نام لکھی تھی- ان دونوں نوشتوں کا مضمون ایک ہی تھا- پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام عمال اور ولاۃ کے نام فرمان جاری کر دیا- کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں میں تحریر ہے اسی کے مطابق عمل در آمد کیا جائے-

اور حافظ جمال الدین زیلعی 'نصب الرایہ' میں بعض حفاظ حدیث سے ناقل ہیں کہ :-

نسخة كتاب عمرو بن حزم تلقاها الائمة الاربعة بالقبول وهي متوارثة كنسخة عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده- عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب کو چاروں آئمہ نے قبول کیا ہے اور یہ نسخہ بھی "نسخہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کی طرح متوارث ہے-

حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جستہ جستہ حدیثیں منقول ہیں' حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ :-

"اس کو مسنداً بھی روایت کیا گیا ہے اور مرسلاً بھی- چنانچہ جن حفاظ و ائمہ حدیث نے اس کو مسنداً روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں- امام نسائی نے اپنی سنن میں' امام احمد نے اپنی مسند میں' امام ابوداؤد کتاب المراسیل میں' ابو محمد عبد اللہ بن عبدالرحمٰن دارمی' ابو یعلیٰ موصلی' اور یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مسندوں میں' نیز حسن بن سفیان نسوی' عثمان بن سعید دارمی' عبداللہ عبدالعزیز بغوی' ابوزرعہ دمشقی' احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی الکبیر' حامد بن محمد بن شعیب بلخی' حافظ طبرانی' اور ابو حاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے- اور بیہقی لکھتے ہیں کہ هو حديث موصول الاسناد حسن- رہی مرسلات روایت سو وہ تو بہت سے طریقوں سے منقول ہے"

مؤطا امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مروی ہیں اور حاکم نے المستدرك على الصحيحين کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے تریسٹھ حدیثیں نقل کی ہیں' اسی طرح سنن دار قطنی اور سنن بیہقی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں-

(۳) سنن دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافر و ہمدان کے دیگر اہل یمن کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے-

(۴) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی ایک تحریر کا ذکر امام شعبی نے بھی کیا ہے- چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی متعدد حدیثیں امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں-

(۵) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ نہ کیا تھا کہ رحلت فرما گئے- یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی- پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا- جب وہ بھی وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل در آمد کیا- یہاں تک کہ

ان کی بھی وفات ہو گئی- ابو داؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

والعمل علی هذا الحديث عند عامة اهل العلم- عامہ علماء کا عمل اس حدیث پر ہے-

آنحضرت ﷺ کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ' سنن دارمی اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی- چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبداللہ اور سالم سے لے کر نقل کر لیا تھا- امام زہری کہتے ہیں میں نے اس نسخہ کو زبانی یاد کر لیا تھا-

(۶) سنن ابی داؤد' جامع ترمذی' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہینہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال اور پٹھوں کو کام میں نہ لایا جائے- امام ترمذی کی روایت میں زمانہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے-

(۷) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام ابو جعفر محمد بن علی (باقر) سے بسند نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تلوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں- چنانچہ جامع بیان العلم میں اس میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں-

یہ تو معدودے چند تحریروں اور بعض نوشتوں کا ذکر تھا- ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات' خطوط کے جوابات' مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات' سلاطین وقت اور مشہور فرمانرواؤں کے نام اسلام کے دعوت نامے' عمال اور ولاۃ کے نام احکام' معاہدات' صلح نامے' امان نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت ﷺ نے وقتاً فوقتاً قلمبند کروائیں- محدثین نے آپ کے نامے اور معاہدات و وثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے- چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی حنفی متوفی ۹۵۳ھ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے-

عہد رسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے:

سابق میں سنن ابی داؤد اور سنن دارمی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ:

''میں آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادہ سے قلمبند کر لیا کرتا تھا-''

اسی حدیث میں آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی اجازت اور آپ کے حکم سے تھا' صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت ﷺ سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں' مگر ہاں عبداللہ بن عمرو ہو سکتے ہیں- کیونکہ وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا- امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے مدخل میں مجاہد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا کوئی عالم نہیں مگر عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مستثنٰی ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے- اور میں صرف یاد رکھتا تھا' لکھتا نہ تھا- انہوں نے آنحضرت ﷺ سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی' اور آپ نے ان کو اجازت دے دی تھی-

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو گئی تھی جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا- یہ کتاب انہیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے-

ما یرغبنی فی الحیوۃ الا الصادقۃ والوھط۔ مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں' صادقہ اور وھط- پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:-

واما الصادقۃ فصحیفۃ کتبتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اما الوھط فارض تصدق بھا عمرو بن العاص کان یقوم علیھا۔

صادقہ تو وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور وھط وہ زمین ہے جس کو (والد بزرگوار) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے راہ خدا میں وقف کیا تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے-

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا- اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں- چنانچہ حدیث کی کتابوں میں "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں- سابق میں بعض حفاظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ نسخہ متوارث ہے- شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا- اس لئے پوتے کی تمام تر تربیت دادا ہی کے ظل عاطفت میں ہوئی تھی- البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادا سے پڑھا تھا یا نہیں- بعض سخت گیر محدثین نے اسی بنا پر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے- چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجمہ میں یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ

ھو ثقۃ فی نفسہ و ما روی عن ابیہ عن جدہ لا حجۃ فیہ و لیس بمتصل و ھو ضعیف من قبیل انہ مرسل' وجد شعیب کتب عبداللہ بن عمرو فکان یرویھا عن جدہ ارسالاً و ھی صحاح عن عبداللہ بن عمرو غیر انہ لم یسمعھا۔

یہ خود تو ثقہ ہیں اور جو روایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرؓ سے کرتے ہیں وہ حجت نہیں غیر متصل ہے اور بسبب مرسل ہونے کے ضعیف ہے- شعیب کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں' چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسلاً روایت کرتے ہیں- یہ روایتیں اگرچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں- لیکن ان کو شعیب نے نہیں سنا تھا-

حافظ ابن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں-

قلت فاذا اشھد لہ ابن معین ان احادیثہ صحاح غیر انہ لم یسمعھا و صح سماعہ لبعضھا فغایۃ الباقی ان یکون وجادۃ صحیحۃ و ھو احد وجوہ التحمل۔

میں کہتا ہوں جب کہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنا نہیں ہے اور بعض حدیثوں کو سماع صحت کو پہنچ چکا ہے تو بقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ "وجادہ صحیحہ" سے ہو گی- اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے-

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں-

و من تکلم فی حدیث عمرو بن شعیب انما ضعفہ لانہ یحدث عن صحیفۃ جدہ کانھم رأو انہ لم یسمع ھذہ الاحادیث عن جدہ۔

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے' سو محض اس بنا پر اس کی تضعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے- گویا ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادا سے نہیں سنا تھا-

لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی عبارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے ناقل ہیں کہ

رأیت احمد و اسحق و ذکر غیرھما یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب۔ میں نے احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور ان دونوں کے علاوہ محدثین (کا بھی ذکر کیا کہ) ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔

اور "باب ماجاء فی زکوٰۃ مال الیتیم" میں لکھتے ہیں:۔

و اما اکثر اھل الحدیث فیحتجون بحدیث عمرو بن شعیب و یثبتونہ۔ اور اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت سمجھتے اور ثابت مانتے ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سنی ہیں۔ شعیب کو تو یہ پورا نسخہ وراثت میں ملا ہی تھا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان کے دوسرے تلامذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں، وہ بھی اسی صحیفہ صادقہ کی ہیں۔

(۴) عہد رسالت کے تحریری نوشتوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیفہ بھی تھا۔ جس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ:۔

ما کتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا القران و ما فی ھذہ الصحیفۃ۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ نے بجز قرآن کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک تھیلے میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مع نیام کے رکھی رہتی تھی، یہ وہی صحیفہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے مذکور ہے کہ

ارسلنی ابی، خذ لھذا الکتاب فاذھب بہ الی عثمان فان فیہ امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصدقۃ۔ مجھ کو میرے والد نے بھیجا کہ اس کتاب کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ کیونکہ اس میں زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کے احکام درج ہیں۔

اس صحیفہ میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی۔ غیر کے لیے ذبح کرنے پر وعید اور زمین کے نشانات مٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاریؒ نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیفہ کی مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے۔ (۱) باب کتابۃ العلم۔ (۲) باب حرم المدینہ۔ (۳) باب فکاک الاسیر (۴) باب ذمۃ المسلمین و جوار ھم واحدہ یسعی بھا ادناھم (۵) باب اثم من عاھد ثم غدر (۶) باب اثم من تبرأ من موالیہ (۷) باب العاقلہ (۸) باب لا یقتل المسلم بالکافر (۹) باب مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا تو آپ کی تلوار کے ساتھ یہ صحیفہ آویزاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے اور جو کچھ اس صحیفے میں مرقوم ہے، اس کے علاوہ کوئی نوشتہ نہیں کہ جو پڑھا جاسکے۔ اس کے بعد آپ نے اس صحیفے کو کھولا۔ اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاع ہوئی۔

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت خود آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت ﷺ کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا جس میں مکہ معظمہ اور اس کی حرمت کا ذکر تھا۔ تو حضرت رافع بن خدیج رضی

اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے- اور یہ حکم ہمارے پاس چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو تمہیں پڑھ کر سنا دیں- مروان نے جواب دیا ہاں ہمیں بھی آپ کا یہ حکم پہنچا ہے-

صحابہ کرام کے بعض اور نوشتے

(۱) صحیح بخاری' سنن ابی داؤد (باب فی زکوٰۃ السائمۃ) سنن نسائی (باب زکوۃ الابل) میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین پر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے مسائل واحکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی' جو ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے-

بسم الله الرحمن الرحيم ' هذه فريضة الصدقة التى فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتى امر الله بها رسوله الخ (صحيح بخارى "باب زكوٰة الغنم")

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو "کتاب الزکوٰۃ" کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے' اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے- چھ جگہ "کتاب الزکوٰۃ" میں' دو جگہ "کتاب اللباس" میں اور ایک ایک جگہ "کتاب الشرکۃ" "ابواب الخمس" اور "کتاب الحیل" میں- یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا- چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبداللہ بن مثنی بن عبداللہ بن انسؓ سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں روایت کیا ہے- محمد اس کو اپنے والد عبداللہ سے اور عبداللہ اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس' سے اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں- اور امام ابو داؤد اس کو حدیث کے مشہور راوی حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں- جن میں حماد کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ "میں نے خود ثمامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے' اس پر آنحضرت ﷺ کی مہر مبارک بھی ثبت تھی-"

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ حسن بصری اور قتادہ' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے- حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قتادہ کے ترجمہ میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ

كان قتادة احفظ اهل البصرة لا يسمع شيئا الا حفظه قرأت عليه صحيفة جابر مرة فحفظها۔

قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے' جو سنتا یاد ہو جاتا- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا' بس انہیں یاد ہو گیا-

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسمٰعیل بن عبدالکریم صنعانی المتوفی ۲۱۰ھ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے- اور سلیمان بن قیس یشکری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:-

قال ابو حاتم جالس جابراً و كتب عنه صحيفة و توفى' و روى ابو الزبير و ابو سفيان والشعبى عن جابر و هم قد سمعوا من جابر و اكثره من الصحيفة و كذلك قتادة۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا- اور وفات پا گئے اور ابو الزبیر' ابو سفیان اور شعبی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں- اور ان لوگوں نے حضرت جابرؓ سے حدیثیں بھی سنی ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں' اور اسی طرح قتادہ نے بھی-

اور طلحہ بن نافع ابو سفیان واسطی کے ترجمہ میں سفیان بن عیینہ اور شعبہ دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ:-

حدیث ابی سفیان عن جابر انما ھی صحیفۃ۔ ابو سفیان جابرؓ سے جو حدیث روایت کرتے ہیں' وہ صحیفہ سے ہوتی ہے-

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں حضرت حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی بیشتر حدیثیں سنن اربعہ میں منقول ہیں- علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسموعہ تھیں- لیکن یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشتہ سے روایت ہیں- اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سمرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں- چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجمہ میں مذکور ہے- "روی عن ابیہ نسخۃ کبیرۃ"۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انہوں نے بھی اپنی تمام مرویات کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا تھا- چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر پر لے گئے- اور حدیث نبویؐ کی کتابیں دکھلا کر کہنے لگے' دیکھو یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے-

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں "کتاب العلل" کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لے کر آئے- حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے اس کتاب کو لے کر پڑھنا شروع کیا' مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جواز روایت میں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنانا اور میرا اقرار کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا-

(۶) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نبیرہ معن بن عبدالرحمٰن کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

اخرج الی عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود کتابا و حلف لی انه من خط ابیه بیده

(والد محترم) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ایک کتاب میرے سامنے نکال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ ابا جان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے-

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کی ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کو حیثیت رکھتے تھے- ورنہ اگر صحابہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیے- جس کے لئے کافی فرصت اور وسیع مطالعہ اور تتبع و تلاش کی ضرورت ہے-

عہد صحابہؓ میں تابعین کے نوشتے:

(۱) سنن دارمی میں بشیر بن نہیک سدوسی سے جو مشہور تابعی ہیں' منقول ہے کہ:

کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ فلما اردت ان افارقه اتیته بکتابه فقرأته علیه و قلت له ھذا ما سمعت منك قال نعم (باب من رخص فی کتابة العلم)

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا لکھ لیتا تھا- پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنایا- اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں- فرمانے لگے ہاں-

امام ترمذی نے بھی "کتاب العلل" میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے-

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ایک صحیفہ ہمام بن منبہ یمانی نے بھی مرتب کیا تھا- اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکور ہیں- یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یکجا روایت کیا ہے- صحیحین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں- حافظ ابن حجر نے اس صحیفہ کے متعلق ابن خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "صحيفة همام عن ابى هريرة مشهورة" یہ صحیفہ آج بھی برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے-

(۳) سنن دارمی میں سعید بن جبیر سے جو مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں' مروی ہے کہ

كنت اكتب عند ابن عباس فى صحيفة (باب من رخص فى كتابة العلم) میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس بیٹھا صحیفہ میں لکھتا رہتا تھا-

دارمی ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے ہمرکاب ہوتا- وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا- تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کر سکوں- سنن دارمی ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا-

(۴) سنن دارمی میں سلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تختیوں پر لکھتے جاتے تھے- (باب مذکور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل نہ تھے- مروان نے اپنی امارت مدینہ کے زمانہ میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں- مگر آپ نے منظور نہ فرمایا- آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردے کے پیچھے کاتب بٹھایا- اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا- یہاں مختلف لوگ آپ سے مسائل واحکام دریافت کرتے' اور آپ جو کچھ فرماتے کاتب لکھتا جاتا-

حفظ حدیث:

یہ معدودے چند واقعات ہیں جن میں خود صحابہ یا صحابہ کے سامنے حدیث کے صحیفے اور نوشتے لکھے جانے کا ذکر ہے- دور تابعین میں اگرچہ احادیث کے قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا تھا- تاہم اب تک عام طور پر لوگ لکھنے کے عادی نہ تھے اور جو کچھ لکھتے اس سے مقصود صرف اس کو ازبر کرنا ہوتا تھا اس زمانہ میں حدیثوں کو سن کر انہیں زبانی یاد کرنے کا اسی طرح رواج تھا جس طرح مسلمان قرآن پاک کو یاد کرتے ہیں-

امام مالکؒ فرماتے ہیں:-

لم يكن القوم يكتبون انما كانوا يحفظون فمن كتب منهم الشىء فانما يكتبه ليحفظه فاذا حفظه محاه۔

اگلے لوگ لکھتے نہ تھے بس حفظ کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے کچھ لکھ بھی لیتا تو حفظ کرنے ہی کے لئے لکھتا اور جب حفظ کر لیتا تو اسے مٹا ڈالتا-

تقریباً پہلی صدی ہجری تک عرب علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے- جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظہ فطرتاً نہایت قوی تھا- وہ جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے- ایسی صورت میں کسی چیز کو لکھنا تو درکنار اس کا دوبارہ پوچھنا بھی نظر استعجاب سے دیکھا جاتا تھا- چنانچہ سنن دارمی میں ابن شبرمہ کی زبانی منقول ہے کہ شعبی کہا کرتے تھے- اے شباک (شعبی کے شاگرد کا نام) میں تم سے دوبارہ حدیث بیان کر رہا ہوں حالانکہ میں نے کبھی کسی سے حدیث کے دوبارہ اعادہ کی درخواست نہیں کی-

اسی کتاب میں شعبی کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ

ما کتبت سواداً فی بیاض و لا استعدت حدیثا من انسان۔ میں نے نہ کبھی سپیدی پر سیاہی سے لکھا اور نہ کبھی کسی انسان سے ایک مرتبہ حدیث سن کر دوبارہ اس سے اعادہ کروایا۔

سنن دارمی ہی میں امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ امام زہری نے ایک بار ایک حدیث بیان کی پھر کسی راستہ میں میری زہری کی ملاقات ہوئی۔ تو میں نے ان کی لگام تھام کر عرض کیا کہ اے ابو بکر (یہ امام زہری کی کنیت ہے) جو حدیث آپ نے ہم سے بیان کی تھی اسے ذرا مجھے دوبارہ بتا دیجئے۔ جواب دیا تم حدیث کو دوبارہ پوچھتے ہو! میں نے کہا کیا آپ دوبارہ نہیں پوچھتے تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا لکھتے بھی نہ تھے؟ کہنے لگے، نہیں۔

حافظ ابن عبد البر، جامع بیان العلم میں ان تمام علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہ جو کتابت علم کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے، فرماتے ہیں

من ذکرنا قوله فی هذا الباب فانما ذهب فی ذلك مذهب العرب لانهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذلك ، والذين كرهوا الكتاب كابن عباس والشعبي و ابن شهاب والنخعي و قتادة و من ذهب مذهبهم و جبل جبلتهم كانوا قد طبعوا على الحفظ فكان احدهم يجتزى بالسمعة الاترى ماجآء عن ابن شهاب انه كان يقول انى لامر بالبقيع فاسد اذانى مخافة ان يدخل فيها شئى من الخنا فوالله ما دخل اذنى شئى قط فنسبته و جاء عن الشعبی نحوه وهؤلاء كلهم عرب وقال النبی صلی الله علیه وسلم نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب ، وهذا مشهوران العرب قد خصت بالحفظ كان احدهم يحفظ اشعار بعض فی سمعة واحدة ، و قد جاء ان ابن عباس رضی الله عنه حفظ قصيدة عمر بن ربيعة "امن ال نعم انت غاد فمبكر" فی سمعة واحدة على ما ذكروا ، و ليس احد اليوم على هذا و لولا الكتاب لضاع كثير من العلم و قد رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی کتاب العلم و رخص فيه جماعة من العلماء و حمدوا ذلك۔

جس کا قول بھی ہم نے اس بات میں ذکر کیا ہے وہ اس بارے میں عرب کی ہی روش پر گیا ہے۔ کیونکہ وہ فطری طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ممتاز تھے۔ اور جن حضرات نے بھی کتابت کو ناپسند فرمایا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام شعبی، امام ابن شہاب زہری، امام ابراہیم نخعی اور قتادہ اور وہ حضرات جو ان ہی کے طریقے پر چلے اور ان ہی کی فطرت پر پیدا ہوئے، یہ سب کے سب وہ ہیں جو طبعی طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص صرف ایک بار سن لینے پر اکتفا کیا کرتا تھا۔ دیکھتے نہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے میں جب بقیع سے گزرتا ہوں تو اپنے کان اس ڈر سے بند کر لیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات اس میں نہ پڑ جائے۔ کیونکہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات میرے کان میں پڑی اور میں اس کو بھول گیا ہوں۔ اور شعبی سے بھی اسی قسم کا بیان منقول ہے۔ یہ سب لوگ عرب تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ہم امی لوگ ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔"

اور یہ چیز تو مشہور ہے کہ عرب کو زبانی یاد رکھنے میں خصوصیت حاصل ہے، چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص بعض لوگوں کے اشعار کو ایک دفعہ کے سننے میں حفظ کر لیا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدہ ؎ امن ال نعم انت غاد فمبکر[1] کو صرف ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا۔ چنانچہ علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا

ہے-اور آج ایک شخص بھی اس طرح کی قوت حافظہ نہیں رکھتا بلکہ اگر تحریر نہ ہو تو علم کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے- حالانکہ آنحضرت ﷺ بھی کتابت علم کی اجازت مرحمت فرما چکے ہیں-اور علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور اس کو فعل محمود قرار دیا ہے-

اور یہ ان علماء ہی کی برکت ہے کہ جس کی بدولت ہم کو ایک ہزار سال تک ہر دور میں حدیث شریف کے حافظ بکثرت نظر آتے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظ تو الحمد للہ آج بھی اسلامی دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں- پچھلی چند صدیوں میں اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ بہت ہی کم ہو گیا' تاہم مطابع کے وجود میں آنے سے پہلے پہلے علماء اسلام کا یہ عام دستور تھا کہ وہ ہر فن میں ایک مختصر متن طالب علم کو حفظ یاد کرا دیا کرتے تھے- موجودہ صدی کو چھوڑ کر کسی صدی کے علماء کا تذکرہ اٹھا لیجئے اور ان کے حالات پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ مختلف علوم وفنون کی کتنی کتابیں زبانی یاد کیا کرتے تھے-

ناظرین کرام نے تفصیلات مذکورہ سے اندازہ لگایا ہو گا کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں مسلمانوں کی خدمات ان کو ادیان عالم کے پیروکاروں پر نمایاں مقام دیتی ہیں-اپنے مقدس رسول ﷺ کے ہر ہر ارشاد کی حفاظت کے لئے انہوں نے ہر وہ کوشش کی جو انسانی دائرہ امکان کے اندر داخل ہے- مسلمانوں کے ہاں لفظ "حافظ" اپنی جگہ پر خود ایک معزز لقب بن گیا- حفاظ قرآن کا تو ذکر ہی کیا ہے مگر حفاظ حدیث بھی اس کثرت کے ساتھ ہوتے چلے آرہے ہیں کہ ان کے تفصیلی تذکروں سے اسلامی تواریخ کی کتابیں بھرپور ہیں-

حفاظ حدیث عہد صحابہؓ میں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حفظ احادیث کا بھی بے حد شوق تھا- بعض تو والہانہ انداز میں ہر لحہ ہر گھڑی اسی انتظار میں سراپا شوق بنے رہتے تھے کہ حضورؐ کچھ فرمائیں اور وہ آپؐ کے ارشاد عالی کو نوک زبان پر یاد کرنے کی سعادت حاصل کر لیں-ان میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام نہایت ہی بلند ہے- آپ کو ۵۳۷۴ ارشادات نبوی برزبان یاد تھے- حافظ سخاویؒ نے ۵۳۶۴ کی تعداد بتلائی ہے-ان حدیثوں میں سے صرف صحیح بخاری شریف میں ۴۸۶ احادیث منقول ہیں-جب کہ اس مستند و معتبر کتاب میں کسی اور صحابی سے اس قدر احادیث منقول نہیں ہیں- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات کی کل تعداد ۲۶۳۰ بتلائی گئی ہے- جن میں سے بخاری شریف کے اندر ۲۷۰ حدیثیں نقل کی گئی ہیں- حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول پاکؐ ۲۲۸۶' احادیث نبوی کے حافظ تھے- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ۲۲۱۰ فرامین رسول برنوک زبان یاد تھے- جن میں سے حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جامع الصحیح میں ۲۴۲' احادیث کو نقل فرمایا ہے- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ۱۶۶۰ حدیثیں زبانی یاد تھیں- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ۱۵۴۰ حدیثوں کے حافظ تھے-اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ۱۱۷۰ حدیثیں یاد تھیں- یہ چند مثالیں نمونہ کے طور پر دی گئی ہیں ورنہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سعادت کے حصول کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے-

خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری نے اپنی قابل قدر کتاب صیانۃ الحدیث میں صحابہ کرام اور حفظ حدیث کے سلسلہ میں ایک نفیس ترین مقالہ لکھا ہے- جسے ہم اپنے قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کے لئے لفظ بہ لفظ نقل کر رہے ہیں- جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عہد صحابہ میں حدیث نبوی کو حفظ کرنے کا کس قدر اہتمام تھا- مولانا موصوف لکھتے ہیں-

چند واقعات:

چند واقعات صحابہ کرامؓ کے ضبط الفاظ اور حفظ حدیث کے بھی ہم یہاں نقل کر رہے ہیں- تاکہ صحابہ کرامؓ کا عملی اہتمام معلوم ہو کہ وہ کس طرح خود بھی یاد کرتے تھے اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی کس طرح حفظ احادیث کے لئے تاکیدات بلیغہ فرماتے تھے-

---

[1] دوسرا مصرع ہے غداۃ غدام واتح فمھجر- یہ پورا قصیدہ بحر طویل میں ہے-اور ستر اشعار کے قریب قریب ہے-

(۱) ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس میں پوچھا- ایکم یحفظ قول رسول اللہ ﷺ فی الفتنة-یعنی فتنوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث کس کو خوب یاد ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فی الفور جواب دیا انا کما قال (صحیح بخاری جلد اول ص۷۹) میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا- سبحان اللہ! کیسا حفظ وضبط کا کمال ہے-

(۲) ایک موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک پیش آمدہ معاملہ میں احادیث رسول ﷺ کے متعلق صحابہ کرام کے مجمع سے سوال کیا کہ اس معاملہ کے حل کے لئے کسی کو حدیث نبوی معلوم ہے؟ متعدد صحابہ کرام آگے بڑھے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے خوش ہو کر فرمایا- الحمدلله الذی جعل فینا من یحفظ علیٰ نبینا (حجة اللّٰه البالغه جلد اول ص۱۴۹) کہ اس مولائے کریم کی تعریف ہے جس نے ہم میں ان لوگوں کو رکھا جو احادیث نبویہ کے حافظ ہیں-اس سے متعدد صحابہ کا حافظ الحدیث ہونا ثابت ہوا-

(۳) حضرت علیؓ نے اپنے طرز عمل سے صحابہ کرام کو حفظ حدیث کا خوگر اور ضبط الفاظ کا پابند بنایا- آپ کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے-کان اماماً عالما متحریا فی الاخذ بحیث انه یستحلف من یحدثه بالحدیث(تذکرة الحفاظ جلداول ص۱۰) یعنی حضرت علیؓ امام جلیل الشان اور عالم تبحر تھے-اور اخذ حدیث میں سخت تحری و تحقیق اور احتیاط فرماتے- حتی کہ حدیث بیان کرنے والوں سے حلف لیتے کہ تم کو ٹھیک ٹھیک الفاظ نبوی یاد ہیں؟ اور الفاظ میں کوئی کمی بیشی تو نہیں ہو رہی ہے-جب راوی قسم سے بیان کرتے کہ بعینہٖ الفاظ نبوی میں یہ حدیث ہے' تب قبول فرماتے-

واضح رہے کہ حضرت علیؓ کا مقصد اس سے صرف احادیث کا ضبط و تحفظ ہی تھا-

(۴) حضرت ابوہریرہؓ بھی احادیث نبویہ کے بڑے ضابط و حافظ تھے-حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کی وفات کے موقعہ پر ان کے اس وصف حفظ احادیث کو یاد کر کے افسوس وحسرت کے لہجہ میں فرمایا یحفظ علی المسلمین حدیث النبی ﷺ(فتح الباری جلد اول ص۱۰۹) یعنی حضرت ابوہریرہؓ اپنے زمانے کے تمام راویانِ حدیث میں سب سے بڑھ کر حافظ الحدیث ہیں-

امام اعمشؒ نے فرمایا کان ابوهریرة من احفظ اصحاب محمد ﷺ۔ یعنی حضرت ابوہریرہؓ محمد ﷺ کے اصحاب میں سب سے زیادہ احادیث کے حافظ و ضابط تھے-(اول ص۴۳ومقدمہ ابن الصلاح ص۱۴۹)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں-ہم لوگ نبی ﷺ سے احادیث سن کر یاد کیا کرتے تھے-ان کے الفاظ یہ ہیں- کنا نحفظ الحدیث والحدیث یحفظ عن رسول اللّٰه ﷺ(صحیح مسلم جلد اول ص۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عبداللہ بن عباسؓ بلکہ جماعت صحابہ میں احادیث کے ضبط وحفظ کا عموم کے ساتھ اہتمام تھا-

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ احادیث نبویہ کے طلب و تلاش اور احتیاط وضبط الفاظ کی خود بھی بڑی پابندی فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں کو پابند فرماتے-علامہ ذہبی لکھتے ہیں- کان ممن یتحری فی الاداء ویشدد فی الروایة ویرجو تلامذته عن التهاون فی ضبط الفاظ- یعنی اصل الفاظ کو یاد کرنے کے لئے خود بھی بڑی احتیاط فرماتے اور اپنے شاگردوں کو بھی ضبط الفاظ کی تاکید فرماتے-(تذکرة الحفاظ جلد اول ص۱۳)

(۷) ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (غالباً کوفہ کے معلمی کے زمانہ میں) اپنے تلامذہ اور رفقاء سے پوچھا کہ تم لوگ احادیث کو صحیح طریقہ سے ضبط رکھنے کے لئے باہم مذاکرہ اور دورہ کرتے ہو یا کہ سستی کر جاتے ہو- تلامذہ نے جواب دیا کہ ہم لوگ دورۂ حدیث اور ضبط الفاظ اور باہم مذاکرہ کے لئے اس قدر اہتمام رکھتے ہیں کہ ہمارا ہر ساتھی دوسرے کو احادیث سناتا ہے-اگر کوئی ساتھی کبھی غائب ہو جاتا ہے اور کسی وجہ سے وہ مذاکرہ میں شریک نہیں ہو سکتا تو باقی رفقاء اس سے وہیں جا کر ملتے ہیں اور اس طرح ہم مذاکرہ اور دورہ ضرور کر لیتے ہیں-(سنن دارمی ص۷۹)

(۸) اسی طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ کا واقعہ ہے - اگرچہ یہ احادیث نبویہ کو پوری صحت کے ساتھ یاد رکھتے تھے لیکن ایک بار ان کو ایک حدیث میں کچھ اشتباہ پیدا ہو گیا - تو اس شک کو مٹانے کے لئے اپنے دوسرے ساتھی حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس مصر پہنچے - جب مدینہ سے سفر کر کے مصر پہنچے تو سواری سے اترتے ہی فرماتے ہیں حدثنا ما سمعته من رسول اللّٰہ ﷺ فی ستر المسلم لم یبق احد غیری و غیرك - یعنی آپ مجھے وہ حدیث سنا دیجئے جو آپ نے رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کے عیب پوشی کے متعلق سنی ہے - اور آپ کے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ میرے بعد آپ کے علاوہ اور کوئی دوسرا اس حدیث کے سننے والوں میں سے اب باقی نہیں ہے - حضرت عقبہ بن عامرؓ نے معزز مہمان کی دلداری میں سب سے پہلے وہی حدیث من ستر مسلماً خزیہ سترہ اللّٰہ یوم القیمۃ سنادی - آپ سننے کے بعد خوش و خرم اپنی سواری کی طرف پلٹے اور مدینے کی طرف فی الفور روانہ ہو گئے - مصر میں اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا کیونکہ بجز اس حدیث کی سماع اور ارتفاع شک کے اور کوئی مقصد نہ تھا - ابن عبدالبرؒ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں - فاتی ابو ایوب مراحلته فرکبها و انصرف الی المدینة و ما حل رحله (جامع بیان العلم ص ۶۴)

میزبان نے ہر چند ان کو ٹھہرانا چاہا - لیکن ان کا مقصد صرف حدیث کا سننا اور صحیح طور سے محفوظ کر لینا ہی تھا - جب انہوں نے حدیث کو سن لیا تو پھر بلا تاخیر واپس چلے آئے - اس روایت سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام کسی دوسری غرض کی آمیزش کے بغیر صرف تحفظ حدیث کے لئے اپنے رفقاء درس کے پاس سفر کرتے اور اسفار طویلہ کو اس معاملہ میں آسان سمجھتے تھے - جو لوگ نہ صرف حدیث بلکہ حدیث سننے والے اپنے تمام رفقاء کو بھی جانتے ہوں اور بوقت ضرورت ان سے مراجعت بھی ضرور کر لیتے ہوں ان کے صیانت حدیث کے معاملہ میں ادنیٰ شبہ بھی محض شیطانی وسوسہ ہے -

(۹) اسی طرح امام دارمیؒ نے ایک اور صحابیؓ کا واقعہ قلم بند فرمایا ہے کہ وہ صرف ایک حدیث کی تصحیح کی خاطر فضالہؓ بن عبیداللہ کے پاس مصر پہنچے - حضرت فضالہؓ نے آپ کو دیکھ کر خوش آمدید فرمایا اور مرحبا کہا - صحابی نے کہا - انی لم اتك زائرًا ولکنی سمعت وانت حدیثا من رسول اللّٰہ ﷺ رجوت ان تکون عندك منه علم - یعنی میں آپ کے پاس بطور مہمان نہیں آیا ہوں بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی - جو مجھے پوری طرح محفوظ نہیں رہی - اس خیال اور اس امید کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ وہ آپ کو یاد ہو گی - (سنن دارمی ص ۶۹)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ضبط حدیث اور کمال صحت معلوم کرنے اور اسے یاد رکھنے کے لئے اپنے دیگر رفقاء درس کے پاس طویل سے طویل سفر اختیار کر کے پہنچ جاتے - کیا سچ کہا ہے مولانا حالیؔ مرحوم نے ۔

سنا خازن علم دیں جس بشر کو لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو

(مسدس حالیؔ)

(۱۰) اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ اپنے رفقاء درس سے بھی واقف تھے - چنانچہ مقام ربذہ کے گوشۂ تنہائی میں جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو آپ کی اہلیہ محترمہ یہ تنہائی اور بے سر و سامانی دیکھ کر رونے لگیں - پوچھا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے کہا آپ کی یہ حالت ہے اور کپڑے وغیرہ بھی نہیں ہیں - دفن و کفن کے عام فرائض سے بھی میں تنہا سبکدوش نہیں ہو سکتی - فرمایا تم نہ گھبراؤ' ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ایک گوشۂ جنگل میں انتقال کرے گا - اور میرے کچھ صحابی بروقت پہنچ کر اس کے کفن دفن کا انتظام کریں گے تو چونکہ اس درس کے وقت کے میرے تمام ساتھی شہروں اور آبادیوں میں انتقال کر چکے ہیں - اس لئے اس حدیث کا مصداق صرف میں ہی رہ گیا ہوں - اور میں ہی آبادی سے باہر انتقال کر رہا ہوں - تو یقیناً خدا کے کچھ بندے

آنحضرت ﷺ کے پیش گوئی کے مطابق میرے کفن دفن کو پہنچیں گے- چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا ایک مختصر سا قافلہ بروقت کفن دفن اور نماز جنازہ کے لئے پہنچ گیا- حافظ ابن قیمؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا- ابشری ولا تبکی فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجل منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المسلمین ولیس احد من اولئك النفر الا قد مات فی قریۃ و جماعۃ فانا ذلك الرجل انتھی-(زادالمعادص ٤٦٠ جلد اول) والقصۃ بطولھا-

اس جگہ مجھے صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی یاد تھی اور اس کے ساتھ وہ اس حدیث کے تمام رفقاء کو بھی مع ان کے جائے سکونت اور جائے وفات وغیرہ سے بھی واقف تھے- بحمد اللہ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ بروقت آئے اور کفن دفن کا انتظام ہو گیا-

(۱۱) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی احادیث نبویہ کو پوری طرح ضبط رکھتے تھے- آپ کے کمال ضبط اور غایت احتیاط فی الحدیث کے سلسلہ میں علامہ ذہبی نقل فرماتے ہیں- لم یکن احدمن الصحابۃ اذا سمع من رسول اللہ ﷺ حدیثا و احدًا احذر ان لایزید ولا ینقص منہ و لا ولا من ابن عمر- یعنی صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بڑھ کر روایت حدیث میں کوئی اور محتاط نہ تھا- آپ حدیث نبوی کے اخذ و روایت میں ادنئے درجہ کی کمی بیشی نہ ہونے دیتے تھے- ولا ولا من ابن عمر کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصل الفاظ کی ادائیگی اور ضبط و حفظ کے معاملہ میں ان کا کوئی بھی ہم پلہ و ہمسر نہ تھا- الفاظ نبوی کی صحیح ترتیب بھی ان کے حافظ میں محفوظ رہتی تھی- واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیے-

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بنی الاسلام علی خمس وصیام رمضان والحج ہے- تلامذہ و رفقاء میں سے ایک صاحب نے تکرار و حفظ کے لئے دہراتے ہوئے آخری لفظوں کی ترتیب کو پلٹ کر یوں دیا والحج وصیام رمضان- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا اس طرح نہیں بلکہ وصیام رمضان والحج پڑھو- میں نے نبی کریم ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے-(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۲ و فتح المغیث ص ۲۹۸)

افادہ:

حافظ سخاویؒ سے اس جگہ نقل روایت میں ذہول و تسامح واقع ہوا ہے- کیونکہ مسلم شریف کی طرف مراجعت کے بغیر محض حافظہ کے بھروسہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کو اور اس ممانعت کو یوں لکھ دیا ہے- اجعل الصیام اٰخرھن حالانکہ مسلم شریف کے حوالہ مذکور سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سماع نبوی کے مطابق آخری لفظ حج کو قرار دیتے ہیں الا یہ کہ حافظ سخاویؒ کی کسی اور کتاب پر نظر ہو-

(۳) حضرت انسؓ اپنے حفظ روایت کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جس قدر حدیثوں کو مجلس نبوی میں سنتے آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد باہم ان حدیثوں کا تکرار اور دورہ کرتے- ایک صاحب اپنی باری پر سب حدیثوں کو بیان کر جاتے- پھر دوسرے بیان کرتے' پھر تیسرے اسی طرح بسا اوقات ہم ساٹھ آدمی ہوتے تو پورے ساٹھوں آدمی اپنی اپنی باری پر سناتے- غرض پورا دورہ کر لینے کے بعد ہم لوگ منتشر ہوتے' اس طرح کے حفظ و تکرار و مذاکرہ سے احادیث رسول اکرم ﷺ پوری طرح ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہو جاتیں-(مجمع الزوائد جلد اول ص ۶۴)

افادہ:

حضرت انسؓ اول تو ان حدیثوں کو ذہن میں محفوظ کرتے- پھر ان کو قلم بند کر کے بغرض اصلاح نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش

کرتے-اس طرح نظر ثانی کر کے احادیث کو پوری صحت کے ساتھ سینہ و سفینہ میں جمع فرماتے-(مستدرک حاکم وفتح المغیث ص ۳۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے بعد سب سے زیادہ حدیثیں حضرت انسؓ سے مروی ہیں-ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں-(تلقیح فہوم اہل الاثر ص ۱۸۴ و فتح المغیث)

(۱۴) حضرت ہشامؓ بن عامر بھی بڑے ضابط اور احادیث نبویہ کے حافظ تھے-ایک بار اپنے رفقاء سے فرمایا- انکم متجاوزون الی رھط من اصحاب النبی ﷺ ما کانوا احضی و لا احفظ لحدیثه منی (مسند احمد جلد٤ ص١٩) یعنی تم لوگ درس حدیث کے لئے جن صحابہ کرام کے پاس جاتے ہو وہ احادیث نبویہ کے حفظ وضبط کے معاملہ میں مجھ سے بڑھ کر نہیں ہیں-یعنی تم دور دراز بلا وجہ جاتے ہو-جب کہ احادیث نبویہ کے حفظ وضبط میں کسی سے میں کم نہیں ہوں-

(۱۵) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حدیث کو سن کر حفظ کیا کرتے تھے-سنن دارمی میں ہے کہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ جس طرح ہم نے نبی کریم ﷺ سے سن کر حدیثوں کو حفظ کیا ہے-اسی طرح تم لوگ ہم سے سن کر حدیثوں کو حفظ کرو اور اس کے لئے باہم مذاکرہ اور تکرار کرتے رہو-(سنن دارمی ص ۶۶)

اسی طرح ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں- کان ممن حفظ عن رسول الله ﷺ سننا کثیرة(استیعاب ج٢ص٥٦٧) یعنی حضرت ابوسعید خدریؓ نبی اکرم ﷺ کی احادیث کثیرہ کے حافظ تھے-

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بھی احادیث کو حفظ فرماتے اور لکھ بھی لیتے تھے-مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ کا ان کے متعلق یہ اعتراف موجود ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ ہاتھ سے لکھتے بھی تھے اور ویسے یاد بھی کرتے تھے-علامہ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے- فانه کان واعی القلب و کان یکتب(استیعاب ج١ص٣٧٠) یعنی عبداللہ بن عمرو بن عاص زبانی بھی یاد رکھتے تھے اور لکھتے بھی تھے- مسند احمد میں ان کا بیان منقول ہے کہ میں یاد کرنے ہی کے لئے لکھتا تھا-(مسند احمد جلد ۲ ص ۱۶۲)

(۱۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی حافظ الحدیث تھے-ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی ایک حدیث پر مزید شہادت طلب کی-حضرت ابوموسیٰؓ انصار کے ایک مجمع میں تشریف لے گئے-اور اس حدیث کے متعلق سوال کیا کہ آپ لوگوں میں کسی نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے سنا ہے-اور آپ لوگوں کو یاد ہو تو فرمایئے' پورے مجمع نے جواب دیا-ہاں ہم سب کو یہ حدیث نبوی یاد ہے-اور ہم سب نے سنا ہے-(تذکرہ اول ص ٦' حجۃ اللہ اول ص ۱۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو احادیث بہت پختہ طریقہ سے یاد رہتی تھی-

(۱۸) حضرت ابی ابن کعبؓ بھی احادیث نبویہ کے حافظ تھے-ایک بار آپ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی-حضرت عمرؓ نے مزید شہادت ان سے بھی طلب فرمائی-حضرت ابی بن کعبؓ اور فاروق اعظمؓ دونوں انصار کے مجمع میں پہنچے اور زیر بحث حدیث کے متعلق اہل مجمع سے دریافت کیا-سب نے کہا-قد سمعنا هذا من رسول الله ﷺ -یعنی ہم سب نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے-(تذکرہ ج اص ۸ و منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۲۶۲)

ان دونوں روایتوں سے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حفظ حدیث کی بکمال درجہ تائید و تصدیق بھی ثابت ہوئی-اور اجمالی طریقہ سے دیگر صحابہ کرامؓ کے حفظ حدیث کا حال بھی معلوم ہوا-

(۱۹) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اپنے صاحب زادے ابو بردہؓ سے فرمایا احفظ کما حفظنا عن رسول الله ﷺ - یعنی جس طرح ہم نے آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو یاد کیا' اسی طرح تم بھی یاد کر لو(مجمع الزوائد ج اص ۶۰)

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حفظ حدیث کا ثبوت تو ملتا ہی ہے-دیگر صحابہؓ کے حفظ احادیث کا بھی پتہ لگتا ہے-جیسا

کہ کما حفظنا عن رسول اللہ ﷺ اس پر ایک واضح دلیل ہے- علامہ ہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں- ورجالہ رجال الصحیح۔

(۲۰) حضرت جابر بن عبد اللہؓ بھی احادیث شریفہ کے ضابط اور حافظ تھے- علامہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں- وکان من المکثرین الحفاظ للسنن- یعنی حضرت جابرؓ سنن نبویہ کے حافظ تھے (استیعاب جلد اول ص ۸۵)

(۲۱) انہی جابر بن عبد اللہؓ کے متعلق امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے- ورحل جابربن عبداللہ مسیرۃ شہر الیٰ عبداللہ بن انیس فی حدیث واحد (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷) یعنی حضرت جابرؓ نے صرف ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کیا اور عبد اللہ بن انیسؓ سے مل کر اس حدیث کا سماع کیا- یہ سفر جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے مدینے سے شام تک کا تھا-

علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ جب اس حدیث کے حاصل کرنے کے لئے مملکت شام پہنچنے کا ارادہ کیا تو اسی سفر کے لئے ایک اونٹ خریدا- یہ تمام اہتمام صرف ایک حدیث کے سننے کے لئے تھا- اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ احادیث نبویہ کے صحیح طور سے یاد رکھنے اور اسے محفوظ و جمع کرنے کا کس قدر اہتمام تھا-

(۲۲) ابو شریح خزاعیؓ بھی حافظ الحدیث تھے- حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف جب یزید کے حکم سے عمرو بن سعید نے فوج کشی کے لئے مکہ پر چڑھائی کی تیاری کی تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے حرم مکہ میں لڑائی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے- اس موقعہ کے الفاظ یہ ہیں- ایہا الامیر احدثك قولاً قام بہ النبی ﷺ سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی- یعنی میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سنا رہا ہوں جس کو خود میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا- (صحیح بخاری ج ۱ کتاب العلم)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے حافظہ میں پوری صحت کے ساتھ فتح مکہ کے وقت سے لے کر یزید بن معاویہؓ کے عہد تک تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک محفوظ تھی-

(۲۳) سمرۃ بن جندبؓ بھی حافظ الحدیث تھے- حضرت ابی بن کعبؓ حضرت سمرۃؓ کے متعلق فرماتے ہیں- قد صدق وحفظ- یعنی وہ سچے ہیں اور حافظ الحدیث ہیں- (الاستیعاب جلد دوئم ص ۵۶۴)

حافظ سخاویؒ نے حضرت سمرۃ بن جندبؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو حفظ رکھتا تھا (فتح المغیث ص ۳۱۱)

غرض صحابہ کرامؓ ان حدیثوں کو نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاہا واداہا کما سمع منی کے تحت بیان کرتے تھے- جن کو انہوں نے اپنے زمانہ اسلام میں سنا تھا- لیکن کمال یہ ہے کہ ان حضرات صحابہؓ نے اپنے اسلام لانے سے قبل بھی جن حدیثوں کو آنحضرت ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا تھا ان کو بھی خوب یاد رکھا- اور بعد الاسلام ان کی ترویج وروایت فرمائی- حافظ سخاویؒ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں- قد ثبتت روایات کثیرۃ لغیر واحد من الصحابۃ کانوا حفظوہا قبل اسلامہم و ادوہا بعدہ (فتح المغیث ص ۱٦٤)

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے حفظ روایات کے متعلق حافظ ابن عبد البرؒ قرطبی لکھتے ہیں- الذین نقلوہا عن نبیہم ﷺ الی الناس کافۃ وحفظوہا علیہ وبلغوا ما عنہ وہم صحابۃ و الحواریون الذین وعوہا وادوہا حتّٰی کمل بما نقلوہ الدین (خطبہ استیعاب جلد اول ص ۲)

اگر فرصت اور وقت مساعدت کرے تو ایسی بہت ساری مثالیں سنن اربعہ و صحیحین و مسندات و معاجم کے بطون سے نکال کر پیش کی جاسکتی ہیں-

حافظ ابن عبدالبرؒ نے بالعموم تمام صحابہؓ کے حفظ احادیث کا اجمالی طور پر تذکرہ "خطبہ استیعاب" میں فرمایا ہے اور اداء روایت و حفظ احادیث و تبلیغ سنن میں ان کے اہتمام عظیم کا اعتراف کیا ہے۔ ان حقائق کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کے حفظ روایات و تبلیغ احادیث کما ھی میں غلطی کا امکان پیدا کرنا ادعاء باطل ہے۔ صحابہ کرامؓ خود بھی احادیث کو از بر کرتے اور اپنے شاگردوں کو بھی حفظ و تکرار' مداومت نظر کی تاکید کرتے۔ اور نبی کریم ﷺ کی دعا نضر الله امرء کے تحت د . یں کی سرفرازی و سرخروئی حاصل کرنے کے خیال سے صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ حفظ احادیث و تبلیغ سنن میں غیر معمولی اہتمام رکھتے تھے۔ پس ایسے وسیع الحافظ اصحاب کرامؓ اور ان کے تربیت یافتہ تلامذہ کے لئے عدم ضبط اور عدم حفظ اور نسیان کا وہم سراسر توہم پرستی اور حقائق سے انحراف و عناد ہے۔

حفظ و ضبط کا تسلسل:

آنحضرت ﷺ نے ضبط روایت و تبلیغ احادیث پر جو بشارت نضرالله امرء سمع مقالتی فوعاها واداها کما سمع منی کے تحت دیا تھا۔ اس کا اثر صحابہ کرامؓ پر ایسا عمدہ واقع ہوا کہ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو خود بھی اچھی طرح محفوظ کیا۔ اور احادیث کا باہم مذاکرہ و دورہ کیا اور اپنے تلامذہ اور تابعین تک حدیثوں کو پہنچایا اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی خوب یاد رکھنے کے لئے تاکید شدید فرمائی۔ یہاں چند صحابہ کرام کے انتباہ و تاکیدات کے واقعات اس سلسلہ میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر عرض کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صحابہ کرامؓ کو ضبط احادیث کی سخت تاکید فرماتے تھے (تذکرہ جلد اول ص ۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ احادیث نبویہ کو ہر زیادت و نقصان سے محفوظ رکھنے میں سخت اہتمام فرماتے (تذکرہ جلد اول ص ۳۷)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے مشہور شاگرد امام نافع کو جو حدیثیں لکھوائیں' وہ ان کو اپنے پاس بٹھا کر لکھوائیں تاکہ کمی بیشی کا ادنیٰ احتمال بھی نہ واقع ہو سکے۔ (سنن دارمی ص ۶۹)

یہ روایات کے حفظ و ضبط کا کس قدر اعلیٰ درجہ کا اہتمام ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگردوں سے ضبط حدیث کے سلسلہ میں دورہ اور باہم تکرار و مذاکرہ کا حکم دیا۔ حافظ سخاویؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ تذکروا الحدیث فان حیاته مذاکرته (فتح المغیث ص ۳۳۱ ومعرفة علوم الحدیث للحاکم ص ۱٤۱) یعنی احادیث کا باہم مذاکرہ کیا کرو۔ کہ یہ حدیث کی بقاء و حفاظت کا ضامن ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے شاگردوں سے پوچھا۔ کہ تم لوگ روزمرہ احادیث کا دورہ اور باہم تکرار کر لیا کرتے ہو یا نہیں۔ شاگردوں نے کہا ہمارا یہ روزمرہ کا معمول ہے۔ ہم اپنے رفقاء درس کے پاس خواہ کوفہ کے کسی بعید ترین محلہ میں ہوں' جا کر ملتے ہیں اور تکرار و دورہ باہم مل کر کرتے ہیں (سنن دارمی ص ۷۹)

(۶) حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ زیادہ تر کوفہ میں تھے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی طرف سے معلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو اہل کوفہ جن احادیث کو حضرت ابن مسعودؓ سے بروایت عمرؓ سنتے ان کی مزید تصدیق اور سند عالی کے خیال سے ابن مسعودؓ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ آکر حضرت عمرؓ سے سماع کرتے کہ حدیث نبوی اچھی طرح سے محفوظ ہو جائے۔ اور پوری طرح روایت کی صحت والفاظ نبوی کا وثوق ہو جائے۔ (فتح المغیث ص ۳۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ان تاکیدات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سب تلامذہ پختہ حافظ و شیوخ وقت بن کر نکلے حضرت علیؓ و حضرت سعید بن جبیرؒ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب عبدالله سروج هذه القرية (طبقات ابن سعد جلد' سادس ص ۴) حضرت عبداللہ کے تلامذہ اس بستی کے چراغ ہیں۔ سلیمان تیمیؒ فرماتے ہیں کان فینا ستون شیخا من اصحاب عبدالله۔ یعنی ہمارے زمانہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے ساٹھ شیوخ موجود تھے۔

(۷) حضرت علیؓ نے اپنے رفقاء و تلامذہ سے فرمایا تذاکروا ھذا الحدیث وان لا تفعلوا یدرس (کنز العمال ج۵ ص۲۴۲ وجامع بیان العلم جلد اول ص۱۰۱)

یعنی اپنے ساتھیوں سے باہم ملاقات کرتے رہو اور حدیث کا دورہ اور مذاکرہ جاری رکھو-اور غفلت سے چھوڑے نہ رکھو کہ مٹ جائے- جامع میں تو مزید یہ الفاظ ہیں- اکثروا ذکر الحدیث فانکم ان لم تفعلوا یدرس علمکم۔ یعنی حدیث کا مذاکرہ بکثرت جاری رکھو-اگر اس میں غفلت کرو گے تو تمہارا علم مٹ جائے گا-

(۸) حضرت جابر بن عبداللہؓ کے تلامذہ بھی حضرت جابرؓ کے حسب تاکید باہم دورہ و تکرار کرتے رہتے تھے-حضرت جابرؓ کے تلامذہ میں مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کا مقولہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے-قال کنا اذا خرجنا من عند جابر تذاکرنا حدیثه و کان ابوا لزبیر احفظنا الحدیث۔ (جامع ترمذی کتاب العلل ج۲ ص۲۴۶'طبقات ابن سعد جلد۵ ص۳۵۴) یعنی ہم لوگ حضرت جابرؓ کی مجلس سے سماع احادیث کے بعد اٹھتے تو باہم ان سے حاصل کردہ احادیث کا دورہ و تکرار کرتے-اور باری باری باہم سنتے سناتے- تمام ساتھیوں میں ہمارے ساتھی ابوالزبیر کا حافظہ سب سے اچھا ثابت ہوتا-

(۹) حضرت عبداللہ بن عباسؓ خود بھی احادیث کریمہ کو حفظ رکھتے اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو احادیث کے حفظ کی تاکید کرتے-فرماتے تذاکروا ھذا الحدیث لا ینفلت منکم۔حدیثوں کا باہم مذاکرہ و تکرار کرتے رہو- تاکہ غفلت کے سبب ذہن سے نکل نہ جائے-(سنن دارمی ص۷۸ و فتح المغیث ص۳۳۱)

(۱۰) حضرت ابوسعید خدریؓ خود بھی حافظ الحدیث تھے اور جن شاگردوں کو احادیث نبویہ بتاتے تھے ان سے بھی باہم تکرار و مذاکرہ اور حفظ حدیث کی تاکید فرماتے-(سنن دارمی ص۶۲ و فتح المغیث ص۳۳۱)

الغرض صحابہ کرام بالعموم اپنے تلامذہ کو احادیث کے حفظ و ضبط کی تاکید کرتے تھے-چنانچہ ابن عبدالبرؒ نے حضرات صحابہؓ کا قول نقل کیا ہے-ان نبیکم ﷺ یحد ثنا فنحفظ فاحفظوا کما کنا نحفظ۔(جامع بیان العلم ص٦٤)

افادہ:

حافظ سخاویؒ نے چند اور حضرات صحابہؓ کا نام قلم بند کیا ہے-الغرض آنحضرت ﷺ کے ان اصحاب کبار نے خود بھی احادیث نبویہ کو حفظ رکھا اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی حفظ احادیث کے لئے تاکیدات فرمائیں-چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص'حضرت زید بن ثابت'حضرت ابوموسیٰ اشعری'حضرت ابوسعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام پیش کر کے ان کے متعلق لکھا ہے-امروا بحفظه کما اخذوه حفظا (فتح المغیث ص۲۳۷) یعنی جس طرح ان حضرات نے خود یاد رکھا اسی طرح لوگوں کو بھی زبانی یاد رکھنے کی تاکید فرمائی-

ان چند مثالوں کے پیش نظر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ تابعین عظامؒ وائمہ حدیث میں احادیث نبویہ کے ضبط و تثبت کا سلسلہ قرناً بعد قرنٍ تسلسل کے ساتھ قائم رہا-ان حقائق کی موجودگی میں احادیث نبویہ کے کمال حفاظت اور سینہ و سفینہ میں ضبط و حفظ کا اہتمام و اعتناء صاف طور سے واضح ہورہا ہے- فرضی اللّٰہ عنھم اجمعین (صیانۃ الحدیث)

حفاظ حدیث کے تذکرہ میں یوں تو بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں-مگر ہم بطور نمونہ چند کتابوں کا ذکر کرتے ہیں-

تذکرۃ الحفاظ:

اس عظیم کتاب کے مصنف حافظ شمس الدین ذہبی ہیں-جن کا سن وفات ۷۴۸ھ ہے-یہ کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے-اور اس میں عہد صحابہ سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے بعد تک کے بہت سے حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے-جس میں خاص امر یہ ہے کہ

آپ نے ان علماء کا تذکرہ بالکل چھوڑ دیا ہے جو اہل علم میں تو شمار ہیں مگر حافظ حدیث نہیں ہیں-

اسی طرح ان حضرات کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا گیا- جو بہ تحقیق محدثین متروک الروایۃ قرار دیئے جاتے ہیں- مثال کے طور پر صرف واقدی کو پیش کیا جا سکتا ہے- حافظ صاحب لکھتے ہیں:-

"الحافظ البحر لم اسق ترجمته هنا لا تفاقهم علىٰ ترك حديثه وهو من اوعية العلم الكعبه لا يتقن الحديث وهو رأس فى المغازى والسير و يروى عن كل ضرب۔ واقدی حدیث کے حافظ اور علم کے سمندر ہیں- مگر میں ان کا ترجمہ یہاں نہیں لایا- کیونکہ محدثین کرامؒ نے بالاتفاق ان کو متروک الحدیث قرار دیا ہے- یہ علم کا خزانہ ہیں مگر حدیث میں ان کو پختگی حاصل نہیں تھی- اور مغازی اور سیر میں تو یہ امام فن مسلم ہیں- مگر نقص یہ کہ ہر قسم کے لوگوں سے روایت لے لیتے ہیں-"

الغرض حفاظ حدیث کے تذکرہ میں یہ کتاب بہت ہی قابل قدر ہے- جس میں خالصاً ان ہی علما کا ذکر کیا گیا ہے- جو حدیث کے حافظ تھے اور جن کی عدالت وثقاہت پر امت کا اتفاق رہا ہے-

تذکرۃ الحفاظ وتبصرۃ الایقاظ:

علامہ یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلی المتوفی ۹۰۹ھ نے اس کتاب کو لکھا ہے- جس میں حفاظ حدیث کے نام بیان کر کے ہر ایک کے ساتھ اس کے حافظ حدیث ہونے کی تصریح بھی نقل کی ہے جو زیادہ تر علامہ ذہبیؒ کی تاریخ کبیر اور کاشف سے منقول ہے- مصنفؒ لکھتے ہیں:-

"اس کتاب کے اندر میں ان کے ناموں کا ذکر کروں گا جو امت میں حدیث نبوی کے حافظ گزرے ہیں- اس کتاب کو میں نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے- دیگر علمائے فن کی کتابیں میں نے دیکھی ہیں جن میں اکثر حافظان حدیث کا ذکر کیا گیا ہے- کیونکہ انہوں نے صرف ایک سو کے قریب حفاظ کا تذکرہ کیا ہے- اور پھر محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کی اصطلاح میں جن کو حافظ کہا گیا ہے' اس کا لحاظ نہیں رکھا ہے اس لئے مجھ کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی-"

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خود مصنفؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے- جس پر خود مصنف ہی کی قلم سے تعلیقات اور اضافے بھی ہیں- مصنف نے اس کو ۸۸۷ھ میں اپنے گھر پر لکھا تھا جو محلہ صالحیہ دمشق میں واقع تھا- حلب کے تکیہ اخلاقیہ کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے-

کتاب اربعین الطبقات:

اس عظیم کتاب کے مؤلف حافظ شرف الدین ابوالحسن علی بن مفضل المتوفی ۶۱۱ھ ہیں- حفاظ حدیث کے حالات میں یہ نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے جو چالیس طبقات پر مرتب ہے- اور صاحب کشف الظنون نے نہایت شان دار لفظوں میں اس کتاب کا تعارف کرایا ہے-

طبقات الحفاظ:

حافظ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ نے ذہبی کے تذکرہ الحفاظ کی تلخیص کی ہے' اسی کا نام طبقات الحفاظ ہے- تراجم میں مفید اضافے بھی کئے ہیں- اور یورپ میں شائع ہو چکی ہے-

طبقات الحفاظ ہی کے نام سے علامہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانیؒ نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے- علامہ نے اس میں صرف ان حفاظ کو لیا ہے جن کا ذکر حافظ جمال الدین مزی کی تہذیب الکمال میں نہیں آیا ہے- ایک طبقات الحفاظ شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ کی تصنیف بھی ہے- اس میں بھی صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے-

اخبار الحفاظ:

علامہ ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ کی قابل قدر کتاب ہے جس میں سو کے قریب ان حفاظ کا تذکرہ ہے جو اپنے فن حفظ کے اعتبار سے اپنے اپنے زمانوں میں یکتائے زمانہ شمار کئے جاتے تھے' لیکن یہ صرف حفاظ حدیث ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ بعض دیگر علوم وفنون کے حفاظ کا ذکر بھی اس میں آگیا ہے-

یہ چند کتابوں کا ذکر بطور نمونہ آگیا ہے ورنہ تفصیل سے لکھا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے-اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلاف کو حفظ قرآن وحفظ حدیث ودیگر علوم وفنون کا کس درجہ شوق تھا-اور اس سلسلہ میں وہ کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے-اسی کوشش کے طفیل آج تک قرآن شریف موجود رہا اور قیامت تک موجود رہے گا-اور اسی کوشش کے صدقہ میں ہزارہا احادیث نبوی کا ذخیرہ ہم تک پہنچا اور کتابوں میں مدون ہو کر قیامت کے لئے محفوظ ہو گیا-ادیان عالم میں ایسی فنی علمی مثالیں مفقود ہیں-اور یہ وہ خصوصیت ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو اس لئے نصیب ہوئی کہ ان کا دین ان کی شریعت اب ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والی ہے-جب تک دنیا میں انسان باقی رہے گا اسلام باقی رہے گا اور اسلام کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث باقی رہیں گے-

علم حدیث کا فنی حیثیت میں مدون ہونا:

ناظرین کرام پچھلے صفحات میں معلوم کر چکے ہیں کہ اگرچہ عہد نبوی وعہد صحابہ میں زیادہ تر شوق حفظ قرآن وحفظ حدیث ہی کا تھا-پھر بھی خود رسول کریم ﷺ کے عہد مقدس میں آیات وسور قرآنیہ کا مختلف کاغذوں' پتوں' پتھروں وغیرہ پر لکھنا لکھوانا منقول ہے-اسی طرح احادیث کے لئے بھی خود ہدایات نبوی موجود ہیں کہ میری احادیث کو لکھو' مگر نہ اس طور پر کہ قرآن مجید سے ان کا اختلاط ہو سکے-اس بارے میں خاص طور سے تاکید فرمائی گئی کہ احادیث کا ذخیرہ قرآن مجید سے الگ رہنا ضروری ہے-بہر حال بہت سے حدیثی نوشتوں کا عہد رسالت میں ثبوت موجود ہے-پھر عہد صحابہ میں بھی احادیث کے کتابی ذخائر ملتے ہیں-ان حقائق کے پیش نظر امت میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ حدیث نبوی کو باضابطہ فنی حیثیت سے مدون کرنے کا سلسلہ شروع ہوا-

اس سلسلہ میں المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں-

اعلم علمنی اللّٰہ وایاك ان اثار النبی ﷺ لم تکن فی عصر النبی ﷺ وعصر اصحابہ وتبعھم مدوّنة فی الجوامع ولا مرتبة لوجھین احد ھما انھم کانوا فی ابتداء الحال قد نھوا عن ذلك کما ثبت فی صحیح مسلم خشیة ان یختلط بعض ذلك بالقرآن العظیم و الثانی سعة حفظھم وسیلان اذھانھم ولان اکثرھم کانوا لایعرفون الکتابة ثم حدث فی اواخر عصرالتابعین تدوین الآثار و تبویب الاخبار لما انتشر العلماء بالامصار و کثرالابتداع من الخوارج والروافض ومنکری الاقدار (مقدمہ تحفة الاحوذی ص۱۳)

یعنی رسول کریم ﷺ کے آثار مبارکہ آپ کے زمانہ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں کتابوں میں مدون نہ تھے-اور نہ (بشکل موجودہ) ان کی ترتیب تھی-جس کی دو وجہ ہیں-اول وجہ تو یہ کہ ابتداء اسلام میں وہ آثار نبوی کی کتابت سے روک دیئے گئے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اس خطرہ کی بنا پر کہ آثار کا کوئی حصہ قرآن مجید کے ساتھ مخلوط نہ ہونے پائے-اور دوسری وجہ یہ کہ ان حضرات صحابہ وتابعین کا حافظہ بہت وسیع تھا اور ان کے ذہن بڑے تیز اور قوی تھے-ان کی اکثریت فن کتابت سے واقف نہ تھی اس لئے وہ صرف اپنے حافظہ پر بھروسہ رکھتے تھے-پھر تابعین کے آخری دور میں آثار نبوی واخبار رسالت کی تدوین وتبویب کا کام شروع ہوا جب کہ علماء مختلف شہروں میں پھیل گئے-اور خوارج روافض ومنکرین تقدیر وغیرہ کی بدعات نے زور پکڑا' اس وقت ضروری معلوم ہوا کہ احادیث نبوی کو فنی طور مدون ومرتب کرنا ضروری ہے-پس جمع حدیث کا فنی

طور پر سب سے پہلے جمع کرنے کا شرف حضرت ربیع بن فصیح اور سعد بن ابی عروبہ وغیرہ کو حاصل ہے- آگے علامہ مرحوم فرماتے ہیں-

فکانوا یصفون کل باب علیٰ حدة الیٰ ان قام کبار اهل الطبقة الثالثة فی منتصف القرن الثانی فدونوا الاحکام فصنف الامام مالك المؤطا وتوخیٰ فیه القوی من حدیث اهل الحجاز مزجه باقوال الصحابة والتابعین ومن بعد هم وصنف ابو محمد عبدالملك بن عبدالعزیز بن جریج بمكة وابو عمروعبد الرحمٰن الاوزاعی بالشام وابوعبداللّٰه سفیان الثوری بالكوفة وحماد بن سلمة بن دینار بالبصرة وهشیم بواسط ومعمر بالیمن وابن مبارك بخراسان وجریر بن عبدالحمید بالری وكان هؤلاء فی عصرواحد فلا یدری ایهم سبق(حوالہ مذکور)

یعنی وہ حضرات الگ الگ ابواب کے تحت کتب حدیث تصنیف کیا کرتے تھے- یہاں تک کہ قرن ثانی کے نصف میں طبقہ ثالثہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کھڑے ہوئے- اور انہوں نے احکام و مسائل کو مدون فرمایا- پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا تصنیف کی اور اہل حجاز سے صحیح احادیث کو نقل فرمایا اور اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ان کو مؤید فرمایا- اور ابو محمد عبدالملک بن جریج نے مکہ شریف میں اور ابو عمرو عبدالرحمٰن اوزاعی نے شام میں اور ابو عبداللہ سفیان ثوری نے کوفہ میں اور حماد بن سلمہ بن دینار نے بصرہ میں اور ہشیم نے واسط میں اور معمر نے یمن میں اور ابن مبارک نے خراسان میں اور جریر بن عبدالحمید نے رے میں تدوین احادیث کے فرائض کو انجام دیا- رحمہم اللہ اجمعین- یہ سب حضرات ایک ہی زمانہ میں تھے- لہٰذا نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے اولیت کس کو حاصل ہے-

شائقین کرام کو سابقہ تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ "علم حدیث کا فنی حیثیت میں مدون ہونا" اتنا اہم کام تھا جس پر پوری امت مسلمہ ہمیشہ نازاں رہے گی- اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ فرامین رسالت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ تحقیق و تدقیق، جرح و تعدیل کے بہت سے فنی علوم وجود میں آگئے- اور تاریخ انسانیت کی جانچ کے لئے یہ یقین افروز راستہ کھل گیا- خدانخواستہ یہ کام نہ انجام دیا جاتا تو آج اسلام بھی فنی حیثیت سے ایسا ہی گمنامی کی نذر ہوتا جیسا کہ دیگر ادیان عالم کا حال ہے کہ ان کے متعلق صحیح ترین معلومات ظنون و شکوک کے درجہ میں ہیں-

تدوین احادیث کے بارے میں علامہ ابن حجرؒ کا بیان :

علامہ موصوف مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں-

اعلم علمنی الله و ایاك ان اثار النبی صلی الله علیه وسلم لم تكن فی عصر النبی صلی الله علیه وسلم ولم تكن فی عصر الصحابة و كبارتبعهم مدونة فی الجوامع ولا مرتبة لا مرین احدهما انهم كانوا فی ابتداء الحال قد نهوا عن ذلك كما ثبت فی صحیح مسلم خشیة ان یختلط بعض ذلك بالقران العظیم و ثانیهما لسعة حفظهم و میلان اذهانهم و لان اكثرهم كانوا لا یعرفون الكتابة ثم حدث فی اواخر عصرالتابعین تدوین الآثار و تبویب الاخبار لما انتشر العلماء فی الامصار و كثر الابتداع من الخوارج والروافض و منكری الاقدار فاوّل من جمع ذلك الربیع بن صبیح و سعید بن ابی عروبة و غیرهما و كانوا یصنفون كل باب علی حدة الی ان قام كبار اهل الطبقة الثالثة فدونوا الاحكام الی اخره-

یعنی جان لو کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ آپ کے زمانہ میں اور بعد میں آپ کے صحابہ کے زمانہ میں پھر کبار تابعین کے دور میں بشکل کتب جوامع مدون اور مرتب نہ تھے- جس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ ابتدائے زمانہ اسلام میں صحابہ کرام کو

ارشادات نبوی کی کتابت سے اس لئے روک دیا گیا تھا تاکہ وہ قرآن مجید کے ساتھ خلط ملط نہ ہونے پائیں-اور دوسری وجہ یہ کہ صحابہ کرام کا حافظہ بے حد قوی تھا اور ان کا ذہنی رجحان زیادہ تر حافظہ ہی کی طرف تھا-اسی لئے ان میں اکثر فن کتابت سے ناواقف تھے-پھر تابعین کے آخری دور میں جب علمائے اسلام شہروں اور دور دراز علاقوں میں منتشر ہو گئے اور خوارج و روافض اور قدریہ کی بدعات نے زور پکڑا اس وقت ضرورت محسوس ہوئی اور تدوین احادیث نبوی کا کام شروع ہوا-پس اول جس بزرگ نے یہ کام انجام دیا وہ ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہما بزرگان اسلام ہیں-ابھی تک یہ حضرات ہر باب علیحدہ علیحدہ مرتب فرما رہے تھے-یہاں تک کہ طبقہ ثالثہ کے کبار ائمہ کرام و علماء عظام کھڑے ہوئے اور انہوں نے احادیث کو باضابطہ مدون کرنا شروع کیا-

پس امام مالکؒ نے مؤطا کو مدون فرمایا اور حجازیوں کی قوی ترین احادیث کو انہوں نے مرتب فرما کر ان کو اقوال صحابہ سے موثق کیا-اور ابو محمد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے مکۃ المکرمہ میں اس کام کو انجام دیا اور ابو عمرو بن عبدالرحمٰن بن اوزاعی نے شام میں اور ابو عبداللہ سفیان بن سعید نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ بن دینار نے بصرہ میں-پھر ان کے عصر میں بہت سے علمائے کرام نے اس نہج پر اس اہم خدمت کی طرف توجہ کی' بعد میں مزید فنی ترقیاں وجود میں آئیں-

احادیث اور آثار کو اس تاخیر کے ساتھ مدون کرنے کا کام امت نے کیوں شروع کیا اور عہد رسالت میں احادیث لکھنے کا سلسلہ نہ تھا-اس بارے میں عصر حاضر کے ایک مشہور فاضل ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنیٰ سباعی کا ایک طویل مقالہ ہمارے سامنے ہے جس میں آپ نے حدیث کے بارے میں قیمتی معلومات حوالہ قرطاس فرمائی ہیں-مقالہ عربی میں ہے-جس کا ترجمہ ملک غلام علی صاحب نے کیا ہے-جسے ہم "تجلی دیوبند" اپریل ۵۵ء کے شکریہ سے ناظرین کی معلومات کے لئے نقل کر رہے ہیں-

عہد نبوی میں احادیث کیوں مرتب نہیں کی گئیں؟:

مؤلفین سیرت' علماء حدیث اور جمہور مسلمین کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کی اولین توجہ حفاظت قرآن کی طرف مبذول تھی-چنانچہ آپؐ کی وفات کے وقت قرآن سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہو چکا تھا-صرف اسے ایک مصحف کی شکل دینے کی کسر باقی تھی-حدیث و سنت کا معاملہ اس سے مختلف تھا-اگرچہ اس کے مصدر تشریع ہونے کی حیثیت مسلم تھی-لیکن اس کی باضابطہ تدوین اس طریقے سے نہیں کی گئی جس طرح قرآن کی ہوئی-اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کا مواد قرآن کی طرح مختصر نہیں تھا-اقوال' اعمال اور معاملات کا یہ عظیم الشان ذخیرہ ایک نبی کی جامع اور ہمہ گیر تیئیس سالہ حیات سے تعلق رکھتا تھا جس کے دیکھنے' سننے اور جاننے والے ہزارہا افراد تھے اور بیک وقت سب کو ہی اس سے واسطہ پیش نہ آتا تھا-بلکہ مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو پیش آتا تھا-اس زمانے میں پڑھے لکھے صحابہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے-سامان کتابت کا یہ حال تھا کہ قرآن کی کتابت کے لئے بھی کچھ کھجور کے پتے' جھلیاں اور پتھر کی تختیاں بمشکل فراہم کرتے تھے-اس زمانہ کے فن تحریر کو بھی آج کل کی زود نویسی سے کوئی نسبت نہ تھی-ان حالات میں کیسے ممکن تھا کہ ہر صحابی اپنے ساتھ ایک نوٹ بک اور پنسل رکھتا-اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا اسے لکھتا جاتا ان میں سے جو لکھے پڑھے تھے ان کے لئے بھی یہ عملاً دشوار بلکہ ناممکن تھا کہ وہ قرآن کی طرح قرآن لانے والے کے اقوال و اعمال کو بھی قلم بند کر لیتے-علاوہ ازیں چونکہ قرآن شریعت کا اولین اور اساسی منبع تھا-اس لئے کاتبین صحابہ نے سب سے پہلے قرآن کی کتابت کا اہتمام فرمایا-تاکہ اسے بلا کم و کاست ایک منضبط تحریری شکل میں اپنے بعد کی نسلوں کے سپرد کر دیں-مزید بر آں عرب امی اور ان پڑھ تھے-اگر وہ کسی چیز کو محفوظ کرنا چاہتے تھے تو اس معاملے میں ان کا واحد اعتماد اپنے حافظے پر ہوتا تھا-قرآن مجید چونکہ نجماً نجماً اور ابتداء میں چھوٹی چھوٹی سورتوں کی شکل میں نازل ہو رہا تھا-اس لئے اس کا ازبر کر لینا نسبتاً سہل تر تھا-اور طبائع فطری طور پر اس کے حفظ کے لئے

مائل اور آمادہ ہو گئیں- برعکس اس کے سنت ایک وسیع الاطراف ذخیرے کا نام تھا جو عہد رسالت کے کثیر التعداد تشریعی اقوال و اعمال پر مشتمل تھا- اگر اس پورے مواد کی باقاعدہ تدوین بھی قرآن کے ساتھ ساتھ کی جاتی تو لازماً صحابہ کو قرآن کے علاوہ سنت کی محافظت کے لئے بھی اپنے حافظے پر شدید بوجھ ڈالنا پڑتا اور اس بار کا ناقابل برداشت ہونا بالکل ظاہر ہے- پھر اس کے علاوہ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں بلا ارادہ جامع اور مختصر کلمات نبوی اور آیات قرآنی خلط ملط نہ ہو جائیں- اس سے اعدائے اسلام کے لئے شک کا اور احکام اسلامیہ پر حملوں کا دروازہ کھلتا تھا- اور سطوتِ دینی کی پامالی کا خطرہ تھا- عدم تدوین سنت کے اور بھی بہت سے وجوہ ہیں جو علماء نے تفصیل سے بیان کئے ہیں- صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے جو قول رسولؐ مروی ہے کہ "قرآن کے سوا کسی چیز کو میری طرف سے نہ لکھو اور جس نے لکھی ہو وہ مٹا دے-" وہ اسی صورت حال سے تعلق رکھتی ہے-

کیا عہدِ نبویؐ میں احادیث لکھی ہی نہ گئی تھیں؟ لیکن عہد نبوی میں اگر قرآن کی طرح حدیث کی باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس عہد مبارک میں کوئی حدیث سرے سے لکھی ہی نہیں گئی- متعدد احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس عہد میں بھی کتابتِ حدیث ہوتی رہی ہے- امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے سال بنو خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے عوض بنولیث کا ایک آدمی حرم میں قتل کر دیا تھا- نبی کریم ﷺ یہ خبر پا کر سوار ہوئے اور آپؐ نے ایک تقریر فرمائی کہ:

> "اللہ تعالیٰ نے مکہ میں قتال سے روک دیا ہے- اور یہاں اپنے رسول اور مومنوں کو غالب کیا ہے- یہاں لڑائی مجھ سے پہلے نہ کسی کے لئے حلال تھی اور نہ آئندہ ہو گی- یہ دن کی چند گھڑیوں کے لئے مجھ پر حلال کی گئی تھی جو اس وقت گذر رہی ہیں- نہ یہاں کا کانٹا توڑا جائے اور نہ ٹہنی کاٹی جائے الا یہ کہ کوئی حاجت مند گری پڑی چن لے- مقتول کے وارث کے لئے دو راستے ہیں- یا تو اسے دیت دی جائے یا قصاص-"

تقریر کے خاتمے پر اہل یمن میں سے ایک صاحب ابو شاہ نامی نے عرض کیا- "یارسول اللہ! میرے لئے یہ خطبہ لکھوا دیجئے-" آپ نے فرمایا: "اکتبوا لابی شاہ" (ابو شاہ کو لکھ کر دے دو) اسی طرح آپ نے ہم عصر ملوک اور امراء کے نام خطوط لکھوائے جن میں دعوتِ اسلام تھی- اور آپ اپنے عمال اور سپہ سالاروں کے لئے بھی ہدایات تحریر کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب فلاں مقام سے گزر جاؤ تو انہیں پڑھنا- بعض پڑھے لکھے صحابہ کے پاس صحیفے اور یادداشتیں بھی ہوتی تھیں جن میں وہ ارشادات نبوی ﷺ کو لکھ لیتے تھے- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس ایک نوٹ بک تھی جسے وہ "صادقہ" کے نام سے یاد کرتے تھے- امام احمد و بیہقی نے مدخل میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ کے سوا مجھ سے بڑھ کر کوئی عالم حدیث نہ تھا- وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا- بعض صحابہ کی نگاہ میں حضرت عبداللہ کا فعل کھٹکا تھا- اور انہوں نے کہا تھا کہ آپ رسول اللہ کی ہر بات لکھ لیتے ہیں- حالانکہ بعض اوقات حضور ﷺ ناراضگی کی حالت میں ہوتے ہیں- اور ایسی بات فرما سکتے ہیں جو مشروع نہ ہو- اس پر حضرت ابن عمروؓ نے آپؐ سے رجوع کیا- آپؐ نے فرمایا- "تم مجھ سے سن کر لکھ لیا کرو- اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میرے منہ سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا-"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے کہ ان کی ایک یادداشت میں دیت عاقلہ اور بعض دیگر احکام تحریر تھے- اسی طرح اس کا ثبوت موجود ہے کہ حضورؐ نے اپنے گورنروں کو فرامین ارسال فرمائے تھے جن میں مواشی اور دیگر اموال زکوٰۃ کے نصاب اور شرح زکوٰۃ کی تفصیل درج تھی-

کتابت حدیث کے بارے میں اجازت اور ممانعت پر دلالت کرنے والی جو دو طرح کی احادیث وارد ہیں- ان کے متعلق اکثر اہل

علم کی رائے یہ ہے کہ نہی پہلے تھی اور بعد میں اجازت دے دی گئی۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ نہی کی اصل غرض قرآن و سنت کو گڈمڈ ہونے سے بچانا تھا۔ اس لئے جہاں اس امر کا خطرہ موجود تھا۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔ اور جہاں خطرے کا امکان تھا وہاں روک دیا۔

ہماری تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ جس چیز سے منع فرمایا گیا تھا' وہ قرآن کی طرح حدیث کی باقاعدہ و باضابطہ تدوین تھی۔ باقی ذاتی یادداشتوں کی ممانعت نہیں کی گئی تھی۔ اور خاص حالات و ضروریات میں اس کی اجازت تھی۔ جملہ احادیث پر غور و تامل کرنے سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ نہی کا ایک عمومی حکم دینے کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے خاص افراد کو خاص حالات میں اجازت دے دی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حرمتِ کتابت کا عمومی حکم باقی نہیں رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا عہدِ نبویؐ کے آخر تک استمرارِ کتابت اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کتابتِ حدیث فی نفسہ جائز تھی۔ بشرطیکہ وہ اتنے عمومی اور وسیع اہتمام کے ساتھ نہ ہو جتنا کہ تدوین قرآن کے بارے میں اختیار کیا جا رہا تھا۔ بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے جو روایت آپ کے آخری ایام مرض سے متعلق بیان کی ہے وہ بھی اذن کتابت کی تائید کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ آپؐ نے شدت تکلیف میں فرمایا تھا کہ کاغذ لاؤ' میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھوا دوں تاکہ تم بعد میں بھٹکنے نہ پاؤ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے آپ کے درد و کرب کے پیش نظر اس تجویز پر عمل درآمد نہیں ہونے دیا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذن ناسخ اور نہی منسوخ ہے۔

عہدِ نبویؐ کے بعد حدیث کے بارے میں صحابہ کا موقف:

حضرت زید بن ثابتؓ سے ابوداؤد اور ترمذی کی یہ روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ "اللہ اس آدمی کو خوش اور آسودہ رکھے جس نے میری بات سنی' اسے محفوظ کر لیا۔ اور پھر اسے جیسے سنا تھا ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ بسا اوقات سننے والے سے بڑھ کر محافظ وہ شخص ہوتا ہے جس تک سننے والا پہنچاتا ہے۔" اور حدیث میں ارشاد فرمایا: "دیکھو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ اس تک میری بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔" (جامع بیان العلم عن ابی بکرہ ج ا ص ۴۱' ۲ مسلم عن ابی ہریرہؓ)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو وصیت فرمائی کہ وہ سنت کو صحت و تحقیق کے ساتھ اپنی آئندہ نسلوں تک پہنچائیں اور فرمایا "ایک آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ جو سنے' بلا تحقیق اسے دوسروں تک پہنچا دے۔"

ان ارشادات کے پیش نظر صحابہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ سنت کی اس امانت کو بلا کم و کاست دوسروں کے حوالے کرنے کا پورا پورا اہتمام کریں۔ خصوصاً جبکہ وہ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ اور تابعین نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اور طویل مسافتیں طے کر کے ان کے پاس آنا شروع کر دیا تھا۔ حدیث کے پھیلانے اور اسے جمہورِ مسلمین تک پہنچانے میں مذکورہ بالا ارشاداتِ نبویؐ نے ایک زبردست محرک کا کام کیا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ روایت کی کثرت و قلت کے اعتبار سے صحابہ آپس میں متفاوت تھے۔

مثلاً حضرت زبیر' زید بن ارقم اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بہت کم احادیث منقول ہیں۔ امام بخاریؒ کتاب العلم میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ "آپ فلاں فلاں صحابی کی طرح زیادہ احادیث کیوں بیان نہیں کرتے؟" انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی آپؐ کے ہر وقت ساتھ رہتا تھا۔ لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں اپنا مقام بنا لے۔" اسی طرح ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ زید بن ارقمؓ سے جب کہا جاتا تھا کہ کوئی حدیث بیان کیجئے تو وہ کہتے:

"ہم بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنا ایک بڑا کٹھن کام ہے۔"

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مالکؓ کے ساتھ مدینے سے مکے کا سفر کیا۔ اس اثناء میں میں نے ان سے ایک حدیث

بھی نہ سنی- حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے-"او کما قال" (آپؐ نے یہ بات یا تقریباً اس جیسی بات ارشاد فرمائی تھی) حضرت انس کی یہ احتیاط اس بنا پر تھی کہ کہیں کوئی غلط چیز آپؐ کی طرف منسوب نہ ہو جائے- حضرت زبیرؓ زید بن ارقمؓ اور ان کی طرح دوسرے قلیل الروایت صحابہ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ مبادا ابلا ارادہ یا غیر شعوری طور پر وہ غلط بیانی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں- نیز انہیں اپنے حافظے پر بھی اس حد تک اعتماد نہیں تھا کہ انہیں اس امر کا کلی اطمینان ہو تا کہ وہ احادیث کے الفاظ اور انداز بیان کو پوری صحت کے ساتھ نقل کر سکیں گے- اس لئے ان کے نزدیک احتیاط کا پہلو اسی میں تھا کہ وہ کم روایت کریں اور صرف وہی حدیث روایت کریں جس کی صحت پر انہیں کامل اعتماد ہو-

ان سب احتیاطوں پر مستزاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ حدیث میں لوگ ایسے منہمک نہ ہو جائیں کہ قرآن سے غفلت برتنے لگیں- قرآن کے نزول پر ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اور اس کی حفاظت' مطالعہ اور نقل و اشاعت کی ضرورت مقدم ترین تھی- امام شعبی قرظہ بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قرظہؓ نے کہا "ہم عراق کو جا رہے تھے- حضرت عمرؓ ہمارے ساتھ مقام صرار تک آئے- یہاں انہوں نے وضو کیا- اور کہا' کیا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہا اس لئے کہ ہم اصحاب رسول ہیں-" حضرت عمرؓ نے فرمایا' تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سے خصوصی لگاؤ رکھنے میں مشہور ہیں- اس لئے تم لوگ انہیں حدیث سنا سنا کر قرآن سے' ان کی دلچسپی کو نہ کم کر دینا- قرآن کی تجوید میں کوشش کرنا اور رسول اللہ ﷺ سے کم روایت کرنا- جاؤ میں تمہارا شریک ہوں- جب حضرت قرظہؓ عراق میں پہنچے- لوگوں نے کہا ہم سے حدیث رسول بیان کیجئے- انہوں نے جواب دیا- ہمیں عمرؓ نے روک دیا ہے-"

لیکن صحابہ کرام میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے اور جن سے دوسروں نے کثرت کے ساتھ روایت کیا ہے- مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے- ان کی روایت کردہ احادیث سے صحابہ کی محفلیں گرم رہتی تھیں- حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص اپنی نوٹ بک "الصادقہ" سے اکثر حدیثیں سنایا کرتے تھے- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کبار صحابہ سے احادیث حاصل کرنے میں گوناگوں تکلیفیں اٹھاتے تھے- اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمان رسول اللہ سنا کرتے تھے-

ابن عبدالبر ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا "مجھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی حدیث کی اطلاع ملتی تھی تو میرے لئے یہ ناممکن نہیں ہوتا تھا کہ میں کسی آدمی کو بھیج کر انہیں اپنے یہاں بلوا لیتا- اور پھر ان سے حدیث رسول سن لیتا- لیکن میں خود جا کر ان کے دروازے پر انتظار میں لیٹ جایا کرتا تھا- حتیٰ کہ صحابی گھر سے باہر نکلتے اور حدیث بیان کرتے-"

غرض یہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے حصول حدیث کی خاطر بے حد و حساب ☐ اور صعوبتیں برداشت کیں- اور جتنے صحابہؓ سے بھی آپ کی ملاقات ممکن تھی ان سے مل کر ان سے احادیث کو بہ تمام و کمال اخذ کیا- پھر اس پورے ذخیرے کی نشر و اشاعت کا فریضہ بھی اپنے ذمہ لیا- اور اس کی ادائیگی میں کسی طرح کا وقار یا غیر ضروری انکسار آپ کی راہ میں حائل نہ ہو سکا- البتہ بعد میں جب جھوٹی احادیث وضع ہونی شروع ہوئیں تو ابن عباسؓ نے روایت حدیث میں کمی کر دی- امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں روایت کرتے ہیں کہ بشیر ابن کعبؓ ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیثیں بیان کرنا شروع کیں- ابن عباسؓ نے کہا- "فلاں حدیث ایک بار پھر سنائیے-" بشیر ابن کعبؓ نے وہ حدیث دوبارہ سنائی اور ساتھ ہی کہا "معلوم نہیں کہ آپ نے میری ساری حدیثیں مان لی ہیں یا صرف اس ایک کو صحیح تسلیم کیا ہے؟" ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ "جب تک کہ وضع حدیث کا فتنہ نمودار نہیں ہوا تھا ہم رسول اللہ سے روایت کرتے تھے لیکن جب سے لوگوں نے غیر ذمہ دارانہ روش اختیار کی ہے ہم نے بھی روایت کرنا ترک کر دیا ہے-"

کثیر الروایت صحابہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں کم روایت کرتے تھے - کیونکہ یہ دونوں خلفاء ایک طرف حدیث میں تحقیق و تنقید پر بہت زیادہ زور دیتے تھے - اور دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق استوار کرنے میں کوشاں رہتے تھے - ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا گیا کہ "کیا آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اسی طرح روایت کرتے تھے جس طرح اب کرتے ہیں؟ کہنے لگے "اگر میں حضرت عمرؓ کے عہد میں ایسا کرتا تو وہ ڈنڈے سے میری خبر لیتے -" (جامع احکام البیان ۲/۱۲۱)

کیا حضرت عمرؓ نے کثرتِ روایت کی بناء پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟:

اس مقام پر حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کے موقف سے متعلق ذیل کے دو سوالات کا جواب دے دینا ضروری ہے -

(۱) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت روایت کی بناء پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟

(۲) کیا صحابہ کرامؓ قبول حدیث کے لئے کچھ شرائط عائد کرتے تھے؟

یہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبار صحابہ میں سے تین اصحاب یعنی حضرت ابن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ اور ابوذر غفاریؓ کو کثرتِ روایت کی بناء پر قید کیا تھا - میں نے کوشش کی ہے کہ کسی معتبر کتاب میں مجھے یہ روایت مل جائے - لیکن میں ناکام رہا ہوں - اس روایت کا موضوع ہونا واضح ہے - ابن مسعودؓ ایک جلیل القدر صحابی اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں - حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی - حتی کہ جب ابن مسعودؓ کو انہوں نے عراق بھیجا تو اپنے اس فعل کا اہل عراق پر بطور ایک احسان کے ذکر کیا - اور ان سے کہا "میں عبداللہ ابن مسعودؓ کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے تمہارے پاس بھیجنے میں بڑے ایثار سے کام لے رہا ہوں -" حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ابن مسعودؓ کا قیام عراق میں رہا - ان کو حضرت عمرؓ نے بھیجا ہی اس لئے تھا کہ اہل عراق کو احکام کتاب و سنت سکھائیں - تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں کثرت روایت کی وجہ سے قید کیا گیا ہو؟ - جہاں تک حضرت ابوذرؓ اور ابوالدرداءؓ کا تعلق ہے ان دونوں اصحاب سے اتنی احادیث مروی ہی نہیں ہیں کہ انہیں مکثرین میں شمار کیا جا سکے - علاوہ ازیں ابوالدرداءؓ بھی ابن مسعودؓ کی طرح شام میں مسلمانوں کے معلم تھے - اور جو سوال آخر الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے وہی اول الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے - کیا حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں حضرات روایت حدیث سے اجتناب کریں تاکہ دین کے احکام مخفی رہ جائیں - حضرت ابوذرؓ سے جو احادیث منقول ہیں وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کا ایک معمولی جزء بنتی ہیں - تو پھر اگر ابوذرؓ کو محبوس کیا گیا تھا تو حضرت ابو ہریرہؓ کو قید کرنا کہیں زیادہ ضروری تھا - اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے ڈر سے روایت نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابوذرؓ کو محبوس کیا گیا تھا تو حضرت ابو ہریرہؓ کو قید کرنا کہیں زیادہ ضروری تھا - اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے ڈر سے روایت نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابوذرؓ کو حضرت عمرؓ کا خوف کیوں نہیں تھا؟

صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہؓ کو کثیر الروایت تسلیم کیا جاتا ہے - مگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی کوئی ایسی بات منقول نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ ان کو روایت حدیث سے روکتے تھے - بلکہ حضرت عمرؓ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے لوگوں سے کثرت سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں، تو حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان سے کہا - "کیا آپ فلاں مقام پر موجود تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ موجود تھے؟" انہوں نے جواب دیا - "ہاں اور میں نے آپؐ سے یہ سنا تھا کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اس نے آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لیا -" حضرت عمرؓ نے کہا - "اگر آپ کو یہ فرمان رسولؐ یاد ہے تو پھر جایئے اور روایت کیجئے -" اب یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو چھوڑ دیا گیا ہو جو کثرت روایت میں جملہ صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے اور ابن مسعودؓ اور ابوالدرداءؓ جیسے صحابہ کو قید کر دیا - جن سے

ابو ہریرہؓ کی بہ نسبت بہت کم روایات منقول ہیں۔

میں نے اس روایت پر بہت غور کیا۔اسے مختلف طریقوں سے جانچا۔ حتیٰ کہ ابن حزم کی کتاب الاحکام جلد ۲ ص ۱۳۹ میں اس پر یہ تنقید میری نگاہ سے گزری:۔

"حضرت عمرؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ابن مسعودؓ' ابوالدرداءؓ اور ابوذرؓ کو بر بنائے اکثار حدیث قید کیا تھا یہ روایت انقطاع سے مطعون ہے کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کا حضرت عمرؓ سے سننا ثابت نہیں ہے امام بیہقی نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یعقوب ابن شیبہ اور طبری وغیرہ نے سماع کو ثابت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سماع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ راوی ننانوے یا پچانوے سن ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر پچھتر برس تھی۔ اس حساب سے ان کی پیدائش آواخر خلافت عمر میں ۲۰ھ میں ہوئی۔ اس طرح عمرؓ سے ان کے سماع کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس بناء پر یہ روایت حجت و دلیل نہیں بن سکتی۔"

آگے چل کر ابن حزم لکھتے ہیں کہ:

"یہ روایت بنفسہ بھی کذب و اختراع کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف تو صحابہ کرام پر اتہام کذب ثابت ہوتا ہے اور یہ ایک نہایت سنگین بات ہے۔ اور دوسری طرف اس سے حضرت عمرؓ کا تبلیغ سنت سے کبارِ صحابہ کو روکنا اور احکام دین کا اخفاء و انکار لازم آتا ہے جو اسلام سے خروج کے مترادف ہے۔ معاذ اللہ! امیر المومنین یہ کیسے کر سکتے تھے؟ یہ بات تو کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہو سکتی اور اگر اصحاب ثلاثہ مذکورہ پر اس سلسلے میں غلط بیانی کا اتہام نہ تھا تو پھر انہیں نظر بند کرنا صریح ظلم کی تعریف میں آتا ہے۔ بہر حال یہ فاسد روایات ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ اسے مان لینے کے بعد دو ضلالت آمیز مفروضوں میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔"

کیا صحابہ قبول حدیث کے لئے کچھ شرائط رکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب دینے کیلئے چند درج ذیل احادیث کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "آپ حدیث قبول کرنے میں سب سے زیادہ محتاط تھے۔ ابن شہاب نے قبیصہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بار ایک متوفی کی دادی ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئی کہ اسے بھی ورثہ میں سے کچھ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیرا حصہ مقرر نہیں کیا گیا' اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اسے ثلث کا حق دار بنایا ہے۔ خلیفۂ اول نے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی اس کا شاہد ہے؟ محمد بن مسلمہؓ نے بھی اس کی شہادت دی۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے اسے نافذ کر دیا۔"

(۲) حریری نے نضرہ سے اور انہوں نے ابی سعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کے دروازے کے باہر سے انہیں تین بار سلام کہا۔ لیکن جب آپ نے جواب نہیں دیا تو واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر انہیں بلوایا اور پوچھا کہ کیوں لوٹ گئے تھے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین بار سلام کہے اور اس کا جواب نہ ملے تو پھر اسے لوٹ جانا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ "اس پر کوئی ثبوت پیش کرو' ورنہ تمہاری خیر نہیں۔" راوی کہتا ہے کہ ابو موسیٰؓ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے' ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ کہنے لگے "تم میں سے کسی نے اس حدیث کو آنحضور ﷺ سے سنا ہے؟" ہم نے کہا "ہاں ہم سب نے سنا ہے۔" پھر ایک صحابی نے ان کے ساتھ جا کر گواہی دی۔ یہ روایت مسلم میں بھی موجود ہے۔"

(۳) ہشام نے اپنے باپ سے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے عورت کے حمل ساقط

جانے کے متعلق پوچھا- تو مغیرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر دیت عائد کی ہے' حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو ایک گواہ لاؤ- مغیرہؓ کہتے ہیں کہ محمد ابن سلمہؓ نے آکر شہادت دی کہ آپؐ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا-

(۴) اسماء ابن حکم الفزاری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے سنا- کہ جب آنحضور ﷺ سے کوئی بات سنتا تو اس سے جتنا فائدہ میرے مقدر میں تھا' حاصل کرتا تھا- اور جب کسی اور سے آپؐ کی حدیث سنتا تھا تو اس سے حلف لیتا تھا- جب وہ حلف اٹھا لیتا تھا تب میں اسے تسلیم کرتا تھا- مجھے ابو بکرؓ نے بتایا اور انہوں نے سچ کہا' کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو بھی گنہگار بندہ وضو کر کے دو رکعت پڑھتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے- اللہ اسے بخش دیتا ہے-"

علم حدیث سے بحث کرنے والوں نے مذکورہ آثار سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نزدیک کسی حدیث کی قبولیت کی شرط یہ تھی کہ اس کے راوی دو یا دو سے زیادہ ہوں- اور حضرت علیؓ کا طریقہ یہ تھا کہ راوی سے حلف لیا جائے- یہ نظریہ مسلمہ اصول کی حیثیت سے تاریخ تشریع اسلامی' اور تاریخ علم حدیث کی اکثر و بیشتر کتابوں میں پایا جاتا ہے- ہمارے فاضل اساتذہ جنہوں نے تاریخ تشریع اسلامی تالیف کی ہے اسی نظریئے کے قائل ہیں- چنانچہ انہوں نے "شروط الائمہ للعمل بالحدیث" کے باب میں اس کا اس طرح ذکر کیا ہے گویا کہ حضرت ابو بکرؓ' عمرؓ اور علیؓ کے نزدیک عمل بالحدیث کے لئے یہی شرط لازم تھی-

لیکن امر واقع یہ ہے کہ ان آثار سے یہ نظریہ باقاعدہ اخذ کرنا صحیح نہیں ہے- یہ ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کی دوسرے منقولہ آثار تردید کرتے ہیں- اور اس امر کے شاہد ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ نے بکثرت ایسی احادیث کو تسلیم کیا ہے جن کا راوی صرف ایک ہے- اور حضرت علیؓ نے حلف لئے بغیر احادیث کو قبول کیا ہے- اس باب میں چند روایات درج ذیل ہیں:-

(۱) امام بخاری و مسلم ابن شہاب سے اور وہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ شام کو جاتے ہوئے جب "سرغ" کے مقام پر پہنچے تو انہیں خبر ملی کہ شام میں وبا پھیل چکی ہے- اس موقع پر حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ نے بتایا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے "تم وہاں مت جاؤ جس جگہ کے متعلق تم کو یہ معلوم ہو کہ وہاں وبا پھیل چکی ہے لیکن جب تم کسی ایسی جگہ مقیم ہو جہاں وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگو بھی نہیں-" حضرت عمرؓ نے جب یہ حدیث سنی تو "سرغ" سے واپس لوٹ آئے- ابن شہاب کہتے ہیں "مجھے سالم بن عبد اللہ نے بتایا ہے کہ حضرت عمرؓ صرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی یہ روایت سن کر لوٹے تھے-"

(۲) الرسالہ (امام شافعی) احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور مالک کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دیت صرف "عاقلہ" کے لئے ہے اور یہ کہ عورت اپنے شوہر کی دیت کی وارث نہیں ہے- لیکن جب ان کو ضحاک بن سفیان نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی اس کی دیت کی وارث ہے- تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا-

(۳) "الرسالہ" ص ۴۲۷ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار کہا "کیا کسی نے جنین کے متعلق نبی کریم ﷺ سے سنا ہے؟" حمل بن مالک بن نابغہ نے کہا کہ "میری دو بیویاں تھیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک نے دوسری کے ڈنڈا مارا جس سے اس کا حمل گر گیا- نبی کریمؐ نے غلام یا لونڈی کو اس کی دیت قرار دیا-" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا "اگر میں یہ نہ سنتا تو اس کے خلاف فیصلہ دے دیتا-"

(۴) روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے مجوس کا ذکر کیا اور کہنے لگے "مجھے معلوم نہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟" عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا- میں نے نبیؐ سے سنا تھا' آپؐ نے فرمایا کہ "ان کے ساتھ اہل کتاب والا سلوک کرو-" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث تسلیم کر لی-" (الرسالہ ص ۴۳۰)-

(۵) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' ہشام بن یحییٰ مخزومی سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ثقیف میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے

ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو بیت اللہ کی زیارت کرتے ہوئے حائضہ ہو جائے - آیا اس کو طہور سے پہلے چلے جانا چاہیے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا- "نہیں" سائل نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں آپ کے خلاف فتوی دیا ہے - حضرت عمرؓ نے سائل کو درے مار کر کہا "تم لوگ مجھ سے وہ بات کیوں پوچھتے ہو جس کے متعلق رسول اللہ فیصلہ فرما چکے ہیں -" (مفتاح الجنہ للسیوطی ص ۳۱)

(۶) روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے انگوٹھے سے لے کر چھنگلی تک کی پانچ انگلیوں کے علی الترتیب پندرہ' دس' نو اور چھ اونٹوں کی دیت مقرر کی تھی - لیکن جب عمرو بن حزم کے خط کی روایت ان سے بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر انگلی کے عوض میں دس اونٹوں کی دیت کا فیصلہ فرمایا ہے تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا- بعض اصول کی کتابوں اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تصنیف فتح الملہم ص ۷ اور الاحکام لابن حزم جلد ۲ ص ۱۳۱ میں تو یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے لیکن "الرسالہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اس تحریر کا علم حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد عمرو بن حزم کی اولاد کے ذریعے سے ہوا تھا- اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے رجوع کر لیا تھا-

(۷) فتح الملہم ص ۷ ہی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسح خفین کا عمل بھی صرف سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت کی بنا پر شروع کیا تھا-

(۸) الاحکام لابن حزم جلد ۲ ص ۱۳۱ میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ مجنونہ زانیہ پر حد جاری کرنے والے تھے - کہ ان کو نبی اکرم کا یہ فرمان معلوم ہوا کہ تین اشخاص (تکلیف شرعی کے لحاظ سے) مرفوع القلم ہیں- (انہی میں سے ایک مجنون ہے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجم سے منع کر دیا-

یہ مذکورہ بالا آثار ہر لحاظ سے صحیح ہیں جن کو ائمہ ثقات حدیث نے نقل کیا ہے- ان آثار سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف ایک صحابی کی روایت کو بلا توقف و تردد قبول کیا ہے- اس قسم کی روایات ان روایات سے بہت زیادہ ہیں (اور صحت میں ان سے کم نہیں ہیں) جن میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کی روایت کی صحت کے ثبوت میں کسی دوسرے راوی کو بطور شاہد طلب کیا ہے-

اب جب یہ بات واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام اکثر منفرد راوی کی روایت کو قبول کر لیتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ سے متعلق طلب شہادت والی ان روایات کی تاویل کرنی پڑے گی جو ان کے اپنے اور دیگر صحابہ کے اکثر عمل کے خلاف پڑتی ہیں- ان روایات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسقاط حمل کے بارے میں مغیرہ بن شعبہ کی روایات حمل بن مالک سے بھی مروی ہے اور اس میں صاف طور پر یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس روایت کو بغیر شاہد کے بلا تامل قبول کر لیا تھا- اب صرف ابو موسیٰؓ کی سلام والی روایات باقی رہ جاتی ہے- اس روایت کو حضرت عمرؓ کی اپنی انفرادی محتاط اور محققانہ روش پر اور صحابہ کرام کو اس پر کاربند رہنے کی تلقین پر محمول کیا جائے گا- ابو موسیٰؓ (اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کی روایت کسی اور طریقہ سے مروی نہیں ہے) اور مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ اس طرز عمل کا مقصد حقیقت میں صحابہؓ کرام کو حدیث رسول کی علت و تحقیق پر ابھارنا تھا- ایسے جلیل القدر صحابہ سے شہادت کا مطالبہ کر کے حضرت عمرؓ دراصل جمہور مسلمین کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ دوسرے صحابہ و تابعین کے معاملہ میں بھی روایت و قبول حدیث کے وقت تحقیقی روش کو ترک نہ کیا جائے- یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے- چنانچہ خود حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا تھا- "میں آپ کو متہم کرنا نہیں چاہتا ہوں' لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا معاملہ ہے-" ایک روایت میں ہے کہ جب ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے ان کے اس طرز عمل کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ "میں تحقیق چاہتا ہوں-"

امام شافعیؒ نے حضرت عمرؓ کے منفرد صحابی سے روایت قبول کرنے کی متعدد مثالیں دینے کے بعد ان کے اس رویے کے متعلق لکھا

ہے کہ "ابی موسیٰ" کی روایت میں تو صرف احتیاط پیش نظر تھی- کیونکہ ان کے نزدیک ابو موسیٰ کے ثقہ ہونے میں شک نہیں تھا- اب اگر یہ کہا جائے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب انس بن مالکؓ کی ربیعہ سے وہ روایت ہے جو ربیعہ نے متعدد علماء سے کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ سے یہ کہا تھا کہ "میں آپ کو اس سلسلے میں متہم کرنا نہیں چاہتا- لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے غلط ملط حدیثیں بیان کرنا نہ شروع کر دیں-"

قبول حدیث کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ سے صرف "وراثت جدہ" والی ایک ایسی روایت ہے جس کی تصدیق میں انہوں نے شاہد طلب کیا ہے- لیکن یہ روایت اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ ان کا موقف ہی یہ تھا کہ جب تک راوی دو نہ ہوں حدیث قبول نہ کی جائے- حضرت ابو بکرؓ کو کئی ایسے مواقع پیش آئے جب کہ ان کو سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنا پڑا- لیکن اس ایک روایت کے علاوہ یہ کہیں نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی دوسرے راوی کو بطور گواہ کے طلب کیا ہو- بلکہ امام رازی محصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے کوئی فیصلہ دیا تھا- بعد میں حضرت بلالؓ نے ان سے کہا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف فیصلہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلے سے رجوع کر لیا- یہ روایت ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے- علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین ص ۵۱ میں قضا کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے طریقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ کو کوئی فیصلہ دینا ہوتا تو وہ کتاب اللہ میں اس کو تلاش کرتے- اگر وہاں نہ ملتا تو پھر سنت رسول اللہ میں تلاش کرتے- اگر اس میں سے بھی نہ ملتا تو پھر صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر اس سے بھی پتہ نہ چلتا تو پھر ممتاز صحابہ کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ لیتے- اور جب وہ لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو فیصلہ کر دیا جاتا-"

حاصل یہ کہ ہمیں "وراثت جدہ" کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس کی تصدیق میں حضرت ابو بکرؓ نے کسی اور راوی کو طلب کیا ہو- اس روایت میں یہ احتمال موجود ہے کہ انہوں نے تثبت اور تحقیق کے لئے ایسا کیا ہے کیونکہ انہیں ایک ایسا فیصلہ صادر کرنا تھا- اور ایک ایسا قانون بنانا تھا جس کے بارے میں قرآن خاموش ہے- اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ قبول حدیث میں یہ ان کا کوئی مستقل مسلک تھا- امام غزالی المستصفی میں لکھتے ہیں کہ "مغیرہ کی اس حدیث کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے توقف کرنے کی وجہ ممکن ہے ہمیں معلوم نہ ہو سکی ہو، ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ آیا یہ حکم باقی ہے یا اسے کسی دوسرے فیصلے نے منسوخ کر دیا ہے- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدعا یہ ہو کہ اگر کسی اور کے پاس اس حکم کے حق میں یا خلاف کوئی دلیل ہو تو وہ پیش کر دے تا کہ حکم مؤکد یا منسوخ ہو جائے- اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے ان کا مقصد روایت میں تساہل سے روکنا ہو- بہر حال ان میں سے کسی نہ کسی وجہ پر اس روایت کو محمول کرنا پڑے گا- کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے منفرد صحابی کی روایت کو خود بھی قبول کیا ہے اور دوسرے قبول کرنے والوں پر بھی اعتراض کیا-

حضرت علیؓ کے بارے میں بھی یہ روایت کہ وہ راوی سے حلف لیا کرتے تھے مجھے عجیب معلوم ہوتی ہے- اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں کلام نہیں- لیکن اگر صحیح نہ ہو تو پھر حضرت علیؓ کا مسلک بھی وہی ہو گا جو دوسرے صحابہ کا تھا- ان کے متعلق معلوم ہے کہ قبول حدیث کے معاملے میں ان کا طرز عمل دیگر صحابہ کرام سے مختلف نہ تھا- امام رازی نے محصول جلد ۲ میں ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "انہوں نے مذی کے متعلق مقداد بن اسود کی روایت قبول کی ہے (یعنی بغیر حلف کے)" اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایک روایت میں انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے حلف نہیں لیا- بلکہ کہا کہ "ابو بکرؓ سچ کہتے ہیں" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حلف لینا ان کا عام مسلک نہیں تھا-

خلاصہ یہ کہ ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم سے منفرد راوی کی روایت قبول کرنا صحیح طور پر ثابت ہے- اور وہ حالات اور اسباب جن کے تحت دوسرا راوی طلب کیا گیا یا حلف لیا گیا ہے یہ ثابت نہیں کرتے کہ ان حضرات کا دائمی مسلک اور مستقل طرز عمل یہ تھا- اس

بحث و تحقیق سے یہ ثابت اور واضح ہو گیا کہ ان تین کبار صحابہ کا عمل ان صحابہ کرام کے موافق ہے جو صرف ایک راوی سے روایت قبول کر لیا کرتے تھے-انتہی

ناظرین کرام نے اس تفصیلی مقالہ کے مطالعہ سے بہت سی معلومات کے ساتھ یہ بھی اندازہ لگایا ہو گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفائے راشدین احادیث رسول ﷺ کی صحت کے متعلق کس قدر احتیاط ملحوظ خاطر رکھتے تھے-ان کو معلوم تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ پر کوئی غلط بات تھوپنا اتنا بڑا گناہ ہے جس کی سزا دوزخ ہی ہے' حضور ﷺ نے فرمایا ہے-((من قال علی ما لم اقل فلیتبوا مقعده من النار)) جو میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو-وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے-یہی حدیث تھی جس کی تعمیل میں حضرات صحابہؓ انتہائی احتیاط برتتے تھے-اس بارے میں ہمارے محترم مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نے اپنی قابل قدر کتاب "صیانۃ الحدیث" میں ایک طویل مقالہ معلومات سے بھرپور لکھا ہے-جو نقل کیا جا رہا ہے-اس کے مطالعہ سے بھی اندازہ لگایا جا سکے گا کہ حدیث نبوی کو فنی حیثیت سے مدون کرنے والوں کو کس قدر احتیاط کا پہلو مد نظر رکھنا ضروری ہے باوجود یہ کہ فن حدیث کے لئے بہت سے قیمتی اصول اور بہترین فنی ضوابط مقرر کئے گئے ہیں- جن کا تفصیلی بیان اگلے صفحات پر آپ مطالعہ فرمائیں گے پھر بھی لفظ "احتیاط" ایسا ہے جو یہاں قدم قدم پر سامنے رکھنا ضروری ہے-اللہ پاک نے قرآن مجید میں ایک عام ہدایت فرمائی ہے کہ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (بنی اسرائیل:۳۶) یعنی ایسی بات کے پیچھے بالکل نہ لگنا جس کا تجھ کو علم نہ ہو-اس لئے کہ کان اور آنکھ اور دل اللہ کے ہاں سب سے ہی سوال کیا جائے گا-

مولانا جھنڈانگری صاحب مدظلہ تعالیٰ نے صحابہ کرام و خلفائے راشدینؓ کے اس پہلو پر تفصیلی قلم اٹھایا ہے-گویا ان قیمتی معلومات کو ایک جگہ جمع فرما کر ہم جیسے طالبان حدیث کے لئے بیش بہا ذخیرہ مہیا فرمادیا ہے-جزاہ اللہ خیراً-موصوف تحریر فرماتے ہیں-

احتیاط صحابہ و تابعین و محدثین :

صحابہ کرام اور تابعین عظام ضبط روایت میں اصطلاحاً کمال اعتناء کے ساتھ ہی محتاط بھی اس درجہ کے تھے کہ دو مترادف الفاظ میں جو معنی ایک ہوتے ہیں-روایت کرتے ہوئے یہ بتا دیتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے اور فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے-اس کی نظیریں کتب حدیث میں خصوصاً مسند احمد اور مسلم شریف میں بکثرت ہیں-چند مثالیں دیکھئے- (۱) حضرت انسؓ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں و معنا عكازة او عصار صحيح (صحیح بخاری جلد اول ص ۷۱)-ادنیٰ فرق کے ساتھ دونوں کے معنی لاٹھی کے ہیں-اس لئے ضبط الفاظ میں احتیاط کے لئے او کے ساتھ دونوں لفظوں کو بیان کر دیا-

(۲) نبی ﷺ سے سترہ کے بیان میں جو حدیث صحابہ سے مروی ہے اس میں صرف اربعین کا لفظ ہے-لیکن اس سے کیا مراد ہے' چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال؟ چونکہ کوئی تعین نہیں ہے-اس لئے آخر تک تمام محدثین نے اسی طرح ابہام کے ساتھ روایت کیا ہے-امام بخاریؒ نے محدث ابوالنصر کا مقولہ نقل کیا ہے-قال لا ادری قال اربعین یوما او شهرًا او سنة .(صحیح بخاری جلد اول ص ۷۳)

(۳) حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث کے بیان میں عشاء یا عتمہ کا لفظ استعمال کیا-اگرچہ معنی دونوں ایک سے ہیں-لیکن حضرت عائشہؓ کی تعبیر کن لفظوں سے تھی' حضرت عائشہؓ کے تلامذہ اور دیگر ائمہ حدیث نے احتیاطاً دونوں طرح کی روایت کر دی کہ حضرت عائشہؓ نے اعتم النبی صلی اللہ علیہ و سلم بالعشاء فرمایا تھا یا اعتم النبی صلی اللہ علیہ و سلم بالعتمة فرمایا تھا-(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰)

(۴) لا تضامون و لا تضاهون میں معنی کچھ فرق نہیں ہے- لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر کیا فرمایا تھا- حضرت جریر بن عبداللہ نے احتیاطاً دونوں لفظوں کی روایت کر دی-(صحیح بخاری جلد اول ص ۸۱)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حدیث میقات احرام میں صرف ایک جملہ آنحضرت ﷺ سے خود نہ سن سکے بلکہ دوسروں سے سنا تو خاص طور پر اس کا اظہار کر دیا کہ حدیث و یهل اهل الیمن من یلملم لم افقه هذه من رسول الله صلى الله علیه وسلم و یزعمون ان رسول الله صلى الله علیه وسلم قال و یهل اهل الیمن من یلملم-(فتح المغیث ص ۲۹۰) یعنی انہوں نے غایت درجہ احتیاط کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میقات کی پوری تفصیل تو خود میری سنی ہوئی ہے- لیکن اہل یمن کے میقات کا ٹکڑا میں نے دوسروں سے سنا- انہوں نے کمال احتیاط سے ان کی نسبت ان دیگر اصحاب کی طرف کر کے روایت کی-

(۶) حضرت جابر بن سمرہؓ کا ایک واقعہ اس طرح کا ہے فرماتے ہیں- سمعت النبی صلى الله علیه وسلم یقول یکون اثنا عشرا میرا فقال کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش- (فتح المغیث ص ۲۹۰) یعنی میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے- اس کے بعد آپ نے کچھ اور فرمایا- جسے میں نہیں سن سکا- تو میرے والد (سمرہؓ) نے مجھے بتلایا کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سب امیر قبیلہ قریش سے ہوں گے-

دیکھئے! حضرت جابرؓ نے غایت درجہ احتیاط سے یہ واضح کر دیا کہ اس قدر تو میں نے خود سنا اور یہ ٹکڑا میرے والد نے مجھے بتایا- میں آنحضرت ﷺ سے براہ راست اسے نہیں سمجھ سکا تھا-

(۷) حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوالدرداءؓ وغیرہ سے متعلق حافظ سخاویؒ نقل فرماتے ہیں کہ جب یہ کوئی روایت بیان فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ بنظر احتیاط او کما قال بھی فرماتے- (فتح المغیث)

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ الفاظ نبوی کو صحت و ضبط کے ساتھ بیان کرنے کے باوجود احتیاطاً یہ بھی فرماتے اما فوق ذالك و اما دون ذالك و اما قریب من ذالك. (فتح المغیث)

(۹) حضرت ابوالدرداءؓ بیان حدیث کے بعد فرماتے قال هذا او نحو هذا او شبه هذا. (فتح المغیث ص ۲۷۹) یعنی آنحضرت ﷺ کے الفاظ یہی تھی یا اس کے مانند یا اس کے قریب قریب تھے- حالانکہ مفہوم و معنی بلاشبہ درست ہوتا- بلکہ اکثر الفاظ بھی وہی ہوتے لیکن بخوف حدیث من کذب علی متعمداً بیان روایت کے وقت ضبط الفاظ کے معاملہ میں پر حذر رہتے-

(۱۰) محدثین نے الفاظ کے تقدیم و تاخیر میں بر موقع شک بیان کر دیا کہ پہلے یہ لفظ تھا یا وہ لفظ تھا- مثلاً ایک حدیث میں والانصار عیبتی و کرشی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا یا کرشی و عیبتی فرمایا تھا- یا حدیث اسلم و غفار میں اسلم و غفار تھا یا غفار و اسلم تھا- اسی طرح محدث عاصم نے حدیث اوسعوا علی انفسکم اذا وسع الله علیکم کے متعلق فرمایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اسی ترتیب سے تھا یا اس طرح تھا اذا وسع الله علیکم فاوسعوا علی انفسکم-(فتح المغیث ص ۲۹۸).

ان تمام مواقع پر نہ الفاظ بدلتے ہیں نہ معنی، صرف الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اور شک یہ ہو جاتا ہے کہ ترتیب میں کون سا لفظ پہلے تھا- احتیاطاً محدث نے دونوں ترتیب کا تذکرہ کر دیا- تاکہ الفاظ نبوی کی جو ترتیب ہو وہ صحیح طور پر سامنے آجائے-

(۱۱) امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے ایک روایت لی- اس میں ایک زمانہ کے بعد امام شافعیؒ کو شک ہو گیا کہ حدیث میں لفظ حتی یاتی خازنی من الغابة او جاریتی من الغابة بوجہ شک امام شافعیؒ کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے تو واضح طریقہ سے بتا دیا کہ یہ شک مجھے ہو گیا- میرے شیخ امام مالکؒ کو شک نہ تھا- حافظ سخاوی ناقل ہیں- قال انا شککت و قد قرأته علی مالك صحیحا لا شك

فیہ ثم طال علی الزمان و لم احفظ حفظا فشککت-(فتح المغیث ص۲۹۰) یعنی میں نے اپنے شیخ امام مالکؒ سے اسے بغیر شک کے حاصل کیا تھا بعد میں ایک مدت دراز گزرنے پر خود مجھے صحیح طریقہ سے یاد نہ رہا- تو اب یہ شک مجھے عارض ہوا ہے-

(۱۲) ایک محدث نے حدیث اشتری النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلۃ بسبع و عشرین ناقۃ کے متعلق فرمایا کہ میرے حافظہ میں یہاں لفظ حلۃ ہے اور میری کتاب میں حلہ کے بجائے ثوبین کا لفظ ہے- حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ حلہ اور ثوبین میں کوئی تنافی نہیں ہے- لیکن محدث نے کمال سے اس فرق کو بھی ظاہر کر دیا- حالانکہ مفاد دونوں کا ایک ہی ہے-(فتح المغیث ص ۲۷۴)

حافظ ابن الصلاح بھی حافظہ اور کتاب کے لفظی تفاوت کے بیان کر دینے کو احسن فرماتے ہیں-(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۰۴)

(۱۳) ایک بار امام شعبہ نے اپنی یادداشت سے ایک مرفوع حدیث سنائی- اور اس کے بعد کہا انہ فی حفظہ کذالک و فی زعم فلان و فلان خلافہ- یعنی میرے حافظہ میں تو اسی طرح ہے لیکن فلاں فلاں محدث کے حافظہ میں الفاظ اس کے خلاف ہیں- تو حاضرین درس میں سے ایک صاحب نے کہا- حدثنا بحفظك ودع عن فلان و فلان- یعنی ہمیں آپ صرف اپنے حافظہ سے حدیث سنائیے اور فلاں فلاں کے حافظہ کا ذکر چھوڑیئے- امام شعبہ نے جواب دیا ما احب ان عمری فی الدنیا عمر نوح و انی حدثت بھذاو سکت عن ھذا-(فتح المغیث ص ۲۷۵) یعنی اگر میری عمر نوح کی عمر کے برابر ہو جائے تو بھی میری یہ خواہش کبھی نہ ہو گی کہ میں اس حدیث کے بیان کے بعد فلاں فلاں کے اختلاف الفاظ کو نہ بیان کروں- مطلب یہ کہ جب وہ وقت بھی آ جائے کہ صدہا برس کی عمر پا کر تمام متقدمین و معاصرین کے خاتمہ کے بعد صرف طنطنۂ علمی اور جلالت شان باقی رہ جائے تو بھی میں یہ نہ کروں گا کہ دوسرے حفاظ متقدمین کے الفاظ کا تذکرہ نہ کروں-

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں- اذا خالفہ فیما یحفظہ بعض الحفاظ فلیقل فی حفظی کذا و کذا و قال فیہ فلان کذا و کذا. (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۰۴) یعنی اپنے اور دوسرے امام کے حافظہ میں جو فرق ہوا ہے واضح کر دیا جائے-

یہاں تک احتیاط الفاظ کا بیان کیا گیا- اب دوسری طرح کے احتیاطوں کی مثالیں دیکھئے-

اخذ و سماع اور طریقہ روایت میں احتیاط:

ایک بار حافظ سہیل بن ابی صالح ایک حدیث بھول گئے اور ان کے شاگرد امام ربیعہ کو وہ روایت یاد رہی (امام ربیعہؒ امام مالکؒ کے مشہور شیوخ میں سے ہیں) جب امام ربیعہ نے یاد دلایا کہ آپ ہی نے مجھ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے تو محدث سہیل اس روایت کو بیان کرنے لگے مگر کمال احتیاط ملاحظہ ہو کہ وہ اس روایت کو اپنے شاگرد کے واسطہ سے اس طرح بیان کرنے لگے- اخبرنی ربیعۃ و ھو عندی ثقۃ اننی حدثتہ ایاہ و لا احفظہ. (فتح المغیث ص ۱۴۸ او مقدمہ ابن الصلاح ص ۵۳) یعنی مجھے ربیعہ نے خبر دی جو میرے نزدیک ثقہ ہیں کہ میں نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی- لیکن خود مجھے یہ حدیث یاد نہیں رہی- اس لئے میں اپنے حافظہ سے نہیں ایک لائق اعتماد ثقہ شخص ربیعہ کے حافظہ کے واسطہ سے روایت کرتا ہوں-

اس واقعہ کے پیش نظر ہمارے محدثین کرام کا بیان حدیث میں انتہائی احتیاط کا ملحوظ رکھنا صاف ظاہر ہے-

(۱۵) امام ابوداؤد کو اپنے شیخ حارث بن مسکین پر قرأت کا موقعہ نہیں ملا- اس لئے امام ابوداؤد نے سمعت یا حدثنی کا لفظ استعمال نہیں کیا- بلکہ کمال احتیاط فی الروایت ملحوظ فرما کر ایسے موقع پر سند میں صاف بیان کر دیا- قرئ علی حارث بن مسکین و انا شاھد -(فتح المغیث ص ۳۷ او ظفر الامانی ص ۲۹۱)

(۱۶) اسی طرح امام نسائی کا بھی واقعہ ہے- کہ محدث حارث بن مسکین قاضی مصر امام نسائی سے کسی معاملہ میں ناراض تھے- اس لئے امام نسائی ان کی مجلس درس میں حاضر نہ ہو سکتے تھے- پس وہ اسی جگہ چھپ کر بیٹھتے تھے کہ حارث بن مسکین کی نظر امام نسائی پر نہ پڑ

سکتی تھی- اور امام نسائی وہاں بیٹھ کر باطمینان سماع کر لیتے- لیکن کمال تورع واحتیاط سے حدثنی یا سمعت نہیں فرماتے- بلکہ قری علی الحارث بن مسکین و انا اسمع فرماتے- (فتح المغیث ص ۱۷۳ و ظفر الامانی ص ۲۹۱)

افادہ:

حافظ ابن الصلاح ائمہ سلف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ استاد کے بدون علم جو سماع حاصل ہو وہ جائز ہے اور اس کی روایت بھی درست ہے- (مقدمہ ابن الصلاح ص ۶۹)

(۱۷) حافظ خطیب بغدادی کے شیخ حافظ برقانی "سمعت حین التحدیث عن ابی القاسم کے الفاظ کے ساتھ حافظ ابوالقاسم سے روایت کرتے- ایک موقعہ پر امام خطیب بغدادی نے اپنے شیخ سے سوال کیا کہ آپ صراحۃً حدثنی ابو القاسم یا سمعت عن ابی القاسم کیوں نہیں فرماتے؟ تو ان کے شیخ برقانی نے کہا کہ شیخ ابوالقاسم باوجود ثقاہت ودیانت، صلاح و تقویٰ کے بیان روایت میں بڑے متشدد تھے- ہر شخص کو سماع حدیث کی اجازت نہ تھی- چونکہ مجھے حضوری درس کی اجازت نہ تھی- اس لئے میں ایسی جگہ بیٹھ کر سماع حدیث کرتا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکتے- میں وہاں سے چھپ کر سن لیتا- پس چونکہ یہ بیان حدیث میرے لئے نہ ہوتی تھی- اس لئے میں سمعت عن ابی القاسم نہیں کہہ سکتا- اس لئے میں بنظر احتیاط اس طرح روایت کرتا ہوں- سمعت حین التحدیث عن ابی القاسم یعنی میں نے ابوالقاسم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ جب وہ روایات کی تحدیث فرمارہے تھے تو میں نے سماع کر لیا تھا- تاکہ صورت حال کی صحیح تصویر سامنے آجائے- (مقدمہ ابن الصلاح ص ٦١ و کذا فی فتح المغیث ص ١٧٣)

افادہ:

حافظ ابن الصلاح مزید فرماتے ہیں اس قسم کا سماع اور اس کے بعد روایت دونوں ہی جائز ہیں- استاد ابواسحاق اسفرائینی وغیرہ کی یہی رائے ہے- البتہ طریقہ سماع کی وضاحت کر دینی چاہئے- (مقدمہ ابن الصلاح ص ٦٩)

(۱۸) امام شعبہ فرماتے ہیں کہ جن روایات کو میں خود کسی محدث سے نہیں سنتا اس کی تعبیر قال فلان سے کرنے کو زناکاری کی طرح حرام سمجھتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید ظلم سمجھتا ہوں- ان کے الفاظ یہ ہیں لان ازنی احب الی من ان اقول قال فلان و لم اسمعه منه (فتح المغیث ص ٤٧١).

(۱۹) بعض محدثین اپنی روایات کو صرف اہل ترین شاگردوں سے بیا[illegible] کرنے کے لئے یہ بھی انتظام کرتے تھے کہ ا[illegible] تلامذہ کو مجلس درس کے کمرہ میں محفوظ بٹھا کر باہر دربان مقرر کر دیتے کہ [illegible] شخص مجلس درس کے کمرہ میں حاضر نہ ہو سکے اور بعض یہ بھی کرتے تھے کہ مجلس درس سے باہر درس حدیث کی آواز ناقابل سماں ہونے کے لئے کسی مزدور سے کمرہ کے باہر یوں ہی ہاون دستہ کٹواتے تھے کہ محدث کی آواز اور قرأت پر ہاون دستہ کی کھٹاکھٹ غالب آجائے اور دروازہ کے باہر اور اس کے آس پاس کے بیٹھنے والوں تک محدث کی آواز نہ پہنچ سکے اور اسے بیرونی لوگ نہ سن سکیں جو محدث کے نزدیک اور روایت وحفظ حدیث میں قابل اطمینا[illegible] نہ ہو- (فتح المغیث ص ١٧٣).

(۲۰) محدثین نے یہاں تک احتیاط کیا ہے کہ ایسے شیخ کی روایت وسماع کو قبول نہیں کیا جو مریض یا اتنے ضعیف ہوں کہ تلامذہ کی قرأت کی تصحیح نہ کر سکتے ہوں بلکہ تلامذہ کے سوالات پر صرف لا یا نعم کہہ سکتے ہوں- ایسے شیوخ سے روایت اور سماع محدثین کے نزدیک جائز نہیں ہے- (فتح المغیث ص ۱۸۰)

(۲۱) بیان حدیث میں احتیاط:

محدثین کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ محض اپنے حفظ کے بھروسہ پر تلامذہ کو احادیث نہ لکھواتے، نہ بیان کرتے، بلکہ

اصل کتاب بھی اپنے سامنے رکھتے تھے امام احمدؒ بن حنبل نے اس کا مشورہ حضرت علی ابن مدینی اور یحییٰ بن معین جیسے حفاظ کو دیا تھا-امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایالا تحدث الامن کتاب و لا شك ان الحفظ خوان-(فتح المغیث ص۲۶۹) یعنی کتاب سامنے رکھ کر بیان کریں کیونکہ حافظ میں کمزوری بھی واقع ہو سکتی ہے-

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں و لذالك امتنع جماعته من اعلام الحفاظ عن روایة ما یحفظونه الا من کتبھم.(مقدمہ ابن الصلاح ص۱۱۸) یعنی بغیر کتاب کے محض حافظ کے بھروسہ پر بڑے بڑے ائمہ نے حدیث کی روایت نہیں کی-

(۲۲) نقل روایت میں احتیاط:

محدثینؒ نے اس طرح بھی احتیاط ملحوظ رکھا ہے کہ اپنے تلامذہ کو اس وقت تک اپنی کتابوں سے نقل کردہ احادیث کی روایت کی اجازت نہیں دی جب تک کہ تلامذہ کی منقولہ احادیث کا اپنی اصل کتاب سے مقابلہ و تصحیح نہ کر لیا- چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے تلامذہ کو اجزاء منقولہ کے روایت کی اجازت مقابلہ و تصحیح کے بعد دی-(فتح المغیث ص۲۱۶ و کذا قال الحافظ ابن الصلاح ص۷۸)

(۲۳) امام اوزاعی نے بھی اپنے تلامذہ کو نقل کردہ احادیث کی روایت کی مقابلہ و تصحیح کے بعد اجازت دی-(فتح المغیث ص۲۱۸)

حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ محدث نے اپنے منقولہ کتاب کے روایت کی اجازت بلا نظر و مقابلہ اگر کسی کو دے دی تو یہ اجازت صحیح نہ ہو گی-(مقدمہ ابن الصلاح ص۷۹)

(۲۴) اسی طرح حضرت عروہ نے (جو ایک جلیل القدر تابعی اور حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں) اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا کہ تم نے میری حدیثوں کو لکھا تو اصل سے مقابلہ کر لیا یا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں- فرمایا تو تم نے جو کچھ لکھا وہ سب کالعدم ہے-(فتح المغیث ص۲۱۸' الکفایہ للخطیب ص۲۳۷' مقدمہ ابن الصلاح ص۹۱)

(۲۵) اسی طرح امام قعنبی نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ تم نے میری روایات کو میری کتاب سے نقل کیا تو اس کا مقابلہ کیا یا نہیں؟ طالب علم نے جواب دیا کہ مقابلہ تو اب تک نہیں ہوا- فرمایا فلم تصنع شیئا تو پھر تم نے کچھ نہیں کیا-(فتح المغیث ص۲۵۰)

ان روایات سے محدثین کا کمال احتیاط ظاہر ہے- ان حضرات ائمہ نے احادیث کی غایت صحت اور ضبط روایت کے لئے ان تمام اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھا کہ باوجود حافظہ کے اصل کتاب سے مقابلہ اور تصحیح کو لازمی قرار دیا- اور بعد التصحیح روایت کی اجازت دی-

(۲۶) حلفیہ بیان اور غایت احتیاط:

محدثین کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ جب ان کو شیوخ کے کسی حدیث کی متن یا سند میں کچھ شبہ گزرا جسے وہ خود حل نہ کر سکے تو اپنا شبہ ظاہر کر کے کمال صحت معلوم کرنے کے لئے باادب درخواست کرتے کہ آپ حلف سے بیان کریں کہ آپ نے اس حدیث کو فلاں عن فلاں اسی طرح سنا ہے- چنانچہ ایک بار حافظ الحدیث یحییٰ بن معین نے بیس ہزار حدیثوں کو پرکھ پرکھ کر قبول کیا- صرف ایک حدیث میں ان کو شبہ گزرا- وجہ شبہ ظاہر کر کے ابن معین نے اطمینان کامل حاصل کرنے کے لئے اپنے شیخ سے کہا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ سے اس بارہ میں ایک سوال کر لوں- جب شیخ نے اجازت دی تو کہا- اتحلف لی انك سمعته من همام .(فتح المغیث ص۲۶۶) یعنی کیا آپ میرے خاطر یہ حلف اٹھا سکتے ہیں کہ آپ نے قطعی طور پر اس روایت کو ہمام سے سنا ہے- شیخ نے بڑی تفصیل سے جواب دیا- آخر کہا میری اہلیہ بنت عاصم کو تین طلاقیں پڑ جائیں اگر میں نے اس روایت کو بایں طور ہمام سے نہ سنا ہو-

(۲۷) اسی طرح ایک محدث نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کو فلاں صاحب سے سنا ہے- شیخ قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے- اور فرمایا ای و الله الذی لا اله الا هو یعنی قسم وحده لاشریک لہ کی کہ میں نے اسی طرح سنا ہے-

(۲۸) اسی طرح محدث زید بن وہب (تابعی) تلامذہ و حاضرین درس کے اطمینان کامل کے لئے حلف اٹھا کر حدیثوں کو بیان کرتے تھے۔ مثلاً فرماتے حدثنا و اللہ ابو ذر بالزبدۃ. (فتح المغیث ص۲٦٦)

(۲۹) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بنظر احتیاط ماسوا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باقی سب راویان حدیث سے احادیث کو حلف اٹھوا کر ہی قبول کرتے۔ امام ذہبیؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں:۔ فاذا حلف صدقة. کہ جب راوی حدیث حلف اٹھالیتا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سنا اور یاد رکھا ہے تو میں ایسی مصدقہ حدیث کو قبول کرلیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول و فتح المغیث ص۲٦٦)

(۳۰) شیوخ کا طریقۂ درس اور احتیاط :

محدثین نے احادیث کو صحیح طریقہ سے ذہن نشین کرنے اور حافظہ میں محفوظ رکھنے کے خیال سے یہ بھی کیا ہے کہ اپنے شیوخ سے صرف دو دو، چار چار حدیثوں کو حاصل کیا۔ اور اس کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھا۔ اور شیوخ نے بھی تلامذہ کو کمال ضبط کے خیال سے صرف چند حدیثوں کو قلم بند کرایا۔ چنانچہ امام مالکؒ اپنے شیخ امام نافع سے اخذ حدیث کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں امام نافع (مولیٰ ابن عمرؓ) کے مکان پر حاضر ہوتا اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتا۔ جب وہ خود باہر تشریف لاتے اور مسجد میں جاکر صحن میں اطمینان سے بیٹھ جاتے تو میں ان سے بروایت عبداللہ بن عمرؓ چند حدیثوں کو حاصل کرتا اور جلد سبق بند کر دیتا۔ (الدیباج المذہب لابن فرحون ص۲۰)

(۳۱) امام مالکؒ خود بھی بیان حدیث میں احتیاط فرماتے۔ زیادہ سے زیادہ صرف چھ سات احادیث آنے والوں کو سناتے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ ایک بار کوفہ سے ایک جماعت امام مالکؒ کی خدمت میں مدینہ آئی تو امام مالکؒ نے ان کو صرف سات حدیثیں سنائیں۔ اس جماعت نے سوچا کہ ہم کوفہ سے مدینہ کا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں۔ کچھ اور بھی حاصل کرلیں۔ اس لئے ان لوگوں نے مزید حدیثوں کے بیان کی امام مالکؒ سے درخواست کی، اس کو امام مالکؒ نے پسند نہیں فرمایا اور ان سب کو اٹھا دیا اور سات حدیثوں سے زیادہ کسی کو کچھ نہ سنایا۔ (فتح المغیث ص ۳۲٤)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام وائمہ حدیث نے خود بھی تھوڑا تھوڑا حاصل کیا اور تھوڑا تھوڑا اپنے تلامذہ اور رفقاء کو بھی سنایا۔ کہ کمال ضبط و حفظ روایت ان کے نزدیک مقصود اصلی تھا۔ اس سے زیادہ حصول ضبط و حفظ اور غایت احتیاط کیا ہوگی۔

(۳۲) امام شعبہؒ، معمرؒ، ابن عتبہ وغیرہ کے متعلق امام خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب الجامع الاداب الراوی واخلاق السامع میں نقل کرتے ہیں کہ یہ حضرات اپنے شیوخ سے صرف چار چار احادیث کا سماع کر کے واپس آجاتے تاکہ ان حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کرلیں۔ (فتح المغیث ص ۳۳۱ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹)

(۳۳) جس طرح امام شعبہ خود بھی صرف تین یا چار حدیثوں کو اساتذہ سے حاصل کرتے اسی طرح وہ اپنے طلبہ کو بھی صرف تین، چار حدیثوں کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید قطان جیسے حفاظ خدیث کو تین، چار سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے۔ امام خطیبؒ بغدادی امام قطانؒ کا مقولہ نقل کرتے ہیں۔ لزمت شعبة عشرين سنة فما كنت ارجع من عنده الا بثلثة احاديث و عشرة اكثر ما كنت اسمع منه۔ (تاریخ خطیب جلد ۱۴ ص ۱۳۶) کہ امام شعبہ تین سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے۔ اس طرح مجھے وہاں بیس برس تک ٹھہرنا پڑا۔ بالعموم وہ تین حدیث پڑھاتے گاہے گاہے اس سے کچھ زیادہ بھی پڑھا دیتے۔

امام ذہبیؒ نے یحییٰ بن سعید قطان کا بیان نقل کیا ہے ان سے کسی نے پوچھا کم صحبته یعنی امام شعبہ کے پاس آپ نے کتنا زمانہ گذارا۔ انہوں نے کہا عشرين سنة۔ یعنی بیس برس تک ان کے پاس تحصیل حدیث میں مصروف رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ

احادیث کی بہت تھوڑی مقدار کی تعلیم دیتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۸۳)

(۳۴) اسی طرح امام غندر بصری بھی علم حدیث کے سلسلہ میں امام شعبہ کے پاس بیس برس تک حاضر رہے۔(حاشیہ تذکرۃ الحفاظ جلد اص ۲۷۶ و تاریخ صغیر ص ۲۱۸)

(۳۵) اسی طرح امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں صرف چار یا پانچ حدیثوں کا امام اعمش و امام منصور سے سماع کر کے واپس پلٹ آتا۔اور اس سے زیادہ حدیثوں کو محض اس اندیشہ سے حاصل نہیں کرتا کہ وہ حافظہ کے قابو سے باہر نہ ہو جائیں۔ان کے الفاظ یہ ہیں۔ اسمع اربعة احاديث او خمسة ثم انصرف كراهية ان تكثر و تفلت۔(فتح المغیث ص ۳۳۰) اس کا حاصل یہی ہے کہ میں روزانہ چار پانچ حدیث سے زیادہ کا سماع نہیں کرتا۔

(۳۶) اسی طرح امام سفیان بن عیینہ کا بھی دستور تھا کہ روزانہ صرف پانچ حدیثوں کو پڑھاتے تھے اور اس دستور سے ہٹنے اور مزید سنانے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوتے (تاریخ ابن عساکر جلد دوئم ص ۴۱۵)

(۳۷) یہی دستور اور یہی پابندی سلیمان تیمی بھی فرماتے تھے۔امام سلیمان تیمی پہلے آنے والے طلبہ کا امتحان لیتے اور ان میں سے معیار سلف پر اترنے والے طلبہ کو درس حدیث میں شرکت کی اجازت دیتے اور حسب ضابطہ صرف پانچ حدیثوں کی اوسط سے تعلیم دیتے۔

حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ اگر طالب علم تقدیر وغیرہ امور کا منکر ہوتا تو مجلس درس میں شرکت کی اجازت ہی نہ دیتے اور اگر امور تقدیریہ کا قائل ہوتا تو اس سے حلف لیتے فاذا حلف حدثه خمسة احاديث۔(تذکرۃ جلد اول ص ۱۳۵) یعنی جب حلف اٹھالیتا تو اس کو صرف پانچ حدیثیں سناتے۔مقصد یہ تھا کہ حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کرلیں۔

امام بخاریؒ نے بھی سلیمان تیمیؒ کے اس دستور کے متعلق لکھا ہے و هو يحدث الشريف والوضيع خمسة خمسة۔(تاریخ صغیر ص ۱۶۷) یعنی وہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو یومیہ صرف پانچ ہی حدیث سناتے تھے۔

(۳۸) امام زہریؒ جیسے قوی الحافظہ شخص صرف دو دو حدیثیں اپنے شیوخ سے حاصل کرتے اور اپنے رفقاء تلامذہ سے فرماتے يدرك العلم حديث او حديثان کہ علم نبوی ایک ایک دو دو حدیث حاصل کرنے سے قابو میں آسکتا ہے۔نیز امام زہریؒ نے کثرت طلبی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ علم حدیث اگر بیک وقت بہت سا حاصل کرو گے تو تم اس پر قابو نہ پاسکو گے۔(فتح المغیث ص ۳۳۱ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹)

اس طرح کے غایت احتیاط کے باوجود ان ائمہ دین کے لئے تحریف و تبدیل و عدم حفظ کا الزام منکرین حدیث کی نہ صرف حدیث دشمنی بلکہ تاریخ حدیث و عقل سلیم اور انصاف و دیانت کی بھی دشمنی ہے۔

اب ہم صحابہ کرام و ائمہ حدیث کے حالات قدرے تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں تاکہ بوضاحت معلوم ہو سکے کہ احادیث نبویہ کی تعلیم و ترویج کے لئے ان بزرگوں کی کیا مساعی تھیں۔

اس سلسلہ کا آغاز ہم خلفائے راشدین کے تذکرۂ جمیل سے کریں گے۔اور چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک قول حافظ سخاویؒ نے نقل کیا ہے اور جسے حکماً مرفوع ٹھہرایا ہے کہ كنا نقول و رسول الله صلى الله عليه وسلم حى افضل هذه الامة بعد نبيها ابوبكر و عمرو عثمان و يسمع ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره۔ (فتح المغيث ص ۴۷) یعنی ہم آنحضرت ﷺ کے سامنے کہا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمان (رضوان اللہ علیہم اجمعین) امت کے سب سے افضل اور بہتر لوگوں میں سے ہیں۔یہ سن کر آپ ہم کو روکتے نہیں تھے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں ہم خلفاء راشدین میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کا تذکرہ لکھتے ہیں-

حضرت ابو بکرؓ :

حضرت ابو بکرؓ احادیث نبویہ کے جامع اور حافظ تھے- اور احادیث و سنن کے ہمیشہ متلاشی رہتے تھے- ساتھ ہی احادیث کے تثبت اور کمال ضبط کو نہایت ضروری سمجھتے تھے' منکرین حدیث نے حضرت ابو بکرؓ کو حدیث دشمن ٹھہرا کر احادیث کے ایک مجموعہ کو جلانے کا نہایت غلط اور غیر صحیح واقعہ ان کی طرف منسوب کر دیا ہے- اگر حضرت ابو بکرؓ کی نظر صرف قرآن پاک تک ہی محدود ہوتی اور احادیث سے ان کو بیر ہوتا تو کتب حدیث میں ایک روایت بھی ان سے مروی نہ ہوتی اور نہ وہ خود کسی حدیث کو روایت کرتے ہوئے نظر آتے- کیونکہ وہ وقت کے فرمانروا اور اقتدار اعلیٰ کے مالک تھے- وہ خود بھی روایت حدیث سے احتراز کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے- لیکن ایسا نہیں ہوا- خود بھی موقعہ بموقعہ احادیث سے مسائل کو اخذ کرتے اور صحابہ کرام بھی آپ سے حدیثوں کو روایت کرتے تھے- حضرت ابو بکرؓ نے بہت سی حدیثوں کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا- اور بہت سی حدیثیں صحابہ کرام سے سن کر حاصل کی- یہی نہیں بلکہ حدیثوں کو حفظ رکھنے والوں اور روایت کرنے والوں کی آپ نے تعریف بھی فرمائی- اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ جب آپ کو کسی معاملہ میں حدیث معلوم نہیں ہوتی تو آپ صحابہ کرام کے مجمع کو مخاطب کر کے دریافت فرماتے کہ اس مسئلہ کے بارے میں کسی کو حدیث معلوم ہے ؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے زمیندارنہ کاروبار کی مصروفیات کی وجہ سے جملہ احادیث کا علم حاصل نہ کر سکتے تھے- اس لئے وہ لوگوں سے معلوم فرماتے تھے- اب چند واقعات ملاحظہ فرمایئے-

(۱) فیصلہ جات :

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص کی دادی حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں اپنی وراثت کے بارے میں دریافت کرنے آئی- دادی کے ورثہ کے بارے میں قرآن شریف میں کوئی تذکرہ نہیں اور نہ احادیث رسول کی روشنی ان کے سامنے تھی- اس لئے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ جدہ (دادی) کی وراثت کے بارے میں کسی کو کوئی حدیث معلوم ہے ؟ تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيها السدس" کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ آپ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے- حضرت ابو بکرؓ نے مزید احتیاط کے پیش نظر دوبارہ پوچھا- کسی اور کو بھی یہ حدیث معلوم ہے ؟ تو اسی وقت حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی کہ میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے- تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو تسلیم کیا- اور جدہ کو چھٹا حصہ دلایا- (تذکرہ جلد اول ص ۲)

(۲) تحدیث روایت:

حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حدیثیں بھی سنائیں- ازاں جملہ حافظ ذہبیؒ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں- حدث يونس غن الزهرى ان ابابكر حدث رجلا حديث فاستفهم الرجل اياه فقال ابوبكر هو كما حدثك- (تذکرہ ص ۴) یعنی حضرت ابو بکرؓ نے ایک شخص کو حدیث سنائی- اس نے آپ سے کچھ مزید دریافت کیا- تو آپ نے فرمایا حدیث بالکل ٹھیک ہے- جس طرح میں نے روایت کیا ہے حدیث اسی طرح ہے-

(۳) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ارتحال کے بعد ترکۂ نبویہ میں سے وراثت کی طالب ہوئیں- تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے "لا نورث ما تركنا صدقة". (مسند احمد بن حنبل جلد اول) یعنی میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوگا- بلکہ وہ صدقہ کے طور پر فی سبیل اللہ تقسیم ہوگا- (صدقہ آل نبی پر حرام ہے)

اگر حضرت ابو بکرؓ دشمن حدیث ہوتے تو کبھی بھی احادیث کو حجت اور دلیل کے طور پر قبول نہ فرماتے- قرآن کریم میں بیٹی کا حصہ

مقرر ہے۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کو باپ کے مال سے صرف ایک حدیث کی بناء پر محروم کر دیا گیا۔

(۴) حضرت ابو بکرؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں "انصار صحابہ" کے عام اجتماع میں اس وقت پہنچے جب کہ انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنا امیر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ اور مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح اس انتخاب کے خلاف تھے۔ بالآخر غلغلہ اٹھا کہ "منا امیر و منکم امیر" "ایک امیر انصار میں سے لے لیا جائے اور ایک امیر مہاجرین میں سے۔"

اس شور و شغب اور نزاع کا خاتمہ صرف ایک حدیث کے ذریعہ ہو گیا۔ جس کو حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا۔ آپ نے خصوصیت سے حضرت سعد بن عبادہؓ کو مخاطب کیا کہ اے سعد! تم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تم نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "قریش و لاۃ هذا الامر" قریش ہی میں سرداری اور خلافت رہے گی۔ تو حضرت سعدؓ نے یہ کہہ کر کہ صدقت (سچ کہا) حدیث نبوی کو قبول کر لیا۔ (فتح الباری پ ۱۴ باب مناقب المهاجرين)

غرض آناً فاناً ساری کشمکش ختم ہو گئی۔ چنانچہ سب نے قبیلہ قریش کے ایک فرد "حضرت ابو بکرؓ" کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ احادیث نبویہ کو یاد بھی رکھتے تھے، اور مسائل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے احتجاج بھی فرماتے تھے۔ اور حدیث رسولؐ کی عظمت و احترام کے لئے سب کو پابند بناتے تھے۔

(۵) حضرت ابو بکرؓ صحابہ کرام کو احادیث نبویہ سناتے بھی تھے۔ علامہ ذہبیؒ حضرت علیؓ کا مقولہ نقل کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب میں کسی صحابی سے حدیث سنتا ہوں تو کمال اطمینان کی غرض سے حلف کے ساتھ اس حدیث کو قبول کرتا ہوں، مگر جب حضرت ابو بکرؓ کوئی حدیث سناتے ہیں تو میں اس کو بغیر حلف کے قبول کر لیتا ہوں، کیونکہ وہ صدیق ہیں۔ پس امام ذہبیؒ کے نقل کردہ الفاظ "و حدثنی ابو بکر" اور "صدق ابو بکر" سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ حدیث دوست تھے۔ اور حدیث کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و بیان سے دلچسپی رکھتے تھے۔ (تذکرۃ جلد اول ص ۱۰)

(۶) توکل علی اللہ کا ایک بہترین نمونہ:

صحابہ کرامؓ حضرت ابو بکرؓ سے ہجرت کے متعلق احادیث کو خاص طور پر فرمائش کے ساتھ سنتے تھے۔ از انجملہ ایک واقعہ صحیح بخاری کتاب المناقب میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک کجاوہ (اونٹ کا پالان) حضرت عازبؓ سے تیرہ درہم میں خرید فرمایا، اور ان سے یہ مزید استدعا کی کہ آپ اپنے لڑکے براء کو اجازت دیجئے کہ وہ کجاوے کو میرے گھر تک پہنچا دیں۔ حضرت عازبؓ نے کہا "لا حتی تحدثنا" یعنی جب تک ہم ہجرت کے بارے میں آپ سے حدیثیں نہ سن لیں گے، آپ کو نہ جانے دیں گے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے واقعات ہجرت کے سلسلہ میں بتایا کہ جب ہم دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے تو مشرکین مکہ نے وسیع پیمانے پر تلاشی شروع کی۔ چپہ چپہ چھان مارا۔ ایک جماعت غار کے دہانہ تک پہنچ گئی۔ میں نے کچھ خدشہ ظاہر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "ما ظنك يا ابابكر باثنين الله ثالثهما" اے ابو بکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا گمان ہے۔ جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ بھی ہے۔ یہاں تک کہ جب سراقہ نامی ایک شخص آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں چند گز کے فاصلہ پر آ پہنچا تو میرے دل میں آنحضرت ﷺ کے لئے پھر خدشہ پیدا ہوا۔ اور میں نے گھبراہٹ ظاہر کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "لا تحزن ان الله معنا" گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" (بخاری جلد اول ص ۵۱۶)

اگر بقول منکرین حدیث حضرت ابو بکرؓ حدیث دشمن ہوتے تو کوئی حدیث ان کی زبان سے کوئی صحابی نہیں سن سکتا تھا۔ اور اگر کسی صحابی کی طرف سے فرمائش ہوتی تو آپ اس کو زجر و تنبیہ فرماتے۔ اور پھر کسی کو اس قسم کی جرأت نہ ہوتی، پس معلوم ہوا کہ حدیث دشمنی کا افسانہ بالکل فرضی اور خود ساختہ اور سراسر اتہام و افتراء ہے۔

(۷) حضرت ابو بکرؓ احادیث یاد رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور حفظ حدیث پر صحابہ کرام سے مسرت کا اظہار فرماتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ دوسرے صحابہ کی طرح اپنے کاروباری مشاغل اور کاشت کاری کی مصروفیات کے باعث ہمہ وقت خدمت نبوی میںؐ حاضری نہیں دے سکتے تھے۔ اس لئے دوسروں کو حدیثوں کا علم ہو تا رہتا تھا۔ اور پھر جب ان کے توسط سے کوئی حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتی تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ارتحاب کے موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ آپ کے پاس نہیں تھے بلکہ اپنے موضع "سنح" میں تھے۔ امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں۔ "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مات و ابو بكر في السنح. (بخاری جلد اول ص ۵۱۷)

بے شک زمینداری کا کام بہت مشغول رکھنے والا کام ہے اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب ترجمانی کی ہے

ذرہ ذرہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہے یہاں   عافیت چاہے جو انساں تو زمیندار نہ ہو

غرض زراعتی مشاغل کے سبب حضرت ابو ہریرہؓ دیگر اصحاب صفہ کی طرح آپ بالعموم خدمت اقدس میں حاضر نہ رہ سکے اور نہ بکثرت سماع احادیث کا موقعہ مل سکا۔ اس لئے جب منصب خلافت پر فائز کئے گئے تو نئے معاملات و مسائل کا فیصلہ آپ اس طرح کرتے کہ پہلے مسئلہ کتاب اللہ میں ڈھونڈ ھتے' اس کے بعد سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے۔ آخر میں صحابہ کرام کے مجمع سے بایں الفاظ سوال کرتے۔ "اتانى كذا و كذا فهل علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فضى فى ذالك بقضاء" یعنی ایسا ایسا معاملہ پیش آگیا ہے آپ میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ اس بارے میں معلوم ہو تو مطلع کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ متعدد اصحاب ان معاملات کے بارے میں سنت مطہرہ بیان کرنے کے لئے آگے بڑھتے۔ (كلهم يذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه قضاء) حضرت ابو بکرؓ خوش ہو کر فرماتے "الحمدلله الذى جعل فينا من يحفظ على نبينا۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۴۹) یعنی خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے سنن مطہرہ کو حفظ رکھتے ہیں۔"

صحابہ سے حدیثیں معلوم کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان کو یاد بھی رکھتے تھے۔ اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ اسماء الرجال کی مستند کتاب "خلاصۃ التہذیب" میں حضرت ابو بکرؓ سے ایک سو بیالیس مروی حدیثیں موجود ہیں۔ ان میں وہ حدیثیں بھی ہیں جو آپ نے خود نبی ﷺ سے سنیں اور وہ حدیثیں بھی ہیں جو صحابہ کرام کے توسط سے آپ کو ملی تھیں۔

امام سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء میں ایک سو چار حدیثوں کا ذکر موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی روایت کردہ تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

(۹) اسی طرح علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ شیخین حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی تازہ واقعہ پیش آجاتا تو یہ دونوں شیخ پہلے کتاب اللہ میں غور کرتے۔ اگر اس میں مسئلہ کا حل مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اور اگر کتاب سے کوئی واضح بات نہ ملتی تو رسول اکرم ﷺ کی احادیث میں غور کرتے۔ اگر ان حضرات کو خود اپنے غور و خوض سے کوئی حدیث نہ ملتی تو لوگوں سے سوال کرتے۔ "هل علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فيه بقضاء" یعنی آپ حضرات کو اس مسئلہ کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے کسی فیصلہ کا علم ہو یا آپ کے کسی قول یا فعلی اسوۂ حسنہ کا پتہ ہو تو پیش کیجئے۔ چنانچہ یہ حضرات مختلف مواقع کی حدیثوں کو سناتے' اور اس پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ عمل درآمد کرتے۔ (اعلام الموقعین جلد اول ص ۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کتاب و سنت سے احتجاج فرماتے اور مسائل و قضایا کے لئے احادیث نبویہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے۔ تمسک بالاحادیث اور قضایا بالسنن کے انہی واقعات کو علامہ ابن حزم نے پیش نظر رکھ کر حضرت ابو بکرؓ کا شمار وسیع

الا فتاء صحابہ میں کیا ہے۔ اور مکثرین فی الفتاویٰ کے قریب آپ کو بھی قرار دیا ہے۔

ازالۂ وہم:

علامہ ذہبیؒ نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ حدیثوں کو ناقابل اعتبار سمجھ کر جلا دیا تھا۔ اس پر منکرین حدیث کو بڑا ناز ہے۔ حالانکہ یہ روایت ہی صحیح نہیں ہے۔ اس کا راوی ابراہیم بن عمر مجہول ہے۔ خود حافظ ذہبیؒ نے اس مرسل روایت کے آخر میں لکھ دیا ہے کہ "فھذا لا یصح" (یعنی یہ درست نہیں ہے)

امام ذہبیؒ کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنا تبصرہ بالکل آخر میں دو حرف میں کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق ایک حدیث نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔ "ھذا منقطع" (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۴) یعنی یہ حدیث منقطع ہے۔

اسی طرح جعفر بن محمد بن علی کی روایت کے آخر میں لکھا ہے "ھذا منقطع الاسناد" (تذکرہ جلد اول ص ۱۵۸)

اسی طرح ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ھذا اسناد صحیح" (تذکرہ جلد اول ص ۳۵۱) اسی طرح حافظ نسوی کے متعلق ایک روایت پر آخر میں یہ کہہ کر تنقید کی "ولم یصح" (تذکرہ جلد دوم ص ۱۴۶) اسی طرح انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے مذکورہ واقعہ کے متعلق آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "فھذا لا یصح"

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں خود منکرین حدیث کے خلاف ایک اندرونی شہادت موجود ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے احادیث کے جس مجموعہ کو تلف کر دیا تھا وہ ان کے نزدیک قابل اعتماد نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس فعل کے جواز میں فرمایا تھا۔ "ولم یکن کما حدثنی" یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ جو حدیثیں مجھ سے بیان کی گئی ہیں وہ واقعتہً اس طرح نہ ہوں۔ بنا بر تورّع اور احتیاط میں نے اس مشتبہ مجموعہ کو باقی نہیں رکھا۔" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مبارک صاف طور سے بتا رہا ہے کہ آپ نے س مجموعہ کو ناقابل اعتماد سمجھ کر تلف کیا تھا۔ اس لئے نہیں جلایا تھا کہ خدانخواستہ آپ حدیث نبی کے منکر تھے۔ لیکن جیسا کہ ذہبیؒ نے تصریح کی ہے یہ واقعہ ہی صحیح نہیں ہے۔

وہاں نہ ہم تھے اور نہ برق جو دیکھ سکتے کہ مجموعہ میں کس قسم کی حدیثیں تھیں۔ اور روایت کرنے والے کون تھے' ان سب پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن جس قدر ظاہر ہے وہ صرف یہ کہ صدیق اکبرؓ کے نزدیک وہ مجموعہ قابل اطمینان نہ تھا۔

اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا: قد ترکت عشرۃ الاف حدیث لرجل فینظر و ترکت مثلھا او اکثر منھا لغیرہ لی فیہ نظر" (مقدمہ فتح الباری ص ۵۶۸) یعنی ایک شخص کو میں نے قابل اعتراض پایا تو دس ہزار حدیثیں جو میں نے اس سے لی تھیں وہ میں نے چھوڑ دی اور اسی طرح ایک اور شخص کی روایتیں (جو تعداد میں اتنی ہی تھیں یا اس سے زیادہ) اس کو بھی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ شخص ناقابل اعتماد تھا۔ اب کیا کوئی شخص امام بخاریؒ کو اس احتیاط کے پیش نظر دشمن حدیث کہہ سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔

پس جس طرح دس ہزار حدیثوں کو متروک اور ناقابل اعتماد ٹھہرانے سے امام بخاریؒ پر حدیث دشمنی کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر چند ایک احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دینے اور ان کو تلف کر دینے سے حدیث دشمنی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ اقدام بالکل اسی طرح ہے جس طرح حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث نے مشتبہ اور مختلف قرأتوں کے ساتھ مخلوط قرآن مجید کے مجموعہ کو جلوا دیا تھا۔

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی احادیث کی اشاعت و روایت میں حد درجہ محتاط تھے۔ انہیں اس بات کا بہت خیال رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ ہمیشہ اس امر کا لحاظ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو بھی قول و فعل مروی ہو

اس میں پوری صحت و صداقت کو پیش نظر رکھا جائے- منکرین حدیث نے آپ کی اس محتاط روش سے یہ نتیجہ نکالا کہ "حضرت عمرؓ بھی حضرت ابو بکرؓ کی طرح دشمن حدیث تھے- کیونکہ حضرت عمرؓ حدیثوں کو تلاش کر کے فنا کرتے رہتے تھے-" (دو اسلام ص ۵۱)

حضرت عمرؓ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ احادیث کو فنا کر دیتے تھے یہ سر تا سر غلط ہے- کسی مستند تاریخ سے اس کی صحت کا ثبوت نہیں ملتا- لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ واقعہ درست ہے تو یہ کوئی ایسا مجموعہ ہوگا جو ان کے نزدیک قابل اعتماد نہ تھا- پس اگر ایسے کسی مجموعے کو حضرت عمرؓ باقی رہنے دیتے تو امت میں اختلاف و شقاق کا موجب ہوتا- حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ غلط اور مشکوک احادیث آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ ہوں اور بلا کمال تحقیق و تفتیش کوئی روایت شائع نہ ہو- منکرین حدیث فاروق اعظمؓ کے حدیث دشمن ہونے پر اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ جسے علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں اور علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بکثرت حدیثوں کی روایت کرنے پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو مسعودؓ انصاریؒ کو مدینہ میں قید کر دیا تھا- اور ان کی یہ قید و بند کا سلسلہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت تک جاری رہا-

لیکن یہ روایت منقطع ہے- علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں- "قلت هذا امر منقطع و ابراهيم ولد سنة عشرين و لم يدرك من حياة عمر الاثلاث سنين و ابن مسعود كان بالكوفة و لا يصح هذا عن عمر- (مجمع الزوائد ص۵۹) یعنی ابراہیم کو (جو اس اثر کے راوی ہیں) حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں ملا- کیونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت وہ صرف تین برس کے تھے- اس لئے ان کا حضرت عمرؓ سے روایت کرنا ناممکن ہے- اس لئے یہ روایت بالکل ہی ناقابل قبول ہے- علاوہ ازیں معن بن عیسٰی اور ذہبی کے درمیان کئی صدیوں کا فصل ہے- دوسرے سعید بن ابراہیم بھی جرح سے خالی نہیں- ابو درداءؓ صاحب علم صحابی، ابو مسعود انصاریؒ صاحب کمال بدری صحابی کے سزا دینے کا واقعہ بھی غلط ہے-

دوسری بات اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت تک مدینہ میں ہی قید رکھا- اس کی تغلیط میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تمام صحیح روایتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قیام کوفہ میں ثابت ہے- خود حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا معلم بنا کر بھیجا تھا- اور وہ کوفہ میں تعلیم سنن اور حکومت کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی میں برابر مشغول رہے- (تذکرۃ ص ۱۳ جلد اول و استیعاب ۳۶۱ جلد اول)

پس جب وہ کوفہ میں تھے تو مدینہ میں شہادت فاروقی تک مقید رہنے کی بات کیوں کر درست قرار دی جا سکتی ہے- پس بکثرت حدیثیں بیان کرنے کے جرم میں مقید ہو جانا مذکورہ حقائق کی روشنی میں خود بخود باطل ہو جاتا ہے- اسی حقیقت کی طرف علامہ ہیثمیؒ نے یہ کہہ کر "و لا يصح هذا عن عمر" اشارہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف اس کا انتساب غلط ہے- پس منکرین حدیث کا اس قسم کی روایتوں کے بل بوتہ پر حضرت عمرؓ کو دشمن حدیث ٹھہرانا سر تا سر دجل و فریب ہے-

البتہ حافظ سخاویؒ نے حضرت عمرؓ کے اس انتباہ کا ذکر فرمایا ہے جس میں فاروق اعظمؓ نے حضرت کعب احبارؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کو اہل کتاب کے واقعات اور اسرائیلی روایات کے بیان کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی تھی- حافظ سخاویؒ کے الفاظ یہ ہیں- "وقد منع عمر كعبا من التحديث بذالك قائلا له لتتركنه او لالحقنك بارض القردة و كذا النهى عن مثله ابن مسعود وغيره من الصحابة." (فتح المغيث ص ٥٢)

پس اس قسم کی روایت کی تحدیث پر زجر و تنبیہ کو "یاروں" نے احادیث نبویہ کی ممانعت پر محمول کر دیا- خدانخواستہ اگر حضرت عمرؓ حسب بیان منکرین حدیث دشمن حدیث ہوتے تو وہ خود احادیث کی روایت کیوں کرتے اور لوگوں سے احادیث نبویہ کیوں دریافت فرماتے اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کو روایت حدیث کی اجازت کیوں دیتے؟ حضرت عمرؓ کا منشاء انضباط روایت اور احتیاط فی الحدیث کے سوا

اور کچھ نہ تھا- اگر ایسی کوششیں منکرین حدیث کے نزدیک حدیث کو مٹانے کے مترادف ہیں تو بیان کا اپنا اجتہاد ہے- اس آزادی کے دور میں درہ فاروقی نہیں ہے ورنہ فاروق اعظم پر حدیث دشمنی کا افتراء کا اصلی جواب درہ ہی تھا- پھر ہر منکر حدیث چند دروں پر چلا چلا کر اعلان کرتا (ذهب الذى كنت احده فى راسى) فاروق اعظمؓ کا مقصد ان احتیاطی بندشوں سے صرف یہ تھا کہ نبی ﷺ کے تمام ارشادات اصلی حالت میں بغیر کسی اضافہ اور کسی نقصان کے دنیا کی رہبری کے لئے باقی رہیں اور کوئی صحابی فرمودات رسول میں کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر سکے- کسی لفظ کو نہ گھٹا سکے اور نہ بڑھا سکے- کنز العمال میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں احادیث کی روایت پر سخت قسم کی شرائط عائد تھیں اور ان سب کا منشاء یہ تھا کہ لوگ ہر قسم کی روایات بیان کرنے میں آزاد نہ ہو جائیں-

حضرت عمرؓ بیان روایت میں لوگوں کو اللہ کا خوف وڈر دلایا کرتے تھے تاکہ نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو واقعہ میں آپ سے ثابت نہ ہو- (منتخب کنز العمال جلد چہارم ص ۶۱)

اور اسی حقیقت کی طرف علامہ ذہبیؒ نے بایں الفاظ اشارہ کیا ہے "هو الذى سن المحدثين التثبت فى النقل و ربما كان يتوقف فى خبر الواحد اذار تاب. (تذکرہ جلد ا ص ۶) یعنی حضرت عمرؓ نے احادیث کے ضبط وحفظ اور روایات کے کمال ثبوت کا اس درجہ لحاظ رکھا کہ تمام محدثین کے لئے آپ کا یہ طرز عمل ایک بہترین نمونہ بن گیا- حضرت عمرؓ کے تذکرے میں یہ واقعہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ بسا اوقات آپ حدیث سن کر دوسرے صحابی کی تائید و تصدیق کا انتظار فرماتے- جب اطمینان بخش طریقہ پر ثبوت بہم پہنچ جاتا تو کمال شرح صدر کے ساتھ اس کو تسلیم کر لیتے-

صحیفہ عمرؓ:

خطیب بغدادیؒ نے کتاب الکفایہ میں حضرت عمرؓ کے ایک ایسے صحیفہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دستیاب ہوا تھا- اور جس میں حدیثیں درج تھیں- (فتح المغیث ص ۲۴۳)

حضرت عمرؓ کے کمال ضبط واحتیاط کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ان حدیثوں کو ہر طرح محفوظ کر لو جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مروج تھیں- کیونکہ حضرت عمرؓ راویان حدیث کو کمال احتیاط کی تلقین فرمایا کرتے تھے' اور ان کو اس بات سے خوف دلاتے تھے کہ کوئی غلط چیز رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے-

اگر حضرت عمر رضی اللہ دشمن حدیث ہوتے تو کوئی حدیث ان سے مروی نہ ہوتی- حالانکہ ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی گئی ہیں- علامہ ابن جوزیؒ نے مرویات عمرؓ کی تعداد ۵۳۷ بتائی ہے- (تلقيح فهوم اهل الاثر لابن الجوزى ص ١٨٤)

خلاصۃ التہذیب کے مؤلف نے حضرت عمرؓ کی مرویات کو ۵۳۹ لکھا ہے- جب خود حضرت عمرؓ سے اس قدر شدتِ احتیاط کے باوجود پانچ سو سے زائد احادیث مروی ہیں تو منکرین حدیث کا حضرت عمرؓ کو دشمن حدیث قرار دینا سر تا پا جہالت وضلالت ہے-

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں اپنے محبوب رسول ﷺ کی شان اقدس میں فرمایا تھا هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (الجمعه: ۲) یعنی اللہ وہ ذات عالی ہے جس نے ان پڑھوں میں اپنا ایک رسول ان ہی کی قوم سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس اللہ کی آیات پڑھتا اور ان کو برائیوں سے پاک کرتا ہے اور ان کو وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ ان کی آمد سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں بتلا تھے-

اس آیت کریمہ میں جس چیز کو لفظ حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے یہ وہی چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں "حدیث نبوی" کہا جاتا ہے- ایک ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حدیث نبوی حکمت کا ایک لافانی خزانہ ہے جو رسول علیہ السلام قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اپنی امت کے حوالے فرما گئے اور جسے امت نے پورے ذوق وشوق کے ساتھ اس طرح محفوظ رکھا جس طرح کہ قرآن مجید

کو محفوظ رکھا گیا۔اس بارے میں ناظرین کرام بہت سی تفاصیل پچھلے بیانات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔نیز صحابہ کرام خصوصاً حضرت سیدنا ابو بکر صدیق وحضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کا حال معلوم کر چکے ہیں کہ وہ احادیث نبوی کے کس قدر دلدادہ کس قدر محتاط اور کتنے قدر داں تھے۔بعد کے زمانوں میں احادیث پر امت نے جس قدر توجہ دی ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب ہے۔چونکہ تدوین حدیث پر بیان چل رہا ہے اس لئے آج اس کے متعلق مزید تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں۔امید ہے کہ بغور مطالعہ فرمانے والے حضرات ان سے ایمان ویقین کا بہت سا سرمایہ حاصل فرماسکیں گے وھذا ھوالمراد و ما توفیقی الا باللہ۔

تاریخ تدوین احادیث:

آسانی کے لئے ہم حدیث کے مرتب ہونے کے دور کو چار حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں تاکہ مفصل طور پر معلوم ہو سکے کہ ہر عہد میں احادیث نبوی کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں نے کیا کچھ محنت اور جانفشانی کی ہے (۱) عصر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (۲) عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم (۳) عہد تابعین رضوان اللہ علیہم (۴) تابعین کے بعد کا زمانہ۔

عصر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازا بعثت تا ۱۱ھ مدت ۲۳ سال:

عالم انسانیت کی شب دیجور کی نورانی صبح جب وہ مہر جہاں افروز طلوع ہوا کتنی پر کیف تھی۔اس کی حیات بخش کرنوں کی تاثیر سے بے حس ذروں میں بھی زندگی کروٹیں لینے لگی۔اس کی شوخ تجلیوں نے نشیب وفراز صحرا و کہسار کو بقعہ نور بنا دیا۔خزاں زدہ باغ ہستی میں سرمدی بہاریں پھر مستانہ وار جھومنے لگیں اور انسان اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کے لئے پھر مصروف تگ ودو نظر آنے لگا۔دنیا حیران ہے کہ وہ نبیؐ جس کی پہلی دعوت پر سارا عرب آگ بگولا ہو گیا اور آنکھوں میں غصہ ونفرت کے انگارے ناچنے لگے' جنہوں نے اس نبی کی آواز سننے سے اپنے کان بند کر لئے اور اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں میچ لیں جو اپنی پوری اجتماعی طاقت کے ساتھ اپنے گھروں سے بارہا تیر وسنان لے کر اسے مٹانے کے لئے نکلے تھے' کس طرح اس کے اشارہ پر جان عزیز تک نثار کرنے لگے۔وہ ہستی جس کی ہر بات سے انہیں چڑ تھی کس طرح ان کی عادات وشمائل بلکہ احساس وتخیل کی محاسب بن گئی۔صحابہ کرامؓ کو جو عقیدت ونیاز مندی محبت وشیفتگی اس پیکر حسن ورعنائی جامع صفات انبیاء ورسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اس کی مثال میں عروہ بن مسعود ثقفی نے صحابہ کی نیاز مندیوں کا جو نقشہ کھینچا ہے' اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضور کریم ﷺ ۶ ہجری میں چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے عازم مکہ ہوئے۔حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے مزاحمت کی اور آگے جانے سے روک دیا اور مسلمانوں کی قوت کا جائزہ لینے کے لئے عروۃ بن مسعود ثقفیؓ کو مسلمانوں کی قیام گاہ پر بھیجا۔عروہ طائف کا رئیس تھا اور اسی کے اشارے پر طائف کی گلیوں میں نبی اکرم کی پنڈلیوں کو اوباشوں نے پتھر مار مار کر لہو لہان کیا تھا۔وہ ابھی تک مشرف باسلام بھی نہیں ہوا تھا اس نے واپس آکر کفار مکہ کو کہا:-

اس شخص سے صلح کر لو اس کے مقابلہ کی تم میں تاب نہیں۔میں قیصر روم' کسریٰ ایران اور شاہ حبش کے درباروں میں گیا ہوں میں نے کسی رعایا کو اپنے بادشاہ سے وہ والہانہ محبت کرتے نہیں دیکھا جو میں نے اصحاب محمد میں دیکھی ہے۔ان کی زبان سے کوئی حکم نکلتا ہے تو سب بے تابانہ وار اس کی تعمیل پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔اگر وہ وضو کرتے ہیں تو پانی کے قطرے زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اپنے چہرہ پر مل لیتے ہیں۔وہ تھوکتے ہیں تو اسے بھی وہ جسم پر مل لیتے ہیں۔ان کی حجامت کے بالوں کو بھی وہ محفوظ رکھتے ہیں جس قوم کو اپنے پیشوا سے اتنی محبت ہو اس پر غالب آنا ناممکن ہے۔

یہ رائے کسی عقیدت مند کسی غیر جانبدار مبصر کی نہیں بلکہ اس دشمن کی ہے جس کی بہترین تمنا یہی تھی کہ مسلمان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جائیں۔

اگرچہ صحابہ کی ہر ادا محبت مصطفویؐ کی غماز تھی لیکن محبت کی سرمستیوں اور خود فراموشیوں کے جو مناظر میدان جنگ میں دیکھنے میں آئے وہ آج تک دانشمندان عالم کے لئے ایک معمہ ہیں- مثلاً سترہ رمضان المبارک ۲ ہجری کو بدر کے میدان میں حق و باطل کی پہلی ٹکر ہوئی- ایک طرف کفار کا مسلح لشکر تھا جس کی آتش غضب کو تیز تر کرنے کے لئے دوشیزگان عرب کی شعلہ نوائیاں تیل کا کام کر رہی تھیں- ادھر صرف تین سو تیرہ اور وہ بھی نہتے جنہیں صرف محبوب دو عالمؐ کی دعاؤں کا سہارا تھا- جنگ سے ایک روز پہلے آپؐ نے مجلس مشاورت طلب کی اور صحابہؓ سے جنگ کے متعلق دریافت فرمایا- مہاجرین نے عرض کی یارسول اللہؐ ہم حاضر ہیں- آپؐ نے دوسری دفعہ پھر پوچھا مہاجرین نے پھر یہی جواب دیا لیکن تیسری بار پھر لب مصطفوی پر یہی سوال تھا تو اب انصار سمجھے کہ روئے سخن ہماری طرف ہے- اس وقت حضرت مقداد اٹھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! فداك ابی و امی آپ ہم سے خطاب فرمارہے ہیں ہم قوم موسیٰ نہیں کہ جنگ کے وقت فاذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قاعدون کہہ کر ٹال دیں- ہم تو حضور کے فرمانبردار ہیں اگر پہاڑ سے ٹکرانے کو کہیں تو ٹکرا جائیں' آگ میں کودنے کا حکم دیں تو کود جائیں اور اگر سمندر میں چھلانگ لگانے کا اشارہ پائیں چھلانگ لگا دیں جس سے آپ کی صلح اس سے ہماری صلح ہے اور جس سے آپؐ کی جنگ اس سے ہماری جنگ ہے-

احادیث نبوی یاد رکھنے کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا شدید اہتمام:

یہ سن کر آنحضرتؐ کے لب جان بخش پر مسکراہٹ آ گئی- آپ اندازہ فرمائیں کہ جہاں ادب و احترام اور جانبازی و سرفروشی کا یہ عالم ہو' کیا ایسے پیارے پاک نبی کے الفاظ فراموش ہو سکتے ہیں- صحابہ کو حضورؐ کے ارشادات کی اہمیت کا پورا احساس تھا- وہ ہر ممکن کوشش کرتے کہ حضورؐ کا کوئی حکم آپؐ کی کوئی حدیث ایسی نہ ہو جس کا انہیں علم نہ ہو سکے- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ سے دو تین میل باہر ایک جگہ ایک انصاری بھائی حضرت عتبان بن مالکؓ کے ساتھ رہتا تھا- ہم نے باری مقرر کر رکھی تھی- ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا اور حضورؐ کے ارشادات سنتا اور شام کو واپس آ کر اسے سنا دیتا- دوسرے روز وہ حاضر ہوتے اور میں کام دھندا کرتا- اکثر صحابہ جو ہر روز حاضر نہ ہو سکتے ان کا یہی دستور تھا- اس کے علاوہ صحابہ کا ایک خاص گروہ تھا جنہیں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کا کام بجز تعلیم و تعلم اور حاضری بارگاہ اقدس کے کچھ نہ تھا- وہ فقر و فاقہ کی سختیاں خوشی سے برداشت کرتے' پھٹے پرانے کپڑے پہنتے انہوں نے دنیا کے لذائذ کو خندہ پیشانی سے ترک کر رکھا تھا اور شب و روز مسجد نبوی میں رہتے' حضور کی احادیث سنتے اور انہیں یاد رکھتے- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی گروہ میں سے تھے- ایک دفعہ انہوں نے اپنی کثرت روایات کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا-

تم یہ خیال کرتے ہو کہ ابوہریرہ بہت کثرت سے حدیثیں حضور ﷺ سے بیان کرتا ہے ہم سب کو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے (اس لئے میں جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مسکین آدمی تھا اور جو کچھ کھانے کو مل جاتا اسی پر قناعت کرتا اور ہمیشہ بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا اور مہاجرین بازاروں میں تجارت کی وجہ سے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت کی وجہ سے مشغول رہتے- ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو حضور نے فرمایا جو شخص جب تک میں اپنی بات ختم نہ کر لوں اپنی چادر بچھائے رکھے اور پھر اسے اکٹھا کرے تو اس کے بعد جو کچھ وہ مجھ سے سنے گا وہ اسے نہیں بھولے گا- پس میں نے اپنی چادر بچھائی جو میں اوڑھے تھا- مجھے اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے میرے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' اس کے بعد میں نے حضور انورؐ کی زبان مبارک سے جو کچھ بھی سنا وہ مجھے فراموش نہیں ہوا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوہریرہ کو فرمایا انت کنت الزمنا لرسول الله صلی الله علیه واله وسلم و احفظنا لحدیثه- اے ابوہریرہ تجھے ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میسر آئی اور تجھے حضور کی احادیث ہم سے زیادہ یاد ہیں- ان کے علاوہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد خاص کوشش سے احادیث نبوی یاد کیا کرتی تھی- چنانچہ ام المومنین عائشہ صدیقہ' عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا شمار حفاظ سنت میں ہوتا تھا-

سنت نبوی کو یاد کرنے والوں کے لئے دعائے نبویؐ:

مزید برآں نبی کریم ﷺ نے بارہا اپنے صحابہ کو تاکید کی اور انہیں شوق دلایا کہ وہ آپ کے ارشادات اور خطبوں کو یاد کریں اور پھر انہیں دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ایسے لوگوں کے حق میں آپ نے دعا فرمائی جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها فاواها کما سمعها رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو پرنور کرے جس نے میری بات سنی' پھر اسے خوب یاد کیا اور اس کے بعد جیسے سنا ویسے ہی دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید جمع تھے تو نبی اکرم ﷺ نے جو شہرہ آفاق خطبہ دیا اس کے چند آخری جملے ملاحظہ ہوں۔

وقال فان دمائکم و اموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا و ستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلا لایضرب بعضکم رقاب بعض الا لیبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من یبلغه ان یکون اوعی له من بعض من سمعه۔

یعنی حضور نے فرمایا بے شک تمہاری جانیں' تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس مبارک ماہ کا اس مقدس شہر (مکہ) میں یہ روز سعید (تم) اپنے رب سے عنقریب ملو گے اور وہ ذوالجلال تمہارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔دیکھو خبردار! کہیں میرے پیچھے پھر گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنوں کو نہ کاٹنا۔کان کھول کر سنو! جو اس جگہ موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ یہ احکام ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس وقت موجود نہیں۔ممکن ہے جن لوگوں کو یہ احکام پہنچائے جائیں وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھ دار ہوں۔

حضورؐ کریم کے اس ارشاد الا لیبلغ الشاهد الغائب سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضور اپنے ارشادات کو یاد کروانے والے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے کتنی سخت تاکید فرماتے تھے کیونکہ قرآن و سنت نبوی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک دوسرے سے جدا کرنا ناممکن ہے اور دین کے متعلق حضور کریم نے جو کچھ تعلیم دی اس میں اپنی خواہش اور ارادے کا کوئی دخل نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق ہے۔اسی لئے حضور ﷺ نے اس بات کو جو قرآن نے بار بار دہرائی ہے اپنے اس ارشاد میں واضح فرما دیا تاکہ کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی قد خلفت فیکم شیئیں لن تضلوا بعدهما کتاب الله و سنتی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر ان پر عمل پیرا رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور میری سنت۔یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض پر دونوں ایک ساتھ وارد ہوں۔اس مضمون کی بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں جن میں حضور اکرم نے صحابہ کرام کو اپنے اقوال و احادیث کو یاد کرنے' ان پر عمل کرنے اور آئندہ آنے والی نسلوں تک اس امانت کو پہنچانے پر بہت زور دیا ہے۔

عصر رسالتؐ میں حدیث کی کتابت:

عصر رسالت مآب میں اگرچہ احادیث نبوی کا حفاظت کی دارومدار اکثر قوت یاد و حفظ پر تھا لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی قطعاً غلط ہے کہ اس زمانہ میں حضور کے ارشادات بالکل قلمبند کئے ہی نہیں گئے۔ایسی شہادتیں کثرت سے ملتی ہیں کہ بارہا آپ نے خود کئی مسائل کو اپنی نگرانی میں لکھوایا اور کئی صحابہ کو جن کو لکھنے کی پوری مہارت تھی انہیں احادیث کو ضبط کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی چنانچہ علامہ ابن قیم علیہ الرحمۃ اپنی کتاب زاد المعاد میں ان والا ناموں کا جو آپؐ نے اہل اسلام کو تحریر فرمائے' ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ((فمنها

كتابه فى الصدقات الذى كان عند ابى بكر و كتبه ابوبكر لانس بن مالك لما وجهه الى البحرين و عليه عمل الجمهور و منها كتابه الى اهل اليمن وهو الكتاب الذى رواه ابوبكر بن عمرو بن حزم عن ابيه عن جده۔ وهو كتاب عظيم فيه انواع كثير من الفقه فى الزكوٰة والديات والاحكام وذكر الكبائر والطلاق و العتاق و احكام الصلوٰة فى الثوب الواحد والاحتباء فيه و مس المصحف و غير ذلك قال الامام احمد لاشك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتبه و احتج الفقهاء كلهم بما فيه من مقادير الديات و منها كتابه الى بنى زهير و منها كتابه الذى كان عند عمر بن الخطاب فى نصب الزكوٰة و غيرها))

ترجمہ: ان گرامی ناموں میں سے جو رحمت عالم ﷺ نے احکام شرعی کے متعلق مختلف لوگوں کو ارسال فرمائے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) ایک گرامی نامہ زکوٰۃ کے متعلق تھا جو خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ تھا۔اس کو آپ کے حکم سے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت انس بن مالک کے لئے لکھا تھا جب انہیں بحرین کی طرف روانہ کیا اور آج جمہور علماء کا عمل اسی خط کے مطابق ہے (۲) ایک گرامی نامہ اہل یمن کی طرف ارسال کیا یہ وہ خط ہے جسے ابو بکر (تابعی ہیں) نے اپنے والد عمرو سے اور انہوں نے اپنے والد حزم سے روایت کیا اور یہ بہت ہی عظیم الشان خط ہے اس میں اسلام کے کثیر التعداد مسائل درج ہیں (زکوٰۃ) دیت اور احکام کے علاوہ کبیرہ گناہوں' طلاق' غلاموں کی آزادی' ایک کپڑا میں نماز پڑھنے' ایک ہی کپڑا اوڑھنے' مصحف کو چھونے وغیرہ کے مسائل مذکور ہیں۔امام احمد فرماتے ہیں کہ اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں کہ یہ خود آپ نے لکھوایا ہے اور تمام علماء اس خط میں درج شدہ دیتوں کی مقدار پر عمل پیرا ہیں (۳) ایک گرامی نامہ وہ ہے جو بنی زہیر کو بھیجا گیا۔(۴) اور ایک وہ ہے جو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔اس میں زکوٰۃ کے نصاب اور دوسرے امور کے متعلق احکام تھے۔عہد رسالت میں جو حضرات احادیث طیبہ کو قلمبند کیا کرتے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اول الذکر کے متعلق تو حضرت ابو ہریرہ کے اس قول سے وضاحت ہوتی ہے' آپ سے مروی ہے ما من اصحاب النبى احد اكثر حديثا عنه منى الا ما كان من عبدالله بن عمر فانه كان يكتب ولا اكتب (الاصابة فى معرفة الصحابه لابن حجر ج ۴ ص ۲۰۳) ترجمہ: صحابہ کرام میں سے مجھ سے زیادہ نبی کریم سے کسی نے احادیث روایت نہیں کیں سوائے ابن عمر کے کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق تو تصریح ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے ارشادات تحریر کرنے کی صرف اجازت ہی نہیں بخشی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی تھی۔جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔

عن عبدالله بن عمرو قال كنت اكتب كل شئى اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتنى قريش فقالوا انك تكتب كل شئى تسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم و رسول الله بشر يتكلم فى الغضب فامسكت عن الكتاب فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال "اكتب فوالذى نفسى بيده ما خرج منى الا الحق رواه الامام احمد۔ (تفسير ابن كثير و النجم ج ٤ ص ٢٤٧)

یعنی عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان پاک سے جو لفظ سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا اس ارادے سے کہ اسے یاد کروں گا لیکن قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے جو سنتے ہو وہ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ تو بشر ہیں کبھی غصہ میں بھی کچھ فرما دیتے ہیں (ان کی اس بات سے متاثر ہو کر) میں نے لکھنا ترک کر دیا پھر میں نے اس چیز کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا تو آپؐ نے فرمایا جو مجھ سے سنو ضرور لکھا کرو۔اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

اس حدیث میں دو کلمے خاص طور پر قابل غور ہیں ایک تو حضرت عبداللہ کا یہ کہنا کہ میں اس لئے لکھتا تھا کہ اسے یاد کروں جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں احادیث نبوی کے یاد کرنے کا عام ولولہ تھا اور اس کے لئے وہ اپنی طرف سے ہر امکانی کوشش کرتے تھے اور دوسرا ان کو نبی اکرم ﷺ کا یہ صریح حکم "اکتب" کہ ضرور لکھا کرو اور ساتھ ہی اس حکم کی وجہ بھی بیان فرمادی وما خرج منی الا الحق کہ میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

اگر مندرجہ بالا تصریحات کو صرف دین کی تاریخ ہی تسلیم کر لیا جائے جس سے منکرین سنت کو بھی انکار نہیں تو کیا ایک منصف پر یہ حقیقت مہر نیم روز کی طرح عیاں نہیں ہو جاتی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت کو لاوارث نہیں چھوڑا جیسے ان لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے بلکہ اس کی حفاظت اس کی تبلیغ اور اس پر کاربند رہنے کے لئے صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والی امت کو نہایت واضح اور صریح انداز سے حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے اپنے آقا اور ہادی کے تمام ارشادات کو یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے اپنی انتہائی کوششیں صرف کیں۔ جن احادیث میں قرآن کریم کے بغیر کچھ اور لکھنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مخاطب عام لوگ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ سب سے پہلے اسلام نے ان کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ فن کتابت ان کے لئے انوکھا فن تھا جس میں مشاق اور پختہ ہونے کے لئے کافی مشق اور مہارت کی ضرورت تھی۔ اگر سنت نبوی کو لکھنے کی عام اجازت دی جاتی تو اس سے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں نو آموزی کے باعث آیات قرآنی کے ساتھ احادیث کا اختلاط نہ ہو جائے اس خطرہ کے انسداد کے لئے عوام الناس کو روکا گیا لیکن جو اس فن میں مہارت اور کمال حاصل کر چکے تھے انہیں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا کہ و اکتب' ما خرج منی الا الحق ضرور لکھو جو مجھ سے سنو کیونکہ میں ہمیشہ سچ اور حق بات ہی کہتا ہوں۔ سچ ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

دور صحابہ کرامؓ:

جب تک آفتاب نبوت خود عالم افروز رہا اس وقت تک تو صداقت کے ساتھ آمیزش کذب کا امکان تک نہ تھا لیکن حضور کے انتقال کے بعد مسلم معاشرہ تین عناصر پر مشتمل تھا۔ ایک تو وہ خوش نصیب تھے جو ایک مدت تک فیض صحبت سے بہرہ اندوز رہے' جن کی آنکھیں مشاہدہ جمالی سے روشن تھیں اور دل جذبات محبت نبوی سے معمور۔ جس طرح پانی کا قطرہ آغوش صدف میں رہ کر در یتیم بن جایا کرتا ہے اسی طرح رسالت مآب کے آغوش تربیت میں رہنے سے ان کے اندر ایسا انقلاب پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دنیا میں عدل وانصاف اور حق وصداقت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ دوسرا عنصر نو مسلموں کا جو زیادہ طور پر عرب کے بادیہ نشین اعراب اور ہمسایہ ممالک کے باشندے تھے۔ انہیں فیض صحبت سے زیادہ فیض یاب ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا اس لئے وہ اسلام کے اصول و قواعد کی روح سے پورے طور پر مانوس نہ ہوئے تھے اور تیسرا عنصر مارہائے آستین منافقین کا تھا جو مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے قرآن کریم عہد رسالت میں اکثر صحابہ نے حفظ بھی کر لیا تھا اور کھجور کے پتوں اور چمڑوں کے ٹکڑوں پر متفرق طور پر لکھ بھی لیا گیا تھا لیکن جنگ یمامہ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر جنگوں میں حفاظ قرآن کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو کوئی حافظ قرآن باقی نہ رہے گا اس کا ذکر انہوں نے خلیفہ وقت حضرت صدیق اکبرؓ سے کیا۔ باہمی مشورہ کے بعد قرآن کریم کو یکجا جمع کرنے کا اہم کام حضرت زید بن ثابت کے سپرد کیا گیا۔ اس طرح فاروق اعظم کے تدبر نے قرآن کو ہمیشہ کے لئے تحریف و تبدل سے محفوظ کر دیا۔

عہد خلافت راشدہ میں روایت حدیث میں سخت احتیاط:

احادیث کے متعلق بھی خلافت راشدہ میں سخت اہتمام تھا تاکہ کوئی منافق اپنی فطری بد باطنی یا کوئی نو مسلم اپنی کم علمی اور ناواقفی کے باعث غلط بات رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب نہ کر دے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات صحابہ کبارؓ سے بھی سختی سے احادیث کی

صحت کے لئے باز پرس کی جاتی - مثلاً

(۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اپنے پوتے کے ورثہ کا مطالبہ کیا- آپ نے فرمایا کہ میں دادی کا حصہ قرآن میں بھی نہیں پاتا اور نہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دادی کا حصہ کچھ مقرر فرمایا- پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ اٹھے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہے کہ آنحضرتؐ دادی کو چھٹا حصہ دیتے- آپ نے دریافت کیا کوئی اور بھی ہے جس نے رسول کریم سے ایسا سنا ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہ اٹھے اور حضرت مغیرہ کی تصدیق کی تب صدیق اکبر نے رسول کریم کے حکم کے مطابق اس عورت کو اس کے پوتے کا ورثہ دیا-(تذکرۃ الحفاظ)

(۲) ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فاروق اعظم کو باہر سے تین دفعہ سلام کیا لیکن جواب نہ ملا اور آپ واپس لوٹ آئے- حضرت عمر نے انہیں بلوا بھیجا اور لوٹ جانے کی وجہ پوچھی-ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین دفعہ سلام کہے اور اسے صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو وہ خواہ مخواہ اندر جانے پر مصر نہ ہو بلکہ واپس لوٹ جائے- حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو اس حدیث کی صحت پر گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری خبر لوں گا-وہ صحابہ کے پاس واپس گئے تو ان کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں- صحابہ نے وجہ پوچھی تو سارا ماجرہ کہہ سنایا- صحابہ نے کہا کہ ہم نے بھی آنحضرت سے یہ حدیث سنی ہے-چنانچہ ایک شخص ان کے ساتھ گیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے ابو موسیٰ اشعری کی تصدیق کی- حضرت عمرؓ نے اس کی وجہ بھی بیان فرمادی قال عمرانی لم اتهمك ولكني خشيت ان يتقول الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت عمر نے فرمایا اے ابو موسیٰ میرا ارادہ تمہیں متہم کرنے کا نہ تھا لیکن میں نے اس خوف سے اتنی سختی کی تاکہ لوگ بے سروپا باتیں آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرنے لگیں-اسی طرح بہت سی دیگر روایات کتب احادیث میں موجود ہیں- خلفاء راشدین کثرت روایت سے لوگوں کو منع بھی فرمایا کرتے تھے- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اگر کوئی ایسی حدیث بیان کی جاتی جس کا آپ کو علم نہ ہوتا تو آپ راوی سے قسم لیتے- یہ ساری تدابیر اس لئے عمل میں لائی جاتیں تاکہ کسی طرح حضور ﷺ کی احادیث کے ساتھ دیگر اقوال کی آمیزش نہ ہونے پائے لیکن ان احتیاطی تدابیر سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ خلفاء کو احادیث کی صحت کے متعلق یقین نہ تھا یا وہ احادیث پر عمل سے گریز کرنا چاہتے تھے افتراء محض اور بہتان صریح ہے-ان کی ساری زندگیاں اطاعت رسول کریم میں بسر ہوئیں-

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ عام میں نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک تصریح فرما دی اطيعونى ما اطعت الله و رسوله فاذا عصيت الله و رسوله فلا طاعة لى عليكم (بخاری و مسلم) ترجمہ: جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرتے رہو اور جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کی نافرمانی کرنے لگوں تو اس وقت تم میری اطاعت کے پابند نہیں ہو-اس سے بین اور روشن دلیل اور کیا ہو گی؟ حضرت صدیق اکبرؓ تو خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد اپنی اطاعت کو اطاعت رسولؐ سے مشروط کرتے ہیں-ان سے بہتر اور کون ہے جس کے لئے ہم اپنے نبی پاک کی سنت کو ترک کر کے اس کے احکام کی پابندی کریں اور اسے ہی قرآن فہمی کا تقاضا سمجھیں کیا یہ حضرات حضرت صدیق سے بھی زیادہ قرآن کو سمجھنے کے مدعی ہیں؟

عہد فاروقی میں تعلیم سنت کا انتظام:

عہد فاروقی میں تو احادیث نبوی کی نشر و اشاعت کا اس قدر اہتمام کیا گیا جس کے لئے ساری امت ان کی شرمندۂ احسان ہے- مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ میں حدیث کی تعلیم کے لئے ایسے صحابہ کو روانہ کیا جن کی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ میں مسلم تھی- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں-

چنانکہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را باجمعے بکوفہ فرستاد و مغفل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین را بہ بصرہ و عبادہ بن صامت وابو درداء را بشام و بہ معاویہ بن سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشاں تجاوز نہ کند۔

ترجمہ: تعلیم القرآن و سنت کے لئے حضرت فاروق اعظم نے عبداللہ بن مسعود کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا اور مغفل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین کو بصرہ اور عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام بھیجا اور امیر معاویہ کو جو اس وقت شام کے گورنر تھے' سخت تاکیدی حکم لکھا کہ یہ حضرات جو احادیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین: حضرت عمر نے اہل کوفہ کو ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا۔انی قد بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا و عبداللہ بن مسعود معلما وزیرا و ھما من النجباء من اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم و من اھل بدر۔ ابھما و اسمعوا و قد آثرتکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی (تذکرۃ الحفاظ) ترجمہ: میں تمہاری طرف عمار بن یاسر کو امیر بنا کر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور یہ دونوں حضور کریم ﷺ کے بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں اور بدری ہیں۔ان کی پیروی کرو اور ان کا حکم مانو۔عبداللہ بن مسعود کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنے نفس پر ترجیح دی ہے۔

علامہ خضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔وقد نام فی الکوفۃ یاخذ عنہ اھلھا۔حدیث رسول اللہ ﷺ وھو معلمھم و قاضیھم۔ یعنی اس کے بعد حضرت ابن مسعود مدت تک کوفہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں کے باشندے ان سے احادیث نبوی سیکھتے رہے۔وہ اہل کوفہ کے استاذ بھی تھے اور قاضی بھی۔حضرت فاروق نے جب بصرہ کی امارت پر حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو مقرر کیا اور وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنے آنے کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان کی۔بعثنی عمر الیکم لاعلمکم کتاب ربکم و سنۃ نبیکم (الدارمی) ترجمہ: مجھے حضرت عمر نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ میں تم کو تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کی تعلیم دوں۔اسکے علاوہ حضرت عمر جب کبھی صوبوں کے حکام اور قضاۃ اور عساکر اسلامیہ کے قائدوں کو خط لکھتے تو انہیں کتاب اور سنت نبوی پر کاربند رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔آپ کا ایک تاریخی خط ہے جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو ارسال کیا۔اس میں قاضی کے واجبات اور مجلس قضاء کے آداب کو جس حسن و خوبی اور تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر اسے اسلام کا بدترین دشمن بھی پڑھے تو جھوم جائے دیگر امور کے علاوہ آپ نے انہیں یہ بھی تحریر فرمایا۔ثم الفھم الفھم فیما خفی الیک مما ورد علیک ما لیس فی قران ولا سنۃ ثم قائس الامور عند ذالک (اعلام الموقعین ج۱ ص۷۲) ترجمہ: ان واقعات جن کے لئے تمہیں کوئی حکم قرآن اور سنت میں نہ ملے فیصلہ کرنے کے لئے عقل اور سمجھ سے کام لو اور ایک چیز کو دوسری پر قیاس کیا کرو۔آپ کا ایک اور مکتوب ہے جو قاضی شریح کو روانہ کیا گیا۔اس میں آپ ان کے لئے ایک صلاح مقرر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اذا اتاک امر فاقض بما فی کتاب اللہ فان اتاک ما لیس فی کتاب اللہ فاقض بما سن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الموافقات للامام شاطبی ج ٤ ص۷) ترجمہ: جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اگر کوئی ایسا واقعہ درپیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم اپنے عہد خلافت میں جب حج کرنے کے لئے گئے تو مملکت اسلامیہ کے تمام والیوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی حج کے موقعہ پر حاضر ہوں۔جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر نے ایک تقریر فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔آپ نے کہا: اے لوگو! میں نے تمہاری طرف جو حکام بھیجے ہیں وہ اس لئے نہیں بھیجے تاکہ وہ تمہیں زدوکوب کریں اور تمہارے اموال تم سے چھینیں میں نے انہیں صرف اس لئے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی کریم کی سنت سکھائیں۔حکام میں سے اگر کسی نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو تو پیش کرو۔اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے میں اس حاکم سے قصاص لئے بغیر نہیں رہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب و کریم رسول کی سنت کی نشرواشاعت اور تمام قلمرو اسلامی میں اس پر سختی سے عمل کرانے کی جو مساعی کیں یہ اس کا نہایت ہی مختصر خاکہ ہے لیکن کم از کم اس سے یہ حقیقت تو ہویدا ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ رسول اکرم کی اطاعت امت پر قیامت تک فرض ہے اور اسی میں ان کی ترقی' عزت اور ہیبت کا راز پنہاں ہے-اسی لئے تو آپ نے ملک کے گوشہ گوشہ میں جلیل القدر صحابہ کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو ان کے رسول کی سنت کی تعلیم دیں اور حکام کو بار بار اتباع سنت کے لئے مکتوبات روانہ کئے-

منکرین سنت کہتے ہیں کہ حضور کی اطاعت فقط حضور کی ظاہری زندگی تک فرض تھی-اس کے بعد امت پر حضور کی اطاعت ضروری نہیں-حیرت ہے کہ اس امر کی طرف نہ تو قرآن نے اشارہ کیا' نہ اللہ کے رسول نے اور یہ راز نہ تو خلفاء راشدین کو سمجھ آیا اور نہ دوسرے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرصہ دراز نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں بسر کیا اور جن کی موجودگی میں سارا قرآن نازل ہوا آخر یہ رازِ سربستہ چودہ سو سال کے بعد ان حضرات پر کیسے منکشف ہو گیا-

کیا حضرت عمرؓ نے بعض صحابہ کو کثرت روایت کی وجہ سے قید کیا تھا؟

منکرین سنت صحیح اور مستند احادیث کو توماننے سے گریزاں ہیں لیکن اگر کہیں کوئی غلط اور موضوع روایت ایسی ملتی ہے جس سے ان کے مسلک کو کچھ تقویت پہنچتی ہو تو اسے اس وثوق سے بیان کرتے ہیں جیسے انہوں نے اتنی صدیوں کی مسافت طے کر کے اس روایت کو خود اپنے کانوں سے سنا ہو-یہ انسان کے ضعف اور اپنی اہواء سے بہت جلد مغلوب ہونے کی کھلی علامت ہے-چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف وہ ایسی بے سروپا باتیں منسوب کرتے ہیں جنہیں سن کر انسان تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے-کہتے ہیں کہ حضرت عمر لوگوں کو احادیث بیان کرنے سے روکا کرتے تھے اور جو لوگ احادیث کو بکثرت بیان کرتے ان کو آپ نے قید بھی کر دیا تھا-آیئے ذرا ان کے اس دعویٰ کا بھی سراغ لگائیں کہ اس میں کہاں تک صحت ہے-

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ کو روایت حدیث سے منع کر دیا تھا-حالانکہ اس بات کی ان کے پاس کوئی قابل اعتبار سند نہیں-اس کے برعکس صحیح روایت سے یہ ثابت ہے-روی ان عمر قال لابی ھریرۃ حین بدأ یکثر من الحدیث اکنت معنا حین کان صلی اللہ علیہ وسلم فی مکان کذا؟ قال: نعم سمعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ فقال لہ عمر اما اذا ذکرت ذلك فاذھب فحدث۔ ترجمہ: جب حضرت ابو ہریرہ نے کثرت سے احادیث بیان کرنی شروع کیں تو حضرت عمر نے ان سے کہا کیا تم ہمارے ساتھ تھے جب رحمت عالمیان ﷺ فلاں مکان میں تشریف فرما تھے؟ تو ابو ہریرہ نے جواب دیا ہاں میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا کہ "جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا آگ میں بنایا- یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تجھے آنحضرت کا یہ ارشاد یاد ہے تو جاؤ لوگوں کو احادیث نبویؐ سناؤ کیونکہ جسے یہ فرمان نبوی یاد ہو وہ کبھی جھوٹی حدیث بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا-دوسرا الزام جو فاروق اعظم پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین بزرگ صحابہ ابن مسعود' ابو درداء اور ابو ذر کو نظر بند کر دیا کیونکہ وہ احادیث بہت کثرت سے بیان کرتے تھے-

اس روایت کو دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ روایت بے بنیاد ہے کیونکہ اگر کثرت بیان احادیث سے ان کو قید کر دیا تو اور صحابہ کرام جو ان سے بھی زیادہ احادیث بیان کرتے تھے مثلاً ابو ہریرہ' ان کے اپنے صاحبزادے عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباس وغیرہم ان کو گرفتار کیوں نہیں کیا-دوسرا یہ کہ ابو ذر کا شمار تو ان صحابہ میں ہے ہی نہیں جن سے احادیث کثرت سے مروی ہیں-اور حضرت ابن مسعود اور ابو درداء کو تو خود حضرت عمر نے عراق اور شام میں روانہ کیا تا کہ لوگوں کو احادیث نبوی سکھائیں-پھر انہوں نے کون سا قصور کیا کہ ان کو قید کر دیا گیا-یہ تمام امور حضرت فاروق ایسی جلیل القدر اور رفیع المرتبت ہستی سے بالکل بعید ہیں-جس کو آپ کی زندگی کے احوال پر معمولی سی

بھی آگاہی ہے وہ بلاادنیٰ تامل فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ روایت جس کا سہارا ان حضرات نے لیا ہے' بے جان اور بے بنیاد ہے- اگر آپ اس پر اکتفاء نہیں کرتے تو ایک بے لاگ نقاد کا قول سنئے- ابن حزم فرماتے ہیں

ان الخبرفی نفسہ ظاھر الکذب و التولید۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اس خبر کا کاذب اور موضوع ہونا بالکل ظاہر ہے-

حصول احادیث کے لئے عام صحابہ کرامؓ کا شوق:

صحابہ کرام کو حصول حدیث کا اس قدر شوق اور اس کی صحت کا اس قدر اہتمام تھا کہ شائقین علم میں ان کی نظیر نہیں ملتی- مثال کے طور پر دو واقعے پیش کرتا ہوں- (ا) حضرت ابوایوب انصاری جنہیں مدینہ طیبہ میں رسول کریم ﷺ کی پہلی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا- آپ نے ایک حدیث اپنے محبوب کریم سے سنی تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ انہیں اس حدیث کے صحیح الفاظ میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا- اس وقت ان کے علاوہ فقط ایک اور صحابی عقبہ بن عامر زندہ تھے جنہوں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی تھی اور وہ مصر میں تھے- حضرت ابوایوب عازم مصر ہوئے' لق ودق صحراؤں اور کٹھن منزلوں کو طے کرتے ایک ماہ بعد مصر پہنچے- انہیں حضرت عقبہ کی جائے رہائش کا پتہ نہ تھا اس لئے پہلے مسلمہ بن مخلد انصاری امیر مصر کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں پہنچتے ہی ان سے کہا کہ میرے ساتھ ایک آدمی بھیجو جو مجھے عقبہ کے مکان تک پہنچادے- چنانچہ ان کے ہاں پہنچے- انہیں خبر ہوئی تو وہ دوڑے دوڑے آئے اور فرط اشتیاق سے گلے لگالیا اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی- حضرت ابوایوب نے جواب دیا کہ مومن کی پردہ داری اور عیب پوشی کے متعلق جو حدیث تم نے آپؐ سے سنی ہے' فقط وہ پوچھنے آیا ہوں- عقبہ کہنے لگے-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم یقول من ستر مؤمنا فی الدنیا علی عورۃ سترہ اللہ یوم القیامۃ میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دنیا میں کسی مومن کے عیب کو چھپایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپادے گا-

حضرت ابوایوب نے سن کر تصدیق کی اور فرمایا مجھے اس حدیث کا پہلے بھی علم تھا لیکن مجھے اس کے الفاظ میں وہم سا ہو گیا تھا اور میں نے گوارا نہ کیا کہ تحقیق سے پہلے لوگوں کو یہ حدیث سناؤں- سبحان اللہ! کمال احتیاط کا کیا انوکھا نمونہ ہے- ایک حدیث میں ذرا سا وہم ہو گیا فقط اس کے ازالہ کے لئے اتنا لمبا سفر اختیار کیا اور حدیث سننے کے بعد اسی روز اپنی سواری پر سوار ہو کر مراجعت فرمائے مدینہ ہو گئے- (عینی' فتح الباری)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ کو پتہ چلا کہ ایک شخص کے پاس آں حضرت ﷺ کی حدیث ہے اور وہ آج کل شام میں مقیم ہے- اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور شام کی طرف چل پڑے- پورے ایک مہینہ کے سفر کے بعد شام پہنچے اور اس صحابی کے مکان پر جن کا نام عبداللہ بن انیس تھا' گئے- حضرت جابر کا نام سنتے ہی باہر آئے اور ان سے بغل گیر ہوئے- حضرت جابر کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس حضور کریم کی ایک حدیث ہے- جو میں نے سنی نہیں ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے سننے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک نہ کہنا پڑے- اس لئے جلدی جلدی آیا ہوں تا کہ میں آپ سے وہ حدیث حاصل کر لوں-

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی تھے اور ہر وقت بارگاہ رسالت میں مصروف خدمت نظر آتے- حضور نے بارہا ان کے لئے یہ دعا فرمائی تھی اللھم فقھہ فی الدین اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما- آپؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی- حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور تو داغِ مفارقت دے گئے لیکن صحابہ کرام موجود ہیں انہیں سے کسب علم کریں- وہ بولے کہ اتنے اکابر صحابہ کی موجودگی میں تمہیں کیا پڑی ہے کہ وہ آکر ہم سے مسائل دریافت کرے- میں نے ان کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور حصول علم پر کمر باندھ لی- جس کے متعلق مجھے علم ہوتا کہ اس نے کوئی حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی ہے تو اس کے پاس جا کر وہ حدیث سنتا اور یاد کر لیتا- بعض لوگوں کے پاس جاتا تو وہ سو رہے ہوتے- اپنی

چادر ان کی چوکھٹ پر رکھ بیٹھ رہتا اور بسا اوقات گرد و غبار سے میرا چہرہ اور جسم اٹ جاتا۔ جب وہ بیدار ہوتے اس وقت ان سے وہ حدیث سنتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ آپ تو محبوب خدا کے برادر عم زاد ہیں' آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی ہمیں یاد کیا ہوتا ہم آپ کے گھر آ جاتے لیکن میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں' اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق ہوں۔ بعض دریافت کرتے کہ کب سے بیٹھے ہو؟ میں کہتا بہت دیر سے۔ تو وہ برہم ہو کر کہتے کہ آپ نے اپنی آمد کی اطلاع اسی وقت کیوں نہ بھجوادی تاکہ ہم اسی وقت آ جاتے اور آپ کو اتنا انتظار نہ کرنا پڑتا۔ میں کہتا میرا دل نہ چاہا کہ آپ میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فراغت پانے سے پہلے ہی آ جائیں۔ اسی جانفشانی اور عرق ریزی کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی صغر سنی کے باوجود انہیں ممتاز علماء کی صف میں جگہ دیتے۔

احادیث کے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی وجہ:

احادیث نبوی کے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضور کے ارشادات صحابہ کے لئے فقط متبرک جملے نہ تھے جنہیں تبرک کے لئے یاد کر لیا جاتا بلکہ ان کی زندگی کا ہر پہلو انہیں ارشاداتِ کے مطابق ڈھلا ہوا تھا ان کے دل کے ان لطیف احساسات سے لے کر جنہیں پابند الفاظ نہیں کیا جا سکتا ان کی طبعی خواہشات تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے۔ ان کی خلوتوں کا سوز و گداز اور ان کی خلوتوں کا خروش عمل' ان کی شب بیداریاں اور دن کے قیلولے' سب فرمانِ نبوی کے تابع تھے اور جو قول فعل سے ہر وقت ہمکنار رہے وہ بھی کبھی فراموش ہو سکتا ہے؟ اور وہ فرمان جس کے متعلق یقین ہو کہ اسی کی تعمیل میں ہماری فلاح دارین ہے اس کی یاد کے نقوش بھی کبھی دھندلے پڑ سکتے ہیں؟ صحابہ کرام کو جو عشق تھا محبوب خدا سے' جو جنون تھا اس کے ہر ارشاد کی تعمیل کا' جو سودا تھا حصول علم کا' جو جذبہ تھا تبلیغ دین قیم کا' اس کے پیش نظر ایک اجنبی بھی پورے وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت کا ایک فرمان بھی فراموش نہ ہونے دیا ہوگا۔

اس سے یہ حقیقت بھی بخوبی واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد بھی آپ کا ہر فرمان حجت ہے اور واجب التسلیم ورنہ وہ اس کے حصول اور حفاظت کا اہتمام نہ کرتے اور فاروق اعظم جیسا مدبر سنت کی تعلیم و اشاعت کے لئے اتنے بڑے بڑے علماء صحابہ کو مملکت اسلامی کے مختلف مرکزی مقامات پر نہ بھیجتا۔ صحابہ کرام نے احادیث نبوی کو صرف ان کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے محفوظ نہیں رکھا بلکہ اس لئے کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس چراغ ہدایت کی روشنی میں زندگی کی دشوار گزار گھاٹیاں طے کر کے شاہد مقصود سے ہمکنار ہوں گی۔

عہد تابعین:

اصطلاح علم حدیث میں ''تابعی'' اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جسے نبی اکرم ﷺ کا شرفِ دیدار تو میسر نہ ہوا ہو۔ لیکن صحابہ کرام کے فیض صحبت کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔

تابعین کے ابتدائی دور میں بھی احادیث کے متعلق وہی اہتمام رہا۔ ہر شہر میں درس و تدریس کے حلقے قائم تھے اور علم و دانش' دیانت و تقویٰ کے اعتبار سے شہرہ آفاق ہستیاں احادیث نبوی کی تعلیم میں مشغول رہتیں اور اطراف و اکناف سے تشنگان علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث سیکھتے۔ مثال کے طور پر مملکت اسلامیہ کے چند مرکزی شہروں میں تدریس حدیث پاک کی خدمت میں مشغول رہنے والے چند تابعین کے احوال مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ:

ان کی ولادت خلافتِ فاروقی کے دوسرے سال میں ہوئی انہوں نے حضرت عمرؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا علم حدیث حضرات عثمانؓ'

زید ابن ثابت، عائشہ، سعد، ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے سیکھا- بڑے بڑے فضلا عصر کو ان کی جلالت علمی کا اعتراف تھا- ابن عمرؓ انہیں مفتیوں میں شمار کرتے تھے- قتادہ کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیب سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا- زہری اور مکحول کی بھی یہی رائے تھی- علی بن مدینی کہتے ہیں تابعین میں سے وسعت علم میں سعید سے زیادہ میں کسی کو نہیں جانتا- میرے نزدیک وہ بزرگ ترین تابعی ہیں- ریاضت وعبادت کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور عمر میں چالیس حج کئے جماعت کے اس قدر پابند تھے کہ پچاس سال تک تکبیر اولیٰ قضا نہیں ہوئی اور نہ ہی ان سے پہلے کوئی مسجد میں گیا ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے لگیں کسی حکیم نے کہا کہ اگر عقیق (ایک جگہ کا نام ہے) چلے جاؤ تو وہاں سبزہ زاروں کی طرف دیکھنے سے اور تازہ اور ستھری ہوا سے آنکھیں درست ہو جائیں گی- فرمانے لگے عشا وصبح کی نماز کا کیا کروں یعنی وہ جماعت سے ادا نہ کر سکوں گا اور ترک سنت کا مرتکب ہوں گا- اپنا اتباع سنت نبوی کا یہ جذبہ اور اس پر غیر متزلزل استقامت کی یہ کیفیت تھی اور دوسرا جو حضور کریم ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی کرتا نہیں ایک آنکھ نہ بھاتا- ابن حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن میسب کو کبھی کسی کو برا بھلا کہتے نہیں سنا- پہلی دفعہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ خدا فلاں کو ہلاک کرے- وہ پہلا شخص ہے جس نے حضور ﷺ کے فیصلہ کے خلاف حکم دیا- حدیث بیان کرتے وقت ادب واحترام کو پورا ملحوظ رکھتے- ایک دفعہ آپ بیمار تھے اور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ مطلب بن خنطب ان کے ہاں آئے اور ایک حدیث کے متعلق دریافت کرنے لگے فرمانے لگے مجھے بٹھا دو میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ لیٹے لیٹے حضور نبی کریم کی حدیث بیان کردوں-

استغناء اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی کسی بادشاہ کا تحفہ قبول نہیں کیا- ان کے پاس چار سو دینار تھے ان سے زیتون کی تجارت کیا کرتے تھے اور جو کچھ نفع ہوتا اس سے گذر اوقات کرتے- ایمان انسان کو کس قدر جری اور نڈر کر دیتا ہے' آپ اس کی زندہ مثال تھے- ہمیشہ خلفاء بنی امیہ کے فسق وفجور اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرتے رہے- عبدالملک نے ان کو اپنا زیب فراک بنانے کے لئے طرح طرح کے حیلے کئے لیکن یہ شاہین زیر دام نہ آیا-

ایک دفعہ عبدالملک نے ان کی خدمت میں تیس ہزار سے زائد روپیہ ارسال کیا آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا لا حاجة لی فیها ولا فی مروان یعنی نہ مجھے اس روپیہ کی ضرورت ہے اور نہ مروان کی- ان کی ایک صاحبزادی تھیں جو حسن سیرت وصورت میں رشک روزگار تھیں- قرآن کریم کی حافظہ اور علوم سنت کی ماہر تھیں- عبدالملک نے اپنے ولی عہد ولید کے لئے رشتہ طلب کیا لیکن آپ نے اس کی درخواست کو نامنظور فرمادیا اور ابو وداعہ جو بالکل تہی دست تھے لیکن متقی اور پرہیزگار تھے ان کو اپنی دامادی کا فخر بخشا- عبدالملک نے جب ولید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور تمام لوگوں سے اس کے متعلق بیعت لے لی اور حضرت سعید بن میسب اپنے انکار پر مصر رہے تو عبدالملک نے مدینہ طیبہ کے والی کی طرف سے حکم لکھا کہ جس طرح بھی ہو سکے ان سے ولید کے لئے بیعت لے اور اگر راضی نہ ہوں تو ان کو قتل کی دھمکی دے اس کی اطلاع جب سلیمان بن یسار وعروۃ بن زبیر اور سالم بن عبداللہ کو ہوئی تو وہ ان کے پاس آئے اور ان کو آگاہ کیا اور اس شکل سے بچنے کے لئے ان کے سامنے مختلف تجاویز پیش کیں- انہوں نے ان سے کہا کہ جب والی خط لے کر آپ کے پاس آئے اور آپ کو سنائے تو آپ خاموشی اختیار فرمائیے اور ہاں یا نہیں کچھ نہ کہئے- آپ نے فرمایا کہ اس سے تو لوگ یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ سعید نے بیعت کر لی اور میں بیعت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں- انہوں نے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ آپ چند روز گھر میں اقامت فرمائیے اور باہر نہ نکلئے تاکہ یہ جوش ختم ہو جائے- آپ نے فرمایا فانا اسمع الاذان فوق اذنی حی علی الصلوة حی علی الصلوة ما انا بفاعل ذلك میں جب اذان کا یہ جملہ سنوں گا کہ حی علی الصلوۃ کہ آؤ نماز کی طرف آؤ نماز کی طرف تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ میں اس کے باوجود گھر میں بیٹھا رہوں-

آخری تجویز یہ تھی کہ آپ نشست گاہ بدل لیں اور والی جب آپ کو اپنی مقررہ جگہ پر نہ پائے گا تو اسی پر قانع ہو جائے گا- یہ سن کر

مومن کی زبان سے ایک جملہ نکلا جس سے فضا میں سنسنی پھیل گئی-افرقا من مخلوق اللہ کا بندہ ہو کر مخلوق سے ڈروں مجھ سے یہ نہیں ہو گا- چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد انہیں والی نے بلایا اور ولید کے لئے بیعت طلب کی تو مجسمہ حق و صداقت نے صاف انکار کر دیا- اس نے قتل کی دھمکی دی لیکن بے سود- آخر آپ کو پچاس کوڑے لگائے گئے اور شہر کے کوچہ و بازار میں انہیں پھرایا گیا لیکن جنون عشق کے یہ انداز نہ چھٹے-اس مومن پاکباز اور مرد صداقت شعار نے اپنی قوت و توانائی کا آخری قطرہ تک علوم نبوت کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لئے صرف کر دیا اور اسی خدمت گذاری میں ۱۰۵ھ میں بمقام مدینۃ المنورہ اپنی جان جان آفرین کی نذر کر دی رحمۃ اللہ تعالٰی رحمۃ و اسعۃ:

(۲) عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی:

مدینہ طیبہ کے علماء اعلام میں شمار ہوئے ہیں- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے- انہیں سے زیادہ علم سیکھا- ان کے علاوہ حضرات زید بن ثابت' اسامہ بن زید' سعید بن زید' حکیم بن حزام اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا- ان کے شاگردوں میں ان کے لڑکے ہشام' محمد' عثمان' یحیٰ' عبداللہ کے نام اور امام زہری (ابو الزناد) ابن المنکدر' صالح بن کیسان کے اسماء بہت مشہور ہیں- امام زہری کہتے ہیں' میں نے انہیں بحر بے کراں پایا- ان کے بیٹے ہشام سے مروی ہے کہ ان کے والد مکرم عروہ ہمیشہ کے روزہ دار تھے -دن کو قرآن کریم کا چوتھا حصہ تلاوت کرتے اور شب کی تنہائیوں میں نماز تہجد ادا کرتے وقت پھر اس کی تلاوت سے لذت اندوز ہوتے- ایک دفعہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا (آکلہ) نکل آیا- طبیب نے کہا اگر اسے کاٹیں گے نہیں تو سارا جسم خراب ہو جائے گا- کاٹنے سے پہلے آپ سے کہا گیا کہ شراب پی لیجئے تاکہ درد کی اذیت نہ ہو- فرمانے لگے میں اس چیز کو استعمال نہیں کروں گا جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے- پھر انہیں کہا گیا کہ خواب آور دوائی (المرقد) پی لیجئے- کہنے لگے اگر نیند کی حالت میں آپ نے میرا پاؤں کاٹا تو شدت الم میں صبر کرنے کی لذت سے محروم رہ جاؤں گا- پاؤں کا گوشت چھری سے اور پھر ہڈی آری سے کاٹی گئی لیکن انہوں نے اف تک نہ کی- جب یہ عالم ہو کہ چھری سے گوشت اور آری سے ہڈی کٹ رہی ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آزمائش پر صبر میں جو لطف ہوتا ہے اسے کچھ وہی اولوالعزم ہستیاں محسوس کر سکتی ہیں ہم تو ایسے واقعات پڑھ کر ہی کانپ اٹھتے ہیں- جب پاؤں کاٹ دیا گیا اور خون بند کرنے کے لئے گرم تیل میں اسے رکھا گیا تو غشی طاری ہو گئی- جب ہوش آیا تو اپنے کٹے ہوئے پاؤں کو ہاتھ میں لے کر فرمانے لگے اما والذی حملنی علیك انه لیعلم انی ما مشیت بك الی معصیة- اس ذات پاک کی قسم جس نے مجھے آج تک تجھ پر اٹھائے رکھا وہ جانتی ہے کہ میں تیرے ساتھ چل کر گناہ کی طرف کبھی نہیں گیا-

(۳) سالم بن عبداللہ بن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم:

آپ مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے ہیں- ان کا شمار تابعین کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے- آپ نے اپنے والد ماجد اور دوسرے صحابہ سے احادیث نبوی سنیں اور امام زہری اور نافع اور دیگر محدثین نے آپ سے علم احادیث حاصل کیا-

ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ان کی طرف حضرت عمرؓ کے خطوط میں سے کوئی خط روانہ کریں تو ان کی طرف یہ پند آمیز اور ناصحانہ خط ارسال فرمایا- ترجمہ: "اے عمر! ان بادشاہوں کو یاد کر جن کی وہ آنکھیں جن سے وہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے تھے' پھٹ چکی ہیں اور ان کے وہ پیٹ جو کبھی سیر نہ ہوئے تھے پھٹ چکے ہیں اور وہ مٹی کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑے ہیں اور اگر انہیں دفن نہ کیا جاتا اور ان کے جسموں کو ہمارے مکانوں کے نزدیک ڈال دیا جاتا تو ان کی عفونت سے ہمیں سخت اذیت پہنچتی-" ہمیشہ اون کا لباس زیب تن ہوتا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا تمام کام کرتے- آپ حج کے لئے گئے ہوئے تھے کہ سلیمان بن عبدالملک نے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا تو آپ سے کہنے لگا سلنی حوائجك یعنی اپنی ضروریات کے لئے مجھ سے طلب کرو' میں پوری کروں گا- فرمانے لگے واللہ لا سالت فی بیت اللہ غیر اللہ- بخدا: میں اللہ کے گھر میں غیر اللہ سے سوال نہیں کیا کرتا- امام مالکؒ کہا کرتے تھے کہ سالم سے بڑھ کر زہد

و تقویٰ اور میانہ روی میں سلف صالحین کے ہم مثل اور کوئی نہیں- آپ دو درہم کا کپڑا پہنا کرتے- آپ کا انتقال ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ۱۰۶ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا-

(۴) امام علقمہ بن قیس بن عبداللہ کوفیؒ:

انہوں نے علم حدیث حضرت عمر' عثمان' علی' عبداللہ بن مسعود اور ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سیکھا یہ ابن مسعود کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے- ابن مسعودؓ خود ان کی وسعت علمی کے متعلق فرمایا کرتے تھے- ما اقراء شیئا و ما اعلم شیئا الا و علقمة یقرؤه و یعلمه- یعنی جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں علقمہ بھی اسے پڑھ سکتا ہے اور جانتا ہے- قوم کی طرف سے انہیں فقیہ العراق کا معزز ترین خطاب ملا ہوا تھا- کئی صحابہ بھی ان سے آکر مسائل دریافت کیا کرتے- قناعت و سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ بکریوں کا ایک ریوڑ پال رکھا تھا' اسی پر گذر اوقات تھی- اپنی بکریاں خود ہی دوہتے اور خود ہی انہیں گھاس ڈالتے- اپنے شاگردوں سے کبھی خدمت نفس کا کام نہیں لیا- علقمہ فرمایا کرتے احیاء العلم المذاکرة یعنی بار بار دھرانا علم کو زندہ رکھا کرتا ہے- اکثر اپنے شاگردوں کو نصیحت کیا کرتے- تذکروا الحدیث فان حیاته ذکره حدیث کو بار بار دہرایا کرو کیونکہ دہرانا ہی اس کی زندگی ہے- اتنے علم و فضل اور فہم و ذکاء کے مالک نے اپنی ساری عمر تدریس حدیث میں گذار دی- ان کے ہزارہا شاگرد تھے جن میں ابراہیم نخعی' ابوالضحیٰ' مسلم بن صبیح اور شعبی محتاج تعارف نہیں- ان کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا-

(۵) مسروق بن الاجدع کوفی:

یہ مجاہد اعظم عمرو بن معدیکرب کے بھانجے ہیں- انہوں نے حضرات عمر' علی' معاذ' ابن مسعود' ابی رضی اللہ عنہم ایسے کبار صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا- اتنے اوصاف حمیدہ کے باعث انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ حضرت صدیقہ نے انہیں اپنا متبنی بنالیا- ان کے شاگرد امام شعبی ان کے شوق علم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں- ما علمت احدا کان اطلب العلم منه- مجھے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں جس کے دل میں حصول علم کی تڑپ ان سے زیادہ ہو- شعبی کہتے ہیں کہ صرف ایک آیت کا معنی دریافت کرنے کے لئے کوفہ سے بصرہ کا سفر کیا لیکن وہاں مقصد حاصل نہ ہوا- انہیں بتایا گیا کہ شام میں ایک فاضل ہے جو آپ کے سوال کا جواب دے سکتا ہے- شوق علم کی بے قراریاں ملاحظہ ہوں' اسی ایک آیت کا معنی دریافت کرنے کے لئے بصرہ سے شام کا رخ کیا- زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ابواسحٰق کہتے ہیں کہ مسروق حج کو گئے اثناء حج میں اگر سوئے تو سجدہ میں سر رکھ کر ہی سوئے- ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پاؤں سوج جاتے تھے- نماز شروع کرتے وقت اپنے گھر والوں کے درمیان پردہ لٹکا دیتے- پھر محویت کی یہ کیفیت طاری ہوتی کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہتی- آپ کا ایک مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے- کفی بالمرء علما ان یخشی الله و کفی بالمرء جهلا ان یعجب بعمله- انسان کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ سے ڈرنے لگے اور اسے ڈبونے کے لئے اتنی جہالت کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر مغرور ہو جائے- یہ بھی مدت العمر کوفہ میں درس حدیث دیتے رہے آپ کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی-

(۶) امام ابو عمرو النخعی:

یہ حضرت علقمہ بن قیس کے بھتیجے ہیں- انہوں نے علم حدیث حضرات معاذ' ابن مسعود' حذیفہ' بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کبار اور اپنے چچا علقمہ سے حاصل کیا- نہایت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے- اپنی عمر میں اسی (۸۰) حج اور عمرے کئے اور ہر روز ... رکعات نفل پڑھا کرتے- ان کے اعمال حسنہ کے پیش نظر لوگ ان کی زندگی میں ہی انہیں جنتی کہا کرتے' رمضان المبارک میں ہر ... روز ختم قرآن کیا کرتے صرف شام اور عشاء کے درمیان مختصر سے وقت میں سوتے- باقی اکثر رات یاد خدا میں بیت جاتی اور

رمضان کے علاوہ چھٹے روز ختم قرآن کیا کرتے- علقمہ بن مرثد کہتے ہیں کہ آٹھ تابعین نے زہد و ریاضت کی انتہا کر دی انہیں میں سے نخعی ہیں-

جب وقت مرگ قریب آ پہنچا تو بہت روئے- کسی نے کہا یہ گھبراہٹ کیسی؟ کہنے لگے میں کیوں نہ گھبراؤں اگر بخش بھی دیا گیا تو اپنے کیے پر ندامت کا احساس کیا کم ہے! یہ بھی کوفہ میں احادیث کی تدریس میں مشغول رہے اور ۷۳ھ میں انتقال فرمایا-

(۷) ابو العالیۃ الریاحیؒ: بصرہ عراق:

انہوں نے حضرت صدیق اکبر کی زیارت کی اور حضرت ابی سے قرآن سیکھا- حضرات عمر، علی، ام المومنین عائشہ، ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں- مدینہ طیبہ میں علوم قرآن و سنت حاصل کرنے کے بعد واپس بصرہ آ گئے اور وہاں تدریس علم میں مشغول ہو گئے- صدہا اشخاص نے ان سے علم دین سیکھا- ان کے تلامذہ میں سے قتادہ، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند اور ربیع ابن انس بہت مشہور ہیں- حضرت ابن عباسؓ انہیں اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور قریشی نیچے بیٹھے ہوئے ہوتے اور فرماتے- ھکذا العلم یزید الشریف شرفا- یعنی علم یوں شریفوں کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کرتا ہے- ابن ابی داؤد کہا کرتے کہ صحابہ کے بعد ان سے زیادہ علوم قرآن کا کوئی ماہر نہیں- ان کے مندرجہ ذیل بیان سے ان کے شوق علم اور پابندی شریعت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے- فرماتے ہیں-

جس وقت مجھے پتہ چلتا ہے کہ فلاں شخص کو حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کسی حدیث کا علم ہے تو کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچتا ہوں- وہاں جا کر سب سے پہلے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور نماز کے ارکان کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھتا ہے؟ اگر اس کا تسلی بخش جواب پاتا ہوں تو اس کے ہاں قیام بھی کرتا ہوں اور اس سے حدیث بھی سنتا ہوں- لیکن اگر نماز کے بارے میں اس کی سہل انگاری کا پتہ چلتا ہے تو واپس لوٹ آتا ہوں اور اس سے حدیث نہیں سنتا اور کہتا ہوں کہ ھو لغیر الصلاۃ اضیع یعنی جسے نماز کا پاس و اہتمام نہیں وہ اگر کسی دوسری بات میں غفلت کرے تو کچھ بعید ہے- ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۳ھ میں انتقال فرمایا-

(۸) ابو عثمان النہدی البصریؒ:

انہوں نے زمانۂ نبوت پایا لیکن زیارت نبوی سے مشرف نہیں ہوئے- حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر، ابن مسعود، حذیفۃ بن الیمان اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں- پھر بصرہ لوٹ آئے اور عمر بھر تدریس سنت نبی اکرم ﷺ میں مصروف رہے-

حضرات قتادہ، خالد، حمید، داؤد، سلیمان التیمی وغیرہم نے ان سے علم حدیث حاصل کیا- جنگ یرموک میں مجاہدین اسلام کے ساتھ دادِ شجاعت دی- بہت بڑے عالم، صائم الدھر اور قائم اللیل بزرگ تھے- نماز میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات بے ہوش ہو کر گر پڑتے- ان کے ایک شاگرد سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہی نہیں ہوا- ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوئی-

(۹) ابو رجاء عمران بن ملحان العطاردی البصریؒ:

فتح مکہ کے وقت ایمان لائے لیکن زیارت نبوی نصیب نہیں ہوئی بعد میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور حضرات عمر، علی، عمران بن حصین، ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں- ابو موسیٰ الاشعریؓ سے ہی قرآن کریم پڑھا اور حضرت ابن عباسؓ کو قرآن سنایا- علم حاصل کرنے کے بعد بصرہ چلے گئے اور وہاں قرآن و سنت کی تدریس میں آخر دم تک منہمک رہے- ایک کثیر تعداد نے آپ سے قرآن کریم پڑھا اور ابو ایوب، ابن عون، جریر بن حازم، سعید بن ابی عروبہ اور مہدی بن میمون نے آپ سے احادیث نبوی روایت کیں-

ابن اعرابی کہتے ہیں کہ یہ بہت بزرگ اور عبادت گذار تھے اور قرآن کی تلاوت بہت کثرت سے کرتے تھے۔ سال وفات ۱۰۷ھ ہے۔

(۱۰) عبدالرحمٰن بن غنم الاشعریؒ شامی:

انہوں نے حضرات عمرؓ، معاذ بن جبلؓ اور صحابہ کبار سے احادیث روایت کیں۔ حضرت فاروقؓ نے انہیں شام کی طرف روانہ کیا۔

پیچھے بڑی تفصیل سے بتلایا گیا ہے کہ حدیث قرآن مجید ہی کی تفسیر کا نام ہے۔ اور حدیث بھی وحی الٰہی ہے فرق اتنا ہی ہے کہ قرآن مجید کو وحی متلو کہا جاتا ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔ حدیث کی تاریخی حیثیت بھی بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔ عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں حدیث کی کتابت پر بھی تفصیلی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیث کا انکار کرنے والے عقل و خرد سے بالکل عاری اور اپنے ہوائے نفس کے بندے بن چکے ہیں۔ مقام رسالت کو سمجھنے سے ان کو ذرہ برابر بھی واسطہ نہیں ہے۔

پارہ دہم سے حدیث پر فنی حیثیت سے تبصرہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اور امید کی جانی چاہئے کہ اللہ نے چاہا تو کچھ نہ کچھ ہر پارہ کے ساتھ یہ مقدمہ دیا جائے گا۔ تاکہ ناظرین کرام و شائقین عظام کے لئے ازدیاد بصیرت کا ذریعہ ہو۔

حدیث پر تبصرہ فنی نقطۂ نظر سے:

زمانہ قدیم میں ہر ملک و قوم میں خواندہ آدمی کم تھے۔ اسباب کتابت بھی کم تھے۔ سامانِ طباعت بالکل نہ تھا۔ تمام قومی و مذہبی روایات کا زبانی یادداشت پر انحصار تھا۔

ایک محدث آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ وہ اور ایک ان کا شاگرد ایک اونٹ پر سوار ہو کر سفر کو چلے۔ راستہ میں ایک موقع پر محدث نیچے کو جھکے۔ شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ کیوں جھکے؟ محدث نے کہا یہاں ایک درخت ہے۔ اس کی ایک شاخ جھکی ہوئی ہے، ممکن ہے سر میں لگ جائے۔ شاگرد نے کہا یہاں کوئی درخت نہیں۔ محدث نے کہا رُکو اور تحقیق کرو۔ اگر میری یہ یاد غلط ہے تو آج سے حدیث روایت نہ کروں گا۔ شاگرد نے قریب کے دیہات کے رہنے والوں سے دریافت کیا تو ایک بوڑھے نے کہا کہ یہاں ایک درخت تھا اس کی ایک شاخ جھکی ہوئی تھی۔ وہ کاٹ دیا گیا ہے۔ تب محدث کو اطمینان ہوا۔

تحریر میں آسانی سے جعل ممکن ہے۔ اگر تحریروں پر بھروسہ کیا جائے تو جعل مستقل صورت اختیار کر جاتا ہے۔ پھر اس سے اختلاف مشکل تھا۔ حضرت عباسؓ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے فیصلے کی نقل کر رہے تھے۔ بعض مقامات کو چھوڑ جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ علی نے یہ فیصلہ ہرگز نہیں کیا ہوگا۔ (مسلم)

یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حفظ میں نسیان ممکن ہے لیکن نسیان سے اس قدر خطرہ نہیں جتنا جعل سے ہے۔ نسیان کی اصلاح دوسرے معتبر راوی سے ممکن ہے۔ اس کی نظیریں پہلے لکھی جا چکی ہیں کہ محدثین خفیف شبہ پر تصحیح کے لئے مہینوں کا سفر کر کے پہنچے۔

اسماعیل بن عبدالکریم اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ وہب تابعی کے صحیفہ سے دیکھ کر روایت کرتے تھے۔ (تہذیب) اس لئے قرن اول و قرن ثانی میں تحریر کا رواج کم رہا۔ قرن ثالث میں جب لوگوں کے حافظے کمزور ہو گئے اور تالیف و تصنیف کا زور ہوا تو محدثین تحریر پر مجبور ہوئے۔ کثرت تحریر و تصنیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ حفاظ حدیث کی تعداد کم ہو گئی، یہاں تک کہ امام سیوطیؒ کے بعد ایک بھی حافظ حدیث نہ ہوا۔

اختلاف حدیث:

حدیث کی روایتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک روایت بالمعنیٰ۔ دوسری روایت باللفظ۔

اختلاف الفاظ:

روایت بالمعنی یہ کہ راوی اپنے الفاظ میں حضور ﷺ کے قول و فعل وغیرہ کو بیان کرے-اس کے الفاظ و عبارت میں تو اختلاف ہونا ہی چاہیے-کیونکہ ہر شخص اپنے حسب فہم و استعداد الفاظ و عبارت بولے گا-مطلب میں فرق نہ آنا چاہئے-

روایت باللفظ یہ کہ راوی وہ الفاظ بیان کرے جو حضور علیہ السلام نے فرمائے ہیں-اس قسم کی بھی بعض روایتوں کی عبارت کے الفاظ میں فرق ہے-اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اوقات میں آنحضرت ﷺ نے ایک ہی کام کے متعلق ایک ہی حکم دیا-مگر کبھی کچھ الفاظ ہوئے' کبھی اس کے مترادف الفاظ ہوئے' مطلب ایک ہی رہا-

امام ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا جس کو ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا مگر معنے ایک تھے-(مصنف عبدالرزاق)

اختلاف مطلب:

بعض حدیثوں کے مطلب و معنی میں بھی فرق ہے کیونکہ بمقتضائے مصلحت و ضرورت حضور ﷺ نے ایک ہی کام کے متعلق ایک دفعہ ایک حکم دیا-دوسری دفعہ اس کے خلاف حکم دیا-جو مصلحت و تقاضائے ضرورت شرعی کے تحت ہوتا تھا-

جیسا کہ ریشمی کپڑا پہننے کو حضور ﷺ نے ناجائز قرار دیا' مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف و حضرت زبیرؓ بن العوام کو اجازت دی' جو ان حضرات کے خاص حالات کے تحت تھی-

اینٹھ کر اکڑ کر تبختر کے ساتھ چلنے کی حضورؐ نے ممانعت فرمائی' مگر جنگ احد میں جب ابو دجانہؓ حضور ﷺ کی تلوار لے کر اکڑ کر چلے تو ان کی تعریف فرمائی' کیونکہ یہ تبختر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا-

واقعات کے متعلق دو مرد گواہ یا ایک مرد دو عورت بطور گواہ کی ضرورت قائم کی لیکن حضرت خزیمہؓ کی تنہا گواہی کو کافی قرار دیا-

نماز کی سخت تاکید فرماتے تھے مگر جنگ خندق میں مجبوراً نماز قضا ہو گئی-

ایسی ہی مختلف صورتیں اور واقعات پیش آئے کہ مختلف طرح کے احکام اور عمل ہوئے-جس نے جو دیکھا یا جو سنا وہ گرہ باندھ لیا-

تصحیح احادیث میں اختلاف محدثین:

بعض احادیث کی تصحیح میں جو بین المحدثین اختلاف ہے-اس کی چند وجوہ ہیں-

(۱) جس نے تضعیف کی اس کو وہ حدیث بسند ضعیف پہنچی جس نے تصحیح کی اس کو بسند قوی پہنچی' یا دونوں کو بسند ضعیف پہنچی-مگر ایک کو اس کی شواہد و متابعات روایتیں مل گئیں' دوسرے کو نہیں ملیں-یا دونوں کو ملیں مگر ایک نے باعتبار سند خاص و متن خاص تضعیف کی-چنانچہ ترمذی میں بعض جگہ یوں ہے- غریب بھذا اللفظ یعنی باعتبار متن خاص وہ حدیث غریب ہے-

(۲) کسی راوی پر جرح ہوئی' لیکن سبب جرح ایک محدث کو نہ معلوم ہوا-اس نے تضعیف کی-دوسرے کو سبب جرح معلوم ہو گیا' اور وہ قابل التفات نہ تھا-اس نے تصحیح کر دی-

(۳) بعض امور ایسے ہیں کہ ان کو ایک محدث موجب جرح سمجھتا ہے' دوسرا نہیں سمجھتا-اس اختلاف سے تصحیح و تضعیف ہوئی-

(۴) کسی امام کے کسی راوی پر جرح دیکھ کر اس کی تضعیف کر دی گئی اور جرح کرنے والے امام نے اس جرح کو غلط پا کر اس سے رجوع کر لیا' رجوع کی اطلاع تضعیف کرنے والوں کو نہیں پہنچی' اس لئے وہ اس کی تضعیف پر قائم رہے جن کو اطلاع ہو گئی انہوں نے تصحیح کی-

(۵) کسی امام نے کسی راوی کی تفتیش کی اور اس میں کوئی امر قابل جرح نہ پایا' اس نے اس کی تصحیح کی-کچھ دنوں کے بعد راوی کی حالت بدل گئی-اس حالت کو جس نے دیکھا اس کی تضعیف کی-اس اختلاف کا ارتفاع مراجعت کتب سے بسہولت ممکن ہے-

تین قسم کے راوی اور روایتیں:

(۱) ایک قسم کے وہ لوگ تھے جو روایت باللفظ کو ضروری اور روایت بالمعنی کو مضر سمجھتے تھے۔ان کی تعداد زیادہ ہے۔

(۲) وہ جو روایت باللفظ کو بہتر جانتے اور مجبوراً بالمعنی بھی روایت کرتے تھے۔

(۳) جو روایت بالمعنی کے عادی تھے اور اس میں کچھ نقصان نہ سمجھتے تھے' یہ تعداد میں بہت کم تھے اور ان میں سے خاص خاص ثقات وماہر علوم کی حدیثیں لی گئیں ہیں۔

تمام کتب حدیث میں انہیں تین قسموں کی روایتیں ہیں۔

محدثین کی سعی کا نتیجہ:

دنیا میں ہزاروں حدیثیں کتابوں میں درج ہیں۔اگر محدثین صرف جمع حدیث پر قناعت کرتے تو اس سے بھی زیادہ ذخیرہ اکٹھا ہو جاتا اور حدیثوں کی دستیابی کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوتا۔ آج جو بدعتیوں گمراہوں کو علم حدیث کی طرف نظر کر کے مایوسی ہوتی ہے' وہ نہ ہوتی بلکہ ان کی ہر خواہش کامیاب ہوتی۔ محدثین نے تلاش کر کے صحابہ کے تعامل پر نظر کر کے راویوں کو جانچ کر مضمون کو عقل کی ترازو میں تول کر کتاب و سنت سے مقابلہ کر کے حدیثوں کے راویوں کے مدارج و مراتب مقرر کر دیئے۔اب کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ صحیح کو غیر صحیح اور ضعیف کو قوی بنادے۔ یہ جانچ ایسے سخت اصولوں سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی ایسے کام میں ممکن نہ تھی۔ موضوعات کا ذخیرہ علیحدہ مرتب ہے۔ موضوعات کی شناخت کے قواعد مقرر ہیں۔ حدیث کے مراتب' رواۃ کے درجات کے ضوابط مدون ہیں۔ علم الفاظ الحدیث کے اصول قائم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ظل عرش میں ایک راوی سے ذرا سی لفظی تقدیم و تاخیر ہو گئی تھی۔ محدثین نے تحقیق و تفتیش کر کے بتادیا کہ اصل ترتیب اس طرح ہے (نزہتہ الفکر)

محدثین اس درجہ تحقیق و تفتیش کرتے تھے کہ روایت کے صحیح صحیح حالات کھل جاتے تھے۔اور وضاع اقرار پر مجبور ہو جاتے تھے۔ مویل بن اسماعیل سے ایک شیخ نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل حضرت ابی ابن کعبؓ سے مرفوعاً روایت کئے۔ مویل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس سے پہنچی؟ انہوں نے کہا مدائن کے ایک شیخ سے اور وہ ابھی زندہ ہے۔ مویل مدائن پہنچ کر اس شیخ سے ملے اور دریافت کیا۔اس نے ایک اور شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ اس کے پاس گئے۔اس نے بصرہ کے شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ بصرہ گئے۔اس نے عبادان کے ایک شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ عبادان گئے۔اس شیخ نے ان کی ایک شیخ سے ملاقات کرائی۔ مویل نے اس شیخ سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ترغیب کے لئے یہ حدیث وضع کی ہے۔(تدریب الراوی)

اس طرح موضوع احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آ گیا۔ مگر محدثین کرام نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کر کے دکھلا دیا۔ رحمہ اللہ اجمعین۔

اقسام حدیث

حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ سب سے پہلے دو قسمیں ہیں۔ مقبول و مردود۔

خبر مقبول: وہ حدیثیں ہیں جن کو باعتبار روایت و درایت ائمہ نے قابل حجت قرار دیا ہے۔

خبر مردود: جن روایتوں کو ائمہ نے باعتبار روایت و درایت نا قابل حجت ٹھہرایا ہے۔ یہ دونوں قسمیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ قولی' فعلی' تقریری۔

قولی: رسول کریم ﷺ کا قول صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریمؐ نے یوں فرمایا ہے۔

فعلی: رسول کریم ﷺ کا فعل صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریمؐ نے یہ کام اس طرح کیا ہے۔
تقریری: صحابی یوں بیان کرے کہ میں نے یا فلاں شخص نے رسول کریم ﷺ کے سامنے یہ کام اس طرح کیا تو آپؐ نے منع نہیں فرمایا۔
ان تینوں قسموں کی دو قسمیں ہیں صریحی، حکمی۔
صریحی قولی: صحابی حضور ﷺ کے بیان فرمودہ الفاظ کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے صاف معلوم ہو کہ اس نے یہ حضورؐ سے خود سنا ہے۔ جیسے سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يا حدثني يا حدثنا رسول الله يا اخبرني يا اخبرنا رسول الله يا انبأني يا انبأنا رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ مگر ائمہ نے قال رسول الله و عن رسول الله کو بھی صریحی قولی میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے دوسرے صحابہ سے سن کر روایتیں کی ہیں۔
صریحی فعلی: صحابی آنحضرت ﷺ کے فعل کو اس طرح بیان کرے کہ اس نے یہ فعل آنحضرت ﷺ کو کرتے خود دیکھا ہے۔ جیسے رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مگر محدثین نے كان رسول الله کو بھی اس میں شمار کیا ہے کیونکہ بعض صحابہؓ نے خود وہ فعل کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرے صحابی سے سن کر روایت کیا ہے۔
صریحی تقریری: صحابی ایسے کام کو جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوا اور آپؐ نے اس سے روکا نہیں، ایسے الفاظ میں بیان کرے جس سے صاف معلوم ہو کہ یہ کام اس نے خود کیا، یہ واقعہ اس کے سامنے ہوا۔ جیسے فعلت بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم۔ محدثین نے فعل فلان بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔
حکمی قولی: ایک ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے کوئی بات ماخوذ کرنے کا عادی نہیں ہے۔ وہ ایسی بات بیان کرے جس کا تعلق عقل و اجتہاد، بیان لغت اور شرح غریب سے نہ ہو۔ جیسے احوال قیامت، قصص انبیاء وغیرہ۔
حکمی فعلی: صحابی نے ایسا کام کیا ہو کہ جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو۔
حکمی تقریری: صحابہ نے آنحضرتؐ کے عہد میں آپؐ کی عدم موجودگی میں کوئی غیر ممنوع کام کیا ہو۔
باعتبار شہرت وعدم شہرت حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ متواتر، آحاد۔
متواتر: وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو، علماء نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے۔ ۴، ۵، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۰، ۴۰، ۷۰، ۳۰۰۔
تواتر کی دو قسمیں ہیں۔ تواتر فعلی۔ تواتر قولی۔
تواتر فعلی: رسول کریم ﷺ نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق ہر روز یا ہر وقت یا کچھ دنوں بعد پے در پے دستور العمل سے ہے اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔
تواتر قولی: حضور ﷺ کا جو ارشاد تواتر سے ثابت ہو، اس کی دو قسمیں ہیں۔ تواتر لفظی، تواتر معنوی۔
تواتر لفظی: یہ کہ راویوں نے اس کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔
تواتر معنوی: یہ کہ راویوں نے اس کے معنی و مطلب کو محفوظ رکھا ہو۔ اور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔
ان جملہ متواترات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تواتر سکوتی۔ دوسرے تواتر غیر سکوتی۔
تواتر سکوتی: یہ کہ راوی نے روایت کیا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔
تواتر غیر سکوتی: یہ کہ لوگوں نے اس پر اثبات کیا اور عملدرآمد کرنے لگے۔

متواتر چونکہ مفید علم یقینی ہوتی ہیں اس لئے مقبول ہی ہوتی ہیں- مردود نہیں ہوتیں- خبر متواتر کا تعلق حس سے ہے- فعل کا تعلق حس باصرہ سے ہے اور قول کا حس سامعہ سے ہے-

فعل کے متعلق راوی بیان کرے رأیت رسول اللہ یا فعل کذا۔

قول کے متعلق بیان کرے سمعت رسول اللہ یا قال کذا۔

آحاد: جو متواتر نہ ہو- وہ روایات کہ عموماً ان کا تعلق عام خلائق سے ایسا نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت یا کچھ دنوں کے بعد پے در پے عمل میں آتی رہی ہوں- بلکہ قلت وندرت کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو-

خبر واحد کے راوی اگر اچھے ہیں تو مقبول ہو گی اگر اچھے نہیں تو مردود ہو گی- امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ اخبار آحاد جو صحیحین کے علاوہ ہیں اس وقت واجب العمل ہوں گے جب کہ ان کی سندیں صحت کو پہنچ جائیں-

اخبار آحاد کی تین قسمیں ہیں- مشہور- عزیز- غریب-

مشہور: جس حدیث صحیح کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین ضرور ہوں- یا جس کی روایت عہد صحابہؓ و تابعین میں کم ہوئی ہو اور بعد کو کچھ زیادہ ہوئی ہو- اس میں یہ ضروری نہیں کہ رواۃ کا سلسلہ ابتداء سے انتہا تک یکساں ہو-

اگر مشہور کے رواۃ کا سلسلہ ابتداء سے انتہا تک یکساں ہے تو اس کو مستفیض کہیں گے-

عزیز: وہ حدیث صحیح جس کے سلسلہ رواۃ میں ہمیشہ دو ہی راوی پائے جائیں- گو کتنے ہی طرق سے مروی ہو مگر ہر طریق میں ان ہی دو راویوں میں سے کوئی ایک راوی پایا جائے-

غریب: وہ حدیث جس کے اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں- فرد کی دو قسمیں ہیں- فرد مطلق، فرد نسبی-

فرد مطلق: وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرتا ہے وہ متفرد ہے- اس کو غریب مطلق بھی کہتے ہیں-

فرد نسبی: وہ ہے جس میں صحابی سے روایت کرنے والے کے بعد کوئی راوی متفرد ہے-

غریب بہذا اللفظ: جو حدیث باعتبار متن خاص کے غریب ہو-

خبر مقبول کی پہلی تقسیم:

صحیح: جس کے راوی متدین، متشرع، جید الحفظ، ضابط وعادل ہوں- اس کی سند مسلسل ہو- اس میں کسی قسم کی علت نہ ہو-

حسن: مثل صحیح کی ہے، فرق اس قدر ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں- ان دونوں قسموں کی دو قسمیں ہیں- لِذَاتِہٖ اور لِغَیرِہٖ۔

صحیح لذاتہ جس کے راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں اور معلل وشاذ نہ ہو-

صحیح لغیرہ: راوی صحیح لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں متعدد طرق سے ہو اسناد متصل ہوں شاذ نہ ہو-

حسن لذاتہ: جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں لیکن کثرت طرق سے ہو-

حسن لغیرہ: جس کے راوی حسن لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں مگر متعدد طرق سے ہو-

قوی: جس کے سب راوی عقیل اور قوی الحافظہ اور ثقہ ہوں-

شاذ و محفوظ: اگر ثقہ راوی نے کسی ایسے راوی کے خلاف روایت کی جو اس سے راجح ہے تو اس حدیث کو شاذ کہیں گے اور اس کے مقابل کو محفوظ-

منکر و معروف: اگر ضعیف راوی نے قوی راوی کے خلاف روایت کی تو اس کی حدیث کو منکر اور مقابل والی کو معروف کہتے ہیں۔

متابع: حدیث فرد کے جس راوی کے متعلق گمان تفرد تھا۔ اگر اس کا کوئی موافق مل گیا تو اس موافق کو متابع اور موافقت کو متابعت کہتے ہیں۔ اور اگر متابعت نفس منفرد راوی کے لئے ہے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے شیخ یا اوپر کے راوی کے لئے ہے تو متابعت قاصرہ کہیں گے۔

خبر مقبول کی دوسری تقسیم:

محکم: جس حدیث مقبول کی کوئی حدیث معارض نہ ہو۔

مختلف الحدیث: اگر کسی خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہے اور ان دونوں میں بطریق اعتدال تطابق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

ناسخ و منسوخ: جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو اور ان میں تطابق ممکن ہو تو جو حدیث مقدم ثابت ہو گی وہ منسوخ سمجھی جائے گی اور دوسری ناسخ۔

متوقف فیہ: جن دو حدیثوں میں تعارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو اور شان نزول کے ذریعہ سے اس کو ناسخ و منسوخ بھی قرار نہ دیا جا سکے تو دونوں پر عمل کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

تقسیم خبر مردود:

حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں۔ دوسری یہ کہ اس کا کوئی راوی بلحاظ دیانت و ضبط مجروح ہو۔

باعتبار سند:

سقوط راوی کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں، معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

معلق: جس حدیث کے ابتداء سند سے بتصرف راوی ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں یا اس کی سند حذف کر دی گئی ہو یا بیان کرنے والا اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ الشیخ سے روایت کرے تو یہ حدیث معلق کہلائے گی۔ اگر راوی مدلس ہے تو حدیث مدلس کہلائے گی۔

مرسل: تابعی سے اوپر کا راوی جس حدیث کا ساقط ہو اس طرح روایت کرنے کو ارسال کہتے ہیں۔ اگر کوئی تابعی اپنے ایسے ہم عصر سے ارسال کرتا ہے کہ جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں تو اس کو مرسل خفی کہتے ہیں۔

معضل: جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل ساقط ہوں۔

منقطع: جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔ حدیث معنعن، جس میں عنعنہ فلان سے روایت ہو یا ''فلاں راوی سے مروی ہے'' بیان کیا جائے۔ اس میں امام بخاریؒ کی یہ شرط ہے کہ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلمؒ کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہمعصر ہوں۔ بعض نے راوی کا مروی عنہ سے روایت کرنا کافی سمجھا ہے۔

بلحاظ طعن راوی:

موضوع: جس کا راوی حدیثیں بنانے والا مشہور ہو۔

متروک: جس کو جھوٹی روایت کرنے والے راوی نے روایت کیا ہو۔

منکر: جس کا راوی بکثرت غلطیاں کرتا ہو۔

معلل: جس حدیث کی سند میں ایسی علتیں ہوں جو سند کی صحت میں خلل انداز ہوتی ہوں۔

مدرج: اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک مدرج الاسناد۔دوسرے مدرج المتن۔

(۱) مدرج الاسناد: جس کی سند میں تغیر کیا گیا ہو۔

(۲) مدرج المتن: متن حدیث میں صحابی یا تابعی کا قول ملادیا گیا ہو۔

مقلوب: جس حدیث کی سند میں اسماء مقدم مؤخر ہو گئے ہوں یا متن میں الفاظ مقدم مؤخر ہو گئے ہوں۔

المزید فی متصل الاسناد: جس کی سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

مضطرب: راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی گئی ہو کہ ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت متن حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔

مصحف و محرف: اسمائے رواۃ میں یا الفاظ میں باوجود بقائے صورت خطی تغیر کر دیا گیا ہو جیسے شریح کو سریج کر دیا گیا ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اور اگر اسماء رواۃ میں اس طرح تغیر ہوا کہ جسے حفص کا جعفر ہو گیا ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

روایت بالمعنی: راوی حدیث میں اختصار کر لے یا الفاظ حدیث کو محفوظ نہ رکھا ہو بلکہ مطلب یاد رکھ کر اپنی عبارت میں بیان کیا۔ بعض ائمہ نے روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھا۔بعض نے یہ شرط کی ہے کہ روایت بالمعنی اصحاب کے سوا کسی کو جائز نہیں۔بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر روایت بالمعنی کرنے والا فقیہ و فہیم ہے تو اس کی روایت لی جائے گی اور اس کا اختصار جائز سمجھا جائے گا۔تابعین میں سے امام حسن بصریؒ، امام شعبہؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام سفیان ثوریؒ روایت بالمعنی کو لیتے تھے۔اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے دماغ میں تفقہ فی الدین ہوتا ہے ان کو الفاظ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے۔کیونکہ ان کے دماغ میں مطالب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے لئے مشکل سے گنجائش ہو سکتی ہے۔مجتہدین کی یہی کیفیت تھی۔امام سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ اگر ہم ایک حدیث کو اپنے سنے ہوئے کے موافق بیان کرنا چاہیں تو نہیں بیان کر سکتے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابن سیرینؒ نے بیان کیا کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا۔ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا۔مگر معنی ایک ہی تھے۔(مصنف عبدالرزاق)

فقیہ و فہیم کا بالمعنی یا بالاختصار روایت کرنا مضر نہیں، ہاں عوام کا ضرور موجب نقصان ہے۔اس لئے خاص خاص مجتہدین نے روایت بالمعنی کو جائز رکھا باقی محدثین اکثر روایت باللفظ ہی کے پابند تھے اور ان کو یاد رہتا تھا اور وہ یاد رکھتے تھے۔الفاظ رسولؐ کا بیان حدیث قولی ہی میں ہو سکتا ہے۔فعلی و تقریری کا بیان تو بالمعنی ہی ہو گا۔

مبہم: جس کے راوی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔یا اس طرح ذکر کیا گیا ہو کہ صحیح خیال قائم نہ ہو سکے۔

مستور: جس کو ایسے راوی نے روایت کیا ہو کہ جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو اور یہ تحقیق نہ ہو سکے کہ یہ روایت اس کے کس زمانہ کی ہے۔قبل از عارضہ یا بعد از عارضہ۔

شاذ: جس کا راوی ہمیشہ بد حافظہ رہا۔

مختلط: جس کے راوی کو کسی وجہ سے سہو و نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔ایسے راوی کی روایت جو قبل از عارضہ ہو گی وہ لی جائے گی جو عارضہ کے بعد ہو گی وہ قبول نہ کی جائے گی۔

ضعیف: جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم، بد حافظہ وغیرہ ہو۔

تقسیم خبر بلحاظ اسناد:

مرفوع: جس حدیث کی سند رسول کریمؐ پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں۔

موقوف: جس میں راوی صحابی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے۔
مقطوع: جس میں راوی تابعی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے موقوف اور مقطوع کو اثر بھی کہتے ہیں۔
مسند: مرفوع صحابی جو ایسی اسناد سے ثابت ہو کہ بظاہر متصل ہے۔
متصل: جس کے سلسلہ رواۃ میں ایک راوی بھی درمیان میں ساقط نہ ہوا ہو۔
نوٹ:- بعض حدیثوں کے ساتھ حسن غریب اور حسن صحیح وغیرہ لکھا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے مروی ہے۔ متفق علیہ وہ حدیث ہے جس پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں کا اتفاق ہو۔ کل متفق علیہ حدیثیں (۲۳۲۶) ہیں۔
حدیث قدسی:- وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم نے خداوند ذوالجلال کی طرف سے بیان کیا ہو یعنی فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ (اقتباس از کتاب حسنات الاخبار تاریخ الحدیث' قاضی عبدالصمد صارم سیوہاروی)

حدیث: پر فنی نقطہ نظر سے تبصرہ آپ مطالعہ فرما رہے ہیں یہاں تک حدیث کے متعلق کچھ اصطلاحات آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں جن کی تفصیلات کے لئے مستقل دفاتر کی ضرورت ہے یہاں ایجاز و اختصار مدنظر ہے اب فن حدیث کے متعلق ایک بنیادی چیز پر آپ کو توجہ دلائی جائے گی وہ بنیادی چیز اسناد ہے محدثین کرام نے متفقہ طور پر یہ کہا ہے کہ الاسناد من الدین و لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء یعنی اسناد دین سے ہے۔اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔ اسناد سے مراد وہ سند ہیں جو محدثین کرام اپنے اساتذہ کرام سے نقل کرتے ہوئے حدیث کو رسول کریم ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اسناد کی جانچ کے لئے علم اسماء الرجال وجود میں آیا جس کے متعلق ایک غیر مسلم فلسفی ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے"۔ اسناد کی اہمیت پر علامہ حافظ ابن حزمؒ نے بہت کچھ لکھا ہے جس کا بہترین خلاصہ استاذ الحدیث حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مرحوم نے اپنی قابل قدر کتاب "ترجمان السنہ" میں پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت میرٹھی مرحوم علامہ ابن حزمؒ کے ان مباحث کو اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

سند صرف اسلام کی خصوصیت ہے:

حافظ ابن حزمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے رسول کے کلمات صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ صرف اس امت کا طغرائے امتیاز ہے کہ اس کو اپنے رسولؐ کے ایک ایک کلمہ کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق بخش دی گئی ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریق پر پیش کر سکے۔اس کے برخلاف اسلام ہے جو اپنے رسولؐ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت و اتصال کے ساتھ پیش کر سکتا ہے۔

دین کے ثبوت کی چھ صورتیں:

ہمارے دین کی معتبر اور غیر معتبر طور پر منقول ہونے کی کل چھ صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت میں شرق سے لے کر غرب تک مسلم و کافر سب شریک ہیں۔ یہاں منصف و معاند کی بھی کوئی تفصیل نہیں ہے جیسا قرآن کریم۔ تمام عالم اس کا شاہد ہے کہ جو قرآن ہمارے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جو آپؐ پر نازل ہوا تھا اسی طرح پنج وقتہ نماز' رمضان کے روزے' زکوٰۃ' حج اور اسی قسم کے وہ احکام جو قرآن کریم میں منصوص ہیں سب تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے مذہب میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس کے متعلق وہ اتنا عظیم الشان تواتر پیش کر سکیں۔ان کی شریعت کا تمام دار و مدار تورات پر ہے جس کے خود ثبوت ہی میں سو طرح کے شبہات ہیں۔ یہود کو اس کا اعتراف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد عام ارتداد پھیل گیا تھا۔ زمانہ دراز تک بت پرستی کی جاتی تھی انبیاء علیہم السلام کو ایذائیں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ بعض کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ شر و فساد کے اس دور میں بھلا تورات کی حفاظت کا کیا

خیال کیا جا سکتا ہے اس کا تواتر تو در کنار-

نصاریٰ کا حال یہ ہے کہ ان کے کل مذہب کی بنیاد پانچ اشخاص پر ہے جن کا جھوٹ خود ان کے بیانات سے ثابت ہے قرآن کریم کے تواتر سے بھلا اس کا کیا مقابلہ کیا جا سکتا ہے-

(۲) دوسرا طریقہ بھی متواتر ہے مگر اس کا دائرہ پہلے سے کسی قدر تنگ ہے یعنی پہلی صورت میں اہل علم اور بے علم، مسلم اور کافر سب اس میں شریک ہوتے ہیں- یہاں صرف ایک محدود دائرہ کو اس کا علم ہوتا ہے اگرچہ اس کا احاطہ بھی ہزاروں کی تعداد سے متجاوز ہوتا ہے جیسا کہ آپؐ کے معجزات، مناسک حج اور زکوٰۃ کے بعض احکام، اہل خیبر سے آپؐ کا معاہدہ وغیرہ وغیرہ- یہود و نصاریٰ کے پاس اس جنس کا ثبوت بھی ندارد ہے-(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اس کے نقل کرنے والے اگرچہ حد تواتر کو نہ پہنچیں مگر معتمد اشخاص ہوں پھر وہ اسی قسم کے دوسرے چند اشخاص یا ایک شخص سے نقل کریں اور اسی طرح یہ نقل طبقہ بہ طبقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے یہود و نصاریٰ کے یہاں اس قسم کی بھی کوئی سند نہیں ہے، یہ امتیاز صرف امت محمدؐیہ کا ہے کہ اس نے اپنے رسولؐ کا ایک ایک کلمہ ہر ممکن سے ممکن طریق سے محفوظ کر لیا ہے- اور اس خدمت کے لئے شرق و غرب میں اتنے نفوس مارے مارے پھرے ہیں کہ ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں- نتیجہ یہ ہے کہ آج کسی فاسق کی یہ مجال نہیں رہی کہ وہ دین کا ایک شوشہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکے اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ اپنے دین کے کسی ایک مسئلہ کے متعلق بھی وثوق کے ساتھ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے دین کا جزء ہے-(۴) چوتھی صورت مرسل ہے یعنی رسول اور ناقل کے درمیان کا واسطہ مذکور نہ ہو کوئی تابعی براہ راست آپؐ کا قول و فعل نقل کرے یہود و نصاریٰ کے پاس زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی کوئی سند ہے تو اس قسم کی ہے پھر اس طریقہ میں بھی زمانۂ نبوت سے جو قرب ہمیں حاصل ہے انہیں حاصل نہیں، اس پر ان کے لئے اندرونی اور بیرونی حالات کی ناموافقت مزید براں ہے اس لئے جتنے تردد اور شبہات کے امکانات وہاں پیدا ہو سکتے ہیں یہاں نہیں ہو سکتے- ہمارے علم میں یہود و نصاریٰ کے پاس صرف ایک ہی مسئلہ ایسا ہے جس کو ان کے کسی عالم نے بنی اسرائیل کے کسی آخری نبی سے براہ براست سنا ہے، اس کے علاوہ ان کے تمام دین کے ثبوت کی درمیانی کڑی غائب ہے- ہم ان طریقوں میں سے اپنے تمام دین کی بنیاد صرف پہلے تین طریقوں پر قائم کرتے ہیں- مرسل کے قبول ورد کرنے کے متعلق اصول حدیث میں اختلاف نقل کیا گیا ہے ہر فریق کے دلائل وہاں مذکور ہیں یہاں طوالت کے خوف سے ان کو نقل نہیں کیا گیا-

قول و فعل صحابی کے متعلق بھی بڑی تفصیل ہے اگر حکماً مرفوع ہے تو وہ بھی قابل حجت ہے اس کی بحث بھی اصول حدیث کی کتابوں میں دیکھ لی جائے-(الملل والنحل ج ۳ ص ٦٦-٦٩)

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ سند کے بعض راوی مجروح اور غیر ثقہ بھی ہوں ہمارے نزدیک ایسی سند کا اعتبار کرنا حلال نہیں (٦) چھٹی صورت یہ ہے کہ وہ آں حضرت ﷺ کا قول و فعل ہی نہ ہو بلکہ مذکورہ بالا طریق سے کسی صحابی کا قول و فعل ہو اس کے تسلیم کرنے نہ کرنے میں بھی اختلاف ہے ہم اسے واجب التسلیم نہیں سمجھتے-(الملل والنحل جلد ۳ ص ٦٦-٦٩)

ابن حزمؒ کے اس قول سے معلوم ہو گیا کہ تواتر کے علاوہ خبر واحد بھی دین میں حجت ہے- دین کی بنیاد صرف تواتر پر قائم کرنا اس کے بہت بڑے حصہ کو ضائع کر دینا ہے کیونکہ تواتر کے ساتھ جتنا حصہ ثابت ہے وہ تمام دین کے مقابلہ میں اتنا قلیل ہے کہ اس کو نہ ہونے کے برابر کہا جا سکتا ہے- آگے حضرت استاذ الحدیث نے خبر واحد کے متعلق ذرا مفصل سے لکھا ہے جسے ہم بھی مولانا مرحوم ہی کے لفظوں میں اپنے ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں- مولانا شیخ الحدیث لکھتے ہیں-

خبر واحد کی حجیت:

اصول حدیث کی اصطلاح کے لحاظ سے اجمالی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) متواتر (۲) خبر واحد- ہر اس خبر کو جو متواتر نہ ہو

اصطلاحی طور پر خبر واحد ہی کہا جاتا ہے-

لہٰذا خبر واحد کے لفظ سے اس کا جو مفہوم دماغ میں پیدا ہوتا ہے اسی میں خبر واحد کا انحصار نہ سمجھنا چاہئے بلکہ تواتر کا عدد کسی ایک طبقہ میں بھی فوت ہو جائے تو اس کو خبر واحد ہی کہا جاتا ہے خواہ وہ خبر کتنے ہی افراد سے روایت کی گئی ہو-اس کا صرف یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس کا روایت کرنے والا ہر دور میں صرف ایک ہی شخص ہو-جو لوگ متواتر کے سوا خبر واحد کو مطلقاً حجت نہیں مانتے ان کو ذرا اس پر غور بھی کرنا چاہئے اگر کسی حدیث کے راوی صحابہ و تابعین کے دور میں بکثرت موجود ہوں پھر کسی ایک دور میں اساتذہ و تلامذہ کی نقل و حرکت کی قلت و کثرت، ماحول کی موافقت یا ناموافقت کی وجہ سے کسی قدر کم ہو جائیں تو کیا ایسی خبر کو بھی رد کر دینا عقلاً مناسب ہے-یہی وجہ ہے کہ بعض معتزلہ جو خبر واحد کے سب سے پہلے منکر ہیں-اس پر غور کرتے کرتے اس فیصلہ کے لئے مجبور ہو گئے ہیں کہ اگر ہر دور میں اس کے راوی دو دو موجود ہیں تو پھر ایسی خبر کو حجت کہہ دیا جائے گا-اس کی تردید کی اب کوئی وجہ نہیں رہتی حالانکہ صرف دو راویوں سے کسی خبر کو متواتر نہیں کہا جا سکتا وہ خبر واحد ہی رہتی ہے مگر اس کو ایسی قوت ضرور حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کو مفید یقین کہا جا سکتا ہے-پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ یہ تمام تقسیمیں اس قدر محدود وقت کے اندر اندر ہیں کہ اس میں ذخیرہ حدیث کو بالکل ساقط الاعتبار قرار دینا بہت بڑی غفلت ہے-تدوین حدیث کا دور تیسری صدی تک ختم ہو جاتا ہے پہلی صدی تک آں حضرت ﷺ کے دیکھنے والے صحابہؓ خود موجود ہیں اور آپ کی احادیث کا ذخیرہ مختلف طور پر ان کے پاس محفوظ تھا-اس کے بعد دوسری صدی شروع ہونے نہ پائی کہ تدوین حدیث کا آغاز باضابطہ ہو گیا-اتنے قلیل عرصہ میں تمام ذخیرۂ احادیث کا یک قلم مشکوک ہو جانا بہت بعید از قیاس ہے-

اگر تدوین حدیث صحابہ و تابعین کے دور کے بعد شروع ہوتی تو حدیث کے ثبوت میں شبہ کرنا معقول ہوتا لیکن جب کہ فقط احادیث کا سلسلہ خود آپؐ کے زمانے سے برابر متصل طور پر چلا آ رہا ہے تو اب اس میں شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے-امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ میں اس پر مستقل ایک مقالہ لکھا ہے اور آں حضرت ﷺ کے زمانہ ہی کے واقعات سے خبر واحد کی حجیت ثابت کی ہے ہم یہاں اس کا مختصر خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں-

پہلا واقعہ:

تحویل قبلہ سے پہلے اہل قباء کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا لیکن جب آں حضرت ﷺ کا قاصد صبح کی نماز میں تحویل قبلہ کی خبر لے کر ان کے پاس پہنچا تو سب نے نماز کے اندر ہی اپنا رخ بیت اللہ کی طرف بدل دیا اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے نزدیک دینی مسائل میں خبر واحد حجت تھی اور اگر بالفرض ان کا یہ اقدام غلط ہوتا تو یقیناً آں حضرت ﷺ ان کو تنبیہ فرماتے کہ جب تم ایک قطعی قبلہ پر قائم تھے تو تم نے صرف ایک شخص کے قول پر ایک فرض قطعی کو کیسے چھوڑ دیا اور براہِ راست میری ہدایت یا خبر متواتر کا انتظار کیوں نہ کیا مگر یہاں اعتراض کرنا تو درکنار اپنی جانب سے فردِ واحد کا بھیجنا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ خود صاحب نبوتؐ کے نزدیک بھی دین کے بارے میں ایک ثقہ اور صادق شخص کا قول کافی ہے-

دوسرا واقعہ:

یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں ابو عبیدہؓ، ابو طلحہؓ، ابی بن کعبؓ کو شراب پلا رہا تھا کہ دفعتہً ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی ہے-یہ سن کر فوراً ابو طلحہؓ نے کہا انسؓ اٹھو اور شراب کے مٹکے توڑ ڈالو-میں اٹھا اور شراب کے برتن توڑ دیئے-

ظاہر ہے کہ شراب پہلے شرعاً حلال ہی تھی لیکن یہاں صرف ایک شخص کے بیان پر اس کی حرمت کا یقین کر لیا گیا اور اس کے برتن توڑ ڈالے گئے-حاضرین میں سے کسی نے اتنا تامل بھی نہ کیا کہ آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ جا کر پوچھ آتا اور نہ کسی نے یہ اعتراض کیا کہ قبل از تحقیق یہ اضاعتِ مال اور اسراف بے جا کیوں کیا گیا-

تیسرا واقعہ:

خود آں حضرت ﷺ کا فرمان ہے- آپؐ نے زنا کے ایک مقدمہ میں زانی کے اقرار پر اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور جس عورت کے متعلق اس شخص نے زنا کرنے کا اقرار کیا تھا اس کے پاس انیسؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اس سے دریافت کرو- اگر وہ بھی اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو ورنہ اس شخص کو حد قذف لگاؤ کیونکہ اس نے بلا شرعی ثبوت کے ایک عورت پر زنا کی تہمت کیسے رکھی- انیس پہنچے' اس عورت نے زنا کا اقرار کیا اور وہ بھی رجم کر دی گئی-

چوتھا واقعہ:

عمرو بن سلیم زرقی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم منیٰ میں مقیم تھے- کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ اونٹ پر سوار چیخ چیخ کر یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں کوئی شخص ان میں روزہ نہ رکھے-

پانچواں واقعہ:

یزید بن شیبان کہتے ہیں کہ ہم مقام عرفات میں تھے- اتفاقاً ہمارا مقام آنحضرت ﷺ کی قیام گاہ سے دور تھا- اسی درمیان میں ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کا قاصد یہ پیام لے کر پہنچا کہ ہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اپنی اسی جگہ پر رہیں وہاں سے منتقل ہونے کی ضرورت نہیں- میدانِ عرفات میں جہاں بھی قیام ہو جائے فریضہ وقوف ہو جاتا ہے-

چھٹا واقعہ:

ہجرت کے نویں سال آں حضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ فریضہ حج کو انجام دیں اور ان کے بعد حضرت علیؓ کو روانہ کیا کہ وہ کفار کو سورۂ برأت کی آیات سنا کر ہوشیار کر دیں کہ انہوں نے خود بد عہدی کی ہے اب خدا کا بھی ان سے معاہدہ باقی نہیں رہا-

ان سب احادیث میں آں حضرت ﷺ کا ایک ایک شخص کو اپنی جانب سے بھیجنا باوجودیکہ آپؐ کا بنفس نفیس تشریف لے جانا بھی ممکن تھا' اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ دین میں ایک ثقہ اور صادق شخص کی خبر حجت گردانی گئی ہے-

خبر واحد کی حجیت کا ایک اور ثبوت:

اس کے سوا آپؐ نے عامل اور قاصد جہاں جہاں بھی بھیجے ہیں ان میں عدد کا لحاظ کوئی نہیں کیا- قیس بن عاصم' زبرقان بن بدر اور ابن زبیر وغیرہ کو اپنے اپنے قبائل کی طرف روانہ کیا- وفد بحرین کے ساتھ ابن سعید بن العاص کو بھیجا اور معاذ بن جبل کو یمن کے بالمقابل بھیجا اور جنگ کے بعد ان کو شریعت کی تعلیم دینے کا حکم دیا لیکن کہیں منقول نہیں کہ آپؐ کے عاملین کے ساتھ کسی نے یہ مناقشہ کیا ہو کہ چونکہ یہ ایک ہی فرد ہے اس لئے اس کو صدقات و عشر نہیں دیئے جائیں گے-

خبر واحد کی حجیت کا تیسرا ثبوت:

اسی طرح آپؐ نے دعوتِ اسلام کے لئے مختلف بلاد میں بارہ قاصد روانہ فرمائے اور صرف اس بات کی رعایت کی کہ ہر سمت میں ایسا شخص بھیجا جائے جو اس نواح میں متعارف ہو تاکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اندیشہ نہ رہے اور ان کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ وہ آں حضرت ﷺ کا قاصد ہے- اس کے علاوہ آپؐ کے عاملوں اور قاضیوں کے پاس جب بھی آپؐ کے خطوط پہنچے تو ہمیشہ انہوں نے فوراً ان کو نافذ کیا اور خواہ مخواہ کے شبہات کو کوئی راہ نہ دی پھر آپؐ کے بعد بھی آپؐ کے خلفاء و عمال کا یہی دستور رہا حتی کہ مسلمانوں میں ایک ہی خلیفہ' ایک ہی امام' ایک ہی قاضی' ایک ہی امیر ہوتا- ایک مسلمہ مسئلہ تھا- جس میں کوئی اختلاف نہ تھا-

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کی حجیت کے لئے یہ چند احادیث بطور مشتے نمونہ از خروارے کافی ہیں - یہ وہ عقیدہ ہے جس پر ہم نے ان لوگوں کو پایا ہے جن کو کہ ہم نے دیکھا اور یہی عقیدہ انہوں نے اپنے پہلوں کا ہم سے بیان کیا-

خبر واحد کی حجیت کا چوتھا ثبوت:

ہم نے مدینہ میں ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے صحابی ابو سعید خدریؓ ایک حدیث نقل کر دیتے ہیں اور اس سے دین کی ایک سنت ثابت ہو جاتی ہے - ابو ہریرہؓ ایک روایت کرتے ہیں اس سے ایک سنت ثابت ہو جاتی ہے - اسی طرح ایک ایک صحابی کے بیان پر دین کی اور سنتیں ثابت ہوتی چلی جاتی تھیں - خبر واحد اور متواتر ہونے کا کوئی سوال وہاں نہیں کیا جاتا تھا - آخر میں امام شافعیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے مدینہ و مکہ' یمن و شام اور کوفہ کے حضراتِ ذیل کو دیکھا کہ وہ آں حضرت ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے تھے اور صرف اس ایک صحابی کی حدیث سے ایک سنت ثابت ہو جاتی تھی - اہل مدینہ کے چند نام یہ ہیں-

محمد بن جبیر' نافع بن جبیر' یزید بن طلحہ' محمد بن طلحہ' نافع بن عجیر' ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن' حمید بن عبدالرحمٰن' خارجۃ بن زید' عبدالرحمٰن بن کعب' عبداللہ بن ابی قتادۃ' سلیمان بن یسار' عطاء بن یسار وغیرہم - اور اہل مکہ کے چند اسماء حسب ذیل ہیں:- عطاء' طاؤس' مجاہد' ابن ابی ملیکہ' عکرمہ بن خالد' عبید اللہ بن ابی یزید' عبداللہ بن باباہ' ابن ابی عمار' محمد بن المنکدر وغیرہم اور اسی طرح یمن میں وہب بن منبہ اور شام میں مکحول اور بصرہ میں عبدالرحمٰن بن غنم' حسن اور محمد بن سیرین' کوفہ میں اسود' علقمہ' اور شعبی غرض تمام بلاد اسلامیہ اسی عقیدہ پر تھے کہ خبر واحد حجت ہے اگر بالفرض کسی خاص مسئلہ کے متعلق کسی کے لئے یہ کہنا جائز ہوتا کہ اس پر مسلمانوں کا ہمیشہ اجماع رہا ہے تو خبر واحد کی حجیت کے متعلق بھی میں یہ لفظ کہہ دیتا مگر احتیاط کے خلاف سمجھ کر اتنا پھر بھی کہتا ہوں کہ میرے علم میں فقہاء مسلمین میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے-

خبر واحد پر عمل نہ کرنے کی چند صورتیں:

ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر کسی کے پاس خبر واحد پہنچی ہو تو اس نے اس پر اس لئے عمل نہ کیا ہو کہ اس کے نزدیک وہ خبر حد صحت کو نہ پہنچی ہو یا وہ حدیث دو معنوں کو محتمل ہو اور اس نے دوسرے معنی پر عمل کر لیا ہو یا اس کے معارض اس سے زیادہ صحیح حدیث اس کے پاس موجود ہو - غرض جب تک وجوہ ترجیح یا اسباب ترک میں سے کوئی سبب اس کے پاس موجود نہ ہو ہرگز کسی کیلئے خبر واحد کا ترک کرنا جائز نہیں-

خبر واحد کے مراتب:

اسی کے ساتھ یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ ایک وہ حدیث جس پر سب کا اتفاق ہو اور ایک وہ جو کسی خاص مسئلہ کے متعلق صرف ایک راوی سے روایت کی گئی ہو' اس میں مختلف تاویلوں کی گنجائش بھی نہ ہو' دونوں برابر نہیں ہو سکتیں - پہلی حدیث کا تسلیم کرنا بلا شبہ قطعی ہے - اگر اس کا کوئی منکر ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے لیکن دوسری قسم کی حدیث اس درجہ قوی نہیں - اگر اس حدیث میں کوئی شک کرے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا - لیکن اس پر عمل کرنا واجب ہو گا جب تک کہ اسباب ترک میں سے کوئی سبب پایا نہ جائے جیسا کہ شاہدوں کے بیان پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہاں بھی غلطی اور شکوک کا احتمال باقی رہتا ہے لیکن پھر بھی جب تک تحقیق نہ ہو ظاہر حال پر عمل کیا جاتا ہے-

احادیث صحیحین مفید یقین ہیں:

حافظ ابن حزمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک حدیث کے لئے کتنے راویوں کی ضرورت ہے جس کے بعد حدیث بداھۃ علم کو مفید ہو جاتی ہے - اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص عدد مقرر نہیں کیا جا سکتا - اگر دو شخص بھی کوئی خبر

دیں جن کے متعلق ہمیں یہ یقین ہو کہ اس سے پہلے نہ وہ کبھی ایک دوسرے سے ملے ہیں اور نہ اس خبر میں ان کی طمع یا خوف کا کوئی مضمون ہے پھر ایک دوسرے کی لاعلمی میں اس طویل خبر کو ہمارے سامنے بیان کریں وہ بھی از خود نہیں بلکہ ایک ایک جماعت کے واسطے سے تو ہمیں ان کے صدق کا بدیہی طور پر یقین حاصل ہو جاتا ہے- ہر وہ شخص جو دنیا کے معاملات میں گذرتا ہے' ہمارے اس بیان کی شہادت دے سکتا ہے- کسی کی موت' ولادت' نکاح' عزل' ولایت اور اس قسم کے تمام واقعات کا بدیہی علم ان طریقوں سے حاصل ہوتا ہے- یہاں وہی شخص شک و شبہ پیدا کر سکتا ہے جو اپنے ان دنیوی معاملات کی طرف غور نہ کرے اور روزمرہ کے ان واقعات سے قطع نظر کر لے-

اگر آپ کسی آدمی سے ایک جھوٹا افسانہ تیار کرنے کے لئے کہیں تو وہ یقیناً ایک لمبا افسانہ گھڑ سکتا ہے لیکن اگر دو مکانوں میں دو شخصوں کو علیحدہ علیحدہ بند کر دیں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسی حکایت اپنی جانب سے تیار کر لیں جن میں دونوں اول سے آخر تک متحد ہوں ہاں شاذ و نادر کبھی ایسا واقع ہو گیا ہے کہ دو شاعروں کے خیالات ایک آدھے مصرعہ میں اتنے مطابق ہو گئے ہیں کہ ان میں لفظی اتحاد بھی پیدا ہو گیا ہے مگر ہمیں اب تک اپنی عمر میں ایک واقعہ بھی ایسا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں دو شاعروں کا کسی ایک شعر میں بھی پورا پورا اتفاق ہو گیا ہو- اگرچہ لوگوں نے اس بارے میں ایسے کلام کی ایک فہرست پیش کی ہے مگر ہمارے نزدیک وہ اکثر علمی سرقے ہیں جن میں اپنی عیب پوشی کے لئے اتحاد خواطر کے دعوے کر دیئے گئے ہیں- پس کبھی خبر واحد میں بھی ایسے قرائن جمع ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی بدیہی طور پر یقین کو مفید ہو جاتی ہے اور کبھی ایک جماعت کی خبر بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتی مثلاً اگر کسی خبر سے کسی شہر کے شہر کا نفع و نقصان متعلق ہو تو عقل کے نزدیک اس تمام شہر کا جھوٹ پر متفق ہو جانا بھی محال نہیں ہے بہرحال خبر کے مفید یقین ہونے کا کوئی ایک ضابطہ نہیں یہ حالات اور زمانہ کے تابع ہے-

خبر واحد کے مفید یقین ہونے پر قرآن سے ایک استدلال:

اس کے بعد ابن حزم لکھتے ہیں کہ ایک قسم کی حدیث وہ ہے جس کی خبر دینے والا ایک ہی شخص ہے پھر جس سے وہ نقل کرتا ہے وہ بھی ایک ہی شخص ہے اسی طرح ایک ہی ایک راوی کے واسطے سے یہ خبر آنحضرت ﷺ تک متصل ہو جاتی ہے- اگر یہ واسطے حسب ضابطہ سچے اور عادل اشخاص ہیں تو اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے- حارث بن اسد محاسبی حسین بن علی الکرابیسی کا یہی مذہب تھا' ابو سلیمان کا بھی مختار یہی تھا اور ابن خویز منداد نے یہی امام مالکؒ سے بھی نقل کیا ہے قرآن کریم بھی اس کی صحت کا شاہد ہے- فَلَوْ لاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ: ۱۲۲) (ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر جماعت میں سے ایک طائفہ دین کی تعلیم کے لئے نکل کھڑا ہوتا تاکہ جب وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آتا تو ان کو ڈراتا شاید وہ بھی بری باتوں سے بچنے لگتے) لغت میں طائفہ کسی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اس لئے اس کا اطلاق ایک شخص سے لے کر جماعت تک کیا جا سکتا ہے لہٰذا آیت بالا کی بموجب ہر جماعت کا فرض ہے کہ جب ایک شخص یا کوئی جماعت ان کو دین کی باتیں پہنچائے تو وہ ان کو قبول کریں اور مانیں- (توجیہ النظر ص ۴۴ و ۴۰)

حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اس پر مستقل دو مقالے لکھے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک واقعہ ایک شخص کی زبانی ہمارے سامنے منقول ہوتا ہے پھر مختلف گوشوں سے مختلف طور پر اس کی مختلف شہادتیں ہمیں مل جاتی ہیں تو اگرچہ ہر ہر شہادت اپنی جگہ خبر واحد ہوتی ہے لیکن خبروں کے مجموعہ سے ہمیں یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ یقیناً صحیح ہے عقل یہ ہرگز باور نہیں کر سکتی کہ مختلف اشخاص ایک دوسرے کی لاعلمی میں کوئی ایک واقعہ نقل کریں اور پھر وہ از اول تا آخر کسی ایک بیان میں متفق ہو جائیں مثلاً آں حضرت ﷺ اور جابر کا ایک واقعہ صحیحین میں موجود ہے کہ ایک سفر میں آپؐ نے جابرؓ سے اونٹ خریدا گو اس اونٹ کی قیمت بیان کرنے میں راویوں کا اختلاف ہے لیکن متعدد طریقوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے جابرؓ سے اونٹ خریدا تھا- پس جب مختلف اشخاص نے ہمارے سامنے اس

ایک واقعہ کو بیان کیا ہے درانحالیکہ ہمارے پاس اس کا بھی کوئی قرینہ نہیں ہے کہ ان اشخاص نے اس سے قبل کہیں بیٹھ کر اس خبر کو بنانے میں کوئی مشورہ کیا تھا یا اس خبر کے بیان کرنے سے ان کی کوئی خاص غرض متعلق ہے تو اس واقعہ کے یقین کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہیں رہتا۔ اگر اس کے بعد بھی ہم اس واقعہ میں محض عقلی طور پر شک و تردد کریں تو اس کا نام تحقیق واقعہ نہیں بلکہ وہم پرستی ہے۔

علامہ جزائری نے ضمنی طور پر یہاں ایک اور مفید بات لکھی ہے۔ بہت سے ناواقف اصحاب کو محدثین پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حدیث کی کتابوں میں ضعیف حدیثیں کیوں جمع کر دی ہیں۔ اس کے جواب میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ محدثین مجہول اور کمزور حافظہ کے اشخاص کی احادیث صرف اس لئے جمع کرتے تھے کہ یہ احادیث کم از کم ایک مضمون کی تقویت اور تائید میں کار آمد ہو سکتی ہیں۔ قال احمد قد اکتب حدیث الرجل لاعتبره امام احمدؒ فرماتے ہیں میں کبھی ایک شخص کی حدیث اس لئے بھی لکھتا ہوں کہ اس کو متابعت اور شواہد کے طور پر کام میں لاسکوں۔ (توجیہ ص ۱۳۴)

خبر واحد کے مفید یقین ہونے پر قرآن کریم سے دوسرا استدلال:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔ (الحجرات:٦)

اے ایمان والو! جب کوئی فاسق شخص تمہارے سامنے کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے تحقیق کسی قوم پر جا پڑو، بعد میں اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ ہونا پڑے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے خبر واحد کو قبول کیا ہے اگر ایک شخص کی خبر قابل قبول نہ ہوتی تو وہ اس کو تحقیق کی بجائے رد کرنے کا امر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے خبریں پہنچانے کے لئے بھی جو ذریعہ اختیار فرمایا ہے وہ بھی خبر واحد ہی ہے یعنی اللہ کا رسول ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر دین میں اصولی لحاظ سے ایک شخص کی خبر قابل قبول نہ ہوتی خود رسول تنہا اپنی خبر پر دوسروں کو ایمان لانے کا حکم کیسے دے سکتا تھا قرآن کریم نے جہاں بھی زور دیا ہے راوی کی عدالت پر اور اس کے صدق پر زور دیا ہے حتی کہ صرف زنا کے ایک معاملہ کے سوا جان کے معاملہ میں بھی دو شخصوں کا بیان اعتبار کر لیا ہے اور ایک جگہ بھی خبروں کی تصدیق کے لئے تواتر شرط نہیں کیا۔ اگر دو شخصوں کے بیان پر ایک مسلمان کو قصاصاً قتل کیا جا سکتا ہے یا ایک چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے یا ایک شخص پر حد قذف لگائی جا سکتی ہے یا لاکھوں، کروڑوں انسانوں کی مالیت تقسیم کی جا سکتی ہے تو کیا یہ اس بات کا بدیہی ثبوت نہیں ہے کہ شریعت نے یقین کا معیار صرف تواتر نہیں رکھا۔ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ شریعت نے ایک مسلمان کا قتل، ایک معصوم ہاتھ کا قطع، ایک بے گناہ پر حد قذف اور لاکھوں کی مالیت کے تقسیم یقین حاصل ہوئے بغیر محض ظن کی بنا پر جائز قرار دے دی ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ اگر زنا جیسے نازک معاملہ کے لئے بھی قرآن کریم نے چار شخصوں کی گواہی بصراحت لازم نہ کی ہوتی تو امت محمدؐ یہ یہاں بھی دو شخصوں کے بیان سے رجم کرنے کا فیصلہ کر دیتی۔ علماء نے اس کی حکمتیں اپنی جگہ مفصل بیان کی ہیں مگر شاید اس کی ایک حکمت یہ بھی ہو کہ چونکہ زناء کے ایک ہی معاملہ کا تعلق دو جانوں کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی دو شخصوں کو اس ایک ہی جرم کے ثبوت میں رجم کرنے کی نوبت آجائے اس لئے یہاں اس جرم کے ثبوت کے لئے وہ شہادت شرط کر دی گئی ہو جو تنہا تنہا دو جرموں کے لئے شرط کی گئی تھی۔ یہاں یہ عذر کرنا کہ دو شخصوں کا بیان ایک مسلمان کے قتل کر ڈالنے کے لئے تو کافی ہو سکتا ہے مگر نماز کے ایک واقعہ ' آپ کے حج کی ایک صورت' آپ کے روزہ کی ایک سنت نقل کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا' قطعاً غیر معقول ہے۔ معتزلہ بھی جو دراصل منکرین حدیث کے قافلہ کے سار بان ہیں۔ یہ دیکھ کر خبر عزیز کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دینی ثبوت کے لئے یقین کا مطالبہ تو معقول ہو سکتا ہے مگر تواتر کی شرط لگانا بالکل بے معنی بات ہے۔ پس منکرین حدیث کو دو باتوں میں ایک بات صاف

کر دینا چاہئے یا کہ شریعت نے تواتر کے علاوہ یقین کو یقین ہی نہیں کہا یا خبر واحد کسی حال میں مفید یقین ہوتی ہی نہیں-اگر خارجی قرائن ملا کر کبھی خبر واحد بھی یقین کا فائدہ دے سکتی ہے اور شریعت کے نزدیک بھی یہ یقین بھی معتبر ہے تو پھر یہ تفریق کہ اس قسم کا یقین تو دین کے معاملہ میں معتبر ہے اور اس قسم کا معتبر نہیں' محض ایک وہم پرستی ہے-

آگے حضرت مولانا میرٹھی مرحوم فرماتے ہیں-

ابن حزمؒ جیسا وسیع النظر مورخ اور عالم فن اسناد کو اس امت کی خصوصیات میں شمار نہ کرتا'لیکن وہ بڑے فخر سے یہ اعلان کرتا ہے کہ دین کی حفاظت کے جو چند طریقے اس امت کو مرحمت ہوئے ان میں سے ایک بھی پہلی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا- بقول منکرین حدیث اگر دین کی حفاظت صرف تواتر کی ایک ہی صورت میں منحصر ہو تو پھر تمام دین کی حفاظت کا دعویٰ یا تو صرف ایک بے دلیل خوش عقیدگی بن جائے یا دین کے بہت بڑے حصہ سے دست بردار ہونا پڑے- قرآن کریم اگرچہ متواتر ہے مگر بہت سے مقامات پر اس کی مراد اور معنی کا تواتر ثابت نہیں ہو سکتا- لغت میں اشتراک ثابت ہے پھر حقیقت و مجاز استعارات و کنایات کا ایسا وسیع باب ہے جس پر معتزلہ نے تو اپنے سارے مذہب کی بنیاد ہی رکھ دی ہے-ان کے نزدیک ذات و صفات کی آیات اکثر اسی باب میں داخل ہیں-ان احتمالات کے موجود ہوتے ہوئے ہر جگہ تواتر اور قطعیت کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے-اس بنا پر احادیث تو درکنار قرآنی احکام کے بہت بڑے حصہ سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا-اور اگر ہٹ دھرمی سے یہی دعویٰ کر دیا جائے کہ اس کی تمام تفصیلات بھی قطعی الثبوت اور متواتر ہیں تو مذہبی دنیا میں موجودہ حالت سے بھی زیادہ انتشار برپا ہو جائے گا-ہر شخص اپنے اندازۂ عقل کے مطابق ایک معنی تراش لے گا-اور اس پر اس زعم میں مبتلا رہے گا کہ یہی معنی متواتر اور قطعی ہیں- مثلاً منکرین حدیث' اتباع وحی کی تمام آیات کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں حدیث کے انکار کی بہت بڑی دلیل موجود ہے-اور قائلین حدیث ان ہی آیات کو اثبات حدیث کی بہت بڑی حجت سمجھتے ہیں-اب سوچئے کہ اگر یہ دونوں معنی متواتر ہوں تو ایک دوسرے سے کہاں تک کشیدگی کی نوبت آجائے گی- لیکن اگر مسائل ظنیہ بھی قرآن کے ماتحت رہ سکتے ہیں تو پھر کسی فریق کو یقینی طور پر دوسرے کو باطل کہنے کا حق نہیں ہو سکتا- بہت سی آیات کے معانی میں صحابہ کرام کا اختلاف ثابت ہے-اس کے باوجود چونکہ قطعیت کا دعویٰ کسی کو نہ تھا'اس لئے ان میں مخالفت کا کوئی اثر بھی نہ تھا-

انکارِ حدیث کے نتائج و عواقب:

انکارِ حدیث اور حصولِ یقین کے لئے تواتر شرط کرنے کے لازمی نتائج حسب ذیل ہیں-

(۱) قرآن کریم کی معنوی حفاظت اور اسلام کے امتیازی طرقِ محافظت کا انکار-

(۲) قرآن کی جامعیت کا وہ وسیع مفہوم جو احادیث نبویہ پر نظر رکھنے سے پیدا ہوتا ہے'اس سے دست برداری-

(۳) آں حضرت ﷺ کے بیش قیمت تشریعی کلمات سے محرومی'اور آپؐ کی پر اسرار حالات زندگی سے لاپرواہی-

(۴) آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی اطاعت سے اصولی انکار-

(۵) قرآن کریم میں جہاں بیسیوں جگہ اطاعتِ رسول کا صریح حکم موجود ہے'ان سب کی تاویل بلکہ تحریف-

(۶) جس دور میں عامل بالقرآن امام نہ ہو اس میں اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے تمام نظام کا تعطل-

(۷) رسول کی ذات میں بلا کسی شرعی ثبوت کے دو حیثیتوں کا اعتقاد' پھر ان کے جدا جدا حقوق کی محض اپنے دماغ سے تقسیم-

(۸) اسوۂ رسولؐ جو قرآن کی جامعیت کا مفصل نقشہ تھا اسکی قطع و برید اور بقیہ کی ذہنی تشکیل-

(۹) رسولؐ کی ذات جو شرعی اور فطری جاذبیت ہے اس سے علیحدگی اور یکسوئی-

(۱۰) مذہبی آئین سازی میں عقولِ عامہ کی اصولی دست اندازی-

حدیث کا انکار تو آسان ہے لیکن اس کے انکار کے جو عواقب ہیں ان کا سنبھالنا ذرا مشکل ہے - یہ پہلو دین کی صرف تخریب کا پہلو ہے' اس کی تعمیر کا پہلو نہیں - منکرین حدیث کو چاہئے کہ پہلے وہ صرف قرآن اور اپنی عقل کی مدد سے دین کا ایک مکمل نقشہ تیار کر لیں - اس کے بعد اس مفصل نقشہ سے موازنہ کر کے دیکھیں جو احادیث کے زیر ہدایات مرتب ہو چکا ہے - اس وقت ان کو یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گا کہ مملکت دین کی وسعت' محکمات و متشابہات کے علاقے' حرام و حلال کے حدود' عقائد و اعمال کی باریکیاں' معیشت و تمدن کے شوشے' نظام و سیاست کی لائنیں کس میں زیادہ نمایاں اور صاف نظر آتی ہیں - ہر مشکل کو غیر ضروری کہہ کر ٹال دینا' ہر مطلق العنانی کو دین کے یسر میں داخل سمجھ لینا' سلف و خلف کی معروف شاہراہ کو چھوڑ کر نئے راستہ کی بنیاد ڈالنا' اپنے خود تراشیدہ خیالات و مزعومات کو حقائق اور حقائق کو خیالات سمجھ لینا دین نہیں بلکہ کوتاہ نظری' خود پسندی اور واجب التوقیر ہستیوں کی تحقیر کرنا ہے - در حقیقت یہ قدرت کی ایک تعزیر ہے جو انکارِ حدیث کے باعث ملی ہے -

یہ امر یقینی ہے کہ امت کا جو طبقہ جس قدر صاحب نبوتؐ سے قریب تر ہے' اسی قدر مذہبی لحاظ سے صحیح تر ہے - اس لئے مذہب کی جھلک جتنی صحیح طور پر ان میں نظر آ سکتی ہے' بعد کے دور میں نظر نہیں آ سکتی - لہٰذا خالی الذہن ہو کر آپ براہ راست ان کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو بلا کسی غور و فکر کے جو بات آپ کے ذہن میں پیدا ہو گی وہ صرف ایک ہی بات ہو گی کہ ان کے درمیان آنحضرت ﷺ کی حیثیت اپنی ۲۳ سالہ حیاتِ طیبہ میں رسالت ہی کی حیثیت سمجھی گئی ہے' اور آپؐ کو ایک لمحہ کے لئے بھی صرف ایک عام امام یا امیر کی حیثیت میں نہیں سمجھا گیا - ان کی نظروں میں آپؐ پر ایمان لانا' آپؐ سے محبت کرنا' آپؐ کی اطاعت کرنا اور وہ تمام قربانیاں جو ان کے بس میں تھیں کر گذرنا صرف رسالت ہی کی ایک حیثیت سے متعلق تھا - وہ آپؐ کی اطاعت اور آپؐ کی حکم برداری کے لئے کسی ادنیٰ پس و پیش کے بغیر ہر وقت تیار رہتے تھے' اور کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن کے حکم یا آپؐ کے حکم کی بجا آوری میں سرمو کوئی تفریق کرتے ہوں' یا آپؐ کا حکم ثابت ہو جانے کے بعد حیات و وفات کی تفریق ان کے ذہنوں میں کبھی گذری ہو - ان کے نزدیک آپؐ کے احکام اور آپ کی جو حیثیت تھی وہ ہرگز کسی حاکم کسی امیر اور کسی بادشاہ کے حکم کی سی نہ تھی سلف کی تاریخ کا یہی نقشہ اتنا سچا ہے کہ اس میں مسلمان و کافر دو رائیں نہیں رکھتے - رہ گئی سند کی تحقیق' شاہدوں کی تلاش' ہر شخص کو معنے سمجھے ہوئے بغیر حدیث بیان کرنے کی ممانعت تو وہ صرف بنظر احتیاط اور آپؐ کی طرف غلط انتساب کے سدباب کے لئے تھی - اگر قرآن کی طرح لکھنے' قرآن کی طرح حدیث کو اپنا مشغلہ بنائے رکھنے کی کسی دوربیں نے ممانعت کی تو اس نے صرف اس تحریف سے حفاظت کی خاطر جو ان کی آنکھوں کے سامنے ابھی تورات و انجیل میں ہو چکی تھی - الغرض سند کی تحقیق' شاہدوں کا مطالبہ' کتابت کی ممانعت' مگر حفظ کا اہتمام ہر شخص کو تعلیم کی ممانعت اور ہر قسم کی حدیث کی روایت کی روک تھام - روایت حدیث کے وقت خوف و ہراس' تکثیر روایت سے احتراز وغیرہ وغیرہ' یہی صحابہؓ اور حدیث کی تاریخ کا خلاصہ ہے - اب چاہے تو اسے آپ حدیث کی مخالفت کا پروگرام کہہ لیجئے' یا حدیث کی حفاظت' تعلیم دین کی اہمیت' روایات احادیث میں فہم' مخاطبین کی رعایت' اپنے احساس ذمہ داری' حدیث میں لاپرواہی سے اجتناب اور انتہائی تشدد و احتیاط سے تعبیر کیجئے -

ہر شخص کی زندگی میں کچھ واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر اس کے عام مذاق یا اس کے زمانہ کے عام مذاق کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں - ان کی اصل وجہ وقتی مصلحت یا کوئی اور عارضی سبب بھی ہو سکتا ہے' صرف ان واقعات کی بنا پر اس کی ساری زندگی یا اس زمانے کے سارے مذاق کو بدل دینا اس دور کی تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے -

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں مذہبی لٹریچر اول تو کوئی دیکھتا نہیں اور اگر کوئی دیکھتا ہے تو وہ بھی مخالف ہی کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے - نتیجہ یہ ہو گیا کہ اسلام کے واضح اور کھلے ہوئے حقائق ہر روز نظری مسائل بنتے چلے جاتے ہیں - اسلامی ذہنیت بدل لینے کا یہ پہلا نقصان ہے اور ہر نقصان جو اس کے بعد ہے' وہ اس سے شدید تر ہے -

لمثل هذا يذوب القلب من كمد ان كان فى القلب اسلام و ايمان

(ترجمان السنہ ص ۲۱۸)

فنی طور پر مختصر لفظوں میں اتنی وضاحت پیش کی جاچکی ہے کہ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے بہت سی علمی معلومات حاصل کر سکیں گے۔ اب ہمارے سامنے فضائل حدیث واہلحدیث و حالات حضرت امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و خصوصیات جامع الصحیح جیسے اہم عنوانات ہیں۔ خدا کرے کہ ہم بقایا پاروں کے ساتھ ان عنوانات پر مختصر جامع مواد پیش کرنے میں کامیاب ہو سکیں چونکہ محدثین خصوصاً حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی مسلکی فقہی گروہ سے متعلق ہونے کے بجائے خود ایک فقہ الحدیث کے جامع مسلک کے داعی ہیں جو سراسر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔ اسی مسلک والوں کو اصطلاحاً اہل حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی مسلک کے داعی ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ پہلے مسلک اہلحدیث کا تعارف کرایا جائے امید کہ قارئین کرام بغور مطالعہ کریں گے۔

لفظ ”اہل حدیث“ کا مفہوم

یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے پہلا لفظ اہل ہے دوسرا لفظ حدیث ہے۔ اس کا ترجمہ ”حدیث والے“ بنتا ہے۔ حدیث اللہ کے پاک کلام قرآن مجید فرقان حمید کا نام ہے' پھر حدیث جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کا نام ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہل حدیث کے معنی قرآن و حدیث والے کے ہیں۔

پس مسلک اہل حدیث کی بنیاد اولین قرآن مجید فرقان حمید ہے اور اس کے بعد احادیث صحیحہ جن کے دفاتر کو عرف عام میں ”صحاح ستہ“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے' یعنی صحیح بخاری شریف' صحیح مسلم شریف' جامع ترمذی' سنن ابی داؤد' و سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔ ان چھ حدیث کی مضبوط و مشہور ترین کتابوں میں بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بعد یہ کتاب دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب ہے۔ اہل اسلام میں اہل حدیث کے علاوہ دوسرے بیشتر مذاہب بھی قرآن و حدیث کا دم بھرتے ہیں مگر ان فرقوں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تقلیدی مذاہب میں اولین بنیاد اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا ہے پھر قرآن و حدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر قرآن و حدیث ان اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کی موافقت کریں تو ان کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مخترعہ کے خلاف واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ احادیث کو صرف تاویل سے رد نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تصنیف و تردید کے لئے دماغوں کی ساری کاوشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔ مقلدین نے جس قدر بھی کتب احادیث کی شروح یا حواشی یا تراجم شائع کئے ہیں' ان سب میں یہی روش نمایاں نظر آتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے شائقین ہمارا مقالہ ”ارباب دیوبند اور اہلحدیث“ کا مطالعہ فرمائیں۔ اہل حدیث کا اصول یہ ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کو اقوال ائمہ و قواعد مخترعہ پر مقدم رکھا جائے۔ اگر اقوال ائمہ ان کے موافق واقع ہوں تو ان کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر خلاف واقع ہوں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور قرآن و حدیث کو بہر حال مقدم رکھا جائے۔ اس لئے کہ ائمہ کرام اپنی جملہ خوبیوں کے باوجود معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ سب سے غلطی' سہو' نسیان کا امکان ہے اسی لئے جملہ ائمہ اسلام نے اپنے شاگردوں کو تاکید فرمائی کہ ہمارا جو بھی قول کتاب و سنت کے خلاف پاؤ' اس قول کو چھوڑ دینا اور کتاب و سنت کو بہر حال مقدم رکھنا (حجۃ اللہ البالغہ' عقد الجید وغیرہ) پس اہل حدیث کا یہ وہ صحیح ترین مسلک ہے جو عین قرآن مجید و حدیث نبوی کے مطابق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء: ۵۹) (یعنی اے ایمان والو اللہ کی

اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب اختیار ہوں لیکن اگر تم میں کسی چیز میں تنازعہ واقع ہو تو اس تنازعہ کو صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر اللہ اور پچھلے دن پر تمہارا ایمان ہے یہ بہتر اور عمدہ ہے) از روئے تحقیق اس آیت کریمہ میں اللہ کی اطاعت (بصورت اتباع قرآن مجید) اور رسولؐ کی اطاعت (بصورت اتباع احادیث نبوی) کو مومنوں کے لئے اصل نصب العین بتلایا ہے- اس کے بعد اولی الامر کی اتباع صرف وہاں تک ہے جہاں تک وہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت سے نہ ٹکرائے بصورت دیگر اسے قرآن و حدیث کے مقابلہ پر رد کر دینے کا حکم ہے کیونکہ لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق اور یہی مسلک اہل حدیث ہے- قرآن پاک کے بعد احادیث نبوی' پھر ارشادات اصحاب رسول' پھر اقوال ائمہ کرام صرف اسی مسلک حق کی تائید میں ہیں- خود سیدنا امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے- اذا صح الحدیث فھو مذھبی (صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے)- نیز فرمایا میرا جو بھی قول قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو- اور قرآن و حدیث پر عمل کرو- مسلک اہل حدیث کو ان شعروں میں باطریق احسن ادا کیا گیا ہے:

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن — پس حدیث مصطفیٰؐ برجان مسلم داشتن
وہ چہ خوش باشدزا بر رحمت قول رسولؐ — گل زمین فکرت و دل سبز وخرم داشتن
از روایت فیض یاب و دل بہ حسن اعتقاد — در حرم کعبہ اسلام محرم داشتن
گاہ از تذ کار مسلم جان نمودن مست فیض — گاہ در شوق بخاری دل تیم داشتن

شاید بعض حضرات کو ہمارے اس دعوے سے تعجب ہو کہ لفظ "حدیث" کا اولین مصداق قرآن مجید فرقان حمید ہے- اس لئے ہم اپنے دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے ذرا سی تفصیل ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں-

اولین حدیث قرآن مجید ہے

قرآن مجید میں چودہ آیات ایسی ہیں جن میں قرآن مجید فرقان حمید کے اوپر لفظ "حدیث" کا اطلاق کیا گیا ہے- ان میں سے کچھ آیات مع حوالہ و ترجمہ یہاں لکھی جاتی ہیں-

(۱) فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ (الطور: ۳۴) منکرین اگر سچے ہیں تو قرآن مجید جیسی حدیث ہے ایسی کوئی حدیث وہ بھی بنا کر لائیں-

(۲) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (النجم: ۵۹) کیا تم اس حدیث یعنی قرآن کو سن کر تعجب کرتے ہو-

(۳) فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (النساء: ۷۸) اس قوم کو کیا ہو گیا جو اس حدیث یعنی قرآن کو سمجھتے ہی نہیں-

(۴) فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (الجاثیہ: ۶) پس اللہ پاک اور اس آیات کے جو بہترین احادیث ہیں اور یہ کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے-

(۵) وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (النساء: ۸۷) اللہ کی حدیث سے بڑھ کر کس کی حدیث صحیح ہو گی-

(۶) فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (المرسلات: ۵۰) قرآن مجید جیسی کے ہوتے ہوئے اور یہ کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے-

(۷) مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى (یوسف: ۱۱۱) یہ حدیث من گھڑت نہیں بلکہ منجانب اللہ ہے-

(۸) لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف: ۶) یہ لوگ اس حدیث (قرآن) پر اگر ایمان نہیں لاتے تو شاید تم مارے غم کے اپنے نفس کو ہلاک کرنیوالے ہو-

(۹) اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (الواقعہ: ۸۱) پس کیا تم اس حدیث کیساتھ سستی کرنے والے ہو-

(۱۰) فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (القلم: ۴۴) اس حدیث کے مکذبین کو بس میرے لئے چھوڑ دے' میں خود ان سے نبٹ لوں گا-

(۱۱) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ (الزمر: ۲۳) اللہ نے بہترین حدیث کو نازل فرمایا ہے۔

ان جملہ آیات میں قرآن مجید کے اوپر لفظ "حدیث" کا اطلاق کیا گیا ہے پس ان آیات پاک کی روشنی میں لفظ "اھل حدیث" کا مفہوم "عاملین قرآن" حقیقت کی صحیح ترجمانی ہے مشہور حدیث نبوی اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ میں اسی حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔ یعنی خود اللہ کے مقدس رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ بہترین حدیث اللہ کی کتاب قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ پھر بہترین طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔

حدیث نبوی بھی عین وحی الٰہی ہے:

آیت کریمہ وما ینطق عن الهوٰی ان هوالا وحی یوحی کے تحت احادیث رسول بھی عین وحی الٰہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ باصطلاح علمائے اسلام قرآن مجید کو وحی متلو اور حدیث شریف کو وحی غیر متلو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث کی تعریف ذہن نشین کرنے کے لئے علمائے حدیث کی مندرجہ ذیل تشریحات مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

مقدمہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی ﷺ وفعله وتقریره ومعنی التقریر انه فعل احد او قال شیئا فی حضرته ﷺ ولم ینکر ولم ینه عنه بل سکت وقرره یعنی جمہور محدثین کی اصطلاح میں لفظ حدیث آں حضرت ﷺ کے قول و فعل و تقریر پر بولا جاتا ہے اور تقریر کے معنی یہ ہیں کہ کسی نے آں حضرت محمد ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپؐ نے نہ تو اس بات پر برا مانا اور نہ اس سے منع کیا بلکہ اس پر آپ خاموش رہے اور اسے برقرار رکھا' یہ بھی حدیث ہی میں داخل ہے۔

حدیث نبوی ہی وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی متعدد آیات میں (حکمة) سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔ هُوَ الَّذِيۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔ (الجمعہ: ۲) یعنی اللہ پاک وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں اپنا رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی پاک آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور اپنی مقدس تعلیم سے ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حکمت (یعنی اپنی پاکیزہ حدیث) سکھلاتا ہے' بے شک اس کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔ حدیث نبوی کی حجیت کے بارے میں یہ آیت کریمہ ایسی کھلی دلیل ہے جس کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے قلوب نور ایمان سے محروم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ واضح ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ (النساء: ۱۰۵) اے نبیؐ بے شک ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپؐ کی طرف حق کے ساتھ اتاری ہے کہ آپ لوگوں میں اس کے موافق فیصلہ کریں جو آپؐ کو خدا دکھادے یعنی سمجھادے۔ اس آیت کے ذیل میں امام رازی فرماتے ہیں قال المحققون هذه الایة تدل علی انه علیه الصلوة و السلام ما کان یحکم الا بالوحی والنص (تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۳۲۷) محققین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے وحی اور نص کے فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے آیت کریمہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ (النساء: ۶۵) کے تحت آپ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہے جس کی نہ تو کہیں اپیل ہو سکتی ہے اور نہ اس پر نظر ثانی کی درخواست روا ہے۔ آیت شریف قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ الخ (آل عمران: ۳۱) میں اس حقیقت کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اے نبیؐ آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو اپنا محبوب بنانا چاہتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو۔ اس سے اللہ بھی تم کو اپنا محبوب بنالے گا پس معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع دین کے لئے بطور شرط اول کے ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔

بمصطفی برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
وگر باونہ رسیدی تمام بولہبی است

اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ آپؐ کے اقوال و افعال کی پوری اقتداء کی جائے اور آپؐ کے افعال اور اقوال کا نام حدیث ہے-قال صاحب کشف الظنون علم الحدیث هو علم یعرف به اقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله یعنی علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال' آپ کے افعال اور احوال معلوم کئے جاتے ہیں وقال الکرما فی هو علم یعرف به اقوال رسول الله ﷺ وافعاله واحواله حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال واحوال جانے جاتے ہیں قال السید الیمانی علم الحدیث علم رسول الله ﷺ الذی خرج من بین شفتیه وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی یعنی علم حدیث رسول پاک ﷺ کا علم ہے جو آپؐ کے دونوں مبارک ہونٹوں کے درمیان یعنی آپؐ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا- آپؐ کی شان یہ ہے کہ دین الٰہی کے متعلق آپ جو کچھ بولتے تھے-وہ عین وحی الٰہی سے بولتے تھے پس حدیث عین وحی الٰہی ہے اور اس حقیقت کا انکار کرنا آفتاب نصف النہار کا انکار کرنا ہے-

امام شوکانیؒ ارشاد الفحول ص۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں ثبوت حجیة السنة المطهرة واستقلالها بتشریع الاحکام ضروریة دینیة ولا یخالف فی ذالك الا من لا حظ له فی دین الاسلام سنت مطہرہ یا حدیث نبوی کا تشریع احکام میں حجت ہونا دین کا ایک ضروری مسئلہ ہے اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں-امام ایوب سختیانی فرماتے ہیں-اذا حدثت الرجل بسنة فقال دعنا عن هذا واجبنا عن القرآن فاعلم انه ضال (معرفتہ علوم الحدیث امام حاکم ص۶۵) یعنی جب تم کسی کے سامنے حدیث رسولؐ بیان کرو اور وہ جواب میں حدیث کو رد کر کے صرف قرآن سے جواب مانگے تو جان لو کہ یہ شخص گمراہ ہے-امام جلال الدین سیوطی مفتاح الجنہ ص۶ پر لکھتے ہیں-اعلموا ان من انکر کون الحدیث النبی صلی الله علیه وسلم قولا کان او فعلا بشرطه المعروف فی الاصول حجة کفر و خرج عن دائرة الاسلام یعنی جان لو کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث خواہ وہ قولی ہو یا فعلی اور شرائط مقررہ کے تحت وہ حدیث صحیح ثابت ہو' کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اسلام کے دائرہ سے خارج-

آج کل انکار حدیث کا طوفان جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے وہ اہل نظر پر مخفی نہیں' سخت ضرورت ہے کہ ہمدردان اسلام اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کریں- تاریخ اسلام میں یہ کوئی نئی مصیبت نہیں ہے بلکہ اسلام تقریباً ہر زمانہ میں اس سے بھی بڑے بڑے حملوں کا مقابلہ کر چکا ہے بالآخر فتح و نصرت اسلام ہی کو ملی ہے اور صدہا زندیق و ملاحدہ صرف ایک داستان پارینہ بن کر رہ گئے- آج کے منکرین حدیث و دشمنان سنت کا بھی یقیناً یہی انجام ہوگا-

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا

اہل حدیث کوئی جدید فرقہ نہیں ہے:

تشریح بالا سے انصاف پسند ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا نہ قرآن مجید و حدیث نبوی صرف یہی دو چیزیں مسلک اہل حدیث کی بنیاد ہیں اور یہ ہر دو چیزیں جدید نہیں ہیں بلکہ اسلام کی ابتدائی بنیاد ان ہی ہر دو پر رکھی گئی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث کوئی جدید فرقہ نہیں ہے- نبی کریم ﷺ کے پاک زمانہ میں جس قدر بھی اہل اسلام تھے وہ قرآن و حدیث ہی کے ماننے والے تھے-اس مقدس زمانہ میں صرف ایک ہی مذہب اور ایک ہی مسلک اور ایک نام تھا-اور وہ صرف قرآن و حدیث ماننے والوں کی جماعت تھی-اس لئے اولین اہل حدیث جملہ صحابہ کرام تھے-چند ایسی تاریخی شہادتیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا درج ذیل ہیں-

حضرت ابوہریرہؓ جو مشہور صحابی ہیں انہوں نے اپنے آپ کو اہل حدیث کہا ہے - دیکھو اصابہ جلد چہارم ص ۲۰۴ تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۹ و تاریخ بغداد ج ۹ ص ۴۶۷ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اہلحدیث کہا گیا ہے جو مشہور ترین صحابی ہیں - دیکھو تاریخ بغداد ص ۲۲۷ جلد سوم حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا انکم خلوفنا واهل الحديث بعدنا (كتاب الشرف للخطيب ص ۲۱) یعنی ہمارے بعد تم تابعی لوگ اہل حدیث ہو - پس ظاہر ہے کہ صحابہ و تابعین سب اہل حدیث کے نام سے مشہور و معروف تھے - امام شعبیؒ جو مشہور ائمہ اسلام سے ہیں اور تابعی ہیں انہوں نے پانچ سو صحابہ رسولؐ کو دیکھا - اور سب کو لفظ اہل حدیث سے یاد کیا گیا ہے - (دیکھو تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۷۲)

طائفہ اہلحدیث اور مصنفات قدمائے اسلام

بعض ناواقف یا متعصب کہہ دیا کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث کی ابتداء شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ہوئی ہے جن کی ولادت ۱۱۱۵ھ اور وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی' یہ نیا فرقہ ہے - ایسے حضرات کے اس قول کی تردید کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ طائفہ اہل حدیث کا ذکر خیر ان کتابوں میں بھی موجود ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب سے صدیوں پیشتر لکھی گئیں - پس اہل حدیث کی مذہبی نسبت شیخ موصوف کی طرف ہرگز درست نہیں کیونکہ کوئی منسوب شان نسبت میں اپنے منسوب الیہ سے پیشتر نہیں ہو سکتا - مذہب اسلام میں قدمائے مصنفین نے تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و کلام و تاریخ میں جس قدر کتابیں لکھی ہیں ان میں سے بیشتر میں اہل حدیث کا ذکر عزت سے پایا جاتا ہے -

ہمارے محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی قدس سرہ تاریخ اہل حدیث میں اس موقعہ پر فرماتے ہیں "اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان مصنفین کی نظر میں ضرور ایک گروہ موجود تھا جن کی تحقیقات و تنقید کی سب کو احتیاج تھی بعض جگہ تو ان کا ذکر لفظ اہل حدیث سے ہوا ہے اور بعض جگہ اصحاب حدیث سے - بعض جگہ اہل اثر کے نام سے اور بعض جگہ محدثین کے نام سے - مرجع ہر لقب کا یہی ہے کہ چونکہ اس گروہ باشکوہ کو احادیث و آثار نبویہ سے ایک خاص انس و شغف ہے اس لئے ان کو پیارے القاب سے یاد کر کے صرف آں حضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا اور مقولہ "از مصطفےٰ شنیدن واز دیگران بریدن" اور مصرع "کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم" کو صادق کر دکھایا - امام شافعیؒ فرماتے ہیں - يلقاني الرجال و اصحاب الحديث منهم احمد بن حنبل و سفيان ابن عيينة و اوزاعي (رحلة الشافعي ص ۱۴) مجھے عام لوگ بھی ملتے تھے اور اصحاب حدیث بھی جن میں سے بعض یہ ہیں احمد بن حنبل اور سفیان ابن عینیہ' و اوزاعی - امام شافعیؒ کا سن ولادت ۱۵۰ھ اور سال وفات ۲۰۴ھ ہے - معلوم ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں اصحاب الحدیث مطابق بیان امام شافعیؒ اسی نام سے مشہور و معروف تھے - امام احمدؒ بغداد کے رہنے والے ہیں - امام سفیان بن عینیہ کوفہ کے اور امام اوزاعی شام کے - جغرافیہ اور نقشہ ایشیا پر نظر رکھنے والے اصحاب جان سکتے ہیں کہ بغداد اور کوفہ اور شام میں کس قدر بعد ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امام شافعیؒ کے وقت میں جماعت اہل حدیث کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھی - امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی - آپ کی الجامع الترمذی اہل حدیث اور اصحاب الحدیث کے ذکر خیر سے بھری پڑی ہے - کتب فقہ حنفی میں بھی اہل حدیث کو ایک "فرقہ" کر کے لکھا ہے - چنانچہ شامی جلد سوم ص ۲۹۳ ص ۲۹۴ پر لکھا ہوا ہے حكى ان رجلا من اصحاب ابى حنيفة خطب الى رجل من اصحاب الحديث ابنته فى عهد ابى بكر الجوزجانى فابى الا ان يترك مذهبه فيقرا خلف الامام و يرفع يديه عند الانحناء و نحو ذالك فاجابه فزوجه - یعنی روایت ہے کہ قاضی ابو بکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس اہل حدیث نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کرے -

اور بھی اسی طرح دیگر مسائل اہلحدیث پر عمل کرے- چنانچہ اس شخص نے مسلک اہلحدیث اختیار کر کے آمین و رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی اور اس اہلحدیث نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دی- یہ واقعہ حنفی مذہب کی مشہور کتاب شامی جلد سوم ص ۲۹۳' ۲۹۴ پر صاف اسی طرح لکھا ہوا ہے- خلاصہ یہ ہے کہ مسلک اہلحدیث خالصاً کتاب و سنت پر عمل در آمد کرنے کا نام ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے ساری دنیا چودہ سو برس سے لفظ اسلام سے موسوم کرتی چلی آ رہی ہے- اب ہم اس بحث کو یہاں چھوڑ کر حضرت امام بخاریؒ اور جامع الصحیح کی طرف متوجہ ہونا ضروری جانتے ہیں-

ہندوستان میں معاندین امام بخاریؒ:

مسلمانانِ ہند میں ایسے لوگ پائے گئے ہیں' جو محض از راہ تعصب حضرت امام بخاریؒ سے للہی بغض رکھتے ہیں اور جامع الصحیح کی عظمت و وقار گرانے میں کوشاں رہتے ہیں- ایسے لوگ ہماری نظروں میں ہیں' ان پر نام بنام ہم تبصرہ کر سکتے ہیں مگر طوالت بہت ہو جائے گی- اس لئے سر دست ہمارے سامنے ڈاکٹر عمر کریم حنفی سالاری ہیں- آپ پٹنہ کے رہنے والے تھے- اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں' اللہ ان کی لغزشوں کو معاف کرے- حضرت امام بخاری اور جامع الصحیح پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے آج سے تقریباً پینسٹھ سال پہلے ایک کتاب الجرح علی البخاری لکھی تھی جس میں انہوں نے دل کھول کر حضرت امام بخاریؒ اور جامع الصحیح کو ہدف ملامت بنایا تھا- یہی مواد ہے جسے بعد کے علمائے متعصبین نے سامنے رکھ کر اس موضوع پر مختلف صورتوں میں خامہ فرسائی کی ہے اور آج کل بھی کرتے رہتے ہیں- اکثر کے سامنے ڈاکٹر صاحب ہی کا مواد ہے- اسی زمانہ میں جماعت اہلحدیث کے مشہور عالم مناظر اسلام حضرت مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کی ناروا تنقیدات کا بہترین مدلل مہذب جواب بڑی تفصیل سے شائع فرما دیا تھا- یہ فاضلانہ جواب

الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری:

کے نام سے میرے سامنے ہے جو کئی جلدوں میں مفصل اور مدلل ہے- ہمارے قارئین کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہم حضرت مولانا سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب ہی کے مختلف اقتباسات معاندین بخاری کے جواب میں اپنے مقدمۃ البخاری کی زینت بنا رہے ہیں- اس کے مطالعہ سے قارئین معاندین بخاری وہ مرحومین ہو چکے ہوں یا وہ موجود ہوں بہرحال ان کے بے جا اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات سے آگاہ ہو سکیں گے- اہل علم کے لئے حضرت مولانا سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی جس قدر مستند اور محبوب ہے' اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے- امید ہے کہ اس سلسلہ کے یہ اقتباسات توجہ اور غور سے مطالعہ کئے جائیں گے اور ایک حد تک حضرت امام بخاریؒ اور جامع الصحیح کے بارے میں بہترین معلومات کا ذریعہ ہوں گے' وھو الموفق۔

پہلا اقتباس ہم شروع کتاب ہی سے دے رہے ہیں جو الکوثر الجاری کا مقدمہ ہے-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هجوت محمدا فاجبت عنه   و عند الله فی ذاك الجزاء

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز البارى۔ الذى بعث فى الدنيا لاحياء سنن نبيه الاكرم ابا عبدالله محمداً البخاريؒ و الصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمدؐ صاحب الكوثر الجارى۔ الذى فاحت روائح احاديثه فى اقطار العالم بالصحيح البخارى۔ من اخذه اخذ بحظ وافرو علا قدره كعلو الكواكب الدرارى۔ و من حرم عن درسه و تدريسه خرم عن الخير كله و لم ينل بضياء سارى۔ اللهم صلى وسلم على سيدنا محمدؐ و على آله و صحبه ما سمعه سامع و قرئه القارى۔ اما بعد فيا ايها الاخوان۔

اس زمانہ آخر پر آشوب میں جو ہمدوش ہے ساعت کبریٰ کا اہل فتن نے ہر طرح کا غل مچایا ہے' قیامت کا ہنگامہ اٹھایا ہے- جدھر

دیکھو اہل بدعت کا زور ہے' اہل ہوئی کا شور ہے۔ اتباع سنت کا طریقہ سرد اور نرم ہے' بدعت کا بازار گرم ہے۔ عوام تقلید کے نشہ میں مخمور ہیں اور سنت سے کوسوں دور ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ ناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجبی ست

صحیح بخاری جس کا اصح الکتب ہونا مسلم ہے' اس پر طرح طرح کی ژولیدہ زبانی و ژاژ خائی کی جا رہی ہے تا کہ اس کا نام و نشان صفحۂ دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹا کر کالعدم کر دیا جائے لیکن حریفوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

اس نور الٰہی ضیایوں ہی رہے گی افواہ سے ممکن نہیں اطفائے بخاری

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان دنوں ایک رسالہ الجرح علی البخاری (جو مجموعہ ہے مضامین اخبار اہلِ فقہ کا) ڈاکٹر عمر کریم حنفی پٹنوی نے شائع کیا ہے جس میں نہایت بے باکی سے صحیح بخاری پر فرضی نکتہ چینیاں اور جھوٹے اعتراضات کئے گئے ہیں اور نہایت رکیک اور بیہودہ الفاظ امام عالی مقام کی شان والا شان میں استعمال کر کے تہذیب وحیا کا خون کیا گیا ہے گویا درپردہ اپنی کم مائیگی اور قلیل البضاعتی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ان امورات متذکرہ بالا کے وجوہ سے جواب لکھنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ لیکن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر معنونہ بالا یاد آیا۔ ؎

هجوت محمدا فاجبت عنه و عند الله فی ذاك الجزاء

اس دوسرے مصرع نے طبیعت کو ابھار دیا اور باللہ التوفیق کہہ کر قلم ہاتھ میں اٹھالیا۔ خدا سے دعا ہے کہ اس کٹھن بیڑے کو پار لگادے اور منزل مقصود کو پہنچائے۔ ع

و یرحم الله عبداً قال امیناً

چونکہ ان جرحوں سے اکثر کے جوابات وقتاً فوقتاً شائع ہو چکے ہیں لہٰذا ان میں اختصار سے کام لیا جائے گا اور بسا اوقات حوالہ پر اکتفا کافی ہو گا۔ خدا معترض صاحب کو زندہ رکھے۔ ان کے اعتراض کی بدولت صحیح بخاری کے مطلع حقیقت سے الزامات کا گرد و غبار دور ہو گیا۔ اور اس کے چہرہ کا نکھرا رنگ اہل نظر کے پیش رو ہو گیا۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

رسالہ کا جواب شروع کرنے سے قبل چند ضروری اور مفید امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے کتاب پر روشنی پڑنے کی امید ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

امام بخاریؒ:

ہمارے ظلم کیش ڈاکٹر عمر کریم نے بوجہ اپنی حنفیت کے رسالہ جرح میں اکثر مقامات پر امام کی نسبت یہ الزام رکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ان کا علم و فہم و حفظ و اجتہاد و درایت و عرفان چونکہ غیر مسلم ثابت نہیں ہے لہٰذا حنفی لوگ ان کے قائل قدر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کی نسبت محض حنفیہ کے اقوال پیش کروں تا کہ اصلی حنفی کو سرتابی کی گنجائش نہ ہو۔ شامی (ردالمختار) کے مؤلف کو کون نہیں جانتا؟ جن کا نام نامی ابن عابدین ہے۔ اور مسلّم حنفی ہیں' اپنی کتاب عقود اللآلی میں فرماتے ہیں۔

الجامع المسندالصحیح لامیر المؤمنین و سلطان المحدثین الحافظ الشهیر و الناقد البصیر من کان وجوده من النعم الکبریٰ علی العالم الحافظ لسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم التبت الحجة الواضح المحجة محمد بن اسماعیل البخاریؒ وقد اجمع الثقات علی حفظه و اتقانه و جلالة قدره و تمیزه علی من عداه من

اهل عصره و كتابه اصح الكتب بعد كتاب الله تعالىٰ واصح من صحيح مسلم و مناقبه لا تستقضى لخروجها عن ان تحصے وهى منقسمة الى حفظ و دراية واجتهاد فى التحصيل و رواية و نسك و افادة و ورع و زهادة و تحقيق و اتقان و تمكن و عرفان و احوال و كرامات و هذه عبارات ليست بكثيرة ولكن معانيها غزيرة و قد افرد كثير من العلماء ترجمته بالتاليف و اودعها فى قالب الترصيف و ذكروا من كراماته و مناقبه و احواله من ابتداء امره الى اخر ماله و ما اختص به صحيحه من الخصوصيات المتكاثرة و يعلم به السامع ان ذلك فضل الله تعالى يؤتيه من يشاء من عباده و يتيقن انه معجزة للرسول صلى الله عليه وسلم حيث و جد فى امته مثل هذا الفريد العديم النظير رحم الله روحه و نور مرقده و ضريحه و حشرنا فى زمرته تحت لواء سيد المرسلين.... انتهى عقود اللالى۔ (ص۱۰۲)

”جامع مسند صحیح مولفہ امیر المؤمنین سلطان المحدثین حافظ مشہور پرکھنے والے تجربہ کار جن کا وجود دنیا میں بہت بڑی نعمتوں میں سے تھا۔رسول اللہ ﷺ کی سنت کے حافظ نہایت معبر' راہ کے واضح کرنے والے محمد بن اسماعیل بخاری کہ تمام ثقہ لوگوں نے ان کے حفظ اور اتقان اور بزرگی شان اور ان کے زمانہ والوں پر ممتاز ہونے پر اجماع کیا ہے اور ان کی کتاب (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب سے نہایت صحیح کتاب ہے حتی کہ مسلم سے بھی زیادہ صحیح ہے اور ان کی تعریفیں بے حد ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں اور وہ حفظ اور درایت اور اجتہاد اور روایت اور عبادت اور افادہ اور پرہیزگاری اور زہد اور تحقیق اور اتقان اور تمکن اور عرفان اور احوال اور کرامات پر منقسم ہیں اور یہ عبارتیں بہت نہیں ہیں۔لیکن معانی ان کے بہت ہیں۔اور بہت سے علماء نے ان کا ترجمہ اور حالات علیحدہ تالیف کئے ہیں اور اس کو قالب بیان میں لائے ہیں اور ان کی کرامتوں اور منقبتوں اور حالتوں کو ابتدا سے انتہا تک ذکر کیا ہے اور ان کی (جامع) صحیح کے اندر جو بہت سی خصوصیات ہیں ان کو بھی بیان کیا ہے کہ جس سے سننے والا معلوم کرلے گا۔کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے دیوے اور یقین کرلے گا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپؐ کی امت میں ایسے ایسے نادر نایاب بے مثل لوگ پائے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحم کرے۔اور ان کی خواب گاہ و قبر کو منور کرے۔اور ہم لوگوں کو ان کے زمرہ میں داخل کرکے سید المرسلین ﷺ کے جھنڈے کے نیچے محشور و مجتمع کرے آمین۔انتہی“

اللہ اکبر! کوئی حنفی تو امام بخاریؒ کے زمرہ میں داخل ہونے کی تمنا کرے دعائیں مانگے۔اور کوئی اتنا متنفر؟ سچ ہے

کلاہ خسروی و تاج شاہی بہر کل کے رسد حاشا و کلا

سچ پوچھئے تو اس کے بعد اور کسی حنفی کی عبارت پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ علامہ شامی حنفی نے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا اور امام بخاریؒ اور ان کی جامع صحیح کی سچی حالت بیان کرکے ہمیں ڈگری دے دی۔لیکن ہمارے معترض ڈاکٹر عمر کریم کے نزدیک عینی حنفی کا زیادہ اعتبار ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے رسالہ الجرح میں زیادہ تر عبارات عینی کی پیش کی ہیں لہٰذا مناسب ہے۔کہ ہم بھی علامہ عینی حنفی کا قول پیش کریں کہ ان کے نزدیک امام بخاریؒ کا کیا رتبہ تھا۔

عینی حنفی کا قول:

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

الحافظ الحفيظ الشهير المميز الناقد البصير الذى شهدت بحفظه العلماء الثقات و اعترفت بضبطه المشائخ الاثبات و لم ينكر فضله علماء هذا الشان ولا تنازع فى صحة تنقيده اثنان الامام الهمام حجة الاسلام ابو عبدالله

محمد بن اسماعیل البخاریؒ اسکنه الله تعالیٰ بحابیح جناته بعفوه الحاری انتهیٰ (عمدة القاری ص ٥ ج ١)

"حافظ 'نگہبان' مشہور' تمیز کرنے والے' پرکھنے والے' تجربہ کار جن کے حفظ کی شہادت معتبر علماء نے دی ہے اور ان کے ضبط کا اقرار معتبر مشائخ نے کیا ہے- اور اس شان کے علماء نے ان کے فضل کا انکار نہیں کیا اور نہ ان کی پرکھ کے صحیح ہونے میں دو شخصوں نے بھی اختلاف کیا- امام بزرگ حجۃ اسلام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ - خدا ان کو عفو جاری کے صدقہ میں اپنی جنت کے بیچ میں جگہ دے"

علامہ عینی کا تو امام کے ساتھ یہ عقیدہ ہے اور آپ کا کچھ اور ہی خیال ہے- نہ معلوم آپ کی حنفیت کس رنگ کی ہے- حالانکہ گذشتہ زمانے کے حنفیہ کے خیال اور آپ کے تعصب میں آسمان وزمین کا فرق ہے- دیکھئے ملا علی قاری حنفی کیا لکھتے ہیں:-

امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویة و ناشر المواریث المحمدیة لم یر فی زمانه مثله من جهة حفظ الحدیث واتقانه وفهم معانی کتاب الله و سنة رسوله و من حیثیة حدة ذهنة و دقة نظره و وفور فقهه وکمال زهده و غایة ورعه و کثرة اطلاعه علی طرق الحدیث و علله و قوة اجتهاده و استنباطه انتهٰی (مرقاة ١٢ ج ١)

مؤمنین کے امیر حدیث میں' مدد کرنے والے نبوی حدیثوں کے' پھیلانے والے محمدی میراثوں کے' نہیں دیکھا گیا انکے زمانہ میں مثل ان کا' جہت سے حفظ حدیث اور اتقانِ حدیث اور سمجھنے معانی قرآن وحدیث کے اور بہ حیثیت تیزی ذہن وباریکی نظر وزیادتی فقہ وکمال' زہد اور غایت پرہیزگاری اور بہت اطلاع سندوں پر حدیث اور علتوں پر حدیث کے اور قوت واجتہاد واستنباط ان کا-

سبحان اللہ! کیا کمال تھا امام کو کہ جس کے ذکر سے محققین حنفیہ بھی رطب اللسان ہیں- ایسے باکمال امام کی شان میں آج کل کے حنفی (جو دراصل اپنی حنفیت میں بھی دھبہ لگاتے ہیں) کیسی گستاخیاں کرتے ہیں- خدا ان سے سمجھے-

شیخ عبدالحق حنفی و شیخ نورالحق حنفی کے اقوال:

ملا علی قاری حنفی کے مثل بلکہ انہیں کی عبارت کا ترجمہ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے "اشعۃ اللمعات ص۹ ج ا" اور ان کے صاحبزادہ شیخ نورالحق حنفی دہلوی نے تیسیر القاری ص ۲ ج ا میں بیک الفاظ یوں کیا ہے "بخاری پیشواء ومقتدائے فن حدیث واہل آں بودہ دا ورا درمیان محدثان امیر المؤمنین فی الحدیث وناصر الاحادیث النبویہ وناشر المواریث المحمدیہ القاب است وے ودر زمان خود در حفظ"

ہندوستان میں تحریک اہل حدیث

از قلم استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت استاذنا مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی املوی یکے از بانیان مرکزی دار العلوم بنارس-یو-پی-

(اس بخاری شریف مترجم اردو کی اشاعت کا مقصد عظیم آج کی نئی نسلوں اور آئندہ آنے والے نونہالان اسلام کو صحیح اور ٹھیٹھ اسلام سے متعارف کرانا ہے- اسی ٹھیٹھ اسلام کا دوسرا فقہی نام مسلک اہل حدیث ہے جس کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ پر ہے

اور سنت نبویؐ کا صحیح و جامع ذخیرہ یہ مبارک کتاب بخاری شریف ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ قارئین کرام کو تحریک اہل حدیث سے متعارف کیا جائے جس کے لئے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نذیر احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مقالہ مقدمہ میں درج کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کرام تحریک اہلحدیث کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

امید ہے کہ یہ مقالہ اس عزت کی نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے گا جس کا یہ مستحق ہے۔(خادم محمد داؤد راز)

اس تحریک کی عمارت اصول کے لحاظ سے ٹھیک انہیں بنیادوں پر قائم ہے جن پر خود اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔اس لئے اس کی تاریخ اتنی قدیم ہے۔جتنی خود اسلام کی۔لیکن میرا موضوع محدود ہے۔مجھے صرف (قبل از تقسیم) ہندوستان کی تحریک اہل حدیث پر (اور وہ بھی سیاسی خدمات کے نقطۂ نظر سے) ایک سرسری نگاہ ڈالنی ہے اس لئے اس کی عمومی تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے میں اپنے موضوع کے حدود میں رہ کر ہی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

تحریک کا اجمالی تعارف:

تحریک اہل حدیث اور اس کی دعوت کے تعارف اور اس کے اثرات اور کارناموں کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے ہندوستان کے ایک ایسے عالم کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کی علمی جلالت اور تاریخی بصیرت کا لوہا دنیا مان چکی ہے، وہ ہیں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم۔سید صاحب لکھتے ہیں۔ہندوستان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزلی اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا نیا نظام مرتب کر دیا تھا۔اور وہ "رجوع الی دین السلف الصالح" ہے۔اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا۔اور گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہا۔ تاہم نظری و مذہبی و علمی حیثیت سے اس کی جڑیں مضبوط بنیادوں پر قائم رہیں۔جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔

اس تحریک کا اولین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعات سے پاک کر کے علم و عمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے (یہاں سے سید صاحب ہی کی طرف سے ایک حاشیہ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں "لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ فقہ میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب نے اپنے سوانح حیات "الجزء اللطیف" کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے۔فرماتے ہیں: وبعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیث کہ متمسک ایشاں است قرار دار خاطر بمدد نور غیبی روش فقہا محدثین افتاد" یعنی مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کا طریقہ دل نشین ہوا)

اسی زمانے میں یمن اور نجد میں اس تحریک کی تجدید کا خیال پیدا ہوا جس کو ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں کے شروع میں علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے مصر و شام میں شروع کیا تھا۔اور جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ائمہ مجتہدین کی منجمد تقلید اور بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی اتباع کی دعوت دی جائے۔مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عہد میں یہ تحریک ہندوستان تک بھی پہونچی اور خالص ولی اللہی تحریک کے ساتھ آکر منظم ہو گئی۔"اسی کا نام ہندوستان میں اہلحدیث ہے" (مقدمہ سندھی افکار پر ایک نظر!)

سید صاحب کے اس بیان کے مندرجہ ذیل چند فوائد خاص طور سے قابل توجہ ہیں (الف) ہندوستان میں جس دینی تحریک اور دعوت و مسلک کا نام "اہل حدیث" ہے وہ "خالص ولی اللہی" تحریک ہے بالفاظ دیگر ہندوستان میں اس تحریک کے داعی اول حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ ہیں۔

(ب)اس تحریک کا اولین اصول اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بدعات سے پاک کیا جائے-اور مسلمانوں کو مجتمد تقلید اور ائمہ مجتہدین کی بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد واعمال میں اصل کتاب وسنت کی اتباع کی دعوت دی جائے-

(ج)اس تحریک کو فروغ اور عروج مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کے عہد میں حاصل ہوا-

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی پیدائش ۱۱۱۴ھ ۱۵۶۳ء اور وفات ۱۱۷۶ھ ۱۶۲۴ء میں ہوئی-اس لحاظ سے آپ کی ولادت ہندوستان کے مشہور دین دار بادشاہ اورنگ زیب عالم گیرؒ کی وفات سے چار سال پہلے ہوئی-یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اب تک ہندوستان کتاب وسنت کی روشنی سے یکسر محروم تھا-تاہم یہ ضرور ہے کہ تقلید جامد کے بندھنوں سے آزاد ہو کر فقہائے محدثین کے طریق پر براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو متمسک قرار دینا‘اس ذہن وفکر کی بنیاد حضرت شاہ صاحب ہی نے ڈالی ہے-اسی لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان میں مسلک اہل حدیث اور تحریک اہلحدیث کے سب سے پہلے داعی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ ہی ہیں-شاہ صاحب موصوف نے اپنی تصانیف میں تقلید اور عمل بالحدیث کے مسلک کو خوب نکھارا ہے-بالخصوص حجۃ اللہ البالغہ میں تو حجت تمام کردی-اسی لئے بقول مولانا عبید اللہ سندھیؒ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے یہ کتاب اپنے چچا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے پڑھی تو اس کا عملی نمونہ بن کر میدان میں آگئے-مولانا سندھی فرماتے ہیں

جب مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے حجۃ اللہ امام عبدالعزیز سے پڑھی تو اپنے جد امجد کے طریقہ پر عمل شروع کردیا-انہوں نے اپنی ایک خاص جماعت بھی تیار کی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے-یہ لوگ شافعیہ کی طرح رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے جیسا کہ سنن میں مروی ہے-اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی مگر حزب ولی اللہ کا کوئی عالم مولانا اسماعیل شہیدؒ اور ان کی جماعت پر معترض نہ ہو سکتا تھا(شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک طبع ثانی ص ۱۰۵)

یہ ان کی شہادت ہے جو مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ”خاص جماعت“ (اہلحدیث) سے سخت ناراض ہیں-اس لئے کہنا چاہیئے کہ یہ الفضل ما شهدت به الاعداء کی مصداق ہے-

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تحریروں سے تقلید جامد پر انکار اور کتاب وسنت کے ساتھ براہ راست تمسک کی تاکید کے متعلق بکثرت اقتباسات پیش کئے جاسکتے ہیں-لیکن اختصار کے خیال سے یہاں صرف ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں-شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”و رب انسان منكم يبلغه حديث من احاديث نبيكم فلا يعمل به ويقول انما عملى على مذهب فلان لا على الحديث ثم احتال بان فهم الحديث والقضاء به من شان الكمل المهرة وان الائمة لم يكونوا ممن يخفى عليهم هذا الحديث فما تركوه الا لوجه ظهر لهم فى الدين من نسخ اومرجوحية اعلموا انه ليس من الدين فى شئى ان امنتم بنبيكم فاتبعوه خالف مذهبا او وافقه‘ كان مرضى الحق ان تشتغلوا بكتاب الله وسنة رسوله ابتداء فان سهل عليكم الا خذ بهما فبها ونعمت وان قصرت افهامكم فاستعينوا براى من معنى من العلماء ما تروه احق واصرح واوفق بالسنة انتهىٰ (تفهيمات الهيه ص ٢١٤ جلد اوّل)

(ترجمہ) تم میں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے پاس نبی ﷺ کی حدیثوں میں سے کوئی حدیث پہنچتی ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا عمل فلاں (امام) کے مذہب پر ہے‘حدیث پر نہیں ہے-اس کے لئے وہ حیلہ بیان کرتے ہیں کہ حدیثوں کا سمجھنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا ماہرین اور باکمال (اماموں) کا کام ہے-ہمارے امام ایسے نہ تھے جن کو یہ حدیثیں نہ معلوم رہی ہوں-اس لئے جب (جان بوجھ) کر انہوں نے اس حدیث کو چھوڑ دیا ہے تو ضرور اس

کی کوئی وجہ ہے- یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا مرجوح ہے (شاہ صاحب اس حیلہ کے جواب میں فرماتے ہیں) خوب جان لو کہ (تمہارے) اس (حیلہ) کا دین سے کچھ بھی لگاؤ نہیں ہے- اگر تم اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لائے ہو تو ہر حال میں ان کی اتباع کرو- خواہ ان کی بات کسی امام کے مذہب کے موافق ہو یا مخالف (یہ بھی جان لو) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی علیہ السلام کی سنت کے ساتھ سب سے پہلے مشغولیت اختیار کرو- اگر قرآن اور حدیث کو خود سمجھ لو تو اس سے کیا بہتر ہے- اور اگر تمہاری سمجھ اس سے قاصر ہو تو گذشتہ علماء کی رایوں سے مدد لو- ان میں سے جس کی بات کو حق پاؤ اور سنت کے موافق دیکھو اس کو لے لو-

اس اقتباس میں شاہ صاحب نے کتاب و سنت کے ساتھ جس طرح کا اشتغال اختیار کرنے کو اللہ تعالیٰ کی "پسندیدہ بات" قرار دیا ہے اور قرآن و حدیث کے ساتھ جس طریق عمل کو اختیار کرنے کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے- اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اہل حدیث ٹھیک اسی بات کے قائل ہیں اور اسی کو اپنا مسلک جانتے ہیں' اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اس لئے بلاشبہ شاہ صاحب اہل حدیث مسلک کے داعی موسس اور مقتدا تھے (ماخوذ- از کتاب اہلحدیث اور سیاست)

تحریک اہل حدیث کے ثمرات واثرات

از فاضل دوراں حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اس تحریک نے ہندوستان کے مسلمانوں پر کیا اثر کیا اور اس کی بدولت انہیں کس کس نوع کی اصلاح ہوئی' اس کا حال جاننے کے لئے بھی مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم ہی کا مندرجہ ذیل بیان پڑھیے- سید صاحب فرماتے ہیں "اہل حدیث" کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے- مولانا اسماعیل شہیدؒ جس تحریک کو لے کر اٹھے تھے وہ فقہ کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ' توحید خالص اور اتباع نبی ﷺ کی بنیادی تعلیمات تھیں' مگر افسوس کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گذرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے" بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک دور ادبار کی سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے- بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا' توحید کی حقیقت نکھاری گئی' قرآن کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا- قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا- حدیث نبویؐ کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی- نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبویؐ کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا' وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہو گیا- مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے- (اللہ پاک حضرات اہلحدیث کو یہ بیان بغور مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے- آمین)

اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ "جہاد" جس کی آگ اسلام کے مجسمہ میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی- یہاں تک کہ ایک زمانہ گذرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہو گئے' کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پابجولاں دریائے شور عبور کردیئے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں انہیں بند ہونا پڑا- اور اب پردہ کیسا! صاف کہنا ہے کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی زندگی تک تحریک کے علمبرداروں میں یہ روح کام کر رہی تھی- افسوس کز قبیلہ مجنوں کسے نماند-

علماء اہلحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے- پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا- بھوپال ایک زمانہ تک علماء اہلحدیث کا مرکز رہا' قنوج' سہوان اور اعظم گڈھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے- شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سر خیل تھے- اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی ہوئی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے- ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی- اس درسگاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم (صاحب عون المعبود) ہیں جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے اور اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری ہیں جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی- اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا- اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڈھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارکپوری تھے جنہوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی (عربی) لکھی

اولئك آبائي فجئني بمثلهم واذا جمعتنا يا جرير المجامع(راز)

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا- اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے' رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے- قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی (مقدمہ تراجم علمائے حدیث ہند)

سید صاحب کا دوسرا بیان:

یہی مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم "سیرت سید احمد شہید" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں "تیرھویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بدعات کا زور تھا- مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی- یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا- ان دونوں بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا- اور مسلمانوں کو اجتہاد کی دعوت دی جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے- اس مجددانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے- حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا ایک باب ہے- اسی تحریک نے اپنے پیرووں میں [ ]' خلوص' اتحاد' نظم' سیاست اور تنظیم کا جو جوہر پیدا کر دیا تھا' اس کے سمجھنے کے لئے کتاب (سیرت سید احمد شہید) کا چوتھا باب کافی ہے- بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آرہا تھا- سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ اور ولایت میں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرے میں تجدید اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے- اور مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے- بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں- نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے- جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے (کہتے ہیں کہ اس تحریک سے چالیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے) شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھیں- تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جا رہے تھے- بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے

تھے۔اور حق و صداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل کر میدانوں میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے ہوئے تھے۔"

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ.

مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ آج کے مشہور دوران حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب کا تبصرہ بھی قابل مطالعہ ہے جو آپ نے مدرسہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ در بھنگہ بہار میں تشریف لے جانے پر پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ حمد و نعت کے بعد موصوف نے فرمایا" ہندوستان میں تحریک اہلحدیث جن بنیادوں پر قائم ہوئی وہ بنیادیں چار تھیں عقیدہ توحید، اتباع سنت، جذبہ جہاد اور انابت الی اللہ۔ جس کی تفصیل آیت هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم (الایۃ) میں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے۔ جماعت اہلحدیث انہیں چار چیزوں کا مجموعہ تھی۔دوسرے لوگوں میں دیکھئے کہ اگر توحید ہے تو اتباع سنت میں کوتاہی ہے۔اگر اتباع سنت کا جذبہ ہے تو جذبہ جہاد مفقود ہے۔ اگر کہیں ذکر و فکر ہے تو اتباع سنت نہیں ہے۔غرض یہ کہ لوگوں نے خاص خاص چیزوں کو لے کر انہیں عمل کا دار و مدار بنالیا ہے۔ بخلاف اس کے جماعت اہلحدیث میں چاروں خصوصیتوں کا اجتماع ہو کر شہیدین کی صورت میں نمودار ہوا۔اور جس جماعت نے ان چاروں کا مظاہرہ بیک وقت کیا وہ جماعت صادقپور ہے جن کا خلوص اور جن کا تعلق مع اللہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۵)

امام بخاری اور صحیح بخاری پر بعض اعتراضات اور ان کا جواب:

اخبار اہل فقہ ۱۷ فروری ۱۹۱۳ء میں متعلق بخاری شریف اٹھارہ سوالات شائع ہوئے تھے جن کے فاضلانہ جوابات درج ذیل ہیں۔

(از سلطان القلم استاذ العلماء حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ)

سوال (۱): سب سے پہلے بخاری کو اصح الکتب کس نے کہا اور کس زمانہ میں اور کتاب مذکور کی تصنیف کے کتنے روز بعد کہا؟

جواب (۱): امام بخاریؒ جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسی وقت اپنے مشائخ امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی وغیرہ پر اس کو پیش کیا۔سب نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور اسی وقت سے خلق میں اس کا اصح الکتب ہونا شائع ہو گیا۔ دیکھو ہدی الساری و مقدمہ مرقاۃ و تہذیب التہذیب وغیرہ

سوال (۲): جس وقت تک بخاری اصح الکتب نہیں کہی گئی تھی اس وقت تک اس کا کوئی ایسا لقب جس سے اس کو دیگر کتب احادیث پر تو فق حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا لقب اس کا تھا تو کیا تھا؟ اور اگر نہیں تھا تو کیوں نہیں تھا؟

جواب (۲): اس وقت صحیح بخاری ان جملوں سے زیادہ تعبیر کی جاتی هو اول من وضع فی الاسلام کتاباً صحیحاً (تہذیب ج ۹) وانه لا نظیر له فی بابه (مرقاۃ ص ۱۵) وغیر ذالک یعنی صحت میں بے نظیر ہے اور اسلام میں اول یہ کتاب صحیح تالیف ہوئی ہے۔یہی عدیم النظیر ہونا معنی ہے اصح الکتب کا۔

سوال (۳): خود بخاری یا کسی محدث اصحاب روایت نے خصوصاً صحاح والوں نے کتاب بخاری کو اصح الکتب کہا یا نہیں؟

جواب (۳): ہاں خود امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو صحیح کہا ہے دیکھو تہذیب جلد ۹ اور ان محدثوں نے بھی کہا ہے جن کا نام اوپر مذکور ہوا اور وہ صحاح والوں کے مشائخ و اساتذہ سے ہیں۔

سوال (۴): اگر نہیں کہا تو کیوں نہیں کہا؟

جواب (۴): یہ لفظ اصح الکتب نہیں کہا۔اس لئے کہ اس وقت تک سوائے موطا امام مالک کے کوئی حدیث کی کتاب کسی کے پاس جمع شدہ موجود نہ تھی فن حدیث میں دوسری کتاب یہ جامع صحیح تالیف ہوئی ہے اور کتب لفظ جمع ہے حالانکہ بالمقابل اس کے ایک موطا رہتی ہے۔

اس لئے اس کا فقط صحیح کہنا بھی اس وقت اس درجہ میں تھا جو بوقت تالیف دیگر کتب احادیث اصح الکتب کا درجہ ہے-

سوال (۵):امام مسلم ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ نے اپنی اپنی صحیح میں امام بخاری سے کوئی روایت کی ہے یا نہیں؟

جواب (۵):امام ترمذی وامام نسائی نے اپنی کتاب میں امام بخاری سے روایتیں کی ہیں-

سوال (٦):اگر ان لوگوں نے کوئی روایت کی ہے تو وہ کس مقام میں ہے اور اگر نہیں کی تو کیوں نہیں کی؟ کیا یہ لوگ کتاب بخاری کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ ان سے روایت کریں؟

جواب (٦):امام ترمذی نے تو بے حد مقامات پر امام بخاری سے روایت کی ہے جس کا غالباً آپ کو بھی علم ہے جب ہی تو سوال میں ترمذی کا نام نہیں لیا- ہاں امام نسائی کتاب الصیام کے باب الفضل و الجود فی شہر رمضان کی دوسری حدیث کو یوں شروع فرماتے ہیں -اخبرنا محمد بن اسماعیل البخاری (جلد اول) اس کے علاوہ ایک جگہ اور بھی ہے جس کو ابھی ہم نہیں بتلائیں گے- باقی رہے امام مسلم وابوداؤد وابن ماجہ انہوں نے بخوف نازل ہو جانے سند کے روایت نہیں کی کیونکہ محدثین مسند عالی کے ہوتے ہوئے سند نازل نہیں لیتے جس کو ہم بارہا لکھ چکے ہیں-(دیکھو کتاب الکوثر الجاری)

سوال (۷):امام بخاری کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حدیث کی تلاش میں بہت دور دور کا سفر کیا اور ان کے زمانہ میں چار امام خاندان رسول اللہ ﷺ کے موجود تھے-اول سیدنا امام رضا علیہ السلام دوم سیدنا امام تقی علیہ السلام سوم سیدنا امام نقی علیہ السلام چہارم سیدنا امام عسکری علیہ السلام -اب سوال یہ ہے کہ بخاری ان چاروں ائمہ دین اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے خدمت شریف میں بتلاش حدیثوں کے پہونچے یا نہیں؟اگر انہیں روایت کی تو اس کا کیا سبب؟ کیا بخاری کو یہ معلوم نہ تھا کہ اھل البیت ادری بما فیھا-

جواب (۷)امام بخاری نے اصل اہل بیت (حضرت عائشہ و جملہ ازواج امہات مومنین) سے بے شمار روایتیں کی ہیں اسی بنا پر کہ اھل البیت ادری بما فیھا- باقی رہے ائمہ مذکورین ان پر تخصیص اہل بیت کی نہیں ہے-علاوہ بریں جس شخص کے پاس احادیث رسول ہوتیں، اس سے ضرور روایت لیتے- صحیح بخاری میں عدم ذکر عدم روایت کو مستلزم نہیں ہے مفصل جواب اس کا حصہ اول میں دیکھئے ص ۷۷ تا ص ۸۲

سوال (۸):امام بخاری نے کہا ہے کہ ہم نے بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے-اور درج کتاب بخاری نہیں کیا-اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے دیدہ دانستہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتیں کیوں ترک کیں؟ یہ کہا جاتا ہے کہ بخوف طوالت کتاب سب حدیثوں کو نہیں لکھا- خیر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں تو بخوف طوالت چھوڑ دی گئیں لیکن بہت سی حدیثوں کی جو پچاسوں جگہ فضول طور پر تکرار کیا تو کیا اس سے کتاب کو طوالت نہ ہوئی؟

جواب (۸):امام بخاریؒ نے جس موضوع پر صحیح تالیف کی تھی اس درجہ کی وہ بقیہ احادیث نہ تھیں-اس لئے ان کو درج کتاب نہ کیا- باقی اپنے شاگردوں کو سب بتلا گئے-خود امام بخاریؒ کے شیخ حمیدی نے ان احادیث کو ''کتاب جمع بین الصحیحین'' میں جمع کر دیا-ان احادیث کے عدم ذکر کی وجہ خوف طوالت نہیں ہے بلکہ ان کی اسناد عالی نہ تھیں-

سوال (۹)اکابر محدثین وائمہ دین مثلاً دار قطنی وابن جوزی، وابن بطال وابن عبد البر وعلامہ عینی وباجی وابن ہمام وشیخ عبد الحق دہلوی، وملا علی قاری وسخاوی ومحب اللہ بہاری، و بحر العلوم، وداؤدی، وابو مسعود حافظ وغسانی وابن مندہ وابن سعد وعلامہ ذہبی وحافظ شرف الدین ودمیاتی وجار اللہ زمخشری وقاضی ابوبکر وباقلانی وامام غزالی (ومولوی عمر کریم)، وغیرہ وغیرہ نے جو کتاب بخاری پر اعتراضات وجرحیں کی ہیں اور اس کی بہت سی حدیثوں کو غیر صحیح سمجھا ہے تو اس سے ان کا کیا مقصود تھا؟

جواب (۹):ان میں بعض نے تشدد وبعض نے تعصب وبعض نے حسد وبعض نے نافہمی سے اعتراض کیا ہے لیکن سب بے اصل وبے بنیاد ہے جیسا کہ ہماری تالیفات بابت صحیح بخاری سے خوب واضح ولائح ہے-

سوال (۱۰): جن راویوں کو بخاری نے خود ضعیف کہا تو پھر ان سے کتاب بخاری میں کیوں روایت کی؟ کیا اس سے قوی راوی بخاری کو نہ مل سکے؟

جواب (۱۰): ان سے بالمتابعت روایت کی ہے نہ کہ بالانفراد- ولا حرج فيه كما بينته في بعض تصانيفي

سوال (۱۱): کتاب بخاری کا تیس پارہ کس وقت ہوا اور کس نے کیا؟

جواب (۱۱): شارحین نے آسانی شرح و محدثین نے آسانی درس و تدریس کے لئے ایک زمانہ کے بعد کیا-

سوال (۱۲): مثل قرآن شریف کے جو بخاری کا تیس پارہ بنایا گیا تو یہ شرک ہوا یا نہیں؟

جواب (۱۲): نہیں یہ شرک نہیں ہوا کیونکہ شرک کی تعریف اس پر صادق نہیں-اور خود کلام اللہ کے تیس پارے خدا کے یہاں سے ہو کر نہیں آئے-

سوال (۱۳): کیا امام ابو حنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ کی شرط ہر بخاری کی سب حدیثیں صحیح ٹھیرتی ہیں؟ اور اگر سب صحیح نہیں ٹھیرتی ہیں تو کس قدر صحیح ٹھیرتی ہیں؟

جواب (۱۳): امام ابو حنیفہؒ کی شرائط صحت حدیث بسند صحیح منقول نہیں-امام مالکؒ کی شرط صرف ان کے عصر کے لئے ہے- جمہور کی شرط پر صحیح بخاری کی سب حدیثیں صحیح ہیں-

سوال (۱۴): کیا بخاری کی سب حدیثوں کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں طریقہ والوں نے قبول کر لیا؟ اور اپنا معمول بہ ٹھیرایا ہے؟

جواب (۱۴): ہاں ہر چہار مذہب والے اس سے استدلال کرتے ہیں-اسی بنا پر امام بخاری کو حنبلیوں نے حنبلی اور شافعیوں نے شافعی اور مالکیوں نے مالکی سمجھ لیا تھا جو کہ دراصل بالکل غلط تھا-

سوال (۱۵): بخاری میں کوئی حدیث منسوخ بھی ہے یا نہیں؟

جواب (۱۵): ہاں جیسے قرآن مجید میں آیات منسوخ ہیں-

سوال (۱۶): شرائط بخاری اگر بہت عمدہ اور اعلیٰ تھیں تو دیگر محدثین اصحاب روایت نے اس کی پیروی کیوں نہ کی؟

جواب (۱۶): بہتوں نے پیروی کی علی بن المدینی و ابو بکر صیرفی وغیرہ سب امام بخاری کے موید تھے-

سوال (۱۷): بخاری کی شرط پر جو حدیث صحیح ہو تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ دیگر محدثین کی شرط پر بھی صحیح ٹھیرے؟

جواب (۱۷): ہاں جناب! دیگر محدثین اپنے رواۃ کی توثیق ان الفاظ میں کیا کرتے ہیں کہ یہ علی شرط البخاری ہے-اس قدر اس پر اعتبار ہے-

سوال (۱۸): کوئی ایک حدیث جو بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور کسی دوسرے محدث کی شرط پر صحیح نہیں ہے- تو وہ حدیث اس دوسرے محدث پر جس کی شرط پر وہ صحیح نہیں ہے اس کے متبعین پر حجت ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی-اور اگر ہو سکتی ہے تو کیوں؟

جواب (۱۸): حجت ہو سکتی ہے اس لئے کہ جمہور اسی طرف ہیں اور اگر کوئی حجت نہ سمجھے تو اس کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ محدثین میں تقلید تو سرے سے نہیں ہے-كما هو ظاهر- فالحمد لله الذى بنعمته تم الجواب وهو اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب-

(الکوثر الجاری حصہ ۳ ص ۱۴۳/۱۴۶)

حضرت امام بخاری سے متعلق ایک ثنائی جوابی مقالہ

(از شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)

ہمارے بعض حنفی برادر اہل حدیث کے سامنے دلائل میں اپنے آپ کو کمزور پا کر عام طور پر مشہور کیا کرتے تھے اور اب بھی بعض حلقوں میں کرتے ہیں کہ یہ لوگ (غیر مقلدین) ائمہ کرام کو برا بھلا کہتے اور توہین کرتے ہیں- ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہ آواز کیونکر

کسی راست گو کے منہ سے نکل سکتی ہے اور کوئی راست گو کیونکر ائمہ دین کی توہین کر سکتا ہے آخر بصد تلاش بھی ہم کو کوئی ایک غیر مقلد اہلحدیث نہ ملا جو ائمہ دین کی ہتک روا رکھتا ہو- ہاں ملے تو یہی حضرات ملے جو اہلحدیث کی نسبت ایسا اتہام مشہور کرتے تھے- آج کل ان لوگوں کے سرکردہ مولوی عمر کریم صاحب حنفی پٹنوی ہیں' جنہوں نے الجرح علی البخاری لکھ کر دنیا میں ثابت کر دیا کہ امامان دین کی توہین کرنے والوں کا وجود دنیا میں آج کل بھی ہے ہم جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ جمہور علماء حنفیہ خصوصا اہل علم حنفیہ ان حضرات کی اس رائے (توہین امام بخاری) کے بر خلاف ہیں لیکن پھر بھی بعض بعض اطراف میں ان کے ہم خیال بھی پیدا ہو جاتے ہیں- چنانچہ امرتسر کے ایک لوکل اخبار میں ایک مضمون سابق ایڈیٹر الفقہ کے قلم کا نکلا ہے جو ہمارے اس دعویٰ کی شہادت کاملہ ہے- کہ جو لوگ اہلحدیث پر اتہام بدگوئی لگاتے ہیں' درحقیقت وہی ائمہ کے حق میں بدگو ہیں ورنہ اہلحدیث بدگوئی کو جائز نہیں جانتے- اعاذنا اللہ منہ- ہم اپنا دعویٰ بے ثبوت چھوڑنا نہیں چاہتے اس لیے ان حضرات کی عبارات نقل کر کے دکھاتے ہیں- اور ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ غور کریں کو جو الزام معاذ اللہ بد دیانتی کا امام بخاری پر لگایا گیا ہے وہ کسی اولیٰ مسلمان پر بھی لگ سکتا ہے؟

راقم مضمون نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ امام بخاری' امام شافعی کے مقلد یعنی شافعی المذہب تھے- اس غلط دعویٰ کا ثبوت دینا چونکہ بہت کٹھن کام ہے جس کے لئے ساری دنیا کے مقلدین بھی سعی کریں تو بیکار ہے- اس لئے راقم مضمون نے اس کٹھن کو یوں حل کیا کہ ایک تو امام تاج الدین سبکی کی شہادت پیش کی- دوسرے امام بخاری کا اپنا فعل جس سے ثابت کرنا چاہا کہ امام موصوف شافعی تھے (نہ صرف شافعی بلکہ بڑے بد دیانت معاذ اللہ) چنانچہ راقم کے الفاظ یہ ہیں

"اول تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ ائمہ محدثین مقلد نہ تھے- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تقلید تمام موجودہ فرقہ اہل حدیث کرتا ہے اور ان کے مقابلہ میں کسی دوسرے محدث کی ہستی نہیں سمجھتا' وہی متعصب شافعی المذہب تھے- امام تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ نے طبقات کبری میں صاف بتایا ہے کہ امام بخاری شافعی تھے-" (۲۰ جولائی ص ۳ کالم ۲)

اہلحدیث: تاج الدین سبکی کی شہادت ہمیں منظور ہے لیکن اس کی کیفیت جب ہم کھولیں گے تو ہمارے دوست اس دعویٰ مقلدیت بخاری کے مدعی خود ہی اس شہادت کو چھوڑ دیں گے- لیجئے سنیے! امام تاج الدین نے ایک کتاب لکھی ہے "طبقات شافعیہ" جو چھ جلدوں میں چھپی ہے- اس میں انہوں نے علماء شافعیہ کے نام اور کام لکھے ہیں-- ان میں امام بخاری کو بھی لکھا ہے- بس یہ ہے شہادت امام بخاری کے شافعی ہونے کی- مگر ہمیں یقین ہے کہ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جنہوں نے طبقات سبکی کو کبھی نہ پڑھا ہو گا' نہ سنا ہو گا- ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کہتے- سنیے! تاج الدین نے امام بخاری ہی کو اس کتاب میں نہیں لکھا بلکہ ایسے لوگوں بھی لکھا ہے' جو یقیناً مقلد نہ تھے- چنانچہ داؤد ظاہری امام اہل الظاہر کو اس کتاب میں طبقات شافعیہ میں لکھا ہے (جلد ۲ ص ۴۲)

خیر یہ تو بھلا مشہور غیر مقلد ہے میں کہتا ہوں کعبہ شریف کے چوتھے امام کو سبکی نے شافعیوں میں لکھا ہے جن کا نام نامی امام احمد بن حنبل ہے- جو بالاتفاق چوتھے امام' کعبہ شریف کی چوتھائی پر قابض' مجتہد مستقل' بہت بڑی جماعت کے مستقل امام مگر سبکی نے ان کو بھی طبقات شافعیہ میں لکھ دیا ہے ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۹۹-

کیا ہمارے دوست اپنے دعویٰ کے مطابق مان جائیں گے کہ امام احمدؒ بھی شافعی مذہب کے مقلد تھے؟ پھر تو چار امام اور چار مصلے نہ ہوئے- تین ہی رہ گئے- اور امام شافعیؒ دوہرے حصے کے مستحق ہوئے بلکہ امام اعظمؒ سے بھی بڑھ گئے- کہ ان کا ایک مقلد بھی مصلے کا مالک ہو گیا- حالانکہ امام اعظم صاحب کے کئی ایک شاگرد کامل تھے- مگر ان کو کعبہ شریف میں مصلی ملا نہ ان کا مذہب جاری ہوا- انا للہ-

رفع غلطی: اگرچہ ہمارا فرض نہیں کہ سبکی کی اصطلاح بتائیں کہ کس طرح اس نے ایسے ایسے اماموں کو شافعی لکھا ہے- کیونکہ بحیثیت فن مناظرہ مخالف کی دلیل پر اتنا نقض کر دینے سے اس کی دلیل ضائع ہو جاتی ہے لیکن بغرض تفہیم مطلب ہم اصل اصطلاح سبکی

بتاتے ہیں- تاکہ آئندہ کو ہمارے دوستوں کو ایسی خام دلیل بیان کرنے سے ندامت نہ ہو-

جن علماء کو امام شافعی سے شاگردی کا علاقہ ہے بلاواسطہ یا بالواسطہ سبکی کی اصطلاح میں وہ طبقات شافعیہ میں داخل ہیں- چنانچہ پہلے طبقے کی بابت وہ یوں لکھتا ہے-الطبقة الاولى فى الذين جالسوا الشافعى (جلد اول ص ۱۸۶)

یعنی پہلا وہ طبقہ شافعیہ کا ہے جو امام شافعی سے ہم صحبت ہوئے یعنی بلاواسطہ انہوں نے امام موصوف سے علم پڑھا-

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جو آج کل کوئی شخص شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے شاگردوں کے طبقات عزیزیہ لکھے- تو وہ سب علماء کو لکھ دے گا عام اس سے کہ مقلد ہوں یا غیر مقلد' رافضی ہوں یا خارجی' اسے ان علماء کے مذہب سے غرض نہیں ہو گی بلکہ جو کوئی بھی شاگردی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے ملتا ہو گا' اسے وہ لکھدے گا- یہی حقیقت ہے سبکی کے طبقات شافعیہ کی جسے ہمارے دوست شدت تعصب میں سمجھتے نہیں اور جھٹ سے دلیل میں پیش کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا-

راقم مذکور نے دوسری دلیل' جس کو بڑی زبردست دلیل جانتا ہے' یہ پیش کی ہے کہ امام بخاری کی اپنی کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے- کیونکہ شافعیہ کے مخالف حدیثوں کو چھپا جاتے تھے- یہی فقرہ اہل علم اور اہل دیانت کے قابل غور ہے- كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چنانچہ لکھتے ہیں:

"آؤ ہم خود امام بخاری کے افعال سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ بڑے پکے شافعی المذہب تھے- صحیح مسلم اور نسائی میں حدیث ہے کہ عن عطاء ابن يسار انّه اخبره انه سأل زيد ابن ثابت عن القرأة مع الاَ مام فقال لا قرئة مع الامام فى شيئى وزعم انه قرء اعلى رسول الله ﷺ والنجم اذا هوىٰ فلم يسجد- عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے سوال کیا زید بن ثابت سے نسبت قرات ساتھ امام کے تو زید بن ثابت نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ کسی حالت (یعنی نماز سری اور جہری) میں قرأت نہیں اور خیال کیا کہ تحقیق پڑھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہ النجم اور سجدہ نہیں کیا-

امام مسلم نے اس حدیث کو یحییٰ بن یحییٰ اور یحییٰ بن ایوب وقتیبہ بن سعید اور ابن حجر سے سنا- اور امام نسائی نے صرف ابن حجر سے سنا ان سب نے بیان کیا کہ ہم نے اسمٰعیل بن جعفر سے سنا- انہوں نے یزید بن حصفیہ سے انہوں نے قسیط سے انہوں نے عطاء بن یسار سے -اس طرح اسمٰعیل بن جعفر نے چار راویوں سے سنا-

ناظرین یاد رکھیں کہ چاروں راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اسمٰعیل بن جعفر سے جو سنا وہ کہا ہے کہ عطاء بن یسار نے زید بن ثابت سے کچھ پوچھا' کیا پوچھا امام کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا نہیں- تو زید بن ثابت نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ قرأت کسی حال میں یعنی کسی نماز میں وہ سری ہو یا جہری جائز نہیں- دوسری بات یہ کہی کہ سورہ والنجم پڑھی گئی- اور سجدہ نہیں کیا-

اسی حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں سلیمان بن داؤد سے روایت کیا اور آگے وہی سلسلہ ہے جو مسلم اور نسائی نے بیان کیا یعنی سلیمان بن داؤد نے اسمٰعیل بن جعفر سے سنا امام بخاری نے کیا لکھا ملاحظہ ہو عن عطاء ابن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت فزعم انه قرأ على النبى ﷺ والنجم فلم يسجد فيها- عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے خبر دی اس کی کہ انہوں نے زید بن ثابت سے پوچھا (کیا پوچھا؟) اس کا پتہ نہیں- پس زعم کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر سورہ والنجم پڑھی گئی اور اس میں سجدہ نہ کیا"- یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اسمٰعیل بن جعفر نے امام بخاری کے راوی کو صرف اتنا سنایا ہو اور مسلم اور نسائی کے چار راویوں کو اس سے زیادہ سنایا ہو- بہر حال ضروری ہے کہ اگر اسمٰعیل بن جعفر صادق اور ثقہ ہیں تو انہوں نے سب کو ایک ہی بات سنائی ہو گی- کسی کو کم اور کسی کو زیادہ....

اب دو صورتیں ہیں- یا تو سلیمان بن داؤد نے امام بخاری کو کم سنایا اور اصلی الفاظ کو چھپایا اور یہ تحریف اور خیانت ہے- اگر ایسا ہے تو ایسے شخص کی بیان کردہ حدیث قابل اعتبار نہیں مگر یہ صورت نہیں ہو سکتی کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری نے بڑی تحقیق سے حدیث کی

روایت کولیا- تودوسری صورت یہ ہوگی کہ امام بخاری نے قصداً ان الفاظ کو چھوڑدیا جو قرأت مع الامام کے متعلق ہیں اور یہی صحیح ہے-
سوال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ایسا کیوں کیا؟ صاف بات ہے کہ صرف اس لئے کہ یہ الفاظ امام شافعی کے مذہب کے خلاف تھے-
امام شافعی قرأت خلف الامام کوواجب جانتے تھے مگر یہ الفاظ جوامام بخاری نے چھوڑ دیئے اس کو ناجائز بتلاتے ہیں-
پس ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ شافعی تھے اور شافعی بھی کیسے شافعی کہ مذہب شافعی کو قائم رکھنے کے لئے حدیث کے الفاظ کو حذف کرنا جائز قرار دیا- یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری مقلد شافعی کے نہ تھے- اور ان کا مذہب حدیث صحیح ہے- کیونکہ یہ بداہتاً غلط ہے- اگر ایسا ہوتا تو وہ حدیث کے الفاظ پورے نقل کرتے اور اپنا مذہب بھی قرار دیتے کہ خلف الامام جائز نہیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا" (۲۰ جولائی ۱۹۱۸ء ص ۴ کالم ۱)

اہلحدیث:

آپ کی تقریر سے امام بخاری کا شافعی المذہب مقلد ہونا ثابت ہویا نہ ہو' خائن اور بددیانت ہونا تو ثابت ہوتا ہے- غالباً یہی آپ کی مراد ہے 'اناللہ- کیا راقم مضمون مصنف الجرح علی ابی حنیفہ کو اجازت دیں گے کہ وہ بھی اس قسم کی کوئی روایت (اگر ان کو مل سکے) اپنے دعویٰ پر بیان کر دیں- سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کی متعصبانہ تحریروں نے الجرح علی ابی حنیفہ جیسی تیر انداز کتاب لکھائی تھی جس کا ہمیں اور دیگر ممبران اہلحدیث اور محققین حنفیہ کو صدمہ ہے مگر بحکم - اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست' یہ سب وزر مصنفین الجرح علی البخاری پر ہے- آہ کس قدر ظلم' کس قدر افتراء ہے کہ جس نے صحیح بخاری جیسی ادق کتاب یقیناً استاذ سے نہیں پڑھی' اہلحدیث سے تو کیا ہی پڑھی ہوتی دیوبند کے مدرسہ میں حنفی استاذوں سے بھی نہیں پڑھی' محض سنے سنائے ٹپوی اور بریلوی تحریروں سے اثر قبول کر کے اتنی بڑی خیانت اور تعصب امام المحدثین کی طرف منسوب کر لے 'اناللہ وانا الیہ راجعون- کوئی صاحب دانش و بینش اس راقم مضمون سے دریافت کریں- کیا مذہبی تعصب میں کسی حدیث یا روایت کو چھپانا اس لئے کہ میرے خود ساختہ مذہب پر حرف نہ آئے' کسی ایماندار کا کام ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ میرے چھپانے سے یہ روایت منفی تو ہو نہیں جائے گی' آخر دنیا میں رہے گی- جب موجود رہے گی اور ہے تو اس کا حکم بھی ہے اور رہے گا- ایسا کرنے والا تو محرفین یہود سے بھی بڑھ کر ہے جو اپنے مذہب کے خلاف کسی روایت کو پا کر کھا جاتا ہے- ایسا فعل ایک امام بلکہ امام المحدثین کرے- اور پھر امام کا امام ہی بنا رہے- الی المشتکیٰ- میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں اس فعل اور اس فاعل کی تحقیر کر سکوں- راقم مضمون اپنی عادت کے موافق ہم موجودہ علماء کو اور خاص کر خاکسار ہیچکار کو جو چاہتے کہہ لیتے اور اپنا پیٹ بھر لیتے- مگر افسوس انہوں نے اپنی پرانی روش کے مطابق امام بخاری کو تختہ مشق بنایا- آہ اس موقعہ پر مولانا روم مرحوم کا شعر یاد آتا ہے -

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں دہد

خیر ہمیں اس سے کیا- ہمارا تو مذہب ہے اور ہمارے بزرگ استاذ حضرت مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم کا فتویٰ ہے کہ صحابہ کرام کو برا جاننے والا بڑا رافضی ہے- ائمہ کرام کی بدگوئی کرنے والا چھوٹا رافضی- ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں- ؎

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اصل جواب سنئے!

ہم مانتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں دونوں کتابوں میں ہیں- مسلم کی روایت جلد اول باب سجود التلاوت میں اور بخاری کی روایت جلد اول باب من قرأ السجدۃ ولم یسجد میں ہے- امام بخاری نے اس باب میں دعویٰ کیا ہے اور ان کا مذہب ہے کہ سجدہ تلاوت فرض واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ انہوں نے اسی مضمون کا یہ باب تجویز کیا ہے لیکن روایت کے ٹکڑے دو ہیں- ایک تو قرأت خلف الامام کی بابت ذکر ہے- دوسرے میں سجدہ تلاوت نہ کرنے کا مذکور ہے مگر امام بخاری کے باب سے اخیر ٹکڑا تعلق رکھتا ہے- پہلا ٹکڑا باوجود غیر

متعلق ہونے کے حدیث مرفوع نہیں- بلکہ صحابی کا موقوف قول ہے جو محدثین کے نزدیک حجت اور دلیل شرعی نہیں- اس لئے امام موصوف نے پہلا ٹکڑا حدیث کا نقل نہیں کیا کہ وہ باب سے بے تعلق ہے اور روایت بھی موقوفہ ہے- ہاں تعلق ہوتا یا مرفوع روایت کا حصہ ہوتا تو نقل کر دیتے-

بھلا اس (قول زید بن ثابت) سے امام بخاری کو ایسا خوف تھا کہ بقول نامہ نگار اس سے امام شافعی کا مذہب غلط نہ ہو جاوے جبکہ امام شافعیؒ اور دیگر محدثین کا مذہب ہی یہ ہے کہ قول الصحابة ليس بحجة هم رجال و نحن رجال (ملاحظہ ہو توضیح تلویح) پھر ان کو کیا مشکل تھی کہ وہ اس کو مان کر اپنے اصولؒ کے مطابق کہہ دیتے کہ موقوف قول حجت نہیں- حیرانی ہے کہ امام بخاری کو اس موقوف قول سے کیا مشکل پڑی تھی کہ بقول راقم مضمون وہ ایسی خیانت اور بددیانتی کے مرتکب ہوئے- انا اللہ-

لطیفہ مثالیہ:

عرصہ ہوا مجمع اہل علم میں ایک بڑے حنفی عالم نے سنی سنائی بات بیان کی کہ مولوی نذیر حسین کے پاس کوئی شخص گیا کہ میں نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دی ہیں' اب کیا کروں- مولوی صاحب بڑے خفا ہو کر بولے جاؤ جاؤ میں کیا کروں- اب تو حرام ہو گئی- رات کو وہ شخص ایک عمدہ سی لالٹین دو روپیہ کی نذرانہ لے کر گیا تو مولوی صاحب پوچھتے ہیں- ارے طلاق کہی تھی یا تلاق (ت سے) کہی تھی؟ اس نے کہا حضور! میں نے تو تلاق تلاق کہی تھی- فرمایا جاؤ- تلاق (ت سے) معنی ملنے کے ہے- جاؤ آپس میں ملیو- اس روایت کے بیان کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ مولوی نذیر حسین اس درجہ چھوٹی رشوت کھاتے اور مسائل غلط بتاتے تھے- میں بھی پاس بیٹھا تھا- میں نے کہا کہ حضرت! مولوی نذیر حسین کا تو مذہب یہ تھا کہ ایک دفعہ کی تین طلاقیں ایک ہی رجعی ہوتی ہیں پھر ان کو ط اور ت میں فرق کرنے سے کیا مطلب تھا- (مقالہ ثنائی)

منکرین حدیث کے کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات:

جہاں تک غور کیا گیا ہے منکرین حدیث کے خاص اعتراضات یہ دس ہیں- (۱) حدیث کی روایت عہد خلفائے راشدین میں ممنوع تھی- عہد عباسیہ سے سلسلہ روایت شروع ہوا- ان میں اکثر بادشاہوں کی سیاسی اغراض کا دخل ہے- (۲) حدیث کا لکھنا اور اس پر تالیفات دوسری صدی کے بعد شروع ہوا- (۳) بعض حدیثوں سے رسول کریم ﷺ اور اسلام پر اعتراضات قائم ہوتے ہیں- (۴) بعض حدیثوں سے نزول وحی حسب خواہش رسولؐ ثابت ہوتا ہے- (۵) بعض حدیثوں سے قرآن کی مخالفت ثابت ہوتی ہے- (۶) اگر حدیثیں خدا اور رسولؐ کے نزدیک واجب العمل ہوتیں تو ان کی حفاظت کا سامان بھی مثل قرآن کے ہوتا (۷) بعض مسائل کے متعلق مختلف حدیثیں ہیں- (۸) قرآن مجید کے متعلق خود قرآن میں ارشاد ہے (تفصيلاً لكل شئى و تبياناً لكل شئى) پھر حدیثوں کی کیا ضرورت ہے- (۹) حدیث کو زیادہ سے زیادہ مثل علم تاریخ تسلیم کیا جا سکتا ہے- (۱۰) بجز متواتر روایات کے جو بہت قلیل ہیں اکثر احادیث اخبار آحاد ہیں- اخبار آحاد سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا- بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے- ظن پر مذہب کا مدار رکھنا عقل و دانش کے خلاف ہے- (۱۱) رسول کریمؐ سے بعض امور میں سہو و نسیان ثابت ہے- وحی الٰہی میں سہو و نسیان کا دخل نہیں مانا جا سکتا- (۱۲) قرآن کریم کامل کتاب ہے' وہ کسی چیز کا محتاج نہیں- حدیث کو ماننا گویا قرآن کو محتاج قرار دینا ہے-

جوابات:

(۱) گذشتہ مضامین میں ثابت ہو چکا ہے کہ روایت حدیث عہد رسالت سے جاری تھی- حضورؐ نے اور خلیفہ اول و دوم نے کثرت روایت کو منع کیا ہے- اور غیر احکامی حدیثوں پر روک ٹوک کی ہے- یہ دونوں خلفاءؓ خود حدیث کے بڑے راویوں میں سے ہیں-

اگر یہ مانا جائے کہ حدیث کی روایت اور حدیث پر عمل عہد عباسیہ سے شروع ہوا اور اس سے پہلے حدیث کوئی چیز نہ تھی تو لازم آتا

ہے کہ رسول کریمؐ کے بعد تمام امت مرحومہ گمراہ ہو گئی اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا- ایسی ناکامیاب نبوت تو انبیاء سابقین میں سے بھی کسی کی نہیں ہوئی- ختم المرسلینؐ سے زیادہ کامیاب وہی شخص رہا جس نے امت مرحومہ کو حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف اتباع حدیث پر قائم کر دیا- اس کامیابی کی نظیر دنیا کے کسی ملک' کسی قوم' کسی مذہب میں نہیں مل سکتی کہ عرب سے چین تک سب ایک خیال پر قائم ہو گئے- نہ اس کامیاب دشمن حدیث لیڈر کا کسی کو نام معلوم' نہ صفحات تاریخ میں اس انقلاب عظیم کا ذکر کہ ایک بوند بھی خون کی نہ گری اور ساری دنیا کے مسلمان ایک امر پر متفق ہو گئے- ایک بھی صراط مستقیم پر قائم نہ رہا- ہر مذہب میں' ہر ملک میں' ہر قوم میں جو جو تغیرات ہوئے ہیں' بالخصوص اسلام میں ان کا ذرا ذرا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے مگر اس انقلاب عظیم کا ذکر نہیں وہ کون سی عظیم الشان ہستی تھی جس نے اصل مذہب کو اس طرح مٹایا کہ اس کا نشان صفحات تاریخ پر بھی نہ چھوڑا اور یہ انقلاب کس زمانے میں ہوا- خلفائے عباسیہ نے مسئلہ خلق قرآن رائج کرنا چاہا- ہر قسم کے جبر و ظلم کئے گئے مگر یہ عقیدہ تسلیم نہ کرا سکے- نادر شاہ نے کوشش کی کہ صرف حنفی شافعی حنبلی مالکی مذاہب کے لوگوں کو ایک امر پر متفق کر دے مگر نہ کر سکا- یہ ایسا انقلاب کہ جس کا نشان بطور آثار قدیمہ بھی باقی نہ رہا- کتابوں میں بھی تذکرہ نہ رہا- کس نے کرایا' کب کرایا' کیونکر کرایا- اگر در حقیقت یہ انقلاب کرایا گیا ہے تو یہ معجزہ ہے اور تمام انبیاء کے معجزوں سے بڑھ کر ہے- خاتم النبیینؐ سے بلند مرتبہ کون ہے جس نے ان کے کام کو ایک معجزے کے طور پر لوٹ دیا- ان سے بزرگ ہستی تو جناب باری عزاسمہ کی ہے- بس یہ انقلاب انہوں نے ہی کرایا ہے ان کے سوا اور کسی سے اس طرح ممکن ہی نہ تھا اور جب انہوں نے کرایا ہے تو حق ہے (مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ قول ہی غلط ہے عہد نبویؐ اور عہد خلافت میں ہر قدم پر حدیث کو مشعل راہ بنایا جاتا تھا)

(۲) اس اعتراض کا جواب سابقہ مضامین میں آ گیا (۳) کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس سے حضور علیہ السلام یا اسلام پر کوئی معقول اعتراض ہو سکتا ہو- اگر کوئی غیر صحیح حدیث ایسی ہے تو اس کی ذمہ داری اہل حدیث و محدثین پر نہیں- کیونکہ جو چیز ان کے اصول روایت و درایت کے اعتبار کے درجہ سے گر گئی وہ ان پر حجت نہیں باقی معترض اور اعتراضات کا روکنا کسی کے بس کی بات نہیں- پنڈت دیانند نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جیسے متبرک و صاف جملے پر بھی اعتراضات کئے ہیں ایسے معترضوں اور اعتراضوں کی طرف متوجہ ہونا اہل حق و اہل علم کا کام نہیں- قرآن مجید میں قصہ افک ہے- ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر ہے- مخالفین حق نے ان واقعات پر کثرت سے اعتراض کئے ہیں- منکرین حدیث جو جواب ان آیات کے لئے تجویز کریں وہی حدیث کے لئے سمجھ لیں-

(۴) اگر وحی کا نزول موافق منشاء حضورؐ ہوا تو اس میں کیا حرج ہے اور یہ کیا اعتراض ہے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے نزول وحی حسب خواہش رسول اکرمؐ ثابت ہے- حضورؐ دل سے چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں آپؐ کی یہ آرزو پوری کی گئی- قَدْ نرىٰ تَقَلُّبَ وَ جْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ- (البقرة: ۱۴۴) ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرا منہ آسمان میں سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد حرام کی-

رسول کریمؐ کے مکان میں صحابہؓ کھانا کھانے آئے- کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے' آپؐ کو یہ امر گراں تھا- لیکن آپؐ کہتے ہوئے شرماتے تھے اس پر وحی نازل ہوئی- اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ- (الاحزاب: ۵۳) (تمہاری اس بات سے نبیؐ کو تکلیف تھی اور وہ تم سے شرماتا تھا- اللہ حق بات بتانے میں شرم نہیں کرتا)

حضرت زید صحابی نے اپنی بیوی حضرت زینب کو طلاق دیدی- رسول کریم کا ارادہ ہوا کہ وہ زینب سے نکاح کر لیں لیکن یہ دستور عرب کے خلاف تھا- اس لئے آپؐ اس خیال کو ظاہر نہ کرتے تھے جو چاہتے تھے- اس پر وحی نازل ہوئی- وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ (الاحزاب: ۳۷) (تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا ہے جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا) غرض مامور کے منشا کے موافق احکام کا نافذ ہونا کوئی قابل اعتراض امر نہیں- رسول اللہ تو مامور من اللہ تھے- قرآن مجید کی بعض آیتیں صحابہ

کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں- علوم قرآن کے متعلق موافقات صحابہ ایک مستقل فن ہے اور اس پر بہت سی تصانیف ہیں -

اے باغباں بسنت کی تجھ کو خبر بھی ہے

(۵) حدیثیں ہر قسم کی ہیں- موضوع بھی ہیں' ضعیف بھی ہیں صحیح بھی ہیں ان کے رد و قبول کا مدار ان کے درجہ پر ہے- کانٹوں کے خوف سے پھولوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا- صحیح حدیث کوئی ایسی نہیں جس سے قرآن پاک کے خلاف کوئی اعتراض ثابت ہو-

(٦) اصل شریعت قرآن مجید ہے- جب وہ محفوظ ہے تو کسی قسم کا خطرہ نہیں- اس کی شرح کا اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری نہیں- عالم الغیب جانتا تھا کہ اس کے ایسے بھی بندے ہوں گے جو دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دکھا دیں گے- علم حدیث کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے- قرآن ایک مشخص و معین کتاب ہے- اس کے ہر لفظ کی حفاظت ہو سکتی ہے اور ہوئی بھی ہے- حدیث حضرتؐ کے خواب و خور' سفر و حضر' خلوت و جلوت کے حالات کا مجموعہ ہے- اس کی وسعت لفظ لفظ کو محفوظ رکھنے میں مزاحم ہوتی ہے- قرآن کلام الٰہی ہے جس کا لفظ لفظ حکمت ہے- ایک حرف بدلنے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے- کسی کے امکان میں نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ ہٹا کر اس موقع کے لحاظ سے اس مفہوم کے موافق دوسرا لفظ رکھ دے- حدیث میں ہم معنی لفظ آنے سے بہت کم مفہوم بدلتا ہے- قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا سوال قرآن پر ایمان رکھنے والا کوئی اہل کتاب نہیں کر سکتا- سب جانتے ہیں کہ وحی متلو توریت' زبور' انجیل کی حفاظت بھی خدا نے مثل قرآن کے نہیں کرائی- پھر وحی غیر متلو کے لئے اس قسم کا اہتمام کیوں کیا جاتا-

خدا اور رسول کے کلام کا فرق بھی اس حفاظت کے سوال کو حل کرتا ہے- اگر غور سے دیکھا جائے تو حدیث کی حفاظت اگرچہ قرآن کی طرح نہیں ہوئی مگر ایسے بے نظیر طریق پر ہوئی ہے جو ایک معجزہ ہے- اور رسول کریمؐ کے عہد میں قرآن کے حفاظ تھے- سارا قرآن سب کو یاد نہ تھا- بعض ایک ایک دو دو سورتوں کے حافظ تھے- حدیث کے حفاظ بھی تھے- ابوہریرہؓ ایک ثلث شب حفظ حدیث میں صرف کرتے تھے- ان سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں- تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے ان میں سے نصف ان کی روایات ہیں- سمرۃ بن جندب حدیثیں حفظ کرتے تھے- جس طرح تھوڑا بہت قرآن بہت سے صحابہ کو حفظ تھا- اسی طرح تھوڑی بہت حدیثیں بھی سبھی کو یاد تھیں-

ان اصحاب کی تعداد گیارہ ہزار ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اقوال و احوال رسول کریمؐ کو امت تک پہنچایا ہے- ہاں تمام حدیثوں کا کوئی ایک حافظ نہ تھا-

جس طرح قرآن کی مختلف سورتیں مختلف اصحاب کے پاس لکھی ہوتی تھیں اسی طرح حدیثیں بھی اصحاب کے پاس لکھی ہوئی تھیں جس طرح ابوبکر و عمر نے قرآنی آیتوں کو شہادت لے کر قبول کیا' اسی طرح حدیثوں کو قبول کیا-

جس جرأت و ہمت و صداقت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے حدیثوں کو آنے والی نسلوں تک پہنچایا ہے' دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی- حدیث کی حفاظت و تدوین کے لئے سو کے قریب فنون ایجاد ہوئے- لق و دق میدان' بحر و بر' کوہ صحرا چھان مارے- ایک ایک حدیث کے لئے بے آب و گیاہ میدانوں میں مہینوں کا سفر کیا- حدیث کی جانچ کے لئے ایسے سخت اور معقول شرائط قائم کئے کہ جس سے زیادہ عقول بشری تجویز نہیں کر سکتیں- راویوں' اقسام حدیث' کتابوں کے طبقات سب قائم کر دئے موضوعات اور وضاعوں کو نام بنام گنا دیا- اگر کسی شخص کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے اور وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت تو قبول ہے مگر حدیث قبول نہیں- جھوٹ بولنا تو ایک طرف متہم بالکذب کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی- امام بخاری نے ایک ادنیٰ شبہ پر ایک شخص سے بے شمار حدیثیں چھوڑ دیں- راویوں کے حالات کو اس طرح کھول دیا ہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی- جس روایت میں علی بن مدینی' یحییٰ بن معین' عبداللہ بن مبارک ہوں گے وہ اعلیٰ درجہ کی ہو گی- جس روایت میں محمد بن اسحٰق ہوں گے وہ ضعیف ہو گی- جس روایت

میں ابن عکاشہ کرمانی ہو گا وہ موضوع ہو گی-

سب سے بہتر بخاری کی حدیثیں ہیں پھر مسلم کی' اس کے بعد دیگر کتب صحاح کی ان کے بعد اور حدیث کی کتابوں کی درجہ بدرجہ اس کی تفصیل کسی جگہ ہے' اسی طرح موضوعات کی تفصیل بھی لکھی گئی ہے-

حدیث کے حفاظ بھی کثیر تعداد میں ہوئے ہیں- تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں ان کا مفصل ذکر ہے- امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ' حافظ ابو زرع کو سات لاکھ' یحییٰ بن معین کو دس لاکھ' امام مسلم کو تین لاکھ' امام ابو داؤد کو پانچ لاکھ' حافظ ابو بکر کو ایک لاکھ' حافظ ابو العباس کو تین لاکھ سے زائد' اسحاق ابن راہویہ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں- یہ ہم نے دو چار حضرات کی تفصیل لکھ دی ہے- باقی اور بہت سے حفاظ حدیث کا اس کتاب میں ذکر ہو گا-

(۷) یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور نہ یہ پابندی ممکن تھی- ائمہ نے اخیر زمانہ کے اقوال وافعال کو حجت گردانا ہے- ایک مسئلہ پر متعدد روایات کا ہونا مضر نہیں مفید ہے کہ ایک حکم پر عمل کرنے کی چند صورتیں پیدا ہو گئیں- اگر یہ روایتیں نہ ہوتیں تو تکلیف کا باعث ہوتا-

(۸) اس کے متعلق علیحدہ مضمون ہے-

(۹) حدیث و تاریخ کے متعلق علیحدہ مضمون ہے- حدیث و تاریخ میں یہ فرق ہے کہ علم حدیث ایک صحیح علم ہے- علم تاریخ مشتبہ علم ہے- ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں-

(۱۰) بہت سے معاملات عدالتوں میں اخبار احاد سے پیش ہوتے ہیں اور تسلیم کئے جاتے ہیں- اگر جج ہر شاہد کو جھوٹا سمجھے اور شہادت کی تلاش حد تواتر تک کرے تو دنیا کے کام درہم برہم ہو جائیں- ہر شخص صرف خبر واحد یعنی اپنی ماں کے بیان سے اس امر پر یقین کرتا ہے کہ وہ فلاں شخص کی اولاد ہے-

اکثر خبر واحد کو قوی قرینہ کی بنا پر ترجیح دینی پڑتی ہے- قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ہم کو صرف خبر واحد سے معلوم ہوا- رسول کریم کی صدق وراستبازی پر نظر کر کے تصدیق کو تکذیب پر ترجیح دی گئی- یہی صورت احادیث میں ہے-

وہ شہادتیں جن کی بنا پر قرآن ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے' ان پر یقین ظن ہی سے حاصل ہوتا ہے- مشاہدہ عینی و تجربہ حسی کے سوا دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جو مفید یقین ہو سکتا ہو- تواتر کو بھی محض اس قیاس کی بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہونا مستبعد ہے-

یہ خیال بھی غلط ہے کہ متواتر حدیثیں کم ہیں- کتب احادیث جو علمائے عصر میں متداول ہیں ان کا انتساب جس مصنف کی طرف کیا جاتا ہے وہ ایک یقینی امر ہے- پس یہ مصنفین اگر انہیں کتابوں میں متفق ہو کر ایک حدیث کو اس قدر رُوات سے روایت کریں کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہونا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا سرزد ہونا ممکن نہ ہو تو لاریب وہ حدیث متواتر ہو گی- اور ضرور اس کا انتساب قائل کی طرف بطور علم یقینی کے ہو گا- ایسی حدیثیں کتب حدیث میں کثرت سے ہیں-

❀ ❀ ❀

١- كتاب الوحى

کتاب وحی کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ الشَّيْخُ الإِمَامُ الْحَافِظُ أَبُوعَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى آمِين:

شیخ امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

١- بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

وَقَوْلُ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ﴾ [النساء : ١٦٣]

باب

اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان کہ "ہم نے بلاشبہ (اے محمدؐ!) آپ کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوحؑ اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا۔"

١- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ

(١) ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے یہ حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں ہم کو یحییٰ بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تیمی سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس حدیث کو علقمہ بن وقاص لیثی سے

وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوَى؛ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)).

[أطرافه في: ٥٤، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣].

سنا' ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہو گی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کے افتتاح کے لیے یا تو صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی کو کافی سمجھا کہ اس میں بھی اللہ کی حمد کامل طور پر موجود ہے یا آپ نے حمد کا تلفظ زبان سے ادا فرمالیا کہ اس کے لیے لکھنا ہی ضروری نہیں۔ یا پھر آپ نے جناب نبی کریم ﷺ کی سنت ہی کو ملحوظ خاطر رکھا ہو کہ تحریرات نبوی کی ابتدا صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی سے ہوا کرتی تھی جیسا کہ کتب تواریخ و سیر سے ظاہر ہے۔ حضرت الامام قدس سرہ نے پہلے "وحی" کا ذکر مناسب سمجھا اس لیے کہ قرآن و سنت کی اولین بنیاد "وحی" ہے۔ اسی پر آنحضرت ﷺ کی صداقت موقوف ہے۔ وحی کی تعریف علامہ قسطلانی شارح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے ((والوحی الاعلام فی خفاء و فی اصطلاح الشرع اعلام الله تعالٰی انبیاء ہ الشی امابکتاب اوبرسالة ملک اومنام اوالهام)) (ارشاد الساری ۴۸/۱) یعنی وحی لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ مخفی طور پر کوئی چیز علم میں آ جائے اور شرعاً وحی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نبیوں رسولوں کو براہ راست کسی مخفی چیز پر آگاہ فرما دے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں' یا تو ان پر کوئی کتاب نازل فرمائے یا کسی فرشتے کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے خبر دے یا خواب میں آگاہ فرما دے' یا دل میں ڈال دے۔ وحی محمدی کی صداقت کے لیے حضرت امام نے آیت کریمہ ﴿ إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ ﴾ (النساء : ۱۶۳) درج فرما کر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں' جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ عالیہ حضرت آدم' نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ و جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام سے مربوط ہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس طرح آپ کی تصدیق جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی تصدیق ہے اور آپ کی تکذیب جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ((ومناسبة الاية للترجمة واضح من جهة ان صفة الوحی الی نبینا صلی الله علیه وسلم توافق صفة الوحی الی من تقدمه من النبیین)) (فتح الباری ۹/۱) یعنی باب بدء الوحی کے انعقاد اور آیت (انا اوحینا الیک) الایة میں مناسبت اس طور پر واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول قطعی طور پر اسی طرح ہے جس طرح آپ سے قبل تمام نبیوں رسولوں پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے۔

ذکر وحی کے بعد حضرت الامام نے حدیث: انما الاعمال بالنیات کو نقل فرمایا' اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ظاہر کرنا بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خزانہ وحی سے جو کچھ بھی دولت نصیب ہوئی یہ سب آپ کی اس پاک نیت کا ثمرہ ہے جو آپ کو ابتداء عمر ہی سے حاصل تھی۔ آپ کا بچپن' جوانی' الغرض قبل نبوت کا سارا عرصہ نہایت پاکیزگی کے ساتھ گذرا۔ آخر میں آپ نے دنیا سے قطعی علیحدگی اختیار فرما کر غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی۔ آخر آپ کی پاک نیت کا ثمرہ آپ کو حاصل ہوا اور خلعت رسالت سے

آپ کو نوازا گیا۔ روایت حدیث کے سلسلہ عالیہ میں حضرت الامام قدس سرہ نے امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کا افتتاح فرمایا۔ حضرت امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل، حسب و نسب ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے اس لیے کہ ان کی علمی و عملی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں، حسب و نسب کے لحاظ سے قریشی ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جا ملتا ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر، نام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہے، ان کے اجداد میں کوئی بزرگ حمید بن اسامہ نامی گذرے ہیں، ان کی نسبت سے یہ حمیدی مشہور ہوئے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ حمیدی سے جو کہ مکی ہیں، لا کر یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی تھی۔

حدیث ((انما الاعمال بالنیات)) کی بابت علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں ((و ھذا الحدیث احد الاحادیث التی علیھا مدار الاسلام ----- و قال الشافعی واحمد انہ یدخل فیہ ثلث العلم)) (ارشاد الساری ۵۶/۱، ۵۷) یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار و مدار ہے۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ اسے حضرت عمرؓ کے علاوہ اور بھی تقریباً بیس اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے۔ بعض علماء نے اسے حدیث متواتر بھی قرار دیا ہے۔ اس کے راویوں میں سعد بن ابی وقاص، علی بن ابی طالب، ابو سعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبادۃ بن صامت عتبہ بن عبدالسلمی، ھلال بن سوید، عقبہ بن عامر، ابوذر عقبہ بن المنذر عقبہ بن مسلم اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نقل کیے گئے ہیں۔ (قسطلانیؒ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو اس حدیث سے اس لیے شروع فرمایا کہ ہر نیک کام کی تکمیل کے لیے خلوص نیت ضروری ہے۔ احادیث نبویؐ کا جمع کرنا، ان کا لکھنا، ان کا پڑھنا، یہ بھی ایک نیک ترین عمل ہے، پس اس فن شریف کے حاصل کرنے والوں کے لیے آداب شرعیہ میں سے یہ ضروری ہے کہ اس علم شریف کو خالص دل کے ساتھ محض رضائے الٰہی و معلومات سنن رسالت پناہی کے لیے حاصل کریں، کوئی غرض فاسد ہرگز درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ یہ نیک عمل بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کے لیے مفید عمل نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ اس حدیث کے شان ورود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نامی کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے جواب میں خبر دی کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ شخص اسی غرض سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا اور اس کی شادی ہو گئی۔ دوسرے صحابہ کرام اس کو مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

حضرت امام قسطلانی فرماتے ہیں۔ ((واخرجہ المولف فی الایمان والعتق والھجرۃ والنکاح والایمان والنذور وترک الحیل و مسلم والترمذی والنسائی و ابن ماجۃ واحمدوا لدارقطنی و ابن حبان و البیھقی)) یعنی امام بخاریؒ اپنی جامع صحیح میں اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب الایمان میں بھی لائے ہیں اور وہاں آپ نے یہ باب منعقد فرمایا ہے ((باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ و لکل امرء مانوی)) یہاں آپ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ وضو، زکوٰۃ، حج، روزہ جملہ اعمال خیر کا اجر اسی صورت میں حاصل ہو گا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔ یہاں آپ نے استشہاد مزید کے لیے قرآنی آیت کریمہ ((قل کل یعمل علی شاکلتہ)) کو نقل کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ شاکلتہ سے نیت ہی مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرتا ہے تو یقیناً اسے ثواب حاصل ہو گا۔ تیسرے امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب العتق میں لائے ہیں۔ چوتھے باب الھجرۃ میں پانچویں کتاب النکاح میں چھٹے نذور کے بیان میں۔ ساتویں کتاب الحیل میں۔ ہر جگہ اس حدیث کی نقل سے غرض یہ ہے کہ صحت اعمال و ثواب اعمال سب نیت ہی پر موقوف ہیں اور حدیث ہذا کا مفہوم بطور عموم ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں فقہاء شوافع صرف صحت

اعمال کی تخصیص کرتے ہیں اور فقہاء احناف صرف ثواب اعمال کی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہر دو کی تغلیط فرماتے ہوئے امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے موقف کی تائید کی ہے کہ یہ حدیث ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ (دیکھو انوار الباری ۱/۱۶‘ ۱۷)

نیت سے دل کا ارادہ مراد ہے۔ جو ہر فعل اختیاری سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے‘ نماز‘ روزہ‘ وغیرہ کے لیے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور دیگر اکابر امت نے تصریح کی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا ثبوت نہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ صحابہؓ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے‘ لہٰذا زبان سے نیت کے الفاظ کا ادا کرنا محض ایجاد بندہ ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

آج کل ایک جماعت منکرین حدیث کی بھی پیدا ہو گئی ہے جو اپنی ہفوات کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی استعمال کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے خلاف تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شروع فرمایا ہے۔ جس سے روز روشن کی طرف واضح ہو گیا کہ منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بالکل غلط ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود احادیث نبوی کو روایت فرمایا کرتے تھے۔ ہاں صحت کے لیے آپ کی طرف سے احتیاط ضرور مد نظر تھا اور یہ ہر عالم امام‘ محدث کے سامنے ہونا ہی چاہیے۔ منکرین حدیث کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں احادیث نبوی کی نشرو اشاعت کا غیر معمولی اہتمام فرمایا تھا اور دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ایسے جلیل القدر صحابہ کو اس غرض کے لیے روانہ فرمایا تھا‘ جن کی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

”فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین کو بصرہ میں مقرر فرمایا اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء کو شام روانہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کے عمال کو لکھا کہ ان حضرات کو ترویج احادیث کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حضرات جو حدیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔ معاویہ بن ابی سفیان جو اس وقت شام کے گورنر تھے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دلائی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۶ نبوی میں ایمان لائے اور آپ کے مسلمان ہونے پر کعبہ شریف میں مسلمانوں نے نماز باجماعت ادا کی یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کے مقابلہ پر حق سربلند ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ آپ بڑے نیک‘ عادل اور صائب الرائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ ۱۳ نبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت اسلامیہ کو سنبھالا اور آپ کے دور میں فتوحات اسلامی کا سیلاب دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ آپ ایسے مفکر اور ماہر سیاست تھے کہ آپ کا دور اسلامی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے آپ کے دربار میں اپنے آقا کی ایک غلط شکایت پیش کی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ نہ دی۔ مگر وہ پارسی غلام ایسا برافروختہ ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر چھپا کر لے گیا اور نماز کی حالت میں آپ پر اس ظالم نے حملہ کر دیا۔ اس کے تین دن بعد یکم محرم ۲۴ھ کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مخلص رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں قیامت تک کے لیے سو گئے۔ ((انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلھم اجمعین۔ آمین۔))

بَابٌ

باب

٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

(۲) ہم کو عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ ان کو مالک نے ہشام

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَحْيَانًا يَأْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلاً فَيُكَلِّمُنِيْ فَأَعِي مَا يَقُوْلُ)). قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

[أطرافه في : ٣٢١٥].

بن عروہ کی روایت سے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے نقل کی' انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

تشریح انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور ان کے قلوب مجلّی پر جو واردات یا الہامات ہوتے ہیں وہ بھی وحی ہیں۔ کبھی اللہ کا فرستادہ فرشتہ اصل صورت میں ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کبھی بصورت بشر حاضر ہو کر ان کو خدا کا فرمان سناتا ہے۔ کبھی باری تعالیٰ و تقدس خود براہ راست اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں وقتاً فوقتاً وحی کی یہ جملہ اقسام پائی گئیں۔ حدیث بالا میں جو گھنٹی کی آواز کی مشابہت کا ذکر آیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے وحی مراد لے کر آنے والے فرشتے کے پیروں کی آواز مراد بتلائی ہے' بعض حضرات نے اس آواز سے صوت باری کو مراد لیا ہے اور قرآنی آیت ﴿ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ الخ (الشوریٰ: ۵۱) کے تحت اسے وراء حجاب والی صورت سے تعبیر کیا ہے' آج کل ٹیلی فون کی ایجاد میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فون کرنے والا پہلے گھنٹی پر انگلی رکھتا ہے اور وہ آواز جہاں فون کرتا ہے گھنٹی کی شکل میں آواز دیتی ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث مندرجہ بالا میں بھی کوئی ایسا ہی استعارہ ہے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے وحی اور الہام بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک غیبی روحانی فون ہی ہے جو عالم بالا سے اس کے مقبول بندگان انبیاء و رسل کے قلوب مبارکہ پر نزول کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ اسے باران رحمت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید وہ وحی ہے جسے وحی متلو کہا جاتا ہے' یعنی وہ وحی جو تا قیام دنیا مسلمانوں کی تلاوت میں رہے گی اور وحی غیر متلو آپ کی احادیث قدسیہ ہیں جن کو قرآن مجید میں "الحکمۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر دو قسم کی وحی کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس چودہ سو سال کے عرصہ میں جس طرح قرآن کریم کی خدمت و حفاظت کے لیے حفاظ' قراء' علماء' فضلاء' مفسرین پیدا ہوتے رہے' اسی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے گروہ محدثین امام بخاری" و مسلم" وغیرہم جیسوں کو پیدا کیا۔ جنہوں نے علوم نبوی کی وہ خدمت کی کہ قیامت تک امت ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی کہ اگر دین ثریا پر ہو گا تو آل فارس سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو وہاں سے بھی اسے حاصل

کرلیں گے' بلاشک و شبہ اس سے یہی محدثین کرام امام بخاری و مسلم وغیرہم مراد ہیں۔ جنہوں نے احادیث نبوی کی طلب میں ہزارہا میل پیدل سفر کیا اور بڑی بڑی تکالیف برداشت کر کے ان کو مدون فرمایا۔

صد افسوس کہ آج اس چودھویں صدی میں کچھ لوگ کھلم کھلا احادیث نبوی کا انکار کرتے اور محدثین کرام پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پیدا ہو چلے ہیں جو بظاہران کے احترام کا دم بھرتے ہیں اور درپردہ ان کو غیر ثقہ' محض روایت کنندہ' درایت سے عاری' ناقص الفہم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ پاک نے اپنے مقبول بندوں کی خدمات جلیلہ کو جو دوام بخشا اور ان کو قبول عام عطا فرمایا وہ ایسی غلط کاوشوں سے زائل نہیں ہو سکتا۔ الغرض وحی کی چار صورتیں ہیں (۱) اللہ پاک براہ راست اپنے رسول نبی سے خطاب فرمائے (۲) کوئی فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آئے (۳) یہ کہ قلب پر القاء ہو (۴) چوتھے یہ کہ سچے خواب دکھائی دیں۔

اصطلاحی طور پر وحی کا لفظ صرف پیغمبروں کے لیے بولا جاتا ہے اور الہام عام ہے جو دوسرے نیک بندوں کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں جانوروں کے لیے بھی لفظ الہام کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ و اوحی ربک الی النحل (النحل : ۶۸) میں مذکور ہے۔ وحی کی مزید تفصیل کے لیے حضرت امام حدیث ذیل نقل فرماتے ہیں۔

۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلاَّ جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلاَءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقَالَ: فَقُلْتُ ((مَا أَنَا بِقَارِىءٍ)). قَالَ: ((فَأَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِيْ)) فَقَالَ: اقْرَأْ: ((قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِىءٍ. فَأَخَذَنِيْ

(۳) ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی' لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل ابن شہاب سے' وہ عروہ بن زبیر سے' وہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے اور آپؐ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے' یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا' آپؐ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی' پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو'

فَغَطَّنِيَ الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِيْ)) فَقَالَ: اقْرَأْ: ((فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِیءٍ. فَأَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِيْ فَقَالَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ ﴾)) فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ، يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ)) فَزَمَّلُوْهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ. ((لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِي)). فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ : كَلاَّ وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ الـمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيْجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى - ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ- وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْراً قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ : يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ : يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى؟ ((فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَ مَا رَأَى)) فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللهُ

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی' پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا' پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ حضرت جبرئیلؑ سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو' مجھے کمبل اڑھا دو۔ لوگوں نے آپ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا' آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں' آپ تو کنبہ پرور ہیں' بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں' مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں' مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں' جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے' چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ کے

عَلَى مُوْسَى، يَالَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ ؟)) قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلاَّ عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ.

[أطرافه في : ٣٣٩٢، ٤٩٥٣، ٤٩٥٥، ٤٩٥٦، ٤٩٥٧، ٦٩٨٢].

حالات بیان کئے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمدؐ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے' اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپؐ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا' جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش' میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

٤- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِيْ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنَ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيَّ قَالَ: وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ - فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهِ: ((بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَإِذَا الْمَلَكُ جَاءَنِيْ بِحِرَاءَ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمِّلُونِيْ زَمِّلُوْنِيْ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ - إِلَى قَوْلِهِ - وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾. فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ)). تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ، وَتَابَعَهُ هِلاَلُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ

(4) ابن شہاب کہتے ہیں مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر کے علاوہ لیث بن سعد سے عبداللہ بن یوسف

الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ ((بَوَادِرُهُ)).
[أطرافه في : ٣٢٣٨، ٤٩٢٢، ٤٩٢٣، ٤٩٢٤، ٤٩٢٥، ٤٩٢٦، ٤٩٥٤، ٦٢١٤].

اور ابوصالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عقیل کے علاوہ زہری سے ہلال بن رواد نے بھی روایت کیا ہے۔ یونس اور معمر نے اپنی روایت میں لفظ "فوادہ" کی جگہ "بوادرہ" نقل کیا ہے۔

تشریح بوادر' بادرہ کی جمع ہے۔ جو گردن اور مونڈھے کے درمیانی حصہ جسم پر بولا جاتا ہے۔ کسی دہشت انگیز منظر کو دیکھ کر بسا اوقات یہ حصہ بھی پھڑکنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حیرت انگیز واقعہ سے آپؐ کے کاندھے کا گوشت تیزی سے پھڑکنے لگا۔

ابتدائے وحی کے متعلق اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول منامات صادقہ (سچے خوابوں) کے ذریعہ آپ کا رابطہ عالم مثال سے قائم کرایا گیا' ساتھ ہی آپؐ نے غار حرا میں خلوت اختیار کی۔ یہ غار مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے وہاں "تحنث" اختیار فرمایا۔ لفظ تحنث زمانہ جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اس زمانہ میں عبادت کا اہم طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ آدمی کسی گوشے میں دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر کچھ راتیں یاد خدا میں بسر کرے۔ چونکہ آپ کے پاس اس وقت تک وحی الٰہی نہیں آئی تھی' اس لیے آپ نے یہ عمل اختیار فرمایا اور یاد الٰہی ذکر و فکر و مراقبہ نفس میں بالقائے ربانی وہاں وقت گذارا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین مرتبہ اپنے سینے سے آپ کا سینہ ملا کر زور سے اس لیے بھینچا کہ بحکم خدا آپ کا سینہ کھل جائے اور ایک خاکی و مادی مخلوق کو نورانی مخلوق سے فوری رابطہ حاصل ہو جائے۔ یہی ہوا کہ آپ بعد میں وحی الٰہی اقرا باسم ربک کو فرفر ادا کرنے لگے۔ پہلی وحی میں یہ سلسلہ علوم معرفت حق و خلقت انسانی و اہمیت قلم و آداب تعلیم اور علم و جہل کے فرق پر جو لطیف اشارات کیے گئے ہیں' ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' نہ یہاں گنجائش ہے۔ ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں بت پرستی سے متنفر ہو کر نصرانی ہو گئے تھے اور ان کو سریانی و عبرانی علوم حاصل تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر ان کو جنتی لباس میں دیکھا اس لیے کہ یہ شروع ہی میں آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ہمت افزائی کے لیے جو کچھ فرمایا وہ آپؐ کے اخلاق فاضلہ کی ایک بہترین تصویر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ جیسے ہمدرد انسانیت با اخلاق ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ آپ کا مستقبل تو بے حد شاندار ہے۔ ورقہ نے حالات سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو لفظ "ناموس اکبر" سے یاد فرمایا۔ علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں هو صاحب سرالوحی والمراد به جبرئيل عليه الصلوٰة والسلام واهل الكتاب يسمونه الناموس الاكبر یعنی یہ وحی کے رازداں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کو اہل کتاب "ناموس اکبر" کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ حضرت ورقہ نے باوجودیکہ وہ عیسائی تھے مگر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا' اس لیے کہ حضرت موسیٰ ہی صاحب شریعت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد تین یا اڑھائی سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا کہ اچانک سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ پھر برابر پے در پے وحی آنے لگی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دبایا۔ اس کے متعلق علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں وهذا الغط ليفرغه عن النظر الى امور الدنيا و يقبل بكلية الى مايلقى اليه وكرره للمبالغة واستدل به على ان المودب لايضرب صبيا اكثر من ثلاث ضربات و قيل الغطة الاولى ليتخلى عن الدنيا والثانية ليتفرغ لمايوحى اليه والثالثة للموانسة (ارشاد الساری ۱/۶۳) یعنی یہ دبانا اس لیے تھا کہ آپ کو دنیاوی امور کی طرف نظر ڈالنے سے فارغ کر کے جو وحی و بار رسالت آپ پر ڈالا جا رہا ہے' اس کے کلی طور پر قبول کرنے کے لیے آپ کو تیار کر دیا جائے۔ اس واقعہ سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ معلم کے لیے مناسب ہے کہ بوقت ضرورت اگر متعلم کو مارنا ہی ہو تو تین دفعہ سے زیادہ نہ مارے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ "غطہ" کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیاء کی ابتداء وحی کے وقت ایسا

واقعہ کہیں منقول نہیں ہوا۔ حضرت ورقہ بن نوفل نے آپ کے حالات سن کر جو کچھ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مزید تفصیل علامہ قسطلانی یوں نقل فرماتے ہیں۔ ((فقال له ورقة ابشر ثم ابشر فانا اشهد انک الذی بشر به ابن مریم وانک علی مثل ناموس موسٰی وانک نبی مرسل)) یعنی ورقہ نے کہا کہ خوش ہو جائیے' خوش ہو جائیے' میں یقیناً گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی و رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دی تھی اور آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ بیشک اللہ کے فرستادہ سچے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو مرنے کے بعد جنتی لباس میں دیکھا تھا۔ اس لیے کہ وہ آپؐ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی' اس لیے جنتی ہوا۔ ورقہ بن نوفل کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس کو دوسرے اسلامی فرائض ادا کرنے کا موقع نہ ملے' اس سے پہلے ہی وہ انتقال کر جائے' اللہ پاک ایمانی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ: بذیل تفسیر سورۂ مدثر "وثیابک فطهر" فرماتے ہیں کہ عرب کے شعراء ثیاب سے مراد دل لیا کرتے ہیں۔ امرالقیس کہتا ہے۔ و ان کنت قد ساتک منی خلیقة فسلی ثیابی من ثیابک تنسلی اس شعر میں ثیاب سے مراد دل ہے۔ یہاں مناسب یہی ہے کیونکہ کپڑوں کا پاک رکھنا صحت صلوٰۃ کے لیے ضروری ہے مگر دل کا پاک صاف رکھنا ہر حال میں لازمی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے ((ان فی الجسد مضغة اذاصلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسدالجسد کله الاوهی القلب)) یعنی انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' سو وہ دل ہے۔ ((اللهم اصلح قلبی و قلب کل ناظر)) (تفسیر ثنائی)

عجیب لطیفہ: قرآن مجید کی کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی؟ اس بارے میں قدرے اختلاف ہے مگر سورۂ اقراء باسم ربک الذی پر تقریباً اکثر کا اتفاق ہے' اس کے بعد فترۃ وحی کا زمانہ اڑھائی تین سال رہا اور پہلی سورۃ یا ایها المدثر نازل ہوئی۔ مسلکی تعصب کا حال ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر ایک صاحب نے جو بخاری شریف کا ترجمہ با شرح شائع فرما رہے ہیں۔ اس سے سورۂ فاتحہ کی نماز میں عدم رکنیت پر دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ "سب سے پہلے سورۂ اقرا نازل ہوئی اور سورۂ فاتحہ کا نزول بعد کو ہوا ہے تو جب تک اس کا نزول نہیں ہوا تھا' اس زمانے کی نمازیں کس طرح درست ہوئیں؟ جب کہ فاتحہ رکن نماز ہے کہ بغیر اس کے نماز درست ہی نہیں ہو سکتی قائلین رکنیت فاتحہ جواب دیں۔" (انوار الباری' جلد: اول / ص: ۴۰)

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے' اس پر یہاں تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں نہ اس بحث کا یہ محل ہے ہاں حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لفظوں میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے فان قراتها فریضة و هی رکن تبطل الصلوٰة بترکها (غنية الطالبین' ص: ۵۳) یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بطور رکن نماز فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' موصوف کے جواب میں ہم سردست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ جب کہ ابھی سورۂ فاتحہ کا نزول ہی نہیں ہوا تھا جیسا کہ موصوف نے بھی لکھا ہے تو اس موقع پر اس کی رکنیت یا فرضیت کا سوال ہی کیا ہے؟ ابتدائے رسالت میں بہت سے اسلامی احکام وجود میں نہیں آئے تھے جو بعد میں بتلائے گئے۔ پھر اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ احکام شروع زمانہ رسالت میں نہ تھے تو ان کا ماننا ضروری کیوں؟ غالباً کوئی ذی عقل انسان اس بات کو صحیح نہیں سمجھے گا۔ پہلے صرف دو نمازیں تھیں بعد میں نماز پنج وقتہ کا طریقہ جاری ہوا' پہلے اذان بھی نہ تھی بعد میں اذان کا سلسلہ جاری ہوا۔ مکی زندگی میں رمضان کے روزے فرض نہیں تھے' مدنی زندگی میں یہ فرض عائد کیا گیا۔ پھر کیا موصوف کی اس نازک دلیل کی بنا پر ان جملہ امور کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ ایک ادنیٰ تامل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی' مگر جہاں قدم قدم پر مسلکی و فقہی جمود کام کر رہا ہو وہاں وسعت نظری کی تلاش عبث ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب بھی سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا اور نماز فرض باجماعت کا طریقہ اسلام میں رائج ہوا' اس سورۂ شریفہ کو رکن نماز قرار دیا گیا۔ نزول سورہ و فرض نماز جماعت سے قبل ان چیزوں کا کوئی سوال ہی

نہیں پیدا ہو سکتا۔ باقی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔
حدیث قدسی میں سورۂ فاتحہ کو "نماز" کہا گیا ہے۔ شاید معترض صاحب اس پر بھی یوں کہنے لگیں کہ جب سورۂ فاتحہ ہی اصل نماز ہے تو اس کے نزول سے قبل والی نمازوں کو نماز کہنا کیوں کر صحیح ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ نماز کا ایک ضروری رکن ہے اور معترض کا قول صحیح نہیں۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ سورہ فاتحہ کا نزول مکہ میں نہ مانا جائے لیکن اگر مان لیا جائے جیسا کہ کتب تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی تو مکہ شریف ہی میں اس کی رکنیت نماز کے لیے ثابت ہو گی۔

٥- بَابٌ

٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِيْ عَائِشَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ قَالَ: كَانَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا. وَقَالَ سَعِيْدٌ: أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا - فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ - فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ قَالَ: جَمْعَهُ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ قَالَ: فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ. فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ.

[أطرافه في : ٤٩٢٧، ٤٩٢٨، ٤٩٢٩، ٥٠٤٤، ٧٥٢٤].

باب

(۵) موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی' ان کو ابو عوانہ نے خبر دی' ان سے موسیٰ ابن ابی عائشہ نے بیان کی' ان سے سعید بن جبیر نے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلام الٰہی لا تحرک الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی قرآن آپ کے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اسکو محفوظ کر سکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام (وحی لے کر) آتے تو آپ (توجہ سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ ﷺ اس (وحی) کو اسی طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے پڑھا تھا۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے وحی کی ابتدائی کیفیت کے بیان میں اس حدیث کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا جس سے وحی کی

عظمت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے' اس لیے کہ اللہ پاک نے ان آیات کریمہ ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴾ (القیامہ : ۱۶) میں آپ کو پورے طور پر تسلی دلائی کہ وحی کا نازل کرنا' پھر اسے آپ کے دل میں جما دینا' اس کی پوری تفسیر آپ کو سمجھا دینا' اس کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا یہ جملہ ذمہ داریاں صرف ہماری ہیں۔ ابتدا میں آپ کو یہ کھٹکا رہتا تھا کہ کہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد میں نازل شدہ کلام کو بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپؐ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے اپنی زبان مبارک ہلاتے رہتے تھے' اس سے آپ کو روکا گیا اور بغور و توجہ کامل سننے کے لیے ہدایتیں کی گئیں' جس کے بعد آپ کا یہی معمول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ ﴿ لا تحرک به ﴾ الخ کے نزول کے وقت عالم وجود میں نہ تھے۔ مگر بعد کے زمانوں میں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ابتدائی حالات بیان فرماتے تب ابتدائے نبوت کی پوری تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے' ہونٹ ہلانے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد میں دیکھا اور فعل نبوی کی اقتداء میں اپنے ہونٹ ہلا کر اس حدیث کو نقل فرمایا۔ پھر حضرت سعید بن جبیرؒ نے بھی اپنے عہد میں اسے روایت کرتے وقت اپنے ہونٹ ہلائے۔ اسی لیے اس حدیث کو "مسلسل بتحریک الشفتین" کہا گیا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے راویوں میں ہونٹ ہلانے کا تسلسل پایا جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وحی کی حفاظت کے لیے اس کے نزول کے وقت کی حرکات و سکنات نبویہ تک کو بذریعہ نقل در نقل محفوظ رکھا گیا۔ آیت شریفہ ﴿ ثم ان علینا بیانه ﴾ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور اپنے عمل سے دکھلائی۔ یہ بھی سب اللہ پاک کی وحی کے تحت ہے' اس سے حدیث نبوی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی میں شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ان کو غلط قرار دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کے خیالات باطلہ کی بھی یہاں پوری تردید موجود ہے۔ صحیح مرفوع حدیث یقیناً وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآنی وحی کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلم و متعلم کے آداب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک متعلم کی حیثیت میں استماع اور انصات کی ہدایت فرمائی گئی۔ استماع کانوں کا فعل ہے اور انصات بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکھوں سے ہوتا ہے۔ پس متعلم کے لئے ضروری ہے کہ درس کے وقت اپنے کانوں اور آنکھوں سے معلم پر پوری توجہ سے کام لے۔ اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھے' لب و لہجہ کے اشارات سمجھنے کے لیے نگاہ استاد کی طرف اٹھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی عظمت کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر دو کا درس لیتے وقت متعلم ہمہ تن گوش ہو جائے اور پورے طور پر استماع اور انصات سے کام لے۔ حالت خطبہ میں بھی سامعین کے لیے اسی استماع و انصات کی ہدایت ہے۔ نزول وحی کے وقت آپ پر سختی اور شدت کا طاری ہونا اس لیے تھا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے ﴿ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ﴾ بے شک ہم آپ پر بھاری با عظمت کلام نازل کرنے والے ہیں۔ پچھلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ وہی کیفیت یہاں بیان کی گئی ہے۔ آیت شریفہ میں زبان ہلانے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث ہذا میں آپ کے ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے۔ یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کتاب التفسیر میں حضرت جریر نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں ہونٹوں کے ساتھ زبان ہلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ((کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا نزل جبرئیل بالوحی فکان مما یحرک بلسانه وشفتیه)) اس صورت میں آیت و حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

راویان حدیث: حضرت موسیٰ بن اسماعیل منقری۔ منقر بن عبید الحافظ کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے بصرہ میں ۲۲۳ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ غفراللہ لہ۔ ابو عوانہ وضاح بن عبداللہ ہیں جن کا ۱۹۶ھ میں انتقال ہوا۔ موسیٰ بن ابی عائشہ (الکوفی الہمدانی) ہیں۔ سعید بن جبیر بن ہشام الکوفی الاسدی ہیں۔ جن کو ۹۶ھ میں مظلومانہ حالت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ

قتل کیا۔ جن کی بددعا سے حجاج پھر جلد ہی غارت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ترجمان القرآن کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی۔ ۶۸ھ میں طائف میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی روایت سے دو سو سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ (قسطلانی)

بَابٌ

٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ. فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

[أطرافه في: ١٩٠٢، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧].

باب

(۶) ہم کو عبدان نے حدیث بیان کی، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، ان کو یونس نے، انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ (دوسری سند یہ ہے کہ) ہم سے بشر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی۔ ان سے عبداللہ بن مبارک نے، ان سے یونس اور معمر دونوں نے، ان دونوں نے زہری سے روایت کی پہلی سند کے مطابق زہری سے عبیداللہ بن عبداللہ نے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد (سخی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبریل آپؐ سے ملتے بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپؐ سے ملاقات کرتے اور آپؐ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔

تشریح اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ رمضان شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تو معلوم ہوا کہ قرآن یعنی وحی کا نزول رمضان شریف میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آیت شریفہ ﴿ شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن ﴾ (البقرة: ۱۸۵) میں مذکور ہے۔ یہ نزول قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں سماء دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول بھی رمضان شریف ہی میں شروع ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف قرآن کریم کے لیے سالانہ یادگار مہینہ قرار پایا اور اسی لئے اس ماہ مبارک میں آپ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی آپؐ کے "جود" کا ذکر خیر بھی کیا گیا۔ سخاوت خاص مال کی تقسیم کا نام ہے۔ اور جود کے معنے ((اعطاء ماينبغى لمن ينبغى)) کے ہیں جو بہت زیادہ عمومیت لئے ہوئے ہے۔ پس جود مال ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو شے بھی جس کے لیے مناسب ہو دے دی جائے، اس لئے آپؐ اجود الناس تھے۔ حاجت مندوں کے لئے مالی سخاوت، تشنگان علوم کے لئے علمی سخاوت، گمراہوں کے لئے فیوض روحانی کی سخاوت، الغرض آپؐ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں بہترین سخی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوتوں کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں منقول ہیں۔ آپ کی جود و سخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی ہواؤں سے دی گئی جو بہت ہی مناسب ہے۔ باران رحمت سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ آپ کی جود و سخاوت سے بنی نوع انسان کی اجڑی ہوئی دنیا آباد ہو گئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بہنے لگے۔ خدا شناسی اور اخلاق فاضلہ کے سمندر موجیں مارنے

لگے۔ آپ کی سخاوت اور روحانی کمالات سے ساری دنیائے انسانیت نے فیض حاصل کئے اور یہ مبارک سلسلہ تا قیام دنیا قائم رہے گا۔ کیونکہ آپ پر نازل ہونے والا قرآن مجید وحی متلو اور حدیث شریف وحی غیر متلو تاقیام دنیا قائم رہنے والی چیزیں ہیں۔ پس دنیا میں آنے والے اہل بصیرت انسان ان سے فیوض حاصل کرتے ہی رہیں گے۔ اس سے وحی کی عظمت بھی ظاہر ہے اور یہ بھی کہ قرآن و حدیث کے معلمین و متعلمین کو بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ سخی، جواد و وسیع القلب ہونا چاہیے کہ ان کی شان کا یہی تقاضا ہے۔ خصوصاً رمضان شریف کا مہینہ جود و سخاوت ہی کا مہینہ ہے۔ کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب کتنے ہی درجات حاصل کرلیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ اپنی ظاہری و باطنی سخاوتوں کے دریا بہا دیتے تھے۔

سند حدیث: پہلا موقع ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں سند حدیث میں تحویل فرمائی ہے۔ یعنی امام زہری تک سند پہنچا دینے کے بعد پھر آپ دوسری سند کی طرف لوٹ آئے ہیں اور عبدان پہلے استاد کے ساتھ اپنے دوسرے استاد بشر بن محمد کی روایت سے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور زہری پر دونوں سندوں کو یکجا کر دیا۔ محدثین کی اصطلاح میں لفظ ح سے یہی تحویل مراد ہوتی ہے۔ اس سے تحویل سند اور سند میں اختصار مقصود ہوتا ہے۔ آگے اس قسم کے بہت سے مواقع آتے رہیں گے۔ بقول علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی سند میں روایت حدیث کی مختلف اقسام تحدیث، اخبار، عنعنہ، تحویل سب جمع ہو گئی ہیں۔ جن کی تفصیلات مقدمہ میں بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِيْ الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَادَّ فِيْهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِأَيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجُمَانَهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟.
فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا. فَقَالَ: أَدْنُوْهُ مِنِّيْ، وَقَرِّبُوا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ. ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُمْ إِنِّيْ سَائِلٌ عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ، فَإِنْ

(٧) ہم کو ابو الیمان حکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہیں اس حدیث کی شعیب نے خبر دی۔ انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ انہیں عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس سے ابو سفیان بن حرب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لئے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور ابو سفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔ جب ابو سفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء وزراء، امراء) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو (ابو سفیان کو) میرے قریب لا کر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابو سفیان سے اس شخص کے

كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ. فَوَ اللهِ لَوْ لا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ. ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهُ أَنْ قَالَ: كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ ؟ قُلْتُ : هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ ؟ قُلْتُ: لاَ. قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ ؟ قُلْتُ: لاَ. قَالَ: فَاشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُم ؟ فَقُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُم. قَالَ: أَيَزِيْدُونَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ ؟ قُلْتُ: بَلْ يَزِيْدُوْنَ. قَالَ : فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنهُمْ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ ؟ قُلْتُ: لاَ. قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ؟ قُلْتُ: لاَ. قَالَ : فَهَلْ يَغْدِرُ ؟ قُلْتُ: لاَ، وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لاَ نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا.

قَالَ: وَلَم تُمْكِنِّي كَلِمةٌ أُدْخِلَ فِيْهَا شَيْئاً غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَة. قَالَ : فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ ؟ قُلْتُ: الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ، يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ. قَالَ: مَا ذَا يَأْمُرُكُمْ ؟ قُلْتُ: يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا. وَاتْرُكُوْا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ : وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلاَةِ وَالصِّدْقِ وَالعَفَافِ وَالصِّلَةِ. فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ: قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيْكُمْ ذُو نَسَبٍ، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِها. وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ ؟ فَذَكَرْتَ

(یعنی محمد ﷺ کے) حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ (ابو سفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپؐ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا نہیں کہنے لگا' اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا' بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا' اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی ساتھی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا' کیا اپنے اس دعوائے (نبوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابو سفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی (جھوٹ) اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہرقل نے کہا۔ کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا کہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا' لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا' وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا' وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے' پرہیز گاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابو سفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعوی نبوت کی) یہ بات

أَنْ لَا، فَقُلْتُ : لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَتَأَسَّى بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَاءِهِ مِنْ مَلِكٍ. فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، قُلْتُ فَلَو كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيْهِ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ. وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيْدُونَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذٰلِكَ أَمْرُ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ. وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ، فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ. وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُم؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَنهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ، فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ. وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَ لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَو أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ، وَلَوْكُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کہی تھی' تو تم نے جواب دیا کہ نہیں' تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے' تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہو گا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آباء واجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کمزوروں نے اس کی اتباع کی ہے' تو (دراصل) یہی لوگ پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے۔ تم نے کہا نہیں' تو ایمان کی خاصیت بھی یہی ہے جن کے دلوں میں اس کی مسرت رچ بس جائے وہ اس سے لوٹا نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عہد شکنی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے' وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لئے کہتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہو جائے گا کہ جہاں میرے یہ دونوں

الَّذِيْ بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ، فَقَرَأَهُ، فَإِذَا فِيهِ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى
هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّوْمِ.

سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ. فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَ ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لاَ نَعْبُدَ إِلاَّ اللهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾.

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ، وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ، كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، وَارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ، وَأُخْرِجْنَا. فَقُلْتُ لأَصْحَابِي حِيْنَ أُخْرِجْنَا : لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الأَصْفَرِ. فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللهُ عَلَيَّ الإِسْلَامَ.

وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ - صَاحِبُ إِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ - أُسْقُفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ إِيلِيَاءَ أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ، فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ: قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ. قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ: وَكَانَ

پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (پیغمبر) آنے والا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لئے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگایا جو آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں (لکھا تھا):

اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے لئے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین و دنیا میں) سلامتی نصیب ہو گی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیرلیں تو (مسلمانو!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو ایک خدا کے اطاعت گذار ہیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور خط پڑھ کر فارغ ہوا۔ تو اس کے ارد گرد بہت شور و غوغا ہوا۔ بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (آنحضرت ﷺ) کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔ (دیکھو تو) اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کا بیان ہے کہ) ابن ناطور ایلیاء کا حاکم ہرقل کا مصاحب اور شام کے نصاریٰ کا لاٹ پادری بیان

هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ: إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ، فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ ؟ قَالُوا : لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلاَّ الْيَهُودُ، فَلاَ يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ، وَاكْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ. فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ: اذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لاَ ؟ فَنَظَرُوا إِلَيْهِ، فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ : هُمْ يَخْتَتِنُونَ. فَقَالَ هِرَقْلُ: هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ. ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبٍ لَهُ بِرُومِيَةَ، وَكَانَ نَظِيرَهُ فِي الْعِلْمِ. وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمْصَ، فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ، ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ، ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الرُّومِ، هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلاَحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوا هَذَا النَّبِيَّ ؟ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ، فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الإِيمَانِ قَالَ: رُدُّوهُمْ عَلَيَّ. وَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ

کرتا تھا کہ ہرقل جب ایلیاء آیا' ایک دن صبح کو پریشان اٹھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدلی ہوئی پاتے ہیں (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا' علم نجوم میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر غالب آ گیا ہے۔ (بھلا) اس زمانہ میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ سوان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ سلطنت کے تمام شہروں میں یہ حکم لکھ بھیجئے کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کر دیئے جائیں وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔ جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کئے۔ جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لئے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہرقل نے کہا کہ یہ ہی (محمد ﷺ) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہرقل کی طرح ماہر تھا۔ پھر وہاں سے ہرقل حمص چلا گیا۔ ابھی حمص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا۔ اس کی رائے بھی حضور ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہرقل کے موافق تھی کہ محمدؐ (واقعی) پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حمص کے محل میں طلب کیا اور اس کے حکم سے محل کے دروازے بند کر لئے گئے۔ پھر وہ (اپنے خاص محل سے) باہر آیا۔ اور کہا : "اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟ اگر تم اپنی سلطنت کی بقا چاہتے ہو تو پھر اس نبیؐ کی بیعت کر لو اور مسلمان ہو جاؤ۔" (یہ سننا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے (مگر) انہیں بند پایا۔ آخر جب ہرقل نے

عَلٰى دِينِكُمْ، فَقَدْ رَأَيْتُ. فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ، فَكَانَ ذٰلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ. رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[أطرافه في : ٥١، ٢٦٨١، ٢٨٠٤، ٢٩٤١، ٢٩٧٨، ٣١٧٤، ٤٥٥٣، ٥٩٨٠، ٦٢٦٠، ٧١٩٦، ٧٥٤١].

(اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ (جب وہ دوبارہ آئے) تو اس نے کہا۔ میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی سو وہ میں نے دیکھ لی۔ تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہ ہی رہی۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان' یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

تشریح وحی' نزول وحی' اقسام وحی' زمانہ وحی' مقام وحی' ان جملہ تفصیلات کے ساتھ ساتھ ضرورت تھی کہ جس مقدس شخصیت پر وحی کا نزول ہو رہا ہے ان کی ذات گرامی کا تعارف کراتے ہوئے ان کے حالات پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ مشہور مقولہ ہے الحق ما شهدت به الاعداء حق وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ اسی اصول کے پیش نظر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز نے یہاں اس تفصیلی حدیث کو نقل فرمایا جو دو اہم ترین شخصیتوں کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ جس کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی نبوت و رسالت ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں اس وقت غیر مسلم ہیں۔ باہمی طور پر دونوں کے قوم و وطن' تہذیب و تمدن میں ہر طرح سے بعد المشرقین ہے۔ امانت و دیانت اور اخلاق کے لحاظ سے ہر دو اپنی اپنی جگہ پر ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مکالمہ بہت ہی جچا تلا ہو گا اور ان کی رائے بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہو گی' چنانچہ اس حدیث میں پورے طور پر یہ چیز موجود ہے۔ اسی لئے علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لما كان المقصود بالذات من ذكر الوحي هو تحقيق النبوة و اثباتها و كان حديث هرقل اوفر تادية لذالك المقصود ادرجه في باب الوحي والله اعلم)) اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس مقام کے علاوہ کتاب الجہاد و کتاب التفسیر و کتاب الشہادات و کتاب الجزیہ و ادب و ایمان و علم و احکام و مغازی وغیرہ وغیرہ میں بھی نقل فرمایا ہے اور ہر جگہ اسی مقام کے باب سے اس کی مطابقت پیدا کرتے ہوئے اس سے بہت سے احکام و مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ بعض متعصبین و متجددین کہتے ہیں کہ محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین محض ناقلین روایت تھے' اجتہاد و استنباط مسائل میں ان کو درک نہیں تھا۔ یہ محض جھوٹ اور محدثین کرام کی کھلی ہوئی توہین ہے جو ہر پہلو سے لائق صد مذمت ہے۔

بعض حضرات محدثین کرام خصوصاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مسلک شافعی کا مقلد بتلایا کرتے ہیں۔ مگر اس بارے میں مزید تفصیلات سے قطع نظر ہم صاحب ایضاح البخاری کا ایک بیان یہاں نقل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مقلد ہرگز نہ تھے۔ بلکہ آپ کو مجتہد مطلق کا درجہ حاصل تھا۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیل علم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں' انہوں نے جس طرح احناف رحمہم اللہ سے اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے ------ امام بخاریؒ کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (ایضاح البخاری' جزء اول / ص: ۳۰)

صحیح بخاری شریف کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استنباط مسائل و فقہ الحدیث کے بارے میں

بہت ہی غور و خوض سے کام لیا ہے اور ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل ثابت کئے ہیں۔ جیسا کہ اپنے اپنے مقامات پر ناظرین مطالعہ کریں گے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ مقدمہ کی فصل ثانی میں فرماتے ہیں۔

((تقرر انه التزم فيه الصحة و انه لا يورد فيه الا حديثا صحيحا (الى قوله) ثم راى ان لا يخليه من الفوائد الفقهية والنكت الحكمية فاستخرج بفهمه من المتون معانى كثيرة فرقها فى ابواب الكتاب بحسب تناسبها۔ (الى قوله) قال الشيخ محى الدين نفع الله به ليس مقصود البخارى الاقتصار على الاحاديث فقط' بل مراده الاستنباط منها والاستدلال لابواب ارادها (الى قوله) و قد ادعى بعضهم انه صنع ذالک عمدا (هدى السارى' ص :۸' بيروت)))

یہ بات ثابت ہے کہ امام نے التزام کیا ہے کہ اس میں سوائے صحیح حدیث کے اور کسی قسم کی روایت نہیں ذکر کریں گے اور بایں خیال کہ اس کو فوائد فقہی اور حکمت کے نکات سے خالی نہ رہنا چاہئے' اپنی فہم سے متن حدیث سے بہت بہت معانی استخراج کئے۔ جن کو مناسبت کے ساتھ ابواب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا۔ شیخ محی الدین نے کہا کہ امام کا مقصود حدیث ہی کا ذکر کر دینا نہیں ہے بلکہ اس سے استدلال و استنباط کر کے باب مقرر کرنا ہے (انہیں وجوہات سے) بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے یہ سب کچھ خود اور قصداً کیا ہے"۔ (حل مشکلات بخاریؒ حضرت مولانا سیف بنارسی قدس سرہ ص ۱۶)

۷ھ ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے معزز سفراء کے ہاتھوں روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا کہ تبلیغی فرائض بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ ایسی ہی ضروریات کے لئے آپ کے واسطے چاندی کی مہر تیار کی گئی تھی۔ تین سطور میں اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ جسے یہاں لفظ ایلیا سے یاد کیا گیا ہے۔ جس کے معنے بیت اللہ کے ہیں' ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا ہی شاندار دربار منعقد کیا۔ اور سفیر سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا۔ اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیق کے لئے حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی مکہ کا آدمی آیا ہوا ہو تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابو سفیان مع دیگر تاجران مکہ ملک شام آئے ہوئے تھے' ان کو بیت المقدس بلا کر دربار میں پیش کیا گیا۔ ان دنوں ابو سفیان نبی کریم ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ مگر قیصر کے دربار میں اس کی زبان سوائے حق و صداقت کے کچھ نہ بول سکی۔ ہرقل نے آنحضرت ﷺ سے متعلق ابو سفیان سے دس سوال کئے جو بہت گہرے حقائق اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے جوابات میں ابو سفیان نے بھی جن حقائق کا اظہار کیا۔ ان سے آپ ﷺ کی صداقت ہرقل کے دل میں نقش ہو گئی مگر اپنی قوم و حکومت کے خوف سے وہ ایمان نہ لا سکا۔ بالآخر کفر ہی کی حالت میں اس کا خاتمہ ہوا۔ مگر اس نے جو پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن آئے گا کہ عرب مسلمان ہمارے ملک و تخت پر قابض ہو جائیں گے وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور وہ دن آیا کہ مسیحیت کا صدر مقام اور قبلہ و مرکز اچانک عیسائی دنیا کے ہاتھ سے نکل کر ایک نئی قوم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

مشہور مؤرخ گبن کے لفظوں میں تمام مسیحی دنیا پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی۔ کیونکہ مسیحیت کی اس سب سے بڑی توہین کو نہ تو مذہب کا کوئی متوقع معجزہ ہی روک سکا نہ عیسائی شہنشاہی کا لشکر جرار۔ پھر یہ صرف بیت المقدس ہی کی فتح نہ تھی بلکہ تمام ایشا و افریقہ میں مسیحی فرمانروائی کا خاتمہ تھا۔ ہرقل کے یہ الفاظ جو اس نے تختہ جہاز پر لبنان کی چوٹیوں کو مخاطب کر کے کہے تھے آج تک مؤرخین کی زبانوں پر ہیں "الوداع سرزمین شام ہمیشہ کے لئے الوداع"

فدائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹیالوی: مناسب ہوگا کہ اس مکالمہ کو مختصراً فدائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں بھی نقل کر دیا جائے۔ جس سے ناظرین اس مکالمہ کو پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔

قیصر: محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان تاجر: شریف و عظیم۔

قیصر: سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں' تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: محمد ﷺ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعوی کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: نبی ہونے سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا' وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: محمد کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟

ابوسفیان: مسکین حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا ہر نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے کہا لذت ایمانی کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تب جدا نہیں ہوتی۔

قیصر: یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھئے کیا انجام ہو۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ دی اور یوں کہا کہ بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے' عہد شکنی دنیا دار کیا کرتے ہیں' نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔
ہرقل نے کہا خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔
قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟
ابوسفیان: ایک خدا کی عبادت کرو' باپ دادا کے طریق (بت پرستی) چھوڑ دو۔ نماز' روزہ' سچائی' پاکدامنی' اور صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کہا نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہو گا۔ ابو سفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) کا ضرور مالک ہو جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی علیہ السلام کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار اسے سن کر چیخے چلائے اور ہم کو دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا یقین ہو گیا۔ (رحمۃ للعالمین' جلد: اول / ص: ۱۵۲' ۱۵۴)

ابوسفیان نے آپ ؐ کے لئے ابو کبشہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کیونکہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طنز اور تحقیر کے طور پر ابن ابو کبشہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ابو کبشہ ایک شخص کا نام تھا جو بتوں کی بجائے ایک ستارہ شعریٰ کی پوجا کیا کرتا تھا۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو کبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ تھے۔

ہرقل کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اسلام قبول نہیں کریں گے تو اس نے بھی اپنا پینترا بدل دیا اور کہا کہ اس بات سے محض تمہارا امتحان مقصود تھا۔ تو سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے' جو گویا تعظیم اور اطاعت کا اظہار تھا۔

ہرقل کے بارے میں بعض لوگ اسلام کے بھی قائل ہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ باوجود رغبت کے وہ اسلام قبول نہ کر سکا۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کے عہد یعنی گیارہویں صدی ہجری تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک ہرقل کی اولاد میں محفوظ تھا اور اس کو [illegible] سمجھ کر بڑے اہتمام سے سونے کے صندوقچے میں رکھا گیا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ: و اوصانا آباء نا مادام هذا الکتاب عندنا لا یزال الملک فینا فنحن نحفظه غایة الحفظ و نعظمه و نکتمه عن النصاریٰ لیدوم الملک فینا انتهی۔ (فتح الباری)

ابوسفیان آخر وقت میں جب کہ مکہ فتح ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کر کے فدائیان اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لعمرک انی یوم احمل رایة تغلب خیل اللات خیل محمد
فکا لمدلج الحیران اظلم لیلة فهذا اوانی حین اهدی فاهتدے
هدا نی هاد غیر نفسی و دلنی الی الله من طردته کل مطرد

"قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت) کا لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر پر غالب آ جائے ان دنوں میں خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھی راہ اختیار کر لوں' مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور خدا کا راستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جسے میں نے پورے طور پر دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔"

متفرقات: ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جس مدت صلح کا ذکر کیا تھا۔ اس سے صلح حدیبیہ کی دس سالہ مدت مراد ہے۔
ہرقل نے کہا تھا کہ وہ آخری نبی عرب میں سے ہو گا۔ یہ اس لیے کہ یہود و نصاریٰ یہی گمان کئے ہوئے تھے کہ آخری نبی بھی بنی اسرائیل ہی سے ہو گا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کو بھلا دیا تھا کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا ایک پیغمبر میری طرح

پیدا کرے گا۔

اور اشعیاء نبی کی اس بشارت کو بھی فراموش کر دیا تھا کہ فاران یعنی مکہ کے پہاڑوں سے اللہ ظاہر ہوا۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام کی اس بات کو بھی وہ بھول چکے تھے کہ جس پتھر کو معماروں نے کونے میں ڈال دیا تھا' وہی محل کا صدر نشین ہوا۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مقدس گیت کو بھی وہ فراموش کر چکے تھے کہ "وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے' میرا خلیل' میرا حبیب یہی ہے۔ وہ دس ہزار قدوسیوں کے درمیان جھنڈے کے مانند کھڑا ہوتا ہے اے یروشلم کے بیٹو!

یہ جملہ بشارات یقیناً حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھیں۔ مگر یہود و نصاریٰ ان کو عناداً بھول چکے تھے۔ اسی لئے ہرقل نے ایسا کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نامہ مبارک میں آیت کریمہ ﴿ ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من د ون الله ﴾ (آل عمران : ۶۴) کا استعمال اس لیے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں اور بہت سے امراض کے ساتھ تقلید جامد کا مرض بھی بری طرح داخل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی تقلید میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ ان ہی کا فتویٰ ان کے لئے آسمانی وحی کا درجہ رکھتا تھا۔

ہمارے زمانے کے مقلدین جامدین کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو کتنی ہی قرآنی آیات یا احادیث نبوی دکھلاؤ' قول امام کے مقابلہ میں ان سب کو رد کر دیں گے۔ اسی تقلید جامد نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا۔ ﴿ انا لله ثم انا لله ﴾ حنفی شافعی ناموں پر جنگ و جدال اس تقلید جامد ہی کا ثمرہ ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہرقل اور اس کے دوست ضغاطر نے اسلام قبول کرنا چاہا تھا۔ مگر ہرقل اپنی قوم سے ڈر گیا اور ضغاطر نے اسلام قبول کر لیا اور روم والوں کو اسلام کی دعوت دی مگر رومیوں نے ان کو شہید کر دیا۔

ابوسفیانؓ نے رومیوں کے لیے بنو اصفر (زرد نسل) کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ روم کے جد اعلیٰ نے جو روم بن عیص بن اسحاقؑ تھے ایک حبشی شہزادی سے شادی کی تھی۔ جس سے زرد یعنی گندم گوں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی لیے ان کو بنو الاصفر کہا گیا۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

آداب مراسلت و طریق دعوت اسلام کے لئے نامہ مبارک میں ہمارے لئے بہت سے اسباق ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تبلیغ کے لئے تحریری کوشش کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

دعوت حق کو مناسب طور پر اکابر عصر کے سامنے رکھنا بھی مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ مختلف الخیال اقوام و ملل اگر مسائل مشترکہ میں اتحاد و عمل سے کام لیں تو یہ بھی عین منشائے اسلام ہے۔

ارشاد نبوی (فان علیک اثم الیریسین) سے معلوم ہوا کہ بڑوں کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یریسین کاشتکاروں کو کہتے ہیں۔ ہرقل کی رعایا کاشتکاروں ہی پر مشتمل تھی۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر آپ نے دعوت اسلام قبول نہ کی اور آپ کی متابعت میں آپ کی رعایا بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئی تو ساری رعایا کا گناہ آپ کے سر ہو گا۔

ان تفصیلی معلومات کے بعد ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک منگایا جو عظیم بصریٰ کی معرفت ہرقل کے پاس پہنچا تھا۔ جس کا مضمون اس طرح شروع ہوتا تھا۔

((بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم)) اسے سن کر ہرقل کا بھتیجا بہت ناراض ہوا اور چاہا کہ نامہ مبارک کو چاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس میں شہنشاہ روم کے نام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو فوقیت دی گئی ہے اور شہنشاہ کو بھی صرف عظیم الروم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ آپ مالک الروم و سلطان الروم ہیں۔

ہرقل نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ خط میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ میں مالک نہیں ہوں' مالک تو صرف خداوند کریم ہے۔

رہا اپنے نام کا تقدم سو اگر وہ واقعتاً نبی ہیں تو واقعی ان کے نام کو تقدیم کا حق حاصل ہے۔ اس کے بعد نامہ مبارک پڑھا گیا۔

ابن ناطور شام میں عیسائی لاٹ پادری اور وہاں کا گورنر بھی تھا۔ ہرقل جب حمص سے ایلیا آیا تو ابن ناطور نے ایک صبح کو اس کی حالت متغیر و متفکر دیکھی۔ سوال کرنے پر ہرقل نے بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ میرے ملک پر ملک الختان (ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ) کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ہرقل فطری طور پر کاہن تھا اور علم نجوم میں مہارت تام رکھتا تھا۔ منجمین کا عقیدہ تھا کہ برج عقرب میں قران السعدین کے وقت آخری نبی کا ظہور ہو گا۔ برج عقرب وہ ہے جب اس میں چاند اور سورج دونوں مل جاتے ہیں تو یہ وقت منجمین کے نزدیک قران السعدین کہلاتا ہے اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ یہ قران ہر بیس سال کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت بھی قران السعدین میں ہوئی اور آپؐ کے سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی جس وقت رکھا گیا وہ قران السعدین کا وقت تھا۔ فتح مکہ کے وقت بھی سعدین برج عقرب میں جمع تھے۔ ایسے موقع پر ہرقل کا جواب اس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے مصاحبین سے معلوم کیا کہ ختنے کا رواج کس ملک اور کس قوم میں ہے؟ چنانچہ یہودیوں کا نام لیا گیا اور ساتھ ہی ان کے قتل کا بھی مشورہ دیا گیا کہ حاکم غسان حارث بن ابی تامر نے ایک آدمی (یہ شخص خود عرب کا رہنے والا تھا جو غسان کے بادشاہ کے پاس آنحضرت ﷺ کی خبر دینے گیا' اس نے اس کو ہرقل کے پاس بھجوا دیا' یہ مختون تھا) کی معرفت ہرقل کو تحریری خبر دی کہ عرب میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں۔ جب یہ معزز قاصد ہرقل کے پاس پہنچا۔ تو ہرقل نے اپنے خواب کی بنا پر معلوم کیا کہ آنے والا قاصد فی الواقع مختون ہے۔ ہرقل نے اسی کو اپنے خواب کی تعبیر قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مدعی رسالت میری راجدھانی تک جلد ہی سلطنت حاصل کر لے گا۔

اس کے بعد ہرقل نے بطور مشورہ ضغاطر کو اٹلی میں خط لکھا اور ساتھ میں مکتوب نبوی بھی بھیجا۔ یہ ہرقل کا ہم سبق تھا۔ ضغاطر کے نام یہ مکتوب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہی لے کر گئے تھے اور ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ خط ضغاطر کو تنہائی میں دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس نے نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا اور جواب میں ہرقل کو لکھا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ فی الواقع حضرت محمد ﷺ نبی و رسول موعود ہیں۔ درباری لوگوں نے ضغاطر کا اسلام معلوم ہونے پر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ واپس ہرقل کے دربار میں گئے اور ماجرا بیان کیا۔ جس سے ہرقل بھی اپنی قوم سے ڈر گیا۔ اس لئے دروازوں کو بند کر کے دربار منعقد کیا تاکہ ضغاطر کی طرح اس کو بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ درباریوں نے نامہ مبارک اور ہرقل کی رائے سن کر مخالفت میں شور و غوغا برپا کر دیا۔ جس پر ہرقل کو اپنی رائے بدلنی پڑی اور بالآخر کفر ہی پر دنیا سے رخصت ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو حدیث انما الاعمال بالنیات اور آیت کریمہ انا اوحینا الیک سے شروع فرمایا تھا اور اس باب کو ہرقل کے قصہ اور نامہ نبوی پر ختم فرمایا اور ہرقل کی بابت لکھا کہ فکان ذالک اٰخرشان ھرقل یعنی ہرقل کا آخری حال یہ ہوا۔

اس میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اشارتاً فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت کی درستگی کے ساتھ اپنی آخری حالت کو درست رکھنے کی فکر کرے کہ اعمال کا اعتبار نیت اور خاتمہ پر ہے۔ شروع کی آیت شریفہ ﴿ انا اوحینا الیک ﴾ الآیۃ میں حضرت محمد ﷺ اور آپ سے قبل جملہ انبیاء و رسل صلی اللہ علیہم کی وحی کا سلسلہ عالیہ ایک ہی رہا ہے اور سب کی دعوت کا خلاصہ صرف اقامت دین و اتفاق باہمی ہے۔ اسی دعوت کو دہرایا گیا اور بتلایا گیا کہ عقیدہ توحید پر جملہ ملل و ادیان کو جمع ہونے کی دعوت پیش کرنا ہی اسلام کا اولین مقصد ہے اور بنی نوع انسان کو انسانی غلامی کی زنجیروں سے نکال کر صرف ایک خالق مالک فاطر السموات و الارض کی غلامی میں داخل ہونے کا پیغام دینا تعلیمات محمدی ﷺ کا لب لباب ہے۔ اقامت دین یہ کہ صرف خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت' بندگی' اطاعت' فرمانبرداری کی جائے اور جملہ ظاہری و باطنی معبودان باطلہ سے منہ موڑ لیا جائے۔ اقامت دین کا صحیح مفہوم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے۔

ہرقل کافر تھا مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں اس کو ایک معزز لقب "عظیم الروم" سے مخاطب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق فاضلہ و تہذیب کے دائرہ میں خطاب کرنا سنت نبوی ہے۔ (ﷺ)

الحمد للہ باب بدء الوحی کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ والحمد لله اولاً و اخرا ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا امين.

۲- کتاب الایمان

کتاب ایمان کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ))

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ. وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ﴾ ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾، ﴿وَيَزِيْدُ اللهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوا هُدًى﴾، ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوا زَادَهُمْ هُدًى وَّآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ ﴿وَيَزْدَادُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِيْمَانًا﴾ وَقَوْلِهِ: ﴿أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا﴾ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا زَادَهُمْ إِلاَّ إِيْمَانًا وَّتَسْلِيمًا﴾. وَالْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ مِنَ الْإِيْمَانِ.

وكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ

۱۔ یہ باب

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تشریح سے متعلق ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اور ایمان کا تعلق قول اور فعل ہر دو سے ہے اور وہ بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور زیادتی ہو۔" (سورۂ فتح: ۴) اور فرمایا کہ ہم نے ان کو ہدایت میں اور زیادہ بڑھا دیا (سورۂ کہف: ۱۳) اور فرمایا کہ جو لوگ سیدھی راہ پر ہیں ان کو اللہ اور ہدایت دیتا ہے (سورۂ مریم: ۷۶) اور فرمایا کہ جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ نے اور زیادہ ہدایت دی اور ان کو پرہیز گاری عطا فرمائی (سورۂ محمد: ۱۷) اور فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہوا (سورۂ مدثر: ۳۱) اور فرمایا کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا؟ فی الواقع جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا (سورۂ توبہ: ۱۲۴) اور فرمایا کہ منافقوں نے مومنوں سے کہا کہ تمہاری بربادی کے لیے لوگ بکثرت جمع ہو رہے ہیں' ان کا خوف

عَدِيٍ: أَنَّ لِلْإِيْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا وَسُنَنًا، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيْمَانَ. فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ.

کرو۔ پس یہ بات سن کر ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور ان کے منہ سے یہی نکلا ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ (سورۂ آل عمران : ۱۷۳) اور فرمایا کہ ان کا اور کچھ نہیں بڑھا' ہاں ایمان اور اطاعت کا شیوہ ضرور بڑھ گیا۔ (سورۂ احزاب : ۲۲) اور حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ کی راہ میں محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے دشمنی کرنا ایمان میں داخل ہے (رواہ ابو داؤد عن ابی امامۃ) اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ [1] نے عدی بن عدی کو لکھا تھا کہ ایمان کے اندر کتنے ہی فرائض اور عقائد ہیں۔

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان اموی قرشی خلفائے راشدین میں خلیفہ خامس ہیں جن کو مطابق حدیث مجدد اسلام میں پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ ۹۹ھ میں مسند خلافت پر اس وقت متمکن ہوئے کہ بنو امیہ کے دور خلافت نے ہر چہار اطراف میں مظالم و مفاسد کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ نے گدی نشین ہوتے ہی جملہ مظالم کا خاتمہ کر کے شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر جمع فرما دیا۔ علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دن چرواہے نے شور کیا۔ اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے آہ بھر کر کہا کہ خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا آج انتقال ہو گیا ہے اسی لیے میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیے نے میری بکری پر حملہ کر دیا۔ تحقیق کی گئی تو جو وقت بھیڑیے کے بکری پر حملہ کرنے کا تھا وہی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ خامس راشد کے انتقال کا تھا۔

آپ کا سن وفات ۱۰۱ھ ہے۔ آپ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصہ میں اسلام اور ملت کی وہ تعمیری خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ احادیث نبوی (فداہ روحی) کی جمع و ترتیب کے لئے آپ نے ایک منظم اقدام فرمایا۔ بعد میں جو کچھ اس فن شریف میں ترقیاں ہوئیں وہ سب آپ ہی کی مساعی جمیلہ کے نتائج ہیں۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں بنو امیہ کی وہ جائیدادیں بحق بیت المال ضبط کر لیں جو انہوں نے ناجائز طریقوں سے حاصل کی تھیں اور وہ جملہ اعلیٰ سامان بھی بیت المال میں داخل کر دیئے جو لوگوں نے ظلم و جور کی بنا پر جمع کئے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ کے گلے میں ایک قیمتی ہار دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی اسے بیت المال کے حوالہ کر دو۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ تو مجھ کو میرے باپ عبدالملک بن مروان نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ چنانچہ اطاعت شعار نیک خاتون نے خود ہی اپنا وہ ہار بھی بیت المال میں داخل کر دیا۔

ایک دفعہ ایک خواب دیکھنے والے نے آپ کو جناب نبی کریم ﷺ کے بے حد قریب دیکھا حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ قریب دیکھا دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا کہ صدیقؓ و فاروقؓ نے ایسے وقتوں میں انصاف سے حکومت کی جب کہ وہ انصاف ہی کا دور تھا اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایسے وقت میں انصاف کو پھیلایا جب کہ انصاف کا دور دورہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے دور خلافت میں ہر رات سجدہ ریز رہتے اور رو رو کر دعا کرتے کہ خداوند قدوس! اے قادر قیوم مولا! جو ذمہ داری تو نے مجھ پر ڈالی ہے اس کو پورا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما---- کہتے ہیں کہ بنو امیہ میں سے کسی ظالم نے آپ کو زہر کھلا دیا تھا' یہی آپ کی وفات کا سبب ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: ﴿وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾. وَقَالَ مُعَاذٌ: اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً.

اور حدود ہیں اور مستحب و مسنون باتیں ہیں جو سب ایمان میں داخل ہیں۔ پس جو ان سب کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جو

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: الْيَقِيْنُ الإِيْمَانُ كُلُّهُ
وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لاَ يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ.
وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا اَوْحَيْنَاكَ. ﴾ يَا مُحَمَّدُ وَإِيَّاهُ دِيْنًا وَاحِدًا.
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾: سَبِيْلاً وَسُنَّةً.

پورے طور پر ان کا لحاظ رکھے نہ ان کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ان سب کی تفصیلی معلومات تم کو بتلاؤں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مر ہی گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں زندہ رہنے کی خواہش بھی نہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔" اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک صحابی (اسود بن بلال نامی) سے کہا تھا کہ ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ایک گھڑی ہم ایمان کی باتیں کرلیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ یقین پورا ایمان ہے (اور صبر آدھا ایمان ہے۔ رواہ الطبرانی) اور عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ بندہ تقویٰ کی اصل حقیقت یعنی کہنہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ جو بات دل میں کھٹکتی ہو اسے بالکل چھوڑ نہ دے۔ اور مجاہدؒ نے آیت کریمہ ﴿ شرع لکم من الدین ﴾ الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ (اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا جو حضرت نوحؑ کے لیے ٹھہرایا تھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد! ہم نے تم کو اور نوحؑ کو ایک ہی دین کے لئے وصیت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿ شرعة و منهاجا ﴾ کے متعلق فرمایا کہ اس سے سبیل سیدھا راستہ اور سنت (نیک طریقہ) مراد ہے۔ اور سورۂ فرقان کی آیت میں لفظ دعاء کم کے بارے میں فرمایا کہ ایمانکم اس سے تمہارا ایمان مراد ہے۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو وحی اور اس کی تفصیل اور اس کی عظمت و صداقت کے ساتھ شروع فرمایا جس کے بعد ضروری تھا کہ دین و شریعت کی اولین بنیاد پر روشنی ڈالی جائے جس کا نام شرعی اصطلاح میں "ایمان" ہے۔ جو خدا اور بندے کے درمیان ایک ایسی کڑی ہے کہ اس کو دین کا اولین درجہ اور آخری درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ایمان ہی دارین میں کامیابی کی کنجی ہے۔ حقیقی عزت و رفعت اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے بھی اپنی کتاب کو کتاب الایمان ہی سے شروع فرمایا ہے۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں۔ " وقدمه لانه افضل الامور على الاطلاق واشرفها ولانه اول واجب على المكلف ولانه شرط لصحة العبادات المتقدمة على المعاملات"۔ یعنی "ذکر ایمان کو اس لئے مقدم کیا کہ ایمان جملہ امور پر مطلقاً افضلیت کا درجہ رکھتا ہے اور ہر مکلف پر یہ پہلا واجب ہے اور عبادات کی صحت اور قبولیت کے لیے ایمان بمنزلہ شرط اول کے ہے۔"

اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باب بدء الوحی کے بعد کتاب الایمان سے اپنی جامع صحیح کا افتتاح کیا ہے۔ فتح الباری میں ہے۔ ولم

یستفتح المصنف بدء الوحی بکتاب الایمان لان المقدمة لا تستفتح بما یستفتح به غیرھا لا نھا تنطوی علی مایتعلق بما بعدھا

لفظ "ایمان" امن سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی سکون اور ایمان کے ہیں۔ امن لغوی حیثیت سے اس کو کہا جائے گا کہ لوگ اپنی جانوں اور مالوں اور عزت آبرو کے بارے میں سکون اور اطمینان و امن محسوس کریں جیسا کہ حدیث نبوی ہے المومن من امنه الناس علی دماء ھم واموالھم مومن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں رہیں۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے بھی ہیں جیسا کہ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے ذکر میں وارد ہوا ہے۔ ﴿ وما انت بمومن لنا ولو کنا صدقین ﴾ (یوسف : ۱۷) یعنی اے ابا جان! ہم جو کچھ بھی (بن یا مین) کے بارے میں عرض کر رہے ہیں آپ (اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر) اس کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اگرچہ ہم کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں۔ یہاں ایمان تصدیق کے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کسی کی بات پر ایمان لانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنی تکذیب کی طرف سے مطمئن کر دیتے ہیں اور اس کی امانت و دیانت پر پورا اعتماد ثابت کر دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔ والایمان لغة التصدیق و شرعا تصدیق الرسول بما جاء به عن ربه و ھذا المقدر متفق علیه یعنی ایمان لغت میں مطلق تصدیق کا نام ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہیں کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے اصول و احکام و ارکان دین لے کر آئے ان سب کی تصدیق کرنا سب کی سچائی دل میں بٹھانا۔ یہاں تک ایمان کے لغوی معنی و شرعی معانی پر سب کا اتفاق ہے۔ تفصیلات میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کی تفصیل مشہور مؤرخ اسلام محمد ابو زہرہ پروفیسر لاء کالج فواد یونیورسٹی مصر کے لفظوں میں یہ ہے جس کا اردو ترجمہ "سیرت امام احمد بن حنبلؒ" سے درج ذیل ہے۔

ایمان کی حقیقت ایسا مسئلہ ہے جو اپنے اندر متعدد اختلافی پہلو رکھتا ہے اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ اس نے متعدد فرقے پیدا کر دیئے، جہمیہ کا خیال ہے کہ ایمان معرفت کا نام ہے، اگرچہ وہ عمل سے ہم آہنگ نہ ہو۔ انہوں نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ معرفت کے ساتھ اذعان بھی واجب ہے۔ معتزلہ کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص کبائر کا ارتکاب کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا اگرچہ وحدانیت خداوندی پر عقیدہ رکھتا ہو اور محمد ﷺ کو خدا کا رسول مانتا ہو۔ لیکن وہ کافر بھی نہیں ہوتا یعنی نہ پورا مومن نہ پورا کافر بلکہ ان دونوں کے بین بین۔ خوارج کا خیال ہے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا مومن نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ عمل ایمان کا جزو ہے۔ ضروری تھا کہ محدثین اور فقہاء اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے اور ظاہر ہے ان کی روش یہی ہو سکتی تھی کہ وہ عقل مجرد پر اعتماد کرنے کی بجائے کتاب و سنت پر بھروسا کریں، پھر اس بارے میں ان کی آراء باہم ایک دوسرے سے گو زیادہ بعید نہیں ہیں تاہم کسی نہ کسی حد تک مخالف ضرور ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان غیر متزلزل اعتقاد کا نام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس اعتقاد کی علامت صرف یہ ہے کہ آدمی خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اقرار کرے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک ایمان ایک ایسی مجرد حقیقت کا نام ہے جو بجائے خود کامل ہوتی ہے اور کمی زیادتی قبول نہیں کرتی۔ حضرت ابو بکرؓ کا ایمان بھی ویسا ہی ہے جیسا تمام مسلمانوں کا۔ حضرت ابو بکر کو جو فضیلت حاصل ہے وہ عمل کی بنا پر ہے (نہ کہ ایمان کی بنا پر) اور اس بنا پر کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو منجملہ دس لوگوں کے جنت کی بشارت دی تھی۔ اب اس کے بعد مسلمانوں کے اقدار کا باہمی تفاوت صرف عمل اور تعمیل حکم الٰہی اور اجتناب نواہی کی بنا پر رہ گیا۔

امام مالکؒ کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اذعان کا لیکن ان کے نزدیک ایمان میں زیادتی ممکن ہے اس لئے کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ جس طرح امام مالکؒ کے نزدیک ایمان میں اضافہ ہو سکتا ہے، اسی طرح کبھی وہ اس کی کمی کی صراحت بھی کر دیتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمی کی صراحت سے وہ رک گئے کیونکہ انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ایمان نام ہے قول و عمل کا وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ حافظ ابن الجوزی کی کتاب المناقب میں وارد ہوا ہے

کہ امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے' ایمان نام ہے قول و عمل کا' وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ نیکو کاری تمام تر ایمان ہی ہے اور معاصی سے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ نیز وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے' اہل السنت والجماعت مومن کی صفت یہ ہے کہ اس امر کی شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' وہ یکتا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں۔ نیز یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز دوسرے انبیاء و رسل جو کچھ لائے ہیں ان کا اقرار کرے۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے ظاہر ہو وہ اس کے قلب سے ہم آہنگ ہو۔ پس ایسے آدمی کے ایمان میں کوئی شک نہیں (حیات امام احمد بن حنبلؒ' ص: ۲۱۶' ۲۱۷)

مسلک محدثین و جمہور ائمہ اہل السنت والجماعت: ایمان کے بارے میں جمہور ائمہ اہل سنت وجملہ محدثین کرام سب کا مسلک یہی ہے جسے علامہ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل فرمایا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ایمان مدلل طور اسی کو بیان فرمایا ہے۔ امام ابن عبدالبر "تمہید" میں فرماتے ہیں:

اجمع اهل الفقه والحديث على ان الايمان قول و عمل و لا عمل الا بنية قال والايمان عندهم يزيد بالطاعة و ينقص بالمعصية والطاعات كلها عندهم ايمان الاماذكرعن ابىْ حنيفة واصحابه فانهم ذهبوا الى ان الطاعات الاتسمى ايمانا قالوا انما الايمان تصديق والاقراروامنهم من زادالمعرفة وذكر ما احتجوابه الى ان قال واما سائر الفقهاء من اكمل الراى والاثار بالحجاز والعراق والشام و مصر منهم مالك بن انس والليث بن سعد و سفيان الثورى والاوزاعى والشافعى و احمد بن حنبل واسحق بن راهويه وابوعبيد القاسم بن سلام وداود بن على و من سلك سبيلهم قالوا الايمان قول و عمل قول باللسان و هوالاقرار و اعتقاد بالقلب و عمل بالجوارح مع الاخلاص بالنية الصادقة وقالوا كل مايطاع الله به من فريضة ونافلة فهو من الايمان قالوا والايمان يزيد بالطاعات وينقص بالمعاصى --- و هذا مذهب الجماعة من اهل الحديث والحمدلله

علامہ ابن عبدالبر کی اس جامع تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل فقہ اور اہل حدیث سب کا اجماع ہے کہ ایمان قول اور عمل پر مشتمل ہے اور عمل کا اعتبار نیت پر ہے۔ ایمان نیکیوں سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے اور نیکیاں جس قدر بھی ہیں وہ سب ایمان ہیں' ہاں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ طاعات کا نام ایمان نہیں رکھا جا سکتا' ایمان صرف تصدیق اور اقرار کا نام ہے بعض نے معرفت کو بھی زیادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ جملہ فقہائے اہل الرائے و اہل حدیث حجازی' عراقی و شامی و مصری ہیں۔ سب یہی کہتے ہیں' (جن میں سے کچھ بزرگوں کے اسمائے گرامی علامہ نے یہاں نقل بھی فرمائے ہیں) کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل میں اعتقاد رکھنا اور جوارح سے نیت صادقہ کے ساتھ عمل کرنا ہے اور عبادات و طاعات فرض ہوں یا نفل سب ایمان ہیں۔ اور ایمان نیکیوں سے بڑھتا اور برائیوں سے گھٹتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے والحمد للہ۔ سلف امت سے اس قسم کی تصریحات اس قدر منقول ہیں کہ ان سب کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ یہاں مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ وفيه كفاية لمن له دراية

فرقہ مرجیہ: ایمان کے متعلق جملہ محدثین کرام و ائمہ ثلاثۃ اہل السنت والجماعت سے اگرچہ فرقہ خوارج اور معتزلہ نے کافی اختلافات کئے ہیں۔ مگر سب سے بدترین اختلاف وہ ہے جو فرقہ مرجیہ نے کیا۔

صاحب ایضاح البخاری لکھتے ہیں "بسیط ماننے والوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تصدیق ہے۔ اعمال اور اقرار ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔ امام اعظم اور فقہاء علیہم الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔ لیکن اعمال ایمان کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اور مرجیہ کہتے ہیں کہ اعمال بالکل غیر ضروری ہیں۔ ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنا اور کھانا کھانا دونوں برابر ہیں۔ بسیط ماننے والوں میں دوسری جماعت مرجیہ اور کرامیہ کی ہے۔ جو صرف اقرار کو ایمان کی حقیقت بتلاتے ہیں۔ تصدیق اور اعمال اس کا جزو نہیں۔ صرف یہ شرط کہ اقرار لسانی کے ساتھ دل میں انکار نہ ہونا چاہئے۔ (ایضاح البخاری' ج ۲' ص:

(۱۳۲

اس لیے اسلاف امت نے فرقہ مرجیہ کے خلاف بڑے ہی سخت بیانات دیئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں المرجیة اخوف علی ھذہ الامة من الخوارج ۔ یعنی امت کے لئے مرجیہ کا فتنہ فتنہ خوارج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں ما ابتدع فی الاسلام بدعة اضر علی اھله من الارجاء یعنی اسلام میں فتنہ ارجاء سے بڑھ کر نقصان رساں اور کوئی بدعت پیدا نہیں ہوئی۔ یحیٰ ابن ابی کثیر اور قتادہ فرماتے ہیں لیس شیئی من الاھواء اشد عند ھم علی الامة من الارجاء یعنی مرجیہ سے بڑھ کر خواہش پرستی کا اور کوئی فتنہ جو انتہائی خطرناک ہو امت میں پیدا نہیں ہوا۔ قاضی شریک نے کہا ہے المرجیة اخبث قوم حسبک بالرافضة ولکن المرجیة یکذبون علی اللہ یعنی فرقہ مرجیہ بہت ہی گندی قوم ہے جو روافض سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جو خدا پر جھوٹ باندھنے میں ذرا بھی باک نہیں محسوس کرتے۔ امام سفیان ثوری، امام وکیع، امام احمد بن حنبل، امام قتادہ، امام ایوب سختیانی اور بھی بہت سے ائمہ اہل سنت رحمہم اللہ اجمعین نے ایسی ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مرجیہ میں جو بہت ہی غالی قسم کے لوگ ہیں ان کا کہنا یہاں تک ہے کہ جس طرح حالت کفر میں کوئی نیکی نفع بخش نہیں اسی طرح حالت ایمان میں کوئی بھی گناہ مضر نہیں اور یہ بدترین قول ہے جو اسلام میں کہا گیا ہے۔ (لوامع انوار البہیہ)

ایمان کے بسیط اور مرکب کی بحث میں علامہ سندھی رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ والسلف کانوا یتبعون الواردو لا یلتفتون الی نحوتلک المباحث الاکلام الکلامیة استخرجھا المتاخرون یعنی سلف صالحین صرف ان آیات و احادیث کی اتباع کو کافی جانتے تھے جو ایمان سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ ان مباحث کلامیہ کی طرف قطعی التفات نہیں کرتے تھے جن کو متاخرین نے ایجاد کیا ہے۔

ایمان بہرحال تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بدنی ہر سہ سے مرکب ہے اور یہ تینوں باہمی طور پر اس قدر لازم و ملزوم ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اگر الگ کر دیا جائے تو ایمان حقیقی جس سے عنداللہ نجات ملنے والی ہے وہ باقی نہیں رہ جاتا۔

حضرت العلامہ مولانا شیخ الحدیث صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ: حضرت العلامہ مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''ایمان'' سے متعلق ایک بہترین جامع تبصرہ فرمایا ہے، جو جستہ جستہ درج ذیل ہے۔

فرماتے ہیں: وانما عنون به مع ذکرہ الاسلام ایضا لا نھما بمعنی واحد فی الشرع یعنی کتاب الایمان کے عنوان کے تحت اسلام کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام شریعت میں ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ اختلفوا فیه علی اقوال کے تحت حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ فقال الحنفیة الایمان ھو مجرد تصدیق النبی صلی اللہ علیه وسلم فیما علم مجیئه به بالضرورة تفصیلا فی الامور التفصیلیة و اجمالا فی الامور الاجمالیة تصدیقا جازما ولو بغیر دلیل فالایمان بسیط عندھم غیر مرکب لا یقبل الزیادة والنقصان من حیث الکمیة الخ یعنی حنیفہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق مجرد کا نام ایمان ہے۔ تفصیلی امور میں تفصیلی طور پر اور اجمالی امور میں اجمالی طور پر جو کچھ آپ احکام ضرور یہ لے کر تشریف لائے سب کی تہہ دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ احناف کے نزدیک ایمان مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے اور وہ کمیت کے اعتبار سے زیادتی اور کمی کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں فرقہ مرجیہ ضالہ کی زد سے بچنے کے لیے وہ بھی اہل سنت و جملہ محدثین کی طرح اعمال کو تکمیل ایمان کی شرط قرار دیتے اور کمال ایمان کے لیے ضروری اجزا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور دیگر اہل سنت کے درمیان اس بارے میں صرف نزاع لفظی ہے۔ (رسالہ ایمان و عمل مولانا حسین احمد مدنیؒ ص: ۲۳)

حضرت شیخ الحدیث آگے مرجیہ سے متعلق فرماتے ہیں وقال المرجیة ھو اعتقاد فقط والاقرار باللسان لیس برکن فیه ولاشرط فجعلوا العمل خارجا من حقیقة الایمان کالحنفیة و انکروا اجزئیته الا ان الحنفیة اھتموابه وحرضوا علیه وجعلوہ سببا ساریافی نماء

الایمان واما المرجیة فهدروه و قالوا لاحاجة الی العمل ومدارا النجاة هو التصدیق فقط فلا یضر المعصیة عندهم مع التصدیق

اور فرقہ ضالہ مرجیہ نے کہا کہ ایمان فقط اعتقاد کا نام ہے۔ اس کے لیے زبانی اقرار نہ رکن ہے نہ شرط ہے۔ حنفیہ نے بھی عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کیا ہے اور اس کی جزئیت کا انکار کیا ہے۔ مگر حنفیہ نے عمل کی اہمیت کو مانا ہے اور اس کے لیے رغبت دلائی اور ایمان کے نشونما میں عمل کو ایک مؤثر سبب تسلیم کیا ہے۔ مرجیہ نے عمل کو بالکل باطل قرار دیا اور کہا کہ عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نجات کا دارومدار فقط تصدیق پر ہے جس کے بعد کوئی بھی گناہ مضر نہیں ہے۔ (غالباً حضرت مولانا مدنی صاحب مرحوم کے حوالہ مذکور کا بھی یہی منشا ہے) آگے کرامیہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں۔ وقال الكرامية هو نطق فقط فالاقرار باللسان يكفي للنجاة عندهم سواء وجد التصديق ام لا یعنی مرجیہ کے خلاف کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے جو نجات کے لئے کافی ہے۔ تصدیق کی جائے یا نہ۔

آگے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: وقال السلف من ائمة الثلاثة مالك والشافعي واحمد وغيرهم من إصحاب الحديث هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالاركان فالايمان عندهم مركب ذواجزاء والاعمال داخلة في حقيقة الايمان ومن ههنا نشالهم القول بالزيادة والنقصان بحسب الكمية الخ۔

یعنی سلف امت ائمہ ثلاثہ مالکؒ و شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ اور دیگر اصحاب الحدیث کے نزدیک ایمان دل کے اعتقاد اور زبان کے اقرار اور ارکان کے عمل کا نام ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک ایمان مرکب ہے جس کے لئے مذکورہ اجزاء ضروری ہیں اور اعمال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اس دعویٰ پر ان کے یہاں بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی دلیل ہیں۔ جن کو امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں اور علامہ ابن تیمیہؒ نے کتاب الایمان میں بیان فرمایا ہے اور مذہب حق یہی ہے۔ (مرعاۃ، جلد اول، ص: ۲۳ ملخصاً)

اس تفصیل کی روشنی میں حضرت علامہ مبارکپوری دامت برکاتہم آگے فرماتے ہیں۔ و قد ظهر من هذا ان الاختلاف بين الحنفية واصحاب الحديث اختلاف معنوی حقیقی لا لفظية كما توهم بعض الحنفية (مرعاة) یعنی ایمان کے بارے میں حنفیہ اور اہلحدیث کا اختلاف معنوی حقیقی ہے لفظی نہیں ہے جیسا کہ بعض حنفیہ کو وہم ہوا ہے۔

معتزلہ کے نزدیک ایمان عمل اور قول و اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ ان کے نزدیک کبائر کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن بلکہ کفر و ایمان کے درمیان ایک درجہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کبائر کا مرتکب بلا توبہ مرے گا تو وہ مخلد فی النار یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخی ہو گا۔ ان کے برخلاف خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ و صغیرہ ہر دو گناہوں کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ کفر اور ایمان کے درمیان اور کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ ان کے برخلاف اہل سنت ایمان کو جہاں اجزائے ثلاثہ سے مرکب اور قابل زیادت و نقصان مانتے ہیں وہاں ان کے نزدیک اعمال کو کمال ایمان کے لئے شرط بھی قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک مرتکب کبائر و تارک فرائض کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوں گے (فتح الباری وغیرہ)

مناسب ہو گا کہ اپنے محترم قارئین کرام کی مزید تفہیم کے لیے ہم ایمان سے متعلق ایک مختصر خاکہ اور پیش کر دیں۔

(۱) ایمان بسیط ہے صرف دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا جس کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کوئی نیکی مفید نہیں ہے۔ (مرجیہ)

(۲) ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو۔ زبانی اقرار نجات کے لیے کافی ہے۔ (کرامیہ)

(۳) ایمان بسیط ہے اور وہ صرف تصدیق کا نام ہے۔ اعمال اس میں داخل نہیں ہیں نہ وہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ ہاں اعمال ایمان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ (حنفیہ) (دیکھو ایضاح البخاری، ص: ۱۳۲)

(۴) ایمان اعتقاد اور عمل اور قول کا ایسا مجموعہ ہے جس کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بلا توبہ مرے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہے۔ گویا اللہ پر مطیع کا ثواب اور عاصی کا عذاب واجب ہے۔ (معتزلہ)

(۵) ایمان اعتقاد و عمل دونوں کا مجموعہ ہے جس کے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے۔ لہٰذا کبیرہ و صغیرہ ہر دو قسم کے گناہوں کا مرتکب جو توبہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ (خوارج)

(٦) ایمان قول و فعل کا ایک مجموعہ ہے جس کے لئے تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بالارکان ضروری ہے اور وہ ان اجزائے ثلاثہ سے مرکب ہے۔ وہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب بشرط صحت ایمان اللہ چاہے تو اسے بخش دے یا دوزخ میں سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کر دے۔ پس مرتکب کبائر کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہو گا۔ (اہل سنت والجماعت) اور یہی مذہب حق اور صائب ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ والسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان وارادوا بذالك ان الاعمال شرط فی كماله و من هنا نشا لهم القول بالزيادة والنقص كما سياتى والمرجئة قالوا هو اعتقاد ونطق فقط والكرامية قالوا هو نطق فقط والمعتزلة قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم و بين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطا فی صحته والسلف جعلوها شرطا فی كماله الخ (فتح الباری) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

ایک لطیف مکالمہ : ہمارے محترم مولانا الفاضل المناظر مولوی عبدالمبین منظر صاحب بستوی نے شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے استاد جبائی معتزلی کا وہ لطیف مکالمہ "عقائد اسلام" میں درج فرمایا ہے۔ جسے ایک لطیف مکالمہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ (یہ مکالمہ بہت سی کتب عقائد میں مذکور ہے) جس کا خلاصہ یہ کہ ایک دن شیخ ابوالحسن اشعریؒ نے جبائی سے پوچھا کہ آپ ان تین بھائیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک مطیع تابعدار مرا۔ دوسرا عاصی نافرمان اور تیسرا بچپن ہی میں مرگیا۔ جبائی نے جواباً کہا کہ پہلا شخص جنت میں دوسرا دوزخ میں اور تیسرا دونوں سے الگ۔ نہ جنت میں نہ دوزخ میں۔ اس پر ابوالحسن نے پوچھا کہ اگر تیسرا شخص اللہ سے عرض کرے کہ مجھے کیوں نہ زندگی عطا ہوئی کہ بڑا ہو کر نیکی کرتا اور جنت پاتا۔ تو اللہ کیا جواب دے گا۔ جبائی صاحب نے کہا کہ اللہ فرمائے گا میں جانتا تھا تو بڑا ہو گا تو نافرمانی کر کے جہنم میں داخل ہو گا۔ لہٰذا تیرے لئے بچپن ہی میں مرجانا بہتر تھا۔ ابوالحسن اشعری نے کہا اگر دوسرا عرض کرے کہ میرے رب تو نے مجھ کو کیوں نہ بچپن ہی میں موت دی کہ میں تیری نافرمانیوں سے بچ کر دوزخ سے نجات پاتا۔ تو آپ کے مذہب کے مطابق اللہ پاک کی طرف سے اس کو کیا جواب ملے گا؟

اس سوال کے بعد ابوعلی جبائی (معتزلی) لاجواب ہو گیا اور ابوالحسن اشعریؒ نے اپنے استاد جبائی کا مذہب ترک کر کے معتزلہ کی تردید اور ظاہر سنت کی تائید اور اثبات میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ کیا خوب کہا گیا ہے ؎

ماتریدی و اشعری ہمہ خوب لیک طور سلف بود مرغوب
چیست دانی عقائد ایشاں انتخاب فوائد ایشاں
پائے برپائے مصطفیٰ رفتن بسر خویش نے ز پا رفتن
پشت پا برزون بفہم جمیل بر قیاسات و ایں ہمہ تاویل

نسال الله النجاة يوم المعاد و ان يطهر قلوبنا عن قبائح الاعتقاد ونستغفر الله لنا ولكافة المسلمين من اهل الحديث والقران و اصحاب التوحيد والايمان ۔ آمين

چونکہ مذکورہ بالا تفصیلات میں کئی جگہ ایمان کے متعلق "حنفیہ" کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ اس سلسلے کی کچھ تفصیلات

ہم موجودہ اکابر علمائے احناف ہی سے نقل کر دیں۔ جس سے ناظرین کو مسلک محدثین کرام اور موجودہ اکابر علمائے احناف کے خیالات کے سمجھنے میں کافی مدد مل سکے گی۔

دیو بند سے بخاری شریف کا ایک ترجمہ معہ شرح ایضاح البخاری کے نام سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرت مولانا فخرالدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند و صدر جمعیت علمائے ہند کے افادات پر مشتمل ہیں ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مستند بیان اور نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ ذیل تفصیلات ہم لفظ بلفظ اسی ایضاح البخاری سے نقل کر رہے ہیں۔

ایمان میں کمی زیادتی کا بیان: امام بخاری رحمہ اللہ نے جس انداز سے مسئلہ شروع فرمایا ہے' اس کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اعتقاد قلبی' قول لسانی' افعال جوارح۔ کیونکہ جملہ وھو قول و فعل میں قول و فعل دونوں میں تعمیم ہو سکتی ہے۔ یا تو قول کو قول لسانی اور قول قلبی دونوں پر عام کر دیا جائے۔ مگر عرف عام میں قول کا لفظ صرف قول لسانی ہی پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کو بایں معنی قول قلبی پر بھی عام کیا جا سکتا ہے کہ دل میں تصدیق کا پیدا ہو جانا ایمان نہیں ہے بلکہ پیدا کرنا ایمان ہے اور جب قول دل اور زبان دونوں پر عام ہو گیا تو فعل سے مراد فعل جوارح ہو ہی جائے گا۔ ورنہ اگر قول کو صرف قول لسانی پر محدود کر دیا جائے تو لفظ فعل میں تعمیم کر دی جائے گی جو فعل قلبی اور فعل جوارح پر عام ہو جائے گا۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ تصدیق و اعتقاد کا مسئلہ تو اہل فن کے نزدیک مسلم تھا۔ اختلاف صرف زبان اور جوارح کے سلسلہ میں تھا۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ادھر ہی توجہ مبذول فرمائی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایمان میں تین چیزیں داخل ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایمان میں کمی زیادتی ممکن ہو گی۔ یہ کمی و بیشی بظاہر امام بخاری علیہ الرحمہ کی قائم کردہ ترتیب کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجزا کے اعتبار سے ہے۔ یعنی چونکہ ایمان ایک ذی اجزاء چیز ہے اور تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اس لئے ضروری کمی زیادتی کی قابلیت ہونی چاہئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے دعویٰ کے مطابق سلف کا بھی مذہب یہی ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جملہ اساتذہ سے یزید و ینقص ہی نقل کیا ہے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ اختلاف نظر آتا ہے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کیونکہ صرف امام ہی کی طرف لا یزید و لا ینقص کی نسبت کی گئی ہے۔ اور جمہور یزید و ینقص کے قائل ہیں گویا امام بساطت ایمان کے قائل ہیں اور جمہور ترکیب کے۔ اس لئے یہ ظاہر تردید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان قائلین تردید نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام حنیفہ رحمہ اللہ کا لا یزید و لا ینقص جمہور کے یزید و ینقص سے متعارض بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ حضرات اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو امام حنیفہ رحمہ اللہ کو ہدف بنانے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہوتا ہی ایسا آیا ہے۔

اس لئے اصل تو یہ ہے کہ امام حنیفہ رحمہ اللہ سے لا یزید و لا ینقص کا ثبوت ہی دشوار ہے۔ کیونکہ جن تصانیف پر اعتماد کر کے اس قول کی نسبت امام رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ تحقیق کی روشنی میں امام علیہ الرحمۃ کی جانب غلط ہے۔ مثلاً فقہ اکبر امام حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن سچ ہے کہ یہ امام کے تلمیذ ابو مطیع البلخی کی تصنیف ہے۔ جو فقہاء کے نظر میں بلند مرتبت سہی مگر محدثین کی نگاہ میں کمزور ہیں۔ اسی طرح العالم والمتعلم' الوصیۃ اور وسطین امام حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام رحمہ اللہ تک ان کی نسبت کی صحت میں کلام ہے۔ اور حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق امام حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کا رخ ہی یہ نہیں ہے کہ جس کو امام بخاری رحمہ اللہ سمجھ رہے ہیں۔ نیز ابراہیم بن یوسف تلمیذ امام ابو یوسف ؒ اور احمد بن عمران کا قول طبقات الحنفیہ میں موجود ہے کہ وہ ایمان کی کمی بیشی کے قائل تھے۔ الخ (ایضاح البخاری' ص: ۱۴۷ و ص: ۱۴۸)

آگے اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ بالفرض لا یزید و لا ینقص امام علیہ الرحمۃ ہی کا قول مان لیا جائے تو اس کی صحیح توجیہ کیا ہے۔ اس تفصیل سے چند امور روشنی میں آجاتے ہیں۔

(۱) ایمان کی کمی و بیشی کے متعلق یزید و ینقص ہی کا نظریہ جمہور کا نظریہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت لا یزید و لا ینقص جن کتابوں میں نقل ہے وہ کتابیں امام صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور ان کو حضرت امام کی طرف منسوب کرنا ہی غلط ہے۔ جیسا فقہ اکبر وغیرہ۔

(۳) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایمان میں کمی و بیشی کے قائل تھے۔ فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق

اس تفصیل کے بعد مسلک محدثین کی تغلیط میں اگر کوئی صاحب لب کشائی کرتے ہیں تو یہ خود ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جمہور سلف اور خود امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے متعلق صحیح موقف یہی ہے جو تفصیل بالا میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک سب مسلمانوں کو مسلک حق محدثین کرام پر زندہ رکھے اور اس پر موت نصیب کرے اور اس پر حشر فرمائے تاکہ قیامت کے دن شفاعت نبوی سے حصہ وافر نصیب ہو آمین یا رب العالمین۔

مقصد ترجمہ: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنی الاسلام علی خمس سے شروع فرمایا۔ جس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام عمل جوارح کا۔ مگر بطور عموم خصوص مطلق حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں اور نجات اخروی کے لیے باہمی طور پر لازم ملزوم ہیں۔ اسی لیے آپ نے دوسرا جملہ ایمان کے لیے یہ استعمال فرمایا و ھو قول و فعل یعنی وہ قول (زبان سے اقرار) اور فعل (یعنی اعمال صالحہ) ہے۔ تیسرا جملہ فرمایا و یزید و ینقص یعنی وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہو جاتا ہے۔ ان تینوں جملوں میں ہر پہلا جملہ دوسرے کے لئے بمنزلہ علت یا ہر دوسرا جملہ پہلے کے لیے بمنزلہ نتیجہ کے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے جسے دوسرے لفظوں میں اسلام کہنا چاہئے اور اس میں کمی و زیادتی کی صلاحیت ہے۔

کتاب الایمان والاسلام میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں الایمان والاسلام احدھما مرتبطۃ بالاخر فھما کشئی واحد لا ایمان لمن لا اسلام له و لا اسلام لمن لا ایمان له اذ لا یخلوالمسلم من ایمان به یصحح اسلامه و لا یخلوا المومن من اسلام به بحقق ایمانه یعنی ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں اور وہ ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔ کیونکہ جو اسلام کا پابند نہیں اس کا ایمان کا دعویٰ غلط ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں اس کا اسلام غلط ہے۔ مسلمان جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہو گا وہ کبھی بھی ایمان سے خالی نہیں ہو سکتا اور مومن جو حقیقی مومن ہو گا' اس کو اسلام کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ اسی سے اس کا ایمان متحقق ہو گا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کو بایں طور متعین کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں۔

(۲) ایمان میں قول و فعل داخل ہیں۔

(۳) ایمان میں کمی و زیادتی ہو سکتی ہے۔

امام برحق نے جو کچھ فرمایا ہے یہی جملہ سلف امت کا مسلک ہے۔ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و جملہ اماماں اسلام سب ان پر بالاتفاق عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں مرجیہ و کرامیہ وجہمیہ و معتزلہ و خوارج وروافض کو ان سے اختلاف ضرور ہے اور ان ہی کی تردید حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے۔

ضرورت تھی کہ اپنے دعاوی کو پہلے کتاب اللہ المجید سے ثابت کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس مقام پر قرآن شریف سے استدلال کے لئے آیات ذیل کو نقل فرمایا ہے۔ جن میں ایمان کو ہدایت و دعا وغیرہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کا صراحتاً ذکر موجود ہے۔

(۱) ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا

حَكِيْمًا ﴾ (الفتح : ۴)

وہ اللہ ہی تھا جس نے ایمان والوں کے دلوں میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) تسکین نازل فرمائی۔ تاکہ وہ اپنے سابقہ ایمان میں اور زیادتی حاصل کرلیں۔ اور زمین و آسمانوں کے سارے لشکر خدا ہی کے قبضے میں ہیں اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں واضح طور پر ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

(۲) ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴾ (الکھف: ۱۳)

"اصحاب کہف کی ہم صحیح صحیح خبریں آپ کو سناتے ہیں بلاشک وہ چند نوجوان تھے۔ جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے ہم نے ان کو ہدایت میں زیادتی عطا فرمائی۔"

یہ آیت کریمہ بھی صاف بتلا رہی ہے کہ ایمان و ہدایت میں بفضل اللہ تعالیٰ زیادتی ہوا کرتی ہے۔

(۳) ﴿ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ﴾ (مریم: ۷۶)

"جو لوگ ہدایت پر ہیں خدا ان کو ہدایت میں اور زیادتی عطا کرتا ہے اور نیک اعمال (بعد موت) پیچھے رہنے والے ہیں۔ تمہارے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے وہی اچھے ہیں۔"

یہاں بھی ہدایت میں زیادتی کا ذکر ہے۔ جس سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔

(۴) ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴾ (محمد: ۱۷)

اور جو لوگ ہدایت یاب ہیں خدا ان کو ہدایت اور زیادہ دیتا ہے اور ان کو تقویٰ پرہیز گاری کی توفیق بخشتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں بھی ہدایت (ایمان) کی زیادتی کا ذکر ہے۔ اور یہی مقصود ہے کہ ایمان کی زیادتی ہوتی ہے۔

(۵) ﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلاَّ مَلٰٓئِكَةً وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلاَّ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا الاية ﴾ (المدثر: ۳۱)

"ہم نے دوزخ کے محافظ فرشتے ہی بنائے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی اتنی مقرر کی ہے کہ وہ کافروں کے لیے فتنہ ہو اور اہل کتاب اس پر یقین کرلیں۔ اور جو ایماندار مسلمان ہیں وہ اپنے ایمان میں زیادتی اور ترقی کریں۔"

اس آیت شریفہ میں بھی ایمان والوں کے ایمان کی زیادتی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۶) وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (التوبہ: ۱۲۴)

"یعنی جب کوئی سورۂ شریفہ قرآن کریم میں نازل ہوتی ہے تو منافق لوگ باہمی طور پر کہتے ہیں کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کا ایمان تازہ کردیا ہے؟ ہاں جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان یقیناً زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔"

اس آیت شریفہ میں نہایت ہی صراحت کے ساتھ ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

(۷) ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

"وہ راسخ الایمان لوگ (انصار و مہاجرین) جن کو لوگوں نے ڈراتے ہوئے کہا کہ لوگ بکثرت تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں، تم اس سے ڈرو تو ان کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے فوراً کہا کہ ہم کو اللہ ہی کافی وافی ہے اور وہ بہترین کار ساز ہے۔"

اس آیت شریفہ میں بھی ایمان کی زیادتی کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔

(۸) ﴿ وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ مَا زَادَهُمْ اِلاَّ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴾ (احزاب: ۲۲)

"ایمانداروں نے (جنگ خندق میں) جب کفار کی فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی واقعہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے

پہلے ہی سے کیا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس سے بھی ان کے ایمان و تسلیم میں زیادتی ہی ہوئی۔"

اس آیت میں بھی ایمان کی زیادتی کا صاف ذکر موجود ہے۔

قرآن شریف کے بعد سنت رسولؐ سے استدلال کرنے کے لیے آپ نے مشہور حدیث ﴿ الحب فی اللہ ﴾ الخ کو ذکر فرمایا کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا یہ بھی داخل ایمان ہے۔ محبت اور دشمنی ہر دو گھٹنے اور بڑھنے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے ایمان بھی حسب مراتب گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان بھی آپ نے استدلالاً نقل فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ خیر القرون میں فرائض اور شرائع اور حدود اور سنن سب داخل ایمان سمجھے جاتے تھے اور ایمان کے کامل یا ناقص ہونے کا تصور ان جملہ امور کی ادائیگی و عدم ادائیگی پر موقوف سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں میں عام طور پر ایمان کی کمی و بیشی کی اصطلاحات مروج تھیں۔ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا قول ﴿ لیطمئن قلبی ﴾ بھی اسی لئے نقل فرمایا کہ ایمان کی کمی و بیشی کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اوامر الٰہی پر جس قدر بھی اطمینان قلب حاصل ہو گا' ایمان میں ترقی ہو گی۔ علم الیقین عین الیقین کے ساتھ حق الیقین کے لئے آپ نے یہ درخواست کی تھی۔ جیسا کہ شہد کی مٹھاس صرف خبر سننے والا اور دوسرا اس کو آنکھوں سے دیکھنے والا اور تیسرا اسے دیکھنے والا اور پھر چکھنے والا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کافی فرق ہے۔ حق الیقین اسی آخری مقام کا نام ہے۔ حضرت معاذ نے اپنے ساتھی سے جو کچھ فرمایا جسے حضرت امام نے یہاں نقل فرمایا ہے اس سے بھی ایمان کی ترقی مراد ہے۔ بقول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یقین کل (اپنی جملہ قسموں کے ساتھ) ایمان ہی میں داخل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حقیقت تقویٰ کے بارے میں جو فرمایا اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے۔ مشہور مفسر قرآن مجید حضرت مجاہدؒ نے آیت شریفہ ﴿ شرع لکم من الدین ﴾ الخ کے بارے میں جو فرمایا۔ وہ وضاحت سے بتلا رہا ہے کہ ایمان اور دین کے بارے میں جملہ انبیاء کرام کا اصولاً اتحاد رہا ہے۔

آیت کریمہ ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَ مِنْهَاجًا ﴾ (المائدہ : ۴۸) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرعۃ سے مراد ہدایت (سنت طریقہ) اور منہاجا سے (سبیل) یعنی دینی راستہ مراد ہے۔ مقصد یہ کہ ایمان ان سب کو شامل ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ ﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْ لَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴾ (الفرقان : ۷۷) یعنی کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کی عبادت نہیں کرتے تو خدا کو بھی تمہاری پرواہ نہیں۔ سو تم نے تکذیب پر کمر باندھی ہوئی ہے۔ پس عنقریب وہ (عذاب الٰہی) بھی تم کو چمٹ جانے والا ہے۔ یہاں دعاؤکم میں حقیقتاً ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہی مراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ اپنے طور طریق پر عبادت بھی کرتے تھے۔ پس ایمان ہی اصل بنیاد نجات ہے اور عبادات اور جملہ اعمال صالحہ اس کے اندر داخل ہیں۔ آیت کریمہ ﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾ (البقرہ : ۱۴۳) میں اللہ پاک نے خود نماز کو لفظ ایمان سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان جملہ نصوص قطعیہ کے بعد بھی اعمال نماز روزہ وغیرہ کو ایمان سے علیحدہ کہنا صریحاً غلطی ہے۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور جملہ محدثین کرام و امامان ہدیٰ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ونقل الشافعی علی ذالک الاجماع و قال البخاری لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رایت احدا منهم یختلفہ فی ان الایمان قول و عمل و یزید و ینقص (لوامع الانوار البھیہ' ص : ۴۳۱) یعنی امام شافعیؒ نے اس مسلک پر اجماع نقل کیا ہے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں اسلامی ممالک کے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد اہل علم و فضل و کمال سے ملا۔ ان میں سے میں نے کسی کو اس بارے میں مختلف نہیں پایا کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے اور وہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَ مِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴾ (فاطر : ۳۲) یعنی (اہل کتاب کے بعد) ہم نے اپنی کتاب قرآن پاک کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اس کے لئے چن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ بعض درمیانی راستہ چلنے والے اور بعض نیکیوں

کے لئے سبقت کرنے والے اللہ کے حکم سے اور یہی بڑا فضل ہے۔

اس آیت کریمہ میں نمبراول پر وہ مسلمان مراد ہے جو مسلمان تو ہے مگراس نے ایمانی و اسلامی فرائض کو کماحقہ ادا نہ کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا اور دوسرے نمبر پر وہ ہے جس نے دینی واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے بچا وہ مومن مطلق ہے اور تیسرا سابق بالخیرات وہ محسن ہے جس نے اللہ کی عبادت بایں طور کی گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ حاصل یہ کہ دین کے یہی تین مدارج ہیں۔ اول اسلام۔ اوسط ایمان۔ اعلیٰ احسان۔ اسلام انقیاد ظاہری اور ایمان تصدیق خدا اور رسول کے ساتھ انقیاد باطن کا نام ہے۔ اس لحاظ سے اسلام و ایمان میں جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پھر ایمان مجمل تو یہ کہ اللہ و رسول کی تصدیق کی جائے اور قیامت و تقدیر و جملہ رسل و انبیاء کرام و فرشتوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان مفصل کی کچھ اوپر ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ جن میں سے کچھ کے متعلق وہ احادیث ہیں جن کو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الایمان میں روایت فرما رہے ہیں۔ ہر حدیث کے مطالعہ کے ساتھ اس حقیقت کو سامنے رکھنے سے بہت سے علمی و رُوحانی فوائد حاصل ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔

٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)).

[طرفه في : ٤٥١٥].

(٨) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کی بابت حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مرفوع حدیث کو یہاں اس مقصد کے تحت بیان فرمایا کہ ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور جملہ اعمال صالحہ و ارکان اسلام ایمان میں داخل ہیں۔ حضرت امام کے دعاوی بایں طور ثابت ہیں کہ یہاں اسلام میں پانچ ارکان کو بنیاد بتلایا گیا اور یہ پانچوں چیزیں بیک وقت ہر ایک مسلمان مرد و عورت میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے مراتب ایمان میں فرق آ جاتا ہے عورتوں کو ناقص العقل والدین اس لیے فرمایا گیا کہ وہ ایک ماہ میں چند ایام بغیر نماز کے گزارتی ہیں۔ رمضان میں چند روزے وقت پر نہیں رکھ پاتیں۔ اسی طرح کتنے مسلمان نمازی بھی ہیں جن کے حق میں ﴿ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾ (النساء : ۱۴۲) کہا گیا ہے کہ وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پس ایمان کی کمی و بیشی ثابت ہے۔

اس حدیث میں اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں کو بتلایا گیا۔ جن میں اولین بنیاد توحید و رسالت کی شہادت ہے اور قصر اسلام کے لئے یہی اصل ستون ہے جس پر پوری عمارت قائم ہے۔ اس کی حیثیت قطب کی ہے جس پر خیمہ اسلام قائم ہے باقی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ بمنزلہ اوتاد کے ہیں۔ جن سے خیمے کی رسیاں باندھ کر اس کو مضبوط و مستحکم بنایا جاتا ہے' ان سب کے مجموعہ کا نام خیمہ ہے جس میں درمیانی اصل ستون و دیگر رسیاں و اوتاد و چھت سب ہی شامل ہیں۔ ہو بہو یہی مثال اسلام کی ہے۔ جس میں کلمہ شہادت قطب ہے۔ باقی اوتاد و ارکان ہیں جن کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

اس حدیث میں ذکر حج کو ذکر صوم رمضان پر مقدم کیا گیا ہے۔ مسلم شریف میں ایک دوسرے طریق سے صوم رمضان حج پر مقدم

کیا گیا ہے۔ یہی روایت حضرت سعید بن عبیدہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے' اس میں بھی صوم رمضان کا ذکر حج سے پہلے ہے اور انہیں حنظلہ سے امام مسلم نے ذکر صوم کو حج پر مقدم کیا ہے۔ گویا حنظلہ سے دونوں طریق منقول ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے دونوں طرح سنا ہے۔ کسی موقع پر آپ نے حج کا ذکر پہلے فرمایا اور کسی موقع پر صوم رمضان کا ذکر مقدم کیا۔

اسی طرح مسلم شریف کی روایت کے مطابق وہ بیان بھی صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب والحج و صوم رمضان فرمایا تو راوی نے آپ کو ٹوکا اور صوم رمضان والحج کے لفظوں میں آپ کو لقمہ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ھکذا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے رسول کریم ﷺ سے " والحج و صوم رمضان " سنا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے مسلم شریف والے بیان کو اصل قرار دیا ہے اور بخاری شریف کی اس روایت کو بالمعنی قرار دیا ہے۔ لیکن خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع تصنیف میں ابواب حج کو ابواب صوم پر مقدم کیا ہے۔ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی روایت اصل ہے جس میں صوم رمضان سے حج کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔

صیام رمضان کی فرضیت ۲ ھ میں نازل ہوئی اور حج ٦ ھ میں فرض قرار دیا گیا۔ جو بدنی و مالی ہر دو قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اقرار توحید و رسالت کے بعد پہلا رکن نماز اور دوسرا رکن زکوٰۃ قرار پایا جو علیحدہ علیحدہ بدنی و مالی عبادات ہیں۔ پھر ان کا مجموعہ حج قرار پایا۔ ان منازل کے بعد روزہ قرار پایا۔ جس کی شان یہ ہے۔ الصیام لی وانا اجزی به (بخاری کتاب الصوم) یعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں ہی دے سکتا ہوں۔ فرشتوں کو تاب نہیں کہ اس کے اجر و ثواب کو وہ قلم بند کر سکیں۔ اس لحاظ سے روزے کا ذکر آخر میں لایا گیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً ایسے ہی پاکیزہ مقاصد کے پیش نظر ابواب صیام کو نماز' زکوٰۃ' حج کے بعد قلم بند فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ان ارکان خمسہ کو اپنی اپنی جگہ پر ایسا مقام حاصل ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سب کی تفصیلات اگر قلم بند کی جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ یہ سب حسب مراتب باہم ارتباط تام رکھتے ہیں۔ ہاں زکوٰۃ و حج ایسے ارکان ہیں جن سے غیر مستطیع مسلمان مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ جو ﴿ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ﴾ کے تحت اصول قرآنی کے تحت ہیں۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ارکان خمسہ میں جہاد کا ذکر اس لئے نہیں آیا کہ وہ فرض کفایہ ہے جو بعض مخصوص احوال کے ساتھ متعین ہے۔ نیز کلمہ شہادت کے ساتھ دیگر انبیاء و ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہی ان سب کی تصدیق ہے۔ فیستلزم جمیع ماذکر من المعتقدات اقامت صلوٰۃ سے ٹھہر ٹھہر کر نماز ادا کرنا اور مداومت و محافظت مراد ہے۔ ایتاء زکوٰۃ سے مخصوص طریق پر مال کا ایک حصہ نکال دینا مقصود ہے۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ ومن لطائف اسناد ھذا الحدیث جمعه للتحدیث والاخبار والعنعنة و کل رجاله مکیون الا عبیداللہ فانه کوفی و ھومن الرباعیات و اخرج متنه المولف ایضا فی التفسیر و مسلم فی الایمان خماسی الاسناد ۔ یعنی اس حدیث کی سند کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اس میں روایت حدیث کے مختلف طریقے تحدیث و اخبار و عنعنہ سب جمع ہو گئے ہیں۔ (جن کی تفصیلات مقدمہ بخاری میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ) اور اس کے جملہ راوی سوائے عبیداللہ کے مکی ہیں' یہ کوفی ہیں اور یہ رباعیات میں سے ہے (اس کے صرف چار راوی ہیں جو امام بخاری اور آنحضرت ﷺ کے درمیان واقع ہوئے ہیں) اس روایت کے متن کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں بھی ذکر فرمایا ہے اور امام مسلمؒ نے کتاب الایمان میں اسے ذکر کیا ہے۔ مگر وہاں سند میں پانچ راوی ہیں۔

۳- بَابُ أُمُوْرِ الإِيْمَانِ

باب ایمان کے کاموں کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ - ﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

اور اللہ پاک کے اس فرمان کی تشریح کہ

نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیکی تو اس انسان کی ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھے اور قیامت کو برحق مانے اور فرشتوں کے وجود پر ایمان لائے اور آسمان سے نازل ہونے والی کتاب کو سچا تسلیم کرے۔ اور جس قدر نبی رسول دنیا میں تشریف لائے ان سب کو سچا تسلیم کرے۔ اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے (حاجت مند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو اور دوسرے محتاج لوگوں کو اور (تنگ دست) مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی کرتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب وہ کسی امر کی بابت وعدہ کریں۔ اور وہ لوگ جو صبر و شکر کرنے والے ہیں تنگ دستی میں اور بیماری میں اور (معرکہ) جہاد میں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کو سچا مومن کہا جاسکتا ہے اور یہی لوگ درحقیقت پرہیزگار ہیں۔ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کرنے والے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ سے پاکیزگی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے کیونکہ ان کے ساتھ صحبت کرنے میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو ان کے علاوہ (زنا یا لواطت یا مشت زنی وغیرہ سے) شہوت رانی کریں ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی امانت و عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی کامل طور پر حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کی وراثت حاصل کرلیں گے پھر وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا

(٩) ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد جعفی نے' انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عامر عقدی نے' انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سلیمان بن

سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيْمَانِ)).

بلال نے' انہوں نے عبداللہ دینار سے' انہوں نے روایت کیا ابو صالح سے' انہوں نے نقل کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نقل فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیا (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

تشریح امیر المحدثین علیہ الرحمۃ سابق میں بنیادی چیزیں بیان فرما چکے اب فروع کی تفصیل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے باب میں "امور الایمان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مرجیہ کی تردید کرنا بھی مقصود ہے۔ کیونکہ پیش کردہ قرآنی آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں بعض امور ایمان گنائے گئے ہیں اور دوسری آیتوں میں ایمان والوں کی چند صفات کا ذکر ہے۔ پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ہے جس میں دراصل اہل کتاب کی تردید مقصود ہے۔ جنہوں نے تحویل قبلہ کے وقت مختلف قسم کی آوازیں اٹھائی تھیں۔ نصاریٰ کا قبلہ مشرق تھا اور یہود کا مغرب۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ پھر مسجد الحرام کو آپؐ کا قبلہ قرار دیا گیا اور آپ نے ادھر منہ پھیر لیا۔ اس پر مخالفین نے اعتراضات شروع کئے۔ جن کے جواب میں اللہ پاک نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی اور بتلایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا ہی بالذات کوئی نیکی نہیں ہے۔ اصل نیکیاں تو ایمان راسخ' عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ معاشرتی پاک زندگی اور اخلاق فاضلہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرزاق سے بروایت مجاہد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب میں آیت شریف ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾۔ (البقرة: ۱۷۷) ترجمہ اوپر باب میں لکھا جا چکا ہے۔

آیات میں عقائد صحیحہ و ایمان راسخ کے بعد ایثار' مالی قربانی' صلہ رحمی' حسن معاشرت' رفاہ عام کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد اعمال اسلام نماز' زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ پھر اخلاق فاضلہ کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد صبر و استقلال کی تلقین ہے۔ یہ سب کچھ "بر" کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوا کہ جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ ارکان اسلام میں داخل ہیں۔ اور ایمان کی کمی و بیشی بہر حال و بہر صورت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مرجیہ جو اعمال صالحہ کو ایمان سے الگ اور بیکار محض قرار دیتے ہیں اور نجات کے لئے صرف "ایمان" کو کافی جانتے ہیں۔ ان کا یہ قول سرا سر قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

سورۂ مومنون کی آیات یہ ہیں ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (المومنون: ۱۔۱۱) ان آیات کا ترجمہ بھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اس پیرایہ میں یہ بیان دوسرا اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد ہر دو آیات کا ایک ہی ہے۔ ہاں اس میں بذیل اخلاق فاضلہ' عفت' عصمت شرم و حیا کو بھی خاص جگہ دی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اس آیت کا ارتباط اگلی حدیث سے ہو رہا ہے جس میں حیا کو بھی ایمان کی ایک شاخ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام نے یہاں ہر دو آیات کے درمیان واؤ عاطفہ کا استعمال نہیں فرمایا۔ مگر بعض نسخوں میں واؤ عاطفہ اور بعض میں وقول اللہ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ اگر ان نسخوں کو نہ لیا جائے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ حضرت الامام پہلی آیت کی تفسیر میں المتقون کے بعد اس آیت کو بلا فصل اس لئے نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ متقون کی تفسیر اس آیت کو قرار دے دیا جائے۔ مگر ترجیح واؤ عاطفہ اور وقول اللہ کے نسخوں کو حاصل ہے۔

آیات قرآنی کے بعد حضرت امام نے حدیث نبوی کو نقل فرمایا اور اشارتاً بتلایا کہ امور ایمان ان ہی کو کہا جانا چاہیے جو پہلے کتاب اللہ سے اور پھر سنت رسول سے ثابت ہوں۔ حدیث میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دے کر اس کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں بتلائی گئی ہیں۔ اس میں بھی مرجیہ کی صاف تردید مقصود ہے جو ایمان سے اعمال صالحہ کو بے جوڑ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ درخت کی جڑ میں اور اس کی ڈالیوں میں ایک ایسا قدرتی ربط ہے کہ ان کو باہمی طور پر بے جوڑ بالکل نہیں کہا جا سکتا۔ جڑ قائم ہے تو ڈالیاں اور پتے قائم ہیں۔ جڑ سوکھ رہی ہے تو ڈالیاں اور پتے بھی سوکھ رہے ہیں۔ ہو بہو ایمان کی یہی شان ہے۔ جس کی جڑ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اور جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و عقائد راسخہ اس کی ڈالیاں ہیں۔ اس سے ایمان و اعمال صالحہ کا باہمی لازم ملزوم ہونا اور ایمان کا گھٹنا اور بڑھنا ہر دو امور ثابت ہیں۔

بعض روایات میں بضع و ستون کی جگہ بضع و سبعون ہے اور ایک روایت میں اربع و ستون ہے۔ اہل لغت نے بضع کا اطلاق تین اور نو کے درمیان عدد پر کیا ہے۔ کسی نے اس کا اطلاق ایک اور چار تک کیا ہے' روایت میں ایمان کی شاخوں کی تحدید مراد نہیں بلکہ کثیر مراد ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ بعض علماء تحدید مراد لیتے ہیں۔ پھر ستون (۶۰) اور سبعون (۷۰) میں زائد سبعون کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ زائد میں ناقص بھی شامل ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ستون (۶۰) ہی متیقن ہے۔ کیونکہ مسلم شریف میں بروایت عبداللہ بن دینار جہاں سبعون کا لفظ آیا ہے بطریق شک واقع ہوا ہے۔

والحیاء شعبۃ من الایمان میں تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ حیا طبیعت کے انفعال کو کہتے ہیں۔ جو کسی ایسے کام کے نتیجہ میں پیدا ہو جو کام عرفاً یا شرعاً مذموم' برا' بے حیائی سے متعلق سمجھا جاتا ہو۔ حیا و شرم ایمان کا اہم ترین درجہ ہے۔ بلکہ جملہ اعمال خیرات کا مخزن ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ "جب تم شرم و حیا کو اٹھا کر طاق پر رکھ دو پھر جو چاہو کرو۔" کوئی پابندی باقی نہیں رہ سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ہذا کی تشریح میں مستقل ایک کتاب شعب الایمان کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔ جس میں ستر سے کچھ زائد امور ایمان کو مدلل و مفصل بیان فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابو عبداللہ حلیمی نے فوائد المنہاج میں اور اسحاق ابن قرطبی نے کتاب النصائح میں اور امام ابو حاتم نے وصف الایمان و شعبہ میں اور دیگر حضرات نے بھی اپنی تصنیفات میں ان شاخوں کو معمولی فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے ان سب کو اعمال قلب (دل کے کام) اعمال لسان (زبان کے کام) اعمال بدن (بدن کے کام) پر تقسیم فرما کر اعمال قلب کی ۲۴ شاخیں اور اعمال لسان کی سات شاخیں اور اعمال بدن کی ۳۸ شاخیں بالتفصیل ذکر کی ہیں۔ جن کا مجموعہ ۶۹ بن جاتا ہے۔ روایت مسلم میں ایمان کی اعلیٰ شاخ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اور ادنیٰ شاخ اماطۃ الاذی عن الطریق بتلائی گئی ہے۔ اس میں تعلق باللہ اور خدمت خلق کا ایک لطیف اشارہ ہے۔ گویا دونوں لازم ملزوم ہیں۔ تب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے۔ خدمت خلق میں راستوں کی صفائی' سڑکوں کی درستگی کو لفظ ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدمت خلق کا مضمون بہت ہی وسیع ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے جس پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان باللہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے شروع ہو کر اس کی مخلوق پر رحم کرنے اور مخلوق کی ہر ممکن خدمت کرنے پر جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس شعر کے یہی معنی ہیں۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر   نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کرو مہربانی تم اہل زمین پر   خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر

٤- بَابٌ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

باب اس بیان میں کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان بچے رہیں (کوئی تکلیف نہ پائیں)

١٠- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ وَإِسْمَاعِيْلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ)).

قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ أَبِيْ هِنْدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ وَقَالَ عَبْدُ الأَعْلَى : عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفه في : ٦٤٨٤].

(١٠) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے یہ حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے وہ عبداللہ بن ابی السفر اور اسماعیل سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں شعبی سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

ابو عبداللہ امام بخاری نے فرمایا اور ابو معاویہ نے کہ ہم کو حدیث بیان کی داؤد بن ابی ہند نے، انہوں نے روایت کی عامر شعبی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے سنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، وہ حدیث بیان کرتے ہیں جناب نبی کریم ﷺ سے (وہی مذکورہ حدیث) اور کہا کہ عبدالاعلیٰ نے روایت کیا داؤد سے، انہوں نے عامر سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، انہوں نے نبی ﷺ سے۔

تشریح: امیرالمحدثین رحمہ اللہ نے یہاں یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام کی بنیاد اگرچہ پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ مگر اس سے آگے کچھ نیک عادات، پاکیزہ خصائل بھی ایسے ہیں جو اگر حاصل نہ ہوں تو انسان حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نہ پورے طور پر صاحب ایمان ہو سکتا ہے اور اسی تفصیل سے ایمان کی کمی و بیشی و پاکیزہ اعمال و نیک خصائل کا داخل ایمان ہونا ثابت ہے۔ جس سے مرجیہ وغیرہ کی تردید ہوتی ہے۔ جو ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں۔ نہ اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ کو داخل ایمان مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا قول نصوص صریحہ کے قطعاً خلاف ہے۔ زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ ہروقت قینچی کی طرح چل سکتی ہے اور پہلے اسی کے وار ہوتے ہیں۔ ہاتھ کی نوبت بعد میں آتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

جراحات السنان لها التیام   ولا یلتام ماجرح اللسان

"یعنی نیزوں کے زخم بھر جاتے ہیں اور زبانوں کے زخم عرصہ تک نہیں بھر سکتے۔"

"من سلم المسلمون" کی قید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلمانوں کو زبان یا ہاتھ سے ایذا رسانی جائز ہے۔ اس شبہ کو رفع کرنے کے لیے دوسری روایت میں "من امنه الناس" کے لفظ آئے ہیں۔ جہاں ہر انسان کے ساتھ صرف انسانی رشتہ کی بنا پر نیک معاملہ و اخلاق حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام کا ماخذ ہی سلم ہے جس کے معنی صلح جوئی، خیر خواہی، مصالحت کے ہیں۔ زبان سے ایذا رسانی

میں غیبت ' گالی گلوچ ' چغلی ' بدگوئی وغیرہ جملہ عادات بد داخل ہیں اور ہاتھ کی ایذا رسانی میں چوری ' ڈاکہ ' مارپیٹ ' قتل و غارت وغیرہ وغیرہ۔ پس کامل انسان وہ ہے جو اپنی زبان پر ' اپنے ہاتھ پر پورا پورا کنٹرول رکھے اور کسی انسان کی ایذا رسانی کے لیے اس کی زبان نہ کھلے ' اس کا ہاتھ نہ اٹھے۔ اس معیار پر آج تلاش کیا جائے تو کتنے مسلمان ملیں گے جو حقیقی مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ غیبت ' بدگوئی ' گالی گلوچ تو عوام کا ایسا شیوہ بن گیا ہے گویا یہ کوئی عیب ہی نہیں ہیں۔ استغفراللہ! شرعاً مہاجر وہ جو دارالحرب سے نکل کر دارالاسلام میں آئے۔ یہ ہجرت ظاہری ہے۔ ہجرت باطنی یہ ہے جو یہاں حدیث میں بیان ہوئی اور یہی حقیقی ہجرت ہے جو قیامت تک ہر حال میں ہر جگہ جاری رہے گی۔

حضرت امام قدس سرہ نے یہاں دو تعلیقات ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ عامر اور شعبی ہر دو سے ایک ہی راوی مراد ہے۔ جس کا نام عامر اور لقب شعبی ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ ابن ہندہ کی روایت سے شبہ ہوتا تھا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے شعبی نے براہ راست اس روایت کو نہیں سنا۔ اس شبہ کے دفعیہ کے لیے عن عامر قال سمعت عبداللہ بن عمرو کے الفاظ نقل کیے گئے۔ جن سے براہ راست شعبی کا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سماع ثابت ہو گیا۔

دوسری تعلیق کا مقصد یہ کہ عبدالاعلیٰ کے طریق میں "عبداللہ" کو غیر منتسب ذکر کیا گیا جس سے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد نہ ہوں جیسا کہ طبقہ صحابہ میں یہ اصطلاح ہے۔ اس لئے دوسری تعلیق میں "عن عبداللہ بن عمرو" کی صراحت کر دی گئی۔ جس سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص مراد ہیں۔

٥- بَابٌ: أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ؟

باب اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے

١١- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الأُمَوِيّ الْقُرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

(١١) ہم کو سعید بن یحییٰ بن سعید اموی قریشی نے یہ حدیث سنائی ' انہوں نے اس حدیث کو اپنے والد سے نقل کیا ' انہوں نے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ سے ' انہوں نے ابی بردہ سے ' انہوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ' وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا وہ جس کے ماننے والے مسلمانوں کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

چونکہ حقیقت کے لحاظ سے ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں ' اس لئے ای الاسلام افضل کے سوال سے معلوم ہوا کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔ افضل کے مقابلہ پر ادنیٰ ہے۔ پس اسلام ایمان ' اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کے لحاظ سے کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی حضرت امام کا یہاں مقصد ہے)

٦- بَابٌ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الإِسْلاَمِ

باب اس بیان میں کہ (بھوکے ناداروں کو) کھانا کھلانا بھی اسلام میں داخل ہے

١٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ

(١٢) ہم سے حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے ' ان کو لیث نے ' وہ روایت کرتے ہیں یزید سے ' وہ ابوالخیر سے ' وہ حضرت عبداللہ بن عمرو

اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الإِسْلاَمِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)).

بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔

[طرفاه في: ٢٨، ٦٢٣٦].

تشریح: آپ ﷺ نے توکل الطعام کی بجائے تطعم الطعام فرمایا۔ اس لئے کہ اطعام میں کھانا کھلانا، پانی پلانا، کسی چیز کا چکھانا اور کسی کی ضیافت کرنا اور علاوہ ازیں کچھ بطور عطا بخشش کرنا وغیرہ یہ سب داخل ہیں۔ ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، یہ اس لئے کہ جملہ مومنین باہمی طور پر بھائی بھائی ہیں، وہ کہیں کے بھی باشندے ہوں، کسی قوم سے ان کا تعلق ہو مگر اسلامی رشتہ اور کلمہ توحید کے تعلق سے سب بھائی بھائی ہیں۔ اطعام طعام مکارم مالیہ سے اور اسلام مکارم بدنیہ سے متعلق ہیں۔ گویا مالی و بدنی طور پر جس قدر بھی مکارم اخلاق ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عبادات داخل اسلام ہیں اور اسلام و ایمان نتائج کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہ کہ جس میں جس قدر بھی مکارم اخلاق بدنی و مالی ہوں گے، اس کا ایمان و اسلام اتنا ہی ترقی یافتہ ہو گا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ان کا یہ قول سرا سر ناقابل التفات ہے۔

اس روایت کی سند میں جس قدر راوی واقع ہوئے ہیں وہ سب مصری ہیں اور سب جلیل القدر ائمہ اسلام ہیں۔ اس حدیث کو حضرت امام بخاریؒ اسی کتاب الایمان میں آگے چل کر ایک اور جگہ لائے ہیں۔ اور باب الاستیذان میں بھی اس کو نقل کیا ہے اور امام مسلمؒ نے اور امام نسائیؒ نے اس کو کتاب الایمان میں نقل کیا ہے اور امام ابوداوٴدؒ نے باب الادب میں اور امام ابن ماجہؒ نے باب الاطعمہ میں۔

غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا اسلام میں ایک مہتم بالشان نیکی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں جنتی لوگوں کے ذکر میں ہے ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴾ (الدھر: ۸) نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کی محبت کے لیے مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام کا منشا یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں بھوک و تنگ دستی کا اتنا مقابلہ کیا جائے کہ کوئی بھی انسان بھوک کا شکار نہ ہو سکے اور سلامتی و امن کو اتنا وسیع کیا جائے کہ بد امنی کا ایک معمولی سا خدشہ بھی باقی نہ رہ جائے۔ اسلام کا یہ مشن خلفائے راشدین کے زمانہ خیر میں پورا ہوا اور اب بھی جب اللہ کو منظور ہو گا یہ مشن پورا ہو گا۔ تاہم جزوی طور پر ہر مسلمان کے مذہبی فرائض میں سے ہے کہ بھوکوں کی خبر لے اور بد امنی کے خلاف ہر وقت جہاد کرتا رہے۔ یہی اسلام کی حقیقی غرض و غایت ہے۔

اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی   یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی

٧- بَابٌ: مِنَ الإِيْمَانِ أَنْ يُحِبَّ لأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

باب اس بارے میں کہ ایمان میں داخل ہے کہ مسلمان جو اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کے لیے دوست رکھے

١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ

(۱۳) ہم سے حدیث بیان کی مسدد نے، ان کو یحییٰ نے، انہوں نے شعبہ سے نقل کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ

عَنْهُ عَنِ النبیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)).

خادم رسول کریم ﷺ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ اور شعبہ نے حسین معلم سے بھی روایت کیا' انہوں نے قتادہ سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کیلئے چاہتا ہے۔

٨- بَابٌ: حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا بھی ایمان میں داخل ہے

١٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : ثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ)).

(۱۴) ہم سے ابوالیمان نے حدیث بیان کی' ان کو شعیب نے' ان کو ابوالزناد نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ ہو گا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔

تشریح پچھلے ابواب میں من الایمان کا جملہ مقدم تھا اور یہاں ایمان پر حب الرسول کو مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں ادب مقصود ہے اور یہ بتلانا کہ محبت رسول ہی سے ایمان کی اول و آخر تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے تو ایمان ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و خصائل حمیدہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی حلفیہ نفی فرمائی ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت پر اس کے والد یا اولاد کی محبت غالب ہو۔ روایت میں لفظ والد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ اولاد سے زیادہ والدین کا حق ہے اور لفظ والد میں ماں بھی داخل ہے۔

١٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ أَيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)).

(۱۵) ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے' ان کو ابن علیہ نے' وہ عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں اور ہم کو آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' ان کو شعبہ نے' وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔

تشریح اس روایت میں دو سندیں ہیں۔ پہلی سند میں حضرت امام کے استاد یعقوب بن ابراہیم ہیں اور دوسری سند میں آدم بن ابی ایاس ہیں۔ تحویل کی صورت اس لئے اختیار نہیں کی کہ ہر دو سندیں حضرت انس رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے لئے ان روایات میں جس محبت کا مطالبہ ہے وہ محبت طبعی مراد ہے کیونکہ حدیث میں والد اور ولد سے مقابلہ ہے اور ان سے انسان کو محبت طبعی ہی ہوتی ہے پس آنحضرت ﷺ سے محبت طبعی اس درجہ میں مطلوب ہے کہ وہاں تک کسی کی بھی محبت کی رسائی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اپنے نفس تک کی بھی محبت نہ ہو۔

٩- بَابٌ: حَلَاوَةِ الإِيْمَانِ

یہ باب ایمان کی مٹھاس کے بیان میں ہے

١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)).

[أطرافه في : ٢١، ٦٠٤١، ٦٩٤١].

(١٦) ہمیں محمد بن مثنیٰ نے یہ حدیث بیان کی' ان کو عبدالوہاب ثقفی نے' ان کو ایوب نے' وہ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں' دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

تشریح یہاں بھی حضرت امام المحدثین ؒ نے مرجیہ اور ان کے کلی و جزوی ہم نواؤں کے عقائد فاسدہ پر ایک کاری ضرب لگائی ہے اور ایمان کی کمی و زیادتی اور ایمان پر اعمال کے اثر انداز ہونے کے سلسلے میں استدلال کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ایمان کی حلاوت کے لئے اللہ و رسول کی حقیقی محبت' اللہ والوں کی محبت اور ایمان میں استقامت لازم ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں و فی قولہ حلاوۃ الایمان استعارہ تخییلیۃ شبہ رغبۃ المومن فی الایمان بشئی حلو و اثبت لہ لازم ذالک الشی واضافہ الیہ وفیہ تلمیح الی قصۃ المریض والصحیح لان المریض الصفراوی یجد طعم العسل مرا والصحیح یذوق حلاوتہ علی ماھی علیہ و کلما نقصت الصحۃ شیئا مانقص ذوقہ بقدر ذالک فکانت ھذہ الاستعارۃ من اوضح مایقوی استدلال المصنف علی الزیادۃ والنقص یعنی ایمان کے لیے لفظ حلاوت بطور استعارہ استعمال فرما کر مومن کی ایمانی رغبت کو میٹھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے لازمہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اسے اس کی طرف منسوب کیا اس میں مریض اور تندرست کی تشبیہ پر بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ صفراوی مریض شہد کو بھی چکھے گا تو اسے کڑوا بتلائے گا اور تندرست اس کی مٹھاس کی لذت حاصل کرے گا۔ گویا جس طرح صحت خراب ہونے سے شہد کا مزہ خراب معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح معاصی کا صفرا جس کے مزاج پر غالب ہے' اسے ایمان کی حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ ایمان کی کمی و زیادتی کو ثابت کرنے کے لیے مصنف کا یہ نہایت واضح اور قوی تر استدلال ہے۔

حدیث مذکور میں حلاوت ایمان کے لئے تین خصلتیں پیش کی گئی ہیں۔ شیخ محی الدین ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دین کی ایک اصل عظیم ہے۔ اس میں پہلی چیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو قرار دیا گیا ہے جس سے ایمانی محبت مراد ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ کہ توحیدالوہیت میں اسے وحدہ لاشریک لہ یقین کر کے عبادت کی جملہ اقسام صرف اس اکیلے کے لیے عمل میں لائی جائیں اور کسی بھی نبی' ولی' فرشتے' جن' بھوت' دیوی' دیوتا' انسان وغیرہ وغیرہ کو اس کی عبادت کے کاموں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا یہی تقاضا ہے۔ جس کے متعلق حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب ؒ اپنی کتاب "الدین الخالص" میں

فرماتے ہیں۔ وفی هذه الکلمة نفی و اثبات' نفی الالوهیة عما سوی الله تعالٰی من المرسلین حتٰی محمد صلی الله علیه وسلم والملئکة حتی جبرئیل علیه السلام فضلا عن غیرهم من الاولیاء والصالحین و اثباتها له وحده لا حق فی ذالک لاحد من المقربین اذافهمت ذالک فتامل هذه الالوهیة التی اثبتها کلها لنفسه المقدسة و نفی عن محمد و جبرئیل و غیرهما علیهم السلام ان یکون لهم مثقال حبة خردل منها (الدین الخالص' ج:۱/ ص:۱۸۲)

یعنی اس کلمہ طیبہ میں نفی اور اثبات ہے۔ اللہ پاک کی ذات مقدس کے سوا ہر چیز کے لئے الوہیت کی نفی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ و حضرت جبرئیل علیہ السلام تک کے لئے بھی نفی ہے۔ پھر دیگر اولیاء و صلحاء کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ الوہیت خالص اللہ کے لیے ثابت ہے اور مقربین میں سے کسی کے لیے اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ یہ الوہیت وہ ہے جس کو اللہ پاک نے خاص اپنی ہی ذات مقدسہ کے لئے ثابت کیا ہے اور اپنے ہر غیر حتیٰ کہ محمد و جبرئیل علیہما السلام تک سے اس کی نفی کی ہے' ان کے لئے ایک رائی کے دانہ برابر بھی الوہیت کا کوئی حصہ حاصل نہیں۔ پس حقیقی محبت الٰہی کا یہی مقام ہے جو لوگ اللہ کی الوہیت میں اس کی عبادت کے کاموں میں اولیاء صلحاء یا انبیاء و ملائکہ کو شریک کرتے ہیں۔

و یظنون الله جعل نحوا من الخلق منزلة یرضی ان العامی یلتجئی الیهم و یرجوهم و یخالفهم و یستغیث بهم و یستعین منهم بقضاء حوائجه واسعاف مرامه وانجاح مقامه و یجعلهم وسائط بینه و بین الله تعالٰی هی الشرک الجلی الذی لا یغفر الله تعالٰی ابدا (حوالہ مذکور)

اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو ایسا مقام دے رکھا ہے کہ عوام ان کی طرف پناہ ڈھونڈیں' ان سے اپنی مرادیں مانگیں' ان سے استعانت کریں اور قضائے حاجات کے لئے ان کو اللہ کے درمیان وسیلہ ٹھیرا دیں۔ یہ وہ شرک جلی ہے جس کو اللہ پاک ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾ ۔ (النساء: ۴۸) یعنی بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا۔

"رسول" کی محبت سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری مراد ہے اس کے بغیر محبت رسول کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز محبت رسول کا تقاضا ہے کہ آپ کا ہر فرمان بلند و بالا تسلیم کیا جائے۔ اور اس کے مقابلہ پر کسی کا کوئی حکم نہ مانا جائے۔ پس جو لوگ صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول کے فرمان کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کے متعلق سید العلامہ حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ فرماتے ہیں۔

تامل فی مقلدة المذاهب کیف اقروا علٰی انفسهم بتقلیدالاموات من العلماء والاولیاء واعترفوا بان فهم الکتاب والسنة کان خاصا لهم واستدلوا لاشراکهم فی الصلحاء بعبارات القوم و مکاشفات الشیوخ فی النوم و رجحوا کلام الامة والائمة علی کلام الله تعالٰی و رسوله علی بصیرة منهم و علی علم فما ندری ما عذرهم عن ذالک غدا یوم الحساب والکتاب و ما ینهیهم من ذالک العذاب والعقاب (الدین الخالص' ج:۱/ ص:۱۹۶)

یعنی مذاہب معلومہ کے مقلدین میں غور کرو کہ علماء و اولیاء جو دنیا سے رخصت ہو چکے' ان کی تقلید میں کس طور پر گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا ان ہی اماموں پر ختم ہو چکا' یہ خاص ان ہی کا کام تھا۔ صلحاء کو عبادت الٰہی میں شریک کرنے کے لئے عبارات قوم سے کتر بیونت کر کے دلیل پکڑتے ہیں اور شیوخ کے مکاشفات سے جو ان کے خوابوں سے متعلق ہوتے ہیں اور امت اور ائمہ کے کلام کو اللہ و رسول کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ روش صحیح نہیں ہے۔ ہم نہیں جان سکتے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا عذر بیان کریں گے اور اس دن کے عذاب سے ان کو کون چیز نجات دلا سکے گی۔

الغرض اللہ و رسول کی محبت کا تقاضا یہی ہے جو اوپر بیان ہوا ورنہ صادق آئے گا۔

تعصی الرسول و انت تظهر حبه   هذا لعمری فی القیاس بدیع

لوکان حبک صادقا لا طعته ان المحب لمن یحب مطیع

اس حدیث نبوی میں دوسری خصلت بھی بہت ہی اہم بیان کی گئی ہے کہ مومن کامل وہ ہے جس کی لوگوں سے محبت خالص اللہ کے لئے ہو اور دشمنی بھی خالص اللہ کے لئے ہو۔ نفسانی اغراض کا شائبہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بابت مروی ہے کہ ایک کافر نے جس کی چھاتی پر آپ چڑھے ہوئے تھے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ تو آپ فوراً ہٹ کر اس کے قتل سے رک گئے اور یہ فرمایا کہ اب میرا یہ قتل کرنا اللہ کے لئے نہ ہوتا۔ بلکہ اس کے تھوکنے کی وجہ سے یہ اپنے نفس کے لئے ہوتا اور مؤمن صادق کا یہ شیوہ نہیں کہ اپنے نفس کے لئے کسی سے عداوت یا محبت رکھے۔

تیسری خصلت میں اسلام و ایمان پر استقامت مراد ہے۔ حالات کتنے بھی ناساز گار ہوں ایک سچا مومن دولت ایمان کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بلاشک جس میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہوں گی اس نے درحقیقت ایمان کی لذت حاصل کی پھر وہ کسی حال میں بھی ایمان سے محرومی پسند نہ کرے گا اور مرتد ہونے کے لئے کبھی بھی تیار نہ ہو سکے گا۔ خواہ وہ شہید کر دیا جائے' اسلامی تاریخ کی ماضی و حال میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے مخلص بندگان مسلمین نے جام شہادت پی لیا مگر ارتداد کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد و عورت کے اندر ایسی ہی استقامت پیدا فرمائے آمین۔

ابونعیم نے مستخرج میں حسن بن سفیان عن محمد بن المثنٰی کی روایت سے ویکرہ ان یعوود فی الکفر کے آگے بعد اذ انقذہ اللہ کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ خود امام بخاری قدس سرہ نے بھی دوسری سند سے ان لفظوں کا اضافہ نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ کفر میں واپس جانا مکروہ سمجھے اس کے بعد کہ اللہ پاک نے اسے اس سے نکالا۔ مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے کافر تھے بعد میں اللہ نے اس کو ایمان و اسلام نصیب فرمایا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ھذا الاسناد کلہ بصریون یعنی اس سند میں سب کے سب بصری راوی واقع ہوئے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: حدیث مذکورہ میں ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما فرمایا گیا ہے۔ جس میں ضمیر تثنیہ "ھما" میں اللہ اور رسول ہر دو کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ جمع کرنا اس حدیث سے ٹکراتا ہے جس میں ذکر ہے کہ کسی خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خطبہ بایں الفاظ دیا تھا من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصھما آپؐ نے یہ سن کر اظہار خفگی کے لئے فرمایا بئس الخطیب انت یعنی تم اچھے خطیب نہیں ہو۔ آپ کی یہ خفگی یہاں ضمیر (ھما) پر تھی جب کہ خطیب نے "یعصھما" کہہ دیا تھا۔ اہل علم نے اس اشکال کے کئی جواب دیئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تعلیم اور خطبہ کے مواقع الگ الگ ہیں۔ حدیث ہذا میں آپؐ نے بطور معلم اختصار و جامعیت کے پیش نظر یہاں "ھما" ضمیر استعمال فرمائی اور خطیب نے خطبہ کے موقع پر جب کہ تفصیل و تطویل کا موقع تھا۔ اختصار کے لئے "ھما" ضمیر استعمال کی جو بہتر نہ تھی۔ اس لئے آپؐ نے اس پر خفگی فرمائی۔ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ حدیث مذکور میں مقام محبت میں ہر دو کو جمع کیا گیا ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اللہ و رسول کی محبت لازم و ملزوم' ہر دو کی محبت جمع ہو گئی تو نجات ہو گئی اور ایمان کا مدار ہر دو کی محبت پر ہے اور خطیب مذکور نے معصیت کے معاملہ میں دونوں کو جمع کر دیا تھا جس سے وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہر دو کی معصیت نقصان کا باعث ہے اور اگر کسی نے ایک کی اطاعت کی اور ایک کی نافرمانی تو یہ موجب نقصان نہیں حالانکہ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی اطاعت نہ کرنا بھی گمراہی اور رسول کی نافرمانی بھی گمراہی' اس لئے وہاں الگ الگ بیان ضروری تھا' اسی وجہ سے آپؐ نے تنبیہ فرمائی کہ تم کو خطبہ دینا نہیں آتا۔

امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں یوں لکھا ہے کہ خطیب مذکور نے لفظ "ومن یعصھما" پر سکتہ کر دیا تھا اور ٹھیر کر بعد میں کہا "فقد غوٰی" اس سے ترجمہ یہ ہو گیا تھا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نیک ہے اور جو نافرمانی کرے وہ بھی' اس طرز ادا سے

بڑی بھاری غلطی کا امکان تھا۔ اس لئے آپؐ نے اس خطیب کو تنبیہ فرمائی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ میں "مما سواھما" کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ "ممن سواھما" نہیں فرمایا گیا' اس لئے کہ الفاظ سابقہ میں بطور عموم اہل عقل اور غیر اہل عقل یعنی انسان حیوان' جانور' نباتات' جمادات سب داخل ہیں۔ "ممن سواھما" کہنے میں خاص اہل عقل مراد ہوتے' اس لئے "مما سواھما" کے الفاظ استعمال کیے گئے اور اس میں اس پر بھی دلیل ہے کہ اس تنبیہ کے استعمال میں کوئی برائی نہیں۔

حدیث مذکورہ میں اس امر پر بھی اشارہ ہے کہ نیکیوں سے آراستہ ہونا اور برائیوں سے دور رہنا تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے۔

١٠- بَابٌ: عَلَامَةُ الإِيْمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ

باب: اس بیان میں کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے

١٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الإِيْمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ))

(١٧) ہم سے اس حدیث کو ابوالولید نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' انہیں عبداللہ بن جبیر نے خبر دی' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کو سنا' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

[أطرافه في : ٣٧٨٤].

تشریح امام عالی مقام نے یہاں بھی مرجیہ کی تردید کے لیے اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ انصار اہل مدینہ کا لقب ہے. جو انہیں مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی امداد و اعانت کے صلہ میں دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ آ گئی تو اس وقت مدینہ کے مسلمانوں نے آپ کی اور دیگر مسلمانوں کی جس طرح امداد فرمائی۔ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا جس کو اللہ کی طرف سے اس طرح قبول کیا گیا کہ قیامت تک مسلمان ان کا ذکر انصار کے معزز نام سے کرتے رہیں گے۔ اس نازک وقت میں اگر اہل مدینہ اسلام کی مدد کے لئے نہ کھڑے ہوتے تو عرب میں اسلام کے ابھرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اسی لئے انصار کی محبت ایمان کا جزو قرار پائی۔ قرآن پاک میں بھی جا بجا انصار و مہاجرین کا ذکر خیر ہوا ہے اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سے ان کو یاد کیا گیا ہے۔

انصار کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہو گا۔ ان کے باہمی جنگ و جدال کے متعلق علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ وانما کان حالھم فی ذالک حال المجتھدین فی الاحکام للمصیب اجران وللمخطی اجر واحد واللہ اعلم یعنی اس بارے میں ان کو ان مجتہدین کے حال پر قیاس کیا جائے گا جن کا اجتہاد درست ہو تو ان کو دوگنا ثواب ملتا ہے اور اگر ان سے خطا ہو جائے تو بھی وہ ایک ثواب سے محروم نہیں رہتے۔ المجتھد قد یخطی و یصیب ہمارے لئے یہی بہتر ہو گا کہ اس بارے میں زبان بند رکھتے ہوئے ان سب کو عزت سے یاد کریں۔

انصار کے فضائل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے بارے میں فرمایا لولا الھجرۃ لکنت امرا من الانصار (بخاری شریف) اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی اپنا شمار انصار ہی میں کراتا۔ اللہ پاک نے انصار کو یہ عزت عطا فرمائی کہ قیامت

تک کے لئے آنحضرت ﷺ ان کے شہر مدینہ میں ان کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ (ﷺ)

ایک بار آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار ہی کی وادی کو اختیار کروں گا۔ اس سے بھی انصار کی شان و مرتبت کا اظہار مقصود ہے۔

۱۱- بَابٌ

۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا، وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: ((بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لاَ تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلاَ تَسْرِقُوا، وَلاَ تَزْنُوا، وَلاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ، وَلاَ تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلاَ تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ. فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ، وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ)). فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

[أطرافه في : ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸].

باب

(۱۸) ہم سے اس حدیث کو ابوالیمان نے بیان کیا' ان کو شعیب نے خبر دی' وہ زہری سے نقل کرتے ہیں' انہیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور لیلۃ العقبہ کے (بارہ) نقیبوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے' چوری نہ کرو گے' زنا نہ کرو گے' اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور نہ عمداً کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (خدا کی) نافرمانی نہ کرو گے۔ جو کوئی تم میں (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لئے بدلا ہو جائے گی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے' اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے دے۔ (عبادہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپؐ سے بیعت کر لی۔

تشریح اس حدیث کے راوی عبادہؓ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مکہ آکر مقام عقبہ میں آنحضرت ﷺ سے بیعت کی اور اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لئے آپؐ نے جن بارہ آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا تھا' یہ ان میں سے ایک ہیں اور جنگ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں۔ ۳۴ ہجری میں ۷۲ سال کی عمر پا کر انتقال کیا اور رملہ میں دفن ہوئے۔ صحیح بخاری میں ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

انصار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں نے جب اسلام کی اعانت کے لئے مکہ آکر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو اسی بنا پر

ان کا نام انصار ہوا۔ انصار ناصر کی جمع ہے اور ناصر مددگار کو کہتے ہیں۔ انصار عہد جاہلیت میں بنو قیلہ کے نام سے موسوم تھے۔ قیلہ اس ماں کو کہتے ہیں جو دو قبائل کی جامعہ ہو۔ جن سے اوس اور خزرج ہر دو قبائل مراد ہیں۔ ان ہی کے مجموعہ کو انصار کہا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون کے تحت جب ایک مجرم کو اس کے جرم کی سزا مل جائے تو آخرت میں اس کے لئے یہ سزا کفارہ بن جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی سزا دے۔ اسی طرح اللہ پر کسی نیکی کا ثواب دینا بھی ضروری نہیں۔ اگر وہ گنہ گار کو سزا دے تو یہ اس کا عین انصاف ہے اور گناہ معاف کر دے تو یہ اس کی عین رحمت ہے۔ نیکی پر اگر ثواب نہ دے تو یہ اس کی شان بے نیازی ہے اور ثواب عطا فرمادے تو یہ اس کا عین کرم ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب بغیر توبہ کئے مرجائے تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے' چاہے تو اس کے ایمان کی برکت سے بغیر سزا دیئے جنت میں داخل کرے اور چاہے سزا دے کر پھر جنت میں داخل کرے۔ مگر شرک اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے بارے میں قانون الٰہی یہ ہے ﴿ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ﴾ الایۃ جو شخص شرک پر انتقال کر جائے اللہ پاک اسے ہرگز ہرگز نہیں بخشے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کسی مومن کا خون ناحق بھی نص قرآنی سے یہی حکم رکھتا ہے۔ اور حقوق العباد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب تک وہ بندے ہی نہ معاف کر دیں' معافی نہیں ملے گی۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی عام آدمی کے بارے میں قطعی جنتی یا قطعی دوزخی کہنا جائز نہیں۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر ایمان دل میں ہے تو محض گناہوں کے ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ مگر ایمان قلبی کے لئے زبان سے اقرار کرنا اور عمل سے ثبوت ایمان دینا بھی ضروری ہے۔ اس حدیث میں ایمان' اسلام' اخلاق' حقوق العباد کے وہ بیشتر مسائل آگئے ہیں۔ جن کو دین و ایمان کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ نیکی و بدی یقیناً ایمان کی کمی و بیشی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور جملہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں۔ ان احادیث کی روایت سے حضرت امیر المحدثین کا یہی مقصد ہے۔ پس جو لوگ ایمان میں کمی و بیشی کے قائل نہیں وہ یقیناً خطا پر ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر یا ہمیشہ کے لئے دوزخی بتلاتے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت کے مطابق یہاں لفظ باب بغیر ترجمہ کے ہے اور یہ ترجمہ سابق ہی سے متعلق ہے۔ ووجہ التعلق انہ لما ذکر الانصار فی الحدیث الاول اشارفی ھذا الی ابتداء السبب فی تلقیھم بالانصار لان اول ذالک کان لیلۃ العقبۃ لما توافقوا مع النبی صلی اللہ علیہ و سلم عند عقبۃ منٰی فی الموسم کما سیاتی شرح ذالک ان شاء اللہ تعالٰی فی السیرہ النبویۃ من ھذا الکتاب یعنی اس تعلق کی وجہ یہ ہے کہ حدیث اول میں انصار کا ذکر کیا گیا تھا یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ لقب ان کو کیونکر ملا۔ اس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ ان لوگوں نے عقبہ میں منٰی کے قریب آنحضرت ﷺ کی موافقت و امداد کے لئے پورے طور پر وعدہ کیا۔

لفظ "عصابہ" کا اطلاق زیادہ سے زیادہ چالیس پر ہو سکتا ہے۔ یہ بیعت اسلام تھی جس میں آپ نے شرک باللہ سے توبہ کرنے کا عہد لیا۔ پھر دیگر اخلاقی برائیوں سے بچنے کا اور اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ لیا۔ جب کہ عرب میں یہ برائیاں عام تھیں۔ بہتان سے بچنے کا بھی وعدہ لیا۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ الفاظ بین ایدیکم وارجلکم میں دل سے کنایہ ہے۔ یعنی دل نے ایک بے حقیقت بات گھڑ لی۔ آگے آپؐ نے اصولی بات پر عہد لیا کہ ہر نیک کام میں ہمیشہ اطاعت کرنی ہو گی۔ معروف ہر وہ چیز ہے جو شریعت کی نگاہ میں جانی ہوئی ہو۔ اس کی ضد منکر ہے۔ جو شریعت میں نگاہ نفرت سے دیکھی جائے۔

۱۲ - بَابٌ: مِنَ الدِّیْنِ الْفِرَارُ مِنَ   باب:۔ اس بیان میں کہ فتنوں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں

الْفِتَنِ

شامل ہے

١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ)).

[أطرافه في : ٣٣٠٠، ٣٦٠٠، ٦٤٩٥، ٧٠٨٨].

(۱۹) ہم سے (اس حدیث کو) عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے اسے مالکؒ سے نقل کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ سے' انہوں نے اپنے باپ (عبداللہؒ) سے' وہ ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا (سب سے) عمدہ مال (اس کی) بکریاں ہوں گی۔ جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور برساتی وادیوں میں اپنے دین کو بچانے کے لئے بھاگ جائے گا۔

تشریح مقصد حدیث یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد اتنا بڑھ جائے کہ اس کی اصلاح بظاہر ناممکن نظر آنے لگے تو ایسے وقت میں سب سے یکسوئی بہتر ہے۔ فتنہ میں فسق و فجور کی زیادتی' سیاسی حالات اور ملکی انتظامات کی بدعنوانی' یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ جن کی وجہ سے مرد مومن کے لئے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت دشوار ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر محض دین کی حفاظت کے جذبے سے آدمی کسی تنہائی کی جگہ چلا جائے۔ جہاں فتنہ و فساد سے بچ سکے تو یہ بھی دین ہی کی بات ہے اور اس پر بھی آدمی کو ثواب ملے گا۔

حضرت امامؒ کا مقصد یہی ہے کہ اپنے دین کو بچانے کے لئے سب سے یکسوئی اختیار کرنے کا عمل بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بکری کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس پر انسان آسانی سے قابو پا لیتا ہے اور یہ انسان کے لئے مزاحمت بھی نہیں کرتی۔ یہ بہت ہی غریب اور مسکین جانور ہے۔ اس کو جنت کے چوپایوں میں سے کہا گیا ہے۔ اس سے انسان کو نفع بھی بہت ہے۔ اس کا دودھ بہت مفید ہے۔ جس کے استعمال سے طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیز اس کی نسل بھی بہت بڑھتی ہے۔ اس کی خوراک کے لئے بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جنگلوں میں اپنا پیٹ خود بھر لیتی ہے۔ بآسانی پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ اس لئے فتنے فساد کے وقت پہاڑوں جنگلوں میں تنہائی اختیار کر کے اس مفید ترین جانور کی پرورش سے گذران معیشت کرنا مناسب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بطور پیشین گوئی فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں بہت پر فتن زمانے آئے اور کتنے ہی بندگان الٰہی نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے آبادی سے ویرانوں کو اختیار کیا۔ اس لئے یہ عمل بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ اس سے ایمان و اسلام کی حفاظت مقصود ہے۔

١٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللهِ)) وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

باب:۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور اس بات کا ثبوت کہ معرفت دل کا فعل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لیکن (اللہ) گرفت کرے گا اس پر جو تمہارے دلوں نے کیا ہو گا۔"

۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ. قَالُوا: إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفُ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ: ((إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللهِ أَنَا)).

(۲۰) یہ حدیث ہم سے محمد بن سلام نے بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ انہیں اس کی عبدہ نے خبردی' وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں' ہشام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معصوم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لئے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کرنے کا حکم فرمایئے) (یہ سن کر) آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ خفگی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔ (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کر سکتے)

تشریح: اس باب کے تحت بھی امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کا یہ فعل ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کی ایمانی کیفیت تمام صحابہؓ اور ساری مخلوقات سے بڑھ کر تھی۔ یہاں حضرت امام بخاری مرجیہ کے ساتھ کرامیہ کے قول کا بطلان بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور یہ حدیث ایمان کی کمی و زیادتی کے لئے بھی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان انا اعلمکم باللہ سے ظاہر ہے کہ علم باللہ کے درجات ہیں اور اس بارے میں لوگ ایک دوسرے سے کم و زیادہ ہو سکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں جمیع صحابہؓ بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ چڑھ کر حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض صحابی آپ سے بڑھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس خیال کی تغلیط میں فرمایا کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ تم کتنی ہی عبادت کرو مگر مجھ سے نہیں بڑھ سکتے ہو اس لئے کہ معرفت خداوندی تم سب سے زیادہ مجھ ہی کو حاصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں میانہ روی ہی خدا کو پسند ہے۔ ایسی عبادت جو طاقت سے زیادہ ہو' اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان معرفت رب کا نام ہے اور معرفت کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے ایمان محض زبانی اقرار کو نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے لئے معرفت قلب بھی ضروری ہے اور ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

۱۴- بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

باب: اس بیان میں کہ جو آدمی کفر کی طرف واپسی کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے' تو اس کی یہ روش بھی ایمان میں داخل ہے

۲۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ

(۲۱) اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' جس شخص

فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ))۔

میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پا لے گا' ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کیلئے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو' پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔

تشریح ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت فی الحقیقت بیٹھ جائے وہ کفر کو کسی حالت میں برداشت نہیں کرے گا۔ لیکن اس محبت کا اظہار محض اقرار سے نہیں بلکہ اطاعت احکام اور مجاہدۂ نفس سے ہوتا ہے اور ایسا ہی آدمی درحقیقت اسلام کی راہ میں مصیبتیں جھیل کر بھی خوش رہ سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عادات پاکیزہ اور استقامت یہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ ابھی پیچھے یہی حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ جس میں بعد اذ انقذہ اللہ کے لفظ نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لئے پچھلے صفحات کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں و هذا الحديث بمعنى حديث ذاق طعم الايمان من رضى بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا و ذالک انه لا يصح المحبة لله و رسوله حقيقة و حب الادمى فى الله و رسوله و كراهة الرجوع الى الكفر لايكون الا لمن قوى الايمان يقينه و اطمانت به نفسه وانشرح له صدره و خالط لحمه ودمه وهذا هوالذى وجد حلاوته والحب فى الله من ثمرات حب الله (سراج الوهاج' ص: ۳۶) یعنی یہ حدیث دوسری حدیث ذاق طعم الایمان الخ ہی کے معنے میں ہے جس میں وارد ہے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھ لیا جو اللہ سے ازروئے رب ہونے کے راضی ہو گیا اور جس نے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند کر لیا اور حضرت محمد ﷺ کو بہ حیثیت رسول کے مان لیا' اس نے ایمان کا مزہ حاصل کر لیا۔ اور یہ نعمت اسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کو طاقت ور کر دیا ہو اور اس سے اس کا نفس مطمئن ہو گیا اور اس کا سینہ کھل گیا اور ایمان و یقین اس کے گوشت پوست اور خون میں داخل ہو گیا۔ یہی وہ خوش نصیب ہے جس نے ایمان کی حلاوت پائی اور اللہ کے لئے اس کے نیک بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔ پھر آگے حضرت نواب صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ محبت دلی میلان کا نام ہے۔ کبھی یہ حسین و جمیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے' کبھی اچھی آواز یا اچھے کھانے کی طرف' کبھی یہ لذت میلان باطنی معانی سے متعلق ہوتی ہے۔ جیسے صالحین و علماء و اہل فضل سے ان کے مراتب کمال کی بنا پر محبت رکھنا۔ کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہو جاتی ہے جو صاحب احسان ہیں۔ جنہوں نے تکالیف اور مصائب کے وقت مدد کی ہے۔ ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے اور اس قسم کی جملہ خوبیاں اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی میں جمع ہیں۔ آپ کا جمال ظاہر و باطن اور آپ کے خصال حمیدہ اور فضائل اور جمیع المسلمین پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ کی محبت عین تقاضائے ایمان ہے۔

آگے حضرت نواب مرحوم نے عشق مجازی پر ایک طویل تبصرہ فرماتے ہوئے بتلایا ہے کہ و من اعظم مكائد الشيطان ما فتن به عشاق صور المرد والنسوان و تلک لعمر الله فتنة كبرىٰ و بلية عظمىٰ الخ۔ یعنی شیطان کے عظیم تر جالوں میں سے ایک یہ جال ہے جس میں بہت سے عشاق مبتلا رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو لڑکوں اور عورتوں کی صورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں اور قسم اللہ کی یہ بہت ہی بڑا فتنہ اور بہت ہی بڑی مصیبت ہے۔ اللہ ہر مرد مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حضرت امام المفسرین ناصر المحدثین نواب صاحب مرحوم دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ تحریم الخمر میں فرماتے ہیں:

"مرض عشق کو شراب و زنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک مناسبت خاص ہے۔ یہ مرض شہوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کسی مزاج پر شہوت غالب آ جاتی ہے تو یہ بیماری اس شہوت پرست کو پکڑ لیتی ہے جب وصال معشوق محال ہوتا ہے یا میسر نہیں آتا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لہٰذا کتب دین میں عشق کی مذمت آئی ہے اور اس کا انجام شرک ٹھیرایا ہے۔ قرآن و حدیث میں کسی جگہ اس منحوس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زلیخا میں افراط محبت کو بلفظ "شغف حب" تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زلیخا سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرد عشاق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلیٰ پر فریفتہ تھا۔ اس سے بدتر عشق اہل فرس کا ہے کہ وہ امرد پر شیفتہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قسم لواط اور اغلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ زنا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شرابی زانی ہو جاتا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو توحید خدا سے روک کر گرفتار شرک و بت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق معشوق کا بندہ ہو جاتا ہے اس کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی پر مقدم رکھتا ہے۔ یہی اس کی صنم پرستی ہے۔ کتاب اغاثۃ اللھفان و کتاب الدواء الکافی اور دیگر رسائل میں آفات و مصائب عشق کو تفصیل وار لکھا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس شرک شیرین و کفر نمکین سے بچا کر اپنی محبت بخشے اور مجاز سے حقیقت کی طرف لائے۔ حدیث میں آیا ہے حبک الشی یعمی و یصم یعنی کسی چیز کی محبت تجھ کو اندھا بہرہ بنا دیتی ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہی حال مقلدین جامدین کا ہے جن کا طور طریقہ بالکل ان لوگوں کے مطابق ہے۔ جن کا حال اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا ہے۔ ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔ ائمہ مجتہدین کا احترام اپنی جگہ پر ہے مگر ان کے ہر فتویٰ ہر ارشاد کو وحی آسمانی کا درجہ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین۔

١٥- بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الإِيْمَانِ فِي الأَعْمَالِ

باب: (اس بیان میں کہ) ایمان والوں کا عمل میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا (عین ممکن ہے)

٢٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَا - أَوِ الْحَيَاةِ، شَكَّ مَالِكٌ - فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ

(۲۲) ہم سے اسماعیل نے یہ حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں ان سے مالک نے' وہ عمرو بن یحییٰ المازنی سے نقل کرتے ہیں' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائے گا' جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو' اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ (یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا) اس وقت وہ دانے کی

صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً))؟ قَالَ وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو ((الحياةِ)). وَقَالَ: ((خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ)).[أطرافه في : ٤٥٨١، ٤٩١٩، ٦٥٦٠، ٦٥٧٤، ٧٤٣٨، ٧٤٣٩].

طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا کہ ہم سے عمرو نے (حیا کی بجائے) حیاۃ' اور (خردل من ایمان) کی بجائے (خردل من خیر) کا لفظ بیان کیا۔

تشریح اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جس کسی کے دل میں ایمان کم سے کم ہو گا۔ کسی نہ کسی دن وہ مشیت ایزدی کے تحت اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان پر نجات کا مدار تو ہے۔ مگر اللہ کے یہاں درجات اعمال ہی سے ملیں گے۔ جس قدر اعمال عمدہ اور نیک ہوں گے اس قدر اس کی عزت ہو گی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ کہ کچھ لوگ ایمان میں ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے قلوب میں ایمان محض ایک رائی کے دانہ برابر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی میں اس قدر وضاحت کے بعد بھی جو لوگ جملہ ایمانداروں کا ایمان یکساں مانتے ہیں اور کمی بیشی کے قائل نہیں ان کے اس قول کا خود اندازہ کر لینا چاہئے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ووجه مطابقة هذا الحديث للترجمة ظاهر واراد بايراده الرد على المرجئة لمافيه من ضرر المعاصى مع الايمان و على المعتزلة فى ان المعاصى موجبة للخلود یعنی اس حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور حضرت مصنفؒ کا یہاں اس حدیث کے لانے سے مقصد مرجیہ کی تردید کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایمان کے باوجود معاصی کا ضرر و نقصان بتلایا گیا ہے اور معتزلہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ گنہ گار لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ. وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ. قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((الدِّيْنَ)).

(۲۳) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی' ان سے ابراہیم بن سعد نے' وہ صالح سے روایت کرتے ہیں' وہ ابن شہاب سے' وہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے راوی ہیں' وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک وقت سو رہا تھا' میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرتہ سینے تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا ہے۔ (پھر) میرے سامنے عمر بن الخطاب لائے گئے۔ ان (کے بدن) پر (جو) کرتہ تھا۔ اسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔ (یعنی ان کا کرتہ زمین تک نیچا تھا) صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (اس سے) دین مراد ہے۔

[أطرافه في: ٣٦٩١، ٧٠٠٨، ٧٠٠٩].

تشریح مطلب یہ ہے کہ دین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات میں اس طرح جمع ہو گیا کہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنی فدا کاری و جان نثاری اور دینی عظمت و اہلیت کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر ہے اور بزرگی و عظمت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اسلام کو جو ترقی اور بحیثیت دین کے جو شوکت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

ذات سے ہوئی وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کرتہ سب سے بڑا تھا' اس لئے ان کی دینی فہم بھی اوروں سے بڑھ کر تھی۔ دین کی اسی کمی بیشی میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس روایت کے نقل کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کا یہی مقصد ہے۔

ومطابقته للترجمة ظاهرة من جهة تاويل القمص بالدين و قد ذكر انهم متفاضلون فى لبسها فدل على انهم متفاضلون فى الايمان (فتح) یعنی حدیث اور باب کی مطابقت بایں طور ظاہر ہے کہ قمیصوں سے دین مراد ہے اور مذکور ہوا کہ لوگ ان کے پہننے میں کمی بیشی کی حالت میں ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ وہ ایمان میں بھی کم و بیش ہیں۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں وفى هذا الحديث التشبيه البليغ و هو تشبيه الدين بالقميص لانه ليستر عورة الانسان و كذالك الدين يستره من النار وفيه الدلالة على التفاضل فى الايمان كما هو مفهوم تاويل القميص الدين مع ماذكره من ان اللابسين يتفاضلون فى بسه یعنی اس حدیث میں ایک گہری بلیغ تشبیہ ہے جو دین کو قمیص کے ساتھ دی گئی ہے' قمیص انسان کے جسم کو چھپانے والی ہے' اسی طرح دین اسے دوزخ کی آگ سے چھپا لے گا' اس میں ایمان کی کمی بیشی پر بھی دلیل ہے جیسا کہ قمیص کے ساتھ دین کی تعبیر کا مفہوم ہے۔ جس طرح قمیص پہننے والے اس کے پہننے میں کم و بیش ہیں اسی طرح دین میں بھی لوگ کم و بیش درجات رکھتے ہیں' پس ایمان کی کمی و بیشی ثابت ہوئی۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں حضرت امام المحدثین آگے ان چیزوں کا بیان شروع فرما رہے ہیں' جن کے نہ ہونے سے ایمان میں نقص لازم آتا ہے۔

چنانچہ اگلا باب اس مضمون سے متعلق ہے۔

١٦- بَابُ الْحَيَاءُ مِنَ الإِيْمَانِ

باب:۔ شرم و حیا بھی ایمان سے ہے

٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ - وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((دَعْهُ، فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الإِيْمَانِ)).

[أطرافه في : ٦١١٨].

(٢٤) عبداللہ ابن یوسف نے ہم سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک ابن انس نے ابن شہاب سے خبر دی' وہ سالم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں' وہ اپنے باپ (عبداللہ بن عمر) سے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ نے اس انصاری سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

تشریح بخاری کتاب الادب میں یہی روایت ابن شہاب سے آئی ہے۔ اس میں لفظ یعظ کی جگہ یعاتب ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ انصاری اس کو اس بارے میں عتاب کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انصاری سے فرمایا اسے اس کی حالت پر رہنے دو۔ حیا ایمان ہی کا حصہ ہے۔

حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان برائی کی نسبت اپنے نام کے ساتھ ہونے سے ڈرے۔ حرام امور میں حیا کرنا واجب ہے اور مکروہات میں بھی حیا کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ الحیاء لایاتی الابخیر کا یہی مطلب ہے کہ حیا خیر ہی خیر لاتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے۔ خف الله على قدرته عليك واستحى منه على قدرته قربه منك. اللہ کا خوف پیدا کرو اس اندازہ کے مطابق کہ وہ تمہارے اوپر کتنی زبردست قدرت رکھتا ہے اور اس سے شرم رکھو یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ وہ تم سے کس قدر قریب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا خوف

پورے طور پر ہو کہ وہ تمہارے اوپر اپنی قدرت کامل رکھتا ہے جب وہ چاہے اور جس طرح چاہے تم کو پکڑے اور اس سے شرم و حیا بھی اس خیال سے ہونی چاہئے کہ وہ تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

الغرض حیا اور شرم انسان کا ایک فطری نیک جذبہ ہے جو اسے بے حیائی سے روک دیتا ہے اور اس کے طفیل وہ بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ حیا سے مراد وہ بے جا شرم نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان کی جرأت عمل ہی مفقود ہو جائے۔ وہ اپنے ضروری فرائض کی ادائیگی میں بھی شرم و حیا کا بہانہ تلاش کرنے لگے۔ حضرت امام المحدثین اس حدیث کی نقل سے بھی مرجیہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو ایمان کو صرف قول بلا عمل مانتے ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ میں جملہ اعمال صالحہ و عادات سیئہ کو ایمان ہی کے اجزا اقرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ حیا شرم جیسی پاکیزہ عادت بھی ایمان میں داخل ہے۔

١٧- بَابُ ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾

باب:۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہ اگر وہ (کافر) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی ان سے جنگ نہ کرو)

٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلاَةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ. فَإِذَا فَعَلُوْا ذَلِكَ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلاَّ بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ)).

(٢٥) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' ان سے ابو روح حرمی بن عمارہ نے' ان سے شعبہ نے' وہ واقد بن محمد سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی' وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں' جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے' سوائے اسلام کے حق کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

تشریح علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابواب ایمان میں لانے سے فرقہ ضالہ مرجیہ کی تردید مقصود ہے جن کا گمان ہے کہ ایمان کے لیے عمل کی حاجت نہیں۔ آیت اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے توبہ کرنے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی جنگ نہ کرو۔ اور حدیث میں اس کی تفسیر مزید کے طور پر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ کلمہ شہادت کا بھی ذکر کیا گیا اور بتلایا گیا کہ جو لوگ ان ظاہری اعمال کو بجالائیں گے ان کو یقیناً مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور وہ جملہ اسلامی حقوق کے مستحق ہوں گے۔ رہا ان کے دل کا حال سو وہ اللہ کے حوالہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا وہی ہے۔

الا بحق الاسلام کا مطلب یہ کہ قوانین اسلام کے تحت اگر وہ کسی سزا یا حد کے مستحق ہوں گے تو اس وقت ان کا ظاہری اسلام اس بارے میں رکاوٹ نہ بن سکے گا اور شرعی سزا بالضرور ان پر لاگو ہو گی۔ جیسے محصن زانی کے لئے رجم ہے۔ ناحق خون ریزی کرنے

والے کے لئے قصاص ہے۔ یا جیسے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد زکوٰۃ سے انکار کر دیا تھا۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرما دیا کہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ جو لوگ نماز کی فرضیت کے قائل ہیں مگر زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں ان سے میں ضرور مقاتلہ کروں گا۔ الا بحق الاسلام میں ایسے جملہ امور داخل ہیں۔

آیت شریفہ مذکورہ سورۂ توبہ میں ہے جو پوری یہ ہے ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبہ: ۵) یعنی حرمت کے مہینے گزرنے کے بعد (مدافعانہ طور پر) مشرکین سے جنگ کرو اور جہاں بھی تمہارا داؤ لگے ان کو مارو' پکڑو' قید کر لو اور ان کے پکڑنے یا زیر کرنے کے لئے ہر گھات میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ شرارت سے توبہ کریں اور (اسلام قبول کر کے) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ پاک بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت شریفہ کا تعلق ان مشرکین عرب کے ساتھ ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیا اور ہر وقت وہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی فکر میں رہے اور "خود جیو اور دوسروں کو جینے دو" کا فطری اصول قطعاً بھلا دیا۔ آخر مسلمانوں کو مجبوراً مدافعت کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ آیت کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے اس پر بھی ان کو آزادی دی گئی کہ اگر وہ جارحانہ اقدام سے باز آ جائیں اور جنگ بند کر کے جزیہ ادا کریں تو ان کو امن دیا جائے گا اور اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر وہ اسلامی برادری کے فرد بن جائیں گے اور جملہ اسلامی حقوق ان کو حاصل ہوں گے۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں ویوخذ من هذا الحديث قبول الاعمال الظاهرة والحكم بما يقتضيه الظاهر و الاكتفاء فى قبول الايمان بالاعتقاد الجازم ۔ یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال ظاہری کو قبول کیا جائے گا اور ظاہری حال ہی پر حکم لگایا جائے گا اور پختہ اعتقاد کو قبولیت ایمان کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ویوخذمنه ترک تکفير اهل البدع المقرين بالتوحيد الملتزمين للشرائع و قبول توبة الكافر من كفره من غير تفصيل بين كفر ظاهراوباطن یعنی اس حدیث سے یہ بھی لیا جائے گا کہ جو اہل بدعت توحید کے اقراری اور شرائع کا التزام کرنے والے ہیں ان کی تکفیر نہ کی جائے گی اور یہ کہ کافر کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے کہ وہ توبہ ظاہری کر رہا ہے یا اس کے دل سے بھی اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ ہاں جو لوگ محبت بدعت میں گرفتار ہو کر علانیہ توہین و انکار سنت کریں گے وہ ضرور آیت کریمہ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۳۲) کے مصداق ہوں گے۔

حضرت امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے اور یہ بتلاتے ہوئے کہ اعمال بھی ایمان ہی میں داخل ہیں' تفصیل مزید کے طور پر آگے بتلانا چاہتے ہیں کہ بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی میں لفظ عمل استعمال ہوا ہے اور وہاں اس سے ایمان مراد ہے۔ پس مرجیہ کا یہ قول کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے' باطل ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں۔ و فى الحديث رد علے المرجئة فى قولهم ان الايمان غير مفتقر الى الاعمال و فيه تنبيه على ان الاعمال من الايمان والحديث موافق لقوله تعالىٰ فان تابوا واقاموا الصلوٰة فخلوا سبيلهم متفق عليه اخرجه البخارى فى الايمان والصلوٰة و مسلم فى الايمان الا ان مسلما لم يذكر الابحق الاسلام لكنه مراد والحديث اخرجه ايضا الشيخان من حديث ابى هريرة والبخارى من حديث انس و مسلم من حديث جابر (موعاة جلد: اول / ص: ۳۶) مراد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الایمان اور کتاب الصلوٰۃ میں نقل کیا ہے اور امام مسلم نے صرف ایمان میں اور وہاں لفظ الا بحق الاسلام ذکر نہیں ہوا لیکن مراد وہی ہے نیز اس حدیث کو شیخان نے حدیث ابوہریرہ سے اور بخاری نے حدیث انس سے اور مسلم نے حدیث جابر سے بھی روایت کیا ہے۔

١٨- بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾. وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى﴿ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾ عَنْ قَوْلِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ﴾

٢٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالاَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: ((إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ)) قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ)). قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : ((حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)).

[طرفه في : ١٥١٩].

باب:اس شخص کے قول کی تصدیق میں جس نے کہا ہے کہ ایمان عمل (کا نام) ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور یہ جنت ہے اپنے عمل کے بدلے میں تم جس کے مالک ہوئے ہو" اور بہت سے اہل علم حضرات ارشاد باری فوربک الخ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں عمل سے مراد "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "عمل کرنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنا چاہیے۔"

(۲۶) ہم سے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل دونوں نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' وہ سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا" کہا گیا' اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا" کہا گیا' پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "حج مبرور۔"

تشریح حضرت امام قدس سرہ یہاں بھی ثابت فرما رہے ہیں کہ ایمان اور عمل ہر دو شے در حقیقت ایک ہی ہیں اور قرآنی آیات میں جو یہاں مذکور ہیں لفظ عمل استعمال کر کے ایمان مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ﴿ و تلک الجنة التی اورثتموھا بما کنتم تعملون ﴾ (الزخرف : ۷۲) میں ہے اور بہت سے اہل علم جیسے حضرت انس بن مالک اور مجاہد اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کہا ہے کہ آیت کریمہ فوربک الخ میں ﴿ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الحجر: ۹۳) سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مراد ہے۔ کہ قیامت کے دن اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آیت شریفہ ﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴾ (الصافات : ۶۱) میں بھی ایمان مراد ہے۔ مقصد یہ کہ کتاب اللہ کی اسی قسم کی جملہ آیات میں عمل کا لفظ استعمال میں لا کر ایمان مراد لیا گیا ہے۔ پھر حدیث مذکور میں نہایت صاف لفظوں میں موجود ہے ای العمل افضل کون سا عمل بہتر ہے؟ جواب میں فرمایا ایمان باللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ یہاں اس بارے کی ایسی صراحت موجود ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ باب کا مطلب بھی یہیں سے نکلتا ہے' کیونکہ یہاں ایمان کو صاف صاف لفظوں میں خود آنحضرت ﷺ نے لفظ عمل سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے اعمال کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ایمان سے یہاں اللہ و رسول پر یقین رکھنا مراد ہے۔ اسی ایمانی طاقت کے ساتھ مرد مومن میدان جہاد میں گامزن ہوتا ہے۔ حج مبرور سے خالص حج مراد ہے جس میں ریا و نمود کا شائبہ نہ ہو۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی گناہوں سے توبہ کرے۔ پھر گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

علامہ سندی فرماتے ہیں۔ فما وقع فی القران من عطف العمل علی الایمان فی مواضع فھو من عطف العام علی الخاص لمزید الاھتمام بالخاص واللہ اعلم یعنی قرآن پاک کے بعض مقامات پر عمل کا عطف ایمان پر واقع ہوا ہے اور یہ اہتمام خاص کے پیش نظر عام کا عطف خاص پر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ایمان قول بلا عمل کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ سراسر خطا پر ہیں اور کتاب و سنت سے ان کا یہ عقیدہ باطل ظاہر و باہر ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کرنے والے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان باللہ کے بعد جہاد کا پھر حج مبرور کا ذکر ہے۔ حدیث ابوذر میں حج کا ذکر چھوڑ کر عتق یعنی غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث ابن مسعود میں نماز پھر بر (نیکی) پھر جہاد کا ذکر ہے۔ بعض جگہ پہلے اس شخص کا ذکر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ یہ جملہ اختلافات احوال مختلفہ کی بنا پر اور اہل خطاب کی ضروریات کی بنا پر ہیں۔ بعض جگہ سامعین کو جو چیز معلوم تھیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور جو معلوم کرانا تھا اسے ذکر کر دیا گیا۔ اس روایت میں جہاد کو مقدم کیا جو ارکان خمسہ میں سے نہیں ہے اور حج کو مؤخر کیا جو ارکان خمسہ میں سے ہے۔ یہ اس لئے کہ جہاد کا نفع متعدی ہے یعنی پوری ملت کو حاصل ہو سکتا ہے اور حج کا نفع ایک حاجی کی ذات تک منحصر ہے۔ آیت شریفہ وتلک الجنة الخ سورۂ زخرف میں ہے اور آیت شریفہ فوربک الخ سورۂ حجر میں ہے اور آیت شریفہ لمثل ھذا الخ سورۂ صافات میں ہے۔

تنبیہ: حضرت امام الدنیا فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ تراجم ابواب پر نظر غائر ڈالنے سے آپ کی دقت نظر و وسعت معلومات، مجتہدانہ بصیرت، خداداد قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔ مگر تعصب کا برا ہو آج کل ایک جماعت نے اسی کو "خدمت حدیث" قرار دیا ہے کہ آپ کی علمی شان پر جا و بے جا حملے کر کے آپ کے خداداد مقام کو گرایا جائے اور صحیح بخاری شریف کو اللہ نے جو قبولیت عام عطا کی ہے جس طور پر بھی ممکن ہو اسے عدم قبولیت میں تبدیل کیا جائے۔ اگرچہ ان حضرات کی یہ غلط کوشش بالکل بے سود ہے۔ پھر بھی کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی ایسی نامبارک مساعی سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ ان "حضرات" کی ایک نئی اپچ یہ بھی ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی کے لئے ناقل محض تھے۔ مجتہدانہ بصیرت ان کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ یہ قول اتنا باطل اور بے ہودہ ہے کہ اس کی تردید میں دفاتر لکھے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت ہم سردست صرف حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر تبصرہ نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایسی ہرزہ سرائی کرنے والوں کی دیانت و امانت کس درجہ میں ہے۔ یہ تبصرہ حضرت العلام مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ ایک دن ہم اس حدیث میں بحث کر رہے تھے۔ ﴿لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھولاء یعنی اھل فارس و فی روایۃ لنالہ رجال من ھولاء﴾ میں نے کہا امام بخاریؒ ان لوگوں میں داخل ہیں۔ کس لئے کہ خدائے منان نے حدیث کا علم انہیں کے ہاتھوں مشہور کیا ہے اور ہمارے زمانے تک حدیث باسناد صحیح متصل اسی مرد کی ہمت مردانہ سے باقی رہی۔ (جس شخص کے ساتھ بحث ہو رہی تھی) وہ شخص اہل حدیث سے ایک قسم کا بغض رکھتا تھا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقیہوں کا حال ہے۔ خدا ان کو ہدایت کرے اس نے میری بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ امام بخاری حدیث کے حافظ تھے نہ عالم۔ ان کو ضعیف اور حدیث صحیح کی پہچان تھی لیکن فقہ اور فہم میں کامل نہ تھے (اے جاہل! تو نے امام بخاریؒ کی تصنیفات پر غور نہیں کیا ورنہ ایسی بات ان کی حق میں نہیں نکالتا۔ وہ تو فقہ اور فہم اور باریکی استنباط میں طاق ہیں اور مجتہد مطلق ہیں اور اس کے ساتھ حافظ حدیث بھی تھے، یہ فضیلت کسی مجتہد کو بہت کم نصیب ہوتی ہے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ (کیونکہ جواب جاہلاں باشد خموشی) اور اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا کہ حافظ ابن حجرؒ تقریب

میں لکھتے ہیں۔ محمد بن اسمعیل امام الدنیا فی فقه الحدیث یعنی امام بخاریؒ سب دنیا کے امام ہیں فقہ حدیث میں اور یہ امر اس شخص کے نزدیک جس نے فن حدیث کا تتبع کیا ہو' بدیہی ہے۔ بعد اس کے میں نے امام بخاریؒ کی چند تحقیقات ملیہ جو سوا ان کے کسی نے نہیں کی ہیں' بیان کیں اور جو کچھ خدا نے چاہا وہ میری زبان سے نکلا۔ (مقدمہ تیسیر الباری' ص: ۲۷' ۲۸)

صاحب ایضاح البخاری (دیوبند) نے بھی حضرت امام بخاریؒ کو ایک مجتہد تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے ص ۲۰ پر مرقوم ہے۔ مگر دوسری طرف کچھ ایسے متعصب بھی موجود ہیں جن کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طور بھی ممکن ہو حضرت امام بخاریؒ کی تخفیف و تنقیص و تجہیل کی جائے۔

ایسے حضرات کو یہ حدیث قدسی یاد رکھنی چاہئے من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب اللہ کے پیارے بندوں سے عداوت رکھنے والے خدا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور نتیجہ دیکھ لیں کہ اس جنگ میں ان کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اللہ کے پیارے اور رسول کریم ﷺ کے سچے فدائی تھے۔

یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی اپنی جگہ پر امت کے لئے باعث صد فخر ہیں۔ ان کی مجتہدانہ مساعی کے شکریہ سے امت کسی صورت میں بھی عہدہ بر آ نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کی تعریف اور توصیف میں ہم امام بخاری رحمہ اللہ کی تنقیص و تجہیل کرنا شروع کر دیں' یہ انتہائی غلط قدم ہو گا۔ اللہ ہم سب کو نیک سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے مناقب کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ وہ نہ صرف محدث' فقیہ' مفسر بلکہ ولی کامل بھی تھے۔ خدا پرستی اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں آپ کو زنبور نے سترہ بار کاٹا اور آپ نے نماز میں اف تک نہ کی۔ نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سترہ جگہ زنبور کا ڈنگ لگا اور جسم کا بیشتر حصہ سوج گیا ہے۔ آپ کی سخاوت کا ہر طرف چرچا تھا خصوصاً طلبائے اسلام کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے' اسی لئے علمائے معاصرین میں سے بہت بڑی تعداد کا یہ متفقہ قول ہے کہ امام بخاری کو علماء پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے' وہ اللہ پاک کی آیات قدرت میں سے زمین پر چلنے پھرنے والی ایک زندہ نشانی تھے' (رحمہ اللہ)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ مناقب حضرت امام بخاری کے مشائخ اور ان کے زمانہ کے علماء کے بیان کردہ ہیں اگر ہم بعد والوں کے بھی اقوال نقل کریں تو کاغذ ختم ہو جائیں گے اور عمر تمام ہو جائے گی مگر ہم ان سب کو نہ لکھ سکیں گے۔ مطلب یہ کہ بیشمار علماء نے ان کی تعریف کی ہے۔

١٩-بَابٌ: إِذَا لَمْ يَكُنِ الإِسْلاَمُ عَلَى الْحَقِيقَةِ

وَكَانَ عَلَى الإِسْتِسْلاَمِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ قَالَتِ الأَعْرَابُ آمَنَّا. قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا، وَلَكِنْ قُولُوْا أَسْلَمْنا﴾ فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الإِسْلاَمُ ﴾

باب:۔ جب حقیقی اسلام پر کوئی نہ ہو

بلکہ محض ظاہر طور پر مسلمان بن گیا ہو یا قتل کے خوف سے تو (لغوی حیثیت سے اس پر) مسلمان کا اطلاق درست ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ جب دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ظاہر طور پر مسلمان ہو گئے۔ لیکن اگر ایمان حقیقتاً حاصل ہو تو وہ باری تعالیٰ کے ارشاد (بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے) کا مصداق ہے۔ آیات شریفہ میں لفظ ایمان اور اسلام ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے

٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: شُعَيْبُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَعْطَى رَهْطًا- وَسَعْدٌ جَالِسٌ - فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلاً هُوَ أَعْجَبُهُم إِلَيَّ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَ اللهِ إِنِّي لأَرَاهُ مُؤْمِنًا. فَقَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) فَسَكَتُّ قَلِيْلاً. ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِيْ فَقُلْتُ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ لأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيْلاً ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ الْمَقَالَتِيْ. وَعَادَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. ثُمَّ قَالَ: ((يَا سَعْدُ، إِنِّي لأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ)). وَرَوَاهُ يُونُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[أطرافه في : ١٤٧٨].

(٢٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبردی' انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور سعد وہاں موجود تھے۔ (وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا حالانکہ میں اسے مومن گمان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مومن یا مسلمان؟ میں تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر پہلی بات دہرانے لگا۔ حضور ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے سعد! باوجودیکہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظرانداز کرکے) کسی اور دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور) اللہ اسے آگ میں اوندھا ڈال دے۔ اس حدیث کو یونس' صالح' معمر اور زہری کے بھتیجے عبداللہ نے زہری سے روایت کیا۔

تشریح آیت کریمہ میں بنو اسد کے کچھ بدویوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں آکر اپنے اسلام کا اظہار بطور احسان کر رہے تھے' اللہ نے بتایا کہ یہ ہمارا احسان ہے نہ کہ تمہارا۔ حضرت سعد نے اس شخص کے بارے میں قسم کھا کر مومن ہونے کا بیان دیا تھا۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ ایمان دل کا فعل ہے کسی کو کسی کے باطن کی کیا خبر' ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا حکم لگا سکتے ہو۔ اس باب اور اس کے ذیل میں یہ حدیث لاکر امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام عنداللہ وہی قبول ہے جو دل سے ہو۔ ویسے دنیاوی امور میں ظاہری اسلام بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر حضرت امام بخاریؒ ایمان اور اسلام شرعی میں اتحاد ثابت کر رہے ہیں اور یہ اسی مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر ہے جو اللہ نے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھی۔

٢٠- بَابُ إِفْشَاءِ السَّلَامِ مِنَ الإِسلَامِ

باب سلام پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے۔

وَقَالَ عَمَّارٌ: ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الإِيْمَانَ: الإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ، وَبَذْلُ

عمار نے کہا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کرلیا اس نے سارا ایمان حاصل کرلیا۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا' سلام کو عالم میں پھیلانا اور

السَّلامِ لِلْعَالَمِ، وَالإِنْفَاقُ مِنَ الإِقْتَارِ.

تنگ دستی کے باوجود راہ للہ خرچ کرنا۔

٢٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الإِسْلاَمِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)). [راجع: ١٢]

(۲۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے' انہوں نے ابوالخیر سے' انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

تشریح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بھی مرجیہ کی تردید فرما رہے ہیں کہ اسلام کے معمولی اعمال صالحہ کو بھی ایمان میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا مرجیہ کا مذہب باطل ہے۔ کھانا کھلانا اور اہل اسلام کو عام طور پر سلام کرنا الغرض جملہ اعمال صالحہ کو ایمان کہا گیا ہے اور حقیقی اسلام بھی یہی ہے۔ ان اعمال صالحہ کے کم و بیش ہونے پر ایمان کی کمی و بیشی منحصر ہے۔

اپنے نفس سے انصاف کرنا یعنی اس کے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے بارے میں اس کا محاسبہ کرتے رہنا مراد ہے اور اللہ کی عنایات کا شکر ادا کرنا اور اس کی اطاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرنا بھی نفس سے انصاف کرنے میں داخل ہے۔ نیز ہر وقت ہر حال میں انصاف مدنظر رکھنا بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔

٢١- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ، وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ.

باب خاوند کی ناشکری کے بیان میں اور ایک کفر کا (اپنے درجہ میں)

فِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

دوسرے کفر سے کم ہونے کے بیان میں۔ اس بارے میں وہ حدیث جسے ابوسعید خدری نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے

٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُرِيْتُ النَّارَ، فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ)). قِيْلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)).

[أطرافه في : ٤٣١، ٧٤٨، ١٠٥٢، ٣٢٠٢، ٥١٩٧].

(۲۹) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' وہ امام مالک سے' وہ زید بن اسلم سے' وہ عطاء بن یسار سے' وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا حضور کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

تشریح حضرت امام المحدثین قدس سرہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کفر حقیقی ہے جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے۔ دوسرے بعض گناہوں کے ارتکاب پر بھی کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ مگر یہ کفر حقیقی کفر سے کم ہے۔ ابوسعید والی حدیث کتاب الحیض میں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے عورتوں کو صدقے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے دوزخ میں زیادہ تر تم کو دیکھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کا کفر یعنی ناشکری کرتی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بڑی لمبی ہے۔ جو بخاری کی کتاب الکسوف میں ہے' یہاں استدلال کے لئے حضرت امام نے اس کا ایک ٹکڑا ذکر کر دیا ہے۔

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں و فی ھذا الحدیث وعظ الرئیس المروس و تحریضه علی الطاعة ومراجعة المتعلم العالم والتابع المتبوع فیما قاله اذا لم یظھرله معناہ الخ یعنی اس حدیث کے تحت ضروری ہوا کہ سردار اپنے ماتحوں کو وعظ و نصیحت کرے اور نیکی کے لیے ان کو رغبت دلائے اور اس سے یہ بھی نکلا کہ شاگرد اگر استاد کی بات پورے طور پر نہ سمجھ پائے تو استاد سے دوبارہ دریافت کر لے اور اس حدیث سے ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی سے ایمان گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ معاصی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے مگر یہ وہ کفر نہیں ہے جس کے ارتکاب سے دوزخ میں ہمیشہ رہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کا ایمان جیسے خاوند کی ناشکری سے گھٹ جاتا ہے' ویسے ہی ان کی شکر گذاری سے بڑھ بھی جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

حضرت امام نے کفر دون کفر کا ٹکڑا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے لیا ہے جو آپ نے آیت کریمہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (المآئدۃ : ۴۴) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ (اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ کفر مراد نہیں ہے جس کی سزا خلود فی النار ہے۔ اس لئے علماء محققین نے کفر کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے (۱) کفر بالکل انکار کے معنی میں ہے' یعنی اللہ پاک کا بالکل انکار کرنا اس کا وجود ہی نہ تسلیم کرنا' قرآن مجید میں زیادہ تر ایسے ہی کافروں سے خطاب کیا گیا ہے (۲) کفر جحود ہے یعنی اللہ کو دل سے حق جاننا مگر اپنے دنیاوی مفاد کے لئے زبان سے اقرار نہ کرنا' مشرکین مکہ میں سے بعض کا ایسا ہی کفر تھا' آج بھی ایسے بہت لوگ ملتے ہیں (۳) کفر عناد ہے یعنی دل میں تصدیق کرنا زبان سے اقرار بھی کرنا مگر احکام الٰہی کو تسلیم نہ کرنا اور توحید و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو ماننے کے لیے تیار نہ ہونا' ماضی و حال میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ (۴) کفر نفاق ہے یعنی زبان سے اقرار کرنا مگر دل میں یقین نہ کرنا جیسا کہ آیت شریف ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ﴾ (البقرۃ : ۱۳) میں مذکور ہے۔ (یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ) جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا پختہ ایمان لاؤ جیسا کہ دوسرے لوگ (انصار و مہاجرین) لائے ہوئے ہیں تو جواب میں کہنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہم بھی بے وقوفوں جیسا ایمان لے آئیں۔ یاد رکھو یہی (منافق) بے وقوف ہیں۔ لیکن ان کو علم نہیں ہے۔

۲۲- بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ.

باب گناہ جاہلیت کے کام ہیں

وَلاَ يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلاَّ بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ)).
وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ

اور گناہ کرنے والا گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر شرک کرے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابوذر سے فرمایا تھا تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت کی بو آتی ہے۔ (اس برائی کے باوجود آپؐ نے اسے کافر نہیں کہا) اور اللہ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے بے شک اللہ

يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾. فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے وہ بخش دے۔ (سورہ حجرات میں فرمایا) اور اگر ایمانداروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو (اس آیت میں اللہ نے اس گناہ کبیرہ قتل وغارت کے باوجود ان لڑنے والوں کو مومن ہی کہا ہے)

٣٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَيُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: ذَهَبْتُ لأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ، فَلَقِيَنِي أَبُوبَكْرَةَ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قُلْتُ: أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ. قَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ ((إِذَاالْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ)). قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: ((إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ)).

[طرفاه في : ٦٨٧٥، ٧٠٨٣].

(٣٠) ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مبارک نے' کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زید نے' کہا ہم سے بیان کیا ایوب اور یونس نے' انہوں نے حسن سے' انہوں نے احنف بن قیس سے' کہا کہ میں اس شخص (حضرت علیؓ) کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابوبکرہ ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا' اس شخص (حضرت علیؓ) کی مدد کرنے کو جاتا ہوں۔ ابوبکرہ نے کہا اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ فرمایا "وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔" (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا)

تشریح اس بات کا مقصد خوارج اور معتزلہ کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ احنف بن قیس جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مددگاروں میں تھے۔ جب ابوبکرہ نے ان کو یہ حدیث سنائی تو وہ لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکرہ نے اس حدیث کو مطلق رکھا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بلا وجہ شرعی دو مسلمان ناحق لڑیں اور حق پر لڑنے کی قرآن میں خود اجازت ہے۔ جیسا کہ آیت ﴿ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى ﴾ (الحجرات:٩) سے ظاہر ہے اس لئے احنف اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور انہوں نے ابوبکرہ کی رائے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبویؐ کو پیش کرتے وقت اس کا موقع محل بھی ضروری مد نظر رکھنا چاہیے۔

٣١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ: لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلاَمِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلاً فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ،

(٣١) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں اسے واصل احدب سے' انہوں نے معرور سے' کہا میں ابوذر سے ربذہ میں ملا۔ وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص یعنی غلام کو برا بھلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت

فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ، أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ. إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ. فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ)).

[طرفاه في : ٢٥٤٥، ٦٠٥٠]

دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ معلوم کر کے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی ہے' بے شک تجھ میں ابھی کچھ زمانۂ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کیلئے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں بہت ہی بڑے زاہد عابد تھے۔ ربذہ مدینہ سے تین منازل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے' وہاں ان کا قیام تھا۔ بخاری شریف میں ان سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جس شخص کو انہوں نے عار دلائی تھی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور ان کو انہوں نے ان کی والدہ کے سیاہ فام ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوذر ابھی تم میں جاہلیت کا فخر باقی رہ گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوذر اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ جب تک بلال میرے رخسارے پر اپنا قدم نہ رکھیں گے۔ مٹی سے نہ اٹھوں گا۔

حلہ دو چادروں کو کہتے ہیں۔ جو ایک تہمد کی جگہ اور دوسری بالائی حصہ جسم پر استعمال ہو۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ نے تنبیہ فرمائی لیکن ایمان سے خارج نہیں بتلایا۔ ثابت ہوا کہ معصیت بڑی ہو یا چھوٹی محض اس کے ارتکاب سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ پس معتزلہ و خوارج کا مذہب باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرے اور اسے حلال جان کر کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ حدود الٰہی کا توڑنا ہے' جس کے لئے ارشاد باری ہے ﴿ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ۔ (البقرۃ: ۲۲۹) جو شخص حدود الٰہی کو توڑے وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ شیطان کو اس ذیل میں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس نے خدا کی نافرمانی کی اور اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنے لگا خدا نے اسی کی وجہ سے اسے مردود و مطرود قرار دیا۔

پس گنہگاروں کے بارے میں اس فرق کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

٢٣- بَابُ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

باب اس بیان میں کہ بعض ظلم بعض سے ادنیٰ ہیں۔

٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. ح. قَالَ: وَحَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ: أَيُّنَا

(۳۲) ہمارے سامنے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے (اسی حدیث کو) بشر نے بیان کیا' ان سے محمد نے' ان سے شعبہ سے' انہوں نے سلیمان سے' انہوں نے علقمہ سے' انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سورۂ انعام کی یہ آیت اتری جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی تو آپ ﷺ کے اصحاب

لَمْ يَظْلِمْ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾.

[أطرافه في : ٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧].

نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ تب اللہ پاک نے سورۂ لقمان کی یہ آیت اتاری کہ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

تشریح پوری آیت میں بظلم کے آگے اولئک لھم الامن و ھم مھتدون کے الفاظ اور ہیں یعنی امن ان ہی کے لئے ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو موحد ہو گا اسے ضرور امن ملے گا گو کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں پر بالکل عذاب نہ ہو گا جیسا کہ مرجیہ کہتے ہیں۔ حدیث اور آیت سے ترجمہ باب نکل آیا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ سے کم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ظالم کا لفظ شرک و کفر و معاصی سب ہی پر عام تھا۔ اسی لئے ان کو اشکال پیدا ہوا۔ جس پر آیت کریمہ سورۂ لقمان والی نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ پچھلی آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کے ساتھ ظلم عظیم یعنی شرک کا اختلاط نہ کیا۔ ان کے لئے امن ہے۔ یہاں ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

٢٤- بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

باب منافق کی نشانیوں کے بیان میں

٣٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)).

[أطرافه في : ٢٦٨٢، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥].

(۳۳) ہم سے سلیمان ابوالربیع نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن جعفر نے' ان سے نافع بن ابی عامر ابوسہیل نے' وہ اپنے باپ سے' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

تشریح ایک روایت میں چار نشانیاں مذکور ہیں' چوتھی یہ کہ اقرار کر کے دغا کرنا' ایک روایت میں پانچویں نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ تکرار میں گالی گلوچ بکنا' الغرض یہ جملہ نشانیاں نفاق سے تعلق رکھتی ہیں جس میں یہ سب جمع ہو جائیں اس کا ایمان یقیناً محل نظر ہے مگر احتیاطاً اس کو عملی نفاق قرار دیا گیا ہے جو کفر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اعتقادی منافقین کی مذمت ہے جن کے لئے کہا گیا ﴿ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ﴾ یعنی منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں داخل ہوئے۔

٣٤- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى

(۳۴) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے یہ حدیث بیان کی' ان سے سفیان نے' وہ اعمش بن عبیداللہ بن مرہ سے نقل کرتے ہیں' وہ مسروق سے' وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے' جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو

يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ.

[طرفاه في : ٢٤٥٩، ٣١٧٨].

(امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ اس حدیث کو شعبہ نے (بھی) سفیان کے ساتھ اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح پہلی حدیث میں اور دوسری میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں "منافق خالص" کے الفاظ ہیں' مطلب یہ ہے کہ جس میں چوتھی عادت بھی ہو کہ لڑائی کے وقت گالیاں بکنا شروع کرے تو اس کا نفاق ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کی عملی زندگی سراسر نفاق کی زندگی ہے اور جس میں صرف ایک عادت ہو' تو بہرحال نفاق تو وہ بھی ہے۔ مگر کم درجے کا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ایمان کی کمی و بیشی ثابت کرنا ہے جو ان احادیث سے ظاہر ہے نیز یہ بتلانا بھی کہ معاصی سے ایمان میں نقصان آ جاتا ہے۔

ان احادیث میں نفاق کی جتنی علامتیں ذکر ہوئی ہیں وہ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی مسلمان ہونے کے بعد پھر عمل میں نفاق کا مظاہرہ ہو اور اگر نفاق قلب ہی میں ہے یعنی سرے سے ایمان ہی موجود نہیں اور محض زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو وہ نفاق تو یقیناً کفر و شرک ہی کے برابر ہے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر۔ آیت شریفہ ﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء: ۱۴۵) یعنی منافقین دوزخ کے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔ یہ ایسے ہی اعتقادی منافقوں کے بارے میں ہے۔ البتہ نفاق کی جو علامتیں عمل میں پائی جائیں' ان کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ قلب کا اعتقاد اور ایمان کا پودا کمزور ہے اور اس میں نفاق کا گھن لگا ہوا ہو خواہ وہ ظاہری طور پر مسلمان بنا ہوا ہو' اس کو عملی نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ظاہر و باطن کے اختلاف کے ہیں۔ شرع میں منافق اس کو کہتے ہیں جس کا باطن کفر سے بھرپور ہو اور ظاہر میں وہ مسلمان بنا ہوا ہو۔ رہا ظاہری عادات مذکورہ کا اثر سو یہ بات متفق علیہ ہے کہ محض ان خصائل ذمیمہ سے مومن منافق نہیں بن سکتا۔ وہ مومن ہی رہتا ہے۔ امانت سے مراد امانت الٰہی یعنی حدود اسلامی ہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اسی کے بارے میں فرمایا ہے۔ ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ ﴾ (الاحزاب: ۷۲) یعنی ہم نے اپنی امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر اس بار امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر انسان نے اس کے لئے اقرار کرلیا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کتنا بڑا بوجھ ہے اس کے بعد باہمی طور پر ہر قسم کی امانت مراد ہیں' وہ مالی ہوں یا جانی یا قولی' ان سب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور پورے طور پر ان کی حفاظت کرنا ایمان کی پختگی کی دلیل ہے۔ بات بات میں جھوٹ بولنا بھی بڑی مذموم عادت ہے۔ خدا ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

٢٥- باب قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الإِيمَانِ

باب شب قدر کی بیداری (اور عبادت گذاری) بھی ایمان (ہی میں داخل) ہے۔

٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

(۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہیں شعیب نے خبر دی' کہا ان سے ابوالزناد نے اعرج کے واسطے سے بیان کیا' اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محض ثواب آخرت کے لئے ذکر و عبادت میں گذارے' اس کے گذشتہ گناہ بخش

[أطرافه في : ٣٧، ٣٨، ١٩٠١، ٢٠٠٨، ٢٠١٤].

دیئے جاتے ہیں۔

٢٦- بَابُ الْجِهَادُ مِنَ الإِيْمَانِ

٣٦- حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((انْتَدَبَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ - لاَ يُخْرِجُهُ إِلاَّ إِيْمَانٌ بِيْ أَوْتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ - أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ، أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ. وَلَوْ لاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ)).

[أطرافه في : ٢٧٨٧، ٢٧٩٧، ٢٩٧٢، ٣١٢٣، ٧٢٢٦، ٧٢٢٧، ٧٤٥٧، ٧٤٦٣].

باب جہاد بھی جزو ایمان ہے

(٣٦) ہم سے حرمی بن حفص نے بیان کیا' ان سے عبدالواحد نے' ان سے عمارہ نے' ان سے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر نے' وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا' وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلا' اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفروشی کے لئے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ' یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں۔

تشریح: حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے ابواب میں نفاق کی نشانیوں کا ذکر فرمایا تھا' اب ایمان کی نشانیوں کو شروع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ لیلۃ القدر کا قیام جو خالصاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ بتلایا گیا کہ وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس سے حضرت امام کا مقصد ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں اور ان کی کمی و بیشی پر ایمان کی کمی و بیشی منحصر ہے۔ پس مرجیہ و کرامیہ جو عقائد رکھتے ہیں وہ سرا سر باطل ہیں۔ لیلۃ القدر تقدیر سے ہے یعنی اس سال میں جو حوادث پیش آنے والے ہیں ان کی تقدیرات کا علم فرشتوں کو دیا جاتا ہے۔ قدر کے معنی حرمت کے بھی ہیں اور اس رات کی عزت قرآن مجید ہی سے ظاہر ہے۔ شب قدر رمضان شریف کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے جو ہر سال ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ قیام رمضان اور قیام لیلۃ القدر من الدین کے درمیان حضرت امام نے "جہاد" کا ذکر فرمایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک جزو اعظم ہے۔ حضرت امام نے اپنی گہری نظر کی بنا پر جہاں اشارہ فرمایا ہے کہ جہاد مع النفس ہو (یعنی نفس کے ساتھ جہاد ہو) جیسا کہ رمضان شریف کے روزے اور قیام لیلۃ القدر وغیرہ ہیں۔ یہ بھی ایمان میں داخل ہیں۔ اور جہاد با لکفار ہو تو یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ جہاد اگر رمضان شریف میں واقع ہو تو اور زیادہ ثواب ہے۔ پھر اگر شہادت فی سبیل اللہ بھی نصیب ہو جائے تو نور علیٰ نور ہے۔

حدیث جہاد کا مفہوم ظاہر ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ صرف وہی ہے جس کا خروج خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ تصدیق رسل سے

مراد ان جملہ بشارتوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ہے جو اللہ کے رسولوں نے جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے اللہ پاک نے دو ذمہ داریاں لی ہیں۔ اگر اسے درجہ شہادت مل گیا تو وہ سیدھا جنت میں داخل ہوا' حوروں کی گود میں پہنچا اور حساب و کتاب سب سے مستثنیٰ ہو گیا۔ وہ جنت کے میوے کھاتا ہے اور معلق قندیلوں میں بسیرا کرتا ہے اور اگر وہ سلامتی کے ساتھ گھر واپس آ گیا تو وہ پورے پورے ثواب کے ساتھ اور ممکن ہے کہ مال غنیمت کے ساتھ بھی واپس ہوا ہو۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔ جس سے آپ امت کو مرتبۂ شہادت بتلانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جنت کا سودا کر لیا ہے جو بہترین سودا ہے۔

حدیث شریف میں جہاد کو قیامت تک جاری رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ ہاں طریقہ کار حالات کے تحت بدلتا رہے گا۔ آج کل قلمی جہاد بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

٢٧- بَابُ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الإِيْمَانِ

باب: اس بارے میں کہ رمضان شریف کی راتوں میں نفلی قیام کرنا بھی ایمان ہی میں سے ہے۔

٣٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[راجع: ٣٥]

(٣٧) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے نقل کیا' انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لئے عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تشریح: ترجمہ باب کا مقصد قیام رمضان کو بھی ایمان کا ایک جزو ثابت کرنا اور مرجیہ کی تردید کرنا ہے جو اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں۔ قیام رمضان سے تراویح کی نماز مراد ہے۔ جس میں آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تراویح کی آٹھ رکعات کو باجماعت ادا کرنے کا طریقہ رائج فرمایا تھا۔ (مؤطا امام مالک)

آج کل جو لوگ آٹھ رکعت تراویح کو ناجائز اور بدعت قرار دے رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ خدا ان کو نیک سمجھ بخشے۔ آمین۔

٢٨- بَابُ صَوْمِ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِنَ الإِيْمَانِ

باب: اس بیان میں کہ خالص نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھنا ایمان کا جزو ہیں۔

٣٨- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلاَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

(٣٨) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ سے روایت کی' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ

ذَنْبِهِ)). [راجع: ٣٥]

بخش دیئے گئے۔

٢٩- بَابُ الدِّيْنُ يُسْرٌ،

وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ))

باب اس بیان میں کہ دین آسان ہے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ وہ دین پسند ہے جو سیدھا اور سچا ہو۔ (اور یقیناً وہ دین اسلام ہے سچ ہے ان الدین عنداللہ الاسلام

٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ)).

[أطرافه في: ٥٦٧٣، ٦٤٦٣، ٧٢٣٥].

(٣٩) ہم سے عبدالسلام بن مطہر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر بن علی نے معن بن محمد غفاری سے خبر دی' وہ سعید بن ابو سعید مقبری سے' وہ ابو ہریرہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اسلئے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔ (نماز پانچ وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو۔)

تشریح سورۂ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے ﴿ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرٰهِيمَ ﴾ (الحج: ٧٨) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے۔ اس کے اصولی اور فروعی احکام اور جس قدر اوامر و نواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ ایجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل بنا لیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

٣٠- بَابٌ: الصَّلَاةُ مِنَ الْإِيْمَانِ، وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ ﴾ يَعْنِيْ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

باب اس بارے میں کہ نماز ایمان کا جزو ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔ یعنی تمہاری وہ نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں' قبول ہیں۔

٤٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ

(٤٠) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا' ان کو حضرت براء بن عازب نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے

عَلَى أَجْدَادِهِ - أَوْ قَالَ أَخْوَالِهِ - مِنَ الأَنْصَارِ، وَأَنَّهُ صَلَّى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ، وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلاَةٍ صَلاَّهَا صَلاَةَ الْعَصْرِ، وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُونَ فَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ، فَدَارُوا - كَمَا هُمْ - قِبَلَ الْبَيْتِ. وَكَانَتِ الْيَهُودُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَأَهْلُ الْكِتَابِ، فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوا ذَلِكَ. قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِي حَدِيثِهِ هَذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوا، فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾.

[أطرافه في: ٣٩٩، ٤٤٨٦، ٤٤٩٢، ٧٢٥٢].

تو پہلے اپنی نانہال میں اترے' جو انصار تھے۔ اور وہاں آپ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو (جب بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا) تو سب سے پہلی نماز جو آپ نے بیت اللہ کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی۔ وہاں آپؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی' پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں سے ایک آدمی نکلا اور اس کا مسجد (بنی حارثہ) کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔ وہ بولا کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ (یہ سن کر) وہ لوگ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور جب رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہود اور عیسائی خوش ہوتے تھے مگر جب آپؐ نے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا تو انہیں یہ امر ناگوار ہوا۔

زہیر (ایک راوی) کہتے ہیں کہ ہم سے ابواسحاق نے براء سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی سے پہلے کچھ مسلمان انتقال کر چکے تھے۔ تو ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی نمازوں کے بارے میں کیا کہیں۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل کی ﴿ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

مبارک خواب: ایمان میں اعمال صالحہ بھی داخل ہیں' یہ بحث پیچھے بھی مفصل آ چکی ہے مگر وہاں یہ آیت نہ تھی الحمد للہ ایک رات تہجد کے وقت خواب میں مجھ کو بار بار تاکید کے ساتھ یہ آیت پڑھ کر کہا گیا کہ اس کو یہاں بھی لکھو چنانچہ حدیث ۳۹ میں یہ آیت میں نے اسی خواب کی بنا پر نقل کی ہے ---- و کفی بہ شہیداً (راز)

٣١ - بَابُ: حُسْنُ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ

باب آدمی کے اسلام کی خوبی (کے درجات کیا ہیں)

٤١ - حَدَّثَنَا قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا

(۴۱) امام مالکؒ کہتے ہیں مجھے زید بن اسلم نے خبر دی' انہیں عطاء بن یسار نے' ان کو ابو سعید خدری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ

سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا، إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا)).

کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب (ایک) بندہ مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام عمدہ ہو (یقین و خلوص کے ساتھ ہو) تو اللہ اس کے گناہ کو جو اس نے اس (اسلام لانے) سے پہلے کیا معاف فرما دیتا ہے اور اب اس کے بعد کے لئے بدلا شروع ہو جاتا ہے (یعنی) ایک نیکی کے عوض دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (ثواب) اور ایک برائی کا اسی برائی کے مطابق (بدلا دیا جاتا ہے) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس برائی سے بھی درگذر کرے۔ (اور اسے بھی معاف فرما دے۔ یہ بھی اس کے لئے آسان ہے)

٤٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا)).

(۴۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' ان سے عبدالرزاق نے' انہیں معمر نے ہمام سے خبر دی' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمدہ بنا لے (یعنی نفاق اور ریا سے پاک کر لے) تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے اس کے عوض دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر برا کام جو کرتا ہے تو وہ اتنا ہی لکھا جاتا ہے (جتنا کہ اس نے کیا ہے)

تشریح حضرت امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر یہاں بھی اسلام و ایمان کے ایک ہونے اور ان میں کمی و بیشی کے صحیح ہونے کے عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے اور بطور دلیل ان احادیث پاک کو نقل فرمایا ہے جن سے صاف ظاہر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب جب سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے تو یقیناً اس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور کتاب و سنت کی رو سے یہی عقیدہ درست ہے جو لوگ ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں ہیں اگر وہ بنظر عمیق کتاب و سنت کا مطالعہ کریں گے تو ضرور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اسلام کے بہتر ہونے کا مطلب یہ کہ اوامر و نواہی کو ہر وقت سامنے رکھا جائے۔ حلال حرام میں پورے طور پر تمیز کی جائے' خدا کا خوف' آخرت کی طلب' دوزخ سے پناہ ہر وقت مانگی جائے اور اپنے اعتقاد و عمل و اخلاق سے اسلام کا سچا نمونہ پیش کیا جائے اس حالت میں یقیناً جو بھی نیکی ہو گی اس کا ثواب سات سو گنے تک زیادہ کیا جائے گا۔

اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔

٣٢- بَابُ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ أَدْوَمُهُ

باب اللہ کو دین (کا) وہ (عمل) سب سے زیادہ پسند ہے جس کو پابندی سے کیا جائے۔

٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ

(۴۳) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ (عروہ) نے حضرت

عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ. قَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ: فُلاَنَةُ - تَذْكُرُ مِنْ صَلاَتِهَا - قَالَ: ((مَهْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُونَ، فَوَ اللهِ لاَ يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوا)). وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

[طرفه في : ١١٥١].

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) ان کے پاس آئے' اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی' آپ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا' فلاں عورت اور اس کی نماز (کے اشتیاق اور پابندی) کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ (سن لو کہ) تم پر اتنا ہی عمل واجب ہے جتنے عمل کی تمہارے اندر طاقت ہے۔ خدا کی قسم (ثواب دینے سے) اللہ نہیں اکتاتا' مگر تم (عمل کرتے کرتے) اکتا جاؤ گے' اور اللہ کو دین (کا) وہی عمل زیادہ پسند ہے جس کی ہمیشہ پابندی کی جاسکے (اور انسان بغیر اکتائے اسے انجام دے)

٣٣- بَابُ زِيَادَةِ الإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهِ، وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب ایمان کی کمی اور زیادتی کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی (تفسیر) کا بیان۔

﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوا إِيْمَانًا﴾ وَقَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

پس ان آیات سے ترجمہ باب کا اثبات ہوا۔

"اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادتی دی۔" اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہ "اور اہل ایمان کا ایمان زیادہ ہو جائے" پھر یہ بھی فرمایا "آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا" کیونکہ جب کمال میں سے کچھ باقی رہ جائے تو اسی کو کمی کہتے ہیں۔

٤٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ. وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ : لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ)).

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنَ الإِيْمَانِ)) مَكَانَ ((مِنْ خَيْرٍ)).

(۴۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے قتادہ نے حضرت انس کے واسطے سے نقل کیا' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک نہ ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں اک ذرہ برابر بھی خیر ہے۔

حضرت امام ابو عبداللہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابان نے بروایت قتادہ بواسطہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی جگہ ایمان کا لفظ نقل کیا ہے۔

[أطرافه في : ٤٤٧٦، ٦٥٦٥، ٧٤١٠، ٧٤٤٠، ٧٥٠٩، ٧٥١٠، ٧٥١٦].

پہلی روایت میں لفظ خیر سے بھی ایمان ہی مراد ہے۔

٤٥- حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو العُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ انَّ رَجُلاً مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقرَؤُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لاتَّخذْنَا ذَلِكَ الْيَومَ عِيْدًا: قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿الْيَومَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا﴾ الْمَائِدة: ٣.
قَالَ عُمَرُ : قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَومَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ، يَومَ جُمُعَةٍ.

(۴۵) ہم سے اُس حدیث کو حسن بن صباح نے بیان کیا' انہوں نے جعفر بن عون سے سنا' وہ ابوالعمیس سے بیان کرتے ہیں' انہیں قیس بن مسلم نے طارق بن شہاب کے واسطے سے خبردی۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیرالمؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورہ مائدہ کی یہ آیت کہ) "آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔"
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپؐ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔

[أطرافه في : ٤٤٠٧، ٤٦٠٦، ٧٢٦٨].

تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن ہمارے ہاں عید ہی مانا جاتا ہے اس لئے ہم بھی اس مبارک دن میں اس آیت کے نزول پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں' پھر عرفہ کے بعد والا دن عیدالاضحیٰ ہے' اس لئے جس قدر خوشی اور مسرت ہم کو ان دنوں میں ہوتی ہے اس کا تم لوگ اندازہ اس لئے نہیں کر سکتے کہ تمہارے ہاں عید کا دن کھیل تماشے اور لہو و لعب کا دن مانا گیا ہے' اسلام میں ہر عید بہترین روحانی اور ایمانی پیغام لے کر آتی ہے۔ آیت کریمہ ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ (المائدہ: ۳) میں دین کے اکمال کا اعلان کیا گیا ہے' ظاہر ہے کہ کامل صرف وہی چیز ہے جس میں کوئی نقص باقی نہ رہ گیا ہو' پس اسلام آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں کامل مکمل ہو چکا جس میں کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ کسی خاص امام کے مطاع مطلق کا تصور تھا۔ کوئی تیجہ' فاتحہ' چہلم کے نام سے رسم نہ تھی۔ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی نسبتوں سے کوئی آشنا نہ تھا کیونکہ یہ بزرگ عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئے اور تقلیدی مذاہب کا اسلام کی چار صدیوں تک پتہ نہ تھا' اب ان چیزوں کو دین میں داخل کرنا' کسی امام بزرگ کی تقلید مطلق واجب قرار دینا اور ان بزرگوں سے یہ تقلیدی نسبت اپنے لئے لازم سمجھ لینا یہ وہ امور ہیں جن کو ہر با بصیرت مسلمان دین میں اضافہ ہی کہے گا۔ مگر صد افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک جم غفیر ان ایجادات پر اس قدر پختگی کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے خلاف وہ ایک حرف سننے کے لئے تیار نہیں' صرف یہی نہیں بلکہ ان ایجادات نے مسلمانوں کو اس قدر فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ

اب ان کا مرکز واحد پر جمع ہونا تقریباً ناممکن نظر آ رہا ہے۔ مسلک محدثین بحمدہ تعالیٰ اس جمود اور اس اندھی تقلید کے خلاف خالص اس اسلام کی ترجمانی کرتا ہے جو آیت شریفہ ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ﴾ (المائدہ : ۳) میں بتایا گیا ہے۔

تقلیدی مذاہب کے بارے میں کسی صاحب بصیرت نے خوب کہا ہے۔

دین حق را چار مذہب ساختند   رخنہ در دین نبی انداختند

یعنی لوگوں نے دین حق جو ایک تھا' اس کے چار مذہب بنا ڈالے' اس طرح نبی کریم ﷺ کے دین میں رخنہ ڈال دیا۔

٣٤- بَابٌ: الزَّكَاةُ مِنَ الإِسْلاَمِ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلاَّ لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ، وَيُقِيْمُوا الصَّلاَةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، وَذَلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ البينة : ٥

٤٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِيْ سُهَيلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلاَ نَفْقَهُ مَا يَقُولُ، حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الإِسْلاَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)). فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ)). قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((وَصِيَامُ رَمَضَانَ)). قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ)). قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ (زَكَاة) قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لاَ، إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ)). قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ : وَاللهِ لاَ أَزِيْدُ عَلَى هَذَا وَلاَ أَنْقُصُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)).

باب زکوٰۃ دینا اسلام میں داخل ہے

اور اللہ پاک نے فرمایا "حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اسی اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی پختہ دین ہے۔"

(۴۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا' انہوں نے اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے' انہوں نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے' انہوں نے طلحہ بن عبیداللہ سے وہ کہتے تھے نجد والوں میں سے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا' سر پریشان یعنی بال بکھرے ہوئے تھے' ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نزدیک آن پہنچا' جب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے' اس نے کہا بس اس کے سوا تو اور کوئی نماز مجھ پر نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے (تو اور بات ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل روزے رکھے (تو اور بات ہے) طلحہ نے کہا اور آنحضرت ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا۔ وہ کہنے لگا کہ بس اور کوئی صدقہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل صدقہ دے (تو اور بات ہے) راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ یوں کہتا جاتا تھا' قسم خدا کی میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ

[أطرافه في : ١٨٩١، ٢٦٧٨، ٦٩٥٦].

سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

٣٥- بَابٌ: اتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الإِيْمَانِ

باب جنازے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے

٤٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيَفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ. وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيْرَاطٍ)). تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [طرفاه في : ١٣٢٣، ١٣٢٥].

(۴۷) ہم سے احمد بن عبداللہ بن علی منجوفی نے بیان کیا' کہا ہم سے روح نے بیان کیا' کہا ہم سے عوف نے بیان کیا' انہوں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط اتنا بڑا ہو گا جیسے احد کا پہاڑ' اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ روح کے ساتھ اس حدیث کو عثمان مؤذن نے بھی روایت کیا ہے۔ کہا ہم سے عوف نے بیان کیا' انہوں نے محمد بن سیرین سے سنا' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگلی روایت کی طرح۔

تشریح حضرت امام بخاریؒ نے ان ابواب میں ایمان و اسلام کی تفصیلات بتلاتے ہوئے زکوٰۃ کی فرضیت کو قرآن شریف سے ثابت فرمایا اور بتلایا کہ زکوٰۃ دینا بھی ایمان میں داخل ہے' جو لوگ فرائض دین کو ایمان سے الگ قرار دیتے ہیں' ان کا قول درست نہیں۔ حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے اس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا۔ نجد لغت میں بلند علاقہ کو کہتے ہیں' جو عرب میں تہامہ سے عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ جنازے کے ساتھ جانا بھی ایسا نیک عمل ہے' جو ایمان میں داخل ہے۔

٣٦- بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ

باب مومن کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کے اعمال مٹ نہ جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ: مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلاَّ خَشِيْتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذَّبًا

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلاَثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ

اور ابراہیم تیمی (واعظ) نے کہا میں نے اپنے گفتار اور کردار کو جب ملایا' تو مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں میں شریعت کے جھٹلانے والے (کافروں) سے نہ ہو جاؤں اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملا' ان میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا

عَلَى نَفْسِهِ. مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُوْلُ إِنَّهُ عَلَى إِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ. وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ : مَا خَافَهُ إِلاَّ مُؤْمِنٌ، وَلاَ أَمِنَهُ إِلاَّ مُنَافِقٌ. وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الإِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾.

ڈر لگا ہوا تھا' ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل و میکائیل کے ایمان جیسا ہے اور حسن بصری سے منقول ہے' نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو ایماندار ہوتا ہے اور اس سے نڈر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے۔ اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہوں پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورۂ آل عمران میں فرمایا' "اور اپنے بڑے کاموں پر جان بوجھ کر وہ اڑا نہیں کرتے۔"

٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)).

[طرفاه في : ٦٠٤٤، ٧٠٧٦].

(۴۸) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے زبید بن حارث سے' کہا میں نے ابووائل سے مرجیہ کے بارے میں پوچھا' (وہ کہتے ہیں گناہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا) انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔

٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلاَحَى رَجُلاَنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ: ((إِنِّي خَرَجْتُ لأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلاَحَى فُلاَنٌ وَفُلاَنٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ الْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ)).

[طرفاه في : ٢٠٢٣، ٦٠٤٩].

(۴۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے حمید سے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے' کہا مجھ کو عبادہ بن صامت نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے سے نکلے' لوگوں کو شب قدر بتانا چاہتے تھے (وہ کون سی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے' آپ نے فرمایا' میں تو اس لئے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتلاؤں اور فلاں فلاں آدمی لڑ پڑے تو وہ میرے دل سے اٹھالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمہاری بہتری ہو۔ (تو اب ایسا کرو کہ) شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں' انتیسویں و پچیسویں رات میں ڈھونڈا کرو۔

تشریح اس حدیث سے بھی حضرت امام بخاریؒ کا مقصود مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے یہ بتلانا ہے کہ نیک اعمال سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے۔

شب قدر کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک پوشیدہ رات ہے اور وہ ہر سال ان تواریخ میں گھومتی رہتی ہے' جو لوگ شب قدر کو ستائیسویں شب کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں' ان کا خیال صحیح نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حدیث: ۴۵ میں اور اسی طرح بہت سی مرویات میں حضرت ابو ہریرہؓ کا نام بار بار آتا ہے لہٰذا ان کے مختصر حالات جاننے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ اور اساطین میں شمار ہیں' صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ علمی شوق میں سارا وقت صحبت نبوی میں گذارتے تھے دعائیں بھی ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے' نشر حدیث میں بھی اتنے ہی سرگرم تھے' مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں' فقہ میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عربی کے علاوہ فارسی و عبرانی بھی جانتے تھے' مسائل توراۃ سے بھی پوری واقفیت تھی۔

خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ "احتساب قیامت" کے ذکر پر چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے' ایک مرتبہ مخصوص طور پر یہ حدیث سنائی جس کے دوران میں کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے۔

"حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بروز قیامت سب سے پہلے عالم قرآن' شہید اور دولت مند فیصلہ کے لئے طلب ہوں گے' اول الذکر سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تجھے علم قرآن عطا کیا' اس پر تو نے عمل بھی کیا؟ جواب دے گا شبانہ روز تلاوت کرتا رہتا تھا۔ فرمائے گا' جھوٹ بولتا ہے' تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ قاری کا خطاب مل جائے' مل گیا۔ دولت مند سے سوال ہو گا کہ میں نے تجھے دولت مند بنا کر دوسروں کی دست نگری سے بے نیاز نہیں کیا تھا؟ اس کا بدلا کیا دیا؟ عرض کرے گا صلہ رحمی کرتا تھا' صدقہ دیتا تھا۔ ارشاد ہو گا' جھوٹ بولتا ہے مقصد تو یہ تھا کہ سخی مشہور ہو جائے' وہ ہو گیا۔ شہید سے سوال ہو گا۔ وہ کہے گا الہ العالمین میں تو تیرے حکم جہاد ہی کے تحت لڑا' یہاں تک کہ تیری راہ میں مارا گیا۔ حکم ہو گا غلط ہے' تیری نیت تو یہ تھی کہ دنیا میں شجاع و جری مشہور ہو جائے' وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ ہمارے لئے کیا کیا؟ یہ حدیث بیان کر کے حضور ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے انہیں تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔" (ترمذی ابواب الزہد)

عبادت سے عشق تھا' گھر میں ایک بیوی اور ایک خادم تھا' تینوں باری باری تہائی تہائی شب مصروف عبادت رہتے تھے بعض اوقات پوری پوری راتیں نماز میں گذار دیتے۔ آغاز ماہ میں تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے' ایک روز تکبیر کی آواز سن کر ایک صاحب نے پوچھا تو فرمایا کہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں برہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی پر ملازم تھا' اس کے بعد وہ دن بھی اللہ نے دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آ گئی۔

حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی' اسوۂ رسولؐ پر سختی سے پابند تھے' اہل بیت اطہار سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اطاعت والدین کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ شوق عبادت کے باوجود محض ماں کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی میں حج نہیں کیا۔ (مسلم جلد: ۲)

قابل فخر خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو آپ کے اخلاق بہت بلند تھے اور حق گوئی کے جوش میں بڑے سے بڑے شخص کو فوراً روک دیتے تھے' چنانچہ جب مدینہ میں ہنڈی یا چک کا رواج ہوا ہے تو آپ نے مروان سے جا کر کہا کہ تو نے ربا حلال کر دیا' کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اشیائے خوردنی کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ بائع اسے ناپ تول نہ لے' اسی طرح اس کے یہاں تصاویر آویزاں دیکھ کر اسے ٹوکا اور اسے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ مروان کی موجودگی میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے صحیح فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں میں ہو گی۔

لیکن سب سے نمایاں چیز یہ تھی کہ منصب امارت پر پہنچ کر اپنے فقر کو نہ بھولے۔ یا تو یہ حالت تھی کہ روٹی کے لئے گھوڑے کے پیچھے دوڑتے' مسلسل فاقوں سے غش پہ غش آتے' حضورؐ کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ اصحاب صفہ میں تھے کسی سے سوال نہ کرتے' لکڑیاں جنگل سے کاٹ لاتے' اس سے بھی کام نہ چلتا' رہگذر پر بیٹھ جاتے کہ کوئی کھلانے کے لیے لے جائے یا یہ عالم ہوا کہ گورنری پر پہنچ گئے' سب کچھ حاصل ہو گیا' لیکن فقیرانہ سادگی برابر قائم رکھی' ویسے اچھے سے اچھا پہنا' کتاں کے بنے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک

سے ناک صاف کر کے کہا' واہ واہ! ابو ہریرہ آج تم کتاں سے ناک صاف کرتے ہو' حالانکہ کل شدت فاقہ سے مسجد نبوی میں غش کھا کر گر پڑا کرتے تھے۔ شہر سے نکلتے تو سواری میں گدھا ہوتا' جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا۔ چھال کی رسی کی لگام ہوتی۔ جب سامنے کوئی آ جاتا تو مزاحا خود کہتے' راستہ چھوڑو امیر کی سواری آ رہی ہے۔

بڑے مہمان نواز اور سیر چشم تھے' اللہ تعالیٰ آج کسی کو معمولی فارغ البالی بھی عطا کرتا ہے تو غرور سے حالت اور ہو جاتی ہے مگر خدا نے آپ کو زمین سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا' لیکن سادگی کا وہی عالم رہا۔ (رضی اللہ عنہ)

٧- بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الإِيْمَانِ، وَالإِسْلاَمِ، وَالإِحْسَانِ، وَعِلْمِ السَّاعَةِ، وَبَيَانِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ.

ثُمَّ قَالَ: ((جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ)) فَجَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا. وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الإِيْمَانِ. وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾.

باب حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ سے ایمان' اسلام' احسان اور قیامت کے علم کے بارے میں پوچھنا

اور اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا بیان فرمانا پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ یہاں آپ نے ان تمام باتوں کو (جو جبرئیل علیہ السلام کے سامنے بیان کی گئی تھیں) دین ہی قرار دیا اور ان باتوں کے بیان میں جو آنحضرت ﷺ نے ایمان سے متعلق عبدالقیس کے وفد کے سامنے بیان فرمائی تھی اور اللہ پاک کے اس ارشاد کی تفصیل میں کہ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں بھی اسلام کو لفظ دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا الإِيْمَانُ؟)) قَالَ: ((الإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلاَئِكَتِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَبِرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ)). قَالَ: مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ: ((الإِسْلاَمُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ)). قَالَ: مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: ((أَنْ تَعْبُدُوا

(٥٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو حیان تیمی نے ابو زرعہ سے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دن آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے پھر جواب دیا کہ اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق

اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)). قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: ((مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا؛ وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ اللهُ. ثُمَّ تَلاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ. فَقَالَ: ((رُدُّوهُ)). فَلَمْ يَرَوا شَيْئًا. فَقَالَ: ((هَذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الإِيْمَانِ.

[طرفه في : ٤٧٧٧].

پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا (البتہ) میں تمہیں اس کی نشانیاں بتلا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیہاتی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (یاد رکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہو گی (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے واپس بلا کر لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ امام ابو عبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان تمام باتوں کو ایمان ہی قرار دیا ہے۔

تشریح شارحین بخاری لکھتے ہیں مقصود البخاری من عقد ذالک الباب ان الدین والاسلام والایمان واحد لا اختلاف فی مفہومھما والواو فی وما بین و قولہ تعالی بمعنی مع یعنی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب کے منعقد کرنے سے اس امر کا بیان مقصود ہے کہ دین اور اسلام اور ایمان ایک ہیں' اس کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور وما بین میں اور وقولہ تعالی میں ہر دو جگہ واؤ مع کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ کہ باب میں پہلا ترجمہ سوال جبرئیل سے متعلق ہے جس کے مقصد کو آپ نے فجعل ذالک کلہ من الایمان سے واضح فرما دیا۔ یعنی دین ایمان اسلام احسان اور اعتقاد قیامت سب پر مشتمل ہے۔ دوسرا ترجمہ و ما بین لوفد عبدالقیس ہے یعنی آپؐ نے وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کی جو تفصیل بیان فرمائی تھی اس میں اعمال بیان فرما کر ان سب کو داخل ایمان قرار دیا گیا تھا خواہ وہ اوامر سے ہوں یا نواہی سے۔ تیسرا ترجمہ یہاں آیت کریمہ ومن یبتغ غیر الاسلام ہے جس سے ظاہر ہے کہ اصل دین دین اسلام ہے۔ اور دین اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کیونکہ اگر دین اسلام سے مغائر ہوتا تو آیت شریفہ میں اسلام کا تلاش کرنے والا شریعت میں معتبر ہے۔ یہاں ان کے لغوی معانی سے کوئی بحث نہیں ہے۔ حضرت الامام کا مقصد یہاں بھی مرجیہ کی تردید ہے جو ایمان کے لئے اعمال کو غیر ضروری بتلاتے ہیں۔

تعصب کا برا ہو: فرقہ مرجیہ کی ضلالت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے اور امام بخاری قدس سرہ بھی ایسے ہی گمراہ فرقوں کی تردید کے لئے یہ جملہ تفصیلات پیش فرما رہے ہیں۔ مگر تعصب کا برا ہو عصر حاضر کے بعض مترجمین و شارحین بخاری کو یہاں بھی خالصا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر تعریض نظر آئی ہے اور اس خیال کے پیش نظر انہوں نے یہاں حضرت امام بخاری کو غیر فقیہ زود رنج قرار

دے کر دل کی بھڑاس نکالی ہے صاحب انوار الباری کے لفظ یہ ہیں:

"امام بخاری میں تاثر کا مادہ زیادہ تھا وہ اپنے اساتذہ حمیدی' نعیم بن حماد' خزاعی' اسحاق بن راہویہ' اسماعیل' عروہ سے زیادہ متاثر ہو گئے۔ جن کو امام صاحب وغیرہ سے للّہی بغض تھا دوسرے وہ زود رنج تھے۔ فن حدیث کے امام بے مثال تھے مگر فقہ میں وہ پایہ نہ تھا۔ اسی لئے ان کا کوئی مذہب نہ بن سکا۔۔۔۔ امام اعظمؒ کی فقہی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ اونچے درجہ کی تفقہ کی ضرورت تھی۔ جو نہ سمجھا وہ ان کا مخالف ہو گیا۔ (انوار الباری' جلد: دوم / ص: ۱۶۸)"

اس بیان پر تفصیلی تبصرہ کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ مگر آج کے دور میں ان فرسودہ مباحث میں جا کر علمائے سلف کا باہمی حسد و بغض ثابت کر کے تاریخ اسلام کو مجروح کرنا یہ خدمت ایسے متعصبین حضرات ہی کو مبارک ہو ہمارا تو سب کے لئے یہ عقیدہ ہے ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۴) رحمهم الله اجمعین۔ آمین۔ حضرت امام بخاریؒ کو زود رنج اور غیر فقیہ قرار دینا خود ان لکھنے والوں کے زود رنج اور کم فہم ہونے کی دلیل ہے۔

۳۸- بَابٌ

۵۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ الإِيْمَانُ حَتَّى يَتِمَّ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لاَ، وَكَذَلِكَ الإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لاَ يَسْخَطُهُ أَحَدٌ.

[راجع: ۷].

باب

(۵۱) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے صالح بن کیسان سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے عبید اللہ بن عبداللہ سے' ان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' ان کو ابو سفیان بن حرب نے کہ ہرقل (روم کے بادشاہ) نے ان سے کہا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس رسول کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو نے جواب میں بتلایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ (ٹھیک ہے) ایمان کا یہی حال رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کوئی اس کے دین میں آکر پھر اس کو برا جان کر پھر جاتا ہے؟ تو نے کہا۔ نہیں' اور ایمان کا یہی حال ہے۔ جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر اس کو کوئی برا نہیں سمجھ سکتا۔

یہ باب بھی پچھلے باب ہی سے متعلق ہے اور اس سے بھی ایمان کی کمی و زیادتی ثابت کرنا مقصود ہے۔

۳۹- بَابُ فَضْلِ مَنْ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ

باب اس شخص کی فضیلت کے بیان میں جو اپنا دین قائم رکھنے کے لئے گناہ سے بچ گیا

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:

(۵۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے زکریا نے' انہوں نے عامر سے' کہا میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے حلال کھلا ہوا ہے اور

((الحَلاَلُ بَيِّنٌ وَالحَرامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِه، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ. أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلاَ إِنَّ حِمَى اللهِ فِيْ أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ. أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ)). [طرفه في : ٢٠٥١].

حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

تشریح باب کے منعقد کرنے سے حضرت امام کا مقصد یہ ہے کہ ورع پرہیز گاری بھی ایمان کو کامل کرنے والے عملوں میں سے ہے۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بنا پر ہمارا مذہب یہی ہے کہ قلب ہی عقل کا مقام ہے اور فرماتے ہیں قد اجمع العلماء علی عظم موقع هذا الحديث وانه احد الاحاديث الاربعة لتی عليها مدارالاسلام المنظومة فی قوله :

عمدة الدين عندنا كلمات مسندات من قول خيرالبرية

اتق اشبه وازهدن ودع ما ليس يعنيك واعملن بنية

یعنی اس حدیث کی عظمت پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے جیسا کہ اس رباعی میں ہے کہ دین سے متعلق ارشادات نبوی کے یہ چند کلمات ہمارے نزدیک دین کی بنیاد ہیں۔ شبہ کی چیزوں سے بچو' دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو' فضولیات سے بچو اور نیت کے مطابق عمل کرو۔

٤٠- بَابُ أَدَاءُ الخُمُسِ مِنَ الإِيْمَانِ

باب اس بارے میں کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی ایمان سے ہے

٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ: كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُجْلِسُنِيْ عَلَى سَرِيْرِهِ، فَقَالَ: أَقِمْ عِنْدِيْ حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِيْ. فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ القَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ القَوْمُ - أَوْ مَنِ الْوَفْدُ؟

(۵۳) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا' کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی' انہوں نے ابو جمرہ سے نقل کیا کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتا تھا وہ مجھ کو خاص اپنے تخت پر بٹھاتے (ایک دفعہ) کہنے لگے کہ تم میرے پاس مستقل طور پر رہ جاؤ میں اپنے مال میں سے تمہارا حصہ مقرر کر دوں گا۔ تو میں دو ماہ تک ان کی خدمت میں رہ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ عبدالقیس کا وفد جب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی قوم کے لوگ ہیں یا یہ وفد کہاں کا ہے؟ انہوں

-)) قَالُوا: رَبِيْعَةُ. قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ - أَوْ بِالْوَفْدِ - غَيْرَ خَزَايَا وَلاَ نَدَامَى)) فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا لاَ نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلاَّ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا، وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الأَشْرِبَةِ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: أَمَرَهُمْ بِالإِيْمَانِ وَحْدَهُ، قَالَ: ((أَتَدْرُونَ مَا الإِيْمَانُ بِاللهِ وَحْدَهُ؟)) قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ)) وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: ((عَنِ الْحَنْتَمِ، وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ، وَالْمُزَفَّتِ)) - وَرُبَّمَا قَالَ: الْمُقَيَّرِ - وَقَالَ: ((احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ)).

[أطرافه في: ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۴۳۶۸، ۴۲۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶].

نے کہا کہ ربیعہ خاندان کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مرحبا اس قوم کو یا اس وفد کو نہ ذلیل ہونے والے نہ شرمندہ ہونے والے (یعنی ان کا آنا بہت خوب ہے) وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں صرف ان حرمت والے مہینوں میں آسکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کافروں کا قبیلہ آباد ہے۔ پس آپ ہم کو ایک ایسی قطعی بات بتلا دیجئے جس کی خبر ہم اپنے پچھلے لوگوں کو بھی کر دیں جو یہاں نہیں آئے اور اس پر عمل در آمد کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے آپ سے اپنے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا۔ آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار قسم کے برتنوں کو استعمال میں لانے سے منع فرمایا۔ ان کو حکم دیا کہ ایک اکیلے خدا پر ایمان لاؤ۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ جانتے ہو ایک اکیلے خدا پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے جو ملے اس کا پانچواں حصہ (مسلمانوں کے بیت المال میں) داخل کرنا اور چار برتنوں کے استعمال سے آپؐ نے ان کو منع فرمایا۔ سبز لاکھی مرتبان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے' لکڑی کے کھودے ہوئے برتن سے' اور روغنی برتن سے اور فرمایا کہ ان باتوں کو حفظ کر لو اور ان لوگوں کو بھی بتلا دینا جو تم سے پیچھے ہیں اور یہاں نہیں آئے ہیں۔

تشریح یہاں بھی مرجیہ کی تردید مقصود ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ مبارکپوریؒ فرماتے ہیں۔ و مذهب السلف فی الایمان من کون الاعمال داخلة فی حقیقته فانه قد فسر الاسلام فی حدیث جبرئیل بما فسربه الایمان فی قصة وفد عبدالقیس فدل هذا علی ان الاشیاء المذکورة و فیها اداء الخمس من اجزاء الایمان و انه لا بد فی الایمان من الاعمال خلافا للمرجئة (مرعاۃ جلد اول / ص : ۴۵) یعنی سلف کا مذہب یہی ہے کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں آنحضرت ﷺ نے حدیث جبرئیلؑ (مذکورہ سابقہ) میں اسلام کی جو تفسیر بیان فرمائی وہی تفسیر آپ نے وفد عبدالقیس کے سامنے ایمان کی فرمائی۔ پس یہ دلیل ہے کہ اشیاء مذکورہ جن میں مال غنیمت سے خمس ادا کرنا بھی ہے یہ سب اجزاء ایمان سے ہیں اور یہ کہ ایمان کے لئے اعمال کا ہونا لابدی ہے۔ مرجیہ اس کے خلاف ہیں۔ (جو ان کی ذلالت و جہالت کی دلیل ہے)

جن برتنوں کے استعمال سے آپ نے منع فرمایا ان میں عرب کے لوگ شراب رکھا کرتے تھے۔ جب شراب پینا حرام قرار پایا تو چند روز تک آنحضرت ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔

یاد رکھنے کے قابل: یہاں حضرت مولانا مبارک پوری مدظلہ نے ایک یاد رکھنے کے قابل بات فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

قال الحافظ و فیه دلیل علی تقدم اسلام عبدالقیس علی قبائل مضرالذین کانوا بینهم و بین المدینه و یدل علی سبقهم الی الاسلام ایضا ماروا‌ه البخاری فی الجمعة عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی من البحرین وانما جمعوا بعد رجوع وفدهم الیهم فدل علی انهم سبقوا جمیع القریٰ الی الاسلام انتهی و احفظه فانه ینفعک فی مسئلة الجمعة فی القریٰ (مرعاۃ جلد: اول / ص: ۴۴)

یعنی حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ عبدالقیس کا قبیلہ مضر سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا جو ان کے اور مدینہ کے بیچ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام میں ان کی سبقت پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جو نماز جمعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ مسجد نبوی میں اقامت جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جواثی نامی گاؤں میں جو بحرین میں واقع تھا' عبدالقیس کی مسجد میں قائم کیا گیا۔ یہ جمعہ انہوں نے مدینہ سے واپسی کے بعد قائم کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ دیہات میں سب پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اسے یاد رکھو یہ گاؤں میں جمعہ ادا ہونے کے ثبوت میں تم کو نفع دے گی۔

٤١- بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَ الْحِسْبَةِ، وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوَى

فَدَخَلَ فِيْهِ الإِيْمَانُ وَالْوُضُوءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالأَحْكَامُ. وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ﴾ عَلَى نِيَّتِهِ. وَنَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ - يَحْتَسِبُهَا - صَدَقَةٌ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ)).

باب اس بات کے بیان میں کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے

تو عمل میں ایمان' وضو' نماز' زکوٰۃ' حج' روزہ اور سارے احکام آگئے اور (سورۂ بنی اسرائیل میں) اللہ نے فرمایا اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ ہر کوئی اپنے طریق یعنی اپنی نیت پر عمل کرتا ہے اور (اسی وجہ سے) آدمی اگر ثواب کی نیت سے خدا کا حکم سمجھ کر اپنے گھر والوں پر خرچ کردے تو اس میں بھی اس کو صدقے کا ثواب ملتا ہے اور جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن جہاد اور نیت کا سلسلہ باقی ہے۔

٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ

(۵۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالکؒ نے خبر دی' انہوں نے یحییٰ بن سعید سے' انہوں نے محمد بن ابراہیم سے' انہوں نے علقمہ بن وقاص سے' انہوں نے حضرت عمر ؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمل نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں (یا نیت ہی کے مطابق ان کا بدلا ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ہجرت کرے

فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)).[راجع: ١].

اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لئے ہو گی۔

٥٥ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ)). [طرفاه في: ٤٠٠٦، ٥٣٥١].

(۵۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں مجھ کو عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے عبداللہ بن یزید سے سنا' انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب آدمی ثواب کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے پس وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

٥٦- حَدَّثَنَا الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلاَّ أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ)).
[أطرافه في: ١٢٩٥، ٢٧٤٢، ٢٧٤٤، ٣٩٣٦، ٤٤٠٩، ٥٣٥٤، ٥٦٥٩، ٥٦٦٨، ٦٣٧٣، ٦٧٣٣].

(۵۶) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عامر بن سعد نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا' انہوں نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔

تشریح: ان جملہ احادیث میں جملہ اعمال کا دار و مدار نیت پر بتلایا گیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ان کی بنا پر حظ نفس بھی جب شریعت کے موافق ہو تو اس میں بھی ثواب ہے۔

٤٢- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ للهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِذَا نَصَحُوا للهِ وَرَسُولِهِ﴾

باب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ دین سچے دل سے اللہ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے اور اللہ نے (سورۂ توبہ میں) فرمایا جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں رہیں۔

٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ

(۵۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید بن قطان نے بیان کیا' انہوں نے اسماعیل سے' انہوں نے کہا مجھ سے

حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

[أطرافه في : ٥٢٤، ١٤٠١، ٢١٥٧، ٢٧١٤، ٢٧٠٥، ٧٢٠٤].

قیس بن ابی حازم نے بیان کیا' انہوں نے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، قَامَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ، حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيْكُمُ الْآنَ. ثُمَّ قَالَ: اسْتَعْفُوا لِأَمِيْرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ ((وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))، فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

(۵۸) ہم سے ابو نعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' انہوں نے زیاد سے' انہوں نے علاقہ سے' کہا میں نے جریر بن عبداللہ سے سنا جس دن مغیرہ بن شعبہ (حاکم کوفہ) کا انتقال ہوا تو وہ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کہا تم کو اکیلے اللہ کا ڈر رکھنا چاہیے اس کا کوئی شریک نہیں اور تحمل اور اطمینان سے رہنا چاہئے اس وقت تک کہ کوئی دوسرا حاکم تمہارے اوپر آئے اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مرنے والے حاکم کیلئے دعائے مغفرت کرو کیونکہ وہ (مغیرہ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا پھر کہا کہ اسکے بعد تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کیلئے شرط کی۔ پس میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کرلی (پس) اس مسجد کے رب کی قسم کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح اللہ اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی تعظیم کرے۔ زندگی بھر ان کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے' اللہ کی کتاب کی اشاعت کرے' حدیث نبوی کو پھیلائے' ان کی اشاعت کرے اور اللہ و رسول کے خلاف کسی پیر مرشد مجتہد امام مولوی کی بات ہرگز نہ مانے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ہے تو نقل کیا ہے یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے

حضرت مغیرہ امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت حضرت جریر بن عبداللہ کو اپنا نائب بنا دیا تھا' اس لئے حضرت جریر نے ان کی وفات پر یہ خطبہ دیا اور لوگوں کو نصیحت کی کہ دوسرا حاکم آنے تک کوئی شر و فساد نہ کرو بلکہ صبر سے ان کا انتظار کرو۔ شر و فساد کوفہ والوں کی فطرت میں تھا' اس لئے آپ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کے بعد زیاد کو کوفے کا حاکم مقرر کیا جو پہلے بصرہ کے گورنر تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان کو اس حدیث پر ختم کیا جس میں اشارہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرح میں نے جو کچھ یہاں لکھا ہے محض مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی مقصود ہے ہرگز کسی سے عناد اور تعصب نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے چلے آتے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ ساتھ ہی حضرت امام قدس سرہ نے یہاں یہ بھی اشارہ کیا کہ میں نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے معافی کو پسند کیا ہے پس آنے والے مسلمان بھی قیامت تک میری مغفرت کے لئے دعا کرتے رہا کریں۔ غفراللہ لہ آمین۔

صاحب ایضاح البخاری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "امام ہمیں یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم نے ابواب سابقہ میں مرجیہ' خارجیہ اور کہیں بعض اہل سنت پر تعریضات کی ہیں لیکن ہماری نیت میں اخلاص ہے۔ خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ ہمارا مقصد نہیں اور نہ ہمیں شہرت کی ہوس ہے بلکہ یہ ایک خیر خواہی کے جذبہ سے ہم نے کیا اور جہاں کوئی فرقہ بھٹک گیا یا کسی انسان کی رائے ہمیں درست نظر نہ آئی وہاں ہم نے بہ نیت ثواب صحیح بات وضاحت سے بیان کر دی۔" (ایضاح البخاری' ص: ۴۲۸)

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ والنصیحۃ من نصحۃ العسل اذا صفیتہ من الشمع اومن النصح و ھو الخیاطۃ بالنصحۃ یعنی لفظ نصیحت نصح العسل سے ماخوذ ہے جب شہد موم سے الگ کر لیا گیا ہو یا نصیحت سوئی سے سینے کے معنی میں ہے جس سے کپڑے کے مختلف ٹکڑے جوڑ جوڑ کر ایک کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح نصیحت بمعنی خیر خواہی سے مسلمانوں کا باہمی اتحاد مطلوب ہے۔ (الحمدللہ کہ کتاب الایمان آج اواخر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کو بروز یک شنبہ ختم ہوئی۔ راز)

۳- کتاب العلم

کتاب علم (کی اہمیت اور آداب وضوابط) کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام بخاری قدس سرہ کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو اس لئے لائے کہ ایمان اور علم میں ایک زبردست رابطہ ہے اور ایمان کے بعد دوسری اہم چیز علم ہے۔ جس کا خزانہ قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف جو کچھ ہو اسے علم نہیں بلکہ جہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ عام بول چال میں علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جہل ناجاننا اس کی ضد ہے۔ پس تکمیل دین کے لئے ایمان اور اسلام کی تفصیلات کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (فاطر: ۲۸) اللہ کے جاننے والے بندے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے علم نے ان کے دماغوں سے جہل کے پردوں کو دور کر دیا ہے۔ پس وہ دیکھنے والوں کی مثال ہیں اور جاہل اندھوں کی مثال ہیں۔ سچ ہے لا یستوی الاعمی والبصیر

۱- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، وَقَوْلِ اللّٰهِ باب علم کی فضیلت کے بیان میں اور اللہ پاک نے

عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ، وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ وَقَوله عَزَّ وَجَلَّ: ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾.

(سورۂ مجادلہ میں) فرمایا جو تم میں ایماندار ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ طٰہ میں) فرمایا (کہ یوں دعا کیا کرو) پروردگار مجھ کو علم میں ترقی عطا فرما۔

حضرت امام قدس سرہ نے فضیلت علم کے بارے میں قرآن مجید کی ان دو آیات ہی کو کافی سمجھا' اس لئے کہ پہلی آیت میں اللہ پاک نے خود اہل علم کے لئے بلند درجات کی بشارت دی ہے اور دوسری میں علمی ترقی کے لئے دعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نیز پہلی آیت میں ایمان و علم کا رابطہ مذکور ہے اور ایمان کو علم پر مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت امام قدس سرہ کے حسن ترتیب بیان پر بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی پہلے کتاب الایمان پھر کتاب العلم کا انعقاد فرمایا ہے۔ آیت میں ایمان اور علم ہر دو کو ترقی درجات کے لئے ضروری قرار دیا۔ درجات جمع سالم اور نکرہ ہونے کی وجہ سے غیر معین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان درجات کی کوئی حد نہیں جو اہل علم کو حاصل ہوں گے۔

٢- بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِ فَأَتَمَّ الْحَدِيثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ

باب اس بیان میں کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اپنی کسی دوسری بات میں مشغول ہو پس (ادب کا تقاضا ہے کہ) وہ پہلے اپنی بات پوری کرلے پھر پوچھنے والے کو جواب دے۔

٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ. ح. وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي هِلاَلُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَومَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحَدِّثُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَومِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَمْ يَسْمَعْ. حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ: ((أَيْنَ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قَالَ: هَا أَنَا يَا

(٥٩) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' کہا ہم سے فلیح نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا مجھ سے میرے باپ (فلیح) نے بیان کیا' کہا ہلال بن علی نے' انہوں نے عطاء بن یسار سے نقل کیا' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپؐ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپؐ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ نے یوں فرمایا وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا اس

رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((فَإِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)). فَقَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ((إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)). [طرفه في: ٦٤٩٦].

(دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔ اس نے کہا ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔

تشریح: آپؐ دوسری باتوں میں مشغول تھے' اس لئے اس کا جواب بعد میں دیا۔ یہیں سے حضرت امام کا مقصود باب ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ علمی آداب میں یہ ضروری ادب ہے کہ شاگرد موقع محل دیکھ کر استاد سے بات کریں۔ کوئی اور شخص بات کر رہا ہو تو جب تک وہ فارغ نہ ہو درمیان میں دخل اندازی نہ کریں۔ امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ و انما لم یجبه علیه الصلوٰة والسلام لانه یحتمل ان یکون لانتظار الوحی اویکون مشغولا بجواب سائل اخر و یوخذ منه انه ینبغی للعالم والقاضی و نحوهما رعایة تقدم الاسبق یعنی آپؐ نے شاید وحی کے انتظار میں اس کو جواب نہ دیا یا آپ دوسرے سائل کے جواب میں مصروف تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم اور قاضی صاحبان کو پہلے آنے والوں کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

٣- بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

باب اس کے بارے میں جس نے علمی مسائل کے لئے اپنی آواز کو بلند کیا

٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلاَةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ ((وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا. [طرفاه في: ٩٦، ١٦٣].

(٦٠) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوعوانہ نے ابوبشر سے بیان کیا' انہوں نے یوسف بن ماہک سے' انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے' انہوں نے کہا ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا آنحضرت ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے اور آپؐ ہم سے اس وقت ملے جب (عصر کی) نماز کا وقت آن پہنچا تھا ہم (جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے۔ پس پاؤں کو خوب دھونے کے بدل ہم یوں ہی سا دھو رہے تھے۔ (یہ حال دیکھ کر) آپؐ نے بلند آواز سے پکارا دیکھو ایڑیوں کی خرابی دوزخ سے ہونے والی ہے دو یا تین بار آپؐ نے (یوں ہی بلند آواز سے) فرمایا۔

تشریح: بلند آواز سے کوئی بات کرنا شان نبوی کے خلاف ہے کیونکہ آپ کی شان میں لیس بصخاب آیا ہے کہ آپ شور و غل کرنے والے نہ تھے مگر یہاں حضرت امام قدس سرہ نے یہ بات منعقد کر کے بتلا دیا کہ مسائل کے بتلانے کے لئے آپ کبھی آواز کو بلند بھی فرما دیتے تھے۔ خطبہ کے وقت بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ ترجمہ باب اسی سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد لوگوں کو آگاہ کرنا تھا کہ جلدی کی وجہ سے ایڑیوں کو خشک نہ رہنے دیں' یہ خشکی ان ایڑیوں کو دوزخ میں لے جائیں گی۔ یہ سفر مکہ سے مدینہ کی طرف تھا۔

٤- بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ (حَدَّثَنَا) وَ

باب محدث کا لفظ حدثنا و اخبرنا و انبانا

(أَخْبَرَنَا) وَ (أَنْبَأَنَا)

استعمال کرنا صحیح ہے

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ: كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعودٍ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَلِمَةً. كَذَا وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ. وَقَالَ أَنَسٌ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرويهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ. وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَروِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ.

جیسا کہ امام حمیدی نے کہا کہ ابن عیینہ کے نزدیک الفاظ حدثنا اور اخبرنا اور انبانا اور سمعت ایک ہی تھے --------- اور عبداللہ بن مسعود نے بھی یوں ہی کہا حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درحالیکہ آپ سچوں کے سچے تھے۔ اور شقیق نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا' میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات سنی اور حذیفہ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں اور ابوالعالیہ نے روایت کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے' آپؐ نے اپنے پروردگار سے اور انس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی اور آپؐ نے اپنے پروردگار سے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔ کہا آپؐ اس کو تمہارے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ محدثین کی نقل در نقل کی اصطلاح میں الفاظ حدثنا واخبرنا و انبانا کا استعمال ان کا خود ایجاد کردہ نہیں ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے پاک زمانوں میں بھی نقل در نقل کے لئے ان ہی لفظوں کا استعمال ہوا کرتا تھا۔ حضرت امام یہاں ان چھ روایات کو بغیر سند کے لائے ہیں۔ دوسرے مقامات پر ان کی اسناد موجود ہیں۔ اسناد کا علم دین میں بہت ہی بڑا درجہ ہے۔ محدثین کرام نے سچ فرمایا ہے کہ الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء یعنی اسناد بھی دین ہی میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو کچھ آتا وہ کہہ ڈالتا۔ مگر علم اسناد نے صحت نقل کے لئے حد بندی کر دی ہے اور یہی محدثین کرام کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ علم الاسناد کے ماہر ہوتے ہیں اور رجال کے مالہ و ماعلیہ پر ان کی پوری نظر ہوتی ہے اسی لئے کذب و افتراء ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لاَ يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟)) فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي. قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ: ثُمَّ قَالُوا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا

(٦١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن دینار سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ

رَسُولَ اللهِ. قَالَ : ((هِيَ النَّخْلَةُ)).

[أطرافه في : ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٣٢، ٦١٤٤].

علیہ وسلم ہی سے پوچھا کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

تشریح اس روایت کو حضرت امام قدس سرہ اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس میں لفظ حدثنا و حدثونی خود آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی زبانوں سے بولے گئے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ اصطلاحات عہد نبویؐ سے مروج ہیں۔ بلکہ خود قرآن مجید ہی سے ان سب کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ سورۂ تحریم میں ہے ﴿ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ (التحریم: ۳) (اس عورت نے کہا کہ آپؐ کو اس بارے میں کس نے خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اس نے خبر دی جو جاننے والا خبر رکھنے والا پروردگار عالم ہے) پس منکرین حدیث کی یہ ہفوات کہ علم حدیث عہد نبوی کے بعد کی ایجاد ہے بالکل غلط اور قرآن مجید کے بالکل خلاف اور واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔

٥- بَابُ طَرْحِ الإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

باب اس بارے میں کہ استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے کے لیے ان سے کوئی سوال کرے۔

(یعنی امتحان لینے کا بیان)

٦٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لاَ يَسْقُطُ وَرَقُها وَإِنَّها مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟)) قَالَ: فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّها النَّخْلَةُ. ثُمَّ قَالُوا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: ((النَّخْلَةُ)). [راجع: ٦١]

(۶۲) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ (ایک مرتبہ) آپؐ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی بھی یہی مثال ہے بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ عبداللہ نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ بتلا دوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (وہاں بہت سے بزرگ موجود تھے اس لئے) مجھ کو شرم آئی۔ آخر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ ہی بیان فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث اور واقعہ نبوی سے طالب علموں کا امتحان لینا ثابت ہوا۔ جبکہ کھجور کے درخت سے مسلمان کی تشبیہ اس طرح ہوئی کہ مسلمان متوکل علی اللہ ہو کر ہر حال میں ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ

باب شاگرد کا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا

روایت حدیث کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو حدیث پڑھ کر سنائے۔ اسی طرح یوں بھی ہے کہ شاگرد استاد کو پڑھ کر

سنائے۔ بعض لوگ دوسرے طریقوں میں کلام کرتے تھے۔ اس لئے حضرت امامؒ نے یہ باب منعقد کر کے بتلا دیا کہ ہر دو طریقے جائز اور درست ہیں۔

ورأى الْحَسَنُ وَسُفيَانُ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً.وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: آللهُ أَمَرَكَ أَنْ تُقِيمَ الصَّلَوَاتِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ : فَهٰذِهِ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَه بِذَلِكَ فَأَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُونَ: أَشْهَدَنَا فُلاَنٌ، وَيُقْرَأُ ذٰلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ. وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِىءِ فَيَقُولُ الْقَارِىءُ: أَقْرَأَنِيْ فُلاَنٌ.

اور امام حسن بصری اور سفیان ثوری اور مالک نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز کہا ہے اور بعض نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے لی ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ تو یہ (گویا) آنحضرت ﷺ کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا۔ ضمام نے پھر جا کر اپنی قوم سے یہ بیان کیا تو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔ اور امام مالک نے دستاویز سے دلیل لی جو قوم کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے دستاویز پر گواہ کیا اور پڑھنے والا پڑھ کر استاد کو سناتا ہے پھر کہتا ہے مجھ کو فلاں نے پڑھایا۔

ابن بطال نے کہا کہ دستاویز والی دلیل بہت ہی پختہ ہے کیونکہ شہادت تو اخبار سے بھی زیادہ اہم ہے۔ مطلب یہ کہ صاحب معاملہ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جائے اور وہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ ہاں یہ دستاویز صحیح ہے تو گواہ اس پر گواہی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح جب عالم کو کتاب پڑھ کر سنائی جائے اور وہ اس کا اقرار کرے تو اس سے روایت کرنا صحیح ہو گا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ سَلاَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: لاَ بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: إِذَا قُرِىءَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلاَ بَأْسَ أَنْ تَقُولَ: حَدَّثَنِي. قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُولُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْعَالِمِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن حسن واسطی نے بیان کیا' کہا انہوں نے عوف سے' انہوں نے حسن بصری سے' انہوں نے کہا عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے سفیان ثوری سے سنا' وہ کہتے تھے جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں اگر یوں کہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا۔ اور میں نے ابو عاصم سے سنا' وہ امام مالک اور سفیان ثوری کا قول بیان کرتے تھے کہ عالم کو پڑھ کر سنانا اور عالم کا شاگردوں کے سامنے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ - هُوَ الْمَقْبُرِيُّ - عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: بَيْنَمَا نَحْنُ

(٦٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے سعید مقبری سے' انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے' انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ ایک بار ہم مسجد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اتنے میں ایک شخص

جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ - وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ - فَقُلْنَا: هَذَا الرَّجُلُ الأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ أَجَبْتُكَ)): فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ، فَلا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ. فَقَالَ: ((سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ)). فَقَالَ: أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ، آللهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللهِ، آللهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللهِ، آللهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللهِ، آللهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلَى فُقَرَائِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي، وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ. رَوَاهُ مُوسَى وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا (بھائیو) تم لوگوں میں محمد (ﷺ) کون سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا (حضرت) محمد (ﷺ) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپؐ نے فرمایا۔ کہو میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔ وہ بولا میں آپؐ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب تبارک و تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر اس نے کہا میں آپؐ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں اس مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا میں آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! تب وہ شخص کہنے لگا جو حکم آپؐ اللہ کے پاس سے لائے ہیں' میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (تحقیق حال کے لئے) آیا ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ اس حدیث کو (لیث کی طرح) موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے سلیمان سے روایت کیا' انہوں نے ثابت سے' انہوں نے انس سے' انہوں نے یہی مضمون آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: مسلم کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ہے فاناخ بعیرہ علی باب المسجد یعنی اس نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے پر باندھ دیا تھا۔ اس نے بے تکلفی سے سوالات کئے اور آپ بھی بے تکلفی سے جواب دیتے رہے اور لفظ مبارک اللھم نعم کا استعمال فرماتے رہے۔ اللھم تمام اسمائے حسنیٰ کے قائم مقائم ہے' اس لئے گویا آپ نے جواب کے وقت پورے اسماء حسنیٰ کو شامل فرمالیا۔ یہ عربوں کے محاورے کے مطابق بھی تھا کہ وہ وثوق کامل کے مقام پر اللہ کا نام بطور قسم استعمال کرتے تھے۔ ضمام کا آنا ۹ھ کی بات ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور ابو عبیدہ وغیرہ کی تحقیق ہے' اس کی تائید طبرانی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے راوی ابن عباس ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عرض و قرأت کا طریقہ بھی معتبر ہے جیسا کہ ضمام نے بہت سی دینی باتوں کو آپؐ کے سامنے پیش کیا اور آپ تصدیق فرماتے رہے۔ پھر ضمام اپنی قوم کے ہاں گئے اور انھوں نے ان کا اعتبار کیا اور ایمان لائے۔

حاکم نے اس روایت سے عالی سند کے حصول کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ ضمام نے اپنے ہاں آپ کے قاصد کے ذریعہ یہ ساری باتیں معلوم کرلی تھیں لیکن پھر خود حاضر ہو کر آپؐ سے بالمشافہ ساری باتوں کو معلوم کیا۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس کوئی روایت چند واسطوں سے ہو اور کسی شیخ کی اجازت سے ان واسطوں میں کمی آسکتی ہو تو ملاقات کر کے عالی سند حاصل کرنا بہرحال بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نُهِيْنَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَ نَحْنُ نَسْمَعُ

فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الأَرْضَ وَ الْجِبَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَ خَلَقَ الأَرْضَ وَ نَصَبَ الْجِبَالَ وَ جَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ آللّٰهُ

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ثابت نے انس سے نقل کیا' انہوں نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہم کو اسی لئے یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیہاتی آئے اور آپ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ہمارے ہاں آپ کا مبلغ گیا تھا۔ جس نے ہم کو خبر دی کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے' ایسا آپ کا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس نے بالکل سچ کہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کئے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے پوچھا کہ زمین کس نے پیدا کی ہے اور پہاڑ کس نے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان میں نفع دینے والی چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے کہا کہ پس اس ذات کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس میں منافع پیدا کئے کہ کیا اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں بالکل سچ ہے۔ (اللہ نے مجھ کو رسول

أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَ زَكَاةً عَلَى أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ اللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِيْ سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ اللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لاَ أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَ لاَ أَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ.

بنایا ہے) پھر اس نے کہا کہ آپ کے مبلغ نے بتلایا ہے کہ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنا اسلامی فرائض ہیں' کیا یہ درست ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس نے بالکل سچ کہا ہے۔ پھر اس نے کہا آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپؐ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں بالکل درست ہے۔ پھر وہ بولا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ سچا ہے۔ پھر وہ بولا میں آپؐ کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کہ کیا اللہ ہی نے آپؐ کو یہ حکم فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں پر کچھ زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا۔ (بلکہ ان ہی کے مطابق اپنی زندگی گزار دوں گا) آپؐ نے فرمایا اگر اس نے اپنی اس بات کو سچ کر دکھایا تو وہ ضرور ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

تشریح صنعانی نے کہا کہ یہ حدیث اس مقام پر اسی ایک نسخہ بخاری میں ہے جو فربری پر پڑھا گیا اور کسی نسخہ میں نہیں ہے۔ شرح قسطلانیؒ میں بھی یہ روایت یہاں نہیں ہے۔ بہرحال صحابہ کرام کو غیر ضروری سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ وہ احتیاطاً خاموشی اختیار کر کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کوئی باہر کا آدمی آکر مسائل معلوم کرے اور ہم کو سننے کا موقع مل جائے۔ اس روایت میں بھی شاید وہی ضمام بن ثعلبہ مراد ہیں جن کا ذکر پچھلی روایت میں آ چکا ہے۔ اس کے تمام سوالات کا تعلق اصول و فرائض دین سے متعلق تھا۔ آپؐ نے بھی اصولی طور پر فرائض ہی کا ذکر فرمایا۔ نوافل فرائض کے تابع ہیں چنداں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس بارے میں آپؐ نے سکوت فرمایا۔ اس سے سنن و نوافل کی اہمیت جو اپنی جگہ پر مسلم ہے وہ کم نہیں ہوئی۔

ایک بے جا الزام: صاحب ایضاح البخاری جیسے سنجیدہ مرتب کو خدا جانے کیا سوجھی کہ حدیث طلحہ بن عبیداللہ جو کتاب الایمان میں بذیل باب الزکوٰۃ من الاسلام مذکور ہوئی ہے اس میں آنے والے شخص کو اہل نجد سے بتلایا گیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہی ہیں۔ بہرحال اس ذیل میں آپ نے ایک عجیب سرخی "دور حاضرہ کا ایک فتنہ" سے قائم فرمائی ہے۔ پھر اس کی توضیح یوں کی ہے کہ "اہل حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سنن کے اہتمام سے پہلو تہی کرتے ہیں۔" (ایضاح البخاری جلد: ۴/ ص: ۳۸۶)

اہلحدیث پر یہ الزام اس قدر بے جا ہے کہ اس پر جتنی بھی نفرین کی جائے کم ہے۔ کاش آپ غور کرتے اور سوچتے کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں۔ جو جماعت سنت رسولؐ پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے ہاں انتہائی معتوب ہے۔ وہ بھلا سنن کے اہتمام سے پہلو تہی کرے' یہ بالکل غلط ہے۔ انفرادی طور پر اگر کوئی شخص ایسا کر گذرتا ہے تو اس فعل کا وہ خود ذمہ دار ہے یوں کتنے مسلمان خود نماز

فرض ہی سے پہلو تہی کرتے ہیں تو کیا کسی غیر مسلم کا یہ کہنا درست ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے ہاں نماز کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ اہلحدیث کا تو نعرہ ہی یہ ہے۔

ماعاشقیم بے دل دلدار ما محمد ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمدؐ

ہاں! اہلحدیث یہ ضرور کہتے ہیں کہ فرض و سنن و نوافل کے مراتب الگ الگ ہیں۔ کوئی شخص کبھی کسی معقول عذر کی بنا پر اگر سنن و نوافل سے محروم رہ جائے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ نہ اس کی ادا کردہ فرض نماز پر اس کا کچھ اثر پڑے گا' اگر اہل حدیث ایسا کہتے ہیں تو یہ بالکل بجا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو خود آپ کا بھی فتویٰ ہے۔ جیسا کہ آپ خود اسی کتاب میں فرما رہے ہیں' آپ کے لفظ یہ ہیں۔ "آپؐ نے اس کے بے کم و کاست عمل کرنے کی قسم پر دخول جنت کی بشارت دی کیونکہ اگر بالفرض وہ صرف انہیں تعلیمات پر اکتفا کر رہا ہے اور سنن و نوافل کو شامل نہیں کر رہا ہے۔ تب بھی دخول جنت کے لئے تو کافی ہے۔" (ایضاح' جلد: ۵/ ص: ۳۱) صد افسوس کہ آپ یہاں ان کو داخل جنت فرما رہے ہیں اور پچھلے مقام پر آپ ہی اسے "دور حاضرہ کا ایک فتنہ" بتلاتے ہیں۔ ہم کو آپ کی انصاف پسند طبیعت سے پوری توقع ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح فرما دیں گے۔

٧- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ، وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ

باب مناولہ کا بیان اور اہل علم کا علمی باتیں لکھ کر (دوسرے) شہروں کی طرف بھیجنا۔

وَقَالَ أَنَسٌ: نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ، وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكٌ ذَلِكَ جَائِزًا. وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ: لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف (یعنی قرآن) لکھوائے اور انہیں چاروں طرف بھیج دیا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ، یحییٰ بن سعید' اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ (کتابت) جائز ہے۔ اور بعض اہل حجاز نے مناولہ پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے امیر لشکر کے لئے خط لکھا تھا۔ پھر (قاصد سے) فرمایا تھا کہ جب تک تم فلاں فلاں جگہ نہ پہنچ جاؤ اس خط کو مت پڑھنا۔ پھر جب وہ اس جگہ پہنچ گئے تو اس نے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور جو آپ کا حکم تھا وہ انہیں بتلایا۔

٦٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ

(٦٤) اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا' ان سے ابراہیم بن سعد نے صالح کے واسطے سے روایت کی' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے نقل کیا کہ ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا اور اسے یہ حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جائے۔ بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ (شاہ

الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

[أطرافه في: ٢٩٣٩، ٤٤٢٤، ٧٢٦٤].

ایران) کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت اس نے وہ خط پڑھا تو چاک کر ڈالا (راوی کہتے ہیں) اور میرا خیال ہے کہ ابن مسیب نے (اس کے بعد) مجھ سے کہا کہ (اس واقعہ کو سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اہل ایران کے لئے بد دعا کی کہ وہ (بھی چاک شدہ خط کی طرح) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اللہ نے بہت جلد اپنے سچے رسول کی دعا کا اثر ظاہر کر دیا۔

٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا - أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ - فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا إِلاَّ مَخْتُوْمًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ. كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ؟ قَالَ: أَنَسٌ.

[أطرافه في : ٢٩٣٨، ٥٨٧٠، ٥٨٧٢، ٥٨٧٤، ٥٨٧٥، ٥٨٧٧، ٧١٦٢].

(۶۵) ہم سے ابوالحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا' ان سے عبداللہ نے' انہیں شعبہ نے قتادہ سے خبر دی' وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (کسی بادشاہ کے نام دعوت اسلام دینے کے لیے) ایک خط لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا تو آپؐ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط نہیں پڑھتے (یعنی بے مہر کے خط کو مستند نہیں سمجھتے) تب آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جس میں "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ گویا میں (آج بھی) آپؐ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قتادہ سے پوچھا کہ یہ کس نے کہا (کہ) اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا' انس رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح مناولہ اصطلاح محدثین میں اسے کہتے ہیں اپنی اصل مرویات اور مسموعات کی کتاب جس میں اپنے استادوں سے سن کر حدیثیں لکھ رکھی ہوں اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر دی جائے اور اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو روایت کرنے کی اس کو اجازت بھی دے دی جائے' تو یہ جائز ہے اور حضرت امام بخاریؒ کی مراد یہی ہے۔ اگر اپنی کتاب حوالہ کرتے ہوئے روایت کرنے کی اجازت نہ دے تو اس صورت میں حدثنی یا اخبرنی فلان کہنا جائز نہیں ہے۔ حدیث نمبر ۶۴ میں کسریٰ کے لئے بد دعا کا ذکر ہے کیونکہ اس نے آپؐ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا تھا' چنانچہ خود اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ سو جب وہ مرنے لگا تو اس نے دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا قوت باہ کے لئے اکسیر ہے۔ وہ بیٹا جماع کا بہت شوق رکھتا تھا جب وہ مرگیا اور اس کے بیٹے نے دوا خانے میں اس ڈبے پر یہ لکھا ہوا دیکھا تو اس کو وہ کھا گیا اور وہ بھی مرگیا۔ اسی دن سے اس سلطنت میں تنزل شروع ہوا' آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ایران کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانے کے کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا' اسی کو خسرو پرویز بھی کہتے ہیں۔ اس کے قاتل بیٹے کا نام شیرویہ تھا' خلافت فاروقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایران فتح ہوا۔

مناولہ کے ساتھ باب میں مکاتبت کا ذکر ہے جس سے مراد یہ کہ استاد اپنے ہاتھ سے خط لکھے یا کسی اور سے لکھوا کر شاگرد کے

پاس بھیجے' شاگرد اس صورت میں بھی اس کو اپنے استاد سے روایت کر سکتا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی خداداد قوت اجتہاد کی بنا پر ہر دو مذکورہ احادیث سے ان اصطلاحات کو ثابت فرمایا ہے پھر تعجب ہے ان کم فہموں پر جو حضرت امام کو غیر فقیہ اور زود رنج اور محض ناقل حدیث سمجھ کر آپکی تخفیف کے درپے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

٨- بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ المَجْلِسُ، وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

٦٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((أَلاَ أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلاَثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ اللهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ)).

[طرفه في: ٤٧٤].

باب وہ شخص جو مجلس کے آخر میں بیٹھ جائے اور وہ شخص جو درمیان میں جہاں جگہ دیکھے بیٹھ جائے (بشرطیکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو)

(٦٦) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا ان سے مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے ذکر کیا' بے شک ابو مرہ مولیٰ عقیل بن ابی طالب نے انہیں ابو واقد اللیثی سے خبر دی کہ (ایک مرتبہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے (ان میں سے) دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے (جب) مجلس میں (ایک جگہ کچھ) گنجائش دیکھی' تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے (تو صحابہؓ سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تو (سنو) ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیسرے شخص نے منہ موڑا' تو اللہ نے (بھی) اس سے منہ موڑ لیا۔

تشریح ثابت ہوا کہ مجالس علمی میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ نے مذکورہ تین آدمیوں کی کیفیت مثال کے طور پر بیان فرمائی۔ ایک شخص نے مجلس میں جہاں جگہ دیکھی وہاں ہی وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے نے کہیں جگہ نہ پائی تو مجلس کے کنارے جا بیٹھا اور تیسرے نے جگہ نہ پا کر اپنا راستہ لیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اعراض گویا اللہ سے اعراض ہے۔ اسی لئے آپؐ نے اس کے بارے میں سخت الفاظ فرمائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں آدمی کو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہئے اگرچہ اس کو سب سے آخر میں جگہ ملے۔ آج بھی وہ لوگ جن کو قرآن و حدیث کی مجلس پسند نہ ہو بڑے ہی بد بخت ہوتے ہیں۔

٩- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ))

باب حضرت رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل میں کہ بسااوقات وہ شخص جسے (حدیث) پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ (حدیث کو) یاد رکھ لیتا ہے۔

٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ النَّبِيَّ ﷺ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ - أَوْ بِزِمَامِهِ - قَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ. قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: ((أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ)).

[أطرافه في : ١٠٥، ١٧٤١، ٣١٩٧، ٤٤٠٧، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧].

(٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے بشر نے' ان سے ابن عون نے ابن سیرین کے واسطے سے' انہوں نے عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے نقل کیا' انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نے اس کی نکیل تھام رکھی تھی' آپ نے پوچھا آج یہ کونسا دن ہے؟ ہم خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آج کے دن کا آپ کوئی دوسرا نام اس کے نام کے علاوہ تجویز فرمائیں گے (پھر) آپ نے فرمایا' کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا' بے شک۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا' یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم (اس پر بھی) خاموش رہے اور یہ (ہی) سمجھے کہ اس مہینے کا (بھی) آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا' کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا' بے شک۔ آپ نے فرمایا' تو یقیناً تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے۔ پس جو شخص حاضر ہے اسے چاہئے کہ غائب کو یہ (بات) پہنچادے' کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ ایسے شخص کو یہ خبر پہنچائے' جو اس سے زیادہ (حدیث کا) یاد رکھنے والا ہو۔

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت امام خطیب یا محدث یا استاد سواری پر بیٹھے ہوئے بھی خطبہ دے سکتا ہے' وعظ کہہ سکتا ہے۔ شاگردوں کے کسی سوال کو حل کر سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شاگرد کو چاہئے کہ استاد کی تشریح و تفصیل کا انتظار کرے اور خود جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شاگرد فہم اور حفظ میں اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ چیز استاد کے لئے باعث مسرت ہونی چاہئے۔ یہ حدیث ان اسلامی فلاسفروں کے لئے بھی دلیل ہے جو شرعی حقائق کو فلسفیانہ تشریح کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرع کے حقائق و فوائد بیان کرنے میں بہترین تفصیل سے کام لیا ہے۔

١٠ - بَابٌ: العِلمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالعَمَلِ لِقَولِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ﴾ فَبَدَأَ بِالعِلْمِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا الْعِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾.

وَقَالَ: ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾. ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾. وَقَالَ: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ﴾. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا العِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ)). وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ - وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ - ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لأَنْفَذْتُهَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُكَمَاءَ فُقَهَاءَ عُلَماءَ. وَيُقَالُ: الرَّبَّانِيُّ الَّذِيْ يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.

باب اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فاعلم انه لا اله الا الله" (آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے) تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتدا فرمائی اور (حدیث میں ہے) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (اور) پیغمبروں نے علم (ہی) کا ورثہ چھوڑا ہے۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے (دولت کی) بہت بڑی مقدار حاصل کرلی۔ اور جو شخص کسی راستے پر حصول علم کے لئے چلے* اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا' اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے تو جہنمی نہ ہوتے۔ اور فرمایا' کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ اور علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو' اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا' اور مجھے گمان ہو کہ میں نے نبی ﷺ سے جو ایک کلمہ سنا ہے' گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً میں اسے بیان کر ہی دوں گا اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیت "کونوا ربانیین" سے مراد حکماء' فقہاء' علماء ہیں۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے

*بچوں کو قاعدہ پارہ پڑھانے والے حضرات بھی اسی میں داخل ہیں۔

١١ - بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا

باب نبی ﷺ کا لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت فرمانے اور تعلیم دینے کے بیان میں تاکہ انہیں ناگوار نہ ہو۔

٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

[طرفاه في: ٧٠، ٦٤١١].

(٦٨) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' انہیں سفیان نے اعمش سے خبر دی' وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں نصیحت فرمانے کے لئے کچھ دن مقرر کر دیئے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں۔

٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا)).[طرفه في: ٦١٢٥].

(٦٩) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید نے' ان سے شعبہ نے' ان سے ابوالتیاح نے' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔

معلمین و اساتذہ و واعظین و خطباء اور مفتی حضرات سب ہی کے لئے یہ ارشاد واجب العمل ہے۔

١٢- بَابُ مَنْ جَعَلَ لأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَعْلُومَةً

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص اہل علم کے لئے کچھ دن مقرر کر دے (تو یہ جائز ہے) یعنی استاد اپنے شاگردوں کے لئے اوقات مقرر کر سکتا ہے۔

٧٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

(٧٠) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' ان سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ (ابن مسعود) ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا' تو سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تنگ نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں' وعظ کے لئے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔

تشریح احادیث بالا اور اس باب سے مقصود اساتذہ کو یہ بتلانا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ذہن کا خیال رکھیں' تعلیم میں اس قدر

انہماک اور شدت صحیح نہیں کہ طلباء کے دماغ تھک جائیں اور وہ اپنے اندر بے دلی اور کم رغبتی محسوس کرنے لگ جائیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے درس و مواعظ کے لئے ہفتہ میں صرف جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نفل عبادت اتنی نہ کی جائے کہ دل میں بے رغبتی اور ملال پیدا ہو۔ بہرحال اصول تعلیم یہ ہے کہ یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا

١٣- بَابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

٧١- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، وَاللّٰهُ يُعْطِي. وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُم حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ)).
[أطرافه في : ٣١١٦، ٣٦٤١، ٧٣١٢، ٧٤٦٠].

باب اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔

(۷۱) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' ان سے وہب نے یونس کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں' ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں' دینے والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا' انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)

ناسمجھ لوگ جو مدعیان علم اور واعظ و مرشد بن جائیں نیم حکیم خطرہ جان' نیم ملا خطرہ ایمان ان ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

١٤- بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

٧٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ لِيْ ابْنُ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلاَّ حَدِيْثًا وَاحِدًا قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ)) فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)).

باب علم میں سمجھ داری سے کام لینے کے بیان میں

(۷۲) ہم سے علی (بن مدینی) نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے ابن ابی نجیح نے مجاہد کے واسطے سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینے تک رہا' میں نے (اس) ایک حدیث کے سوا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور حدیث نہیں سنی' وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ کے پاس کھجور کا ایک گابھا لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سن کر) میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لئے

[راجع: ٦١].

خاموش رہا۔ (پھر) رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

تشریح: حدیث (۷۱) کے آخر میں جو فرمایا' اس کا مطلب دوسری حدیث کی وضاحت کے مطابق یہ ہے کہ امت کس قدر بھی گمراہ ہو جائے مگر اس میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی' اس کی لوگ کتنی بھی مخالفت کریں مگر اس جماعت حقہ کو اس مخالفت کی کچھ پرواہ نہ ہو گی' اس جماعت حقہ سے جماعت اہل حدیث مراد ہے۔ جس نے تقلید جامد سے ہٹ کر صرف کتاب و سنت کو اپنا مدار عمل قرار دیا ہے۔

١٥- بَابُ الاِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

باب علم و حکمت میں رشک کرنے کے بیان میں

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوا وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ كِبَرِ سِنِّهِمْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو (یعنی دین کا علم حاصل کرو) اور ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بڑھاپے میں بھی دین سیکھا۔

٧٣- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ - عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ - قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)).

[أطرافه في: ١٤٠٩، ٧١٤١، ٧٣١٦].

(۷۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے دوسرے لفظوں میں بیان کیا' ان لفظوں کے علاوہ جو زہری نے ہم سے بیان کئے' وہ کہتے ہیں میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا' انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اسکے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔

تشریح: شارحین حدیث لکھتے ہیں اعلم ان المراد بالحسد ههنا الغبطه فان الحسد مذموم قد بين الشرع قباحته باوضح بيان وقد يجى الحسد بمعنى الغبطة و ان كان قليلا یعنی حدیث (۷۳) میں حسد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے کیونکہ حسد بہر حال مذموم ہے جس کی شرع نے کافی مذمت کی ہے۔ کبھی حسد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہت سے نافہم لوگ حضرت امام بخاری سے حسد کر کے ان کی توہین و تخفیف کے درپے ہیں' ایسا حسد کرنا مومن کی شان نہیں۔ اللهم احفظنا آمین۔

١٦- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى ﷺ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ

باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس دریا میں جانے کے ذکر میں۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا﴾

٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ. فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لاَ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوسَى: بَلَى، عَبْدُنَا خَضِرٌ. فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً، وَقِيْلَ لَهُ: إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ. كَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ. فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ: ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيْهِ إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾. قَالَ: ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِي كِتَابِهِ)).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (جو حضرت موسیٰ کا قول ہے) کیا میں تمہارے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تم مجھے (اپنے علم سے کچھ) سکھاؤ۔

(۷۴) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا' ان سے یعقوب بن ابراہیم نے' ان سے ان کے باپ (ابراہیم) نے' انہوں نے صالح سے سنا' انہوں نے ابن شہاب سے' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ وہ اور حر بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کے بارے میں بحثے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ خضرؑ تھے۔ پھر ان کے پاس سے ابی بن کعب گذرے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میں اور میرے یہ رفیق موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے انہوں نے ملاقات چاہی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ ذکر سنا ہے۔ انہوں نے کہا' ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ایک دن حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ (دنیا میں) کوئی آپ سے بھی بڑھ کر عالم موجود ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ہے (جس کا علم تم سے زیادہ ہے) حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضرؑ سے ملنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو (واپس) لوٹ جاؤ' تب خضر سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ تب موسیٰؑ (چلے اور) دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے۔ اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے' کیا آپ نے دیکھا تھا' میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا۔ موسیٰؑ نے کہا' اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باتیں کرتے ہوئے لوٹے (وہاں) انہوں نے خضر

[أطرافه في : ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨].

علیہ السلام کو پایا۔ پھران کا وہی قصہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔

١٧- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ))

باب نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ "اللہ اسے قرآن کا علم عطا فرمائیو!"

٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ)).

[أطرافه في : ١٤٣، ٣٧٥٦، ٧٢٧٠].

(٧٥) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' ان سے عبدالوارث نے' ان سے خالد نے عکرمہ کے واسطے سے بیان کیا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (سینے سے) لگالیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ "اے اللہ اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرمائیو۔"

١٨- بَابُ مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ؟

باب اس بارے میں کہ بچے کا (حدیث) سننا کس عمر میں صحیح ہے؟

٧٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ - وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الاحْتِلاَمَ - وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ.

[أطرافه في : ٤٩٣، ٨٦١، ١٨٥٧، ٤٤١٢].

(٧٦) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے مالک نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے' وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) گدھی پر سوار ہو کر چلا' اس زمانے میں' میں بلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے دیوار (کی آڑ) نہ تھی' تو میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا اور گدھی کو چھوڑ دیا۔ وہ چرنے لگی' جبکہ میں صف میں شامل ہو گیا (مگر) کسی نے مجھے اس بات پر ٹوکا نہیں۔

٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ

(٧٧) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' ان سے ابو مسہر نے' ان سے محمد بن حرب نے' ان سے زبیدی نے زہری کے واسطے سے بیان کیا' وہ محمود بن الربیع سے نقل کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ مجھے یاد

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ: عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِيْ وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

[أطرافه في : ١٨٩، ٨٣٩، ١١٨٥، ٦٣٥٤، ٦٤٢٢].

ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کلی فرمائی' اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

تشریح بعض بچے ایسے بھی ذہین' ذکی' فہیم ہوتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر ہی میں ان کا دماغ قابل اعتماد ہو جاتا ہے۔ یہاں ایسا ہی بچہ مراد ہے اس سے ثابت ہوا کہ لڑکا یا گدھا اگر نمازی کے آگے سے نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ حضرت امام بخاریؒ نے یہ دلیل لی ہے کہ لڑکے کی روایت صحیح ہے چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت تک لڑکے ہی تھے۔ مگر آپ کی روایت کو مانا گیا ہے دوسری روایت میں محمود کا ذکر ہے جو بہت ہی کمسن تھے چونکہ ان کو یہ بات یاد رہی تو ان کی روایت معتبر ٹھہری۔ آپؐ نے یہ کلی شفقت اور برکت کے لئے ڈالی تھی۔

٢١- بَابُ الْخُرُوجِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ

باب علم کی تلاش میں نکلنے کے بارے میں

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِي حَدِيْثٍ وَاحِدٍ.

جابر بن عبداللہ کا ایک حدیث کی خاطر عبداللہ بن انیس کے پاس جانے کے لئے ایک ماہ کی مسافت طے کرنا۔

٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ : قَالَ الأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ فَقَالَ أُبَيٌّ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ يَقُوْلُ : ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: أَتَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لاَ

(٧٨) ہم سے ابوالقاسم خالد بن خلی قاضی حمص نے بیان کیا' ان سے محمد بن حرب نے' اوزاعی کہتے ہیں کہ ہمیں زہری نے عبیداللہ ابن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے خبر دی' وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حر بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کے بارے میں جھگڑے۔ (اس دوران میں) ان کے پاس سے ابی بن کعب گذرے' تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلا لیا اور کہا کہ میں اور میرے (یہ) ساتھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے ملنے کی حضرت موسیٰؑ نے (اللہ سے) دعا کی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ان کا ذکر فرماتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت ابی نے کہا کہ ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ تب

فَأَوحَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى مُوسَى: بَلَى، عَبْدُنَا خَضِرٌ. فَسَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لُقِيِّهِ، فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الحُوتَ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ، إِذَا فَقَدْتَ الحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ ستلْقَاهُ، فَكَانَ مُوسَى ﷺ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ. فَقَالَ فَتَى مُوسَى لِمُوسَى: ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنسَانِيهُ إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾. قَالَ مُوسَى: ﴿ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي. فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾، فَوَجَدَا خَضِرًا. فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ)). [راجع: ٧٤]

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر (علم میں تم سے بڑھ کر) ہے۔ تو حضرت موسیٰؑ نے ان سے ملنے کی راہ دریافت کی' اس وقت اللہ تعالیٰ نے (ان سے ملاقات کے لئے) مچھلی کو نشانی قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم مچھلی کو نہ پاؤ تو لوٹ جانا' تب تم خضرؑ سے ملاقات کر لو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا میں مچھلی کے نشان کا انتظار کرتے رہے۔ تب ان کے خادم نے ان سے کہا۔ کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم پتھر کے پاس تھے' تو میں (وہاں) مچھلی بھول گیا۔ اور مجھے شیطان ہی نے غافل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہم اسی (مقام) کے تو متلاشی تھے' تب وہ اپنے (قدموں کے) نشانوں پر باتیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ (وہاں) خضرؑ کو انہوں نے پایا۔ پھر ان کا قصہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

٢٠- بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وعَلَّمَ

باب پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے بیان میں

٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لاَ تُمْسِكُ مَاءً وَلاَ تُنْبِتُ كَلأً. فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِيْنِ اللهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ فَعَلِمَ وعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا

(٧٩) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' ان سے حماد بن اسامہ نے برید بن عبداللہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابی بردہ سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت ابو موسیٰ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے' اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی

وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ: الْمُسْتَوِي مِنَ الأَرْضِ.

مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے ابو اسامہ کی روایت سے "قبلت الماء" کا لفظ نقل کیا ہے۔ قاع اس خطہ زمین کو کہتے ہیں جس پر پانی چڑھ جائے (مگر ٹھہرے نہیں) اور صفصف اس زمین کو کہتے ہیں جو بالکل ہموار ہو۔

تشریح: حدیث (۷۸) سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ حضرت موسیٰ نے علم حاصل کرنے کے لئے کتنا بڑا سفر کیا۔ جن لوگوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ حضرت خضرؑ نے فقہ حنفی سیکھی اور پھر قشیری کو سکھائی یہ سارا قصہ محض جھوٹ ہے۔ اسی طرح بعضوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ یا امام مہدی حنفی مذہب کے مقلد ہوں گے محض بے اصل اور خلاف قیاس ہے۔ حضرت ملا علی قاری نے اس کا خوب رد کیا ہے۔ حضرت امام مہدی خالص کتاب و سنت کے علم بردار پختہ اہلحدیث ہوں گے۔

٢١- بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ، وَظُهُورِ الْجَهْلِ وَقَالَ رَبِيْعَةُ:

لاَ يَنْبَغِي لأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

باب علم کے زوال اور جہل کی اشاعت کے بیان میں اور

ربیعہ کا قول ہے کہ جس کے پاس کچھ علم ہو' اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم کو چھوڑ دے اور) اپنے آپ کو ضائع کر دے۔

٨٠- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا)).

[أطرافه في: ٨١، ٥٢٣١، ٥٥٧٧، ٦٨٠٨].

(٨٠) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا' ان سے عبدالوارث نے ابوالتیاح کے واسطے سے نقل کیا' وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا۔ اور (علانیہ) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔

٨١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً

(٨١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے شعبہ سے نقل کیا' وہ قتادہ سے اور قتادہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے بعد تم سے کوئی نہیں بیان کرے گا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم (دین) کم ہو جائے گا۔ جہل ظاہر ہو جائے گا۔ زنا بکثرت ہو گا۔ عورتیں بڑھ جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ ۵۰ عورتوں کا نگران صرف ایک مرد رہ

الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ)). [راجع: ٨٠]

جائے گا۔

ان لڑائیوں کی طرف بھی اشارہ ہے جن میں مرد بکثرت تہ تیغ ہو گئے اور عورتیں ہی عورتیں رہ گئیں۔

٢٢- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

باب علم کی فضیلت کے بیان میں۔

٨٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوْتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِيْ، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)) قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((الْعِلْمُ)).

[اطرافه في : ٤٦٨١، ٧٥٥٦، ٧٠٠٧، ٧٠٢٧، ٧٠٣٢].

(٨٢) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے لیث نے' ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا' وہ حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سو رہا تھا۔ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے (خوب اچھی طرح) پی لیا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپؐ نے فرمایا علم۔

٢٣- بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا

باب جانور وغیرہ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا جائز ہے۔

٨٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ. قَالَ: ((اذْبَحْ وَلاَ حَرَجَ)) فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((ارْمِ وَلاَ حَرَجَ)) فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلاَ أُخِّرَ إِلاَّ قَالَ:

(٨٣) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا' وہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کے مسائل دریافت کرنے کی وجہ سے منیٰ میں ٹھہر گئے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اب) ذبح کر لے اور کچھ حرج نہیں۔ پھر دوسرا آدمی آیا' اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپؐ نے فرمایا (اب) رمی کر لے۔ (اور پہلے کر دینے سے) کچھ حرج نہیں۔ ابن عمرو کہتے ہیں (اس دن) آپؐ سے جس چیز کا بھی سوال ہوا' جو کسی نے

((افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ)).

[أطرافه في : ١٢٤، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ٦٦٦٥].

آگے اور پیچھے کرلی تھی۔ تو آپؐ نے یہی فرمایا کہ اب کرلے اور کچھ حرج نہیں۔

٢٤- بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ

باب اس شخص کے بارے میں جو ہاتھ یا سر کے اشارے سے فتویٰ کا جواب دے

٨٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قَالَ: ((وَلاَ حَرَجَ)) وَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: ((وَلاَ حَرَجَ)).

[أطرافه في: ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦].

(۸۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے وہیب نے' ان سے ایوب نے عکرمہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے آپ کے (آخری) حج میں کسی نے پوچھا کہ میں نے رمی کرنے (یعنی کنکر پھینکنے) سے پہلے ذبح کرلیا' آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (اور) فرمایا کچھ حرج نہیں۔ کسی نے کہا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کرالیا۔ آپؐ نے سر سے اشارہ فرمادیا کہ کچھ حرج نہیں۔

٨٥- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ)) قِيْلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ: ((هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا)) كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ.

[أطرافه في : ١٠٣٦، ١٤١٢، ٣٦٠٨، ٣٦٠٩، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١].

(۸۵) ہم سے مکی ابن ابراہیم نے بیان کیا' انہیں حنظلہ نے سالم سے خبردی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب) علم اٹھالیا جائے گا۔ جہالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر فرمایا اس طرح' گویا آپؐ نے اس سے قتل مراد لیا۔

٨٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ

(۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے وہیب نے' ان سے ہشام نے فاطمہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ اسماء سے روایت کرتی

فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللهِ. قُلْتُ: آيَةٌ. فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا - أَيْ نَعَمْ - فَقُمْتُ حَتَّى عَلاَنِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ. فَحَمِدَ اللهَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلاَّ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ، أَوْ قَرِيبَ - لاَ أَدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - ((مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُقَالُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، أَوِ الْمُوْقِنُ)) - لاَ أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ - ((فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُولُ اللهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا. هُوَ مُحَمَّدٌ (ثَلاَثًا). فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا بِهِ. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ، أَوِ الْمُرْتَابُ)) - لاَ أَدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ ((لاَ أَدْرِي))، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

[أطرافه في : ١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧].

ہیں کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' وہ نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگا ہے) اتنے میں لوگ (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' اللہ پاک ہے۔ میں نے کہا (کیا یہ گہن) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! پھر میں (بھی نماز کے لئے) کھڑی ہو گئی۔ حتیٰ کہ مجھے غش آنے لگا' تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (نماز کے بعد) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان فرمائی' پھر فرمایا' جو چیز مجھے پہلے دکھلائی نہیں گئی تھی آج وہ سب اس جگہ میں نے دیکھ لی' یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر یہ وحی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے' مثل یا قرب کا کونسا لفظ حضرت اسماء نے فرمایا' میں نہیں جانتی' فاطمہ کہتی ہیں (یعنی) فتنہ دجال کی طرح (آزمائے جاؤ گے) کہا جائے گا (قبر کے اندر کہ) تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو جو صاحب ایمان یا صاحب یقین ہو گا' کونسا لفظ فرمایا حضرت اسماء نے' مجھے یاد نہیں۔ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ہیں' جو ہمارے پاس اللہ کی ہدایت اور دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو قبول کر لیا اور ان کی پیروی کی۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تین بار (اسی طرح کہے گا) پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ آرام سے سو جا بے شک ہم نے جان لیا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتا تھا۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی' میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کونسا لفظ حضرت اسماء نے کہا۔ تو وہ (منافق یا شکی آدمی) کہے گا کہ جو لوگوں کو میں نے کہتے سنا میں نے (بھی) وہی کہہ دیا۔ (باقی میں کچھ نہیں جانتا)

٢٥- بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ ﷺ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَحْفَظُوا الإِيْمَانَ

باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ عبد القیس کے وفد کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ ایمان لائیں اور علم کی باتیں یاد رکھیں

وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ: قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ))

٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَقَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنِ الْوَفْدُ - أَوْ مَنِ الْقَوْمُ؟)) - قَالُوْا: رَبِيْعَةُ. فَقَالَ: ((مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ - أَوْ بِالْوَفْدِ - غَيْرَ خَزَايَا وَلاَ نَدَامَى)) قَالُوا: إِنَّا نَأْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلاَّ فِي شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ. فَأَمَرَهُم بِأَرْبَعٍ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ : أَمَرَهُمْ بِالإِيْمَانِ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ، قَالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَا الإِيْمَانُ بِاللهِ وَحْدَهُ؟)) قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ. وَإِقَامُ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَوةِ، وَصَومُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ)). وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنتَمِ، وَالْمُزَفَّتِ - قَالَ شُعْبَةُ : وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرُ، وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرُ. قَالَ: ((احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ)).

اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں

کو بھی خبر کر دیں۔ اور مالک بن الحویرث نے فرمایا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر انہیں (دین) علم سکھاؤ۔

(۸۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے غندر نے' ان سے شعبہ نے ابو جمرہ کے واسطے سے بیان کیا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا تھا (ایک مرتبہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان (کے لوگ ہیں) آپؐ نے فرمایا کہ مبارک ہو قوم کو (آنا) یا مبارک ہو اس وفد کو (جو کبھی) نہ رسوا ہو نہ شرمندہ ہو (اس کے بعد) انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کونے سے آپؐ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آ سکتے۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی (قطعی) بات بتلا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپؐ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ (پھر) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا (ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے منع فرمایا' دباء' حنتم' اور مزفت کے استعمال سے۔ اور (چوتھی چیز کے

[راجع: ٥٣]

بارے میں) شعبہ کہتے ہیں کہ ابو جمرہ بسا اوقات نقیر کہتے تھے اور بسا اوقات مقیر۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔

نوٹ:۔ یہ حدیث کتاب الایمان کے اخیر میں گذر چکی ہے۔ حضرت امام نے اس سے ثابت فرمایا ہے کہ استاد اپنے شاگردوں کو تحصیل علم کے لئے ترغیب و تحریص سے کام لے سکتا ہے۔ مزید تفصیل وہاں دیکھی جائے۔

٢٦- بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ

باب جب کوئی مسئلہ در پیش ہو تو اس کے لئے سفر کرنا (کیسا ہے؟)

٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِيْ، وَلاَ أَخْبَرْتِنِي. فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟)) فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

[أطرافه في: ٢٠٥٢، ٢٦٤٠، ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، ٥١٠٤].

(٨٨) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہیں عبداللہ نے خبر دی' انہیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے عقبہ بن الحارث کے واسطے سے نقل کیا کہ عقبہ نے ابو اہاب بن عزیز کی لڑکی سے نکاح کیا۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے اس کا نکاح ہوا ہے' اس کو دودھ پلایا ہے۔ نہ تو نے کبھی مجھے بتایا ہے (یہ سن کر) عقبہ نے کہا' مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ تب سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا' تو آپؐ نے فرمایا' کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہا گیا۔ تب عقبہ بن حارث نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے دوسرا خاوند کر لیا۔

تشریح عقبہ بن حارث نے احتیاطاً اسے چھوڑ دیا کیونکہ جب شبہ پیدا ہو گیا تو اب شبہ کی چیز سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت عقبہ کا سفر کر کے مدینہ جانا ترجمۃ الباب کا یہی مقصد ہے۔ اسی بنا پر محدثین نے طلب حدیث کے سلسلہ میں جو جو سفر کیے ہیں وہ طلب علم کے لئے بے مثال سفر ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احتیاطاً عقبہ کی جدائی کرا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ احتیاط کا پہلو بہرحال مقدم رکھنا چاہئے یہ بھی ثابت ہوا کہ رضاع صرف مرضعہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

٢٧- بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ

باب اس بارے میں کہ (طلباء کا حصول) علم کے لئے (استاد کی خدمت میں) اپنی اپنی باری مقرر کرنا درست ہے۔

٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

(٨٩) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہیں شعیب نے زہری سے خبر

شُعَيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. ح. قَالَ وَقَالَ ابْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ - وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ - وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، يَنزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا أَنْزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَومِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ. فَنَزَلَ صَاحِبِي الأَنْصَارِيُّ يَومَ نَوبَتِهِ فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا فَقَالَ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ، إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ أَمرٌ عَظِيمٌ. فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: طَلَّقَكُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لاَ أَدْرِي. ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: ((لاَ)). فَقُلْتُ: اللهُ أَكْبَرُ.

[أطرافه في : ٢٤٦٨، ٤٩١٣، ٤٩١٤، ٤٩١٥، ٥١٩١، ٥٢١٨، ٥٨٤٣، ٧٢٥٦، ٧٢٦٣].

دی (ایک دوسری سند سے) حضرت امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ ابن وہب کو یونس نے ابن شہاب سے خبر دی' وہ عبیداللہ بن عبداللہ ابن ابی ثور سے نقل کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں اطراف مدینہ کے ایک گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے جو مدینہ کے (پورب کی طرف) بلند گاؤں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا' ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ) دیگر باتوں کی اس کو خبر دے دیتا تھا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ تو ایک دن وہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے روز حاضر خدمت ہوا (جب واپس آیا) تو اس نے میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا اور (میرے بارے میں پوچھا کہ) کیا عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا کہ ایک بڑا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) پھر میں (اپنی بیٹی) حفصہ کے پاس گیا' وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا' کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کھڑے کھڑے کہا کہ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ (یہ افواہ غلط ہے) تب میں نے (تعجب سے) کہا اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے۔

اس انصاری کا نام عتبان بن مالک تھا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ خبر واحد پر اعتماد کرنا درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر اس لئے پوچھا کہ ان دنوں مدینہ پر غسان کے بادشاہ کے حملہ کی افواہ گرم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید غسان کا بادشاہ آ گیا ہے۔ اسی لئے آپ گھبرا کر باہر نکلے پھر انصاری کی خبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ اس نے ایسی بے اصل بات کیوں کہی۔ اسی لئے بے ساختہ آپ کی زبان پر نعرہ تکبیر آ گیا۔ باری اس لئے مقرر کی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجر پیشہ تھے اور وہ انصاری بھائی بھی کاروباری تھے۔ اس لئے تاکہ اپنا کام بھی جاری رہے اور علوم نبوی سے بھی محرومی نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لئے بھی اہتمام ضروری ہے۔ اس حدیث کی باقی شرح کتاب النکاح میں آئے گی۔

٢٨- بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

باب اس بیان میں کہ استاد شاگردوں کی جب کوئی ناگوار بات دیکھے تو وعظ کرتے اور تعلیم دیتے وقت ان پر خفا ہو سکتا ہے

٩٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ لاَ أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلاَةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنا فُلاَنٌ. فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ)).

[أطرافه في : ٧٠٢، ٧٠٤، ٦١١٠، ٧١٥٩].

(۹۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا انہیں سفیان نے ابو خالد سے خبر دی' وہ قیس بن ابی حازم سے بیان کرتے ہیں' وہ ابو مسعود انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے (رسول اللہ کی خدمت میں آکر) عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فلاں شخص (معاذ بن جبل) لمبی نماز پڑھاتے ہیں اس لئے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چرانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرأت سننے کی طاقت نہیں رکھتا) (ابو مسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غضبناک نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تم (ایسی شدت اختیار کر کے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے' کیونکہ ان میں بیمار' کمزور اور حاجت والے (سب ہی قسم کے لوگ) ہوتے ہیں۔

غصہ کا سبب یہ کہ آپ پہلے بھی منع کر چکے ہوں گے دوسرے ایسا کرنے سے ڈر تھا کہ کہیں لوگ تھک ہار کر اس دین سے نفرت نہ کرنے لگ جائیں۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔

٩١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ الْمَدِينِيُّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ وِكَاءَهَا - أَوْ قَالَ: وِعَاءَهَا - وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا

(۹۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' ان سے ابو عامر العقدی نے' وہ سلیمان بن بلال المدینی سے' وہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے' وہ یزید سے جو منبعث کے آزاد کردہ تھے' وہ زید بن خالد الجہنی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (عمیر یا بلال) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑی ہوئی چیز کے بارے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا' اس کی بندھن پہچان لے یا فرمایا کہ اس کا برتن اور تھیلی (پہچان لے) پھر ایک سال تک اس کی شناخت (کا اعلان) کراؤ پھر (اس کا مالک نہ ملے تو) اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر اس کا مالک آجائے تو اسے سونپ

إِلَيْهِ)) قَالَ: فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ - أَوْ قَالَ: احْمَرَّ وَجْهُهُ - فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ، فَذَرْهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)) قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((لَكَ أَو لأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)).

[أطرافه في: ٢٣٧٢، ٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩، ٢٤٣٦، ٢٤٣٨، ٥٢٩٢، ٦١١٢].

دو۔ اس نے پوچھا کہ اچھا گم شدہ اونٹ (کے بارے میں) کیا حکم ہے؟ آپ کو اس قدر غصہ آگیا کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ یا راوی نے یہ کہا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ (یہ سن کر) آپؐ نے فرمایا۔ تجھے اونٹ سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ خود اس کی مشک ہے اور اس کے (پاؤں کے) سم ہیں۔ وہ خود پانی پر پہنچے گا اور خود پی لے گا اور خود درخت پر چرے گا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک مل جائے۔ اس نے کہا کہ اچھا گم شدہ بکری کے (بارے میں) کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا' وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی' ورنہ بھیڑیئے کی (غذا) ہے۔

تشریح گری پڑی چیز کو لقطہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں اسی کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ آپؐ کے غصے کا سبب یہ ہوا کہ اونٹ کے بارے میں سوال ہی بیکار تھا۔ جب کہ وہ تلف ہونے والا جانور نہیں۔ وہ جنگل میں اپنا چارہ پانی خود تلاش کر لیتا ہے' اسے شیر یا بھیڑیا بھی نہیں کھا سکتے' پھر اس کا پکڑنا بیکار ہے۔ خود اس کا مالک ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس تک پہنچ جائے گا' ہاں بکری کے تلف ہونے کا فوری خطرہ ہے لہٰذا اسے پکڑ لینا چاہئے۔ پھر مالک آئے تو اس کے حوالہ کر دے۔ معلوم ہوا کہ شاگردوں کے نامناسب سوالات پر استاد کی خفگی بجا تسلیم کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگردوں کو سوال کرنے سے پہلے خود سوال کی اہمیت پر بھی غور کر لینا ضروری ہے۔ اونٹ سے متعلق آپ کا جواب اس زمانہ کے ماحول کے پیش نظر تھا مگر آج کل کا ماحول ظاہر ہے۔

٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ، ((سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ)) قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ)). فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: ((أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ)). فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ.

[طرفه في : ٧٢٩١].

(۹۲) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' ان سے ابو اسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابو بردہ سے اور وہ ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ ایسی باتیں دریافت کی گئیں کہ آپؐ کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات کی) آپؐ پر بہت زیادتی کی گئی تو آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا (اچھا اب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ آخر حضرت عمرؓ نے آپ کے چہرہ مبارک کا حال دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔

تشریح: لغو اور بے ہودہ سوال کسی صاحب علم سے کرنا سرا سر نادانی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے اس قسم کا سوال کرنا تو گویا بہت ہی بے ادبی ہے۔ اسی لئے اس قسم کے بے جا سوالات پر آپ نے غصہ میں فرمایا کہ جو چاہو دریافت کرو۔ اس لئے کہ اگرچہ بشر ہونے کے لحاظ سے آپ غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے۔ مگر اللہ کا برگزیدہ پیغمبرؑ ہونے کی بنا پر وحی و الہام سے اکثر احوال آپ کو معلوم ہو جاتے تھے' یا معلوم ہو سکتے تھے جن کی آپ کو ضرورت پیش آتی تھی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں مانتے ہو تو اب جو چاہو پوچھو' مجھ کو اللہ کی طرف سے جو جواب ملے گا تم کو بتلاؤں گا۔ آپ کی خفگی دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر حاضرین کی نمائندگی فرماتے ہوئے ایسے سوالات سے باز رہنے کا وعدہ فرمایا۔

۲۹- بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ

باب اس شخص کے بارے میں جو امام یا محدث کے سامنے دو زانو (ہو کر ادب کے ساتھ) بیٹھے۔

۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ)). ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)). فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا. وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا ثَلاَثًا. فَسَكَتَ.

[أطرافه في: ٥٤٠، ٧٤٩، ٤٦٢١، ٦٣٦٢، ٦٤٦٨، ٦٤٨٦، ٧٠٨٩، ٧٠٩٠، ٧٠٩١، ٧٢٩٤، ٧٢٩٥].

(۹۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہیں انس بن مالک نے بتلایا کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ حضور میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' حذافہ۔ پھر آپؐ نے بار بار فرمایا کہ مجھ سے پوچھو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو زانو ہو کر عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے' اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہیں (اور یہ جملہ) تین مرتبہ (دہرایا) پھر (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے کی منشا یہ تھی کہ اللہ کو رب' اسلام کو دین اور محمدؐ کو نبی مان کر اب ہمیں مزید کچھ سوالات پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ لوگ عبداللہ بن حذافہ کو کسی اور کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے آپ سے اپنی تشفی حاصل کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو زانو ہو کر بیٹھنے سے ترجمہ باب نکلا اور ثابت ہوا کہ شاگرد کو استاد کا ادب ہمہ وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مؤدبانہ بیان سن کر آپؐ کا غصہ جاتا رہا اور آپؐ خاموش ہو گئے۔

۳۰- بَابُ مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ ثَلاَثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص سمجھانے کے لئے (ایک) بات کو تین مرتبہ دہرائے تو یہ ٹھیک ہے۔

فَقَالَ: ((أَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ)) ، فَمَا زَالَ

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "الا وقول الزور" اس کو تین بار

يُكَرِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ بَلَّغْتُ)) ؟ ثَلَاثًا.

دہراتے رہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو پہنچادیا (یہ جملہ) آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ.

[طرفاه في : ٩٥، ٦٢٤٤].

(۹۴) ہم سے عبدہ نے بیان کیا' ان سے عبدالصمد نے' ان سے عبداللہ بن مثنیٰ نے' ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے' ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار دہراتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔

٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. [راجع: ٩٤]

(۹۵) ہم سے عبدة نے بیان کیا' ان سے عبدالصمد نے' ان سے عبداللہ بن مثنیٰ نے' ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار لوٹاتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔ اور جب کچھ لوگوں کے پاس آپ تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

٩٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ، فَأَدْرَكَنَاهُ وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: ((وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. [راجع: ٦٠]

(۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے ابو عوانہ نے ابی بشر کے واسطے سے بیان کیا' وہ یوسف بن مالک سے بیان کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے' وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہمارے قریب پہنچے۔ تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا یا تنگ ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم اپنے پیروں پر پانی کا ہاتھ پھیرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ آگ کے عذاب سے ان ایڑیوں کی (جو خشک رہ جائیں) خرابی ہے۔ یہ دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

تشریحات: ان احادیث سے حضرت امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ اگر کوئی محدث سمجھانے کے لئے ضرورت کے وقت حدیث کو مکرر بیان کرے یا طالب علم ہی استاد سے دوبارہ یا سہ بارہ پڑھنے کو کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ تین بار سلام اس حالت میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں

بھی لائے ہیں' اس سے بھی یہی نکلتا ہے۔ ورنہ ہمیشہ آپ کی یہ عادت نہ تھی کہ تین بار سلام کرتے' یہ اسی صورت میں تھا کہ گھر والے پہلا سلام نہ سن پاتے تو آپ دوبارہ سلام کرتے اگر پھر بھی وہ جواب نہ دیتے تو تیسری دفعہ سلام کرتے' پھر بھی جواب نہ ملتا تو آپ واپس ہو جاتے۔

٣١- بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَأَهْلَهُ

٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - هُوَ ابْنُ سَلَامٍ - قَالَ أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ : قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ)). ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ: أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ ، قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

[أطرافه في : ٢٥٤٤، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣].

باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دینا (ضروری ہے)

(٩٧) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں محاربی نے خبر دی' وہ صالح بن حیان سے بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا عامر شعبی نے بیان کیا' کہا ان سے ابوبردہ نے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے لئے دوگنا اجر ہے۔ ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے اور (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو۔ جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے' تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے' پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے' تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔ پھر عامر نے (صالح بن حیان سے) کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت کے سنا دی ہے (ورنہ) اس سے کم حدیث کے لئے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔

تشریح حدیث سے باب کی مطابقت کے لئے لونڈی کا ذکر صریح موجود ہے اور بیوی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تادیب یعنی ادب سکھانا اور عمدہ تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ اگر علم کے ساتھ عمدہ تربیت نہ ہو تو ایسے علم سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسلاف امت ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرتے اور بے حد مشقتیں اٹھایا کرتے تھے۔ شارحین بخاری کہتے ہیں و انما قال هذا ليكون ذالک الحديث عنده بمنزلة عظيمة و يحفظه باهتمام بليغ فان من عادة الانسان ان الشيئى الذى يحصله من غير مشقة لا يعرف قدره ولا يهتم بحفاظته یعنی عامر نے اپنے شاگرد صالح سے یہ اس لئے کہا کہ وہ حدیث کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور اسے اہتمام کے ساتھ یاد رکھیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ بغیر مشقت حاصل ہونے والی چیز کی وہ قدر نہیں کرتا اور نہ پورے طور پر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

٣٢- بَابُ عِظَةِ الإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ

باب اس بارے میں کہ امام کا عورتوں کو بھی نصیحت کرنا اور تعلیم دینا (ضروری ہے)

٩٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ - أَوْ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ - خَرَجَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلاَلٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءٍ وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ١٤٤٩، ٢٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥].

(٩٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے ایوب کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں' یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں میں سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا۔ تو آپ نے انہیں علیحدہ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی (اور کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی اور بلال اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔ اس حدیث کو اسماعیل بن علیہ نے ایوب سے روایت کیا' انہوں نے عطاء سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں کہا کہ میں آنحضرت ﷺ پر گواہی دیتا ہوں (اس میں شک نہیں ہے) امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگلا باب عام لوگوں سے متعلق تھا اور یہ حاکم اور امام سے متعلق ہے کہ وہ بھی عورتوں کو وعظ سنائے۔

تشریح: اس حدیث سے مسئلہ باب کے ساتھ عورتوں کا عید گاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ جو لوگ اس کے مخالف ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مروج تھی۔ یہ امر ٹھیک ہے کہ عورتیں پردہ اور ادب و شرم و حیا کے ساتھ جائیں۔ کیونکہ بے پردگی بہرحال بری ہے۔ مگر سنت نبوی کی مخالفت کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔

٣٣- بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيثِ

باب علم حدیث حاصل کرنے کی حرص کے بارے میں۔

٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ

(٩٩) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان نے عمرو بن ابی عمرو کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ سعید بن ابی سعید المقبری کے واسطے سے بیان کرتے ہیں' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے

رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَن لاَ يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ، أَوْ نَفْسِهِ)).

ملے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے وہ شخص ہو گا' جو سچے دل سے یا سچے جی سے "لا الہ الا اللہ" کہے گا۔

[طرفه في :٦٥٧٠].

تشریح: حدیث شریف کا علم حاصل کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کی تحسین فرمائی۔ اسی سے اہلحدیث کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دل سے کہنے کا مطلب یہ کہ شرک سے بچے' کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلمہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے اسے پڑھتا ہو۔ جیسا کہ آج کل بہت سے قبروں کے پجاری نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے۔

٣٤- بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

باب اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ، فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ. وَلاَ تُقْبَلْ إِلاَّ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ. وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ. وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لاَ يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لاَ يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا. حَدَّثَنَا الْعَلاَءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى قَوْلِهِ ذِهَابَ الْعُلَمَاءِ.

اور (خلیفہ خامس) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی جتنی بھی حدیثیں ہوں' ان پر نظر کرو اور انہیں لکھ لو' کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علماء دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہئے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تا کہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔ ہم سے علاء بن عبدالجبار نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے اس کو بیان کیا یعنی عمر بن عبدالعزیز کی حدیث ذہاب العلماء تک۔

مقصد یہ ہے کہ پڑھنے پڑھانے ہی سے علم دین باقی رہ سکے گا۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

١٠٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

(١٠٠) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا فَأَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا)). قَالَ الْفِرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحوَه.

ﷺ سے سنا' آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لئے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ فربری نے کہا ہم سے عباس نے بیان کیا' کہا ہم سے قتیبہ نے' کہا ہم سے جریر نے' انہوں نے ہشام سے مانند اس حدیث کے۔

[طرفه في : ۷۳۰۷].

تشریح: پختہ عالم جو دین کی پوری سمجھ بھی رکھتے ہوں اور احکام اسلام کے دقائق و مواقع کو بھی جانتے ہوں' ایسے پختہ دماغ علماء ختم ہو جائیں گے اور سطحی لوگ مدعیان علم باقی رہ جائیں گے جو ناسمجھی کی وجہ سے محض تقلید جامد کی تاریکی میں گرفتار ہوں گے اور ایسے لوگ اپنے غلط فتووں سے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ یہ رائے اور قیاس کے دلدادہ ہوں گے۔ یہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری کی روایت ہے جو حضرت امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں اور صحیح بخاری کے اولین راوی یہی فربری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بعض روایتوں میں بغیر علم کی جگہ برأیهم بھی آیا ہے۔ یعنی وہ جاہل مدعیان علم اپنی رائے قیاس سے فتویٰ دیا کریں گے۔ قال العینی لا یختص هذا بالمفتیین بل عام للقضاة الجاهلین یعنی اس حکم میں نہ صرف مفتی بلکہ عالم جاہل قاضی بھی داخل ہیں۔

۳۵- بَابُ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ؟

باب اس بیان میں کہ کیا عورتوں کی تعلیم کے لئے کوئی خاص دن مقرر کیا جا سکتا ہے؟

۱۰۱- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الأَصْبَهَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ: قَالَ: قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ. فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ: ((مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلاَثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلاَّ كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: ((وَاثْنَيْنِ)).

(۱۰۱) ہم سے آدم نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے ابن الصبہانی نے' انہوں نے ابو صالح ذکوان سے سنا' وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ (آپؐ سے فائدہ اٹھانے میں) مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں' اس لئے آپ اپنی طرف سے ہمارے (وعظ کے) لئے (بھی) کوئی دن خاص فرما دیں۔ تو آپؐ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا۔ اس دن عورتوں سے آپ نے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور (مناسب) احکام سنائے جو کچھ آپؐ نے ان سے فرمایا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ جو کوئی عورت تم میں سے (اپنے) تین (لڑکے) آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پناہ بن جائیں گے۔ اس پر

[طرفاه في : ١٢٤٩، ٧٣١٠].

ایک عورت نے کہا' اگر دو (بچے بھیج دے) آپ نے فرمایا ہاں! اور دو (کا بھی یہ حکم ہے)

تشریح یعنی دو معصوم بچوں کی موت ماں کے لئے بخشش کا سبب بن جائے گی۔ پہلی مرتبہ تین بچے فرمایا' پھر دو اور ایک اور حدیث میں ایک بچے کے انتقال پر بھی یہ بشارت آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو ایک مقررہ دن میں یہ وعظ فرمایا۔ اسی لئے حضرت امام بخاریؒ کے قائم کردہ باب اور حدیث میں مطابقت پیدا ہوئی۔ دو بچوں کے بارے میں سوال کرنے والی عورت کا نام ام سلیم تھا۔ کچے بچے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

١٠٢- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَصْبَهَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((ثَلاَثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ)).

[طرفه في : ١٢٥٠].

(۱۰۲) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے غندر نے' ان سے شعبہ نے عبدالرحمٰن بن الاصبہانی کے واسطے سے بیان کیا' وہ ذکوان سے' وہ ابو سعید سے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور (دوسری سند میں) عبدالرحمٰن الاصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حازم سے سنا' وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسے تین (بچے) جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح امام بخاریؒ یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید اور ایک راوی ابن الاصبہانی کے نام کی وضاحت کے لئے لائے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے بچے کی موت کا کافی رنج ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بچے کی موت ماں کی بخشش کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

٣٦- بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَ حَتَّى يَعْرِفَهُ

باب اس بارے میں کہ ایک شخص کوئی بات سنے اور نہ سمجھے تو دوبارہ دریافت کر لے تاکہ وہ اسے (اچھی طرح) سمجھ لے' یہ جائز ہے۔

١٠٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ لاَ تَسْمَعُ شَيْئًا لاَ تَعْرِفُهُ إِلاَّ رَاجَعَتْ فِيْهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ)) قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ: أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا﴾ قَالَتْ: فَقَالَ ((إِنَّمَا ذَلِكَ

(۱۰۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہیں ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ جب کوئی ایسی باتیں سنتیں جس کو سمجھ نہ پاتیں تو دوبارہ اس کو معلوم کرتیں تاکہ سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب کیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے کہا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ صرف (اللہ کے دربار میں)

الْعَرْضُ، وَلَكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ)).

پیشی کا ذکر ہے۔ لیکن جس کے حساب میں جانچ پڑتال کی گئی (سمجھو) وہ غارت ہو گیا۔

[أطرافه في : ٤٩٣٩، ٦٥٣٦، ٦٥٣٧].

تشریح: یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوق علم اور سمجھ داری کا ذکر ہے کہ جس مسئلہ میں انہیں الجھن ہوتی' اس کے بارے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف دوبارہ دریافت کر لیا کرتی تھیں۔ اللہ کے یہاں پیشی تو سب کی ہو گی' مگر حساب فہمی جس کی شروع ہو گئی وہ ضرور گرفت میں آ جائے گا۔ حدیث سے ظاہر ہوا کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو شاگرد استاد سے دوبارہ سہ بارہ پوچھ لے' مگر کٹ حجتی کے لئے بار بار غلط سوالات کرنے سے ممانعت آئی ہے۔

٣٧- بَابُ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب اس بارے میں کہ جو لوگ موجود ہیں وہ غائب شخص کو علم پہنچائیں' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ (اور بخاری کتاب الحج میں یہ تعلیق باسناد موجود ہے)

١٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ - وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ - ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ: حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلاَ يَحِلُّ لاِمْرِىءٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلاَ يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً. فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْهَا فَقُوْلُوا: إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ

(۱۰۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' ان سے لیث نے' ان سے سعید بن ابی سعید نے' وہ ابو شریح سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے جب وہ مکہ میں (ابن زبیر سے لڑنے کے لئے) فوجیں بھیج رہے تھے کہا کہ اے امیر! مجھے آپ اجازت دیں تو میں وہ حدیث آپ سے بیان کر دوں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی' اس (حدیث) کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے (پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی' پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرام کیا ہے' آدمیوں نے حرام نہیں کیا۔ تو (سن لو) کہ کسی شخص کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ مکہ میں خون ریزی کرے' یا اس کا کوئی پیڑ کاٹے' پھر اگر کوئی اللہ کے رسول (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز نکالے تو اس سے کہہ دو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجازت دی تھی' تمہارے لئے نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لئے اجازت ملی تھی۔ آج

عَادَتْ حَرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)). فَقِيْلَ لأَبِي شُرَيْحٍ : مَا قَالَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ مَكَّةَ لاَ تُعِيْذُ عَاصِيًا، وَلاَ فَارًّا بِدَمٍ، وَلاَ فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

[طرفاه في : ١٨٣٢، ٤٢٩٥].

اس کی حرمت لوٹ آئی' جیسی کل تھی۔ اور حاضر غائب کو (یہ بات) پہنچا دے۔ (یہ حدیث سننے کے بعد راوی حدیث) ابو شریح سے پوچھا گیا کہ (آپ کی یہ بات سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ کہا یوں کہ اے (ابو شریح!) حدیث کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مگر حرم (مکہ) کسی خطا کار کو یا خون کر کے اور فتنہ پھیلا کر بھاگ آنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

تشریح عمرو بن سعید یزید کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے' انہوں نے حضرت ابو شریح سے حدیث نبوی سن کر تاویل سے کام لیا اور صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو باغی فسادی قرار دے کر مکہ شریف پر فوج کشی کا جواز نکالا حالانکہ ان کا خیال بالکل غلط تھا۔ حضرت ابن زبیر نہ باغی تھے نہ فسادی تھے۔ نص کے مقابلہ پر رائے و قیاس و تاویلات فاسدہ سے کام لینے والوں نے ہمیشہ اسی طرح فسادات برپا کر کے اہل حق کو ستایا ہے۔ حضرت ابو شریح کا نام خویلد بن عمرو بن صخر ہے اور بخاری شریف میں ان سے صرف تین احادیث مروی ہیں۔ ٦٨ھ میں آپ نے انتقال فرمایا رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ

چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے حرم مکہ شریف کو اپنے لیے جائے پناہ بنایا تھا۔ اسی لئے یزید نے عمرو بن سعید کو مکہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کیے گئے۔ اور حرم مکہ کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نواسے تھے۔ آج کل بھی اہل بدعت حدیث نبوی کو ایسے بہانے نکال کر رد کر دیتے ہیں۔

١٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ- قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ - عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا. أَلاَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ))، وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُولُ: صَدَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، كَانَ ذَلِكَ. ((أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) مَرَّتَيْنِ. [راجع: ٦٨]

(١٠٥) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' ان سے حماد نے ایوب کے واسطے سے نقل کیا' وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ابوبکرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے (یوں) فرمایا' تمہارے خون اور تمہارے مال' محمد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپؐ نے اعراضکم کا لفظ بھی فرمایا۔ (یعنی) اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں۔ سن لو! یہ خبر حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اور محمد (راوی حدیث) کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ (پھر) دوبارہ فرمایا کہ کیا میں نے (اللہ کا یہ حکم) تمہیں نہیں پہنچا دیا۔

مقصد یہ کہ میں اس حدیث نبوی کی تعمیل کر چکا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا' دوسری حدیث میں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے۔

٣٨- بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

باب اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ کس درجے کا ہے۔

١٠٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِيْ مَنْصُورٌ قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ)).

(۱۰۶) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا' انہیں شعبہ نے خبر دی' انہیں منصور نے' انہوں نے ربعی بن حراش سے سنا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ مت بولو۔ کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو۔

یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنے والے کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونے کو تیار رہے۔

١٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: إِنِّي لاَ أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَمَا يُحَدِّثُ فُلاَنٌ وَفُلاَنٌ. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ، وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(۱۰۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے جامع بن شداد نے' وہ عامر بن عبداللہ بن زبیر سے اور وہ اپنے باپ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ یعنی زبیر سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں سنیں۔ میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اسی لئے میں حدیث رسول بیان نہیں کرتا کہ مبادا کہیں غلط بیانی نہ ہو جائے۔

١٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(۱۰۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' ان سے عبدالوارث نے عبدالعزیز کے واسطے سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے بہت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

١٠٩- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ هُوَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(۱۰۹) ہم سے مکی ابن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

یہ حضرت امام بخاریؒ کی پہلی ثلاثی حدیث ہے۔ ثلاثی وہ حدیث ہیں جن میں رسول کریم ﷺ اور امام بخاریؒ تک درمیان میں صرف تین ہی راوی ہوں۔ ایسی حدیثوں کو ثلاثیات امام بخاریؒ کہا جاتا ہے۔ اور جامع الصحیح میں ان کی تعداد صرف بائیس ہے۔ یہ

فضیلت امام بخاریؒ کے دوسرے ہم عصر علماء جیسے حضرت امام مسلم وغیرہ ہیں ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ صاحب انوار الباری نے یہاں ثلاثیات امام بخاریؒ کا ذکر کرتے ہوئے ثنائیات امام ابو حنیفہ کے لیے مسند امام اعظم نامی کتاب کا حوالہ دے کر حضرت امام بخاری پر حضرت امام ابوحنیفہ کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ فن حدیث میں حضرت امام ابو حنیفہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے اور مسند امام اعظم نامی کتاب محمد خوارزمی کی جمع کردہ ہے جو ۶۷۴ھ میں رائج ہوئی (بستان المحدثین ص ۵)

۱۱۰- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِيْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَسَمَّوا بِاسْمِيْ، وَلاَ تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي، وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لاَ يَتَمَثَّلُ فِيْ صُورَتِيْ. وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)).

[أطرافه في : ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، ۶۹۹۳].

(۱۱۰) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا' ان سے ابوعوانہ نے ابی حصین کے واسطہ سے نقل کیا' وہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں' وہ ابو ہریرہؓ سے' وہ رسول اللہ ﷺ سے کہ (اپنی اولاد) کا میرے نام کے اوپر نام رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا تلاش کرے۔

تشریح: ان مسلسل احادیث کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوگ غلط بات منسوب کر کے دنیا میں خلق کو گمراہ نہ کریں۔ یہ حدیثیں بجائے خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عام طور پر احادیث نبوی کا ذخیرہ مفسد لوگوں کے دست برد سے محفوظ رہا ہے اور جتنی احادیث لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑلیں تھیں ان کو علماء حدیث نے صحیح احادیث سے الگ چھانٹ دیا۔

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ خواب میں اگر کوئی شخص میری صورت دیکھے تو وہ بھی صحیح ہونی چاہیے' کیونکہ خواب میں شیطان رسول اللہ ﷺ کی صورت میں نہیں آ سکتا۔

موضوع اور صحیح احادیث کو پرکھنے کے لیے اللہ پاک نے جماعت محدثین خصوصاً حضرت امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ جیسے اکابر امت کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے اس فن کی وہ خدمت کی کہ جس کی امم سابقہ میں نظیر نہیں مل سکتی' علم الرجال و قوانین جرح و تعدیل وہ ایجاد کیے کہ قیامت تک امت مسلمہ ان پر فخر کیا کرے گی مگر صد افسوس کہ آج چودھویں صدی میں کچھ ایسے بھی متعصب مقلد جامد وجود میں آ گئے ہیں جو خود ان بزرگوں کو غیر فقیہ نا قابل اعتماد ٹھہرا رہے ہیں' ایسے لوگ محض اپنے مزعومہ تقلیدی مذاہب کی حمایت میں ذخیرہ احادیث نبوی کو مشکوک بنا کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ دے۔ آمین۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کو غیر فقیہ زود رنج بتلانے والے خود بے سمجھ ہیں جو چھوٹا منہ اور بڑی بات کہہ کر اپنی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کی مقام کی تفصیل میں جاتے ہوئے صاحب انوار الباری نے جماعت اہلحدیث اور اکابر اہلحدیث کو بار بار لفظ جماعت غیر مقلدین سے جس طنز و توہین کے ساتھ یاد کیا ہے وہ حد درجہ قابل مذمت ہے مگر تقلید جامد کا اثر ہی یہ ہے کہ ایسے متعصب حضرات نے امت میں بہت سے اکابر کی توہین و تخفیف کی ہے۔ قدیم الدیام سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ معاندین نے تو صحابہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو ہریرہ' عقبہ بن عامر' انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم کو غیر فقیہ ٹھہرایا ہے۔

٤٠- باب كِتابة العِلم

باب (دینی) علم کو قلم بند کرنے کے جواز میں۔

١١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قُلْتُ لَعَلِيٍّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لاَ إِلاَّ كِتَابُ اللهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيْفَةِ، قَالَ قُلْتُ: وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيْفَةُ؟ قَالَ : الْعَقْلُ، وَفَكَاكُ الأَسِيْرِ، وَلاَ يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

[أطرافه في : ١٨٧٠، ٣٠٤٧، ٤١٧٢، ٣١٧٩، ٦٧٥٥، ٦٩٠٣، ٦٩١٥، ٧٣٠٠].

(۱۱۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہیں وکیع نے سفیان سے خبر دی' انہوں نے مطرف سے سنا' انہوں نے شعبیؒ سے' انہوں نے ابو جحیفہ سے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی (اور بھی) کتاب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں' مگر اللہ کی کتاب قرآن ہے یا پھر فہم ہے جو وہ ایک مسلمان کو عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا' اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا' دیت اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلمان' کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

بہت سے شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ ایسے خاص احکام اور پوشیدہ باتیں کسی صحیفے میں درج ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتائیں' اس لیے ابو جحیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا اور آپ نے صاف لفظوں میں اس خیال باطل کی تردید فرما دی۔

١١٢- حدّثنا أبو نُعَيمٍ الفَضْلُ بنُ دُكَينٍ قال: حدّثنا شَيبانُ عن يَحيى عن أبي سَلَمَةَ عن أبي هُرَيرةَ أنَّ خُزاعَةَ قَتَلوا رَجُلاً من بني لَيثٍ عامَ فَتحِ مَكةَ بقَتيلٍ منهم قَتَلوه، فأُخبِرَ بذلِكَ النبيُّ ﷺ فرَكِبَ راحلَتَه فخطَبَ فقال : ((إنَّ اللهَ حَبَسَ عن مَكةَ القَتْلَ - أو الفيلَ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَجَعَلُوْهُ عَلَى شَكٍّ أبوعبدِ اللهِ - وسَلَّطَ عليهم رسولَ اللهِ ﷺ والمُؤْمِنِينَ. ألا وإنَّها لم تَحِلَّ لأحَدٍ قَبلي، ولا تَحِلُّ لأحَدٍ بَعدي. ألا وإنَّها حَلَّتْ لِي ساعةً مِن نهار. ألا وإنَّها ساعتي هذه حَرامٌ : لا يُختَلى

(۱۱۲) ہم سے ابو نعیم الفضل بن دکین نے بیان کیا' ان سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابو سلمہ سے' وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ (کے کسی شخص) نے بنو لیث کے کسی آدمی کو اپنے کسی مقتول کے بدلے میں مار دیا تھا' یہ فتح مکہ والے سال کی بات ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی' آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ نے مکہ سے قتل یا ہاتھی کو روک لیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس لفظ کو شک کے ساتھ سمجھو' ایسا ہی ابو نعیم وغیرہ نے القتل اور الفیل کہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ الفیل کہتے ہیں۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ اللہ نے ان پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور سمجھ لو کہ وہ (مکہ) کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ نہ مجھ سے پہلے اور نہ (آئندہ) کبھی ہو گا اور میرے لیے بھی صرف دن کے تھوڑے سے حصہ کے لیے حلال کر دیا گیا تھا۔

شَوْكُها، ولا يُعْضَدُ شَجَرُها، ولا تُلْتَقطُ ساقِطَتُها إلا لِمُنْشِدٍ. فَمَنْ قُتِلَ لَهُ قتيلٌ فهوَ بِخَيرِ النَّظَرَينِ إمَّا أنْ يُعقَلَ، وإمّا أنْ يُقادَ أهلُ القَتيلِ)). فجاءَ رَجُلٌ من أهلِ اليَمَنِ فقال: اكتُبْ لي يا رسولَ الله. فقال: ((اكتُبوا لأبي فلان)). فقال رجُلٌ من قُرَيشٍ: إلاّ الإذْخِرَ يا رسولَ الله، فإنّا نَجعَلُهُ في بيوتِنا وقبورِنا. فقال النبيُّ ﷺ ((إلاّ الإذْخِرَ)).

[طرفاه في : ٢٤٣٤، ٦٨٨٠].

سن لو کہ وہ اس وقت حرام ہے۔ نہ اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیزیں بھی وہی اٹھائے جس کا منشاء یہ ہو کہ وہ اس شے کا تعارف کرا دے گا۔ تو اگر کوئی شخص مارا جائے تو (اسکے عزیزوں کو) اختیار ہے دو باتوں کا، یا دیت لیں یا بدلہ۔ اتنے میں ایک یمنی آدمی (ابوشاہ نامی) آیا اور کہنے لگا (یہ مسائل) میرے لئے لکھوا دیجئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ ابو فلاں کیلئے (یہ مسائل) لکھ دو۔ تو ایک قریشی شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! مگر اذخر (یعنی اذخر کاٹنے کی اجازت دے دیجئے) کیونکہ اسے ہم گھروں کی چھتوں پر ڈالتے ہیں۔ (یا مٹی ملا کر) اور اپنی قبروں میں بھی ڈالتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ہاں) مگر اذخر، مگر اذخر

یعنی اس کے اکھاڑنے کی اجازت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یمنی سائل کی درخواست پر یہ جملہ مسائل اس کے لئے قلم بند کروا دیئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تدوین احادیث و کتابت احادیث کی بنیاد خود زمانہ نبوی سے شروع ہو چکی تھی، جسے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ترقی دی گئی۔ پس جو لوگ احادیث نبوی میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ذخیرہ احادیث کو بعض عجمیوں کی گھڑنت بتاتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے کذاب اور مفتری بلکہ دشمن اسلام ہیں، ہرگز ان کی خرافات پر کان نہ دھرنا چاہیے۔ جس صورت میں قتل کا لفظ مانا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ پاک نے مکہ والوں کو قتل سے بچا لیا۔ بلکہ قتل و غارت کو یہاں حرام قرار دے دیا۔ اور لفظ فیل کی صورت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک کی سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سال ولادت میں حبش کا بادشاہ ابرہ نامی بہت سے ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا مگر اللہ پاک نے راستے ہی میں ان کو ابابیل پرندوں کی کنکریوں کے ذریعہ ہلاک کر ڈالا۔

١١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلاَّ مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلاَ أَكْتُبُ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عن هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

(۱۱۳) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے وہب بن منبہ نے اپنے بھائی کے واسطے سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا، مگر وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ دوسری سند سے معمر نے وہب بن منبہ کی متابعت کی، وہ ہمام سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

اس سے مزید وضاحت ہو گئی کہ زمانہ نبوی میں احادیث کو بھی لکھنے کا طریقہ جاری ہو چکا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ یہ سمجھے کہ عبداللہ بن عمرو نے مجھ سے زیادہ احادیث روایت کی ہوں گی، مگر بعد کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پانچ ہزار سے زائد

احادیث (۵۳۷۶ احادیث) ہیں۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مرویات سات سو سے زائد نہیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ علمی مرتبہ آنحضرت ﷺ کی دعا کے صدقہ میں ملا تھا۔

١١٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَجَعُهُ قَالَ: ((اِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ)) قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَهُ الوَجَعُ، وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوا، وَكَثُرَ اللغَطُ. قَالَ: ((قُوْمُوا عَنِّي، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ)). فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

[أطرافه في : ٣٠٥٣، ٣١٦٨، ٤٤٣١، ٤٤٣٢، ٥٦٦٩، ٧٣٦٦].

(۱۱۴) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے ابن وہب نے' انہیں یونس نے ابن شہاب سے خبردی' وہ عبیداللہ بن عبداللہ سے' وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے مرض میں شدت ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں' تاکہ بعد میں تم گمراہ نہ ہو سکو' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس وقت آپؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن موجود ہے جو ہمیں (ہدایت کے لیے) کافی ہے۔ اس پر لوگوں کی رائے مختلف ہو گئی اور شوروغل زیادہ ہونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو' میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں' اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ بے شک مصیبت بڑی سخت مصیبت ہے (وہ چیز جو) ہمارے اور رسول ﷺ کے اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہو گئی۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازراہ شفقت آنحضرت ﷺ کی سخت ترین تکلیف دیکھ کر یہ رائے دی تھی کہ ایسی تکلیف کے وقت آپ تحریر کی تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ ہماری ہدایت کے لیے قرآن مجید کافی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بھی اس رائے پر سکوت فرمایا اور اس واقعہ کے بعد چار روز آپ زندہ رہے مگر آپؐ نے دوبارہ اس خیال کا اظہار نہیں فرمایا۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:۔ و قد كان عمر افقه من ابن عباس حيث اكتفى بالقرآن على انه يحتمل ان يكون صلى الله عليه وسلم كان ظهرله حين هم بالكتاب انه مصلحة ثم ظهرله اواوحى اليه بعد ان المصلحة فى تركه و لوكان واجبا لم يتركه عليه الصلوٰة والسلام لاختلافهم لانه لم يترك التكليف بمخالفة من خالف و قد عاش بعد ذالك ايا ما ولم يعاود امرهم بذالك خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ سمجھ دار تھے' انہوں نے قرآن کو کافی جانا آنحضرتؐ نے مصلحتاً یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا مگر بعد میں اس کا چھوڑنا بہتر معلوم ہوا۔ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو آپ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اسے ترک نہ فرماتے آپؐ اس واقعہ کے بعد کئی روز زندہ رہے مگر پھر آپؐ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث سات طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔

٤١- باب العِلمِ والعِظَةِ باللّيلِ

باب اس بیان میں کہ رات کو تعلیم دینا اور وعظ کرنا جائز ہے

١١٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ

(۱۱۵) صدقہ نے ہم سے بیان کیا' انہیں ابن عیینہ نے معمر کے واسطے سے خبردی' وہ زہری سے روایت کرتے ہیں' زہری ہند سے' وہ ام

أمِّ سَلَمَةَ. وَعَمْرٌو وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللهِ مَا ذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ. أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ)).

[أطرافه في : ١١٢٦، ٣٥٩٩، ٥٨٤٤، ٦٢١٨، ٧٠٦٩].

سلمہ رضی اللہ عنہا سے' (دوسری سند میں) عمرو اور یحییٰ بن سعید زہری سے' وہ ایک عورت سے' وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ نیک بندوں کے لیے اللہ کی رحمتوں کے خزانے نازل ہوئے اور بدکاروں پر اس کا عذاب بھی اترا۔ پس بہت سی عورتیں جو ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں جن سے بدن نظر آئے' آخرت میں انہیں رسوا کیا جائے گا۔ اس حدیث سے رات میں وعظ و نصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے' پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے (فتح الباری) عورتوں کے لیے حد سے زیادہ باریک کپڑوں کا استعمال جن سے بدن نظر آئے قطعاً حرام ہے۔ مگر آج کل زیادہ تر یہی لباس چل پڑا ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

٤٢- بَابُ السَّمَرِ بِالْعِلْمِ

باب اس بارے میں کہ سونے سے پہلے رات کے وقت علمی باتیں کرنا جائز ہے

١١٦- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)).

[أطرافه في : ٥٦٤، ٦٠١].

(۱۱۶) سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا' ان سے لیث نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے سالم اور ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آخر عمر میں (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تمہاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سو برس کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اس امت کی عمریں سو برس سے زیادہ نہ ہوں گی' یا یہ کہ آج کی رات میں جس قدر انسان

زندہ ہیں سو سال کے آخر تک یہ سب ختم ہو جائیں گے۔ اس رات کے بعد جو نسلیں پیدا ہوں گی ان کی زندگی کی نفی مراد نہیں ہے۔ محققین کے نزدیک اس کا مطلب یہی ہے اور یہی ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری صحابی ابو طفیل عامر بن واثلہ کا ٹھیک سو برس بعد ۱۱۰ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

سمر کے معنے رات کو سونے سے پہلے بات چیت کرنا مراد ہے۔ پہلے باب میں مطلق رات کو وعظ کرنے کا ذکر تھا اور اس میں خاص سونے سے پہلے علمی باتوں کا ذکر ہے۔ اسی سے وہ فرق ظاہر ہو گیا جو پہلے باب میں اور اس میں ہے (فتح الباری)

مقصد یہ ہے کہ درس و تدریس وعظ و تذکیر بوقت ضرورت دن اور رات کے ہر حصہ میں جائز اور درست ہے۔ خصوصاً طلباء کیلئے رات کا پڑھنا دل و دماغ پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاریؒ نے دلیل پکڑی ہے کہ حضرت خضرؑ کی زندگی کا خیال صحیح نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ سے ضرور ملاقات کرتے۔ بعض علماء ان کی حیات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١١٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ. ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ: ((نَامَ الْغُلَيِّمُ)) - أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا- ثُمَّ قَامَ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ. فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ - أَوْ خَطِيطَهُ - ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ.

[أطرافه في : ١٣٨، ١٨٣، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٢٦، ٧٢٨، ٨٥٩، ٩٩٢٤، ١١٩٨، ٤٥٦٩، ٤٥٧٠، ٤٥٧١، ٤٥٧٢، ٥٩١٩، ٦٢١٥، ٦٣١٦، ٧٤٥٢].

(۱۱۷) ہم سے آدم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی' ان کو حکم نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ کے پاس گذاری اور نبی کرم صلی اللہ علیہ و سلم (اس دن) ان کی رات میں ان ہی کے گھر تھے۔ آپؐ نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت (نماز نفل) پڑھ کر آپ سو گئے' پھر اٹھے اور فرمایا کہ (ابھی تک یہ) لڑکا سو رہا ہے یا اسی جیسا لفظ فرمایا۔ پھر آپ (نماز پڑھنے) کھڑے ہو گئے اور میں (بھی وضو کر کے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تو آپؐ نے مجھے دائیں جانب (کھڑا) کر لیا' تب آپؐ نے پانچ رکعت پڑھیں۔ پھر دو پڑھیں' پھر آپؐ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے خراٹے کی آواز سنی' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز کے لئے (باہر) تشریف لے آئے۔

تشریح کتاب التفسیر میں بھی امام بخاریؒ نے یہ حدیث ایک دوسری سند سے نقل کی ہے۔ وہاں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر حضرت میمونہؓ سے باتیں کیں اور پھر سو گئے' اس جملے سے اس حدیث کی باب سے مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی سونے سے پہلے رات کو علمی گفتگو کرنا جائز درست ہے۔

٤٣ - باب حِفْظِ الْعِلْمِ

باب علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں۔

١١٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ: أَكْثَرَ أَبُوهُرَيْرَةَ. وَلَوْ لاَ آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا. ثُمَّ يَتْلُو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى﴾ - إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الرَّحِيمُ﴾. إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِشِبَعِ بَطْنِهِ، وَيَحْضُرُ مَا لاَ يَحْضُرُونَ، وَيَحْفَظُ مَا لاَ يَحْفَظُونَ.

[أطرافه في : ١١٩، ٢٠٤٧، ٢٣٥٠، ٣٦٤٨، ٧٣٥٤].

(۱۱۸) عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا' ان سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' وہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں) کہ قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی' (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) رحیم تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تاکہ آپ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔

والمعنی انه کان یلازم قانعابالقوت ولایتجر ولایزرع (قسطلانی) یعنی کھانے کے لیے جو مل جاتا اسی پر قناعت کرتے ہوئے وہ حضور ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے' نہ کھیتی کرتے نہ تجارت۔ علم حدیث میں اسی لئے آپ کو فوقیت حاصل ہوئی۔ بعض لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ لکھا اور قیاس کے مقابلہ پر ان کی روایت کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر یہ سرا سر غلط اور ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ کے ساتھ سرا سر نا انصافی ہے۔ ہے ایسا لکھنے والے خود نا سمجھ ہیں۔

١١٩- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنْسَاهُ. قَالَ: ((ابْسُطْ رِدَاءَكَ)). فَبَسَطْتُهُ. قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((ضُمَّهُ))، فَضَمَمْتُهُ، فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا

(۱۱۹) ہم سے ابو مصعب احمد بن ابی بکر نے بیان کیا' ان سے محمد بن ابراہیم بن دینار نے ابن ابی ذئب کے واسطے سے بیان کیا' وہ سعید المقبری سے' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میں آپؐ سے بہت باتیں سنتا ہوں' مگر بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ' میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چلو بنائی اور (میری چادر میں ڈال دی) فرمایا کہ (چادر کو) لپیٹ لو۔ میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا' پھر (اس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔ ہم سے ابراہیم بن المنذر نے

إبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ بِهَذَا. أَوْ قَالَ: غَرَفَ بِيَدِهِ فِيْهِ.

بیان بیان کیا' ان سے ابن ابی فدیک نے اسی طرح بیان کیا کہ (یوں) فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو اس (چادر) میں ڈال دی۔

آپ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ حدیث کے میدان میں سب سے سبقت لے گئے اور اللہ نے ان کو دین اور دنیا ہر دو سے خوب ہی نوازا۔ چادر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چلو ڈالنا نیک فالی تھی۔

١٢٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَو بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ. قَالَ: أَبُو عَبْدِ اللهِ الْبُلْعُومُ مَجْرَى الطَّعَامِ.

(۱۲۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے ان کے بھائی (عبدالحمید) نے ابن ابی ذئب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لئے ہیں' ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرا کاٹ دیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بلعوم سے مراد وہ نرخرا جس سے کھانا اترتا ہے۔

تشریح: اسی طرح جوھری اور ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس ارشاد کا مطلب محققین علماء کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے برتن سے مراد ایسی حدیثیں ہیں۔ جن میں ظالم و جابر حکام کے حق میں وعیدیں آئی ہیں اور فتنوں کی خبریں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اشارے کے طور پر ان باتوں کا ذکر کر بھی دیا تھا۔ جیسا کہ کہا کہ میں ٦٠ھ کی شر سے اور چھوکروں کی حکومت سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ اسی سنہ میں یزید کی حکومت ہوئی اور امت میں کتنے ہی فتنے برپا ہوئے۔ یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی زمانے میں بیان کی' جب فتنوں کا آغاز ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو چلا تھا' اسی لئے یہ کہا کہ ان حدیثوں کے بیان کرنے سے جان کا خطرہ ہے' لہٰذا میں نے مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی ہے۔

٤٤- بَابُ الإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

باب اس بارے میں کہ عالموں کی بات خاموشی سے سننا ضروری ہے۔

١٢١- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ: لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

(۱۲۱) ہم سے حجاج نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے علی بن مدرک نے ابو زرعہ سے خبر دی' وہ جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں) پھر فرمایا' لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

[أطرافه في: ٤٤٠٥، ٦٨٦٩، ٧٠٨٠].

تشریح رسول اللہ ﷺ نے نصیحتیں فرمانے سے پہلے جریر کو حکم دیا کہ لوگوں کو توجہ سے بات سننے کے لیے خاموش کریں' باب کا یہی منشا ہے کہ شاگرد کا فرض ہے استاد کی تقریر خاموشی اور توجہ کے ساتھ سنے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے' کافر بن جانے سے مراد کافروں کے سے فعل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ ناحق خون ریزی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ مگر صد افسوس کہ تھوڑے ہی دنوں بعد امت میں فتنے فساد شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں' امت میں سب سے بڑا فتنہ ائمہ کی تقلید محض کے نام پر افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔ مقلدین زبان سے چاروں اماموں کو برحق کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی آپس میں اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں گویا ان سب کا دین جدا جدا ہے۔ تقلید جامد سے بچنے والوں کو غیر مقلد لامذہب کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و توہین کرنا کار ثواب جانتے ہیں۔ و الی اللہ المشتکی۔

اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیغمبر ہم رہ اجداد نہ رفتے

یعنی تقلید کا شیوہ اگر اچھا ہوتا تو پیغمبر ﷺ اپنے باپ دادا کی راہ پر چلتے مگر آپ نے اس روش کی مذمت فرمائی۔

٤٥- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَيَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ

باب اس بیان میں کہ جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ تو بہتر یہ ہے کہ اللہ کے حوالے کردے یعنی یہ کہہ دے کہ اللہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے یا یہ کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے

١٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى لَيْسَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ، فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ، حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيْبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ : أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا أَعْلَمُ. فَعَتَبَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا

(۱۲۲) ہم سے عبداللہ بن محمد المسندی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے عمرو نے' انہیں سعید بن جبیرؓ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام (جو خضرؑ کے پاس گئے تھے وہ) موسیٰؑ بنی اسرائیل والے نہیں تھے بلکہ دوسرے موسیٰ تھے' (یہ سن کر) ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہم سے ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کہ (ایک روز) موسیٰؑ نے کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ دیا' تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں۔ اس وجہ سے اللہ کا غصہ ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو خدا کے حوالے کیوں نہ کر دیا۔ تب اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک

مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ لِيْ بِهِ؟ فَقِيْلَ لَهُ: احْمِلْ حُوْتًا فِي مِكْتَلٍ، فَإِذَا فَقَدْتَهُ فَهُوَ ثَمَّ. فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ، وَحَمَلاَ حُوْتًا فِي مِكْتَلٍ، حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا، فَانْسَلَّ الْحُوتُ مِنَ الْمِكْتَلِ ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ وَكَانَ لِمُوسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا. فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ: ﴿آتِنَا غَدَاءَنَا، لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ. فَقَالَ فَتَاهُ: ﴿أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوتَ﴾ قَالَ مُوسَى: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ - أَوْ قَالَ : تَسَجَّى بِثَوْبِهِ - فَسَلَّمَ مُوسَى، فَقَالَ الْخَضِرُ، وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلاَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوسَى. فَقَالَ : مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ : نَعَمْ. قَالَ : ﴿ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا؟ ﴾ قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَنِيْهِ لاَ تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللهُ لاَ أَعْلَمُهُ. قَالَ: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلاَ أَعْصِي

بندہ دریاؤں کے سنگم پر ہے۔ (جہاں فارس اور روم کے سمندر ملتے ہیں) وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے' موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! میری ان سے ملاقات کیسے ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو' پھر جہاں تم اس مچھلی کو گم کردو گے تو وہ بندہ تمہیں (وہیں) ملے گا۔ تب موسیٰ علیہ السلام چلے اور ساتھ اپنے خادم یوشع بن نون کو لے لیا اور انہوں نے زنبیل میں مچھلی رکھ لی' جب (ایک) پتھر کے پاس پہنچے' دونوں اپنے سر اس پر رکھ کر سو گئے اور مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں اپنی راہ بناتی چلی گئی اور یہ بات موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لیے بے حد تعجب کی تھی' پھر دونوں باقی رات اور دن میں (جتنا وقت باقی تھا) چلتے رہے' جب صبح ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا' ہمارا ناشتہ لاؤ' اس سفر میں ہم نے (کافی) تکلیف اٹھائی ہے اور موسیٰ علیہ السلام بالکل نہیں تھکے تھے' مگر جب اس جگہ سے آگے نکل گئے' جہاں تک انہیں جانے کا حکم ملا تھا' تب ان کے خادم نے کہا' کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم صخرہ کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا ذکر بھول گیا' (بقول بعض صخرہ کے نیچے آب حیات تھا' وہ اس مچھلی پر پڑا' اور وہ زندہ ہو کر بقدرت الٰہی دریا میں چل دی) (یہ سن کر) موسیٰؑ بولے کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جس کی ہمیں تلاش تھی' تو وہ پچھلے پاؤں واپس ہو گئے' جب پتھر تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے (موجود ہے) موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا' خضرؑ نے کہا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰؑ نے کہا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں' خضر بولے کہ بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! پھر کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں' تاکہ آپ مجھے ہدایت کی وہ باتیں بتلاؤ جو خدا نے خاص آپ ہی کو سکھلائی ہیں۔ خضرؑ بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اے موسیٰؑ! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (اس پر) موسیٰؑ نے کہا کہ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں دریا کے کنارے

لَكَ أَمْرًا. فَانطَلَقَا﴾ يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ، فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ. فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ: يَا مُوسَى، مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللهِ تَعَالَى إِلاَّ كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ. فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنَ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ. فَقَالَ مُوسَى: قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا! قَالَ: ﴿ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ قَالَ: لاَ تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلاَ تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا﴾ قَالَ فَكَانَتِ الأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا. ﴿فَانطَلَقَا﴾، فَإِذَا غُلاَمٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلاَهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ. فَقَالَ مُوسَى: ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟﴾ (قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: وَهَذَا أَوْكَدُ) ﴿ فَانطَلَقَا حَتَّى أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾، قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ. قَالَ لَهُ مُوسَى: ﴿لَوْ شِئْتَ لاَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا؟ قَالَ: هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ﴾. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَرْحَمُ اللهُ مُوسَى، لَوَدِدْنَا لَوْ

کنارے پیدل چلے' ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گذری' تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھا لو۔ خضرؑ کو انہوں نے پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا' اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی' پھر سمندر میں اس نے ایک یا دو چونچیں ماریں (اسے دیکھ کر) خضرؑ بولے کہ اے موسیٰؑ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہو گا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے پھر خضرؑ نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال ڈالا' موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں کرایہ لئے بغیر (مفت میں) سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کی لکڑی) اکھاڑ ڈالی تا کہ یہ ڈوب جائیں' خضرؑ بولے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ (اس پر) موسیٰؑ نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کرو۔ موسیٰؑ نے بھول کر یہ پہلا اعتراض کیا تھا۔ پھر دونوں چلے (کشتی سے اتر کر) ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' خضرؑ نے اوپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے الگ کر دیا۔ موسیٰؑ بول پڑے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو بغیر کسی جانی حق کے مار ڈالا (غضب ہو گیا) خضرؑ بولے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس کلام میں پہلے سے زیادہ تاکید ہے (کیونکہ پہلے کلام میں لفظ لک نہیں کہا تھا' اس میں لک زائد کیا' جس سے تاکید ظاہر ہے) پھر دونوں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے' ان سے کھانا لینا چاہا۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہیں دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی۔ خضرؑ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ بول اٹھے کہ اگر آپ چاہتے تو (گاؤں والوں سے) اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ خضرؑ نے کہا کہ (بس اب) ہم اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ جناب محبوب کبریا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ موسیٰؑ پر رحم کرے' ہماری تمنا تھی کہ موسیٰؑ کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات ان دونوں کے بیان

صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا بِهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمَ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِطُوْلِهِ.

[راجع: ٧٤]

کئے جاتے (اور ہمارے سامنے روشنی میں آتے' مگر حضرت موسیٰؑ کی عجلت نے اس علم لدنی کے سلسلہ کو جلد ہی منقطع کرا دیا) محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن خشرم نے یہ حدیث بیان کی' ان سے سفیان بن عیینہ نے پوری کی پوری بیان کی۔

تشریح: نوف بکالی تابعین سے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غصہ کی حالت میں ان کو اللہ کا دشمن کہہ دیا۔ کیونکہ انہوں نے صاحب خضر موسیٰ بن میشا کو کہہ دیا تھا جو کہ یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب بنی اسرائیل ہی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے خلاف رائے و قیاس پر چلنے والوں پر ایسا عتاب جائز ہے۔

حضرت خضر نبی ہوں یا ولی مگر حضرت موسیٰؑ سے افضل نہیں ہو سکتے۔ مگر حضرت موسیٰؑ کا یہ کہنا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کا مقابلہ ایسے بندے سے کرایا جو ان سے درجہ میں کم تھے' تاکہ وہ آئندہ ایسا دعویٰ نہ کریں' حضرت موسیٰؑ نے جب حضرت خضر کو سلام کیا' تو انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا' ساتھ ہی وہ گھبرائے بھی کہ یہ سلام کرنے والے صاحب کہاں سے آ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضرؑ کو بھی غیب کا علم نہ تھا' لہٰذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے لیے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم ظاہر شریعت تھا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام مصالح شرعیہ کے علم کے ساتھ خاص حکموں پر مامور تھے' اسی لئے حضرت موسیٰؑ کو ان کے کام بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوئے حالانکہ وہ خلاف شریعت نہ تھے۔ کشتی سے ایک تختہ کا نکالنا اس مصلحت کے تحت تھا کہ پیچھے سے ایک ظالم بادشاہ کشتیوں کو بیگار میں پکڑنے کے لیے چلا آ رہا تھا' اس نے اس کشتی کو عیب دار دیکھ کر چھوڑ دیا' جب وہ گذر گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے پھر اسے جوڑ دیا' بچے کا قتل اس لئے کہ حضرت خضر کو وحی الٰہی نے بتلا دیا تھا کہ یہ بچہ آئندہ چل کر اپنے والدین کے لیے سخت مضر ہو گا اس مصلحت کے تحت اس کا ختم کرنا ہی مناسب جانا۔ ایسا قتل شاید اس وقت کی شریعت میں جائز ہو پھر اللہ نے اس بچے کے والدین کو نیک بچے عطا کیے اور اچھا ہو گیا۔ دیوار کو اس لئے آپ نے سیدھا کیا کہ دو یتیم بچوں کا باپ انتقال کے وقت اپنے ان بچوں کے لئے اس دیوار کے نیچے ایک خزانہ دفن کر گیا وہ دیوار اگر گر جاتی تو لوگ یتیموں کا خزانہ لوٹ کر لے جاتے۔ اس مصلحت کے تحت آپ نے فوراً اس دیوار کو باذن اللہ سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰ اور خضر کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں' جن کی تفصیل نظر غائر والوں پر واضح ہو سکتی ہے۔

٤٦- بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

باب اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا جو بیٹھا ہوا ہو (جائز ہے)

١٢٣- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً. فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ - قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلاَّ

(۱۲۳) ہم سے عثمان نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابووائل سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے تو آپؐ نے اس

أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا - فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ)).

کی طرف سر اٹھایا' اور سر اسی لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کھڑا ہوا تھا' پھر آپؐ نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے لڑے' وہ اللہ کی راہ میں (لڑتا) ہے۔

[أطرافه في: ٢٨١٠، ٣١٢٦، ٧٤٥٨].

تشریح یعنی جب مسلمان اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچتا ہے اور غصہ کے ساتھ یا غیرت کے ساتھ جوش میں آکر لڑتا ہے تو یہ سب اللہ ہی کے لیے سمجھا جائے گا۔ چونکہ یہ سوال آپؐ سے کھڑے ہوئے شخص نے کیا تھا' اسی سے مقصد ترجمہ ثابت ہوا کہ حسب موقع کھڑے کھڑے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے سے قوانین اسلامیہ و حدود شرعیہ کا جاری کرنا مراد ہے جو سرا سر عدل و انصاف و بنی نوع انسان کی خیر خواہی پر مبنی ہیں' ان کے برعکس جملہ قوانین نوع انسان کی فلاح کے خلاف ہیں۔

٤٧- بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

باب اس بیان میں کہ رمی جمار (یعنی حج میں پتھر پھینکنے) کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا جائز ہے۔

١٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ. قَالَ: ((ارْمِ وَلاَ حَرَجَ)) قَالَ آخَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ. قَالَ: ((انْحَرْ وَلاَ حَرَجَ)). فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلاَ أُخِّرَ إِلاَّ قَالَ: ((افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ)). [راجع: ٨٣]

(۱۲۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے زہری کے واسطے سے روایت کیا' انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے' انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کے وقت دیکھا آپؐ سے پوچھا جا رہا تھا تو ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی؟ آپؐ نے فرمایا (اب) رمی کر لو کچھ حرج نہیں ہوا۔ دوسرے نے کہا' یا رسول اللہ! میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا؟ آپؐ نے فرمایا (اب) قربانی کر لو کچھ حرج نہیں۔ (اس وقت) جس چیز کے بارے میں جو آگے پیچھے ہو گئی تھی' آپ سے پوچھا گیا' آپؐ نے یہ ہی جواب دیا (اب) کر لو کچھ حرج نہیں۔

تشریح (تعصب کی حد ہو گئی) امام بخاری قدس سرہ کا مقصد ظاہر ہے کہ رمی جمار کے وقت بھی مسائل دریافت کرنا جائز ہے۔ اس موقع پر آپؐ سے جو بھی سوالات کئے گئے الدین یسر کے تحت آپؐ نے تقدیم و تاخیر کو نظرانداز کرتے ہوئے فرما دیا کہ جو کام چھوٹ گئے ہیں ان کو اب کر لو' تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے مگر تعصب کا برا ہو صاحب انوار الباری کو ہر جگہ یہی نظر آتا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ یہاں بھی محض احناف کی تردید کے لئے ایسا لکھ رہے ہیں۔ ان کے خیال ناقص میں گویا جامع صحیح از اول تا آخر محض احناف کی تردید کے لئے لکھی گئی ہے' آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"احقر (صاحب انوارالباری) کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ حسب عادت جس رائے کو اختیار کرتے ہیں چونکہ بقول حضرت شاہ صاحب اسی کے مطابق احادیث لاتے ہیں اور دوسری جانب کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اس لئے ترتیب افعال حج کے سلسلہ میں چونکہ وہ

امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے مخالف ہیں اس لئے اپنے خیال کی تائید میں جگہ جگہ حدیث الباب افعل ولا حرج کو بھی لائے ہیں۔" (انوار الباری' جلد : ۴ / ص : ۱۰۴)

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب انوار الباری کو حضرت امام بخاریؒ کے دل کا پورا حال معلوم ہے' اسی لئے تو وہ ان کے ضمیر پر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تھی کہ مسلمان آپس میں حسن ظن سے کام لیا کریں' یہاں یہ سوء ظن ہے۔ استغفراللہ۔ آگے صاحب انوار الباری مزید وضاحت فرماتے ہیں:-

"آج اس ہی قسم کے تشدد سے ہمارے غیر مقلد بھائی اور حرمین شریفین کے نجدی علماء ائمہ حنفیہ کے خلاف محاذ بناتے ہیں' حنفیہ کو چڑانے کے لئے امام بخاریؒ کی یک طرفہ احادیث پیش کیا کرتے ہیں۔" (حوالہ مذکور)

صاحب انوار الباری کے اس الزام پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے قاعدہ ہے المرء یقیس علی نفسه (انسان دوسروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے) چونکہ اس تشدد اور چڑانے کا منظر کتاب انوار الباری کے بیشتر مقامات پر ظاہر و باہر ہے اس لئے وہ دوسروں کو بھی اسی عینک سے دیکھتے ہیں' حالانکہ واقعات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ مقام صد شکر ہے کہ یہاں آپ نے اپنی سب سے معتوب جماعت اہلحدیث کو لفظ "غیر مقلد بھائی" سے تو یاد فرمایا۔ اللہ کرے کہ غیر مقلدوں کو یہ بھائی بنانا برادران یوسف کی نقل نہ ہو اور ہمارا تو یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ اللہ پاک ہم سب کو ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے اتفاق باہمی عطا فرمائے۔ سہواً ایسے موقع پر اتنی تقدیم و تاخیر معاف ہے۔ حدیث کا یہی منشا ہے' حنفیہ کو چڑانا حضرت امام بخاریؒ کا منشاء نہیں ہے۔

٤٨- بَابُ قَولِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيْلاً﴾

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح میں کہ تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

١٢٥- حَدَّثَنَا قَيسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ سُلَيمَانُ بْنُ مُهْرَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي خِرَبِ الْمَدِيْنَةِ - وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ - فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ لاَ تَسْأَلُوهُ، لا يَجِيءُ فِيهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا الرُّوحُ؟ فَسَكَتَ. فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقُمْتُ. فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ فَقَالَ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ

(۱۲۵) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا' ان سے عبدالواحد نے' ان سے اعمش سلیمان بن مہران نے ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے علقمہ سے نقل کیا' انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چل رہا تھا اور آپ کھجور کی چھڑی پر سہارا دے کر چل رہے تھے' تو کچھ یہودیوں کا (ادھر سے) گذر ہوا' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو' ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو' ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار ہو (مگر) ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا' اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی' میں نے (دل میں) کہا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ اس لئے میں کھڑا ہو گیا۔ جب آپؐ سے (وہ کیفیت) دور ہو گئی تو آپؐ نے (قرآن کی یہ آیت جو اس

مِنْ أَمْرِ رَبِّي، وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيْلاً﴾)) قَالَ الأَعْمَشُ: هَكَذَا فِي قِرَاءَتِنَا. وَمَا أُوتُوا.

[أطرافه في : ٤٧٢١، ٧٢٩٧، ٧٤٥٦، ٧٤٦٢].

وقت نازل ہوئی تھی) تلاوت فرمائی "(اے نبی!) تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔" (اس لئے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے) اعمش کہتے ہیں کہ ہماری قرأت میں "وما اوتوا" ہے۔ (وما اوتیتم) نہیں۔

تشریح چونکہ توراۃ میں بھی روح کے متعلق یہ ہی بیان کیا گیا کہ وہ خدا کی طرف سے ایک چیز ہے' اس لئے یہودی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کی تعلیم بھی توراۃ کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا روح کے سلسلہ میں یہ بھی ملاحدہ و فلاسفہ کی طرح دور از کار باتیں کہتے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال آپ سے مکہ شریف میں بھی کیا گیا تھا' پھر مدینہ کے یہودی نے بھی اسے دہرایا۔ اہل سنت کے نزدیک روح جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے' جس طرح گلاب کی خوشبو اس کے پھول میں سرایت کئے ہوتی ہے۔ روح کے بارے میں ستر اقوال ہیں حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں ان پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ روح خالص ایک لطیف شئے ہے' اس لئے ہم اپنی موجودہ زندگی میں جو کثافت سے بھرپور ہے کسی طرح روح کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے' اکابر اہل سنت کی یہی رائے ہے کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ روح کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے' بعض علماء کی رائے ہے کہ من امر ربی سے مراد روح کا عالم امر سے ہونا ہے جو عالم ملکوت ہے' جمہور کا اتفاق ہے کہ روح حادث ہے جس طرح دوسرے تمام اجزا حادث ہیں۔ حضرت امام قدس سرہ کا منشائے باب یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم فاضل محدث مفسر بن جائے مگر پھر بھی انسانی معلومات کا سلسلہ بہت محدود ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ جملہ علوم پر حاوی ہو چکا ہے' الا من شاء اللہ۔

٤٩- بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوا فِي أَشَدَّ مِنْهُ

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) باتوں میں مبتلا نہ ہو جائیں

١٢٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ: كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيْرًا، فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قُلْتُ : قَالَتْ لِي: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا عَائِشَةُ لَوْ لاَ أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُم - قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: بِكُفْرٍ - لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ، وَبَابٌ يَخْرُجُونَ)) مِنْهُ

(١٢٦) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے اسرائیل کے واسطے سے نقل کیا' انہوں نے ابو اسحاق سے اسود کے واسطے سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہت باتیں چھپا کر کہتی تھیں' تو کیا تم سے کعبہ کے بارے میں بھی کچھ بیان کیا' میں نے کہا (ہاں) مجھ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا تھا کہ اے عائشہ! اگر تیری قوم (دور جاہلیت کے ساتھ) قریب نہ ہوتی (بلکہ پرانی ہو گئی ہوتی) ابن زبیرؓ نے کہا یعنی زمانہ کفر کے ساتھ (قریب نہ ہوتی) تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اس کے لیے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک دروازے سے لوگ

فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے' (بعد میں) ابن زبیر نے یہ کام کیا۔

[أطرافه في : ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣].

تشریح قریش چونکہ قریبی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے' اسی لئے رسول کریم ﷺ نے احتیاطاً کعبہ کی نئی تعمیر کو ملتوی رکھا' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث سن کر کعبے کی دوبارہ تعمیر کی اور اس میں دو دروازے ایک شرقی اور ایک غربی جانب نکال دیئے' لیکن حجاج نے پھر کعبہ کو توڑ کر اسی شکل پر قائم کر دیا۔ جس پر عہد جاہلیت سے چلا آ رہا تھا۔ اس باب کے تحت حدیث لانے کا حضرت امام کا منشاء یہ ہے کہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر کعبہ کا توڑنا رسول کریم ﷺ نے ملتوی فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فتنہ و فساد پھیل جانے کا یا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں مصلحتاً کسی مستحب کام کو ترک بھی کیا جا سکتا ہے۔ سنت نبوی کا معاملہ الگ ہے۔ جب لوگ اسے بھول جائیں تو یقیناً اس سنت کے زندہ کرنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح ہندوستانی مسلمان ایک مدت سے جہری نمازوں میں آمین بالجہر جیسی سنت نبوی کو بھولے ہوئے تھے کہ اکابر اہلحدیث نے از سر نو اس سنت نبوی کو زندہ کیا اور کتنے لوگوں نے اس سنت کو رواج دینے میں بہت تکلیف برداشت کی' بہت سے نادانوں نے اس سنت نبوی کا مذاق اڑایا اور اس پر عمل کرنے والوں کے جانی دشمن ہو گئے' مگر ان بندگان مخلصین نے ایسے نادانوں کی باتوں کو نظرانداز کر کے سنت نبوی کو زندہ کیا' جس کے اثر میں آج اکثر لوگ اس سنت سے واقف ہو چکے ہیں اور اب ہر جگہ اس پر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے۔ پس ایسی سنتوں کا مصلحتاً ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید جو کوئی فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

٥٠- بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لاَ يَفْهَمُوا

باب اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی

وَقَالَ عَلِيٌّ: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُولُهُ؟

(یہ عین مناسب ہے کیونکہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیں؟"

تشریح منشا یہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے فہم کے مطابق بات کرنی چاہیے' اگر لوگوں سے ایسی بات کی جائے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو تسلیم نہیں کریں گے' اس لیے رسول اللہ ﷺ کی صاف صریح حدیثیں بیان کرو' جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں۔ تفصیلات کو اہل علم کے لیے چھوڑ دو۔

١٢٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ مَعْرُوفٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذَلِكَ.

(١٢٧) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے معروف کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے طفیل سے نقل کیا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مضمون حدیث حدثوا الناس بما یعرفون الخ بیان کیا' ترجمہ گذر چکا ہے

١٢٨- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

(١٢٨) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا' اس نے کہا کہ میرے باپ نے قتادہ کے واسطے سے نقل

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ- وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ - قَالَ: ((يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ)) قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: ((يَا مُعَاذُ)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ (ثَلاَثًا) قَالَ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلاَّ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ)). قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلاَ أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُونَ؟ قَالَ: ((إِذًا يَتَّكِلُوا)). وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

[طرفه في : ١٢٩].

کیا' وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت معاذ بن جبل رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے' آپؐ نے فرمایا' اے معاذ! میں نے عرض کیا' حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے (دوبارہ) فرمایا' اے معاذ! میں نے عرض کیا' حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے (سہ بارہ) فرمایا' اے معاذ! میں نے عرض کیا' حاضر ہوں' اے اللہ کے رسول' تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا (اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرما دی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں مؤاخذہ نہ ہو۔

١٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: ذُكِرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاذٍ : ((مَنْ لَقِيَ اللهَ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) قَالَ : ((أَلاَ أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: ((لاَ: أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا)). [راجع: ١٢٨]

(۱۲۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے معتمر نے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے سنا' انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک روز معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو' وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا' معاذ بولے' یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں' مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔

تشریح اور اپنی غلط فہمی سے نیک اعمال میں سستی کریں گے۔ نجات اخروی کے اصل الاصول عقیدہ توحید و رسالت کا بیان کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد تھا' جن کے ساتھ لازماً اعمال صالحہ کا ربط ہے۔ جن سے اس عقیدہ کی درستگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے بعض روایت میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو جنت کی کنجی بتلاتے ہوئے کنجی کے لیے دندانوں کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال صالح اس کنجی کے دندانے ہیں۔ بغیر دندانے والی کنجی سے قفل کھولنا محال ہے ایسے ہی بغیر اعمال صالحہ کے دعوائے ایمان و دخول جنت ناممکن' اس کے بعد اللہ ہر لغزش کو معاف کرنے والا ہے۔

٥١- بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ

باب اس بیان میں کہ حصول علم میں شرمانا مناسب نہیں ہے!

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : لاَ يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلاَ مُسْتَكْبِرٌ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ، لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

مجاہد کہتے ہیں کہ متکبر اور شرمانے والا آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ انصار کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے سے نہیں روکتی۔

متکبر اپنے تکبر کی حماقت میں مبتلا ہے جو کسی سے تحصیل علم اپنی کسر شان سمجھتا ہے اور شرم کرنے والا اپنی کم عقلی سے ایسی جگہ حیا دار بن رہا ہے' جہاں حیا و شرم کا کوئی مقام نہیں۔

١٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ اللهَ لاَ يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)). فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ - تَعْنِي وَجْهَهَا - وَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ، فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا؟)).

[أطرافه في : ٢٨٢، ٣٣٢٨، ٦٠٩١، ٦١٢١].

(۱۳۰) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے خبر دی' ان سے ہشام نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے زینب بنت ام سلمہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ (اپنی والدہ) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم (نامی ایک عورت) رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا (اس لئے میں پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل ضروری ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ (ہاں) جب عورت پانی دیکھ لے۔ (یعنی کپڑے وغیرہ پر منی کا اثر معلوم ہو) تو (یہ سن کر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا' یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کے مشابہ ہوتا ہے (یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)

تشریح انصار کی عورتیں ان مخصوص مسائل کے دریافت کرنے میں کسی قسم کی شرم سے کام نہیں لیتی تھیں' جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ سے ان مسائل کو وضاحت کے ساتھ دریافت نہ کرتیں تو آج مسلمان عورتوں کو اپنی زندگی کے اس گوشے کے لئے رہنمائی کہاں سے ملتی' اسی طرح مذکورہ حدیث میں حضرت ام سلیم نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بیان فرمائی کہ وہ حق بات کے بیان میں نہیں شرماتا' پھر وہ مسئلہ دریافت کیا جو بظاہر شرم سے تعلق رکھتا ہے' مگر مسئلہ ہونے کی حیثیت میں اپنی جگہ دریافت طلب تھا' پس پوری امت پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ذاتی زندگی سے متعلق بھی وہ باتیں کھول کر بیان فرما دیں جنہیں عام طور پر لوگ بے جا شرم کے سہارے

بیان نہیں کرتے اور دوسری طرف صحابیہ عورتوں کی بھی یہ امت بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے آپ سے سب مسائل دریافت کر ڈالے' جن کی ہر عورت کو ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت زینب بنت عبداللہ بن الاسد مخزومی اپنے زمانہ کی بڑی فاضلہ عالمہ خاتون تھیں' ان کی والدہ ماجدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عبداللہ کی وفات بعد غزوۂ احد کے عدت گذارنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں تو ان کی تربیت آپؐ ہی کے پاس ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسلام میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی' ان کے خاوند ابو سلمہ بدر میں بھی شریک تھے' احد میں یہ مجروح ہوئے اور بعد میں وفات پائی' جن کے جنازے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نو تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی تھی' اس وقت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں ان کو شرف حاصل ہوا۔ حضرت ام سلیم حضرت انس کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت ابو طلحہ انصاری کی زوجہ مطہرہ ہیں' اسلام میں ان کا بھی بڑا اونچا مقام ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

١٣١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لاَ يَسْقُطُ وَرَقُها وهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟)) فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَاسْتَحْيَيْتُ. فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنَا بِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي. فَقَالَ: لأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِيْ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ٣١]

(۱۳۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' ان سے مالک نے عبداللہ بن دینار کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت (ایسا) ہے۔ جس کے پتے (کبھی) نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ وہ کیا (درخت) ہے؟ تو لوگ جنگلی درختوں (کی سوچ) میں پڑ گئے اور میرے دل میں آیا (کہ میں بتلا دوں) کہ وہ کھجور (کا پیڑ) ہے' عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر مجھے شرم آ گئی (اور میں چپ ہی رہا) تب لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی (خود) اس کے بارہ میں بتلائیے' آپؐ نے فرمایا' وہ کھجور ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں جو بات تھی وہ میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو بتلائی' وہ کہنے لگے کہ اگر تو (اس وقت) کہہ دیتا تو میرے لیے ایسے ایسے قیمتی سرمایہ سے زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح اس سے قبل بھی دوسرے باب کے تحت یہ حدیث آ چکی ہے۔ یہاں اس لئے بیان کی ہے کہ اس میں شرم کا ذکر ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر شرم نہ کرتے تو جواب دینے کی فضیلت انہیں حاصل ہو جاتی' جس کی طرف حضرت عمرؓ نے اشارہ فرمایا کہ اگر تم بتلا دیتے تو میرے لئے بہت بڑی خوشی ہوتی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر شرم سے کام نہ لینا چاہیے۔ اس سے اولاد کی نیکیوں اور علمی صلاحیتوں پر والدین کا خوش ہونا بھی ثابت ہوا جو ایک فطری امر ہے۔

٥٢- بَابُ مَنِ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ

باب اس بیان میں کہ مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں جو شخص (کسی معقول وجہ سے) شرمائے وہ کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ سے مسئلہ معلوم کر لے۔

١٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

(۱۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے عبداللہ ابن داؤد نے

اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً، فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيهِ الْوُضُوءُ)).

[طرفاه في : ١٧٨، ٢٦٩].

اعمش کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے منذر ثوری سے نقل کیا' انہوں نے محمد ابن الحنفیہ سے نقل کیا' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا جسے جریان مذی کی شکایت تھی' تو میں نے (اپنے شاگرد) مقداد کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں۔ تو انہوں نے آپؐ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس (مرض) میں غسل نہیں ہے (ہاں) وضو فرض ہے۔

تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ دامادی کی بنا پر اس مسئلے کے بارے میں شرم محسوس کی مگر مسئلہ معلوم کرنا ضروری تھا تو دوسرے صحابی کے ذریعے دریافت کرایا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوتا ہے۔

٥٣- بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتویٰ دینا جائز ہے۔

١٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلاً قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهِلَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)). وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَيَزْعُمونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ)). وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَمْ أَفْقَهْ هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[أطرافه في : ١٥٢٢، ١٥٢٥، ١٥٢٧، ١٥٢٨، ٧٣٣٤].

(١٣٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی' ان سے نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (ایک مرتبہ) ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں' اور اہل شام جحفہ سے اور نجد والے قرن منازل سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا' کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ (آخری جملہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد نہیں۔

تشریح مسجد میں سوال کیا گیا اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مساجد کو دارالحدیث کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

٥٤- بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ

باب سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دینا' (تاکہ

مِمَّا سَأَلَهُ

اسے تفصیلی معلومات ہو جائیں)

١٣٤- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ رَجُلاً سَأَلَهُ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ: ((لاَ يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلاَ الْعِمَامَةَ وَلاَ السَّرَاوِيْلَ وَلاَ الْبُرْنُسَ وَلاَ ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ)).

[أطرافه في : ٣٦٦، ١٥٤٢، ١٨٣٨، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢].

(۱۳۴) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا ان کو ابن ابی ذئب نے نافع کے واسطے سے خبر دی' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے اور (دوسری سند میں) زہری سالم سے' کہا وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہ قمیص پہنے نہ صافہ باندھے اور نہ پاجامہ اور نہ کوئی سرپوش اوڑھے اور نہ کوئی زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہنے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور انہیں (اس طرح) کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

تشریح: ورس ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کا استعمال جائز نہیں۔ سائل نے سوال تو مختصر سا کیا تھا' مگر رسول اللہ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ اس کو جواب دیا' تاکہ جواب نامکمل نہ رہ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استاد کو مسائل کی تفصیل میں فیاضی سے کام لینا چاہیے تاکہ طلباء کے لیے کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔

الحمد للہ کہ آج عشرہ اول ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ میں کتاب العلم کے ترجمہ و حواشی سے فراغت حاصل ہوئی' اس سلسلہ میں بوجہ کم علمی کے خادم سے جو لغزش ہو گئی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ ﴿ ربنا لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ رب اشرح لی صدری و یسرلی امری ﴾ آمین یا ارحم الراحمین ۔

۴-کتاب الوضو

کتاب وضو کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضو: وضو کے لغوی معنی صفائی ستھرائی اور روشنی کے ہیں۔ شرعی اصطلاع میں وضو طریقہ مقررہ کے ساتھ صفائی کرنا ہے جس کی برکت سے قیامت کے دن اعضائے وضو کو نور حاصل ہو گا۔ حضرت امام بخاری قدس سرہ نے کتاب الوضو کو آیت قرآنی سے شروع فرما کر اشارہ فرمایا کہ آئندہ جملہ تفصیلات کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔ آیت شریفہ میں بسلسلہ وضو چہرہ دھونا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا' سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیروں کا دھونا اصول وضو کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ پورے سر کا مسح ایک بار کرنا یہی مسلک راجح ہے۔ جس کی صورت آئندہ بیان ہو گی۔

لفظ وضو کی تحقیق میں علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ وھو بالضم الفعل و بالفتح الماء الذی یتوضاء بہ و حکی فی کل الفتح والضم و ھو مشتق من الوضاء ۃ وھو الحسن والنظافۃ لان المصلی یتنظف بہ فیصیر وضیا یعنی وضو کا لفظ واؤ کے پیش کے ساتھ وضو کرنے کے معنی میں ہے اور واؤ کے زبر کے ساتھ لفظ وضو اس پانی پر بولا جاتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ "وضاء ت" سے مشتق ہے جس کے معنی حسن اور نظافت کے ہیں۔ نمازی اس سے نظافت بھی حاصل کرتا ہے۔ پس وہ ایک طرح سے صاحب حسن ہو جاتا ہے۔ عبادت کے لیے وضو کا عمل بھی ان خصوصیات اسلام سے ہے جس کی نظیر مذاہب عالم میں نہیں ملے گی۔ وللتفصیل مقام اخر۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي

قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاَةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ، وَامْسَحُوا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: ٦٦].

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : وَبَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً، وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ، وَثَلاثًا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ثَلاَثٍ.

باب اس آیت کے بیان میں کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو (پہلے وضو کرتے ہوئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔"

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمادیا کہ وضو میں (اعضاء کا دھونا) ایک ایک مرتبہ فرض ہے اور آپؐ نے (اعضاء) دو دو بار (دھو کر بھی) وضو کیا ہے اور تین تین بار بھی۔ ہاں تین مرتبہ سے زیادہ

وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الإِسْرَافَ فِيْهِ، وَأَنْ يُجَاوِزُوا فِعْلَ النَّبِيِّ ﷺ.

نہیں کیا اور علماء نے وضو میں اسراف (پانی حد سے زائد استعمال کرنے) کو مکروہ کہا ہے کہ لوگ رسول کریم ﷺ کے فعل سے آگے بڑھ جائیں۔

خاص طور پر ہاتھ پیروں کا تین تین بار سے زائد دھونا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وضو میں سب اعضاء تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ جس نے اس پر زیادہ یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔
ابن خزیمہ کی روایت میں صرف یوں ہے کہ جس نے زیادہ کیا' یہی صحیح ہے اور پچھلی روایت میں کم کرنے کا لفظ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ تین بار سے کم دھونا بالا جماع برا نہیں ہے۔

٢- بَابُ لاَ تُقْبَلُ صَلاَةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ

باب اس بارے میں کہ نماز بغیر پاکی کے قبول ہی نہیں ہوتی

یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث میں وارد ہے۔ جسے ترمذی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو نہیں لائے کہ وہ ان کی شرط کے موافق نہ تھی۔

١٣٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تُقْبَلُ صَلاَةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ)) قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ.

(١٣٥) ہم سے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے بیان کیا۔ انہیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہیں معمر نے ہمام بن منبہ کے واسطے سے بتلایا کہ انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کر لے۔ حضرموت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث ہونا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی) آواز والی یا بے آواز والی ہوا۔

[الحديث ١٣٥ طرفاه في: ٦٩٥٤].

فساء اس ہوا کو کہتے ہیں جو ہلکی آواز سے آدمی کے مقعد سے نکلتی ہے اور ضراط وہ ہوا جس میں آواز ہو۔

٣- بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ، وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ

باب وضو کی فضیلت کے بیان میں (اور ان لوگوں کی فضیلت میں) جو (قیامت کے دن) وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے

١٣٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلاَلٍ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ: رَقِيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ أُمَّتِي

(١٣٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' ان سے لیث نے خالد کے واسطے سے نقل کیا' وہ سعید بن ابی ہلال سے نقل کرتے ہیں' وہ نعیم المجمر سے' وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) ابو ہریرہؓ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ میری امت کے لوگ وضو کے

يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ)).

نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھالے (یعنی وضو اچھی طرح کرے)

جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت میں وہ سفید اور روشن ہوں گے' ان ہی کو غرا محجلین کہا گیا ہے۔ چمک بڑھانے کا مطلب یہ کہ ہاتھوں کو مونڈھوں تک اور پاؤں کو گھٹنے تک دھوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بعض دفعہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

٤- بَابُ لاَ يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيْقِنَ

باب اس بارے میں کہ جب تک ٹوٹنے کا پورا یقین نہ ہو محض شک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے۔

١٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلاَةِ، فَقَالَ: ((لاَ يَنْفَتِلُ - أَوْ لاَ يَنْصَرِفُ - حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا)).

[طرفاه في : ١٧٧، ٢٠٥٦].

(١٣٧) ہم سے علی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے زہری نے سعید بن المسیب کے واسطے سے نقل کیا' وہ عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا نکلتی) معلوم ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (نماز سے) نہ پھرے یا نہ مڑے' جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

تشریح: اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا اس کی بدبو معلوم نہ کر لے۔ باب کا یہی مقصد ہے۔ یہ حکم عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز کے باہر۔ امام نوویؒ نے کہا کہ اس حدیث سے ایک بڑا قاعدہ کلیہ نکلتا ہے کہ کوئی یقینی کام شک کی وجہ سے زائل نہ ہو گا۔ مثلاً ہر فرش یا ہر جگہ یا ہر کپڑا جو پاک صاف اور ستھرا ہو اب اگر کوئی اس کی پاکی میں شک کرے تو وہ شک غلط ہو گا۔

٥- بَابُ التَّخْفِيْفِ فِي الْوُضُوْءِ

باب اس بارے میں کہ ہلکا وضو کرنا بھی درست اور جائز ہے

اس کا مطلب یہ کہ نمازی پانی اعضا پر بہا لے' یا وضو میں وہ اعضا کو صرف ایک ایک بار دھو لے۔ یا ان پر پانی کم ڈالے بوقت ضرورت یہ سب صورتیں جائز ہیں

١٣٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ حَتَّى نَفَخَ، ثُمَّ صَلَّى - وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى. ثُمَّ

(١٣٨) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے سفیان نے عمرو کے واسطے سے نقل کیا' انہیں کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ سوئے یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور کبھی (راوی نے یوں) کہا کہ آپؐ لیٹ گئے۔ پھر خراٹے لینے لگے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اس کے بعد نماز پڑھی۔

حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُونَةَ لَيْلَةً، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِن اللَّيلِ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيْفًا - يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ - وَقَامَ يُصَلِّي، فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: عَنْ شِمَالِهِ - فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ. ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلاَةِ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلاَةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلاَ يَنَامُ قَلْبُهُ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيرٍ يَقُولُ: رُؤْيَا الأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ. ثُمَّ قَرَأَ : ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾
[الصافات: ١٠٢]. [راجع: ١١٧]

پھر سفیان نے ہم سے دوسری مرتبہ یہی حدیث بیان کی عمرو سے' انہوں نے کریب سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ (ام المومنین) حضرت میمونہ کے گھر رات گزاری' تو (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے۔ جب تھوڑی رات باقی رہ گئی۔ تو آپؐ نے اٹھ کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو اس کا ہلکا پن اور معمولی ہونا بیان کرتے تھے اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' تو میں نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جس طرح آپؐ نے کیا تھا۔ پھر آکر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اور کبھی سفیان نے عن یسارہ کی بجائے عن شمالہ کا لفظ کہا (مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) پھر آپؐ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی داہنی جانب کر لیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔ پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ اسکے ساتھ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں کہ) ہم نے عمرو سے کہا' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں' دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے کہا میں نے عبید بن عمیر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ پھر (قرآن کی یہ) آیت پڑھی۔ "میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔"

تشریح رسول کریم ﷺ نے رات کو جو وضو فرمایا تھا تو یا تو تین مرتبہ ہر عضو کو نہیں دھویا' یا دھویا تو اچھی طرح ملا نہیں' بس پانی بہا دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی کہ نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کو لیٹ کر یوں غفلت کی نیند آجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تخفیف وضو کا یہ بھی مطلب ہے کہ پانی کم استعمال فرمایا اور اعضاء وضو پر زیادہ پانی نہیں ڈالا۔

آیت میں حضرت ابراہیمؑ کا قول ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا۔ عبید نے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم نے اپنے خواب کو وحی ہی سمجھا اسی لئے وہ اپنے لخت جگر کی قربانی کے لئے مستعد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا خواب بھی وحی الٰہی کا درجہ رکھتا ہے اور یہ کہ پیغمبر سوتے ہیں مگر ان کے دل جاگتے رہتے ہیں۔ عمرو نے یہی پوچھا تھا۔ جسے عبید نے ثابت فرمایا۔ وضو میں ہلکا پن سے مراد یہ کہ ایک ایک دفعہ دھویا اور ہاتھ پیروں کو پانی سے زیادہ نہیں ملا۔ بلکہ صرف پانی بہانے پر اقتصار کیا۔ (فتح الباری)

٦- بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ
باب وضو پورا کرنے کے بارے میں

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ الإِنْقَاءُ.

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وضو کا پورا کرنا اعضاء وضو کا صاف کرنا ہے"

١٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ. فَقُلْتُ: الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَامَكَ)) فَرَكِبَ. فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

[أطرافه في: ١٨١، ١٦٦٧، ١٦٦٩، ١٦٧٢].

(۱۳۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس سے' انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میدان عرفات سے واپس ہوئے۔ جب گھاٹی میں پہنچے تو آپؐ اتر گئے۔ آپؐ نے (پہلے) پیشاب کیا' پھر وضو کیا اور خوب اچھی طرح نہیں کیا۔ تب میں نے کہا' یا رسول اللہ! نماز کا وقت (آگیا) آپؐ نے فرمایا' نماز تمہارے آگے ہے (یعنی مزدلفہ چل کر پڑھیں گے)۔ جب مزدلفہ میں پہنچے تو آپ نے خوب اچھی طرح وضو کیا' پھر جماعت کھڑی کی گئی' آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ بٹھلایا' پھر عشاء کی جماعت کھڑی کی گئی اور آپؐ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

پہلی مرتبہ آپ نے وضو صرف پاکی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ دوسری مرتبہ نماز کے لیے کیا تو خوب اچھی طرح کیا' ہر اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا چاہیے۔ اس رات میں آپؐ نے آب زمزم سے وضو کیا تھا۔ جس سے آب زمزم سے وضو کرنا بھی ثابت ہوا۔ (فتح الباری)

٧- بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

باب دونوں ہاتھوں سے چہرے کا صرف ایک چلو (پانی) سے دھونا بھی جائز ہے۔

اس امر پر آگاہ کرنا مقصد ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اکٹھے چلو بھرنا شرط نہیں ہے (فتح الباری)

١٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ - يَعْنِي سُلَيْمَانَ - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ

(۱۴۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے روایت کیا' انہوں نے کہا مجھ کو ابو سلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم کو ابن بلال یعنی سلیمان نے زید بن اسلم کے واسطے سے خبر دی' انہوں نے عطاء بن یسار سے سنا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن بن عباس رضی

بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ مَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ - يَعْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى - ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ.

اللہ عنہما سے نقل کیا کہ (ایک مرتبہ) انھوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی دیا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا' پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا۔ پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر پانی کا دوسرا چلو لیا اور اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا۔ اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر پانی کا چلو لے کر داہنے پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا۔ پھر دوسرے چلو سے اپنا پاؤں دھویا۔ یعنی بایاں پاؤں اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

و فی هذا الحدیث دلیل الجمع بین المضمضة والا ستنشاق بغرفة واحدة یعنی اس حدیث میں ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہوا۔ (قسطلانیؒ)

٨- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ : وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

باب اس بارے میں کہ ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی ضروری ہے۔

١٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ)).

[أطرافه في : ٣٢٧١، ٣٢٨٣، ٥١٦٥، ٦٣٨٨، ٧٣٩٦].

(۱۴۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے روایت کیا' انھوں نے سالم ابن ابی الجعد سے نقل کیا' وہ کریب سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو کہے "اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو (اس جماع کے نتیجے میں) ہمیں عطا فرمائے"۔ یہ دعا پڑھنے کے بعد (جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تشریح وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنا اہلحدیث کے نزدیک ضروری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں ذکر کردہ حدیث میں یہی ثابت فرمایا ہے کہ جب جماع کے شروع میں بسم اللہ کہنا مشروع ہے تو وضو میں کیونکر مشروع نہ ہو گا وہ تو ایک عبادت

ہے۔ ایک روایت میں ہے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں۔ یہ روایت حضرت امام بخاری کی شرائط کے موافق نہ تھی اس لئے آپ نے اسے چھوڑ کر اس حدیث سے استدلال فرما کر ثابت کیا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہے۔ ابن جریر نے جامع الاثار میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان بھی اس کی عورت سے جماع کرتا ہے۔ آیت قرآنی ﴿ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان ﴾ (الرحمٰن : ۵۶) میں اسی کی نفی ہے۔ (قسطلانی)

استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدفیوضہم حدیث لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ ای لا یصح الوضوء ولا یوجد شرعا الا بالتسمیۃ اذا لا صل فی التفی الحقیقۃ والنفی الصحۃ اقرب الی الذات واکثر لزوما للحقیقۃ فیستلزم عدمھا عدم الذات ومالیس بصحیح لایجزی و لا یعتد بہ فالحدیث نص علی افتراض التسمیۃ عند ابتداء الوضوء والیہ ذھب احمد فی روایۃ وھو قول اھل الظاھر و ذھبت الشافعیۃ والحنفیۃ و من وافقھم الی ان التسمیۃ سنۃ فقط و اختار ابن الھمام من الحنفیۃ وجوبھا۔ (مرعاۃ)

اس بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ امام احمد اور اصحاب ظواہر کا یہی مذہب ہے۔ حنفی و شافعی وغیرہ اسے سنت مانتے ہیں۔ مگر حنفیہ میں سے ایک بڑے عالم امام ابن ہمام اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ علامہ ابن قیم نے اعلام میں بسم اللہ کے واجب ہونے پر پچاس سے بھی زائد دلائل پیش کیے ہیں۔

صاحب انوار الباری کا تبصرہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب انوار الباری نے ہر اختلافی مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ کی تنقیص کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ کی جلالت علمی ایسی حقیقت ہے کہ کبھی نہ کبھی آپ کے کٹر مخالفوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔ بحث مذکورہ میں صاحب انوار الباری کا تبصرہ اس کا ایک روشن ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ استاد محترم حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔

امام بخاری کا مقام رفیع: یہاں یہ چیز قابل لحاظ ہے کہ امام بخاری نے باوجود اپنے رجحان مذکور کے بھی ترجمۃ الباب میں وضو کے لئے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا تاکہ اشارہ ان احادیث کی تحسین کی طرف نہ ہو جائے۔ جو وضو کے بارے میں مروی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے حدیث ترمذی کو بھی ترجمۃ الباب میں ذکر کرنا موزوں نہیں سمجھا۔ اس سے امام بخاری کی "جلالت قدر و رفعت مکانی" معلوم ہوتی ہے کہ جن احادیث کو دوسرے محدثین تحت الابواب ذکر کرتے ہیں۔ ان کو امام اپنے تراجم اور عنوانات ابواب میں بھی ذکر نہیں کرتے۔ پھر یہاں چونکہ ان کے رجحان کے مطابق کوئی معتبر حدیث ان کے نزدیک نہیں تھی تو انہوں نے عمومات سے تمسک کیا اور وضو کو ان کے نیچے داخل کیا اور جماع کا بھی ساتھ ذکر کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ خدا کا اسم معظم ذکر کرنا جماع سے قبل مشروع ہوا تو بدرجہ اولیٰ وضو سے پہلے بھی مشروع ہونا چاہیے۔ گویا یہ استدلال نظائر سے ہوا۔ (انوار الباری' ج: ۴/ ص: ۱۶۱)

مخلصانہ مشورہ: صاحب انوار الباری نے جگہ جگہ حضرت امام قدس سرہ کی شان میں لب کشائی کرتے ہوئے آپ کو غیرفقیہ' زود رنج وغیرہ وغیرہ طنزیات سے یاد کیا۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بیان بالا کے مطابق آپ حضرت امام قدس سرہ کی شان میں تنقیص سے پہلے ذرا سوچ لیا کریں کہ حضرت امام بخاریؒ کی جلالت قدر و رفعت مکانی ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ جس سے انکار کرنے والے خود اپنی ہی تنقیص کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ہمارے محترم ناظرین میں سے شاید کوئی صاحب ہمارے بیان کو مبالغہ سمجھیں' اس لئے ہم ایک دو مثالیں پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ صاحب انوار الباری کے قلب میں حضرت

امام المحدثین قدس سرہ کی طرف سے کس قدر تنگی ہے۔

بخاری و مسلم میں مبتدعین و اصحاب اہواء کی روایات: آج تک دنیائے اسلام یہی سمجھتی چلی آ رہی ہے کہ صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم نہایت ہی معتبر کتابیں ہیں۔ خصوصاً قرآن مجید کے بعد اصح الکتب بخاری شریف ہے۔ مگر صاحب انوار الباری کی رائے میں بخاری و مسلم میں بعض جگہ مبتدعین و اہل اہواء جیسے بدترین قسم کے لوگوں کی روایات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز و راستباز ہو حدیث کی روایت کے روادار نہیں بر خلاف اس کے بخاری و مسلم میں میں مبتدعین اور بعض اصحاب اہواء کی روایات بھی لی گئی ہیں۔ اگرچہ ان میں ثقہ اور صادق اللہجہ ہونے کی شرط و رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔" (انوار الباری' ج: ۴/ ص: ۵۳)

مقام غور ہے کہ سادہ لوح حضرات صاحب انوار الباری کے اس بیان کے نتیجہ میں بخاری و مسلم کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے محض غلط بیانی کی ہے' آگے اگر آپ بخاری و مسلم کے مبتدعین اور اہل اہواء کی کوئی فہرست پیش کریں گے تو اس بارے میں تفصیل سے لکھا جائے گا اور آپ کے افتراء پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت امام بخاریؒ اور آپ کی جامع صحیح کا مقام گرانے کی ایک اور مذکوم کوشش: حبک الشئی یعمی و یصم کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ صد افسوس کہ صاحب انوار الباری نے اس حدیث نبوی کی بالکل تصدیق فرما دی ہے۔ بخاری شریف کا مقام گرانے اور حضرت امیر المحدثین کی نیت پر حملہ کرنے کے لیے آپ بڑے ہی محققانہ انداز سے فرماتے ہیں:

"ہم نے ابھی بتلایا کہ امام اعظم کی کتاب الآثار مذکور میں صرف احادیث احکام کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے' اس کے مقابلہ میں جامع صحیح بخاری کے تمام ابواب غیر مکرر موصول احادیث مرویہ کی تعداد ۲۳۵۳ حسب تصریح حافظ ابن حجرؒ ہے۔ اور مسلم شریف کی کل ابواب کی احادیث مرویہ چار ہزار ہیں۔ ابوداؤد کی ۴۸۰۰ اور ترمذی شریف کی پانچ ہزار۔ اس سے معلوم ہوا کہ احادیث احکام کا سب سے بڑا ذخیرہ کتاب الآثار امام اعظم پھر ترمذی و ابو داؤد میں ہے۔ مسلم میں ان سے کم' بخاری میں ان سب سے کم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ صرف اپنے اجتہاد کے موافق احادیث ذکر کرتے ہیں۔" (انوار' الباری: ج ۴/ ص: ۵۳)

حضرت امام بخاری کا مقام رفیع اور ان کی جلالت قدر و رفعت مکانی کا ذکر بھی آپ صاحب انوار الباری کی قلم سے ابھی پڑھ چکے ہیں اور جامع الصحیح اور خود حضرت امام بخاری کے متعلق آپ کا یہ بیان بھی ناظرین کے سامنے ہے۔ جس میں آپ نے کھلے لفظوں میں بتلایا ہے کہ امام بخاری نے صرف اپنے اجتہاد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی حسب منشاء احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ صاحب انوار الباری کا یہ حملہ اس قدر سنگین ہے کہ اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ تاہم متانت و سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے ہم کوئی منتقانہ انکشاف نہیں کریں گے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ الاناء یترشح بما فیہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے۔ حضرت والا خود ذخائر احادیث نبوی کو اپنے مفروضات مسلکی کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کربستہ ہوئے ہیں۔ سو آپ کو حضرت امام بخاری قدس سرہ بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ سچ ہے المرء یقیس علی نفسہ

۹- بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

باب اس بارے میں کہ بیت الخلاء جانے کے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

۱۴۲- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلاَءَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)). [طرفه في : ٦٣٢٢].

(۱۴۲) ہم سے آدم نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے عبدالعزیز بن صہیب کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ جب (قضائے حاجت کے لیے) بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ (دعا) پڑھتے۔ اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس حدیث میں خود آنحضرت ﷺ کا یہ دعا پڑھنا مذکور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں لفظ امر کے ساتھ ہے کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ان لفظوں میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ خبث اور خبائث سے ناپاک جن اور جنیاں مراد ہیں۔ حضرت امام نے فارغ ہونے کے بعد والی دعا کی حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کی شرطوں کے موافق نہ تھی۔ جیسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ فارغ ہونے کے بعد غفرانک پڑھتے۔ اور ابن ماجہ میں یہ دعا آئی ہے الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ و عافانی (سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو عافیت دی اور اس گندگی کو مجھ سے دور کر دیا) فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے۔

۱۰- بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلاَءِ

باب اس بارے میں کہ بیت الخلاء کے قریب پانی رکھنا بہتر ہے۔

۱۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْخَلاَءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا. قَالَ: ((مَنْ وَضَعَ هَذَا؟)) فَأُخْبِرَ، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)). [راجع: ٧٥]

(۱۴۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہاشم ابن القاسم نے' کہا کہ ان سے ورقاء بن یشکری نے عبیداللہ بن ابی یزید سے نقل کیا' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پاخانہ میں تشریف لے گئے۔ میں نے (پاخانے کے قریب) آپ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (باہر نکل کر) آپ نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ کو بتلایا گیا تو آپ نے (میرے لئے دعا کی اور) فرمایا' اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرمائیو۔

یہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث حضرت ابن عباس کی خالہ کے گھر کا واقعہ ہے۔ آپ کو خبر دینے والی بھی حضرت میمونہ ہی تھیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس فقیہ امت قرار پائے۔

۱۱- بَابُ لاَ تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، إِلاَّ عِنْدَ الْبِنَاءِ : جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ

باب اس مسئلہ میں کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جب کسی عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

۱۴۴- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ

(۱۴۴) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے' کہا کہ ہم سے زہری نے عطاء بن یزید اللیثی کے واسطے سے نقل کیا' وہ

يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلاَ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلاَ يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ، شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)).

[طرفه في : ٣٩٤].

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ اس کی طرف پشت کرے (بلکہ) مشرق کی طرف منہ کرلو یا مغرب کی طرف۔

تشریح یہ حکم مدینہ والوں کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ مدینہ مکہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس لئے آپ نے قضاء حاجت کے وقت پچھم یا پورب کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ بیت اللہ کا ادب ہے۔ امام بخاریؒ نے حدیث کے عنوان سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اگر کوئی آڑ سامنے ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر سکتا ہے۔ آپ نے جو حدیث اس باب میں ذکر کی ہے وہ ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے مطلق ممانعت نکلتی ہے اور ترجمہ باب میں عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ نے یہ حدیث محض ممانعت ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے اور عمارت کا استثناء آگے والی حدیث سے نکالا ہے جو ابن عمر سے مروی ہے۔ بعضوں نے لفظ غائط سے صرف میدان مراد لیا ہے اور اس ممانعت سے سمجھا گیا کہ عمارت میں ایسا کرنا درست ہے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری نے اس بارے میں دلائل طرفین پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے اپنا آخری فیصلہ یہ دیا ہے و عندی الاحتراز عن الاستقبال و الاستدبار فی البیوت احوط و جوبا لاندبا یعنی میرے نزدیک بھی وجوباً احتیاط کا تقاضا ہے کہ گھروں میں بھی بیت اللہ کی طرف پیٹھ یا منہ کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ (مرعاۃ جلد اول ص ۲۴۱) علامہ مبارکپوریؒ صاحب تحفۃ الاحوذی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

١٢- بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص دو اینٹوں پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرے (تو کیا حکم ہے؟)

١٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ فَلاَ تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلاَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلاً بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ. وَقَالَ: لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ، فَقُلْتُ : لاَ أَدْرِي

(۱۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی۔ وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے' وہ اپنے چچا واسع بن حبان سے روایت کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے تھے کہ جب قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کی طرف (یہ سن کر) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے دو اینٹوں پر قضاء حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (واسع سے) کہا کہ شاید تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے چوتڑوں کے بل نماز پڑھتے ہیں۔ تب میں نے کہا خدا کی قسم! میں نہیں جانتا

وَ اللهِ. قَالَ مَالِكٌ: يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّى وَلاَ يَرْتَفِعُ عَنِ الأَرْضِ، يَسْجُدُ وَهُوَ لاَصِقٌ بِالأَرْضِ.

(کہ آپ کا مطلب کیا ہے) امام مالکؒ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے وہ شخص مراد لیا جو نماز میں زمین سے اونچا نہ رہے' سجدہ میں زمین سے چمٹ جائے۔

[أطرافه في : ١٤٨، ١٤٩، ٣١٠٢].

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی کسی ضرورت سے کوٹھے پر چڑھے۔ اتفاقیہ ان کی نگاہ آنحضرت ﷺ پر پڑ گئی۔ ابن عمر کے اس قول کا منشا کہ بعض لوگ اپنے چوتڑوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ شاید یہ ہو کہ قبلہ کی طرف شرمگاہ کا رخ اس حال میں منع ہے کہ جب آدمی رفع حاجت وغیرہ کے لیے ننگا ہو۔ ورنہ لباس پہن کر پھر یہ تکلف کرنا کسی طرح قبلہ کی طرف سامنا یا پشت نہ ہو' یہ نرا تکلف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سجدہ اس طرح کرتے ہیں کہ اپنا پیٹ بالکل رانوں سے ملا لیتے ہیں اسی کو یصلون علی اوراکھم سے تعبیر کیا گیا مگر صحیح تفسیر وہی ہے جو مالک سے نقل ہوئی۔

صاحب انوار الباری کا عجیب اجتہاد: احناف میں عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے کچھ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ صاحب انوار الباری نے لفظ مذکور یصلون علی اوراکھم سے عورتوں کی اس مروجہ نماز پر اجتہاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

" یصلون علی اوراکھم سے عورتوں والی نشست اور سجدہ کی حالت بتلائی گئی ہے کہ عورتیں نماز میں کولھے اور سرین پر بیٹھتی ہیں اور سجدہ بھی خوب سمٹ کر کرتی ہیں۔ کہ پیٹ رانوں کے اوپر کے حصوں سے مل جاتا ہے۔ تاکہ ستر زیادہ سے زیادہ چھپ سکے لیکن ایسا کرنا مردوں کے لیے خلاف سنت ہے۔ ان کو سجدہ اس طرح کرنا چاہیے کہ پیٹ ران وغیرہ حصوں سے بالکل الگ رہے۔اور سجدہ اچھی طرح کھل کر کیا جائے۔ غرض عورتوں کی نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کی حالت مردوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔" (انوار الباری' ج: ۴/ ص: ۱۸۷)

صاحب انوار الباری کی اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ مردوں کے لیے ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور عورتوں کے لیے عین سنت کے مطابق ہے۔ شاید آپ کے اس بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سے ایسی ہی نماز ثابت ہو گی۔ کاش! آپ ان احادیث نبوی کو بھی نقل فرما دیتے جن سے عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق ثابت ہوتی ہے یا ازواج مطہرات ہی کا عمل نقل فرما دیتے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق مجوزہ محض صاحب انوار الباری ہی کا اجتہاد ہے۔ ہمارے علم میں احادیث صحیحہ سے یہ تفریق ثابت نہیں ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

١٣- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ

باب اس بارے میں کہ عورتوں کا قضائے حاجت کے لیے باہر نکلنے کا کیا حکم ہے؟

١٤٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ - وَهُوَ صَعِيْدٌ أَفْيَحُ - وَكَانَ

(۱۴۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطے سے نقل کیا' وہ عروہ بن زبیر سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی بیویاں رات میں مناصع کی طرف قضاء حاجت کے لیے جاتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے۔ تو

عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: احْجُبْ نِسَاءَكَ. فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَفْعَلُ. فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً، وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً، فَنَادَاهَا عُمَرُ : أَلاَ قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ. حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الحِجَابُ. فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ الْحِجَابِ.

[أطرافه في : ١٤٧، ٤٧٩٥، ٥٢٣٧، ٦٢٤٠].

(حضرت) عمر رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک روز رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ جو دراز قد عورت تھیں' (باہر) گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی (اور کہا) ہم نے تمہیں پہچان لیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پردہ (کا حکم) نازل ہو جائے۔ چنانچہ (اس کے بعد) اللہ نے پردہ (کا حکم) نازل فرمادیا۔

١٤٧- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ)) قَالَ هِشَامٌ : يَعْنِي الْبَرَازَ. [راجع: ١٤٦]

(۱۴۷) ہم سے زکریا نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا' وہ اپنے باپ سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے (اپنی بیویوں سے) فرمایا کہ تمہیں قضاء حاجت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ حاجت سے مراد پاخانے کے لیے (باہر) جانا ہے۔

آیت حجاب کے بعد بھی بعض دفعہ رات کو اندھیرے میں عورتوں کا جنگل میں جانا ثابت ہے۔ (فتح الباری)

١٤- بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوتِ

باب اس بارے میں' کہ گھروں میں قضاء حاجت کرنا ثابت ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ عورتوں کا حاجت کے لیے میدان میں جانا ہمیشہ نہیں رہا اور بعد میں گھروں میں انتظام کر لیا گیا۔

١٤٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ. [راجع: ١٤٥]

(۱۴۸) ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے عبیداللہ بن عمر کے واسطے سے بیان کیا' وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے نقل کرتے ہیں' وہ واسع بن حبان سے' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن میں اپنی بہن اور رسول اللہ کی اہلیہ محترمہ) حفصہ کے مکان کی چھت پر اپنی کسی ضرورت سے چڑھا' تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قضاء حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

آپ اس وقت فضا میں نہ تھے' بلکہ وہاں پائخانہ بنا ہوا تھا' اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے' (فتح الباری)

١٤٩ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ: لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

(١٤٩) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا' انہوں نے کہا' ہمیں یحییٰ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے خبردی' انہیں ان کے چچا واسع بن حبان نے بتلایا' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبردی' وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا' تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم دو اینٹوں پر (قضاء حاجت کے وقت) بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

[راجع: ١٤٥]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے گھر کی چھت اور کبھی حضرت حفصہ کے گھر کی چھت کا ذکر کیا' اس کی حقیقت یہ ہے کہ گھر تو حضرت حفصہؓ ہی کا تھا۔ مگر حضرت حفصہؓ کے انتقال کے بعد ورثہ میں ان ہی کے پاس آ گیا تھا۔ اس باب کی احادیث کا منشاء یہ ہے کہ گھروں میں پاخانہ بنانے کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مکانوں میں قضائے حاجت کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے۔

١٥ - بَابُ الاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

باب اس بارے میں کہ پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے۔

١٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ - وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجِيءُ أَنَا وَغُلاَمٌ وَمَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ. يَعْنِي يَسْتَنْجِي بِهِ.

(١٥٠) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے ابو معاذ سے جن کا نام عطاء بن ابی میمونہ تھا نقل کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا اپنے ساتھ پانی کا برتن لے آتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس پانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کیا کرتے تھے۔

[أطرافه في: ١٥١، ١٥٢، ٢١٧، ٥٠٠].

١٦ - بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُورِهِ

باب اس بارے میں کہ کسی شخص کے ہمراہ اس کی طہارت کے لیے پانی لے جانا جائز ہے۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُورِ وَالْوِسَادِ.

حضرت ابوالدرداء نے فرمایا کہ تم میں جوتوں والے' پاک پانی والے اور تکیہ والے صاحب نہیں ہیں؟

یہ اشارہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں' تکیہ اور وضو کا پانی ساتھ لئے رہتے تھے' اسی مناسبت سے آپ کا یہ خطاب پڑ گیا۔

١٥١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ. [راجع: ١٥٠]

(۱۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' وہ عطاء بن ابی میمونہ سے نقل کرتے ہیں' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلتے' میں اور ایک لڑکا دونوں آپؐ کے پیچھے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا تھا۔

١٧- بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الاسْتِنْجَاءِ

باب اس بیان میں کہ استنجاء کے لئے پانی کے ساتھ نیزہ (بھی) لے جانا ثابت ہے۔

١٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ، فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً، يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ. تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ. [راجع: ١٥٠]

(۱۵۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' ان سے محمد بن جعفر نے' ان سے شعبہ نے عطاء بن ابی میمونہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پاخانے میں جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر چلتے تھے۔ پانی سے آپ طہارت کرتے تھے' (دوسری سند سے) نضر اور شاذان نے اس حدیث کی شعبہ سے متابعت کی ہے۔ عنزہ لاٹھی کو کہتے ہیں جس پر پھلکا لگا ہوا ہو۔

یہ ڈھیلا توڑنے کے لئے کام میں لائی جاتی تھی اور موذی جانوروں کو دفع کرنے کے لیے بھی۔

١٨- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الاسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ

باب اس بارے میں کہ داہنے ہاتھ سے طہارت کرنے کی ممانعت ہے۔

١٥٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الإِنَاءِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ)).

[أطرافه في : ١٥٤، ٥٦٣٠].

(۱۵۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سے' وہ اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب پاخانہ میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

١٩- بَابُ لاَ يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ إِذَا بَالَ

باب اس بارے میں کہ پیشاب کے وقت اپنے عضو کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے۔

١٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلاَ يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ، وَلاَ يَتَنَفَّسْ فِي الإِنَاءِ)). [راجع: ١٥٣]

(۱۵۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے اوزاعی نے یحییٰ بن کثیر کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبداللہ بن ابی قتادہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنا عضو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے' نہ داہنے سے طہارت کرے' نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔

کیونکہ یہ سارے کام صفائی اور ادب کے خلاف ہیں۔

٢٠- بَابُ الاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب اس بارے میں کہ پتھروں سے استنجاء کرنا ثابت ہے۔

١٥٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَكَانَ لاَ يَلْتَفِتُ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ: ((ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا - أَوْ نَحْوَهُ - وَلاَ تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلاَ رَوْثٍ)). فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ.

[طرفه في : ٣٨٦٠].

(۱۵۵) ہم سے احمد بن محمد المکی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ایک مرتبہ) رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (چلتے وقت) ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے قریب پہنچ گیا۔ (مجھے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ مجھے پتھر ڈھونڈھ دو' تاکہ میں ان سے پاکی حاصل کروں' یا اسی جیسا (کوئی لفظ) فرمایا اور فرمایا کہ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ چنانچہ میں اپنے دامن میں پتھر (بھر کر) آپ کے پاس لے گیا اور آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور آپ کے پاس سے ہٹ گیا' جب آپ (قضاء حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ نے پتھروں سے استنجاء کیا۔

تشریح: ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں۔ گوبر اور ہڈی جنوں کی خوراک ہیں۔ جیسا کہ ابن مسعود کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کرو' یہ تمہارے بھائی جنوں کا توشہ ہیں۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی) معلوم ہوا کہ ڈھیلوں سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر پانی سے مزید پاکی حاصل کرنا افضل ہے۔ (دیکھو حدیث : ۱۵۲) آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ پانی سے استنجاء کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھویا کرتے تھے۔

٢١- بَابُ لاَ يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ

باب اس بارے میں کہ گوبر سے استنجاء نہ کرے۔

١٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ

(۱۵۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے زہیر نے ابو اسحاق کے

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : لَيْسَ أَبُوعُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ، وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ بن عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ: ((هَذَا رِكْسٌ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

واسطے سے نقل کیا' ابو اسحاق کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو عبیدہ نے ذکر نہیں کیا۔ لیکن عبدالرحمٰن بن الاسود نے اپنے باپ سے ذکر کیا' انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ رفع حاجت کے لیے گئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میں تین پتھر تلاش کر کے آپ کے پاس لاؤں۔ لیکن مجھے دو پتھر ملے۔ تیسرا ڈھونڈا مگر مل نہ سکا۔ تو میں نے خشک گوبر اٹھالیا۔ اس کو لے کر آپ کے پاس آگیا۔ آپ نے پتھر (تو) لے لئے (مگر) گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ خود ناپاک ہے۔ (اور یہ حدیث) ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ سے بیان کی۔ انہوں نے ابو اسحاق سے سنا' ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا۔

اس کو اس لیے ناپاک فرمایا کہ وہ گدھے کی لید تھی جیسا کہ امام حاکم کی روایت میں تشریح ہے۔

۲۲- بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو ایک ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے۔

۱۵۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً.

(۱۵۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' ان سے سفیان نے زید بن اسلم کے واسطے سے بیان کیا' وہ عطاء بن یسار سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

معلوم ہوا کہ اگر ایک ایک بار اعضاء کو دھو لیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ثواب نہیں ملتا جو تین تین دفعہ دھونے سے ملتا ہے۔

۲۳- بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو دو دو بار دھونا بھی ثابت ہے۔

۱۵۸- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ

(۱۵۸) ہم سے حسین بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے واسطے سے بیان کیا' وہ عباد بن تمیم سے نقل کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں اعضاء کو دو

مَرَّتَيْنِ.
دو بار دھویا۔

دو دو بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سنت ہے مگر تین تین بار دھونا زیادہ افضل ہے۔

٢٤- بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا (سنت ہے)

١٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).
[أطرافه في: ١٦٠، ١٦٤، ١٩٣٤، ٦٤٣٣].

(۱۵۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں' انہیں عطاء بن یزید نے خبردی' انہیں حمران حضرت عثمان کے مولیٰ نے خبردی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے (حمران سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی' پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے' پھر دو رکعت پڑھے' جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے۔ تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

١٦٠- وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، وَلَكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ : أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا لَوْ لَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ؟ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ

(۱۶۰) اور روایت کی عبدالعزیز نے ابراہیم سے' انہوں نے صالح بن کیسان سے' انہوں نے ابن شہاب سے' لیکن عروہ حمران سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے وضو کیا تو فرمایا۔ میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں' اگر قرآن پاک کی ایک آیت (نازل) نہ ہوتی تو میں یہ حدیث تم کو نہ سناتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور (خلوص کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے تو اس کے ایک نماز سے دوسری نماز

حَتّٰى يُصَلِّيَهَا)). قَالَ عُرْوَةُ : الآيَةُ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ [الْبَقَرَةُ : ١٥٩]. [راجع: ١٥٩]

کے پڑھنے تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) جو لوگ اللہ کی اس نازل کی ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں جو اس نے لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور (دوسرے) لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

اعضاء وضو کا تین تین بار دھونا سنت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ہی معمول تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ ایک ایک بار اور دو دو بار بھی دھولیا کرتے تھے۔ تاکہ امت کے لیے آسانی ہو۔

٢٥- بَابُ الاسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوءِ

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے۔

"اس مسئلہ کو عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔"

١٦١- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ)).

[طرفه في : ١٦٢].

(۱۶۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا انہیں یونس نے زہری کے واسطے سے خبری دی' کہا انہیں ابو ادریس نے بتایا' انہوں نے ابوہریرہؓ سے سنا' وہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' جو شخص وضو کرے اسے چاہئے کہ ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجاء کرے اسے چاہئے کہ طاق عدد (یعنی ایک یا تین یا پانچ ہی) سے کرے۔

مٹی کے ڈھیلے بھی پتھر ہی میں شمار ہیں بلکہ ان سے صفائی زیادہ ہوتی ہے۔

٢٦- بَابُ الاسْتِجْمَارِ وِتْرًا

باب طاق عدد (ڈھیلوں) سے استنجاء کرنا چاہیے!

١٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْثُرْ. وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ. وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ

(۱۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو مالک نے ابوالزناد کے واسطے سے خبر دی' وہ اعرج سے' وہ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) صاف کرے' اور جو شخص پتھروں سے استنجاء کرے اسے چاہئے کہ بے جوڑ عدد (یعنی ایک یا تین) سے استنجاء کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے' تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھو لے۔

لاَ يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ)). [راجع: ١٦١]

کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔

٢٧- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلاَ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

باب دونوں پاؤں دھونا چاہیئے اور قدموں پر مسح نہ کرنا چاہیئے

١٦٣- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: تَخَلَّفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا. فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ ((وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا. [راجع: ٦٠]

(١٦٣) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا' ان سے ابو عوانہ نے' وہ ابو بشر سے' وہ یوسف بن ماہک سے' وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر (تھوڑی دیر بعد) آپؐ نے ہم کو پالیا اور عصر کا وقت آ پہنچا تھا۔ ہم وضو کرنے لگے اور (اچھی طرح پاؤں دھونے کی بجائے جلدی میں) ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا "ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔" دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

اس میں روافض کا رد ہے جو قدموں پر بلا موزوں کے مسح کے قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث باب سے ثابت کیا ہے کہ جب موزے پہنے ہوئے نہ ہو تو قدموں کا دھونا فرض ہے جیسا کہ آیت وضو میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کو بھی دوسرے اعضاء کی طرح دھونا چاہیے اور اس طرح پر کہ کہیں سے کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

٢٨- بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوءِ

باب وضو میں کلی کرنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ - ﷺ - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس مسئلہ کو ابن عباس اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

١٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلاَثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلاَثًا،

(١٦٤) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی' کہا ہم کو عطاء بن یزید نے حمران مولیٰ عثمان بن عفانؓ کے واسطے سے خبر دی' انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی (لے کر) ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا۔ پھر کلی کی' پھر ناک میں پانی دیا' پھر ناک صاف کی۔ پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا۔ اور کہنیوں تک تین دفعہ ہاتھ دھوئے' پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر ہر ایک پاؤں تین دفعہ دھویا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے

ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا وَقَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لاَ يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ١٥٩]

اس وضو جیسا وضو فرمایا کرتے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں کلی کرنا بھی ضروریات سے ہے۔

٢٩- بَابُ غَسْلِ الأَعْقَابِ

باب ایڑیوں کے دھونے کے بیان میں

وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ

امام ابن سیرین وضو کرتے وقت انگوٹھی کے نیچے کی جگہ (بھی) دھویا کرتے تھے۔

١٦٥- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ - وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُونَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ - قَالَ: أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ، فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ قَالَ: ((وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)).

(۱۶۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہمارے پاس سے گذرے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ آپؓ نے کہا اچھی طرح وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

منشایہ ہے کہ وضو کا کوئی عضو خشک نہ رہ جائے ورنہ وہی عضو قیامت کے دن عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔

٣٠- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ، وَلاَ يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ

باب اس بارے میں کہ جوتوں کے اندر پاؤں دھونا چاہیے اور جوتوں پر مسح نہ کرنا چاہیے۔

١٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا. قَالَ: وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ لاَ تَمَسُّ مِنَ الأَرْكَانِ إِلاَّ الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ،

(۱۶۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو مالک نے سعید المقبری کے واسطے سے خبر دی' وہ عبید اللہ بن جریج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! میں نے تمہیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جنہیں تمہارے ساتھیوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے' اے ابن جریج! وہ کیا ہیں؟ ابن جریج نے کہا کہ میں نے طواف کے وقت آپ کو دیکھا کہ دو یمانی رکنوں کے سوا کسی اور رکن کو آپ نہیں چھوتے ہو۔ (دوسرے) میں نے آپ کو سبتی جوتے پہنے ہوئے دیکھا اور (تیسرے)

وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلاَلَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ عَبْدُ اللهِ : أَمَّا الأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمَسُّ إِلاَّ الْيَمَانِيَّيْنِ. وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا. وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْبُغُ بِهَا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا. وَأَمَّا الإِهْلاَلُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

[أطرافه في : ١٥١٤، ١٥٥٢، ١٦٠٩، ٢٨٦٥، ٥٨٥١].

میں نے دیکھا کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہو اور (چوتھی بات) میں نے یہ دیکھی کہ جب آپ مکہ میں تھے' لوگ (ذی الحجہ کا) چاند دیکھ کر لبیک پکارنے لگتے ہیں۔ (اور) حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ (دوسرے) ارکان کو تو میں یوں نہیں چھوتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یمانی رکنوں کے علاوہ کسی اور رکن کو چھوتے ہوئے نہیں دیکھا اور رہے سبتی جوتے' تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا کہ جن کے چمڑے پر بال نہیں تھے اور آپ انہیں کو پہنے پہنے وضو فرمایا کرتے تھے' تو میں بھی انہی کو پہننا پسند کرتا ہوں اور زرد رنگ کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو میں بھی اسی رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں اور احرام باندھنے کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر نہ چل پڑتی۔

٣١- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ

باب وضو اور غسل میں داہنی جانب سے ابتدا کرنا ضروری ہے

١٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ: ((ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)).

[أطرافه في : ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣].

(١٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے اسماعیل نے' ان سے خالد نے حفصہ بنت سیرین کے واسطے سے نقل کیا' وہ ام عطیہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مرحومہ) صاحبزادی (حضرت زینب) کو غسل دینے کے وقت فرمایا تھا کہ غسل داہنی طرف سے دو اور اعضاء وضو سے غسل کی ابتدا کرو۔

وضو اور غسل میں داہنی طرف سے کام شروع کرنا مسنون ہے' اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی یہ طریقہ مسنون ہے۔

١٦٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ:

(١٦٨) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا'

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.[أطرافه في: ٤٢٦، ٥٣٨٠، ٥٨٥٤،

انہیں اشعث بن سلیم نے خبر دی' ان کے باپ نے مسروق سے سنا' وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جوتا پہننے' کنگھی کرنے' وضو کرنے اور اپنے ہر کام میں داہنی طرف سے کام کی ابتدا کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

٣٢- بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ

باب اس بارے میں کہ نماز کا وقت ہو جانے پر پانی کی تلاش ضروری ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوجَدْ، فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

"ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) صبح ہو گئی۔ پانی تلاش کیا گیا' مگر نہیں ملا۔ تو آیت تیمم نازل ہوئی۔"

١٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنَّهُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤُوا مِنْهُ. قَالَ: فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ، حَتَّى تَوَضَّؤُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

[أطرافه في: ١٩٥، ٢٠٠، ٣٥٧٢، ٣٥٧٣، ٣٥٧٤، ٣٥٧٥].

(١٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی' وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آ گیا' لوگوں نے پانی تلاش کیا' جب انہیں پانی نہ ملا' تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔ حضرت انس بنٹھ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی (چشمے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا کہ ایک پیالہ پانی سے سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ وضو کے لیے پانی تلاش کرنا اس سے ثابت ہوا' نہ ملے تو پھر تیمم کر لینا چاہیے۔

٣٣- بَابُ الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعَرُ الْإِنْسَانِ

باب اس بیان میں کہ جس پانی سے آدمی کے بال دھوئے جائیں اس پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُتَّخَذَ مِنْهَا

عطاء بن ابی رباح آدمیوں کے بالوں سے رسیاں اور ڈوریاں بنانے

الْخُيُوطُ وَالْحِبَالُ. وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: هَذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا﴾ وَهَذَا مَاءٌ. وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ، يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ.

میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے اور کتوں کے جھوٹے اور ان کے مسجد سے گذرنے کا بیان۔ زہری کہتے ہیں کہ جب کتا کسی (پانی کے بھرے) برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ وضو کے لیے اور پانی موجود نہ ہو تو اس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتا ہے۔ جب پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو اور کتے کا جھوٹا پانی (تو) ہے۔ (مگر) طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ (بہر حال) اس سے وضو کر لے اور (احتیاطاً) تیمم بھی کر لے۔"

١٧٠- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبِيدَةَ. عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ - أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ - فَقَالَ : لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.
[طرفه في : ١٧١].

(١٧٠) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے اسرائیل نے عاصم کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال (مبارک) ہیں' جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا انسؓ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

١٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ. [راجع: ١٧٠]

(١٧١) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے' کہا ہم سے عباد نے ابن عون کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابن سیرین سے' وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع میں) جب سر کے بال منڈوائے تو سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال لئے تھے۔

سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی اور طہارت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بالوں کو تبرک کے لیے لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

٣٤- بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ

باب جب کتا برتن میں پی لے (تو کیا کرنا چاہیے)

١٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ

(١٧٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی' وہ اعرج سے' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں سے (کچھ) پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھو لو (تو

أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا)).

پاک ہو جائے گا)

١٧٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَجُلاً رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ)).

[أطرافه في: ٢٣٦٣، ٢٤٦٦، ٦٠٠٩].

(۱۷۳) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' کہا ہم کو عبدالصمد نے خبر دی' کہا ہم کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے سنا' وہ ابوصالح سے' وہ ابوہریرہؓ سے' وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا' جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے پانی بھر کر پلانے لگا' حتیٰ کہ اس کو خوب سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے اس کام کی قدر کی اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

١٧٤- وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَتِ الْكِلاَبُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

(۱۷۴) احمد بن شبیب نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے یونس کے واسطے بیان کیا' وہ ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں' انہوں نے کہا مجھ سے حمزہ بن عبداللہ نے اپنے باپ (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان جگہوں پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

تشریح علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا جب کہ مسجد کے کواڑ وغیرہ بھی نہ تھے' اس کے بعد جب مساجد کے بارے میں احترام و اہتمام کا حکم نازل ہوا تو اس طرح کی سب باتوں سے منع کر دیا گیا' جیسا کہ عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ لوگو! مسجد میں بے ہودہ بات کرنے سے پرہیز کیا کرو' تو جب لغو باتوں سے روک دیا گیا' تو دوسرے امور کا حال بھی بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ اسی لئے اس سے پہلے حدیث میں کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم آیا۔ اب وہی حکم باقی ہے۔ جس کی تائید اور بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض روایات میں کتے کے جھوٹے برتن کے بارے میں اتنی تاکید آئی ہے کہ اسے پانی کے علاوہ آٹھویں بار مٹی سے صاف کرنے کا بھی حکم ہے۔ مٹی سے اول مرتبہ دھونا چاہیے پھر سات دفعہ پانی سے دھونا چاہیے۔

اس مسئلہ میں احناف اور اہلحدیث کا اختلاف: کتے کے جھوٹے برتن کو سات بار پانی سے دھونا اور ایک بار صرف مٹی سے مانجھنا واجب ہے۔ یہ اہلحدیث کا مذہب ہے اور صرف تین بار پانی سے دھونا یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ سرتاج علمائے اہلحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قال الشوکانی فی النیل والحدیث یدل علی وجوب الغسلات السبع من ولوغ الکلب والیہ ذھب ابن عباس و عروۃ بن الزبیر و محمد بن سیرین و طاوس و عمرو بن دینار والاوزاعی و مالک والشافعی و احمد بن حنبل واسحاق وابو ثور و ابو عبیدۃ و داود انتھی۔ و قال النووی وجوب غسل نجاسۃ ولوغ الکلب سبع مرات و ھذا مذھبنا و مذھب مالک والجماھیر۔ و قال ابو حنیفۃ یکفی غسلہ ثلاث مرات انتھی۔ و قال الحافظ فی الفتح و اما الحنفیۃ فلم یقولوا بوجوب السبع

ولا التتریب (تحفة الاحوذی' ج:۱/ ص: ۹۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ ان احادیث کی بنا پر جمہور علمائے اسلام' صحابہ کرام و تابعین و ائمہ ثلاثہ و دیگر محدثین کا مذہب یہی ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے۔ بر خلاف اس کے حنفیہ صرف تین ہی دفعہ دھونے کے قائل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھو ڈالو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسلئے کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حسب وضاحت امام دار قطنی اس کی سند میں ایک راوی عبدالوہاب نامی متروک ہے' جس نے اسماعیل نامی اپنے استاد سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا۔ حالانکہ ان ہی اسماعیل سے دوسرے راوی اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ جنہوں نے سات بار دھونا نقل کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ حدیث دار قطنی میں ہے جو طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے۔ اخرج ابن ماجة عن ابی رزین قال رایت اباهریرة یضرب جبهته بیده ویقول یا اهل العراق انتم تزعمون انی اکذب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیکون لکم الهنا وعلی الاثم اشهد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبع مرات (تحفہ الاحوذی' ج:۱/ ص: ۹۴) یعنی ابو رزین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا آپ اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے عراقیو! تم ایسا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہاری آسانی کے لیے رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھوں اور گنہگار بنوں۔ یاد رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھو ڈالو۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے تین بار دھونے کی روایت نا قابل اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ نے بڑی تفصیل سے دلائل خلافیہ پر منصفانہ روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھو سعایہ' ص: ۴۵۱)

بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک کتا اور کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان احادیث سے امام بخاریؒ کی غرض کتے کی اور اس کے جھوٹے کی پاکی ثابت کرنا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے صرف لوگوں کے مذہب بیان کیے ہیں۔ وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں' اس لئے کہ ترجمہ میں آپ نے صرف کتے کے جھوٹے کا نام لیا۔ یوں نہیں کہا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ حدیث بخاری کے ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری فرماتے ہیں و فی الحدیث دلیل علی نجاسة فم الکلب من حیث الامر بالغسل لما ولغ فیه والاراقة للماء (مرعاة' ج:۱/ ص: ۳۲۴) یعنی اس حدیث مذکورہ بخاری میں دلیل ہے کہ کتے کا منہ ناپاک ہے اسی لئے جس برتن میں وہ منہ ڈال دے اسے دھونے اور اس پانی کے بہا دینے کا حکم ہوا۔ اگر اس کا منہ پاک ہوتا تو پانی کو اس طور پر ضائع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ منہ کے ناپاک ہونے کا مطلب اس کے تمام جسم کا ناپاک ہونا ہے۔

عبداللہ بن معقل کی حدیث جسے مسلم و دیگر محدثین نے نقل کیا ہے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ سات بار پانی سے دھونا چاہیے اور آٹھویں بار مٹی سے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ و ظاهره یدل علی ایجاب ثمان غسلات و ان غسله التتریب غیر الغسلات السبع و ان التتریب خارج عنها و الحدیث قد اجمعوا علی صحة اسناده و هی زیادة ثقة فتعین المصیر الیها ﴾ (مرعاة' ج:۱/ ص: ۳۲۴) یعنی اس سے آٹھ دفعہ دھونے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ مٹی سے دھونے کا معاملہ سات دفعہ پانی سے دھونے کے علاوہ ہے۔ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھونا بھی صحیح ہے۔ جو پہلے ہی ہونا چاہئے بعد میں سات دفعہ پانی سے دھویا جائے۔

باقی احناف کے دیگر دلائل کے مفصل جوابات شیخ العلام حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ابکار المنن (ص: ۲۹-۳۲) میں مفصل ذکر فرمائے ہیں۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔

مناسب ہو گا کہ کتے کے لعاب کے بارے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے متعلق حضرت العلام مولانا انور شاہ صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کر دیا جائے جو صاحب انوار الباری کی روایت سے یہ ہے۔

"امام بخاری سے یہ بات مستبعد ہے کہ وہ لعاب کلب کی طہارت کے قائل ہوں۔ جب کہ اس باب میں قطعیات سے نجاست کا ثبوت ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دی ہیں۔ ناظرین خود یہ فیصلہ کر لیں۔ کیونکہ یہ بھی ان کی ایک عادت ہے۔ جب وہ کسی باب میں دونوں جانب قوت دیکھتے ہیں تو دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ جس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی ایک جانب کا یقین نہیں فرماتے واللہ اعلم۔ (انوار الباری' جلد: ۵/ ص: ۱۰۷)

کلب معلم کی حدیث ذیل لانے سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت امام عمومی طور پر لعاب کلب کی طہارت کے قائل نہیں ہیں۔

کلب معلم وہ کتا جس میں اطاعت شعاری کا مادہ بدرجہ اتم ہو اور جب بھی وہ شکار کرے کبھی اس میں سے خود کچھ نہ کھائے۔ (کرمانی)

١٧٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِذَا أَكَلَ فَلاَ تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ)). قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ. قَالَ: ((فَلاَ تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ)).

[أطرافه في : ٢٠٥٤، ٥٤٧٥، ٥٤٧٦، ٥٤٧٧، ٥٤٨٣، ٥٤٨٤، ٥٤٨٥، ٥٤٨٦، ٥٤٨٧، ٧٣٩٧].

(۱۷۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابن ابی السفر کے واسطے سے بیان کیا' وہ شعبی سے نقل فرماتے ہیں' وہ عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کتے کے شکار کے متعلق) دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑے اور وہ شکار کر لے تو تو اس (شکار) کو کھا اور اگر وہ کتا اس شکار میں سے خود (کچھ) کھا لے تو تو (اس کو) نہ کھائیو۔ کیونکہ اب اس نے شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔ میں نے کہا کہ بعض دفعہ میں (شکار کے لیے) اپنے کتے چھوڑتا ہوں' پھر اس کے ساتھ دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر مت کھا۔ کیونکہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی تھی۔ دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی اصل بحث کتاب الصید میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ معلوم ہوا کہ عام کتوں کی نجاست کے حکم سے سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کا استثناء ہے بشرائط معلومہ مذکورہ۔

٣٥- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوءَ إِلاَّ مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرِ

باب اس بارے میں کہ "بعض لوگوں کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کی راہ سے کچھ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّودُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ: يُعِيْدُ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔" عطاء کہتے ہیں کہ جس شخص کے پچھلے حصہ سے (یعنی دبر سے) یا اگلے حصہ سے (یعنی

الْوُضُوءَ. وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلاَةِ أَعَادَ الصَّلاَةَ وَلَمْ يَعِدِ الْوُضوءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيهِ فَلاَ وُضُوءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ : لاَ وُضُوءَ إِلاَّ مِنْ حَدَثٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلاَتِهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا زَالَ الْمُسْلِمُونَ يُصَلُّونَ فِي جِرَاحَاتِهِمْ. وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الحِجَازِ : لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوءٌ. وَعَصَرَ ابنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى دَمًا فَمَضَى فِي صَلاَتِهِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَنْ يَحْتَجِمُ : لَيْسَ عَلَيْهِ إِلاَّ غَسْلُ مَحَاجِمِهِ.

ذکر یا فرج سے) کوئی کیڑا یا جوں کی قسم کا کوئی جانور نکلے اسے چاہئے کہ وضو لوٹائے اور جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب (آدمی) نماز میں ہنس پڑے تو نماز لوٹائے اور وضو نہ لوٹائے اور حسن (بصری) نے کہا کہ جس شخص نے (وضو کے بعد) اپنے بال اتروائے یا ناخن کٹوائے یا موزے اتار ڈالے اس پر وضو نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وضو حدث کے سوا کسی اور چیز سے فرض نہیں ہے اور حضرت جابر سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذات الرقاع کی لڑائی میں (تشریف فرما) تھے۔ ایک شخص کے تیر مارا گیا اور اس (کے جسم) سے بہت خون بہا مگر اس نے پھر بھی رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پوری کر لی اور حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں کے باوجود نماز پڑھا کرتے تھے اور طاؤس' محمد بن علی اور اہل حجاز کے نزدیک خون (نکلنے) سے وضو (واجب) نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی) ایک پھنسی کو دبا دیا تو اس سے خون نکلا۔ مگر آپ نے (دوبارہ) وضو نہیں کیا اور ابن ابی اوفیٰ نے خون تھوکا۔ مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے اور ابن عمر اور حسن رضی اللہ عنہم پچھنے لگوانے والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ پچھنے لگے ہوں اس کو دھولے' دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔"

١٧٦- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبِرِيّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : ((لاَ يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلاَةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ)). فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ : الصَّوْتُ (يَعْنِي الضَّرْطَةَ).

[أطرافه في : ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧].

(۱۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سعید المقبری نے بیان کیا' وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے۔ تاوقتیکہ وہ حدث نہ کرے۔ ایک عجمی آدمی نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! حدث کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہوا جو پیچھے سے خارج ہو۔ (جسے عرف عام میں گوز مارنا کہتے ہیں)

١٧٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا)).
[راجع: ١٣٧]

(۱۷۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن عیینہ نے' وہ زہری سے' وہ عباد بن تمیم سے' وہ اپنے چچا سے' وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ (نمازی نماز سے) اس وقت تک نہ پھرے جب تک (ریح کی) آواز نہ سن لے یا اس کی بو نہ پالے۔

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو' اس وقت تک محض کسی شبہ کی بنا پر نماز نہ توڑے۔

١٧٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ أَبِي يَعْلَى الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيْهِ الْوُضُوءُ)).
وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ. [راجع: ١٣٢]

(۱۷۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا' وہ منذر سے' وہ ابو یعلیٰ ثوری سے' وہ محمد ابن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو سیلان مذی کی شکایت تھی' مگر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ تو میں نے ابن الاسود کو حکم دیا' انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا' آپؐ نے فرمایا کہ اس میں وضو کرنا فرض ہے۔ اس روایت کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا۔

١٧٩- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ: يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلاَةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ.
[طرفه في: ٢٩٢].

(۱۷۹) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا' وہ عطاء بن یسار سے نقل کرتے ہیں' انہیں زید بن خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صحبت کرے اور منی نہ نکلے۔ فرمایا کہ وضو کرے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو کو دھو لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (زید بن خالد کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی' زبیر' طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا۔ سب نے اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔

١٨٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

(۱۸۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا ہمیں نضر نے خبر دی' کہا ہم کو شعبہ نے حکم کے واسطے سے بتلایا' وہ ذکوان سے' وہ ابو صالح سے' وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرْسَلَ رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ))؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أُعْجِلْتَ - أَوْ قُحِطْتَ - فَعَلَيْكَ الْوُضُوءَ)).

نے ایک انصاری کو بلایا۔ وہ آئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔ انہوں نے کہا' جی ہاں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جلدی (کا کام) آ پڑے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تم پر وضو ہے (غسل ضروری نہیں)

تشریح یہ سب روایات ابتدائی عہد سے متعلق ہیں۔ اب صحبت کے بعد غسل فرض ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ قال النووی اعلم ان الامة مجتمعة الان علی وجوب الغسل بالجماع و ان لم یکن معه انزال و کانت جماعة من الصحابة علی انه لا یجب الا بالانزال ثم رجع بعضهم وانعقد الاجماع بعد الاخرین انتهی قلت لاشک فی ان مذهب الجمهور هوالحق والصواب (تحفۃ الاحوذی' ج:۱ ص: ۱۱۰-۱۱۱)

یعنی اب امت کا اجماع ہے کہ جماع کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ (حضرت مولانا و شیخنا علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری" فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہی حق و صواب ہے۔

٣٦- بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ

باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔

١٨١- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ. قَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ: ((الْمُصَلَّى أَمَامَكَ)).

(۱۸۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہم کو یزید بن ہارون نے یحییٰ سے خبر دی' وہ موسیٰ بن عقبہ سے' وہ کریب ابن عباس کے آزاد کردہ غلام سے' وہ اسامہ بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب عرفہ سے لوٹے' تو (پہاڑ کی) گھاٹی کی جانب مڑ گئے' اور رفع حاجت کی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ پھر (آپؐ نے وضو کیا اور) میں آپؐ کے (اعضاء) پر پانی ڈالنے لگا اور آپؐ وضو فرماتے رہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ (اب) نماز پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا نماز کا مقام تمہارے سامنے (یعنی مزدلفہ میں) ہے۔ وہاں نماز پڑھی جائے گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو میں دوسرے آدمی کی مدد لینا جائز ہے۔

١٨٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ

(۱۸۲) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' انہوں نے کہا مجھے سعد بن ابراہیم نے نافع بن جبیر بن مطعم سے بتلایا۔ انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے سنا' وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ وَأَنَّ مُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

[أطرافه في : ٢٠٣، ٢٠٦، ٣٦٣، ٣٨٨، ٢٩١٨، ٤٤٢١، ٥٧٩٨، ٥٧٩٩].

سلم کے ساتھ تھے۔ (وہاں) آپ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے (جب آپ واپس آئے' آپؐ نے وضو شروع کیا) تو مغیرہ بن شعبہ آپ کے (اعضاء وضو) پر پانی ڈالنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم وضو کر رہے تھے آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا' سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

٣٧- بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

باب بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن کرنا وغیرہ اور جو جائز ہیں ان کا بیان

وَقَالَ مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: لاَ بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ، وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ. وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ، وَإِلاَّ فَلاَ تُسَلِّمْ.

منصور نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حمام (غسل خانہ) میں تلاوت قرآن میں کچھ حرج نہیں' اسی طرح بغیر وضو خط لکھنے میں (بھی) کچھ حرج نہیں اور حماد نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اگر اس (حمام والے آدمی کے بدن) پر تہ بند ہو تو اس کو سلام کرو' اور اگر (تہ بند) نہ ہو تو سلام مت کرو۔

١٨٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ- وَهِيَ خَالَتُهُ - فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ - أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ - اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ. ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِيمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ. ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ

(١٨٣) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے مخرمہ بن سلیمان کے واسطے سے نقل کیا' وہ کریب ---- ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ---- سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے ایک رات رسول کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گذاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول کریم ﷺ اور آپ کی اہلیہ نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ سوتے رہے اور جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) لٹکا ہوا تھا

فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ. ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ١١٧]

آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا' خوب اچھی طرح' پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا' جس طرح آپؐ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر سے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں' پھر دو رکعتیں' پھر دو رکعتیں' پھر دو رکعتیں پڑھ کر اس کے بعد آپ نے وتر پڑھا اور لیٹ گئے' پھر جب مؤذن آپؐ کے پاس آیا' تو آپ نے اٹھ کر دو رکعت معمولی (طور پر) پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لا کر صبح کی نماز پڑھی۔

تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند سے اٹھنے کے بعد بغیر وضو آیات قرآنی پڑھیں' اس سے ثابت ہوا کہ بغیر وضو تلاوت قرآن شریف جائز ہے۔ وضو کر کے تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھیں اور وتر بھی ادا فرمائے' پھر لیٹ گئے' صبح کی اذان کے بعد جب مؤذن آپ کو جگانے کے لئے پہنچا تو آپ نے فجر کی سنتیں کم قرأت کے ساتھ پڑھیں' پھر فجر کی نماز کے لئے آپؐ باہر (مسجد میں) تشریف لے گئے۔

سنت فجر کے بعد لیٹنا صاحب انوار الباری کے لفظوں میں: اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد میں وتر کے بعد لیٹنا مذکور ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ سنت فجر کے بعد بھی تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔

اسی بنا پر اہلحدیث کے ہاں یہ اضطجاع معمول ہے۔ صاحب انوار الباری کے لفظوں میں اس کی بابت حنفیہ کا فتویٰ یہ ہے "حنفیہ سنت فجر کے بعد لیٹنے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور سنت مقصودہ آپ کے حق میں نہیں سمجھتے۔ للذا اگر کوئی شخص آپ کی عادت مبارکہ کی اقتداء کے طریقہ پر ایسا کرے گا ماجور ہو گا' اسی لئے ہم اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے اور جس نے ہماری طرف ایسی نسبت کی ہے وہ غلط ہے۔" (انوار الباری' ج: ۵ / ص: ۱۳۷)

اہلحدیث کے اس معمول کو برادران احناف عموماً بلکہ اکابر احناف تک بنظر تخفیف دیکھا کرتے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ محترم صاحب انوار الباری نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تسلیم کر لیا اور اس کی اقتداء کرنے والے کو ماجور قرار دیا اور بدعتی کہنے والوں کو خاطی ٹھہرایا۔ الحمد للہ اہل حدیث کے لئے باعث فخر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ اپنائیں اور ان کو اپنے لئے معمول قرار دیں جب کہ ان کا قول ہے۔

ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمدؐ ما عا شقیم بیدل دلدار ما محمدؐ

٣٨- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلاَّ مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

باب اس بارے میں کہ بعض علماء کے نزدیک صرف بے ہوشی کے شدید دورہ ہی سے وضو ٹوٹتا ہے۔

(معمولی بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا)

١٨٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي

(۱۸۴) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا مجھ سے مالک نے ہشام بن

مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ، حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي. فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللهِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ. فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلاَّنِي الْغَشْيُ، وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوقَ رَأْسِي مَاءً. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ. وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيْبًا مِنْ - فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (لاَ أَدْرِيْ أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ) يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ (أَوِ الْمُوقِنُ، لاَ أَدْرِيْ أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ) فَيَقُولُ: هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا. فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ (أَوِ الْمُرْتَابُ، لاَ أَدْرِيْ أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ) فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِيْ، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ))

[راجع: ٨٦]

عروہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ اپنی بیوی فاطمہ سے' وہ اپنی دادی اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتی ہیں' وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایسے وقت آئی جب کہ سورج کو گہن لگ رہا تھا اور لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے' کیا دیکھتی ہوں وہ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا' سبحان اللہ! میں نے کہا (کیا یہ) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ ہاں۔ تو میں بھی آپکے ساتھ نماز کیلئے کھڑی ہو گئی۔ (آپ نے اتنا قیام فرمایا کہ) مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا' آج کوئی چیز ایسی نہیں رہی جس کو میں نے اپنی اسی جگہ نہ دیکھ لیا ہو حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزمایا جائے گا۔ دجال جیسی آزمائش یا اسکے قریب قریب۔ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس (اللہ کے فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اسماء نے لفظ ایماندار کہا یا یقین رکھنے والا کہا۔ مجھے یاد نہیں۔ (بہر حال وہ شخص) کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی روشنی لے کر آئے۔ ہم نے (اسے) قبول کیا' ایمان لائے' اور (آپکا) اتباع کیا۔ پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ تو سو جا در حالیکہ تو مرد صالح ہے اور ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی' اسماء نے کون سا لفظ کہا مجھے یاد نہیں (جب اس سے پوچھا جائے گا) کہے گا کہ میں (کچھ) نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا' وہی میں نے بھی کہہ دیا۔

حضرت امام المحدثین نے اس سے ثابت کیا کہ معمولی غشی کے دورے سے وضو نہیں ٹوٹتا کہ حضرت اسماء اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں اور پھر بھی نماز پڑھتی رہیں۔

۳۹- بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ﴾

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا. وَسُئِلَ مَالِكٌ: أَيُجْزِئُ أَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ؟ فَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ.

باب اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اپنے سروں کا مسح کرو۔"

اور ابن مسیب نے کہا ہے کہ سر کا مسح کرنے میں عورت مرد کی طرح ہے۔ وہ (بھی) اپنے سر کا مسح کرے۔ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کچھ حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے دلیل میں عبداللہ بن زید کی (یہ) حدیث پیش کی، یعنی پورے سر کا مسح کرنا چاہیے۔

١٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى - أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ : نَعَمْ. فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلاَثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ: بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

(١٨٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے عمرو بن یحییٰ المازنی سے خبر دی، وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جو عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں، سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح وضو کیا ہے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے پانی کا برتن منگوایا پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی، تین بار ناک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ اس طور پر اپنے ہاتھ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے۔ (مسح) سر کے ابتدائی حصے سے شروع کیا۔ پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا، پھر اپنے پیر دھوئے۔

[أطرافه في : ١٨٦، ١٩١، ١٩٢، ١٩٧، ١٩٩].

تشریح: امام بخاریؒ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے ارشاد ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ (المائدۃ: ٦) میں کوئی حد مقرر نہیں کی کہ آدھے یا چوتھائی سر کا مسح کرو۔ جیسے ہاتھوں میں کہنیوں تک اور پیروں میں ٹخنوں تک کی قید موجود ہے تو معلوم ہوا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے جب سر پر عمامہ نہ ہو اور اگر عمامہ ہو تو پیشانی سے مسح شروع کر کے عمامہ پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے۔ عمامہ اتارنا ضروری نہیں۔ حدیث کی رو سے یہی مسلک صحیح ہے۔

٤٠- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

باب اس بارے میں کہ ٹخنوں تک پاؤں دھونا ضروری ہے۔

١٨٦- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ

(١٨٦) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے

عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ: فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. [راجع: ١٨٥].

بیان کیا' انہوں نے عمرو سے' انہوں نے اپنے باپ (یحییٰ) سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پانی کا طشت منگوایا اور ان (پوچھنے والوں) کے لیے رسول اللہ ﷺ کا سا وضو کیا۔ (پہلے طشت) سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر تین بار ہاتھ دھوئے' پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (اور پانی لیا) پھر کلی کی' ناک میں پانی ڈالا' ناک صاف کی' تین چلوؤں سے' پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور سر کا مسح کیا۔ (پہلے) آگے لائے پھر پیچھے لے گئے' ایک بار۔ پھر ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

٤١- بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوءِ النَّاسِ

باب لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا۔

[illegible] عَبْدِ اللهِ [illegible] أَهْلَهُ أَنْ يَتَوَضَّئُوا [illegible].

جریر بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیں۔

یعنی مسواک جس پانی میں ڈوبی رہتی تھی' اس پانی سے گھر کے لوگوں کو بخوشی وضو کرنے کے لیے کہتے تھے۔

١٨٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ.[أطرافه في : ٣٧٦، ٤٩٥، ٤٩٩، ٥٠١، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩].

(١٨٧) ہم سے آدم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حکم نے بیان کیا' انہوں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے تو آپ کے لئے وضو کا پانی حاضر کیا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر اسے (اپنے بدن پر) پھیرنے لگے۔ آپؐ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور آپ کے سامنے (آڑ کے لئے) ایک نیزہ تھا۔

۱۸۸- وَقَالَ أَبُو مُوسَى: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ، وَمَجَّ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: ((اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا)).

(۱۸۸) (اور ایک دوسری حدیث میں) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا۔ جس میں پانی تھا۔ اس سے آپؐ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اسی پیالہ میں منہ دھویا اور اس میں کلی فرمائی' پھر فرمایا' تو تم لوگ اس کو پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔

[طرفاه في : ۱۹۶، ٤٣٢٨].

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں۔ جیسے کہ آپ کی کلی کا پانی کہ اس کو آپؐ نے انہیں پی لینے کا حکم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی پاک ہے۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ: وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ. وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهِ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ. [راجع: ۷۷].

(۱۸۹) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے' کہا ہم سے میرے باپ نے' انہوں نے صالح سے سنا۔ انہوں نے ابن شہاب سے' کہا انہیں محمود بن الربیع نے خبر دی' ابن شہاب کہتے ہیں محمود وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو رسول کریم ﷺ نے ان ہی کے کنویں (کے پانی) سے ان کے منہ میں کلی ڈالی تھی اور عروہ نے اسی حدیث کو مسور وغیرہ سے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک (راوی) ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے بچے ہوئے وضو کے پانی پر صحابہؓ جھگڑنے کے قریب ہو جاتے تھے۔

یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الشروط میں نقل کی ہے اور یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے جب مشرکوں کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آپ سے گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس نے واپس ہو کر مشرکین مکہ سے صحابہ کرام کی جان نثاری کو والہانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ ایسے سچے فدائی ہیں کہ آپ کے وضو سے جو پانی بچ رہتا ہے اس کو لینے کے لئے ایسے دوڑتے ہیں گویا قریب ہے کہ لڑ مریں گے۔ اس سے بھی آب مستعمل کا پاک ہونا ثابت ہوا۔

۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْجَعْدِ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُولُ: ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَقِعٌ، فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ. ثُمَّ تَوَضَّأَ

(۱۹۰) ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے جعد کے واسطے سے بیان کیا' کہا انہوں نے سائب بن یزید سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میری خالہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے' آپ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی' پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔

فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الحَجَلَةِ.

[أطرافه في: ٣٥٤٠، ٣٥٤١، ٥٦٧٠، ٦٣٥٢].

پھر میں آپ کی کمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے مونڈھوں کے درمیان ایسی تھی جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی۔ (یا کبوتر کا انڈا)

وضو کا بچا ہوا پانی پاک تھا تب ہی تو اسے پیا گیا۔ پس جو لوگ آب مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔

٤٢- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

باب ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کے بیان میں۔

١٩١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلاَثًا. فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى المِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ١٨٥].

(۱۹۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (وضو کرتے وقت) انہوں نے برتن سے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ پھر انہیں دھویا۔ پھر دھویا۔ (یا یوں کہا کہ) کلی کی اور ناک میں ایک چلو سے پانی ڈالا۔ اور تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا۔ اگلی جانب اور پچھلی جانب کا اور ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے' پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا وضو اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

یہ شک امام بخاری کے استاد شیخ مسدد سے ہوا ہے۔ مسلم کی روایت میں شک نہیں ہے۔ صاف یوں مذکور ہے کہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اسے نکالا اور کلی کی حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

٤٣- بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

باب سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں۔

١٩٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ،

(۱۹۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا' ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے وضو کے بارے میں پوچھا۔ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی

فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلاَثًا ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلاَثًا بِثَلاَثِ غَرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدِهِ وَأَدْبَرَ بِهَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. وَحَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً. [راجع: ١٨٥].

کا ایک طشت منگوایا' پھر ان (لوگوں) کے دکھانے کے لئے وضو (شروع) کیا۔ (پہلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا۔ پھر انہیں تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی' تین چلوؤں سے تین دفعہ۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو بار دھوئے (پھر) سر پر مسح کیا اس طرح کہ (پہلے) آگے کی طرف اپنا ہاتھ لائے پھر پیچھے کی طرف لے گئے۔ پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے (دوسری روایت میں) ہم سے موسیٰ نے' ان سے وہیب نے بیان کیا کہ آپ نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔

معلوم ہوا کہ ایک بار تو وضو میں دھوئے جانے والے ہر عضو کا دھونا فرض ہے۔ دو مرتبہ دھونا کافی ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اسی طرح کلی اور ناک میں پانی ایک چلو سے سنت ہے۔ سر کا مسح ایک بار کرنا چاہیے' دو بار یا تین بار نہیں ہے۔

٤٤- بَابُ وُضُوءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ، وَفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

باب اس بارے میں کہ خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا جائز ہے۔

وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَةٍ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور عیسائی عورت کے گھر کے پانی سے وضو کیا۔

یہ دو جدا جدا اثر ہیں پہلے کو سعید بن منصور نے اور دوسرے کو شافعی اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض صرف یہ ہے کہ جیسے بعض لوگ عورت کے بچے ہوئے پانی سے طہارت کرنا منع سمجھتے تھے' اسی طرح گرم پانی سے یا کافر کے گھر کے پانی سے بھی منع سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ گرم پانی سے بھی اور کافر کے گھر کے پانی سے بھی بشرطیکہ اس کا پاک ہونا یقینی ہو' طہارت کی جا سکتی ہے۔

١٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ جَمِيعًا.

(۱۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو مالک نے نافع سے خبر دی' وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ (ایک ہی برتن سے) وضو کیا کرتے تھے۔

(یعنی وہ مرد اور عورتیں جو ایک دوسرے کے محرم ہوتے)

٤٥- بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوءَهُ عَلَى الْمُغْمَى عَلَيْهِ

باب رسول کریم ﷺ کا ایک بے ہوش آدمی پر اپنے وضو کا پانی چھڑکنے کے بیان میں۔

١٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيْضٌ لاَ أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَعَقَلْتُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَنِ الْمِيْرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلاَلَةٌ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ.

[أطرافه في : ٤٥٧٧، ٥٦٥١، ٥٦٦٤، ٥٦٧٦، ٦٧٢٣، ٦٧٤٣، ٧٣٠٩].

(۱۹۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے محمد بن المنکدر کے واسطے سے' انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ میں بیمار تھا ایسا کہ مجھے ہوش تک نہیں تھا۔ آپؐ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا' تو مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میرا وارث کون ہو گا؟ میرا تو صرف ایک کلالہ وارث ہے۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔

کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ دادا ہو' نہ اس کی اولاد ہو۔ باب کی مناسبت اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے وضو کا بچا ہوا پانی جابر پر ڈالا۔ اگر یہ ناپاک ہوتا تو آپؐ نہ ڈالتے۔ آیت یوں ہے۔ ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ﴾ (النساء: ۱۷۶) تفصیلی ذکر کتاب التفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٤٦- بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

باب لگن' پیالے' لکڑی اور پتھر کے برتن سے غسل اور وضو کرنے کے بیان میں۔

١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : حَضَرَتِ الصَّلاَةُ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِن حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قُلْنَا: كَمْ كُنْتُمْ. قَالَ : ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.

[راجع: ١٦٩].

(۱۹۵) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' کہا ہم کو حمید نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے انس سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آ گیا' تو جس شخص کا مکان قریب ہی تھا وہ وضو کرنے اپنے گھر چلا گیا اور کچھ لوگ (جن کے مکان دور تھے) رہ گئے۔ تو رسول کریم ﷺ کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا۔ جس میں کچھ پانی تھا اور وہ اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے۔ (مگر) سب نے اس برتن کے پانی سے وضو کر لیا' ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کتنے نفر تھے؟ کہا اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ ہی تھے۔

یہ رسول کریمؐ کا معجزہ تھا کہ اتنی قلیل مقدار سے اتنے لوگوں نے وضو کر لیا۔

١٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

(۱۹۶) ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابوبردہ سے' وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ

عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ. [راجع: ١٨٨].

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ پھر اس میں آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسی میں کلی کی۔

گو اس حدیث میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ مگر منہ ہاتھ دھونے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے پورا ہی وضو کیا تھا اور راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ باب کا مطلب نکلنا ظاہر ہے۔

١٩٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ، فَتَوَضَّأَ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. [راجع: ١٨٥].

(۱۹۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبداللہ بن زید سے نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ (ہمارے گھر) تشریف لائے' ہم نے آپؐ کے لئے تانبے کے برتن میں پانی نکالا۔ (اس سے) آپؐ نے وضو کیا۔ تین بار چہرہ دھویا' دو دو بار ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا (اس طرح کہ) پہلے آگے کی طرف (ہاتھ) لائے۔ پھر پیچھے کی جانب لے گئے اور پیر دھوئے۔

معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن میں پانی لے کر اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

١٩٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلاَهُ فِي الأَرْضِ: بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ - قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الآخَرُ؟ فَقُلْتُ: لاَ. قَالَ : هُوَ عَلِيٌّ - وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ : ((هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ

(۱۹۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی' کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپؐ نے اپنی (دوسری) بیویوں سے اس بات کی اجازت لے لی کہ آپ کی تیمار داری میرے ہی گھر کی جائے۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی' (ایک روز) رسول کریم ﷺ دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لے کر) گھر سے نکلے۔ آپ کے پاؤں (کمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھسٹتے جاتے تھے' حضرت عباسؓ اور ایک آدمی کے درمیان (آپ باہر) نکلے تھے۔ عبیداللہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی' تو وہ بولے' تم جانتے ہو دوسرا آدمی کون تھا' میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ کہنے لگے وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی تھیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا

تُحلَلْ أَوْكِيَتُهنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ)). وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ. ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

[أطرافه في: ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣].

میرے اوپر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو' جن کے سربند نہ کھولے گئے ہوں۔ تاکہ میں (سکون کے بعد) لوگوں کو کچھ وصیت کروں۔ (چنانچہ) آپ کو حضرت حفصہ رسول اللہ کی (دوسری) بیوی کے لگن میں (جو تانبے کا تھا) بٹھادیا گیا اور ہم نے آپ پر ان مشکوں سے پانی بہانا شروع کیا۔ جب آپ ہم کو اشارہ فرمانے لگے کہ بس اب تم نے اپنا کام پورا کر دیا تو اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔

بعض تیز بخاروں میں ٹھنڈے پانی سے مریض کو غسل دلانا بے حد مفید ثابت ہوا۔ آج کل برف بھی ایسے مواقع پر سر اور جسم پر رکھی جاتی ہے۔ باب میں جن جن برتنوں کا ذکر تھا احادیث مذکورہ میں ان سب سے وضو کرنا ثابت ہوا۔

٤٧- بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ التَّوْرِ

باب طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں۔

١٩٩- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوءِ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ فَأَدْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ.

[راجع: ١٨٥].

(۱۹۹) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے' کہا مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میرے چچا بہت زیادہ وضو کیا کرتے تھے (یا یہ کہ وضو میں بہت پانی بہاتے تھے) ایک دن انہوں نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بتلایئے رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا۔ اس کو (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا۔ پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) ایک چلو سے کلی کی اور تین مرتبہ ناک صاف کی۔ پھر اپنے ہاتھوں سے ایک چلو (پانی) لیا اور تین بار اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا۔ تو (پہلے اپنے ہاتھ) پیچھے لے گئے' پھر آگے کی طرف لائے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اسی طرف وضو کرتے دیکھا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث لا کر یہاں طشت سے براہ راست وضو کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔

٢٠٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ، قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ. قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مِنْهُ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

(٢٠٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد نے' وہ ثابت سے' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ تو آپ کے لئے ایک چوڑے منہ کا پیالہ لایا گیا جس میں کچھ تھوڑا پانی تھا' آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ انس کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ انس کہتے ہیں کہ اس (ایک پیالہ) پانی سے جن لوگوں نے وضو کیا' وہ ستر سے اسی تک تھے۔

[راجع: ١٦٩].

یہ حدیث پہلے بھی آ چکی ہے' یہاں اس برتن کی ایک خصوصیت یہ ذکر کی ہے کہ وہ چوڑے منہ کا پھیلا ہوا برتن تھا۔ جس میں پانی کی مقدار کم آتی ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ اتنی کم مقدار سے اسی آدمیوں نے وضو کر لیا۔

٤٨- بَابُ الْوُضُوءِ بِالْمُدِّ

باب مد سے وضو کرنے کے بیان میں

٢٠١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ - أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ - بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

(٢٠١) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے مسعر نے' کہا مجھ سے ابن جبیر نے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوتے یا (یہ کہا کہ) جب نہاتے تو ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک (پانی استعمال فرماتے تھے) اور جب وضو فرماتے تو ایک مد (پانی) سے۔

تشریح: ایک پیمانہ عرب میں رائج تھا جس میں ایک رطل اور تہائی رطل آتا تھا' اسے مد کہا کرتے تھے۔ اس حدیث کی روشنی میں سنت یہ ہے کہ وضو ایک مد پانی سے کم سے نہ کرے اور غسل ایک صاع پانی سے کم سے نہ کرے۔ صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ایک رطل اور تہائی رطل کا ہمارے ملک کے وزن سے صاع سوا دو سیر ہوتا ہے اور مد آدھ سیر سے کچھ زیادہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو میں دو رطل پانی کافی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ باختلاف اشخاص و حالات یہ مقدار مختلف ہوئی ہے۔ پانی میں اسراف کرنا اور بے ضرورت بہانا ہر حال میں منع ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تجاوز نہ کیا جائے۔

باب اور روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وضو اور غسل میں تعیین مقدار کے قائل ہیں۔ ائمہ حنفیہ میں سے حضرت امام محمد رحمہ اللہ بھی تعیین مقدار کے قائل اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ہم نوا ہیں۔

علامہ ابن قیم نے اغاثۃ اللهفان میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان وسواس والے لوگوں کا رد کیا ہے جو وضو اور غسل میں مقدار نبوی کو بنظر تخفیف دیکھتے ہوئے تکثیر ماء پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ شیطان کا ایک مکر ہے جس میں یہ لوگ بری طرح سے گرفتار ہوئے ہیں اور بجائے ثواب کے مستحق عذاب بنتے ہیں۔ تفصیل کے لئے تہذیب الایمان ترجمہ اغاثۃ اللهفان مطبوعہ بریلی کا ص: ١٤٦ ملاحظہ کیا جائے۔

اوپر جس صاع کا ذکر ہوا ہے اسے صاع حجازی کہا جاتا ہے' صاع عراقی جو حنفیہ کا معمول ہے وہ آٹھ رطل اور ہندوستانی حساب سے وہ صاع عراقی تین سیر چھ چھٹانک بنتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صاع حجازی ہی مروج تھا۔ فخر المحدثین حضرت علامہ

عبدالرحمن صاحب مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ والحاصل انه لم يقم دليل صحيح على ما ذهب اليه ابو حنيفة من ان المد رطلان ولذالک ترک الامام ابويوسف مذهبه واختار ما ذهب اليه جمهور اهل العلم ان المد رطل وثلث رطل قال البخاری فی صحيحه باب صاع المدينة و مد النبی صلی الله عليه وسلم و برکته و ما توارث اهل المدينة من ذالک قرنا بعد قرن انتهی الی اخره (تحفة الاحوذی' ج:١/ ص :٥٩ - ٦٠) خلاصہ یہ کہ مد کے وزن دو رطل ہونے پر جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہوئی۔ اسی لئے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت امام حنیفہؒ کے اولین شاگرد رشید ہیں' انہوں نے صاع کے بارے میں حنفی مذہب چھوڑ کر جمہور اہل علم کا مذہب اختیار فرمالیا تھا کہ بلاشک مد رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے جامع الصحیح میں صاع المدینہ اور مدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے باب منعقد کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہی برکت والا صاع تھا جو مدینہ میں بڑوں سے چھوٹوں تک بطور ورثہ کے نقل ہوتا رہا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب مدینۃ المنورہ تشریف لائے اور امام دارالہجرۃ حضرت امام مالکؒ سے ملاقات فرمائی تو صاع کے بارے میں ذکر چل پڑا۔ جس پر حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ رطل والا صاع پیش کیا۔ جسے سن کر حضرت امام مالکؒ اپنے گھر تشریف لے گئے' اور ایک صاع لے کر آئے اور فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولہ صاع یہی ہے۔ جسے وزن کرنے پر پانچ رطل اور ثلث کا پایا گیا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اسی وقت صاع عراقی سے رجوع فرما کر صاع مدنی کو اپنا مذہب قرار دیا۔

تعجب ہے کہ بعض علماء احناف نے حضرت امام ابو یوسفؒ کے اس واقعہ کا انکار فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت امام بیہقی اور حضرت امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے جسے علامہ مبارکپوریؒ نے تحفۃ الاحوذی' جلد: اول / ص: ٦٠ پر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔

واخرج الطحاوی فی شرح الآثار قال حدثنا ابن ابی عمران قال اخبرنا علی بن صالح و بشر بن الوليد جميعا عن ابی يوسف قال قدمت المدينة فاخرج الی من اثق به صاعا فقال هذا صاع النبی صلی الله عليه وسلم فقدرته فوجدته خمسة ارطال و ثلث رطل و سمعت ابن ابی عمران يقول يقال ان الذی اخرج هذا لا بی يوسف هو مالک ابن انس۔

یعنی حضرت امام طحاوی حنفیؒ نے اپنی سند کے ساتھ شرح الآثار میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ امام بیہقیؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کے سفرحج کا واقعہ بھی سند صحیح کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ حج کے موقع پر جب مدینہ شریف تشریف لے گئے اور صاع کی تحقیق چاہی تو انصار و مہاجرین کے پچاس بوڑھے اپنے اپنے گھروں سے صاع لے لے کر آئے' ان سب کو وزن کیا گیا تو بخلاف صاع عراقی کے وہ پانچ رطل اور ثلث رطل کا تھا۔ ان جملہ بزرگوں نے بیان کیا کہ یہی صاع ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہمارے ہاں مروج ہے۔ جسے سن کر حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے صاع کے بارے میں اہل مدینہ کا مسلک اختیار فرمالیا۔

علمائے احناف نے اس بارے میں جن جن تاویلات سے کام لیا ہے اور جس جس طرح سے صاع حجازی کی تردید و تخفیف کر کے اپنی تقلید جامد کا ثبوت پیش فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ آئندہ کسی موقع پر اور تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی ان شاء اللہ۔

الحمد للہ کہ عصر حاضر میں بھی اکابر علمائے حدیث کے ہاں صاع حجازی مع سند موجود ہے۔ جسے وہ بوقت فراغت اپنے ارشد تلامذہ کو سند صحیح کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت دیا کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ محترم حضرت مولانا ابو محمد عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم شکراوہ کے پاس بھی اس صاع کی نقل بسند صحیح موجود ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

٤٩- بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں۔

٢٠٢- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرٌو قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو

(٢٠٢) ہم سے اصبغ ابن الفرج نے بیان کیا' وہ ابن وہب سے کرتے ہیں' کہا مجھ سے عمرو نے بیان کیا' کہا مجھ سے ابوالنضر نے ابو سلمہ بن

النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: نَعَمْ، إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ. وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ : أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهُ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللهِ نَحْوَهُ.

عبدالرحمٰن کے واسطے سے نقل کیا' وہ عبداللہ بن عمر سے' وہ سعد بن ابی وقاص سے' وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد ماجد عمر رضی اللہ عنہ سے اسکے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (سچ ہے اور یاد رکھو) جب تم سے سعد رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرمائیں۔ تو اسکے متعلق ان کے سوا (کسی) دوسرے آدمی سے مت پوچھو اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو النضر نے بتلایا' انہیں ابو سلمہ نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص نے ان سے (رسول اللہ ﷺ کی یہ) حدیث بیان کی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ سے ایسا کہا۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عمر جب حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس کوفہ آئے' اور انہیں موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپؐ بھی مسح کیا کرتے تھے' انہوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت سعد کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سعد کی روایت واقعی قابل اعتماد ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ کسی اور سے تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں۔

موزوں پر مسح کرنا تقریباً ستر صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت سے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت جو آگے آ رہی ہے۔ وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بیان کی گئی ہے' سورۂ مائدہ اس سے پہلے اتر چکی تھی اور دوسرے راوی جریر بن عبداللہ بھی سورۂ مائدہ اترنے کے بعد اسلام لائے بہر حال تمام صحابہ کے اتفاق سے موزوں کا مسح ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

٢٠٣- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ. [راجع: ١٨٢].

(٢٠٣) ہم سے عمرو بن خالد الحرانی نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے نقل کیا' وہ سعد بن ابراہیم سے' وہ نافع بن جبیر سے وہ عروہ ابن المغیرہ سے وہ اپنے باپ مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ (ایک دفعہ) آپؐ رفع حاجت کے لئے باہر گئے تو مغیرہ پانی کا ایک برتن لے کر آپ کے پیچھے گئے' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو مغیرہ نے (آپ کو وضو کراتے ہوئے) آپ (کے اعضاء مبارکہ) پر پانی ڈالا۔ آپؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

٢٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

(٢٠٤) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابو سلمہ سے' انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری سے نقل کیا' انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے

رَأَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ. وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبَانٌ عَنْ يَحْيَى.

[طرفه في : ٢٠٥].

رسول کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کی متابعت میں حرب اور ابان نے یحییٰ سے حدیث نقل کی ہے۔

٢٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ. وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمْرٍو رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ.

(۲۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی' کہا ہم کو اوزاعی نے یحییٰ کے واسطے سے خبر دی' وہ ابو سلمہ سے' وہ جعفر بن عمرو سے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنے عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ اس کو روایت کیا معمر نے یحییٰ سے' وہ ابو سلمہ سے' انہوں نے عمرو سے متابعت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا (آپ واقعی ایسا ہی کیا کرتے تھے)

تشریح عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قلت احادیث المسح علی العمامة اخرجه البخاری و مسلم والترمذی و احمد والنسائی و ابن ماجة وغیر واحد من الائمة من طرق قویة متصلة الاسانید و ذهب الیه جماعة من السلف کما عرفت و قدثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم انه مسح علی الراس فقط و علی العمامة فقط و علی الراس والعمامة معا والکل صحیح ثابت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم موجود فی کتب الائمة الصحاح والنبی صلی الله علیه وسلم مبین عن الله تبارک و تعالٰی الخ (عون المعبود' ج:۱/ ص:۵۶)

یعنی عمامہ پر مسح کی احادیث بخاری' مسلم' ترمذی' احمد' نسائی' ابن ماجہ اور بھی بہت سے اماموں نے پختہ متصل اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں اور سلف کی ایک جماعت نے اسے تسلیم کیا ہے اور آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے خالی سر پر مسح فرمایا اور خالی عمامہ پر بھی مسح فرمایا اور سر اور عمامہ ہر دو پر اکٹھے بھی مسح فرمایا۔ یہ تینوں صورتیں رسول کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اور ائمہ کرام کی کتب صحاح میں یہ موجود ہیں اور نبی ﷺ اللہ پاک کے فرمان ﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ﴾ (المائدۃ : ٦) کے بیان فرمانے والے ہیں۔ (لہٰذا آپ کا یہ عمل وحی خفی کے تحت ہے)

عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا من لم یطهره المسح علی العمامة فلا طهره الله رواه الخلال باسناده یعنی جس شخص کو عمامہ پر مسح نے پاک نہ کیا پس خدا بھی اس کو پاک نہ کرے۔ اس بارے میں حنفیہ نے بہت سی تاویلات کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ عمامہ پر مسح کرنا بدعت ہے۔ بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے پیشانی پر مسح کر کے پگڑی کو درست کیا ہو گا۔ جسے راوی نے پگڑی کا مسح گمان کر لیا۔ بعض نے کہا کہ چوتھائی سر کا مسح جو فرض تھا اسے کرنے کے بعد آپ نے سنت کی تکمیل کے لئے بجائے مسح بقیہ سر کے پگڑی پر مسح کر لیا۔ بعض نے کہا کہ پگڑی پر آپ نے مسح کیا تھا۔ مگر وہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت العلام مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی مرحوم: مناسب ہو گا کہ ان جملہ احتمالات فاسدہ کے جواب میں ہم سرتاج علماء دیو بند حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کر دیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عمامہ پر مسح کرنے کا مسئلہ حق و ثابت ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک واضح و حق بات یہ ہے کہ مسح عمامہ تو احادیث سے ثابت ہے اور اسی لئے ائمہ ثلاثہ نے بھی (جو صرف مسح عمامہ

کو ادائے فرض کے لئے کافی نہیں سمجھتے) اس امر کو تسلیم کر لیا ہے اور استحباب یا استیعاب کے طور پر اس کو مشروع بھی مان لیا ہے۔ پس اگر اس کی کچھ اصل نہ ہوتی تو اس کو کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف الفاظ پر جمود کر کے دین بناتے ہیں۔ بلکہ امور دین کی تعیین کے لئے میرے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ امت کا توارث اور ائمہ کا مسلک مختار معلوم کیا جائے۔ کیونکہ وہ دین کے ہادی و رہنما اور اس کے مینار و ستون تھے اور ان ہی کے واسطے سے ہم کو دین پہنچا ہے۔ ان پر اس کے بارے میں پورا اعتماد کرنا پڑے گا اور اس کے بارے میں کسی قسم کی بھی بدگمانی مناسب نہیں ہے۔

غرض مسح عمامہ کو جس حد تک ثابت ہوا ہمیں دین کا جزو ماننا ہے' اسی لئے اس کو بدعت کہنے کی جرات بھی ہم نہیں کر سکتے (جو بعض کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے)" (انوار الباری' جلد: ۵ / ص: ۱۹۲)

برادران احناف جو اہلحدیث سے خواہ مخواہ اس قسم کے فروعی مسائل میں جھگڑتے رہتے ہیں' وہ اگر حضرت مولانا مرحوم کے اس بیان کو نظر انصاف ملاحظہ کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مسلک اہلحدیث کے فروعی و اصولی مسائل ایسے نہیں ہیں جن کو با آسانی متروک العمل اور قطعی غیر مقبول قرار دے دیا جائے۔ مسلک اہلحدیث کی بنیاد خالص کتاب و سنت پر ہے۔ جس میں قیل و قال و آرائے رجال سے کچھ گنجائش نہیں ہے۔ جس کا مختصر تعارف یہ ہے۔

صد شکر کہ درمذہب ماحیلہ و فن نیست ما اہلحدیثیم دغا را نہ شناسیم

٥٠- بَابُ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

باب وضو کر کے موزے پہننے کے بیان میں۔

٢٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ)) فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. [راجع: ٢٠٤].

(۲۰۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے زکریا نے یحییٰ کے واسطے سے نقل کیا' وہ عامر سے وہ عروہ بن مغیرہ سے' وہ اپنے باپ (مغیرہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھا' تو میں نے چاہا (کہ وضو کرتے وقت) آپ کے موزے اتار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں رہنے دو۔ چونکہ جب میں نے انہیں پہنا تھا تو میرے پاؤں پاک تھے۔ (یعنی میں وضو سے تھا) پس آپؐ نے ان پر مسح کیا۔

مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات تک مسلسل موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے' کم از کم چالیس اصحاب نبوی سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت نقل ہوئی ہے۔

٥١- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ

باب اس بارے میں کہ بکری کا گوشت اور ستو کھا کر نیا وضو نہ کرنا ثابت ہے۔

وَأَكَلَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّؤُوا.

"اور حضرت ابو بکر' عمر' اور عثمان رضی اللہ عنہم نے گوشت کھایا اور نیا وضو نہیں کیا۔"

٢٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

(۲۰۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أُسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[طرفاه في : ٥٤٠٤، ٥٤٠٥].

امام مالک نے زید بن اسلم سے خبر دی' وہ عطاء بن یسار سے' وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا۔ پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

٢٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَى السِّكِّينَ فَصَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[أطرافه في : ٦٧٥، ٢٩٢٣، ٥٤٠٨، ٥٤٢٢، ٥٤٦٢].

(۲۰۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہمیں لیث نے عقیل سے خبر دی' وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں' انہیں جعفر بن عمرو بن امیہ نے اپنے باپ عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے' پھر آپ نماز کے لئے بلائے گئے تو آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی' نیا وضو نہیں کیا۔

کسی بھی جائز اور مباح چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا' جن روایات میں ایسے وضو کرنے کا ذکر آیا ہے وہاں لغوی وضو یعنی صرف ہاتھ منہ دھونا۔ کلی کرنا مراد ہے۔

٥٢- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص ستو کھا کر صرف کلی کرے اور نیا وضو نہ کرے

٢٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ - فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلاَّ بِالسَّوِيقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ، فَأَكَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

(۲۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے امام مالک نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے خبر دی' وہ بشیر بن یسار ---- بنی حارثہ کے آزاد کردہ غلام ---- سے روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ فتح خیبر والے سال وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صہبا کی طرف' جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے' پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی' پھر ناشتہ منگوایا گیا تو سوائے ستو کے اور کچھ نہیں لایا گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ بھگو دیا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے (بھی) کھایا۔ پھر مغرب (کی نماز) کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کلی کی اور ہم نے (بھی) پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں

[أطرافه في : ٢١٥، ٢٩٨١، ٤١٧٥، ٤١٩٥، ٥٣٨٤، ٥٣٩٠، ٥٤٠٤، ٥٤٥٥]. کیا۔

٢١٠- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

(۲۱۰) ہم سے اصبغ نے بیان کیا' کہا مجھے ابن وہب نے خبردی' کہا مجھے عمرو نے بکیر سے' انہوں نے کریب سے' ان کو حضرت میمونہ زوجۂ رسول کریم ﷺ نے بتلایا کہ آپؐ نے ان کے یہاں (بکری کا) شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں فرمایا۔

یہاں حضرت امام ؒ نے ثابت فرمایا کہ بکری کا شانہ کھانے پر آپ نے وضو نہیں فرمایا تو ستو کھا کر بھی وضو نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

٥٣- بَابُ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

باب اس بارے میں کہ کیا دودھ پی کر کلی کرنی چاہئے؟

٢١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالاَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ: ((إِنَّ لَهُ دَسَمًا)).
تَابَعَهُ يُونُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفه في : ٥٦٠٩].

(۲۱۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' وہ عقیل سے' وہ ابن شہاب سے' وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے' وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا' پھر کلی کی اور فرمایا اس میں چکنائی ہوتی ہے۔
اس حدیث میں عقیل کی یونس اور صالح بن کیسان نے زہری سے متابعت کی ہے۔

٥٤- بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ، وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوءًا

باب سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں

اور بعض علماء کے نزدیک ایک یا دو مرتبہ کی اونگھ سے یا (نیند کا) ایک جھونکا آجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

٢١٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لاَ يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ

(۲۱۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا مجھ کو مالک نے ہشام سے' انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کو اونگھ آجائے' تو چاہیے کہ وہ سو رہے یہاں تک کہ نیند (کا اثر) اس سے ختم ہو جائے۔ اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور وہ اونگھ رہا ہو تو وہ کچھ نہیں جانے گا کہ وہ (خدا

نَفْسَهُ)).

سے) مغفرت طلب کر رہا ہے یا اپنے نفس کو بد دعا دے رہا ہے۔

٢١٣- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُم فِي الصَّلاَةِ فَلْيَنَمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ)).

(۲۱۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوارث نے' کہا ہم سے ایوب نے ابو قلابہ کے واسطے سے نقل کیا' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ رسول اللہ ﷺ سے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز میں اونگھنے لگو تو سو جانا چاہئے۔ پھر اس وقت نماز پڑھے جب جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

فرض نماز کے لئے بہر حال جاگنا ہی چاہئے جیسا کہ بعض مواقع پر آنحضرت ﷺ کو بھی جگایا جاتا تھا۔

٥٥- بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باب بغیر حدث کے بھی نیا وضو کرنا جائز ہے۔

٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا. ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ. قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ: يُجْزِىءُ أَحَدَنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

(۲۱۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے عمرو بن عامر کے واسطے سے بیان کیا' کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ (دوسری سند سے) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحیٰی نے' وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں' ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا' وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ہر نماز کے لئے نیا وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا تم لوگ کس طرح کرتے تھے' کہنے لگے ہم میں سے ہر ایک کو اس کا وضو اس وقت تک کافی ہوتا' جب تک کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آجاتی۔ (یعنی پیشاب' پاخانہ' یا نیند وغیرہ)

٢١٥- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلاَّ بِالسَّوِيْقِ، فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٩].

(۲۱۵) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے یحیٰی بن سعید نے خبر دی' انہیں بشیر بن یسار نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بتلایا انہوں نے کہا کہ ہم خیبر والے سال رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہمراہ جب صہباء میں پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کھانے منگوائے۔ مگر (کھانے میں) صرف ستو ہی لایا گیا۔ سو ہم نے (اسی کو) کھایا اور پیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تو آپؐ نے کلی کی' پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ہر نماز کے لئے نیا وضو مستحب ہے۔ مگر ایک ہی وضو سے آدمی کئی نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

٥٦- بَابُ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ لاَ يَسْتَتِرَ مِنْ بَولِهِ

باب اس بارے میں کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے۔

٢١٦- حَدَّثَنَا عثمانُ قال: حدَّثَنا جَرِيرٌ عن مَنصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ المدِينَةِ - أَوْ مَكَّةَ - فَسَمِعَ صَوتَ إِنسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ - ثُمَّ قَالَ - بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَولِهِ، وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)) ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً، فَقِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)).

[أطرافه في : ٢١٨، ١٣٦١، ١٣٧٨، ٦٠٥٢، ٦٠٥٥].

(۲۱۶) ہم سے عثمان نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا' وہ مجاہد سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ (وہاں) آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپؐ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے (کھجور کی) ایک ڈالی منگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپؐ نے کیوں کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔

تشریح: اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوا۔ یہ دونوں قبروں والے مسلمان ہی تھے اور قبریں بھی نئی تھیں۔ ہری ڈالیاں تسبیح کرتی ہیں اس وجہ سے عذاب میں کمی ہوئی ہو گی۔ بعض کہتے ہیں کہ عذاب کا کم ہونا آپؐ کی دعا سے ہوا تھا ان ڈالیوں کا اثر نہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٥٧- بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ

باب پیشاب کو دھونے کے بیان میں

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ: كَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ.

اور یہ کہ رسول کریم ﷺ نے ایک قبر والے کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اپنے پیشاب سے بچنے کی کوشش نہیں کیا کرتا تھا' آپؐ نے آدمی کے پیشاب کے علاوہ کسی اور کے پیشاب کا ذکر نہیں فرمایا۔

٢١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي

(۲۱۷) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی' کہا مجھے روح بن القاسم نے بتلایا' کہا

رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ يَغْسِلُ بِهِ. [راجع: ١٥٠].

مجھ سے عطاء بن ابی میمونہ نے بیان کیا' وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لاتا۔ آپ اس سے استنجاء فرماتے۔

بَابٌ

باب

٢١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ)) ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوا : يَا رَسُوْلَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: ((لَعَلَّه يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا)). قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ. [راجع: ٢١٦].

(۲۱۸) ہم سے محمد بن المثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے محمد بن حازم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے مجاہد کے واسطے سے روایت کیا' وہ طاؤس سے' وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم دو قبروں پر گذرے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں سے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک ہری ٹہنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپؐ نے (ایسا) کیوں کیا؟ آپؐ نے فرمایا' شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے۔ ابن المثنیٰ نے کہا کہ اس حدیث کو ہم سے وکیع نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' انہوں نے مجاہد سے اسی طرح سنا۔

لا یستومن البول کا ترجمہ یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ بعض روایات میں لایستنزہ آیا ہے جس کا مطلب یہ کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا۔ مقصد ہر دو لفظوں کا ایک ہی ہے۔)

٥٨- بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ الأَعْرَابِيَّ حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

باب رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کا ایک دیہاتی کو چھوڑ دینا جب تک کہ وہ مسجد میں پیشاب سے فارغ نہ ہو گیا۔

٢١٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ

(۲۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام نے' کہا ہم سے اسحاق نے انس بن مالک کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو

فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((دَعُوهُ)). حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

[طرفاه في : ۲۲۱، ۶۰۲۵].

لوگوں سے آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ فارغ ہو گیا تو پانی منگا کر آپ نے (اس جگہ) بہا دیا۔

(مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے)

۵۹- بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دینے کے بیان میں

۲۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعُوهُ، وَهَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ - أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ - فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ)).

[طرفه في : ۶۱۲۸].

(۲۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ تو لوگ اس پر جھپٹنے لگے۔ (یہ دیکھ کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا بھرا ہوا ڈول یا کچھ کم بھرا ہوا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو' سختی کے لئے نہیں۔

درمیان میں روکنے سے بیماری کا اندیشہ تھا' اس لئے آپؐ نے از راہ شفقت اسے فارغ ہونے دیا اور بعد میں اسے سمجھا دیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہو اور اس جگہ کو پاک کرا دیا۔ کاش! ایسے اخلاق آج بھی مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں۔

۲۲۱- وَ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ح حَدَّثَنَا خَالِدٌ. قَالَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ : جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ. فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ.

(۲۲۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی' کہا ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند یہ ہے) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے بیان کیا' کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو منع کیا تو رسول کریم ﷺ نے انہیں روک دیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ نے اس (کے پیشاب) پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہا دیا گیا۔

باب کا منشا ان احادیث سے صاف روشن ہے۔

٦٠- بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ

باب بچوں کے پیشاب کے بارے میں۔

٢٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ.

[أطرافه في : ٥٤٦٨، ٦٠٠٢، ٦٣٥٥].

(۲۲۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم کو مالک نے ہشام بن عروہ سے خبردی' انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے' انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ اس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے پانی منگایا اور اس پر ڈال دیا۔

٢٢٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حِجْرِهِ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

[طرفه في : ٥٦٩٣].

(۲۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں مالک نے ابن شہاب سے خبردی' وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (بن مسعود) سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں' وہ ام قیس بنت محصن نامی ایک خاتون سے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت اقدس میں اپنا چھوٹا بچہ لے کر آئیں۔ جو کھانا نہیں کھاتا تھا(یعنی شیر خوار تھا) رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگا کر کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے نہیں دھویا۔

شیر خوار بچہ جس نے کچھ بھی کھانا پینا نہیں سیکھا ہے' اس کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے کافی ہیں۔ مگر یہ حکم صرف مرد بچوں کے لئے ہے۔ بچیوں کا پیشاب بہر حال دھونا ہی ہو گا۔

٦١- بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

باب اس بیان میں کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا (حسب موقع ہر دو طرح سے جائز ہے)

٢٢٤- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ.

[أطرافه في : ٢٢٥، ٢٢٦، ٢٤٧١].

(۲۲۴) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابو وائل سے' وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کی کوڑی پر تشریف لائے (پس) آپؐ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ پھر پانی منگایا۔ میں آپؐ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپؐ نے وضو فرمایا۔

معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ضرورتاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہوا تو بیٹھ کر تو یقیناً جائز ہو گا مگر آج کل کوٹ پتلون والوں نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کرنا انگریزوں سے سیکھا ہے ایک مرد مسلمان کے لئے یہ سرا سر ناجائز اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نہ پردہ ملحوظ ہوتا ہے نہ چھینٹوں سے پرہیز۔

٦٢- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ، وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ

باب اپنے (کسی) ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ لینا۔

٢٢٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُنِيْ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ نَتَمَاشَى، فَأَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ. [راجع: ٢٢٤].

(۲۲۵) ہم سے عثمان ابن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابووائل سے' وہ حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں اور رسول کریم ﷺ جا رہے تھے کہ ایک قوم کی کوڑی پر (جو) ایک دیوار کے پیچھے (تھی) پہنچے۔ تو آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ہم تم میں سے کوئی (شخص) کھڑا ہوتا ہے۔ پھر آپ نے پیشاب کیا اور میں ایک طرف ہٹ گیا۔ تب آپ نے مجھے اشارہ کیا تو میں آپ کے پاس (پردہ کی غرض سے) آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔ (بوقت ضرورت ایسا بھی کیا جا سکتا ہے)

٦٣- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

باب کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا

٢٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ. فَقَالَ حُذَيْفَةُ: لَيْتَهُ أَمْسَكَ، أَتَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا. [راجع: ٢٢٤]

(۲۲۶) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے منصور کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابووائل سے نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری پیشاب (کے بارہ) میں سختی سے کام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اسے کاٹ ڈالتے۔ ابوحذیفہ کہتے ہیں کہ کاش! وہ اپنے اس تشدد سے رک جاتے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

حضرت کی غرض یہ تھی کہ پیشاب سے بچنے میں احتیاط کرنا ہی چاہئے۔ لیکن خواہ مخواہ کا تشدد اور زیادتی سے وہم اور وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے عمل میں اتنی ہی احتیاط چاہئے جتنی آدمی روزمرہ کی زندگی میں کر سکتا ہے۔

٦٤- بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

باب حیض کا خون دھونا ضروری ہے۔

٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ((جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا

(۲۲۷) ہم سے محمد ابن المثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا' ان سے فاطمہ نے اسماء کے واسطے سے' وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور فرمائیے ہم میں سے کسی عورت کو کپڑے

تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: ((تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ وَتصَلِّي فِيْهِ)). [طرفه في : ٣٠٧].

میں حیض آ جائے (تو) وہ کیا کرے' آپ ؐ نے فرمایا (کہ پہلے) اسے کھرچ' پھرپانی سے رگڑے اور پانی سے دھو ڈالے اور اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

معلوم ہوا کہ نجاست دور کرنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری چیزوں سے دھونا درست نہیں۔ اکثر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ ہر رقیق چیز جو پاک ہو اس سے دھو سکتے ہیں جیسے سرکہ وغیرہ' امام بخاریؒ و جمہور کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔

٢٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ. إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلاَةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي)). قَالَ: وَقَالَ أَبِي: ((ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلاَةٍ حَتَّى يَجِيءُ ذَلِكَ الْوَقْتُ)).

(٢٢٨) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا مجھ سے ابو معاویہ نے' کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ (عروہ) کے واسطے سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ ابو حبیش کی بیٹی فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی بیماری ہے۔ اس لئے میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ؐ نے فرمایا نہیں' یہ ایک رگ (کا خون) ہے حیض نہیں ہے۔ تو جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ دن گذر جائیں تو اپنے (بدن اور کپڑے) سے خون کو دھو ڈال پھر نماز پڑھ۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ حضور ؐ نے یہ (بھی) فرمایا کہ پھر ہر نماز کے لئے وضو کر یہاں تک کہ وہی (حیض کا) وقت پھر آ جائے۔

تشریح استحاضہ ایک بیماری ہے۔ جس میں عورت کا خون بند نہیں ہوتا۔ اس کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے لئے مستقل وضو کرے اور حیض کے جتنے دن اس کی عادت کے مطابق ہوتے ہوں ان دنوں کی نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ ان ایام کی نماز معاف ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ ہوا خارج ہونے یا پیشاب کے قطرے وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں' وہ نماز ترک نہ کریں بلکہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں۔ پھر بھی حدث وغیرہ ہو جائے تو پھر اس کی پرواہ نہ کریں۔ جس طرح استحاضہ والی عورت خون آنے کی پرواہ نہ کرے' اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے رہیں۔ شریعت حقہ نے ان ہدایات سے عورتوں کی پاکیزگی اور طبی ضروریات کے پیش نظر ان کی بہترین رہ نمائی کی ہے اور اس بارے میں معلومات کو ضروری قرار دیا۔ ان لوگوں پر بے حد تعجب ہے جو انکار حدیث کے لئے ایسی ہدایات پر ہنستے ہیں۔ اور آج کے دور کے اس جنسی لٹریچر کو سراہتے ہیں جو سرا سر عریانیت سے بھرپور ہے۔ قاتلهم الله انى يوفكون۔

٦٥- بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهِ، وَغَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

باب منی کا دھونا اور اس کا کھرچنا ضروری ہے۔ نیز جو چیز عورت سے لگ جائے اس کا دھونا بھی ضروری ہے۔

٢٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ مُبَارَكٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِي ثَوْبِهِ)).

[أطرافه في : ٢٣٠، ٢٣١، ٢٣٢].

(۲۲۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا مجھے عبداللہ ابن مبارک نے خبر دی' کہا مجھے عمرو بن میمون الجزری نے بتلایا' وہ سلیمان بن یسار سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے جنابت کو دھوتی تھی۔ پھر (اس کو پہن کر) آپؐ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

٢٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوبَ فَقَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ. [راجع: ٢٢٩]

(۲۳۰) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید نے' کہا ہم سے عمرو نے سلیمان سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا (دوسری سند یہ ہے) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالواحد نے' کہا ہم سے عمرو بن میمون نے سلیمان بن یسار کے واسطے سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارہ میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں منی کو رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے دھو ڈالتی تھی پھر آپ نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان (یعنی) پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے میں باقی ہوتے۔

تشریح: باب میں عورت کی شرمگاہ سے تری وغیرہ لگ جانے اور اس کے دھونے کا بھی ذکر تھا۔ مگر احادیث وارده میں صراحتاً عورت کی تری کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں حدیث نمبر ۲۲۰ میں کپڑے پر مطلقاً منی لگ جانے کا ذکر ہے۔ خواہ وہ مرد کی ہو یا عورت کی اسی سے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ منی کو پہلے کھرچنا چاہئے پھر پانی سے صاف کر ڈالنا چاہئے پھر بھی اگر کپڑے پر کچھ نشان دھبے باقی رہ جائیں تو ان میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ کپڑا پاک صاف ہو چکا ہے۔

٦٦- بَابُ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ

باب اگر منی یا کوئی اور نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے اور (پھر) اس کا اثر نہ جائے (تو کیا حکم ہے؟)

٢٣١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ: ((كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

(۲۳۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن میمون نے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کے متعلق جس میں جنابت (ناپاکی) کا اثر آ گیا ہو' سلیمان بن یسار سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھو ڈالتی تھی

ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيهِ بُقَعُ الْمَاءِ)). [راجع: ٢٢٩]

پھر آپ نماز کے لئے باہر نکلتے اور دھونے کا نشان یعنی پانی کے دھبے کپڑے میں ہوتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاک کرنے کے بعد پانی کے دھبے اگر کپڑے پر باقی رہیں تو کچھ حرج نہیں۔

٢٣٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَرَاهُ فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

[راجع: ٢٢٩]

(۲۳۲) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے زہیر نے' کہا ہم سے عمرو بن میمون بن مہران نے' انہوں نے سلیمان بن یسار سے' وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھو ڈالتی تھیں (وہ فرماتی ہیں کہ) پھر (کبھی) میں ایک دھبہ یا کئی دھبے دیکھتی تھی۔

تشریح قسطلانیؒ نے کہا کہ اگر اس کا نشان دور کرنا سہل ہو تو اسے دور ہی کرنا چاہئے' مشکل ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ اگر رنگ کے ساتھ بو بھی باقی رہ جائے تو وہ کپڑا پاک نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری قدس سرہ نے اس بات میں منی کے سوا اور نجاستوں کا صراحتاً ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان سب کو منی ہی پر قیاس کیا' اس طرح سب کا دھونا ضروری قرار دیا۔

٦٧- بَابُ أَبْوَالِ الإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا

باب اونٹ' بکری اور چوپایوں کا پیشاب اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں۔

وَصَلَّى أَبُو مُوسَى فِي دَارِ الْبَرِيدِ وَالسِّرْقِينِ، وَالْبَرِّيَّةُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ : هَا هُنَا أَوْ ثَمَّ سَوَاءٌ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دار برید میں نماز پڑھی (حالانکہ وہاں گوبر تھا) اور ایک پہلو میں جنگل تھا۔ پھر انہوں نے کہا یہ جگہ اور وہ جگہ برابر ہیں۔

دارالبرید کوفہ میں سرکاری جگہ تھی۔ جس میں خلیفہ کے ایلچی قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے۔ اسی جگہ اونٹ' بکری وغیرہ جانور بھی باندھے جاتے تھے۔ اس لئے حضرت ابوموسیٰ نے اسی میں نماز پڑھ لی اور صاف جنگل میں جو قریب ہی تھا جانے کی ضرورت نہ سمجھی پھر لوگوں کے دریافت کرنے پر بتلایا کہ مسئلہ کی رو سے یہ جگہ اور وہ صاف جنگل دونوں برابر ہیں اور اس قسم کے چوپایوں کا لید اور گوبر نجس نہیں ہے۔

٢٣٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ - أَوْ عُرَيْنَةَ - فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوا. فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا

(۲۳۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے حماد بن زید سے' وہ ایوب سے' وہ ابو قلابہ سے' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ عکل یا عرینہ (قبیلوں) کے مدینہ میں آئے اور بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لقاح میں جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ چنانچہ وہ لقاح چلے گئے اور جب اچھے ہو گئے تو رسول کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے وہ

رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ. فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ. فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسُمِّرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلاَ يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قِلاَبَةَ : فَهَؤُلاَءِ سَرَقُوا، وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللهَ وَرَسُولَهُ.

[أطرافه في: ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ٤۱۹۲، ٤۱۹۳، ٤٦۱۰، ٥٦۸٥، ٥٦۸٦، ٥۷۲۷، ٦۸۰۲، ٦۸۰۳، ٦۸۰٤، ٦۸۰٥، ٦۸۹۹].

جانوروں کو ہانک کر لے گئے۔ علی الصبح رسول کریم ﷺ کے پاس (اس واقعہ کی) خبر آئی۔ تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے۔ دن چڑھے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پکڑ کر لائے گئے۔ آپ کے حکم کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیں پھیر دی گئیں اور (مدینہ کی) پتھریلی زمین میں ڈال دیئے گئے۔ (پیاس کی شدت سے) وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابو قلابہ نے (ان کے جرم کی سنگینی ظاہر کرتے ہوئے) کہا کہ ان لوگوں نے چوری کی اور چرواہوں کو قتل کیا اور (آخر) ایمان سے پھر گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

تشریح: یہ آٹھ آدمی تھے چار قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے اور ایک کسی اور قبیلے کا۔ ان کو مدینہ سے چھ میل دور ذوالجدا نامی مقام پر بھیجا گیا۔ جہاں بیت المال کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ ان لوگوں نے تندرست ہونے پر ایسی غداری کی کہ چرواہوں کو قتل کیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور اونٹوں کو لے بھاگے۔ اس لئے قصاص میں ان کو ایسی ہی سخت سزا دی گئی۔ حکمت اور دانائی اور قیام امن کے لئے ایسا ضروری تھا۔ اس وقت کے لحاظ سے یہ کوئی وحشیانہ سزا نہ تھی جو غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ان کو خود اپنی تاریخ ہائے قدیم کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں ان کے دشمنوں کے لئے ان کے ہاں کیسی کیسی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

اسلام نے اصول قصاص پر ہدایات دے کر ایک پائیدار امن قائم کیا ہے۔ جس کا بہترین نمونہ آج بھی حکومت عربیہ سعودیہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک ایدھم اللہ بنصرہ العزیز امین

۲۳٤- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي -قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ- فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

[أطرافه في: ٤۲۸، ٤۲۹، ۱۸٦۸، ۲۱۰٦، ۲۷۷۱، ۲۷۷٤، ۲۷۷۹، ۳۹۳۲].

(۲۳۴) ہم سے آدم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' کہا مجھے ابوالتیاح یزید بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خبر دی' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز بکریوں کے باڑے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بکریوں وغیرہ کے باڑے میں بوقت ضرورت نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

٦۸- بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ

باب ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر

فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ
وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لاَ بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ. وَقَالَ حَمَّادٌ: لاَ بَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى - نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ - أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ فِيهَا وَيَدَّهِنُونَ فِيهَا لاَ يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ: لاَ بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ.

جائیں۔
زہری نے کہا کہ جب تک پانی کی بو' ذائقہ اور رنگ نہ بدلے' اس میں کچھ حرج نہیں اور حماد کہتے ہیں کہ (پانی میں) مردار پرندوں کے پر (پڑ جانے) سے کچھ حرج نہیں ہوتا۔ مردوں کی جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیاں اس کے بارے میں زہری کہتے ہیں کہ میں نے پہلے لوگوں کو علماء سلف میں سے ان کی کنگھیاں کرتے اور ان (کے برتنوں) میں تیل رکھتے ہوئے دیکھا ہے' وہ اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ابن سیرین اور ابراہیم کہتے ہیں کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کچھ حرج نہیں۔

٢٣٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ، فَقَالَ: ((أَلْقُوهَا، وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ، وَكُلُوا سَمْنَكُمْ)).

[أطرافه في : ٢٣٦، ٥٥٣٨، ٥٥٣٩، ٥٥٤٠].

(۲۳۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ کو مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے روایت کی' وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے' وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارہ میں پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ فرمایا اس کو نکال دو اور اس کے آس پاس (کے گھی) کو نکال پھینکو اور اپنا (باقی) گھی استعمال کرو۔

٢٣٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: ((خُذُوهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوهُ)). قَالَ مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لاَ أُحْصِيهِ يَقُولُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ.

(۲۳۶) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے معن نے' کہا ہم سے مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا' وہ عبیداللہ ابن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھینک دو۔ معن کہتے ہیں کہ مالک نے اتنی بار کہ میں گن نہیں سکتا (یہ حدیث) ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت میمونہ سے روایت کی ہے۔

تشریح: پانی کم ہو یا زیادہ جب تک گندگی سے اس کے رنگ یا بو یا مزہ میں فرق نہ آئے' وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ائمہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے جن لوگوں نے قلتین یا دہ در دہ کی قید لگائی ہے ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ حدیث الماء طھور لاینجسه شئی اس بارے میں بطور اصل کے ہے۔ مردار جانوروں کے بال اور پر ان کی ہڈیاں جیسے ہاتھی دانت وغیرہ یہ پانی وغیرہ میں پڑ جائیں تو وہ پانی وغیرہ ناپاک نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری قدس سرہ کا منشائے باب یہی ہے۔ بعض علماء نے یہ فرق ضرور کیا ہے کہ گھی اگر جما ہوا ہو تو بقیہ گھی استعمال میں آسکتا ہے اور اگر پگھلا ہوا سیال ہو تو سارا ہی نا قابل استعمال ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں کہ چوہا اس میں گر جائے۔

٢٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيْلِ اللهِ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذَا طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ)).

(۲۳۷) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے معمر نے ہمام بن منبہ سے خبر دی اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہر زخم جو اللہ کی راہ میں مسلمان کو لگے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں ہو گا جس طرح وہ لگا تھا۔ اس میں سے خون بہتا ہو گا۔ جس کا رنگ (تو) خون کا سا ہو گا اور خوشبو مشک کی سی ہو گی۔

[طرفاه في : ٢٨٠٣، ٥٥٣٣].

اس حدیث کی علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ مشک پاک ہے۔ جو ایک جما ہوا خون ہوتا ہے۔ مگر اس کے جمنے اور اس میں خوشبو پیدا ہو جانے سے اس کا خون کا حکم نہ رہا۔ بلکہ وہ پاک صاف مشک کی شکل بن گئی ایسے ہی جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ گندگی سے بدل جائے تو وہ اصل حالت طہارت پر نہ رہے گا بلکہ ناپاک ہو جائے گا۔

٦٩- بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

باب اس بارے میں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔

٢٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ)).

(۲۳۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبر دی' کہا مجھے ابوالزناد نے خبر دی کہ ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج نے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم (لوگ) دنیا میں پچھلے زمانے میں آئے ہیں (مگر آخرت میں) سب سے آگے ہیں۔

٣٤٨٦، ٦٦٢٤، ٦٨٨٧، ٧٠٣٦،

٢٣٩- وبإسناده قَالَ: ((لَا يَبُوْلَنَّ

(۲۳۹) اور اسی سند سے (یہ بھی) فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے

أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لاَ يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ)).

ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے۔ پھر اسی میں غسل کرنے لگے؟

یعنی یہ ادب اور نظافت کے خلاف ہے کہ اسی پانی میں پیشاب کرنا اور پھر اسی سے غسل کرنا۔

٧٠- بَابُ إِذَا أُلْقِيَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلاَتُهُ

باب جب نمازی کی پشت پر (اچانک) کوئی نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلاَتِهِ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ : إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَو جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لاَ يُعِيدُ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھتے وقت کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھتے تو اس کو اتار ڈالتے اور نماز پڑھتے رہتے' ابن مسیب اور شعبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے پر نجاست یا جنابت لگی ہو' یا (بھول کر) قبلے کے علاوہ کسی اور طرف نماز پڑھی ہو یا تیمم کر کے نماز پڑھی ہو' پھر نماز ہی کے وقت میں پانی مل گیا ہو تو (اب) نماز نہ دہرائے۔

ان آثار کو عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسانید سے روایت کیا ہے۔

٢٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ سَاجِدٌ ح. قَالَ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَى جَزُورِ بَنِي فُلاَنٍ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ. فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ، فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لاَ أُغْنِي شَيْئًا، لَوْ كَانَ لِي

(٢٤٠) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے شعبہ سے خبر دی' انہوں نے ابو اسحاق سے' انہوں نے عمرو بن میمون سے' انہوں نے عبداللہ سے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔ (ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا' کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے' کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوجھڑی اٹھا لائے اور (لا کر) جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بد بخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں

مَنَعَةٌ. قَالَ: فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيُحِيلُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ سَاجِدٌ لاَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ)) ثَلاَثَ مَرَّاتٍ. فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ. قَالَ: وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذَلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ. ثُمَّ سَمَّى: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ، وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ)) وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ نَحْفَظْهُ. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَرْعَى فِي الْقَلِيْبِ، قَلِيْبِ بَدْرٍ.

[أطرافه في : ٥٢٠، ٢٩٣٤، ٣١٨٥، ٣٨٥٤، ٣٩٦٠].

کندھوں کے درمیان رکھ دیا (عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ کی پیٹھ پر سے اتار کر پھینکا' تب آپ نے سر اٹھایا پھر تین بار فرمایا۔ یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے' یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ نے انہیں بد دعا دی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا۔ جدا) نام لیا کہ اے اللہ! ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے۔ ابو جہل' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' امیہ بن خلف اور عقبہ ابن ابی معیط کو۔ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کے (بدعا کرتے وقت) آپ نے نام لئے تھے' میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔

اس حدیث سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے اتفاقاً کوئی نجاست پشت پر آ پڑے تو نماز ہو جائے گی۔ اوجھڑی لانے والا بد بخت عقبہ بن معیط تھا۔ یہ سب لوگ بدر کی لڑائی میں واصل جہنم ہوئے۔ عمارہ بن ولید حبش کے ملک میں مرا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ مظلوم رسول کی دعا قبول نہ ہو۔

٧١- بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ فِي الثَّوْبِ

باب کپڑے میں تھوک اور رینٹ وغیرہ لگ جانے کے بارے میں۔

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ حُدَيْبِيَّةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ : وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ ﷺ نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ.

عروہ نے مسور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں نکلے (اس سلسلہ میں) انہوں نے پوری حدیث ذکر کی (اور پھر کہا) کہ نبی ﷺ نے جتنی مرتبہ بھی تھوکا وہ لوگوں کی ہتھیلی پر پڑا۔ پھر وہ لوگوں نے اپنے چہروں اور بدن پر مل لیا۔

٢٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ:

(۲۴۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے حمید کے واسطے سے بیان کیا' وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

بَزَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَوْبِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ٤٠٥، ٤١٢، ٤١٣، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ٨٢٢، ١٢١٤].

کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے کپڑے میں تھوکا۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو طوالت کے ساتھ بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو خبر دی یحییٰ بن ایوب نے' کہا مجھ سے حمید نے بیان کیا' کہا میں نے انس سے سنا' وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس ؓ سے ثابت ہو جائے اور یحییٰ بن سعید قطان کا یہ قول غلط ٹھہرے کہ حمید نے یہ حدیث ثابت سے سنی ہے انہوں نے ابونضرہ سے انہوں نے انس سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھتے وقت اگر کسی کپڑے میں تھوک لے تاکہ نماز میں خلل بھی نہ واقع ہو اور قریب کی جگہ بھی خراب نہ ہو تو یہ جائز درست ہے۔

٧٢- بَابُ لاَ يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيْذِ وَلاَ بِالْمُسْكِرِ

باب نبیذ سے اور کسی نشہ والی چیز سے وضو جائز نہیں۔

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ: التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ.

حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے اسے مکروہ کہا اور عطاء کہتے ہیں کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے مقابلے میں مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

٢٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ)).

[طرفاه في : ٥٥٨٥، ٥٥٨٦].

(٢٤٢) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' ان سے زہری نے ابو سلمہ کے واسطے سے بیان کیا' وہ حضرت عائشہ ؓ سے وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لانے والی ہو' حرام ہے۔

تشریح: نبیذ کھجور کے شربت کو کہتے ہیں جو میٹھا ہو اور اس میں نشہ نہ آیا ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے وضو جائز رکھا ہے جب پانی نہ ملے اور امام شافعی و امام احمد و دیگر جملہ ائمہ اہلحدیث کے نزدیک نبیذ سے وضو جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حسن کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور ابو العالیہ کے اثر کو دار قطنی نے اور عطاء کے اثر کو ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حدیث الباب کا مقصد یہ ہے کہ نشہ آور چیز حرام ہوئی تو اس سے وضو کیونکر جائز ہو گا۔

٧٣- بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ

باب اس بارے میں کہ عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا جائز ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: امْسَحُوا عَلَى رِجْلِي فَإِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

ابو العالیہ نے (اپنے لڑکوں سے) کہا کہ میرے پیروں پر مالش کرو کیونکہ وہ مریض ہو گئے۔

٢٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ - وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ -: بِأَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي: كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهِ فِيْهِ مَاءٌ، وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ. فَأُخِذَ حَصِيرٌ فَأُحْرِقَ، فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ.

[أطرافه في : ٢٩٠٣، ٢٩١١، ٣٠٣٧، ٤٠٧٥، ٥٢٤٨، ٥٧٢٢].

(۲۴۳) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن ابی حازم کے واسطے سے نقل کیا' انہوں نے سہل بن سعد الساعدی سے سنا کہ لوگوں نے ان سے پوچھا' اور (میں اس وقت سہل کے اتنا قریب تھا کہ) میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے (احد کے) زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کا جاننے والا (اب) مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے منہ سے خون دھوتیں پھر ایک بوریا کا ٹکڑا جلایا گیا اور آپ کے زخم میں بھر دیا گیا۔

اس حدیث سے دوا اور علاج کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ کہ یہ توکل کے منافی نہیں۔ نیز یہ کہ نجاست دور کرنے میں دوسروں سے مدد لینا درست ہے۔

٧٤- بَابُ السِّوَاكِ

باب مسواک کرنے کا بیان۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ.

ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ میں نے رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گذاری تو (میں نے دیکھا کہ) آپ ؐ نے مسواک کی۔

٢٤٤- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ: ((أُعْ، أُعْ)) وَالسِّوَاكُ فِي فِيْهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.

(۲۴۴) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے غیلان بن جریر کے واسطے سے نقل کیا' وہ ابوبردہ سے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے ہوئے پایا اور آپ ؐ کے منہ سے اع اع کی آواز نکل رہی تھی اور مسواک آپ ؐ کے منہ میں تھی جس طرح آپ قے کر رہے ہوں۔

اگر حلق کے اندر سے مسواک کی جائے تو اس قسم کی آواز نکلا کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اس وقت یہی کیفیت تھی۔ مسواک کرنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

٢٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِى وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

[طرفاه في : ٨٨٩، ١١٣٦].

(۲۴۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے' وہ ابووائل سے' وہ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

تشریح: مسواک کی فضیلت کے بارے میں یہ حدیث ہی کافی ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے آپؐ مسواک کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ آخر وقت بھی اس سے غافل نہ ہوئے۔ طبی لحاظ سے بھی مسواک کے بہت سے فوائد ہیں۔ بہتر ہے کہ پیلو کی تازہ جڑ سے کی جائے۔ مسواک کرنے سے آنکھیں بھی روشن ہوتی ہیں۔

٧٥- بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الأَكْبَرِ

باب اس بارے میں کہ بڑے آدمی کو مسواک دینا (ادب کا تقاضا ہے)

٢٤٦- وَقَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ: فَجَاءَنِي رَجُلاَنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الأَصْغَرَ مِنْهُمَا، فَقِيلَ لِيْ: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الأَكْبَرِ مِنْهُمَا)). قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: أَخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

(٢٤٦) عفان نے کہا کہ ہم سے صخر بن جویریہ نے نافع کے واسطے سے بیان کیا' وہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ (خواب میں) مسواک کر رہا ہوں تو میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک ان میں سے دوسرے سے بڑا تھا' تو میں نے چھوٹے کو مسواک دے دی پھر مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔ تب میں نے ان میں سے بڑے کو دی۔ ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو نعیم نے ابن المبارک سے' وہ اسامہ سے' وہ نافع سے' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر بڑے آدمی کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی مسواک بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

٧٦- بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ

باب رات کو وضو کر کے سونے والے کی فضیلت کے بیان میں۔

٢٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلاَّ

(٢٤٧) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے منصور کے واسطے سے خبر دی' انہوں نے سعد بن عبیدہ سے' وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنے آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لئے کرتے ہو۔ پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر یوں کہو "اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا۔ میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنا لیا۔ تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے

إِلَيْكَ. اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ. وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ)). قَالَ: فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا بَلَغْتُ ((اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ)) قُلْتُ: وَرَسُولِكَ. قَالَ: ((لَا. وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ)).

[أطرافه في: ٦٣١١، ٦٣١٣، ٦٣١٥، ٧٤٨٨].

اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی میں اس پر ایمان لایا۔ جو نبی تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا۔" تو اگر اس حالت میں اسی رات مر گیا تو فطرت پر مرے گا اور اس دعا کو سب باتوں کے اخیر میں پڑھ۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا۔ جب میں امنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو میں نے و رسولک (کالفظ) کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا نہیں (یوں کہو) و نبیک الذی ارسلت۔

تشریح: سید المحدثین حضرت امام بخاری قدس سرہ نے کتاب الوضوء کو آیت کریمہ ﴿ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ ﴾ (المائدۃ: ٦) سے شروع فرمایا تھا اور اب کتاب الوضو کو سوتے وقت وضو کرنے کی فضیلت پر ختم فرمایا ہے۔ اس ارتباط کے لئے حضرت امام قدس سرہ کی نظر غائر بہت سے امور پر ہے اور اشارہ کرنا ہے کہ ایک مرد مومن کی صبح اور شام' ابتدا و انتہا' بیداری و شب باشی سب کچھ باوضو ذکر الٰہی پر ہونی چاہئے۔ اور ذکر الٰہی بھی عین اسی نہج اسی طور طریقہ پر ہو جو رسول کریم ﷺ کا تعلیم فرمودہ ہے۔ اس سے اگر ذرا بھی ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تو وہ عنداللہ مقبول نہ ہو گا۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ رات کو سوتے وقت کی دعائے مذکورہ میں صحابی نے آپ کے تعلیم فرمودہ لفظ کو ذرا بدل دیا تو آپ نے فوراً اسے ٹوکا اور اس کمی و بیشی کو گوارا نہیں فرمایا۔ آیت کریمہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (الحجرات: ١) کا یہی تقاضا اور دعوت اہل حدیث کا یہی خلاصہ ہے۔ تعجب ہے ان مقلدین جامدین پر جو محض اپنے مزعومہ مسالک کی حمایت کے لئے حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی درایت و فقاہت پر لب کشائی کرتے ہیں اور آپ کی تخفیف و تنقیص کر کے اپنی دریدہ دہنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کتاب الوضوء ختم کرتے ہوئے ہم پھر ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ فن حدیث شریف میں حضرت امام بخاری قدس سرہ امت کے اندر وہ مقام رکھتے ہیں جہاں آپ کا کوئی مثیل و نظیر نہیں ہے۔ آپ کی جامع الصحیح یعنی صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسے امت نے بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا بھی امت میں ایک خصوصی مقام ہے ان کی بھی ادنیٰ تحقیر گناہ کبیرہ ہے۔ سب کو اپنے اپنے درجہ پر رکھنا اور سب کی عزت کرنا تقاضائے ایمان ہے۔ ان میں سے کس کو کس پر فضیلت دی جائے اور اس کے لئے دفاتر سیاہ کئے جائیں یہ ایک خبط ہے۔ جو اس چودھویں صدی میں بعض مقلدین جامدین کو ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے پیغمبروں کے متعلق بھی صاف فرما دیا ہے۔ ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ (البقرۃ: ٢٥٣) پھر ائمہ کرام و اولیائے عظام و محدثین ذوی الاحترام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ان کے متعلق یہی اصول مد نظر رکھنا ہو گا۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

یا اللہ! کس منہ سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھ ناچیز حقیر فقیر گنہگار شرمسار ادنیٰ ترین بندے کو اپنے حبیب پاک گنبد خضراء کے مکین ﷺ کی اس مقدس بابرکت کتاب کی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی' یہ محض تیرا فضل و کرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مولائے کریم !

اس مقدس کتاب کے ترجمہ و تشریحات میں نہ معلوم مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ کہاں کہاں میرا قلم جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا ہو گا۔

الہ العالمین !

میری غلطیوں کو معاف فرما دے اور اس خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے' میرے والدین و اساتذہ و اولاد و جملہ معاونین کرام و ہمدردان عظام کے لئے باعث نجات بنا دے اور اسے قبول عام عطا فرما کر اپنے بندوں بندیوں کے لئے باعث رشد و ہدایت فرما۔

آمین یا الہ العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

الحمد للہ !

کہ آج شروع ماہ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ میں بخاری شریف کے پہلے پارہ کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک پوری کتاب کا ترجمہ و تشریحات مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اور قدر دانوں کو اس سے ہدایت اور ازدیاد ایمان نصیب کرے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا پارہ

۵-كتاب الغسل

غسل کے احکام و مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٥- كِتَابُ الْغُسْلِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا، وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْلاَ مَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءَ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ، مَا يُرِيدُ اللهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُم لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدة: ٦].

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت میں کہ

اگر جنبی ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں پاخانہ سے آئے یا تم نے اپنی بیویوں سے جماع کیا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور ہاتھ پر اسے مل لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم اس کا شکر کرو۔

(المائدہ:٦)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَقْرَبُوا الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلاَ جُنُبًا إِلاَّ عَابِرِي سَبِيْلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا، وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ

اور اللہ کا دوسرا فرمان کہ "اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر حالت سفر میں یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت

عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيَكُم، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾. [النساء : ٤٣].

سے یا تم پاس گئے ہو عورتوں کے' پھر نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا' پس ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو' بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"

(النساء:۴۳)

قال ابن حجر في الفتح كذا في روايتنا بتقديم البسملة وللاكثر بالعكس و الاول ظاهر ووجه الثاني و عليه اكثرالروايات انه جعل الترجمة قائمة مقام تسمية السورة والاحاديث المذكورة بعد البسملة كالايات مستفتحة بالبسملة یعنی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری روایت بخاری میں کتاب الغسل پر بسم اللہ مقدم ہے۔ اکثر مؤخر بھی نقل کرتے ہیں۔ اول روایت ظاہر ہے گویا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ (کتاب الغسل) کو قرآن مجید کی سورتوں میں کسی ایک سورۃ کے قائم مقام قرار دے کر احادیث بعد کو ان آیات کی جگہ پر رکھا ہے جو سورت میں بسم اللہ کے بعد آتی ہیں۔ لفظ غسل (غین کے ضمہ کے ساتھ) تمام بدن کے دھونے کا نام ہے۔ طہارت میں پہلے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر استنجاء کرنا پھر وضو کرنا پھر بوقت ضرورت غسل کرنا۔ اسی ترتیب کے پیش نظر حضرت امام قدس سرہ نے کتاب الغسل کو درج فرمایا اور اس کو آیات قرآنی سے شروع کیا۔ جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل جنابت کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلی آیت سورۂ مائدہ کی اور دوسری آیت سورۂ نساء کی ہے۔ دونوں میں طریقہ غسل کی کچھ تفصیلات مذکور ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ تیمم بطریقہ معلومہ کر لینا کافی ہو جاتا ہے۔

١- بَابُ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

باب اس بارے میں کہ غسل سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔

٢٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُوْلَ شَعْرِهِ، ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ.

[طرفاه في : ٢٦٢، ٢٧٢].

(۲۴۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں مالک نے ہشام سے خبر دی' وہ اپنے والد سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غسل فرماتے تو آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لئے آپؐ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہا لیتے۔

٢٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حدثنا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أبي الْجعد عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ

(۲۴۹) ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اعمش سے روایت کر کے' وہ سالم ابن ابی الجعد سے' وہ کریب سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' وہ میمونہ نبی کریم

مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ، وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الأَذَى، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، ثُمَّ نَحَّى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا. هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الجَنَابَةِ.

[أطرافه في: ٢٥٧، ٢٥٩، ٢٦٠، ٢٦٦، ٢٧٤، ٢٧٦، ٢٨١].

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح ایک مرتبہ وضو کیا' البتہ پاؤں نہیں دھوئے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جہاں کہیں بھی نجاست لگ گئی تھی' اس کو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بہالیا۔ پھر پہلی جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ آپ کا غسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تقدیم تاخیر ہو گئی ہے۔ شرمگاہ اور آلائش کو وضو سے پہلے دھونا چاہئے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ پھر وضو کرنا مگر پیر نہ دھونا پھر غسل کرنا پھر باہر نکل کر پیر دھونا یہی مسنون طریقہ غسل ہے۔

٢- بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا درست ہے۔

٢٥٠- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ.

[أطرافه في: ٢٦١، ٢٦٣، ٢٧٣، ٢٩٩، ٥٩٥٦، ٧٣٣٩].

(۲۵۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے زہری سے' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے۔ اس برتن کو فرق کہا جاتا تھا۔

تشریح ہر دو میاں بیوی ایک ہی برتن میں پانی بھر کر غسل کر سکتے ہیں۔ یہاں فرق (برتن) کا ذکر ہر دو کے لئے مذکور ہے جن احادیث میں صرف ایک صاع پانی کا ذکر ہے وہاں آنحضرت ﷺ کے تنہا اکیلے غسل کا ذکر ہے۔ دو فرق کا وزن سولہ رطل یعنی آٹھ سیر کے قریب ہوتا ہے جو تین صاع حجازی کے برابر ہے۔

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں۔ وليس الغسل بالصاع و الوضوء بالمد للتحديد و التقديربل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربما اقتصر بالصاع وربما زاد روى مسلم من حديث عائشة انها كانت تغتسل هي و النبي صلى الله عليه وسلم من اناء واحد هوالفرق قال ابن عيينة والشافعي و غير هما هو ثلاثة اصع (عون المعبود' ج :۱/ ص : ۳۵) یعنی غسل اور وضو کے لئے صاع کی تحدید نہیں ہے کبھی آپ نے ایک صاع پر کبھی زیادہ پر اکتفا فرمایا ہے۔

٣- بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ

باب اس بارے میں کہ ایک صاع یا اسی طرح کسی چیز کے وزن بھر پانی سے غسل کرنا چاہئے۔

۲۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ ﷺ، فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ: قَدْرِ صَاعٍ.

(۲۵۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد نے' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے' انہوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن حفص نے' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے یہ حدیث سنی کہ میں (ابو سلمہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عائشہ کی خدمت میں گئے۔ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ کے غسل کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے صاع جیسا ایک برتن منگوایا۔ پھر غسل کیا اور اپنے اوپر پانی بہایا۔ اس وقت ہمارے درمیان اور ان کے درمیان پردہ حائل تھا۔ امام ابو عبداللہ (بخاری) کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون' بہز اور جدی نے شعبہ سے قدر صاع کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

تشریح: یہ ابو سلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے اور آپ کے محرم تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ سے خود غسل فرما کر ان کو طریقہ غسل کی تعلیم فرمائی۔ مسنون غسل یہی ہے کہ ایک صاع پانی استعمال کیا جائے۔ صاع حجازی کچھ کم پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے۔

۲۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ هُوَ وَأَبُوْهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ، فَسَأَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ، فَقَالَ: يَكْفِيْكَ صَاعٌ. فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يَكْفِيْنِي. فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرٌ مِنْكَ. ثُمَّ أَمَّنَا فِي ثَوْبٍ.

[طرفاه في: ٢٥٥، ٢٥٦].

(۲۵۲) ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے ابو اسحاق کے واسطے سے' انہوں نے کہا ہم سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد (جناب زین العابدین) جابر بن عبداللہ کے پاس تھے اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک صاع کافی ہے۔ اس پر ایک شخص بولا یہ مجھے تو کافی نہ ہو گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ان کے لئے کافی ہوتا تھا جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ) پھر حضرت جابرؓ نے صرف ایک کپڑا پہن کر ہمیں نماز پڑھائی۔

تشریح: وہ بولنے والے شخص حسن بن محمد بن حنفیہ تھے۔ حضرت جابرؓ نے ان کو سختی سے سمجھایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے خلاف فضول اعتراض کرنے والوں کو سختی سے سمجھانا چاہئے اور حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس تاویل سے کام لینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ والحنفية كانت زوجة على تزوجها بعد فاطمة فولدت لها محمداً فاشتهر بالنسبة اليها (فتح الباری) یعنی حنفیہ نامی عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں جن کے بطن سے محمد نامی بچہ پیدا ہوا اور وہ بجائے باپ کے ماں ہی کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔

۲۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ أَخِيْرًا: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ)) وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ.

(۲۵۳) ہم سے ابو نعیم نے روایت کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو کے واسطہ سے بیان کیا' وہ جابر بن زید سے' وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ اخیر عمر میں اس حدیث کو یوں روایت کرتے تھے ابن عباس سے انہوں نے میمونہ سے۔ اور صحیح وہی روایت ہے جو ابو نعیم نے کی۔

٤- بَابُ مَنْ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

باب اس کے بارے میں جو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے

۲۵٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَال : حدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : ((أَمَّا أَنَا فَأُفِيْضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا)) وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا.

(۲۵۴) ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے روایت کی ابو اسحاق سے' انہوں نے کہا کہ ہم سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

ابو نعیم نے مستخرج میں روایت کیا ہے کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے جھگڑا کیا تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

۲۵۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْرِغُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا. [راجع: ۲۵۲]

(۲۵۵) محمد بن بشار نے ہم سے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' مخول بن راشد کے واسطے سے' وہ محمد ابن علی سے' وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔

۲۵٦- حَدَّثَنَا أَبُونُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ: قَالَ لِي جَابِرٌ: أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ - يُعَرِّضُ بِالحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الحَنَفِيَّةِ - قَالَ: كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الجَنَابَةِ؟ فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيضُهَا عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ يُفِيْضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ.

(۲۵۶) ہم سے ابو نعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معمر بن یحییٰ بن سام نے روایت کی' کہا کہ ہم سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر نے بیان کیا کہ میرے پاس تمہارے چچا کے بیٹے (ان کی مراد حسن بن محمد ابن حنفیہ سے تھی) آئے۔ انہوں نے پوچھا کہ جنابت کے غسل کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ تین چلو پانی لیتے اور ان کو اپنے اپنے سر پر بہاتے تھے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔ حسن نے اس پر کہا کہ میں

فَقَالَ لِي الْحَسَنُ: إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعَرِ، فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا.

تو بہت بالوں والا آدمی ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے بال تم سے زیادہ تھے۔

[راجع: ٢٥٢]

چچا کے بیٹے مجازاً کہا۔ دراصل وہ ان کے باپ یعنی زین العابدین کے چچا زاد بھائی تھے کیونکہ محمد ابن حنفیہ جناب حسن اور جناب حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ جو حسن کے باپ ہیں' جنہوں نے جابر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ ترجمۃ الباب اور احادیث واردہ کی مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ غسل جنابت میں سر مبارک پر تین چلو پانی بہاتے تھے۔ پس مسنون طریقہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم ؐ کا طرز عمل بہرصورت لائق اتباع ہے۔

٥- بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً

باب اس بیان میں کہ صرف ایک مرتبہ بدن پر پانی ڈال کر اگر غسل کیا جائے تو کافی ہو گا۔

٢٥٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالأَرْضِ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. [راجع: ٢٤٩]

(٢٥٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے' انہوں نے کریب سے' انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے فرمایا کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھوئے۔ پھر پانی اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر زمین پر ہاتھ رگڑا۔ اس کے بعد کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہا لیا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔

یعنی غسل میں ایک ہی بار سارے بدن پر پانی ڈالنا کافی ہے۔ گو باب کی حدیث میں ایک بار کی صراحت نہیں مطلق پانی بہانے کا ذکر ہے جو ایک ہی بار پر محمول ہو گا اسی سے ترجمہ باب نکلا۔

٦- بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحِلاَبِ أَوِ الطِّيبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

باب اس بارے میں کہ جس نے حلاب سے یا خوشبو لگا کر غسل کیا تو اس کا بھی غسل ہو گیا۔

٢٥٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ وَعَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ

(٢٥٨) محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے بیان کیا' وہ حنظلہ بن ابی سفیان سے' وہ قاسم بن محمد سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو حلاب کی طرح ایک چیز منگاتے۔ پھر (پانی کا چلو)

الحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الأَيْمَنِ، ثُمَّ الأَيْسَرِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى وَسَطِ رَأْسِهِ.

اپنے ہاتھ میں لیتے اور سر کے داہنے حصے سے غسل کی ابتدا کرتے۔ پھر بائیں حصہ کا غسل کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے بیچ میں لگاتے تھے۔

تشریح: حلاب کے متعلق مجمع البحار میں ہے۔ الحلاب بكسر مهملة و خفة لام اناء يسع قد رحلب ناقة اى كان يبتدي بطلب ظرف و بطلب طيب اواراد به اناء الطيب يعنى بدا تارة بطلب ظرف و تارة بطلب نفس الطيب وروى بشدة لام و جيم وهوخطاء (مجمع البحار) یعنی حلاب ایک برتن ہوتا تھا جس میں ایک اونٹنی کا دودھ سما سکے۔ آپ وہ برتن پانی سے پر کر کے منگاتے اور اس سے غسل فرماتے یا اس سے خوشبو رکھنے کا برتن مراد لیا ہے۔ یعنی کبھی محض آپ برتن منگاتے کبھی محض خوشبو۔ ترجمہ باب کا مطلب یہ ہے کہ خواہ غسل پہلے پانی سے شروع کرے جو حلاب جیسے برتن میں بھرا ہوا ہو پھر غسل کے بعد خوشبو لگائے یا پہلے خوشبو لگا کر بعد میں نہائے۔ یہاں باب کی حدیث سے پہلا مطلب ثابت کیا اور دوسرے مطلب کے لئے وہ حدیث ہے جو آگے آ رہی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ آپ نے خوشبو لگانے کے بعد اپنی بیویوں سے صحبت کی اور صحبت کے بعد غسل ہوتا ہے تو غسل سے قبل خوشبو لگانا ثابت ہوا۔ شاہ ولی اللہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ حلاب سے مراد بیجوں کا ایک شیرہ ہے جو عرب لوگ غسل سے پہلے لگایا کرتے تھے۔ جیسے آج کل صابون یا بٹنہ یا تیل اور بیسن ملا کر لگاتے ہیں پھر نہایا کرتے ہیں۔ بعضوں نے اس لفظ کو جیم کے ساتھ جلاب پڑھا ہے اور اسے گلاب کا معرب قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٧- بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالإِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

باب اس بیان میں کہ غسل جنابت کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چاہیے۔

٢٥٩- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَتْنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ: صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلاً، فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ الأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ، ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا.

[راجع: ٢٤٩]

(٢٥٩) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے' کہا مجھ سے سالم نے کریب کے واسطہ سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' کہا ہم سے میمونہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے بائیں پر گرایا۔ اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے مٹی سے ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر آپ کو رومال دیا گیا۔ لیکن آپ نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ وضو اور غسل دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ كذا قال اهل الحديث و امام احمد بن حنبل۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وضو کے بعد اعضاء کے پونچھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی۔ بلکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے

کہ غسل کے بعد آپؐ نے رومال واپس کر دیا۔ جسم مبارک کو اس سے نہیں پونچھا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کچھ لوگ مکروہ جانتے ہیں کچھ مستحب کہتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ پونچھنا اور نہ پونچھنا برابر ہے۔ ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

٨- بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُونَ أَنْقَى

باب اس بارے میں کہ (گندگی پاک کرنے کے بعد) ہاتھ مٹی سے ملنا تاکہ وہ خوب صاف ہو جائیں۔

٢٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلاَةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. [راجع: ٢٤٩]

(٢٦٠) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا سالم بن ابی الجعد کے واسطہ سے' انہوں نے کریب سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کیا تو پہلے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ پھر ہاتھ کو دیوار پر رگڑ کر دھویا۔ پھر نماز کی طرح وضو کیا اور جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

پہلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے' مگر یہاں دوسری سند سے مروی ہے۔ حضرت امام رحمہ اللہ ایک ہی حدیث کو کئی بار مختلف مسائل نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں مگر جدا جدا اسنادوں سے تاکہ تکرار بے فائدہ نہ ہو۔

٩- بَابُ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

باب کیا جنبی اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں ڈال سکتا ہے؟

إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

جب کہ جنابت کے سوا ہاتھ میں کوئی گندگی نہیں لگی ہوئی ہو۔ ابن عمر اور براء بن عازب نے ہاتھ دھونے سے پہلے غسل کے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالا تھا۔ اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اس پانی سے غسل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جس میں غسل جنابت کا پانی ٹپک کر گر گیا ہو۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے تو پانی نجس نہ ہو گا۔ کیونکہ جنابت نجاست حکمی ہے' حقیقی نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے اور براء بن عازب کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ ان میں جنابت کا ذکر نہیں ہے۔ مگر حضرت امام رحمہ اللہ نے جنابت کو حدث پر قیاس کیا ہے۔ کیوں کہ دونوں حکمی نجاست ہیں اور ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ بعض اصحاب کرام اپنے ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈال دیتے حالانکہ وہ جنبی ہوتے' یہ اسی حالت میں کہ ان کے ہاتھوں پر ظاہر میں کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہوتی تھی۔

٢٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنَ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيْهِ.

(۲۶۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا قاسم سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک برتن میں اس طرح غسل کرتے تھے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔

یعنی کبھی میرا ہاتھ اور کبھی آپ کا ہاتھ۔ کبھی دونوں ہاتھ مل بھی جاتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

٢٦٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ. [راجع: ٢٤٨]

(۲۶۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حماد نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا' وہ اپنے والد سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت فرماتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کے لانے سے غرض یہ ہے کہ جب ہاتھ پر نجاست کا شبہ ہو تو ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالنا چاہئے اور اگر کوئی شبہ نہ ہو تو بغیر دھوئے بھی جائز ہے۔

٢٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. [راجع: ٢٥٠]

(۲۶۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا۔ کہا ہم سے شعبہ نے ابوبکر بن حفص کے واسطے سے بیان کیا' وہ عروہ سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ میں اور نبی کریم ﷺ (دونوں مل کر) ایک ہی برتن میں غسل جنابت کرتے تھے۔ اور شعبہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے' انہوں نے اپنے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ) سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

٢٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ [راجع: ٢٢٤] حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلاَنِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ : مِنَ الْجَنَابَةِ.

(۲۶۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے عبداللہ بن عبداللہ بن جبیر سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک سے سنا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی کوئی زوجہ مطہرہ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ اس حدیث میں مسلم بن ابراہیم اور وہب بن جریر کی روایت میں شعبہ سے من الجنابة کا لفظ (زیادہ) ہے۔ (یعنی یہ جنابت کا غسل ہوتا تھا)

حافظ نے کہا کہ اسماعیل نے وہب کی روایت کو نکالا ہے۔ لیکن اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تعلیق نہیں ہے کیونکہ مسلم بن ابراہیم تو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور وہب نے بھی جب وفات پائی تو امام بخاری رحمہ اللہ کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ کیا تعجب ہے کہ آپ کو ان سے سماعت حاصل ہو۔

١٠- بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى

باب اس شخص سے متعلق جس نے غسل میں اپنے داہنے

شِمَالِهِ فِي الْغُسْلِ

ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گرایا۔

٢٦٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ غُسْلاً وَسَتَرْتُهُ، فَصَبَّ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ - قَالَ سُلَيْمَانُ: لاَ أَدْرِي أَذَكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لاَ - ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا، وَلَمْ يُرِدْهَا.

(۲۶۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطہ سے بیان کیا' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ کریب سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (غسل کا) پانی رکھا اور پردہ کر دیا۔ آپ نے (پہلے غسل میں) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے ایک یا دو بار دھویا۔ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں راوی (سالم بن ابی الجعد) نے تیسری بار کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا۔ اور شرمگاہ دھوئی' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ اور سر کو دھویا۔ پھر سارے بدن پر پانی بہایا۔ پھر ایک طرف سرک کر دونوں پاؤں دھوئے۔ بعد میں میں نے ایک کپڑا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس طرح کہ اسے ہٹاؤ اور آپ نے اس کپڑے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

امام احمد کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا۔ آداب غسل سے ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر پہلے خوب اچھی طرح سے استنجاء کر لیا جائے۔ ترجمہ باب حدیث سے ظاہر ہے۔

١١- بَابُ تَفْرِيقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ

باب اس بیان میں کہ غسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا بھی جائز ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوءُهُ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں اپنے قدموں کو وضو کردہ اعضاء کے خشک ہونے کے بعد دھویا۔

اس اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الام میں روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بازار میں وضو کیا۔ پھر ایک جنازے میں بلائے گئے تو وہاں آپ نے موزوں پر مسح کیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔ حافظ نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء باب یہ ہے کہ غسل اور وضو میں موالات واجب نہیں ہے۔

٢٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى

(۲۶۶) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے کریب مولیٰ ابن

ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَتْ مَيْمُونَةُ : وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيرَهُ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. [راجع: ٢٤٩]

عباس سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو آپؐ نے پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر گرا کر انہیں دو یا تین بار دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں پر گرا کر اپنی شرمگاہوں کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سر کو تین مرتبہ دھویا' پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہایا' پھر آپ اپنی غسل کی جگہ سے الگ ہو گئے۔ پھر اپنے قدموں کو دھویا۔

یہاں سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا ہے کہ موالات واجب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سارا وضو کر لیا۔ مگر پاؤں نہیں دھوئے۔ یہاں تک کہ آپ غسل سے فارغ ہوئے' پھر آپ نے پیر دھوئے۔

١٢- باب إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ. وَمَنْ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

باب جس نے جماع کیا اور پھر دوبارہ کیا اور جس نے اپنی کئی بیویوں سے ہم بستر ہو کر ایک ہی غسل کیا اس کا بیان

٢٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَيَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا.

[طرفه في : ٢٧٠].

(٢٦٧) ہم سے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' کہا ہم سے ابن ابی عدی اور یحیٰی بن سعید نے شعبہ سے' وہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے' وہ اپنے والد سے' انہوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا' اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپ اپنی تمام ازواج (مطہرات) کے پاس تشریف لے گئے اور صبح کو احرام اس حالت میں باندھا کہ خوشبو سے بدن مہک رہا تھا۔

حدیث سے ترجمۃ الباب یوں ثابت ہوا کہ اگر آپ ہر بیوی کے پاس جا کر غسل فرماتے تو آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا نشان باقی نہ رہتا۔ جمہور کے نزدیک احرام سے پہلے اس قدر خوشبو لگانا کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہے جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے جائز نہیں جانتے تھے۔ اسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اصلاح کے لئے ایسا فرمایا' ابو عبدالرحمٰن ان کی کنیت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما پر ہی ہے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔

٢٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

(٢٦٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ. قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ : أَوَ كَانَ يُطِيقُهُ؟ قَالَ : كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلاَثِيْنَ. وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ إِنَّا نَتَحَدَّثُ إِنَّ أَنَساً حَدَّثَهُمْ : تِسْعُ نِسْوَةٍ.

[أطرافه في : ٢٨٤، ٥٠٦٨، ٥٢١٥].

واسطہ سے' کہا ہم سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں۔ (نو منکوحہ اور دو لونڈیاں) راوی نے کہا' میں نے انس سے پوچھا کہ حضور ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت دی گئی ہے اور سعید نے کہا قتادہ کے واسطہ سے کہ ہم کہتے تھے کہ انس نے ان سے نو ازواج کا ذکر کیا۔

تشریح جس جگہ راوی نے نو بیویوں کا ذکر کیا ہے' وہاں آپ کی نو ازواج مطہرات ہی مراد ہیں اور جہاں گیارہ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ماریہ اور ریحانہ جو آپ کی لونڈیاں تھیں' ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں قال ابن خزیمة لم یقل احد من اصحاب قتادة احدی عشرة الامعاذ بن ہشام و قدروی البخاری الروایة الاخری عن انس تسع نسوة و جمع بینہما بان ازواجہ کن تسعا فی ھذا الوقت کما فی روایة سعید و سریتاہ ماریة و ریحانة

حدیث کے لفظ فی الساعة الواحدة سے ترجمۃ الباب ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے ایک ہی ساعت میں جملہ بیویوں سے ملاپ فرما کر آخر میں ایک ہی غسل فرمایا۔

قوت مردانگی جس کا ذکر روایت میں کیا گیا ہے یہ کوئی عیب نہیں ہے بلکہ نامردی کو عیب شمار کیا جاتا ہے۔ فی الواقع آپ میں قوت مردانگی اس سے بھی زیادہ تھی۔ باوجود اس کے آپ نے عین عالم شباب میں صرف ایک معمر بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرمایا۔ جو آپ کے کمال ضبط کی ایک بین دلیل ہے۔ ہاں مدنی زندگی میں کچھ ایسے ملکی و سیاسی و اخلاقی و سماجی مصالح تھے جن کی بنا پر آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد نو تک پہنچ گئی۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے کہ ان کے مذہبی اکابر کے گھروں میں سو' سو' بلکہ ہزار تک عورتیں کتب تواریخ میں لکھی ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

١٣- بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوءِ مِنْهُ

باب اس بارے میں کہ مذی کا دھونا اور اس کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے۔

٢٦٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً، فَأَمَرْتُ رَجُلاً أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ - لِمَكَانِ ابْنَتِهِ - فَسَأَلَ، فَقَالَ : ((تَوَضَّأْ، وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ))

[راجع: ١٣٢]

(٢٦٩) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے زائدہ نے ابو حصین کے واسطہ سے' انہوں نے ابو عبدالرحمٰن سے' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ مجھے مذی بکثرت آتی تھی' چونکہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) تھیں۔ اس لئے میں نے ایک شخص (مقداد بن اسود اپنے شاگرد) سے کہا کہ وہ آپؐ سے اس کے متعلق مسئلہ معلوم کریں۔ انہوں نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وضو کر اور شرمگاہ کو دھو (یہی کافی ہے)

١٤- بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ، وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيْبِ

باب اس بارے میں کہ جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اب بھی باقی رہا

٢٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ، ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا. [راجع: ٢٦٧]

(٢٧٠) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوعوانہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے' وہ اپنے والد سے' کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر کیا کہ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔

حدیث سے ترجمہ باب اس طرح ثابت ہوا کہ غسل کے بعد بھی آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا اثر باقی رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہم بستری کے وقت میاں بیوی کے لئے خوشبو استعمال کرنا سنت ہے' جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے (فتح الباری) باقی تفصیل حدیث نمبر ۲۶۷ میں گذر چکی ہے۔

٢٧١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيْبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

(٢٧١) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی' کہا ہم سے حکم نے ابراہیم کے واسطہ سے' وہ اسود سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا گویا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

[أطرافه في : ١٥٣٨، ٥٩١٨، ٥٩٢٣].

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے' تفصیلی واقعہ وہی ہے جو اوپر گذرا' باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کا غسل ضرور کیا ہو گا۔ اسی سے خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہوا۔

١٥- بَابُ تَخْلِيْلِ الشَّعَرِ، حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

باب بالوں کا خلال کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہو گئی تو اس پر پانی بہا دینا (جائز ہے)

٢٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ، وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، ثُمَّ

(٢٧٢) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کی طرح وضو

يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعَرَهُ، حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ.

کرتے۔ پھر غسل کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے اور جب یقین کر لیتے کہ جسم تر ہو گیا ہے۔ تو تین مرتبہ اس پر پانی بہاتے' پھر تمام بدن کا غسل کرتے۔

٢٧٣- وَقَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا. [راجع: ٢٥٠]

(٢٧٣) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول کریم ﷺ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ ہم دونوں اس سے چلو بھر بھر کر پانی لیتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنابت کے غسل میں انگلیاں بھگو کر بالوں کی جڑوں میں خلال کرے' جب یقین ہو جائے کہ سر اور داڑھی کے بال اور اندر کا چمڑا بھیگ گئے ہیں' تب بالوں پر پانی بہائے۔ یہ خلال بھی آداب غسل سے ہے۔ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب اور جمہور کے نزدیک صرف سنت ہے۔

١٦- بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهُ مَرَّةً أُخْرَى.

باب اس کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر اپنے تمام بدن کو دھویا' لیکن وضو کے اعضاء کو دوبارہ نہیں دھویا۔

٢٧٤- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَضُوْءًا لِلْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ - أَوِ الْحَائِطِ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ' قَالَتْ: فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا، فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهِ. [راجع: ٢٤٩]

(٢٧٤) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' انہوں نے سالم کے واسطہ سے' انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا' انہوں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا پھر آپؐ نے پہلے دو یا تین مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر دو یا تین بار رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی جگہ سے سرک کر پاؤں دھوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ایک کپڑا لائی تو آپؐ نے اسے نہیں لیا اور ہاتھوں ہی سے پانی جھاڑنے لگے۔

١٧- بَابُ إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ

باب جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے یاد آئے کہ مجھ کو

أَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلاَ يَتَيَمَّمْ

نہانے کی حاجت ہے تو اسی طرح نکل جائے اور تیمم نہ کرے۔

٢٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلاَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا ((مَكَانَكُمْ)) ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. [طرفاه في : ٦٣٩، ٦٤٠].

تَابَعَهُ عَبْدُ الأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَرَوَاهُ الأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

(٢٧٥) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم کو یونس نے خبر دی زہری کے واسطے سے' وہ ابو سلمہ سے' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور صفیں برابر ہو گئیں' لوگ کھڑے تھے کہ رسول کریم ﷺ اپنے حجرے سے ہماری طرف تشریف لائے۔ جب آپ مصلے پر کھڑے ہو چکے تو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں۔ پس آپ نے ہم سے فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور آپ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے غسل کیا اور واپس ہماری طرف تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے نماز کیلئے تکبیر کہی اور ہم نے آپکے ساتھ نماز ادا کی۔ عثمان بن عمر سے اس روایت کی متابعت کی ہے عبدالاعلیٰ نے معمر سے اور وہ زہری سے۔ اور اوزاعی نے بھی زہری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عبدالاعلیٰ کی روایت کو امام احمد نے نکالا ہے اور اوزاعی کی روایت کو خود حضرت امام بخاری نے کتاب الاذان میں ذکر فرمایا ہے۔

١٨- بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

باب اس بارے میں کہ غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑ لینا (سنت نبوی ہے)

٢٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الأَعْمَشَ عَنْ سَالِمِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ- وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلاً فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الأَرْضَ فَمَسَحَهَا، ثُمَّ غَسَلَهَا، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ

(٢٧٦) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو حمزہ (محمد بن میمون) نے' کہا میں نے اعمش سے سنا' انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے' انہوں نے کریب سے' انہوں نے ابن عباس سے' آپ نے کہا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور ایک کپڑے سے پردہ کر دیا۔ پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں پانی لیا اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر مارا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور بازو دھوئے۔ پھر سر پر پانی بہایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ اس کے بعد آپ مقام غسل سے ایک طرف ہو گئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو ایک کپڑا

قَدَمَيهِ، فَنَاوَلْتُهُ ثَوبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ، فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنفُضُ يَدَيهِ. [راجع: ٢٤٩]

دینا چاہا۔ تو آپ نے اسے نہیں لیا اور آپ ہاتھوں سے پانی جھاڑنے لگے۔

باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے' معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ وضو اور غسل میں بدن کپڑے سے نہ پونچھے۔

١٩- بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

باب اس شخص کے متعلق جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل کیا۔

٢٧٧- حَدَّثَنَا خَلاَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا إِذَا أَصَابَ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلاَثًا فَوقَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلَى شِقِّهَا الأَيْمَنِ، وَبِيَدِهَا الأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا الأَيْسَرِ.

(٢٧٧) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے حسن بن مسلم سے روایت کر کے' وہ صفیہ بنت شیبہ سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ ہم ازواج (مطہرات) میں سے کسی کو اگر جنابت لاحق ہوتی تو وہ ہاتھوں میں پانی لے کر سر پر تین مرتبہ ڈالتیں۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے داہنے حصے کا غسل کرتیں اور دوسرے ہاتھ سے بائیں حصے کا غسل کرتیں۔

تشریح: پہلا چلو دائیں جانب پر دوسرا چلو بائیں جانب پر تیسرا چلو سر کے بیچوں بیچ جیسا کہ باب من بداء بالحلاب او الطیب میں بیان ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ بعضوں کے نزدیک ترجمہ باب جملہ ثم تاخذ بید ھا علی شقھا الایمن سے نکلتا ہے۔ کہ اس میں ضمیر سر کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی پھر سر کے دائیں طرف پر ہاتھ سے پانی ڈالتے اور سر کے بائیں طرف پر دوسرے ہاتھ سے۔ کرمانی نے کہا کہ باب کا ترجمہ اس سے نکل آیا کیونکہ بدن میں سر سے لے کر قدم تک داخل ہے۔

٢٠- بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ، وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ

باب اس شخص کے بارے میں جس نے تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کیا۔ اور جس نے کپڑا باندھ کر

وَقَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اللهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ)).

غسل کیا' اور کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے۔ اور بہز بن حکیم نے اپنے والد سے' انہوں نے بہز کے دادا (معاویہ بن حیدہ) سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' اللہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

تشریح: اس کو امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم کن شرمگاہوں پر تصرف کریں اور کن سے بچیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف تمہاری بیوی اور لونڈی تمہارے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا حضور جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو ننگا غسل کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

ابن ابی لیلیٰ نے اکیلے بھی ننگا نہانا ناجائز کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور بتلایا کہ یہ جائز ہے مگر ستر ڈھانپ کر نہانا افضل ہے۔ حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ایوب علیہ السلام کا نہانا مذکور ہے۔ اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

٢٧٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عن هَمَّامِ بنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، وَكَانَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ. فَقَالُوا: وَاللهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلاَّ أَنَّهُ آدَرُ. فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَجَمَعَ مُوسَى فِي أَثَرِهِ يَقُوْلُ: ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ، ثَوبِي يَا حَجَرُ حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى فَقَالُوا: وَاللهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ. وَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالحَجَرِ ضَرْبًا)) فَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ : وَاللهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحجَرِ.

[طرفاه في : ٣٤٠٤، ٤٧٩٩].

(٢٧٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' انہوں نے معمر سے' انہوں نے ہمام بن منبہ سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے' کہ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل ننگے ہو کر اس طرح نہاتے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو دیکھتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا پردہ سے غسل فرماتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں صرف یہ چیز مانع ہے کہ آپ کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے لگے اور آپ نے کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ دیا۔ اتنے میں پتھر کپڑوں کو لے بھاگا اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دوڑے۔ آپ کہتے جاتے تھے۔ اے پتھر! میرا کپڑا دے۔ اے پتھر! میرا کپڑا دے۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھ لیا اور کہنے لگے کہ بخدا موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ بخدا اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشان باقی ہیں۔

٢٧٩- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْتَثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ : يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَى وَعِزَّتِكَ، وَلَكِنْ لاَ غِنَى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ)). وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((بَيْنَا

(٢٧٩) اور اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ (ایک بار) ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے۔ اتنے میں ان کے رب نے انہیں پکارا۔ کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا' جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم۔ لیکن تیری برکت سے میرے لئے بے نیازی کیونکر ممکن ہے۔ اور اس حدیث کو ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے' وہ صفوان سے' وہ عطاء بن یسار سے' وہ ابو ہریرہ سے' وہ نبی کریم

أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا . . . .)).

[طرفاه في : ۳۳۹۱، ۷۴۹۳].

ﷺ سے' اس طرح نقل کرتے ہے "جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر غسل کر رہے تھے (آخر تک)

ابراہیم بن طہمان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں سنا تو یہ تعلیق ہو گئی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو نسائی اور اسماعیلی نے وصل کیا ہے۔

۲۱- بَابُ التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

باب اس بیان میں کہ لوگوں میں نہاتے وقت پردہ کرنا ضروری ہے۔

۲۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيءٍ.

[أطرافه في : ۳۵۷، ۳۱۷۱، ۶۱۵۸].

(۲۸۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے روایت کی۔ انہوں نے امام مالک سے' انہوں نے عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابو نضر سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ابو مرہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب کو یہ کہتے سنا کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ غسل فرما رہے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر رکھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے پوچھا یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں۔

۲۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: سَتَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الأَرْضِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلاَةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ فُضَيْلٍ فِي السَّتْرِ. [راجع: ۲۴۹]

(۲۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے اعمش سے' وہ سالم بن ابی الجعد سے' وہ کریب سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے' وہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم غسل جنابت فرما رہے تھے میں نے آپ کا پردہ کیا تھا۔ تو آپ نے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے' پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی بہایا اور شرم گاہ دھوئی اور جو کچھ اس میں لگ گیا تھا اسے دھویا پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار پر رگڑ کر (دھویا) پھر نماز کی طرح وضو کیا۔ پاؤں کے علاوہ۔ پھر پانی اپنے سارے بدن پر بہایا اور اس جگہ سے ہٹ کر دونوں قدموں کو دھویا۔ اس حدیث میں ابو عوانہ اور محمد بن فضیل نے بھی پردے کا ذکر کیا ہے۔

ابو عوانہ کی روایت اس سے پہلے خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ذکر فرما چکے ہیں اور محمد بن فضیل کی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں

نکالا ہے۔ ابو عوانہ کی روایت کے لئے حدیث نمبر ۲۶۰ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

٢٢- بَابٌ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

باب اس بیان میں کہ جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل واجب ہے۔

٢٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ لاَ يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)). [راجع: ١٣٠]

(۲۸۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا' انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے' انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے' وہ زینب بنت ابی سلمہ سے' انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ ام سلیم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت پر بھی جب کہ اسے احتلام ہو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں اگر (اپنی منی کا) پانی دیکھے (تو اسے بھی غسل کرنا ہو گا)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی مرد کا سا حکم ہے کہ جاگنے پر منی کی تری اگر کپڑے یا جسم پر دیکھے تو ضرور غسل کرے تری نہ پائے تو غسل واجب نہیں۔

٢٣- باب عَرَق الجُنُبِ، وَأَنَّ المسْلِمَ لاَ يَنْجُسُ

باب اس بیان میں کہ جنبی کا پسینہ اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

٢٨٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ، فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ. فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللهِ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ لاَ يَنْجُسُ)).

[أطرافه في : ٢٨٥].

(۲۸۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' کہا ہم سے حمید طویل نے' کہا ہم سے بکر بن عبداللہ نے ابو رافع کے واسطہ سے' انہوں نے ابو ہریرہ سے سنا کہ مدینہ کے کسی راستے پر نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ جنابت کی حالت میں تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پیچھے رہ کر لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا۔ اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر غسل کے بیٹھنا برا جانا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ! مومن ہرگز نجس نہیں ہو سکتا۔

یعنی ایسا نجس نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ بیٹھا بھی نہ جاسکے۔ اس کی نجاست عارضی ہے جو غسل سے ختم ہو جاتی ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ جنبی کا پسینہ بھی پاک ہے کیونکہ جب بدن پاک ہے تو بدن سے نکلنے والا پسینہ بھی پاک ہو گا۔

٢٤- بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

باب اس تفصیل میں کہ جنبی گھر سے باہر نکل سکتا اور بازار وغیرہ جا سکتا ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور عطا نے کہا کہ جنبی پچھنا لگوا سکتا ہے' ناخن ترشوا سکتا ہے اور سر منڈوا سکتا ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

٢٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَطُوْفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ. [راجع: ٢٦٨]

(٢٨٤) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا' انہوں نے قتادہ سے' کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ہی رات میں تشریف لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ازواج میں نو بیویاں تھیں۔

اس سے جنبی کا گھر سے باہر نکلنا یوں ثابت ہوا کہ آپؐ ایک بی بی سے صحبت کر کے گھر سے باہر دوسری بیوی کے گھر تشریف لے جاتے۔

٢٨٥- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا جُنُبٌ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ، فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتَ)) فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللهِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ لاَ يَنْجُسُ)). [راجع: ٢٨٣]

(٢٨٥) ہم سے عیاش نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حمید نے بکر کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابو رافع سے' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' کہا کہ میری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ اس وقت میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں آہستہ سے اپنے گھر آیا اور غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ابھی بیٹھے ہوئے تھے' آپؐ نے دریافت فرمایا اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے' میں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن تو نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی اور باب کی مطابقت بھی ظاہر ہے کہ ابو ہریرہؓ حالت جنابت میں راہ چلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

٢٥- بَابُ كَيْنُونَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ

باب غسل سے پہلے جنبی کا گھر میں ٹھہرنا جب کہ وضو کر لے (جائز ہے)

٢٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ

(٢٨٦) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام اور شیبان نے' وہ

وَشَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. وَيَتَوَضَّأُ.

یحییٰ سے' وہ ابو سلمہ سے' کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں گھر میں سوتے تھے؟ کہا ہاں لیکن وضو کر لیتے تھے۔

[طرفه في : ٢٨٨].

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر یا جنبی ہو تو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر بتلایا کہ وہاں جنبی سے وہ مراد ہے جو وضو بھی نہ کرے اور جنابت کی حالت میں بے پرواہ بن کر یوں ہی گھر میں پڑا رہے۔

٢٦- بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

باب اس بارے میں کہ بغیر غسل کئے جنبی کا سونا جائز ہے۔

٢٨٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ)).

(۲۸۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے نافع سے' وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں' وضو کر کے جنابت کی حالت میں بھی سو سکتے ہو۔

[طرفاه في : ٢٨٩، ٢٩٠].

٢٧- بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

باب اس بارے میں کہ جنبی پہلے وضو کر لے پھر سوئے۔

٢٨٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ. [راجع: ٢٨٦]

(۲۸۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے عبیداللہ بن ابی الجعد کے واسطے سے سے' انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے عروہ سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب جنابت کی حالت میں ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو لیتے اور نماز کی طرح وضو کرتے۔

٢٨٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ)).

(۲۸۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے' وہ عبداللہ بن عمر سے' کہا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں لیکن وضو کر کے۔

٢٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ

(۲۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی انہوں نے عبداللہ بن دینار سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ

الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ)).

عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ رات میں انہیں غسل کی ضرورت ہو جایا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو کر لیا کر اور شرمگاہ کو دھو کر سو جا۔

[راجع: ۲۸۷]

تشریح ان جملہ احادیث کا یہی مقصد ہے کہ جنبی وضو کر کے گھر میں سو سکتا ہے۔ پھر نماز کے واسطے غسل کر لے۔ کیونکہ غسل جنابت کئے بغیر نماز درست نہ ہو گی۔ مریض وغیرہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

۲۸- بَابُ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ

باب اس بارے میں کہ جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں تو غسل جنابت واجب ہے۔

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح.

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا۔

۲۹۱- وَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)). تَابَعَهُ عَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هَذَا أَجْوَدُ وَ أَوْكَدُ وَ إِنَّمَا بَيَّنَّا الْحَدِيْثَ لِاخْتِلاَفِهِمْ وَالْغُسْلُ أَحْوَطُ.

(۲۹۱) (دوسری سند سے) امام بخاری نے فرمایا کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' وہ ہشام سے' وہ قتادہ سے' وہ امام حسن بصری سے' وہ ابو رافع سے' وہ ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چہار زانو میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا' اس حدیث کی متابعت عمرو نے شعبہ کے واسطہ سے کی ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا' کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا۔ اسی حدیث کی طرح۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث میں عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے دوسری حدیث (عثمان اور ابن ابی کعب کی) صحابہ کے اختلاف کے پیش نظر بیان کی اور غسل میں احتیاط زیادہ ہے۔

تشریح قال النووی "معنی الحدیث ان ایجاب الغسل لا یتوقف علی الانزال بل متی غابت الحشفة فی الفرج وجب الغسل علیهما و لا خلاف فیه الیوم۔" امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غسل انزال منی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی دخول ہو گیا دونوں پر غسل واجب ہو چکا۔ اور اب اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہ طریقہ مناسب نہیں: فقہی مسالک میں کوئی مسلک اگر کسی جزئی میں کسی حدیث سے مطابق ہو جائے تو قابل قبول ہے۔ کیونکہ اصل معمول بہ قرآن و حدیث ہے۔ اسی لئے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذا اصح الحدیث فهو مذهبی۔ جو بھی صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے۔ یہاں تک درست اور قابل تحسین ہے۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مقلدین اپنے مذہب کو کسی

حدیث کے مطابق پاتے ہیں تو اپنے مسلک کو مقدم ظاہر کرتے ہوئے حدیث کو مؤخر کرتے ہیں اور اپنے مسلک کی صحت و اولویت پر اس طرح خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ گویا اولین مقام ان کے مزعومہ مسلک کا ہے اور احادیث کا مقام ان کے بعد ہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق کے لئے موجودہ تراجم احادیث خاص طور پر تراجم بخاری کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جو آج کل ہمارے برادران احناف کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔

قرآن و حدیث کی عظمت کے پیش نظر یہ طریقہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ تسلیم کئے بغیر کسی بھی منصف مزاج کو چارہ نہیں کہ ہمارے مروجہ مسالک بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ جن کا قرون راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پورے چار سو سال تک مسلمان صرف مسلمان تھے۔ تقلیدی مذاہب چار صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی حقیقت یہی ہے۔ امت کے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ ان فقہی مسالک کو علیحدہ علیحدہ دین اور شریعت کا مقام دے دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ افتراق و انتشار پیدا ہوا کہ اسلام مختلف پارٹیوں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا اور وحدت ملی ختم ہو گئی۔ اور آج تک یہی حال ہے۔ جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

دعوت اہلحدیث کا خلاصہ یہی ہے کہ اس انتشار کو ختم کر کے مسلمانوں کو صرف اسلام کے نام پر جمع کیا جائے' امید قوی ہے کہ ضرور یہ دعوت اپنا رنگ لائے گی۔ اور لا رہی ہے کہ اکثر روشن دماغ مسلمان ان خود ساختہ پابندیوں کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں۔

٢٩- بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ رُطُوبَةِ فَرْجِ الْمَرْأَةِ

باب اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے ضروری ہے۔

٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ يَحْيَى: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ: ((يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلاَةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ)) وَقَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ. قَالَ يَحْيَى: وَأَخْبَرَنِي أَبُوسَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. [راجع: ١٧٩]

(٢٩٢) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے حسین بن ذکوان معلم کے واسطہ سے' ان کو یحییٰ نے کہا مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی' ان کو عطا بن یسار نے خبر دی' انہیں زید بن خالد جہنی نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا لیکن انزال نہیں ہوا تو وہ کیا کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کر لے اور ذکر کو دھو لے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے۔ میں نے اس کے متعلق علی بن ابی طالب' زبیر بن العوام' طلحہ بن عبیداللہ' ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا یحییٰ نے کہا اور ابو سلمہ نے مجھے بتایا کہ انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہیں ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا' بعد میں منسوخ ہو گیا۔

٢٩٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوبَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ؟ قَالَ: ((يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي)). قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَاكَ الأَخِيْرُ. إِنَّمَا بَيَّنَّاهُ لاِخْتِلاَفِهِمْ وَالْمَاءُ أَنْقَى.

(٢٩٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے' کہا مجھے خبر دی میرے والد نے' کہا مجھے خبر دی ابو ایوب نے' کہا مجھے خبر دی ابی بن کعب نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا' عورت سے جو کچھ اسے لگ گیا اسے دھو لے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا غسل میں زیادہ احتیاط ہے اور یہ آخری احادیث ہم نے اس لئے بیان کر دیں (تاکہ معلوم ہو جائے کہ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور پانی (سے غسل کر لینا ہی) زیادہ پاک کرنے والا ہے۔

تشریح یعنی غسل کر لینا بہر صورت بہتر ہے۔ اگر بالفرض واجب نہ بھی ہو تو یہی فائدہ کیا کم ہے کہ اس سے بدن کی صفائی ہو جاتی ہے۔ مگر جمہور کا یہی فتویٰ ہے کہ عورت مرد کے ملاپ سے غسل واجب ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ ترجمہ باب یہاں سے نکلتا ہے کہ دخول کی وجہ سے ذکر میں عورت کی فرج سے جو تری لگ گئی ہو اسے دھونے کا حکم دیا۔

قال ابن حجر فی الفتح و قد ذهب الجمهور الی ان حدیث الاکتفاء بالوضوء منسوخ و روی ابن ابی شیبة وغیره عن ابن عباس انه حمل حدیث الماء من الماء علی صورة مخصوصة مایقع فی المنام من رویة الجماع و هی تاویل یجمع بین الحدیثین بلا تعارض

یعنی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ احادیث جن میں وضو کو کافی کہا گیا ہے یہ منسوخ ہیں۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حدیث الماء من الماء خواب سے متعلق ہے۔ جس میں جماع دیکھا گیا ہو' اس میں انزال نہ ہو تو وضو کافی ہو گا۔ اس طرح دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی تعارض نہیں باقی رہتا۔

لفظ جنابت کی لغوی تحقیق سے متعلق حضرت نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں وجنب در مصفی گفتہ مادۂ جنب دلالت بر بعد میکند وچوں جماع در مواضع بعیدہ دمستورہ میشود الخ یعنی لفظ جنب کے متعلق مصفی شرح مؤطا میں کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا مادہ دور ہونے پر دلالت کرتا ہے جماع بھی پوشیدہ اور لوگوں سے دور جگہ پر کیا جاتا ہے' اس لئے اس شخص کو جنبی کہا گیا' اور جنب کو جماع پر بولا گیا۔ بقول ایک جماعت جنبی تا غسل عبادت سے دور ہو جاتا ہے اس لئے اسے جنب کہا گیا۔ غسل جنابت شریعت ابراہیمی میں ایک سنت قدیمہ ہے جسے اسلام میں فرض اور واجب قرار دیا گیا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا' پچھنا لگوا کر غسل کرنا' میت کو نہلا کر غسل کرنا مسنون ہے۔ رواہ ابو داؤد و الحاکم۔

جو شخص اسلام قبول کرے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے غسل کرے پھر مسلمان ہو۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام' جلد : اول / ص : ١٧٠)

٦- كتاب الحيض

حیض کے مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلاَ تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ، فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٢٢].

اور خداوند تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں "اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے۔ سو تم عورتوں سے حیض کی حالت میں الگ رہو۔ اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو جائیں۔ (یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو) پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے (یعنی قبل میں جماع کرو دبر میں نہیں) بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزگی (صفائی و ستھرائی) حاصل کرنے والوں کو۔

١- بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ،

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ)) وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ: قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُ.

باب اس بیان میں کہ حیض کی ابتدا کس طرح ہوئی۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں آیا۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث تمام عورتوں کو شامل ہے۔

تشریح یعنی "آدم کی بیٹیوں" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بھی عورتوں کو حیض آتا تھا۔ اس لئے حیض کی ابتدا کے متعلق یہ کہنا کہ بنی اسرائیل سے اس کی ابتدا ہوئی صحیح نہیں' حضرت امام بخاری قدس سرہ نے جو حدیث یہاں بیان کی ہے۔ اس کو خود انہوں نے اسی لفظ سے آگے ایک باب میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ و قال بعضهم سے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ مراد ہیں۔ ان کے اثروں کو عبدالرزاق نے نکالا ہے' عجب نہیں کہ ان دونوں نے یہ حکایت بنی اسرائیل سے لے کر بیان کی ہو۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کے حال میں ہے کہ فضحکت جس سے مراد بعض نے لیا ہے کہ ان

کو حیض آ گیا اور ظاہر ہے کہ سارہ بنی اسرائیل سے پہلے تھیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل پر یہ بطور عذاب دائمی کے بھیجا گیا ہو۔

٢٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا لاَ نُرَى إِلاَّ الْحَجَّ. فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَالَكِ أَنُفِسْتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ)) قَالَتْ: وَضَحَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

[أطرافه في: ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩].

(۲۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' کہا میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے سنا' کہا میں نے قاسم سے سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی اور اس رنج میں رونے لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لائے' آپ نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا۔ کیا حائضہ ہو گئی ہو۔ میں نے کہا' ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج کے افعال پورے کر لو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (سرف ایک مقام مکہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے)

٣- بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ

باب اس بارے میں کہ حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھا کرنا جائز ہے۔

٢٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ.

[أطرافه في: ٢٩٦، ٣٠١، ٢٠٢٨، ٢٠٢٩، ٢٠٣١، ٢٠٤٦، ٢٩٢٥]

(۲۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں خبر دی مالک نے ہشام بن عروہ سے' وہ اپنے والد سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو حائضہ ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کیا کرتی تھی۔

٢٩٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ سُئِلَ: أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُو مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: كُلُّ ذَلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ، وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمُنِي وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ - رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ- وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥]

(۲۹۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے عروہ کے واسطے سے بتایا کہ ان سے سوال کیا گیا' کیا حائضہ بیوی میری خدمت کر سکتی ہے' یا ناپاکی کی حالت میں عورت مجھ سے نزدیک ہو سکتی ہے؟ عروہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح کی عورتیں میری بھی خدمت کرتی ہیں اور اس میں کسی کے لئے بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ وہ رسول کریم ﷺ کو حائضہ ہونے کی حالت میں کنگھا کیا کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں معتکف ہوتے۔ آپ اپنا سر مبارک قریب کر دیتے اور حضرت عائشہ ؓ اپنے حجرہ ہی سے کنگھا کر دیتیں' حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں۔

باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ ادیان سابقہ میں عورت کو ایام حیض میں بالکل علیحدہ قید کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان قیود کو ہٹا دیا۔

٤- بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حَجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی بیوی کی گود میں حائضہ ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا جائز ہے۔

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ فَتَأتِيهِ بِالْمصحَفِ فتُمْسِكُهُ بِعِلاَقَتِهِ.

ابو وائل اپنی خادمہ کو حیض کی حالت میں ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے اور وہ ان کے یہاں سے قرآن مجید جز دان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی۔

اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔

٢٩٧- حَدَّثَنَا أَبُونُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَّكِيءُ فِي حَجْرِيْ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ. [طرفه في : ٧٥٤٩].

(۲۹۷) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے زہیر سے سنا' انہوں نے منصور بن صفیہ سے کہ ان کی ماں نے ان سے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے' حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔

حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

٥- بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا

باب اس شخص سے متعلق جس نے نفاس کا نام بھی حیض

رکھا۔

۲۹۸- حَدَّثَنَا الْمَكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ : بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةً فِي خَمِيصَةٍ إِذْ حِضْتُ، فَانسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي. قَالَ: ((أَنُفِسْتِ؟)) قُلْتُ : نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ.

(۲۹۸) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے یحییٰ بن کثیر کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ سے کہ زینب بنت ام سلمہ نے ان سے بیان کیا اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی' اتنے میں مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ آں حضور ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں نفاس آ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا' اور میں چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

[أطرافه في : ۳۲۲، ۳۲۳، ۱۹۲۹].

تشریح نفاس کے مشہور معنی تو یہ ہیں کہ جو خون عورت کو زچگی میں آئے وہ نفاس ہے۔ مگر کبھی حیض کو بھی نفاس کہہ دیتے ہیں اور نفاس کو حیض' اس طرح نام بدل کر تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود یہاں حیض کے لئے نفاس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

٦- بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

باب اس بارے میں کہ حائضہ کے ساتھ مباشرت کرنا (یعنی جماع کے علاوہ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز ہے)

۲۹۹- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ كِلاَنَا جُنُبٌ.

(۲۹۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے منصور بن معمر کے واسطے سے' وہ ابراہیم نخعی سے' وہ اسود سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ حالانکہ دونوں جنبی ہوتے۔

[راجع: ۲۵۰]

۳۰۰- وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ.

(۳۰۰) اور آپ مجھے حکم فرماتے' پس میں ازار باندھ لیتی' پھر آپ میرے ساتھ مباشرت کرتے' اس وقت میں حائضہ ہوتی۔

[أطرافاه في : ۳۰۲، ۲۰۳۰].

۳۰۱- وَكَانَ يُخرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

(۳۰۱) اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے۔ اس وقت آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں حیض کی حالت میں ہونے کے باوجود آپ کا سر مبارک دھو دیتی۔

[راجع: ۲۹۵]

تشریح: بعض منکرین حدیث نے اس حدیث پر بھی استہزاء کرتے ہوئے اسے قرآن کے خلاف بتلایا ہے۔ ان کے خیال ناپاک میں مباشرت کا لفظ جماع ہی پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مباشرت کے معنے بدن سے بدن لگانا اور بوس و کنار مراد ہے اور اسلام میں بالاتفاق حائضہ عورت کے ساتھ صرف جماع حرام ہے۔ اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا' بوس و کنار بشرائط معلومہ منع نہیں ہے۔ منکرین حدیث اپنے خیالات فاسدہ کے لئے محض ہفوات باطلہ سے کام لیتے ہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جس کو اپنی شہوت پر قابو نہ ہو اسے مباشرت سے بھی بچنا چاہئے۔

٣٠٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ - هُوَ الشَّيْبَانِيُّ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا. قَالَتْ: وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَه كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ؟ تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ

(۳۰۲) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا' کہا ہم سے علی بن مسہر نے' ہم سے ابو اسحاق سلیمان بن فیروز شیبانی نے عبدالرحمن بن اسود کے واسطہ سے' وہ اپنے والد اسود بن یزید سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا ہم ازواج میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی' اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اگر مباشرت کا ارادہ کرتے تو آپ ازار باندھنے کا حکم دے دیتے باوجود حیض کی زیادتی کے۔ پھر بدن سے بدن ملاتے' آپ نے کہا تم میں ایسا کون ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرح اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو۔ اس حدیث کی متابعت خالد اور جریر نے شیبانی کی روایت سے کی ہے۔

(یہاں بھی مباشرت سے ساتھ لیٹنا بیٹھنا مراد ہے)

٣٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ. رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

(۳۰۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق شیبانی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن شداد نے بیان کیا' انہوں نے کہا میں نے میمونہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور وہ حائضہ ہوتی' تو آپ کے حکم سے وہ پہلے ازار باندھ لیتیں۔ اور سفیان نے شیبانی سے اس کو روایت کیا ہے۔

ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مباشرت سے عورت کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا مراد ہے۔ منکرین حدیث کا یہاں جماع مراد لے کر ان احادیث کو قرآن کا معارض ٹھہرانا بالکل جھوٹ اور افترا ہے۔

٧- بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

باب اس بارے میں کہ حائضہ عورت روزے چھوڑ دے (بعد میں قضا کرے)

٣٠٤- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ:

(۳۰۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي أَضْحَى - أَوْ فِطْرٍ - إِلَى الْمُصَلَّى، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ : ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) فَقُلْنَ، وَبِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ)). قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟)) قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: ((فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا. أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟)) قُلْنَ: بَلَى. قَالَ : ((فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا)) .

محمد بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے زید نے اور یہ زید اسلم کے بیٹے ہیں' انہوں نے عیاض بن عبداللہ سے' انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ عورتوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو' کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو' باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا' جی ہے۔ آپ نے فرمایا بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے' عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

[أطرافه في : ١٤٦٢، ١٩٥١، ٢٦٥٨].

تشریح قسطلانی نے کہا کہ لعنت کرنا اس پر جائز نہیں ہے جس کے خاتمہ کی خبر نہ ہو' البتہ جس کا کفر پر مرنا یقینی ثابت ہو اس پر لعنت جائز ہے۔ جیسے ابو جہل وغیرہ' اسی طرح بغیر نام لئے ہوئے ظالموں اور کافروں پر بھی لعنت کرنی جائز ہے۔

٨- بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلاَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

باب اس بارے میں کہ حائضہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے باقی ارکان پورا کرے گی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: لاَ بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الآيَةَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا. وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ. وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ يَخْرُجَ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ

ابراہیم نے کہا کہ آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنبی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ام عطیہ نے فرمایا ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو بھی (عید کے دن) باہر نکالیں۔ پس وہ مردوں کے ساتھ تکبیر کہتیں اور دعا کرتیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے ابو سفیان نے

دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ. ﴿وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ أَنْ لاَ نَعْبُدَ إِلاَّ اللهَ وَ لاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُوْنَ﴾ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ: حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلاَ تُصَلِّي. وَقَالَ الْحَكَمُ: إِنِّي لأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ. وَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلاَ تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ﴾ [الأنعام: ١٢١].

بیان کیا کہ ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے گرامی نامہ کو طلب کیا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اے کتاب والو! ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ خداوند تعالیٰ کے قول مسلمون تک۔ عطاء نے جابر کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (حج میں) حیض آگیا تو آپ نے تمام مناسک پورے کئے سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور آپ نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں۔ اور حکم نے کہا میں جنبی ہونے کے باوجود ذبح کرتا ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔

اس لئے حکم کی مراد بھی ذبح کرنے میں اللہ کے ذکر کو جنبی ہونے کی حالت میں کرنا ہے۔

٣٠٥- حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لاَ نَذْكُرُ إِلاَّ الْحَجَّ. فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيْكِ؟)) قُلْتُ: لَوَدِدْتُ وَاللهِ أَنِّي لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ. قَالَ: ((لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنَّ ذَلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ)). [راجع: ٢٩٤]

(٣٠٥) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے' انہوں نے قاسم بن محمد سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے اس طرح نکلے کہ ہماری زبانوں پر حج کے علاوہ اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ جب ہم مقام سرف پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ (اس غم سے) میں رو رہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا کاش! میں اس سال حج کا ارادہ ہی نہ کرتی۔ آپ نے فرمایا شاید تمہیں حیض آ گیا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اس لئے تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ طواف بیت اللہ کے علاوہ حاجیوں کی طرح تمام کام انجام دو۔

تشریح سید المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ اعلم ان البخاری عقد بابا فی صحیحه یدل

علی انه قائل بجواز قراءة القرآن للجنب والحائض (تحفۃ الاحوذی' جلد :۱/ ص: ۱۲۴)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں جنبی اور حائضہ کو قرأت قرآن سے روکا گیا ہو گو اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔ اور بعض کی متعدد محدثین نے تصحیح بھی کی ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ کوئی صحیح روایت اس سلسلہ میں نہیں ہے جیسا کہ صاحب ایضاح البخاری نے جزء: ۱۱/ ص: ۹۴ پر تحریر فرمایا ہے۔ درجہ حسن تک کی روایات تو موجود ہیں' البتہ ان تمام روایات کا قدر مشترک یہی ہے کہ جنبی کو قرأت قرآن کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے جنبی اور حائضہ کے لئے قرأت قرآن کو جائز رکھا ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں جنبی اور حائضہ ہر دو کو قرأت کی اجازت ہے اور طبری' ابن منذر اور بعض حضرات سے بھی یہ اجازت منقول ہے۔ حضرت مولانا مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تمسک البخاری و من قال بالجواز غیره کالطبری و ابن المنذر و داود بعموم حدیث کان یذکر الله علی کل احیانه لان الذکر اعم ان یکون بالقران اوبغیره الخ (تحفۃ الاحوذی' ج :۱/ ص: ۱۲۴)

یعنی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور آپ کے علاوہ دیگر مجوزین نے حدیث یذکر الله علی کل احیانه (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے) سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ ذکر میں تلاوت قرآن بھی داخل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب مختار یہی ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قرأت قرآن جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے تحفۃ الاحوذی کا مقام مذکورہ مطالعہ کیا ہے۔

صاحب ایضاح البخاری فرماتے ہیں کہ "درحقیقت ان اختلافات کا بنیادی منشاء اسلام کا وہ توسع ہے جس کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں بھی فرمایا تھا اور ایسے ہی اختلافات کے متعلق آپ نے خوش ہو کر پیشین گوئی کی تھی کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہو گا۔ (ایضاح البخاری ج ۲ ص ۳۲) (امت کا اختلاف باعث رحمت ہونے کی حدیث صحیح نہیں)

۹- بَابُ الإِسْتِحَاضَةِ — باب استحاضہ کے بیان میں

استحاضہ عورت کے لئے ایک ایسی بیماری ہے جس میں اسے ہر وقت خون آتا رہتا ہے اس کے احکام بھی حیض کے احکام سے مختلف ہیں۔

۳۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ : قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلاَةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ فَصَلِّي)).

(۳۰۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے بیان کیا کہ فاطمہ ابی حبیش کی بیٹی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی' تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں اس لئے جب حیض کے دن (جن میں کبھی پہلے تمہیں عادتاً حیض آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گذر جائیں' تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

تشریح: یعنی غسل کر کے ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرتی رہو۔ مالکیہ اس عورت کے لئے جس کا

خون جاری ہی رہے یا بواسیر والوں کے لئے مجبوری کی بنا پر وضو نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

١٠- بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيْضِ

٣٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهَا قَالَتْ: سَأَلَتْ امْرَأَةٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّي فِيهِ)). [راجع: ٢٢٧]

باب حیض کا خون دھونے کے بیان میں۔

(٣٠٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے بیان کیا' انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے' انہوں نے فاطمہ بنت منذر سے' انہوں نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ ایک ایسی عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے کپڑے پر حیض کا خون لگ گیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو چاہئے کہ اسے رگڑ ڈالے' اس کے بعد اسے پانی سے دھوئے' پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

٣٠٨- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ.

(٣٠٨) ہم سے اصبغ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے عمرو بن حارث نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے اپنے والد قاسم بن محمد سے بیان کیا' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتے' پھر اس جگہ کو دھو لیتے اور تمام کپڑے پر پانی بہا دیتے اور اسے پہن کر نماز پڑھتے۔

١١- بَابُ الاِعْتِكَافِ لِلْمُسْتَحَاضَةِ

٣٠٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ شَاهِينَ أَبُو بِشْرٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ. وَزَعَمَ عِكْرِمَةُ

باب عورت کے لئے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف

(٣٠٩) ہم سے اسحاق بن شاہین ابوبشر واسطی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے خالد بن مہران سے' انہوں نے عکرمہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا' حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لئے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ: كَأَنَّ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ.

کسم کا پانی دیکھا تو فرمایا یہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔

[أطرافه في : ٣١٠، ٣١١، ٢٠٣٧].

تشریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں رہ سکتی ہے اور اس کا اعتکاف اور نماز درست ہے اور مسجد میں حدث کرنا بھی درست ہے جب کہ مسجد کے آلودہ ہونے کا ڈر نہ ہو اور جو مرد دائم الحدث ہو وہ بھی مستحاضہ کے حکم میں ہے یا جس کے کسی زخم سے خون جاری رہتا ہو۔

٣١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

(٣١٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن زریع نے خالد سے' وہ عکرمہ سے' وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی (نکلتے) دیکھتیں' طشت ان کے نیچے ہوتا اور نماز ادا کرتی تھیں۔

[راجع: ٣٠٩]

یہ خون استحاضہ کی بیماری کا تھا جس میں عورتوں کے لئے نماز معاف نہیں ہے۔

٣١١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ. [راجع: ٣٠٩]

(٣١١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے خالد کے واسطہ سے بیان کیا' وہ عکرمہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بعض امہات المؤمنین نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں۔ (اوپر والی روایت میں ان ہی کا ذکر ہے)

١٢- بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ؟

باب کیا عورت اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا ہو؟

٣١٢- حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَتْ: عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلاَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا.

(٣١٢) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی نجیح سے' انہوں نے مجاہد سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' جسے ہم حیض کے وقت پہنتے تھے۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتے اور پھر اسے ناخنوں سے مسل دیتے۔

١٣- بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ

باب عورت حیض کے غسل میں

غُسْلِهَا مِنَ الْـمَحِيْضِ

خوشبو استعمال کرے

٣١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثٍ، إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلاَ نَكْتَحِلَ وَلاَ نَتَطَيَّبَ وَلاَ نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلاَّ ثَوْبَ عَصْبٍ. وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ. وَكُنَّا نُنْهَى عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. قَالَ : رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ١٢٧٨، ١٢٧٩، ٥٣٤٠، ٥٣٤١، ٥٣٤٢، ٥٣٤٣].

(۳۱۳) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حمّاد بن زید نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے حفصہ سے' وہ ام عطیہ سے' آپ نے فرمایا کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ لیکن شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن کے سوگ کا حکم تھا۔ ان دنوں میں ہم نہ سرمہ لگاتیں نہ خوشبو اور عصب (یمن کی بنی ہوئی ایک چادر جو رنگین بھی ہوتی تھی) کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا ہم استعمال نہیں کرتی تھیں اور ہمیں (عدت کے دنوں میں) حیض کے غسل کے بعد کست اظفار استعمال کرنے کی اجازت تھی اور ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے' انہوں نے ام عطیہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح عورت جب حیض کا غسل کرے تو مقام مخصوص پر بدبو کو دور کرنے کے لئے ضرور کچھ خوشبو کا استعمال کرے' اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ سوگ والی عورت کو بھی اس کی اجازت دی گئی بشرطیکہ وہ احرام میں نہ ہو۔ کست یا اظفار کست عود کو کہتے ہیں۔ بعض نے اظفار سے وہ شہر مراد لیا ہے جو یمن میں تھا۔ وہاں سے عود ہندی عربی ممالک میں آیا کرتا تھا۔ ہشام کی روایت خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں بھی نقل کی ہے۔

١٤- بَابُ دَلْكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ

وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

باب اس بارے میں کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت کو اپنے بدن کو نہاتے وقت ملنا چاہئے اور یہ کہ عورت کیسے غسل کرے' اور مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر خون لگی ہوئی جگہوں پر اسے پھیرے۔

٣١٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْـمَحِيْضِ. فَأَمَرَهَا كَيْفَ

(۳۱۴) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے منصور بن صفیہ سے' انہوں نے اپنی ماں صفیہ بنت شیبہ سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے

تَغتَسِلُ قَالَ: ((خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا)). قَالَتْ : كَيْفَ أَتَطَهَّرُ؟ قَالَ: ((تَطَهَّرِيْ بِهَا)). قَالَتْ كَيْفَ؟ قَالَ:((سُبْحَانَ اللهِ، تَطَهَّرِيْ)) فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ : تَتَبَّعِيْ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

[طرفاه في : ٣١٥، ٧٣٥٧].

فرمایا کہ مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کر۔ اس نے پوچھا۔ اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں' آپ نے فرمایا' اس سے پاکی حاصل کر۔ اس نے دوبارہ پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! پاکی حاصل کر۔ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ اسے خون لگی ہوئی جگہوں پر پھیر لیا کر۔

تشریح: اس غسل کی کیفیت مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اچھی طرح سے پاکی حاصل کر پھر اپنے سر پر پانی ڈال تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی ڈال۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اگرچہ یہاں نہ بدن کا ملنا ہے نہ غسل کی کیفیت مگر خوشبو کا پھایہ لینا مذکور ہے۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا بھی اس سے ثابت ہوا۔ عورتوں سے شرم کی بات اشارہ کنایہ سے کہنا' عورتوں کے لئے مردوں سے دین کی باتیں پوچھنا یہ جملہ امور اس سے ثابت ہوئے' قالہ الحافظ۔

١٥- بَابُ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

باب حیض کا غسل کیونکر ہو؟

٣١٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيْضِ؟ قَالَ: ((خُذِيْ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي ثَلاَثًا)) ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَحْيَى فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ: ((تَوَضَّئِي بِهَا)). فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِيُّ ﷺ.

[راجع: ٣١٤]

(۳۱۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب بن خالد نے' کہا ہم سے منصور بن عبدالرحمٰن نے اپنی والدہ صفیہ سے' وہ عائشہ سے کہ انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مشک میں بسا ہوا کپڑا لے اور پاکی حاصل کر' یہ آپؐ نے تین دفعہ فرمایا۔ پھر آنحضور ﷺ شرمائے اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا' یا فرمایا کہ اس سے پاکی حاصل کر۔ پھر میں نے انہیں پکڑ کر کھینچ لیا اور نبی کریم ﷺ جو بات کہنی چاہتے تھے وہ میں نے اسے سمجھائی۔

١٦- بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

باب عورت کا حیض کے غسل کے بعد کنگھا کرنا جائز ہے۔

٣١٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ. فَزَعَمَتْ أَنَّهَا

(۳۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے' کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے عروہ کے واسطہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا' میں تمتع کرنے والوں میں تھی اور ہدی (یعنی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق بتایا

حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ: فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ((انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَامْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكِ)) فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ. [راجع: ٢٩٤]

کہ پھر وہ حائضہ ہو گئیں اور عرفہ کی رات آ گئی اور ابھی تک وہ پاک نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور آج عرفہ کی رات ہے اور میں عمرہ کی نیت کر چکی تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سر کو کھول ڈال اور کنگھا کر اور عمرہ کو چھوڑ دے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے حج پورا کر لیا۔ اور لیلۃ الحصبہ میں عبدالرحمن بن ابوبکر کو آنحضور ﷺ نے حکم دیا۔ وہ مجھے اس عمرہ کے بدلہ میں جس کی نیت میں نے کی تھی تنعیم سے (دوسرا) عمرہ کرالائے۔

تشریح تمتع اسے کہتے ہیں کہ آدمی میقات پر پہنچ کر صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دے۔ اس کے بعد آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب احرام کے غسل کے لئے کنگھی کرنا مشروع ہوا تو حیض کے غسل کے لئے بطریق اولیٰ ہو گا۔ تنعیم مکہ سے تین میل دور حرم سے قریب ہے۔ روایت میں لیلۃ الحصبہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ رات ہے جس میں منیٰ سے حج سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں اور وادی محصب میں آکر ٹھہرتے ہیں' یہ ذی الحجہ کی تیرھویں یا چودھویں شب ہوتی ہے' اسی کو لیلۃ الحصبہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر اور دیگر شارحین نے مقصد ترجمہ کے سلسلہ میں کہا ہے کہ آیا حائضہ حج کا احرام باندھ سکتی ہے یا نہیں' پھر روایت سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ گو یہ بھی درست ہے مگر ظاہری الفاظ سے معنی یہ ہیں کہ حائضہ کس حالت کے ساتھ احرام باندھے یعنی غسل کر کے احرام باندھے یا بغیر غسل ہی' سو دوسری روایت میں غسل کا ذکر موجود ہے اگرچہ پاکی حاصل نہ ہو گی' مگر غسل احرام سنت ہے۔ اس پر عمل ہو جائے گا۔

١٧- بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

باب حیض کے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنے کے بیان میں۔

٣١٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلاَلِ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ، فَإِنِّي لَوْ لاَ أَنِّي أَهْدَيْتُ لأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)) فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ. فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ

(٣١٧) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ حماد نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے فرمایا ہم ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی نکلے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دل چاہے تو اسے عمرہ کا احرام باندھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ اس پر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر عرفہ کا دن آ گیا اور میں حیض کی

وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامتَشِطِي وَأَهِلِّي بِحَجٍّ)) فَفَعَلْتُ. حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي أَخِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنعِيمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي. قَالَ هِشَامٌ: وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلاَ صَوْمٌ وَلاَ صَدَقَةٌ. [راجع: ٢٩٤]

حالت میں تھی۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ اور اپنا سر کھول اور کنگھا کر اور حج کا احرام باندھ لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب حصبہ کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا۔ میں تنعیم گئی اور وہاں سے اپنے عمرہ کے بدلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی نہ ہدی واجب ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ۔ (تنعیم حد حرم سے قریب تین میل دور ایک مقام کا نام ہے)

١٨- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَل مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

باب اللہ عزوجل کے قول مخلقۃ و غیر مخلقۃ (کامل الخلقت اور ناقص الخلقت) کے بیان میں۔

٣١٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ. فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ: أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ، وَالأَجَلُ؟ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ)).

[طرفاه في: ٣٣٣٣، ٦٥٩٥].

(۳۱۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے عبیداللہ بن ابی بکر کے واسطے سے' وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے' اے رب! اب یہ علقہ ہو گیا ہے' اے رب! اب یہ مضغہ ہو گیا ہے۔ پھر جب خدا چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث' بد بخت ہے یا نیک بخت' روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی۔ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔

تشریح اس باب کے انعقاد سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ کو جو خون آ جائے وہ حیض نہیں ہے کیونکہ اگر حمل پورا ہے تو رحم اس میں مشغول ہو گا اور جو خون نکلا ہے وہ غذا کا باقی ماندہ ہے۔ اگر ناقص ہے تو رحم نے تیلی بوٹی نکال دی ہے تو وہ بچہ کا حصہ کہا جائے گا حیض نہ ہو گا۔

ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری نے باب کی حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ حاملہ کا خون حیض نہیں ہے کیونکہ وہاں ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ نجاست کے مقام پر نہیں جاتا۔ ابن منیر کے اس استدلال کو ضعیف کہا گیا ہے۔ احناف اور حنابلہ اور اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ حالت حمل میں آنے والا خون بیماری مانا جائے گا حیض نہ ہو گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی ثابت فرما رہے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے عنوان مخلقۃ و غیر مخلقۃ اختیار فرمایا ہے۔ روایت مذکورہ اسی طرف مشیر ہے' پوری آیت سورۂ حج میں ہے۔

١٩- بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ

باب اس بارے میں کہ حائضہ عورت حج اور عمرہ کا احرام

بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ؟

٣١٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ. فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلاَ يُحِلُّ حَتَّى يُحِلَّ نَحْرِ هَدْيِهِ. وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ)). قَالَتْ: فَحِضْتُ، فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَلَمْ أُهْلِلْ إِلاَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِحَجٍّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي، فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ. [راجع: ٢٩٤]

٢٠- بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيْضِ وَإِدْبَارِهِ

وَكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُوْلُ: لاَ تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيْدُ بِذَلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ. وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ: مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا. وَعَابَتْ

کس طرح باندھے؟

(۳۱۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے عقیل بن خالد سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے عروہ بن زبیر سے' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سفر میں نکلے' ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا' پھر ہم مکہ آئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور وہ ہدی بھی ساتھ لایا ہو تو وہ ہدی کی قربانی سے پہلے حلال نہ ہو گا اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو تو اسے حج پورا کرنا چاہئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی اور عرفہ کا دن آ گیا۔ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول لوں' کنگھا کر لوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ چھوڑ دوں' میں نے ایسا ہی کیا اور اپنا حج پورا کر لیا۔ پھر میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کے عوض تنعیم سے دوسرا عمرہ کروں۔

باب اس بارے میں کہ حیض کا آنا اور اسکا ختم ہونا کیونکر ہے؟

عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ڈبیا بھیجتی تھیں جس میں کرسف ہوتا۔ اس میں زردی ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ صاف سفیدی دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو معلوم ہوا کہ عورتیں رات کی تاریکی میں چراغ منگا کر پاکی ہونے کو دیکھتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے (عورتوں کے اس کام کو) معیوب

عَلَيهِنَّ. سمجھا۔

کیونکہ شریعت میں آسانی ہے۔ فقہاء نے استحاضہ کے مسائل میں بڑی باریکیاں نکالی ہیں مگر صحیح مسئلہ یہی ہے کہ عورت کو پہلے خون کا رنگ دیکھ لینا چاہئے۔ حیض کا خون کالا ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے۔ عورتوں کو اپنی حیض کی عادت کا بھی اندازہ کرلینا چاہیے۔ اگر رنگ اور عادت دونوں سے تمیز نہ ہو سکے تو چھ یا سات دن حیض کے مقرر کرلے۔ کیونکہ اکثرمدت حیض یہی ہے اس میں نماز ترک کر دے۔ جس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مگر خوارج اس سے اختلاف کرتے ہیں جو غلط ہے۔

٣٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ ((ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلاَةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّي)).

(٣٢٠) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ہشام بن عروہ سے' وہ اپنے باپ سے' وہ حضرت عائشہ سے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب حیض کے دن گذر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔

٢١- بَابُ لاَ تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلاَةَ

باب اس بارے میں کہ حائضہ عورت نماز قضا نہ کرے۔

وَقَالَ جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((تَدَعُ الصَّلاَةَ)).

اور جابر بن عبداللہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز چھوڑ دے۔

٣٢١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ: أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلاَتَهَا إِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ : أَحَرُوْرِيَّةٌ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلاَ يَأْمُرُنَا بِهِ. أَوْ قَالَتْ : فَلاَ نَفْعَلُهُ.

(٣٢١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے' کہا ہم سے قتادہ نے' کہا مجھ سے معاذہ بنت عبداللہ نے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جس زمانہ میں ہم پاک رہتے ہیں۔ (حیض سے) کیا ہمارے لئے اسی زمانہ کی نماز کافی ہے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروریہ ہو؟ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ہمیں نماز کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

تشریح شیخنا المکرم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں

الحروری منسوب الی حرورا بفتح الحاء وضم الراء الھملتین و بعد الواو الساکنة راء ایضًا بلدة علی میلین من الکوفة و یقال من یعتقد مذھب الخوارج حروری لان اول فرقة منھم خرجوا علی علی بالبلدة المذکورة فاشتھروا بالنسبة الیھا و ھم فرق کثیرة لکن من اصولھم المتفق علیھا بینھم الاخذ بما دل علیه القران وردما ذاد علیه من الحدیث مطلقا (تحفة الاحوذی' ج:١/ ص: ١٢٣)

یعنی حروری حرورا گاؤں کی طرف نسبت ہے جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں پر سب سے پہلے وہ فرقہ پیدا ہوا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ یہ خارجی کہلائے' جن کے کئی فرقے ہیں مگر یہ اصول ان سب میں متفق ہے کہ صرف قرآن کو لیا جائے اور حدیث کو مطلقاً رد کر دیا جائے گا۔

چونکہ حائضہ پر فرض نماز کا معاف ہو جانا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے مخاطب کے اس مسئلہ کی تحقیق کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حروری تو نہیں ہو جو اس مسئلہ کے متعلق تم کو تامل ہے۔

٢٢- بَابُ النَّومِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

باب حائضہ عورت کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑوں میں ہو۔

٣٢٢- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ، فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَنُفِسْتِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. قَالَتْ: وَحَدَّثَتْنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ. وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ. [راجع: ٢٩٨]

(٣٢٢) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شیبان نحوی نے بیان کیا' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' انہوں نے ابو سلمہ سے' انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا' اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے ام سلمہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا بوسہ لیتے۔ اور میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا۔

٢٣- بَابُ مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابِ الطُّهْرِ

باب اس بارے میں کہ جس نے (اپنی عورت کے لیے) حیض کے لئے پاکی میں پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ کپڑے بنائے۔

٣٢٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيلَةٍ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي،

(٣٢٣) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' وہ ابو سلمہ سے' وہ زینب بنت ابی سلمہ سے' وہ ام سلمہ سے' انہوں نے بتلایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے چلی گئی اور حیض کے کپڑے بدل لئے' آپ نے پوچھا کیا تجھ کو حیض آ گیا ہے۔

فَقَالَ: ((أَنُفِسْتِ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ.
[راجع: ۲۹۸]

میں نے کہا' جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

معلوم ہوا کہ حیض کے لئے عورت کو علیحدہ کپڑے بنانے مناسب ہیں اور طہر کے لئے علیحدہ تاکہ ان کو سہولت ہو سکے' یہ اسراف میں داخل نہیں۔

٢٤- بَابُ شُهُودِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلَّى

باب عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں حائضہ عورتیں بھی شریک ہوں اور یہ عورتیں نماز کی جگہ سے ایک طرف ہو کر رہیں۔

٣٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ - ابْنُ سَلَامٍ - قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا - وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَي عَشْرَةَ، غَزْوَةً وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ - قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي النَّبِيَّ ﷺ أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لاَ تَخْرُجَ؟ قَالَ : ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا : أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَتْ: بِأَبِي نَعَمْ - وَكَانَ لاَ تَذْكُرُهُ إِلاَّ قَالَتْ: بِأَبِي - سَمِعْتُهُ يَقُولُ : ((تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ

(۳۲۴) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے ایوب سختیانی سے' وہ حفصہ بنت سیرین سے' انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عید گاہ جانے سے روکتی تھیں' پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتریں اور انہوں نے اپنی بہن (ام عطیہ) کے حوالہ سے بیان کیا' جن کے شوہر نبی ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے اور خود ان کی اپنی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبر گیری بھی کرتی تھیں۔ میری بہن نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لئے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نماز عید کے لئے) باہر نہ نکلے۔ آپ نے فرمایا اس کی ساتھی عورت کو چاہئے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اڑھا دے' پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں' (یعنی عید گاہ جائیں) پھر جب ام عطیہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا' میرا باپ آپ پر فدا ہو' ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا۔ اور ام عطیہ جب بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کہ میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جوان لڑکیاں' پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں بھی

الْمُصَلّٰى)). قَالَتْ حَفْصَةُ: فَقُلْتُ: ((الْحُيَّضُ؟)) فَقَالَتْ : أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا؟

[أطرافه في: ٣٥١، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢].

باہر نکلیں اور مواقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حائضہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔ حفصہ کہتی ہیں' میں نے پوچھا کیا حائضہ بھی؟ تو انہوں نے فرمایا کیا وہ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی۔ یعنی جب وہ ان جملہ مقدس مقامات میں جاتی ہیں تو پھر عید گاہ میں کیوں نہ جائیں۔

تشریح **اجتماع عیدین میں عورتیں ضرور شریک ہوں:** اجتماع عیدین میں عورتوں کے شریک ہونے کی اس قدر تاکید ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حائضہ عورتوں تک کے لئے تاکید فرمائی کہ وہ بھی اس ملی اجتماع میں شریک ہو کر دعاؤں میں حصہ لیں اور حالت حیض کی وجہ سے جائے نماز سے دور رہیں' ان مستورات کے لئے جن کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر بھی نہیں' آپ نے اس اجتماع سے پیچھے رہ جانے کی اجازت نہیں دی' بلکہ فرمایا کہ اس کی ساتھ والی دوسری عورتوں کو چاہئے کہ اس کے لئے اوڑھنی کا انتظام کر دیں' روایت مذکورہ میں یہاں تک تفصیل موجود ہے کہ حضرت حفصہ نے تعجب کے ساتھ ام عطیہ سے کہا کہ حیض والی عورتیں کس طرح نکلیں گی جب کہ وہ نجاست حیض میں ہیں۔ اس پر حضرت ام عطیہ نے فرمایا کہ حیض والی عورتیں حج کے دنوں میں آخر عرفات میں ٹھہرتی ہیں' مزدلفہ میں رہتی ہیں' منیٰ میں کنکریاں مارتی ہیں' یہ سب مقدس مقامات ہیں' جس طرح وہ وہاں جاتی ہیں اسی طرح عید گاہ بھی جائیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی واضح احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ جن سب کا ذکر موجب تطویل ہو گا۔ مگر تعجب ہے فقہائے احناف پر جنہوں نے اپنے فرضی شکوک و اوہام کی بنا پر صراحتاً اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان عالی شان کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

مناسب ہو گا کہ فقہائے احناف کا فتویٰ صاحب ایضاح البخاری کے لفظوں میں پیش کر دیا جائے' چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"اب عید گاہ کا حکم بدل گیا ہے پہلے عید گاہ مسجد کی شکل میں نہ ہوتی تھی' اس لئے حائضہ اور جنبی کو بھی اندر جانے کی اجازت تھی' اب عید گاہیں مکمل مسجد کی صورت میں ہوتی ہیں' اس لئے ان کا حکم بعینہٖ مسجد کا حکم ہے' اسی طرح دور حاضر میں عورتوں کو عید گاہ کی نماز میں شرکت سے بھی روکا گیا ہے۔ صدر اول میں اول تو اتنا اندیشہ فتنہ و فساد کا نہیں تھا' دوسرے یہ کہ اسلام کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرد و عورت سب مل کر عید کی نماز میں شرکت کریں۔ اب فتنہ کا بھی زیادہ اندیشہ ہے اور اظہار شان و شوکت کی بھی ضرورت نہیں' اس لئے روکا جائے گا۔ متاخرین کا یہی فیصلہ ہے۔ الی آخرہ (ایضاح البخاری' جز: ۱۱/ ص: ۱۲۹)

منصف مزاج ناظرین اندازہ فرما سکیں گے کہ کس جرأت کے ساتھ احادیث صحیحہ کے خلاف فتویٰ دیا جا رہا ہے' جس کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ اگر عید گاہ کھلے میدان میں ہو اور اس کی تعمیر مسجد جیسی نہ ہو اور پردے کا انتظام اتنا بہتر کر دیا جائے کہ فتنہ و فساد کا مطلق کوئی خوف نہ ہو اور اس اجتماع مرد و زن سے اسلام کی شان و شوکت بھی مقصود ہو تو پھر عورتوں کا عید کے اجتماع میں شرکت کرنا جائز ہو گا۔ الحمد للہ کہ جماعت اہل حدیث کے ہاں اکثر یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ بیشتر کھلے میدانوں میں عمدہ انتظامات کے ساتھ مع اپنے اہل و عیال عیدین کی نمازیں ادا کرتے اور اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں' ان کی عید گاہوں میں کبھی فتنہ و فساد کا نام تک بھی نہیں آیا۔ برخلاف اس کے ہمارے بہت سے بھائیوں کی عورتیں میلوں عرسوں میں بلا حجاب شریک ہوتی ہیں اور وہاں نت نئے فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے محترم فقہائے عظام وہاں عورتوں کی شرکت پر اس قدر

غیظ و غضب کا اظہار کبھی نہیں فرماتے جس قدر اجتماع عیدین میں مستورات کی شرکت پر ان کی فقاہت کی باریکیاں مخالفانہ منظر عام پر آ جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی تو غور طلب چیز ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جملہ مستورات' اصحاب کرام' انصار و مہاجرین کی مستورات درجہ شرافت میں جملہ مستورات امت سے افضل ہیں' پھر بھی وہ شریک عیدین ہوا کرتی تھیں جیسا کہ خود فقہائے احناف کو تسلیم ہے۔ ہماری مستورات تو بہر حال ان سے کمتر ہیں وہ اگر باپردہ شریک ہوں گی تو کیونکر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے لگ جائے گی یا ان کی عزت و آبرو پر کون سا حرف آ جائے گا۔ کیا وہ قرن اول کی صحابیات سے بھی زیادہ عزت رکھتی ہیں؟ باقی رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد لو درای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء الخ کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج عورتوں کے نو پیدا حالات کو دیکھتے تو ان کو عید گاہ سے منع کر دیتے۔ یہ حضرت عائشہؓ کی ذاتی رائے ہے جو اس وقت کے حالات کے پیش نظر تھی' اور ظاہر ہے کہ ان کی اس رائے سے حدیث نبوی کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ پھر یہ بیان لفظ لو (اگر) کے ساتھ ہے جس کا مطلب یہ کہ ارشاد نبوی آج بھی اپنی حالت پر واجب العمل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عید گاہ میں پردہ کے ساتھ عورتوں کا شریک ہونا سنت ہے۔ وباللہ التوفیق

٢٥- بَابُ إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلاَثَ حِيَضٍ،

وَمَا يُصَدَّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ وَفِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾.

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ : إِنْ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُرْضَى دِينُهُ أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلاَثًا فِي شَهْرٍ صُدِّقَتْ. وَقَالَ عَطَاءٌ : أَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ. وَبِهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى خَمْسَةَ عَشَرَ. وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ : سَأَلْتُ ابْنَ سِيرِيْنَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ؟ قَالَ : اَلنِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ.

باب اس بارے میں کہ اگر کسی عورت کو ایک ہی مہینہ میں تین بار حیض آئے؟

اور حیض و حمل سے متعلق جب کہ حیض آنا ممکن ہو تو عورتوں کے بیان کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ ان کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے وہ اسے چھپائیں۔ (لہٰذا جس طرح یہ بیان قابل تسلیم ہو گا اسی طرح حیض کے متعلق بھی ان کا بیان مانا جائے گا)

اور حضرت علیؓ اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت کے گھرانے کا کوئی آدمی گواہی دے اور وہ دین دار بھی ہو کہ یہ عورت ایک مہینہ میں تین مرتبہ حائضہ ہوتی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ عورت کے حیض کے دن اتنے ہی قابل تسلیم ہوں گے جتنے پہلے (اس کی عادت کے تحت) ہوتے تھے۔ (یعنی طلاق وغیرہ سے پہلے) ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے اور عطاء نے کہا کہ حیض کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہو سکتا ہے۔ معتمر اپنے والد سلیمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن سیرین سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آ جانے کے پانچ دن بعد خون دیکھتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں اس کا زیادہ علم رکھتی ہیں۔

۳۲۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ فَقَالَ: ((لاَ. إِنَّ ذَلِكِ عِرْقٌ. وَلَكِنْ دَعِي الصَّلاَةَ قَدْرَ الأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا، ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّي)).

(۳۲۵) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی' انہوں نے کہا میں نے ہشام بن عروہ سے سنا' کہا مجھے میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے خبر دی کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی' تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ یہ تو ایک رگ کا خون ہے' ہاں اتنے دنوں میں نماز ضرور چھوڑ دیا کر جن میں اس بیماری سے پہلے تمہیں حیض آیا کرتا تھا۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھا کر۔

تشریح آیت کریمہ ﴿ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ ﴾ (البقرۃ : ۲۲۸) کی تفسیر میں زہری اور مجاہد نے کہا کہ عورتوں کو اپنا حیض یا حمل چھپانا درست نہیں' ان کو چاہئے کہ حقیقت حال کو صحیح صحیح بیان کر دیں۔ اب اگر ان کا بیان ماننے کے لائق نہ ہو تو بیان سے کیا فائدہ۔ اس طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے باب کا مطلب نکالا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ قاضی شریح کے سامنے ایک مقدمہ آیا۔ جس میں طلاق پر ایک ماہ کی مدت گذر چکی تھی۔ خاوند رجوع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عورت کہتی تھی کہ میری عدت گذر گئی اور ایک ہی ماہ میں مجھ کو تین حیض آ گئے ہیں۔ تب قاضی شریح نے یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سنایا' اس کو دارمی نے سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔ قاضی شریح کے فیصلہ کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔

اس واقعہ کو اسی حوالہ سے امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب جلد :۱/ ص: ۲۹۵ پر ذکر فرمایا ہے۔ قاضی شریح بن حرث کوفی ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے ان کو ملاقات نصیب نہ ہو سکی۔ قضاۃ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

حیض کی مدت کم سے کم ایک دن زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔ مگر اس بارے میں ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت معین نہیں۔ ہر عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے اگر معین بھی کریں تو چھ یا سات روز اکثر مدت معین ہو گی جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

ایک مہینہ میں عورت کو تین بار حیض نہیں آیا کرتا' تندرست عورت کو ہر ماہ صرف چند ایام کے لئے ایک ہی بار حیض آتا ہے' لیکن اگر کبھی شاذ و نادر ایسا ہو جائے اور عورت خود اقرار کرے کہ اس کو تین بار ایک ہی مہینہ میں حیض آیا ہے تو اس کا بیان تسلیم کیا جائے گا۔ جس طرح استحاضہ کے متعلق عورت ہی کے بیان پر فتویٰ دیا جائے گا کہ کتنے دن وہ حالت حیض میں رہتی ہے اور کتنے دن اس کو استحاضہ کی حالت رہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ہی کے بیان پر ان کو مسائل متعلقہ تعلیم فرمائے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں ومناسبۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ قدر الا یام التی کنت تحیضین فیھا فیو کل ذالک الی امانتھا و رد ھا الی عادتھا یعنی حدیث اور باب میں مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے کہ نماز چھوڑ دو ان دنوں کے اندازہ پر جن میں تم کو حیض آتا رہا ہے۔ پس اس معاملہ کو اس کی امانت داری پر چھوڑ دیا جائے گا۔

۲۶- بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي
باب اس بیان میں کہ زرد اور مٹیالا رنگ حیض کے دنوں

غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

کے علاوہ ہو (تو کیا حکم ہے؟)

٣٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا لاَ نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

(۳۲۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' انہوں نے ایوب سختیانی سے' وہ محمد بن سیرین سے' وہ ام عطیہ سے' آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

تشریح یعنی جب حیض کی مدت ختم ہو جاتی تو مٹیالے یا زرد رنگ کی طرح پانی کے آنے کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ اس حدیث کے تحت علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ والحديث يدل على ان الصفرة والكدرة بعد الطهر ليستا من الحيض و اما في وقت الحيض فهما حيض (نیل الاوطار) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طہر کے بعد اگر مٹیالے یا زرد رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ لیکن ایام حیض میں ان کا آنا حیض ہی ہو گا۔

بالکل برعکس: صاحب تفہیم البخاری (دیوبند) نے محض اپنے مسلک حنفیہ کی پاسداری میں اس حدیث کا ترجمہ بالکل برعکس کیا ہے' جو یہ ہے "آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے (یعنی سب کو حیض سمجھتے تھے۔)"

الفاظ حدیث پر ذرا بھی غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ ترجمہ بالکل برعکس ہے' اس پر خود صاحب تفہیم البخاری نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ "ہم نے ترجمہ میں حنفیہ کے مسلک کی رعایت کی ہے۔" (تفہیم البخاری' ج: ۲/ ص: ۴۴) اس طرح ہر شخص اگر اپنے اپنے مزعومہ مسالک کی رعایت میں حدیث کا ترجمہ کرنے بیٹھے گا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ہمارے معزز فاضل صاحب تفہیم البخاری کا ذہن محض حمایت مسلک کی وجہ سے ادھر نہیں جا سکا۔ تقلید جامد کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں ای من الحيض اذا كان في غيرزمن الحيض اما فيه فهو من الحيض تبعا وبه قال سعيد بن المسيب و عطاء والليث وابو حنيفة و محمد والشافعي و احمد (قسطلانی) یعنی غیر زمانہ حیض میں مٹیالے یا زرد رنگ والے پانی کو حیض نہیں مانا جائے گا' ہاں زمانہ حیض میں آنے پر اسے حیض ہی کہا جائے گا۔ سعید بن مسیب اور عطاء اور لیث اور ابو حنیفہ اور محمد اور شافعی اور احمد کا یہی فتویٰ ہے۔ خدا جانے صاحب تفہیم البخاری نے ترجمہ میں اپنے مسلک کی رعایت کس بنیاد پر کی ہے؟ اللهم وفقنا لما تحب و ترضى' امين

٢٧- بَابُ عِرْقِ الإِسْتِحَاضَةِ

باب استحاضہ کی رگ کے بارے میں

٣٢٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ اسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ: ((هَذَا عِرْقٌ)) فَكَانَتْ

(۳۲۷) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے ایوب بن ابی ذئب سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے عروہ اور عمرہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں) کہ ام حبیبہ سات سال تک مستحاضہ رہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ رگ (کی وجہ سے بیماری) ہے۔ پس ام حبیبہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی

تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. تھیں۔

تشریح استحاضہ والی عورت کے لئے ہر نماز کے وقت غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہاں حضرت ام حبیبہ کے غسل کا ذکر ہے جو وہ ہر نماز کے لئے کیا کرتی تھیں۔ سو یہ ان کی خود اپنی مرضی سے تھا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ولا اشک ان شاء الله ان غسلها كان تطوعا غيرما امرت به و ذالک واسع لها و كذا قال سفيان بن عيينة والليث بن سعد و غيرهما و ذهب اليه الجمهور من عدم وجوب الاغتسال الا الادبار الحيضة هوالحق لفقد الدليل الصحيح الذى تقوم به الحجة (نيل الاوطار باب طهر المستحاضة)

ان شاء اللہ مجھ کو قطعاً شک نہیں ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا یہ ہر نماز کے لئے غسل کرنا محض ان کی اپنی خوشی سے بطور نفل کے تھا۔ جمہور کا مذہب حق یہی ہے کہ صرف حیض کے خاتمہ پر ایک ہی غسل واجب ہے۔ اس کے خلاف جو روایات ہیں جن سے ہر نماز کے لئے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے وہ قابل حجت نہیں ہیں۔

حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وجميع الاحاديث التى فيها ايجاب الغسل لكل صلوة قد ذكر المصنف بعضها فى هذا الباب و اكثرها ياتى فى ابواب الحيض و كل واحد منها لا يخلو عن مقال (نیل الاوطار)

یعنی وہ جملہ احادیث جن سے ہر نماز کے لئے غسل واجب معلوم ہوتا ہے ان سب کی سند اعتراضات سے خالی نہیں ہیں۔ پھر الدین یسر (کہ دین آسان ہے) کے تحت بھی ہر نماز کے لئے نیا غسل کرنا کس قدر باعث تکلیف ہے۔ خاص کر عورت ذات کے لئے بے حد مشکل ہے۔ اس لئے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا و قد جمع بعضهم بين الاحاديث بحمل احاديث الغسل لكل صلوة على الاستحباب (نیل الاوطار) یعنی بعض حضرات نے جملہ احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے کی احادیث میں استحباباً کہا گیا ہے۔ یعنی یہ غسل مستحب ہو گا' واجب نہیں۔

٢٨- بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيْضُ بَعْدَ الإِفَاضَةِ

باب جو عورت (حج میں) طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟)

٣٢٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ؟)) فَقَالُوْا: بَلَى. قَالَ: ((فَاخْرُجِيْ)).

[راجع: ٢٩٤]

(٣٢٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے' انہوں نے اپنے باپ ابوبکر سے' انہوں نے عبدالرحمٰن کی بیٹی عمرہ سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ حضور صفیہ بنت حیی کو (حج میں) حیض آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' شاید کہ وہ ہمیں روکیں گی۔ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا۔ عورتوں نے جواب دیا کہ کر لیا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر نکلو۔

اسی کو طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ دسویں تاریخ کو منیٰ سے آ کر کیا جاتا ہے۔ یہ طواف فرض ہے اور حج کا ایک رکن ہے'

لیکن طواف الوداع جو حاجی کعبہ شریف سے رخصتی کے وقت کرتے ہیں' وہ فرض نہیں ہے۔ اس لئے وہ حائضہ کے واسطے معاف ہے۔

٣٢٩- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ.

[طرفاه في : ١٧٥٥، ١٧٦٠].

(۳۲۹) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب بن خالد نے عبداللہ بن طاؤس کے حوالہ سے' وہ اپنے باپ طاؤس بن کیسان سے' وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے فرمایا کہ حائضہ کے لئے (جب کہ اس نے طواف افاضہ کر لیا ہو) رخصت ہے کہ وہ گھر جائے (اور طواف وداع کے لئے نہ رکی رہے)

٣٣٠- وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ : إِنَّهَا لاَ تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: تَنْفِرُ، إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ.

[أطرافه في: ١٧٦١].

(۳۳۰) ابن عمر ابتدا میں اس مسئلہ میں کہتے تھے کہ اسے (بغیر طواف وداع کے) جانا نہیں چاہئے۔ پھر میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ چلی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی رخصت دی ہے۔

تشریح اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی مرحوم نے خوب لکھا ہے' فرماتے ہیں۔ "تو عبداللہ بن عمر کو جب حدیث پہنچی انہوں نے اپنی رائے اور فتوے سے رجوع کر لیا۔ ہمارے دین کے کل اماموں اور پیشواؤں نے ایسا ہی کیا ہے۔ کہ جدھر حق معلوم ہوا ادھر ہی لوٹ گئے۔ کبھی اپنی بات کی پچ نہیں کی' امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد سے ایک ایک مسئلہ میں دو دو' تین تین' چار چار قول منقول ہیں۔ ہائے ایک وہ زمانہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صحیح حدیث دیکھ کر بھی اپنی رائے اور خیال سے نہیں پلٹتے بلکہ جو کوئی حدیث کی پیروی کرے اس کی دشمنی پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔"

مقلدین جامدین کا عام طور پر یہی رویہ ہے ؎

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے حدیثوں پر چلنے میں دیں کا خلل ہے

٢٩- بَابُ إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ

باب جب مستحاضہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَلَوْ سَاعَةً. وَيَأْتِيْهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتِ الصَّلاَةُ أَعْظَمُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن میں تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور اس کا شوہر نماز کے بعد اس کے پاس آئے۔ کیونکہ نماز سب سے زیادہ عظمت والی چیز ہے۔

٣٣١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلاَةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي))

(۳۳۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حیض کا زمانہ آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ زمانہ گذر جائے تو خون کو دھو اور نماز پڑھ

یعنی جب مستحاضہ کے لئے غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہوا تو خاوند کو اس سے صحبت کرنا تو بطریق اولیٰ درست ہو گا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت کیا ہے۔

٣٠- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِهَا

باب اس بارے میں کہ نفاس میں مرنے والی عورت پر نماز جنازہ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

٣٣٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ وَسَطَهَا.

(٣٣٢) ہم سے احمد بن ابی سریج نے بیان کیا' کہا ہم سے شبابہ بن سوار نے' کہا ہم سے شعبہ نے حسین سے۔ وہ عبداللہ بن بریدہ سے' وہ سمرہ بن جندب سے کہ ایک عورت (ام کعب) زچگی میں مرگئی' تو آں حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی' اس وقت آپ ان کے (جسم کے) وسط میں کھڑے ہوئے۔

[طرفاه في : ١٣٣١، ١٣٣٢].

تشریح فی بطن سے زچگی کی حالت مین مرنا مراد ہے۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ نفاس والی عورت کا حکم پاک عورتوں کا سا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس پر جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ اس سے ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ موت سے آدمی نجس ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الجنائز میں بھی ہے۔ جس میں نفاس کی حالت میں مرنے کی صراحت موجود ہے۔ مسلم' ترمذی' ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

٣١- بَابٌ

باب

٣٣٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُونُ حَائِضًا لاَ تُصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي بَعْضُ ثَوْبِهِ.

(٣٣٣) ہم سے حسن بن مدرک نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حماد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابو عوانہ وضاح نے اپنی کتاب سے دیکھ کر خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سلیمان شیبانی نے عبداللہ بن شداد سے' انہوں نے کہا میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں سنا کہ میں حائضہ ہوتی تو نماز نہیں پڑھتی تھی اور یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (گھر میں) نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب لیٹی ہوتی تھی۔ آپ نماز اپنی چٹائی پر پڑھتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کوئی حصہ مجھ سے لگ جاتا تھا۔

[أطرافه في: ٣٧٩، ٣٨١، ٥١٧، ٥١٨].

تشریح حضرت امام قدس سرہ نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حائضہ عورت اگرچہ ناپاک ہو گئی ہے مگر اس قدر ناپاک نہیں ہے کہ اس سے کسی کا کپڑا چھو جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائے۔ ایسی مشکلات ادیان سابقہ میں تھیں' اسلام نے ان مشکلات کو

آسانیوں سے بدل دیا ہے۔ ﴿ ما جعل علیکم فی الدین من حرج ﴾ دین میں تنگی نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واستنبط منه عدم نجاسة الحائض والتواضع المسكنة فی الصلوٰة بخلاف صلوٰة المتكبرين على سجاديد غالية الاثمان مختلفة الالوان (قسطلانی) اس حدیث سے حائضہ کی عدم نجاست پر استنباط کیا گیا ہے اور نماز میں تواضع اور مسکینی پر۔ بخلاف نماز متکبرین کے جو بیش قیمت مصلوں پر جو مختلف رنگوں سے مزین ہوتے ہیں تکبر سے نماز پڑھتے ہیں۔ (الحمد للہ کہ رمضان شریف ۱۳۸۷ھ میں بحالت قیام بنگلور کتاب الحیض کے ترجمہ سے فراغت حاصل ہوئی والحمد للہ علی ذالک۔)

۷۔کتاب التیمم

تیمّم کے مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ﴾ [المائدة ٦].

اور خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ”پس نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا' پس مل لو منہ اور ہاتھ اس سے۔“

١ - بَابٌ

٣٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ -- أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ -انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي، فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ على التِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ،

(۳۳۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں مالک نے عبدالرحمن بن قاسم سے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے بتلایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ بعض سفر (غزوۂ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے

وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ. فَأَتَى النَّاسَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوْا: أَلاَ تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ. فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فِخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ : حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالنَّاسَ، وَلَيْسُوْا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَعَاتَبَنِي أَبُوبَكْرٍ وَقَالَ : مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلاَ يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلاَّ مَكَانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى فِخِذِي، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ آيَةَ التَّيَمُّمِ، ﴿فَتَيَمَّمُوْا﴾. فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ : مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ. قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ، فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

[أطرافه في: ٣٣٦، ٣٦٧٢، ٣٧٧٣، ٤٥٨٣، ٤٦٠٧، ٤٦٠٨، ٥١٦٤، ٥٢٥٠، ٥٨٨٢، ٦٨٤٤، ٦٨٤٥].

ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔" پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچو کے لگائے۔ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا "اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔" عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے مل گیا۔

تشریح: لغت میں تیمم کے معنی قصد و ارادہ کرنے کے ہیں۔ شرع میں تیمم یہ کہ پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا حدث یا جنابت دور کرنے کی نیت سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گلے میں سے ٹوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔ پھر اس پر اونٹ بیٹھ گیا۔ لوگ ادھر ادھر ہار کو ڈھونڈتے رہے اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا اور وہاں پانی نہ تھا جس پر تیمم کی آیت نازل ہوئی' بعد میں اونٹ کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔

٣٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْعَوَقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ. ح. قَالَ: وَحَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ: أَخْبَرَنَا

(۳۳۵) ہم سے محمد بن سنان عوفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا (دوسری سند) کہا اور مجھ سے سعید بن نضر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشیم نے' انہوں نے کہا ہمیں خبر دی

هُشَيْم قَالَ: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ - الْفَقِيْرُ - قَالَ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلاَةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) .

[طرفاه في : ٤٣٨، ٣١٣٢].

سیار نے' انہوں نے کہا ہم سے یزید الفقیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں جابر بن عبداللہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہئے۔ اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لئے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تشریح: ارشاد نبوی جعلت لی الارض مسجدا وطهورا سے ترجمہ باب نکلتا ہے چونکہ قرآن مجید میں لفظ صعیداً طیبا (پاک مٹی) کہا گیا ہے لہٰذا تیمم کیلئے پاک مٹی ہی ہونی چاہئے جو لوگ اس میں اینٹ چونا وغیرہ سے بھی تیمم جائز بتلاتے ہیں انکا قول صحیح نہیں ہے۔

٢- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلاَ تُرَابًا

باب اس بارے میں کہ جب نہ پانی ملے اور نہ مٹی تو کیا کرے؟

٣٣٦- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلاَدَةً فَهَلَكَتْ، فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَجُلاً فَوَجَدَهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلاَةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَصَلَّوا، فَشَكَوا ذَلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ : جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَ اللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ إِلاَّ جَعَلَ اللهُ ذَلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا.

[راجع: ٢٣٤]

(٣٣٦) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے' کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے' وہ اپنے والد سے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ہار مانگ کر پہن لیا تھا' وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا' جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آ پہنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی۔ پس خداوند تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری جسے سن کر اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کو اللہ بہترین بدلہ دے۔ واللہ جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں خیر پیدا فرما دی۔

تشریح: حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استدل بذالک جماعۃ من المحققین منہم المصنف علی وجوب الصلوۃ عند عدم المطھرین الماء والتراب ولیس فی الحدیث انھم فقدوا التراب و انما فیہ انھم فقدوا الماء فقط ولکن عدم الماء فی ذالک الوقت کعدم الماء والتراب لانہ لا مطھر سواہ ووجہ الاستدلال بہ انھم صلوامعتقدین وجوب ذالک و لوکانت الصلوۃ حینئذ ممنوعۃ لا نکر علیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بھذا قال الشافعی و احمد وجمھور المحدثین (نیل الا وطار جزء : اول / ص : ۲۶۷) یعنی اہل تحقیق نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر کہیں پانی اور مٹی ہر دو نہ ہوں تب بھی نماز واجب ہے۔ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے انہوں نے پانی نہیں پایا تھا پھر بھی نماز کو واجب جان کر ادا کیا' اگر ان کا یہ نماز پڑھنا منع ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان پر انکار فرماتے۔ پس یہی حکم اس کے لئے ہے جو نہ پانی پائے نہ مٹی' اس لئے کہ طہارت صرف ان ہی دو چیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ تو اس کو نماز ادا کرنا ضروری ہو گا۔ جمہور محدثین کا یہی فتویٰ ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اس دور میں جب کہ تیمم کی مشروعیت نازل نہیں ہوئی تھی صرف پانی کے نہ ملنے کی صورت میں جو حکم تھا وہی اب پانی اور مٹی ہر دو کے نہ ملنے کی صورت میں ہونا چاہیے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں واستدل بہ علی ان فاقد الطھورین یصلی علی حالہ و ھووجہ المطابقۃ بین الترجمۃ والحدیث الخ یعنی حدیث مذکورہ دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص پانی پائے نہ مٹی' وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ حدیث اور ترجمہ میں یہی مطابقت ہے۔

۳- بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ

باب اقامت کی حالت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے

إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلاَةِ ،وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيْضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلاَ يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ: يَتَيَمَّمُ وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَعَمِ فَصَلَّى، ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ.

جب پانی نہ پائے اور نماز فوت ہونے کا خوف ہو۔ عطاء بن ابی رباح کا یہی قول ہے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی بیمار کے نزدیک پانی ہو جسے وہ اٹھا نہ سکے اور کوئی ایسا شخص بھی وہاں نہ ہو جو اسے وہ پانی (اٹھا کر) دے سکے تو وہ تیمم کر لے۔ اور عبداللہ بن عمر جرف کی اپنی زمین سے واپس آ رہے تھے کہ عصر کا وقت مقام مربد النعم میں آ گیا۔ آپ نے (تیمم سے) عصر کی نماز پڑھ لی اور مدینہ پہنچے تو سورج ابھی بلند تھا مگر آپ نے وہ نماز نہیں لوٹائی۔

تشریح: حضرت امام قدس سرہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ تیمم بوقت ضرورت سفر میں تو ہے ہی مگر حضر میں بھی اگر پانی نہ مل سکے اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو یا مریض کے پاس کوئی پانی دینے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں تیمم سے نماز ادا کی جا سکتی ہے ارشاد باری ہے ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرۃ : ۲۸۶) اللہ نے ہر انسان کو اس کی طاقت کے اندر اندر مکلف بنایا ہے۔

۳۳۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الأَعْرَجِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى

(۳۳۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے' انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج سے' انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بن عبداللہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن یسار جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی

أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: ((أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ)) .

اللہ علیہ و سلم کے غلام تھے' ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری (صحابی) کے پاس آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ "بئرِ جمل" کی طرف سے تشریف لا رہے تھے' راستے میں ایک شخص نے آپ کو سلام کیا (یعنی خود اسی ابو جہیم نے) لیکن آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر آپ دیوار کے قریب آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر ان کے سلام کا جواب دیا۔

تشریح اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حالت حضر میں تیمم کرنے کا جواز ثابت کیا۔ جب آپ نے سلام کے جواب کے لئے تیمم کر لیا تو اسی طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہو گا:

جرف نامی جگہ مدینہ سے آٹھ کلو میٹر دور تھی۔ اسلامی لشکر یہاں سے مسلح ہوا کرتے تھے۔ یہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی زمین تھی۔ مربد نعم نامی جگہ مدینہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے عصر کی نماز تیمم سے ادا کر لی تھی۔

٤- بَابُ هَلْ يَنفُخُ فِيْ يَدَيْهِ ؟

باب اس بارے میں کہ کیا مٹی پر تیمم کے لئے ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں کو پھونک کر ان کو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مل لینا کافی ہے؟

٣٣٨- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ. فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ : أَمَّا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ، فَأَجْنَبْنَا فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هَكَذَا)) فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

[أطرافه في : ٣٣٩، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧].

(٣٣٨) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حکم بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے ذر بن عبداللہ سے' انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' وہ اپنے باپ سے' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور پانی نہیں ملا (تو میں اب کیا کروں) اس پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا' کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ سفر میں تھے' ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا' اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے بس اتنا ہی کافی تھا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔

تشریح: مسلم وغیرہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ نماز نہ پڑھ جب تک پانی نہ ملے۔ حضرت عمار نے غسل کی جگہ سارے جسم پر مٹی لگانا ضروری سمجھا' اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ صرف تیمم کر لینا کافی تھا۔ حضرت عمار نے اس موقع پر اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا مگر دربار رسالت میں جب معاملہ آیا تو ان کے اجتہاد کی غلطی معلوم ہو گئی اور فوراً انہوں نے رجوع کر لیا صحابہ کرام آج کل کے اندھے مقلدین کی طرح نہ تھے کہ صحیح احادیث کے سامنے بھی اپنے رائے اور قیاس پر اڑے رہیں اور کتاب و سنت کو محض تقلید جامد کی وجہ سے ترک کر دیں۔ اسی تقلید جامد نے ملت کو تباہ کر دیا۔ فلیبک علی الاسلام من کان باکیا

٥- بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

باب اس بارے میں کہ تیمم میں صرف منہ اور دونوں پہنچوں پر مسح کرنا کافی ہے۔

٣٣٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَن بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ بِهَذَا، وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الأَرْضَ، ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَمَّار. [راجع: ٣٣٨]

(٣٣٩) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' کہا کہ مجھے حکم بن عیینہ نے خبر دی ذر بن عبداللہ سے' وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' وہ اپنے باپ سے کہ عمار نے یہ واقعہ بیان کیا (جو پہلے گذر چکا) اور شعبہ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کر لیا (اور پھونکا) پھر ان سے اپنے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا اور نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ مجھے شعبہ نے خبر دی حکم سے کہ میں نے ذر بن عبداللہ سے سنا' وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ حکم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے سنی' وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عمار نے کہا (جو پہلے مذکور ہوا)

صحیح احادیث کی بنا پر تیمم میں ایک ہی بار ہاتھ مارنا اور منہ اور دونوں پنجوں کا مسح کر لینا کافی ہے۔ اہلحدیث کا یہی فتویٰ ہے۔ اس کے خلاف جو ہے وہ قول مرجوح ہے۔ یعنی ایک بار منہ کا مسح کرنا پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا اس بارے کی احادیث ضعیف ہیں۔ دوسری سند کے لانے کی غرض یہ ہے کہ حکم کا سماع ذر بن عبداللہ سے صاف معلوم ہو جائے جس کی صراحت اگلی روایت میں نہیں ہے۔ بعض مقلدین نہایت ہی دریدہ دہنی کے ساتھ مسح میں ایک بار کا انکار کرتے ہیں بلکہ جماعت اہلحدیث کی تخفیف و توہین کے سلسلہ میں تیمم کو بھی ذکر کرتے ہیں' یہ ان کی سخت غلطی ہے۔

٣٤٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ: كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ

(٣٤٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطہ سے حدیث بیان کی' وہ ذر بن عبداللہ سے' وہ ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' وہ اپنے والد سے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم ایک

فَأَجْنَبْنَا. وَقَالَ : تَفَلَ فِيهِمَا.
[راجع: ٣٣٨]

لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ پس ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ اور (اس میں ہے کہ بجائے نفخ فیھما کے) انہوں نے تفل فیھما کہا۔

تفل بھی پھونکنے ہی کو کہتے ہیں لیکن نفخ سے کچھ زیادہ زور سے جس میں ذرا ذرا تھوک بھی نکل آئے۔

٣٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ : تَمَعَّكْتُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : ((يَكْفِيكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ)) . [راجع: ٣٣٨]

(۳۴۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے' وہ ذر بن عبداللہ سے' وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' وہ اپنے والد عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' انہوں نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تو زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے صرف چہرے اور پہنچوں پر مسح کرنا کافی تھا (زمین پر لیٹنے کی ضرورت نہ تھی)

تشریح بعض راویان بخاری نے یہاں الوجه والکفان نقل کیا ہے اور ان کو یکفیک کا فاعل ٹھہرایا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ تجھ کو چہرہ اور دونوں پہنچے کافی تھے۔ فتح الباری میں ان کو یکفیک کا مفعول قرار دیتے ہوئے الوجه والکفین نقل کیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ تجھ کو تیرا منہ اور پہنچوں کے اوپر مسح کر لینا کافی تھا۔

وقال الحافظ ابن حجر ان الاحاديث الواردة فى صفة التيمم لم يصح منها سوى حديث ابى جهيم و عمار الخ یعنی صفت تیمم میں سب سے زیادہ صحیح احادیث ابو جہیم اور عمار کی ہیں' یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ ان دونوں میں ایک ہی دفعہ مارنے اور منہ اور ہتھیلیوں پر مل لینے کا ذکر ہے۔

٣٤٢- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ اَبْزَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: شَهِدْتُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ. وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ٣٣٨]

(۳۴۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے' انہوں نے ذر بن عبداللہ سے' انہوں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

٣٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَمَّارٌ: ((فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ)).
[راجع: ٣٣٨]

(۳۴۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے' کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے' انہوں نے ذر بن عبداللہ سے' انہوں نے ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے' انہوں نے اپنے والد سے کہ عمار نے بیان کیا "پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اس سے اپنے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔"

٦- بَابُ الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ

باب اس بارے میں کہ پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے پانی

الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ

کے بدل وہ اس کو کافی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ. وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: لاَ بَأْسَ بِالصَّلاَةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

اور حسن بصری نے کہا کہ جب تک اس کو حدث نہ ہو (یعنی وضو توڑنے والی چیزیں نہ پائی جائیں) تیمم کافی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیمم سے امامت کی اور یحییٰ بن سعید انصاری نے فرمایا کہ کھاری زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

تشریح: حضرت امام حسن بصری کے اس اثر کو عبدالرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے' سنن میں اتنے الفاظ اور زیادہ ہیں و ان لم یجد الماء عشر سنین (ترمذی وغیرہ) یعنی اگرچہ وہ پانی کو دس سال تک نہ پائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام شوکانی منتقی کے باب تعیین التراب للتیمم دون بقیۃ الجامدات (یعنی تیمم کے لئے جمادات میں مٹی ہی کی تعیین ہے) کے تحت حدیث وجعلت تربتها لنا طهورا (اور اس زمین کی مٹی ہمارے لئے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے) لکھتے ہیں والحدیث یدل علی قصر التیمم علی التراب فیه (نیل الاوطار) یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ تیمم کے لئے مٹی ہی کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں صراحتاً تراب مٹی کا لفظ موجود ہے۔ پس جو لوگ چونا' لوہا اور دیگر جملہ جمادات پر تیمم کرنا جائز بتلاتے ہیں' ان کا قول صحیح نہیں۔ شور زمین پر تیمم کرنا نماز پڑھنا' اس کی دلیل وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رایت دار هجرتکم سبخة ذات نخل یعنی المدینة و قد سمی النبی صلی الله علیه وسلم المدینة الطیبة فدل ان السبخة داخلة فی الطیب (قسطلانی) میں نے تمہارے ہجرت کے گھر کو دیکھا جو اس بستی میں ہے جس کی اکثر زمین شور ہے اور وہاں کھجوریں بہت ہوتی ہیں آپ نے اس سے مدینہ مراد لیا۔ جس کا نام آپ نے خود ہی مدینہ طیبہ رکھا۔ یعنی پاک شہر۔ پس ثابت ہوا کہ شور زمین بھی پاکی میں داخل ہے۔ پھر شور زمین کی ناپاکی پر کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔ اس لئے بھی اس کی پاکی ثابت ہوئی۔

٣٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنَّا أَسْرَيْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلاَ وَقْعَةَ أَحْلَى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا أَيْقَظَنَا إِلاَّ حَرُّ الشَّمْسِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيقَظَ فُلاَنٌ ثُمَّ فُلاَنٌ ثُمَّ فُلاَنٌ - يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ - ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَامَ لَمْ يُوقَظْ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لأَنَا لاَ نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ. فَلَمَّا اسْتَيقَظَ عُمَرُ

(٣٤٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے' کہا کہ کہا ہم سے عوف نے' کہا کہ کہا ہم سے ابو رجاء نے عمران کے حوالہ سے' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہم رات بھر چلتے رہے اور جب رات کا آخری حصہ آیا تو ہم نے پڑاؤ ڈالا اور مسافر کے لئے اس وقت کے پڑاؤ سے زیادہ مرغوب اور کوئی چیز نہیں ہوتی (پھر ہم اس طرح غافل ہو کر سو گئے) کہ ہمیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کر سکی۔ سب سے پہلے بیدار ہونے والا شخص فلاں تھا۔ پھر فلاں پھر فلاں۔ ابو رجاء نے سب کے نام لئے لیکن عوف کو یہ نام یاد نہیں رہے۔ پھر چوتھے نمبر پر جاگنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے۔ یہاں تک کہ آپ خود بخود بیدار ہوں۔ کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ پر خواب میں کیا تازہ وحی

وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ - وَكَانَ رَجُلاً جَلِيْدًا - فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ، فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرفَعُ صَوتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ حَتَّى اسْتَيقَظَ لِصَوْتِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا اسْتَيقَظَ شَكَوْا إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ، قَالَ: ((لاَ ضَيْرَ - أَوْ لاَ يَضِيْرُ - ارتَحِلُوا)). فَارْتَحَلَ، فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّأَ، وَنُودِيَ بِالصَّلاَةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلاَتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ، قَالَ: ((مَا مَنَعَكَ يَا فُلاَنُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَومِ؟)) قَالَ: أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلاَ مَاءَ. قَالَ: ((فَعَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ. فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ)). ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَلَ فَدَعَا فُلاَنًا - كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوفٌ - وَدَعَا عَلِيًا. فَقَالَ: ((اذْهَبَا فَابتَغِيَا الْمَاءَ))، فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَينِ - أَوْ سَطِيْحَتَيْنِ - مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيْرٍ لَهَا فَقَالاَ لَهَا : أَيْنَ الْمَاءُ؟ قَالَتْ : عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسِ هَذِهِ السَّاعَةَ، وَنَفَرُنَا خُلُوفًا. قَالاَ لَهَا: انْطَلِقِي إِذًا. قَالَتْ: إِلَى أَيْنَ؟ قَالاَ: إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَتِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِىءُ. قَالاَ : هُوَ الَّذِي تَعْنِيْنَ، فَانْطَلِقِي. فَجَاءَا بِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ. قَالَ: فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا، وَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِإِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ - أَوِ

آتی ہے۔ جب حضرت عمر جاگ گئے اور یہ آمدہ آفت دیکھی اور وہ ایک نڈر دل والے آدمی تھے۔ پس زور زور سے تکبیر کہنے لگے۔ اسی طرح باآواز بلند' آپ اس وقت تک تکبیر کہتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ ان کی آواز سے بیدار نہ ہو گئے۔ تو لوگوں نے پیش آمدہ مصیبت کے متعلق آپؐ سے شکایت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں۔ سفر شروع کرو۔ پھر آپ تھوڑی دور چلے' اس کے بعد آپ ٹھہر گئے اور وضو کا پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور اذان کہی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی جو الگ کنارے پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے کونسی چیز نے روکا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور پانی موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاک مٹی سے کام نکال لو۔ یہی تجھ کو کافی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سفر شروع کیا تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ پھر ٹھہر گئے اور فلاں (یعنی عمران بن حصینؓ) کو بلایا۔ ابو رجاء نے ان کا نام لیا تھا لیکن عوف کو یاد نہیں رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی طلب فرمایا۔ ان دونوں سے آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔ یہ دونوں نکلے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو پانی کی دو پکھالیں اپنے اونٹ پر لٹکائے ہوئے بیچ میں سوار ہو کر جا رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ملتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل اسی وقت میں پانی پر موجود تھی (یعنی پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی آج یہاں پہنچی ہوں) اور ہمارے قبیلہ کے مرد لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اس سے کہا۔ اچھا ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے پوچھا' کہاں چلوں؟ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں۔ اس نے کہا' اچھا وہی جن کو لوگ صابی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا' یہ وہی ہیں' جسے تم کہہ رہی ہو۔ اچھا اب چلو۔ آخر یہ دونوں حضرات اس عورت کو آنحضرت ﷺ کی

السَّطِيْحَتَيْنِ - وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ: اسْقُوا وَاسْتَقُوا. فَسَقَى مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرَ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ قَالَ: اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ. وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَائِهَا. وَايْمُ اللهِ لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلأَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتَدَأَ فِيْهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اجْمَعُوا لَهَا)). فَجَمَعُوا لَهَا - مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيْقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ - حَتَّى جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوهُ فِي ثَوْبٍ وَحَمَلُوهَا عَلَى بَعِيرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا، فَقَالَ لَهَا : ((تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَائِكِ شَيْئًا، وَلَكِنَّ اللهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا)). فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ. قَالُوا: مَا حَبَسَكِ يَا فُلاَنَةُ؟ قَالَتْ: الْعَجَبُ، لَقِيَنِي رَجُلاَنِ فَذَهَبَا بِي إِلَى هَذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِىءُ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَوَ اللهِ إِنَّهُ لأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ- وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالأَرْضَ - أَوْ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللهِ حَقًّا. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذَلِكَ يُغِيرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلاَ يُصِيْبُونَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ. فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا: مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلاَءِ الْقَوْمَ

خدمت مبارک میں لائے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ عمران نے کہا کہ لوگوں نے اسے اونٹ سے اتار لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا۔ اور دونوں پکھالوں یا مشکیزوں کے منہ اس برتن میں کھول دیئے۔ پھر ان کا اوپر کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد نیچے کا منہ کھول دیا اور تمام لشکریوں میں منادی کر دی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پانی پئیں اور اپنے تمام جانوروں وغیرہ کو بھی پلا لیں۔ پس جس نے چاہا پانی پیا اور پلایا (اور سب سیر ہو گئے) آخر میں اس شخص کو بھی ایک برتن میں پانی دیا جسے غسل کی ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا' لے جا اور غسل کر لے۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی سے کیا کیا کام لئے جا رہے ہیں اور خدا کی قسم! جب پانی لیا جانا ان سے بند ہوا' تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کچھ اس کے لئے (کھانے کی چیز) جمع کرو۔ لوگوں نے اس کے لئے عمدہ قسم کی کھجور (عجوہ) آٹا اور ستو اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ بہت سارا کھانا اس کے لئے جمع ہو گیا۔ تو اسے لوگوں نے ایک کپڑے میں رکھا اور عورت کو اونٹ پر سوار کر کے اس کے سامنے وہ کپڑا رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب کر دیا۔ پھر وہ اپنے گھر آئی' دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے گھر والوں نے پوچھا کہ اے فلانی! کیوں اتنی دیر ہوئی؟ اس نے کہا' ایک عجیب بات ہوئی وہ یہ کہ مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں۔ وہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا' خدا کی قسم! وہ تو اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ اس کی مراد آسمان اور زمین سے تھی۔ یا پھر وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس قبیلہ کے دور و نزدیک کے مشرکین پر حملے کیا کرتے تھے۔ لیکن اس گھرانے کو جس سے اس عورت کا تعلق تھا کوئی نقصان نہیں پہنچاتے

يَدْعُونَكُمْ عَمَدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُوْهَا، فَدَخَلُوْا فِي الإِسْلَامِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلَى غَيْرِهِ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ : لصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ الزَّبُوْرَ أَصْبَ أَمِلْ.

[طرفاه في : ٣٤٨، ٣٥٧١].

تھے۔ یہ اچھا برتاؤ دیکھ کر ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا تمہیں اسلام کی طرف کچھ رغبت ہے؟ قوم نے عورت کی بات مان لی اور اسلام لے آئی۔

حضرت ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبا کے معنے ہیں اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کے دین میں چلا گیا اور ابو العالیہ نے کہا ہے کہ صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں اور سورۂ یوسف میں جو اصب کا لفظ ہے وہاں بھی اس کے معنے اَمِلْ کے ہیں۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ خدایا اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس لفظ صابی اسی سے بنا ہے جس کے معنے دوسری طرف جھک جانے کے ہیں۔ سفر مذکور کون سا سفر تھا؟ بعض نے اسے سفر خیبر، بعض نے سفر حدیبیہ، بعض نے سفر تبوک اور بعض نے طریق مکہ کا سفر قرار دیا ہے۔ بہر حال ایک سفر تھا جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ تکان غالب تھی اور پچھلی رات، پھر اس وقت ریگستان عرب کی میٹھی ٹھنڈی ہوائیں، نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو نیند آگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا، اور مجاہدین جاگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو زور زور سے نعرہ تکبیر بلند کرنا شروع کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی کھل جائے۔ چنانچہ آپؐ بھی جاگ اٹھے اور آپؐ نے لوگوں کو تسلی دلائی کہ جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا فکر کی کوئی بات نہیں۔ پھر آپؐ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی دور آگے بڑھ کر پھر پڑاؤ کیا گیا اور آپؐ نے وہاں اذان کہلوا کر جماعت سے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کو غسل کی حاجت ہو گئی ہے اور وہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس حالت میں تجھ کو مٹی پر تیمم کر لینا کافی تھا۔ ترجمۃ الباب اسی جگہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بعد میں آپؐ نے پانی کی تلاش میں حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا اور انہوں نے اس مسافر عورت کو دیکھا کہ پانی کی پکھالیں اونٹ پر لٹکائے ہوئے جا رہی ہے، وہ اس کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، ان کی نیت ظلم و برائی کی نہ تھی بلکہ عورت سے قیمت سے پانی حاصل کرنا یا اس سے پانی کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا۔ آپ نے اس کی پکھالوں کے منہ کھلوا دیئے اور ان میں اپنا ریق مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ پانی اس قدر زیادہ ہو گیا کہ مجاہدین اور ان کے جانور سب سیراب ہو گئے اور اس جنبی شخص کو غسل کے لئے بھی پانی دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے پکھالوں کے منہ بند کرا دیئے اور وہ پانی سے بالکل لبریز تھیں۔ ان میں ذرا بھی پانی کم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے احسان کے بدلے احسان کے طور پر اس عورت کے لئے کھانا غلہ صحابہ کرام سے جمع کرایا اور اس کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آگے چل کر اس عورت اور اس کے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس روایت کی نقل سے یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی پر تیمم کر لینا وضو اور غسل ہر دو کی جگہ کافی ہے۔

٧- بَابُ إِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلَى نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوِ الْمَوْتَ أَوْ خَافَ

باب اس بارے میں کہ جب جنبی کو (غسل کی وجہ سے) مرض بڑھ جانے کا یا موت ہونے کا یا (پانی کے کم ہونے کی

الْعَطَشَ تَيَمَّمَ

وجہ سے) پیاس کا ڈر ہو تو تیمم کرلے۔

وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلاَ: ﴿وَلاَ تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النِّسَاء : ٢٩] فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ.

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک جاڑے کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی۔ تو آپؓ نے تیمم کرلیا اور یہ آیت تلاوت کی "اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔" پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہوا تو آپؐ نے ان کو کوئی ملامت نہیں فرمائی۔

آیت کریمہ پھر صحابہ کرام کے عمل سے اسلام میں بڑی بڑی آسانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد علماء و فقہاء نے دین کو ایک ہوا بنا کر رکھ دیا ہے۔

٣٤٥- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ: قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ : إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لاَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللهِ: نَعَمْ إِنْ لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ أُصَلِّ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِي هَذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُم البَرْدَ قَالَ هَكَذَا - يَعْنِي تَيَمَّمَ - وَصَلَّى. وَقَالَ: قُلْتُ : فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ : إِنِّي لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ. [راجع: ٣٣٨]

(٣٤٥) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا' کہا مجھ کو محمد نے خبر دی جو غندر کے نام سے مشہور ہیں' شعبہ کے واسطہ سے وہ سلیمان سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابو وائل سے کہ ابو موسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر (غسل کی حاجت ہو اور) پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبداللہ نے فرمایا ہاں! اگر مجھے ایک مہینہ تک بھی پانی نہ ملے گا تو میں نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر اس میں لوگوں کو اجازت دے دی جائے تو سردی معلوم کر کے بھی لوگ تیمم سے نماز پڑھ لیں گے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا کیا جواب ہو گا۔ بولے کہ مجھے تو نہیں معلوم ہے کہ عمرؓ عمارؓ کی بات سے مطمئن ہو گئے تھے۔

٣٤٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ شَقِيقَ ابْنَ سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَم يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لاَ يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَانَ يَكْفِيكَ)) قَالَ : أَلَمْ تَرَ

(٣٤٦) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا کہ کہا ہم سے میرے والد حفص بن غیاث نے' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ (بن مسعود) اور ابو موسیٰ اشعری کی خدمت میں تھا' ابو موسیٰ نے پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبداللہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہو گا جب کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمم) کافی تھا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ تم

عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ مِنْهُ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى : فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الآيَةِ؟ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللهِ مَا يَقُولُ: فَقَالَ: لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ. فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ : فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللهِ لِهَذَا؟ فَقَالَ : نَعَمْ.
[راجع: ٣٣٨]

عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابو موسیٰ نے کہا کہ اچھا عمار کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیمم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبداللہ بن مسعود اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اسکی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوا تو اسے چھوڑ دیا کرے گا۔ اور تیمم کر لیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبداللہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

تشریح قرآنی آیت ﴿ أَوْلَمَسْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ (المائدة : ٦) سے صاف طور پر جنبی کے لئے تیمم کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ یہاں لمس سے جماع مراد ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ یہ آیت سن کر کوئی جواب نہ دے سکے۔ ہاں ایک مصلحت کا ذکر فرمایا۔
مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے اس خیال سے رجوع فرمالیا تھا اور امام نوویؒ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ جنبی اور حائضہ اور نفاس والی سب کے لئے تیمم درست ہے جب وہ پانی نہ پائیں یا بیمار ہوں کہ پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہوں اور پانی نہ پائیں تو تیمم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ وہ سفر میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ مگر ان کو شک رہا۔ مگر عمار کا بیان درست تھا اس لئے ان کی روایت پر سارے علماء نے فتویٰ دیا کہ جنبی کے لئے تیمم جائز ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خیالوں کو چھوڑ دیا گیا۔ جب صحیح حدیث کے خلاف ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کا قول چھوڑا جا سکتا ہے تو امام یا مجتہد کا قول خلاف حدیث کیونکر قابل تسلیم ہو گا۔ اسی لئے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرما دیا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ پس میرا جو قول صحیح حدیث کے خلاف پاؤ اسے چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ آمین۔

٨- بَابُ التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ

باب اس بارے میں کہ تیمم میں ایک ہی دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے۔

٣٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى : لَوْ أَنَّ رَجُلاً أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي؟ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لاَ

(٣٤٧) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی اعمش سے' انہوں نے شقیق سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ اگر ایک شخص کو غسل کی حاجت ہو اور مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز نہ پڑھے؟ شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

يَتَيَمَّمُ وَ إِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوْسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهَذِهِ الآيَةِ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ : لَوْ رُخِّصَ فِي هَذَا لأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيْدَ. قُلْتُ: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا - فَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ، أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ)). فَقَالَ عَبْدُ اللهِ : أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَولِ عَمَّارٍ؟ وَزَادَ يَعْلَى عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ، فَأَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ : ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هَكَذَا)) وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً.

[راجع: ٣٣٨]

مسعود نے جواب دیا کہ وہ تیمم نہ کرے اگرچہ وہ ایک مہینہ تک پانی نہ پائے (اور نماز موقوف رکھے) ابو موسیٰؓ نے اس پر کہا کہ پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہو گا "اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کر لو۔" حضرت عبداللہ بن مسعود بولے کہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ جب ان کو پانی ٹھنڈا معلوم ہو گا تو وہ مٹی سے تیمم ہی کر لیں گے۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا تو تم نے جنبی کے لئے تیمم اس لئے برا جانا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو حضرت عمار کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی، لیکن پانی نہیں ملا۔ اس لئے میں مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے لئے صرف اتنا اتنا کرنا کافی تھا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کو مل لیا یا بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔ عبداللہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ عمر کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے عمار کی بات پر قناعت نہیں کی تھی۔ اور یعلیٰ ابن عبید نے اعمش کے واسطہ سے شقیق سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عبداللہ اور ابو موسیٰ کی خدمت میں تھا اور ابو موسیٰ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر سے عمار کا یہ قول نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا۔ پس مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے صورت حال کے متعلق ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں صرف اتنا ہی کافی تھا اور اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا۔

تشریح ابوداؤد کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ آپؐ نے تیمم کا طریقہ بتلاتے ہوئے پہلے بائیں ہتھیلی کو دائیں ہتھیلی اور پہنچوں پر مارا پھر دائیں کو بائیں پر مارا اس طرح دونوں پہنچوں پر مسح کر کے پھر منہ پر پھیر لیا۔ بس یہی تیمم ہے اور یہی راجح ہے۔

علمائے محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دوبار کی روایتیں سب ضعیف ہیں۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث عمار رواہ الترمذی کے تحت فرماتے ہیں۔ والحدیث یدل علی ان التیمم ضربة واحدة للوجه والکفین وقد ذهب الی ذالک عطاء و مکحول والاوزاعی و احمد بن حنبل و اسحاق والصادق و الامامیة قال فی الفتح ونقله ابن المنذر عن جمهور العلماء و اختاره و هو قول عامة اهل الحدیث (نیل الاوطار) یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی مرتبہ ہاتھوں کو مٹی پر مارنا کافی ہے اور جمہور علماء و جملہ محدثین کا یہی مسلک ہے۔

٩- بَابٌ

٣٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً مُعْتَزِلاً لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ: يَا فُلاَنُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلاَ مَاءَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ)). [راجع: ٣٤٤]

باب

(۳۴۸) ہم سے عبدان نے حدیث بیان کی' کہا ہمیں عبداللہ نے خبر دی' کہا ہمیں عوف نے ابو رجاء سے خبر دی' کہا کہ ہم سے کہا عمران بن حصین خزاعی نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم کو پاک مٹی سے تیمم کرنا ضروری تھا' بس وہ تمہارے لئے کافی ہو تا۔

٨- كتاب الصلوة

نماز کے احکام و مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الإِسْرَاءِ؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِي أَبُوسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ: يَأْمُرُنَا-

باب اس بارے میں کہ شب معراج میں نماز کس طرح فرض ہوئی؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم سے ابو سفیان بن حرب نے بیان کیا حدیث ہرقل کے سلسلہ میں کہا کہ وہ یعنی نبی کریم

يَعْنِي النَّبِيُّ ﷺ- بِالصَّلاَةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ. ﷺ ہمیں نماز پڑھنے' سچائی اختیار کرنے اور حرام سے بچے رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

یعنی جب ہرقل شاہ روم نے ابو سفیان اور دوسرے کفار قریش کو جو تجارت کی غرض سے روم گئے ہوئے تھے' بلا کر آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا تو ابو سفیانؓ نے مندرجہ بالا جواب دیا۔

تشریح سید الفقہاء والمحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسائل طہارت بیان فرما چکے لہٰذا اب مسائل نماز کے لئے کتاب الصلوٰۃ کی ابتدا فرمائی۔ صلوٰۃ ہر وہ عبادت ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کی خشیت کے پیش نظر کی جائے۔ کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی عبادت کرتی ہے جس پر لفظ صلوٰۃ ہی بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلاَتَهُ وَ تَسْبِيْحَهُ ﴾ (النور: ۴۱) ہر مخلوق کو اپنے طریقے پر نماز پڑھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ ایک آیت میں ہے ﴿ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لاَّ تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ (الاسراء: ۴۴) ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے' لیکن اے انسانو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔

قال النووی فی شرح مسلم اختلف العلماء فی اصل الصلاۃ فقیل ھی الدعاء لا شتمالھا علیه وھذا قول جماھیر اھل العربیة والفقهاء وغیرھم (نیل) یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ علماء نے صلوٰۃ کی اصل میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی اصل حقیقت دعا ہے۔ جمہور اہل عرب اور فقہاء وغیرہم کا یہی قول ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں واشتقاقھا من الصلی یعنی یہ لفظ صلی سے مشتق ہے۔ صلی کسی ٹیڑھی لکڑی کو آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ پس نمازی بھی اسی طرح نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے اور جو شخص نماز کی آگ میں تپ کر سیدھا ہو گیا وہ اب دوزخ کی آگ میں داخل نہ کیا جائے گا۔ وھی صلة بین العبد وربه یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ملنے کا ایک ذریعہ ہے جو عبادات نفسانی اور بدنی طہارت اور ستر عورت اور مال خرچ کرنے اور کعبہ کی طرف متوجہ ہونے اور عبادت کے لئے بیٹھنے اور جوارح سے اظہار خشوع کرنے اور دل سے نیت کو خالص کرنے اور شیطان سے جہاد کرنے اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنے اور قرآن شریف پڑھنے اور کلمہ شہادتین کو زبان پر لانے اور نفس کو جملہ پاک حلال چیزوں سے ہٹا کر ایک یاد الٰہی پر لگا دینے وغیرہ وغیرہ کا نام ہے۔ لغوی حیثیت سے صلوٰۃ دعا پر بولا گیا ہے اور شرعی طور پر کچھ اقوال اور افعال ہیں جو تکبیر تحریمہ سے شروع کئے جاتے ہیں اور تسلیم یعنی سلام پھیرنے پر ختم ہوتے ہیں۔ بندوں کی صلوٰۃ اللہ کے سامنے جھکنا' نماز پڑھنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ اللہ کی عبادت کے ساتھ مومنین کے لئے دعائے استغفار کرنا اور اللہ پاک کی صلوٰۃ اپنی مخلوقات پر نظر رحمت فرمانا۔ حدیث معراج میں آیا ہے کہ آپ جب ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ ذرا ٹھہریئے آپ کا رب ابھی صلوٰۃ میں مصروف ہے یعنی اس صلوٰۃ میں جو اس کی شان کے لائق ہے۔

نماز (عبادت) ہر مذہب ہر شریعت ہر دین میں تھی' اسلام نے اس کا ایک ایسا جامع مفید ترین طریقہ پیش کیا ہے کہ جس سے زیادہ بہتر اور جامع طریقہ ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کے بعد یہ اسلام کا اولین رکن ہے جسے قائم کرنا دین کو قائم کرنا ہے اور جسے چھوڑ دینا دین کی عمارت کو گرا دینا ہے' نماز کے بے شمار فوائد ہیں جو اپنے اپنے مقامات پر بیان کئے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۴۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

(۳۴۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے انس بن مالک سے' انہوں نے فرمایا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی' اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام

السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِیءٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ. فَقَالَ: وَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ. فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ : مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ. قُلْتُ لِجبريلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : هٰذَا آدَمُ، وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى. حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا : إِفْتَحْ. فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ)). قَالَ أَنَسٌ : فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا مَرَّ جِبرِيلُ

اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں رکھ دیا' پھر سینے کو جوڑ دیا' پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کھولو۔ اس نے پوچھا' آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبریل' پھر انہوں نے پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا' ہاں میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا' جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے' وہاں ہم نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے داہنی طرف کچھ لوگوں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھنڈ بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا' آؤ اچھے آئے ہو۔ صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈ ہیں یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں۔ جو جھنڈ دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈ دوزخی روحیں ہیں۔ اس لئے جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج سے) روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ کھولو۔ اس آسمان کے داروغہ نے بھی پہلے داروغہ کی طرح پوچھا پھر کھول دیا۔ حضرت انس نے کہا کہ ابوذر نے ذکر کیا کہ آپؐ یعنی نبی ﷺ نے آسمان پر آدم' ادریس' موسیٰ' عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور ابو ذرؓ نے ہر ایک کا ٹھکانا نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ آنحضور ﷺ نے حضرت آدم کو پہلے آسمان پر پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ انس نے بیان کیا کہ جب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادریس علیہ السلام پر گذرے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ اچھے آئے ہو صالح

بِالنَّبِيِّ ﷺ بِإِدْرِيسَ قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِدْرِيسُ. ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالأَخِ الصَّالِحِ . قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا عِيسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالاِبْنِ الصَّالِحِ. قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ ﷺ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولاَنِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الأَقْلاَمِ)). قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَفَرَضَ اللهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلاَةً، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ: مَا فَرَضَ اللهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلاَةً. قَالَ : فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ ذَلِكَ. فَرَاجَعَنِي فَوَضَعَ شَطْرَهَا. فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ. فَرَاجَعْتُ، فَوَضَعَ شَطْرَهَا. فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لاَ تُطِيقُ ذَلِكَ. فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ : هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ، لاَ يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ.

نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا انہوں نے فرمایا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا' انہوں نے کہا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بیٹے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم ﷺ ہیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن حزم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس اور ابو حبۃ الانصاری رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام لے کر چڑھے' اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی) ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر واپس لوٹا۔ جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا' پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے' انہوں نے کہا کہ دوبارہ جائیے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جائیے' کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی' پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور

فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ : رَاجِعْ رَبَّكَ. فَقُلْتُ : اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي. ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لاَ أَدْرِي مَا هِيَ. ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيْهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ)) .

[طرفاه في : ١٦٣٦، ٣٣٤٢].

(ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جاؤ۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اب اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا ہیں۔ اس کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا' میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

تشریح: معراج کا واقعہ قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم کے شروع میں بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کثرت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ اسے تواتر کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جاگتے میں بدن اور روح ہر دو کے ساتھ ہوا۔ سینہ مبارک چاک کر کے آب زمزم سے دھو کر حکمت اور ایمان سے بھر کر آپ کو عالم ملکوت کی سیر کرنے کے قابل بنا دیا گیا۔ یہ شق صدر دوبارہ ہے۔ ایک بار پہلے حالت رضاعت میں بھی آپ کا سینہ چاک کر کے علم و حکمت و انوار تجلیات سے بھر دیا گیا تھا۔ دوسری روایات کی بنا پر آپؐ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے' دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے' تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے' چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی۔ جب آپ مقام اعلیٰ پر پہنچ گئے' تو آپؐ نے وہاں فرشتوں کی قلموں کی آوازیں سنیں اور مطابق آیت شریفہ ﴿ و لقد رای من ایات ربه الکبری ﴾ (النجم : ١٨) آپ نے ملا اعلیٰ میں بہت سی چیزیں دیکھیں' وہاں اللہ پاک نے آپؐ کی امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ کے نو بار آنے جانے کے صدقے میں صرف پنج وقت نماز باقی رہ گئی' مگر ثواب میں وہ پچاس کے برابر ہیں۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ نماز معراج کی رات میں اس تفصیل کے ساتھ فرض ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان تک ہیں۔ فرشتے وہیں تک جا سکتے ہیں آگے جانے کی ان کو بھی مجال نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ منتہیٰ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام آتے ہیں وہ وہاں آکر ٹھہر جاتے ہیں اور نیچے سے جو کچھ جاتا ہے وہ بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

معراج کی اور تفصیلات اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ آسمانوں کا وجود ہے جس پر جملہ کتب سماویہ اور تمام انبیاء کرام کا اتفاق ہے' مگر اس کی کیفیت اور حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس قدر بتلا دیا گیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور فلاسفہ و ملاحدہ اور آج کل کے سائنس والے جو آسمان کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے قول باطل پر ہرگز کان نہ لگانے چاہئیں۔

٣٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ : فَرَضَ اللهُ الصَّلاَةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ،

(٣٥٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں خبر دی امام مالک نے صالح بن کیسان سے' انہوں نے عروہ بن زبیر سے' انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز میں دو دو رکعت فرض کی تھی۔ سفر میں بھی اور اقامت کی حالت میں بھی۔ پھر سفر کی نماز تو

فَأُقِرَّتْ صَلاَةُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِي صَلاَةِ الْحَضَرِ.

[طرفاه في : ۱۰۹۰، ۳۹۳۵].

اپنی اصلی حالت پر باقی رکھی گئی اور حالت اقامت کی نمازوں میں زیادتی کردی گئی۔

۲- بَابُ وُجُوْبِ الصَّلاَةِ فِي الثِّيَابِ، وَقَولِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿ خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ وَمَنْ صَلَّى مُلْتَحِفًا فِي ثَوبٍ وَاحِدٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((تَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ)) . فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ. وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ فِيْهِ أَذًى، وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لاَ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

باب اس بیان میں کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے۔

(سورہ اعراف میں) اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ تم کپڑے پہنا کرو ہر نماز کے وقت اور جو ایک ہی کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھے (اس نے بھی فرض ادا کرلیا) اور سلمہ بن اکوع سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اگر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو) اپنے کپڑے کو ٹانک لے اگرچہ کانٹے ہی سے ٹانکنا پڑے' اسکی سند میں گفتگو ہے اور وہ شخص جو اسی کپڑے سے نماز پڑھتا ہے جسے پہن کر وہ جماع کرتا ہے (تو نماز درست ہے) جب تک وہ اس میں کوئی گندگی نہ دیکھے اور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

تشریح: آیت شریفہ ﴿ خذوا زینتکم ﴾ الخ میں مسجد سے مراد نماز ہے۔ بقول حضرت عبداللہ بن عباس ایک عورت خانہ کعبہ کا ننگی ہو کر طواف کر رہی تھی کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ بھی عموماً طواف کعبہ ننگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا۔ اور نماز کے لئے مساجد میں آتے وقت کپڑے پہننے کا حکم فرمایا ﴿ خذوا زینتکم ﴾ میں زینت سے ستر پوشی ہی مراد ہے جیسا کہ مشہور مفسر قرآن حضرت مجاہد نے اس بارے میں امت کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔ لفظ زینت میں بڑی وسعت ہے جس کا مفہوم یہ کہ مسجد خدا کا دربار ہے اس میں ہر ممکن و جائز زیب و زینت کے ساتھ اس نیت سے داخل ہونا کہ میں اللہ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین کے دربار میں داخل ہو رہا ہوں' عین آداب دربار خداوندی میں داخل ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ اگر صرف ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کر لی جائے بشرطیکہ اس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو تو یہ بھی جائز درست ہے۔ ایسے ایک کپڑے کو ٹانک لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں کنارے ملا کر اسے اٹکائے۔ اگر گھنڈی تکمہ نہ ہو تو کانٹے یا پن سے اٹکا لے تاکہ کپڑا سامنے سے کھلنے نہ پائے اور شرمگاہ چھپی رہے۔ سلمہ بن اکوع کی روایت ابو داؤد اور ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے۔ اس کی سند میں اضطراب ہے' اسی لئے حضرت امام اسے اپنی صحیح میں نہیں لائے ومن صلی فی الثوب الذی الخ ایک طویل حدیث میں وارد ہے جسے ابو داؤد اور نسائی نے نکالا ہے کہ آنحضرت ﷺ جس کپڑے کو پہن کر صحبت کرتے اگر اس میں کچھ پلیدی نہ پاتے تو اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور حدیث ان لا یطوف فی البیت عریان کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ جب ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو نماز بطریق اولیٰ منع ہے۔

۳۵۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ

(۳۵۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا' وہ محمد سے' وہ ام عطیہ سے' انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو

الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلاَّهُنَّ . قَالَتِ امْرَأَةٌ : يَا رَسُوْلَ اللهِ إِحْدَانَا لَيْس لَهَا جِلْبَابٌ. قَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)). وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ حَدَّثَتنا أُمُّ عَطِيَّةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا.

بھی باہر لے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو سکیں۔ البتہ حائضہ عورتوں کو نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے پاس (پردہ کرنے کے لئے) چادر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ساتھی عورت اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اڑھا دے۔ اور عبداللہ بن رجاء نے کہا ہم سے عمران قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سیرین نے، کہا ہم سے ام عطیہ نے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور یہی حدیث بیان کی۔

[راجع: ٣٢٤]

تشریح: ترجمہ باب حدیث کے الفاظ لتلبسہا صاحبتہا من جلبابہا (جس عورت کے پاس کپڑا نہ ہو اس کی ساتھ والی عورت کو چاہئے کہ اپنی چادر ہی کا کوئی حصہ اسے بھی اوڑھا دے) سے نکلتا ہے۔ مقصد یہ کہ مساجد میں جاتے وقت، عید گاہ میں حاضری کے وقت، نماز پڑھتے وقت اتنا کپڑا ضرور ہونا چاہئے جس سے مرد و عورت اپنی اپنی حیثیت میں ستر پوشی کر سکیں۔ اس حدیث سے بھی عورتوں کا عید گاہ جانا ثابت ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سند عبداللہ بن رجاء کو لا کر اس شخص کا رد کیا جس نے کہا کہ محمد بن سیرین نے یہ حدیث ام عطیہ سے نہیں سنی بلکہ اپنی بہن حفصہ سے، انہوں نے ام عطیہ سے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں وصل کیا ہے۔

٣- بَابُ عَقْدِ الإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلاَةِ

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، صَلَّوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَا قِدِي أُزْرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ.

باب نماز میں گدی پر تہبند باندھنے کے بیان میں۔

اور ابو حازم سلمہ بن دینار نے سہل بن سعد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اپنی تہبند کندھوں پر باندھ کر نماز پڑھی۔

٣٥٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ. وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ

(٣٥٢) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے واقد بن محمد نے محمد بن منکدر کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انہوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھ جیسا کوئی احمق مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے بھی

النَّبِيِّ ﷺ؟.
کس کے پاس تھے؟

[أطرافه في : ٣٥٣، ٣٦١، ٣٧٠].

٣٥٣- حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ. [راجع: ٣٥٢]

(۳۵۳) ہم سے ابو مصعب بن عبداللہ مطرف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الموال نے بیان کیا' انہوں نے محمد بن منکدر سے' انہوں نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے نبی ﷺ کو بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا

اس حدیث کا ظاہر میں اس باب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں اس لئے نقل کیا کہ اگلی روایت میں آنحضرت ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا صاف مذکور نہ تھا' اس میں صاف صاف مذکور ہے۔

تشریح: رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اکثر لوگوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا' اسی میں وہ ستر پوشی کر کے نماز پڑھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کپڑے موجود ہونے کے باوجود اسی لئے ایک کپڑے میں نماز ادا کی تاکہ لوگوں کو اس کا بھی جواز معلوم ہو جائے۔ بہت سے دیہات میں خاص طور پر خانہ بدوش قبائل میں ایسے لوگ اب بھی مل سکتے ہیں جو سر سے پیر تک صرف ایک ہی چادر یا کمبل کا تہبند و کرتا بنا لیتے ہیں اور اسی سے ستر پوشی کر لیتے ہیں۔ اسلام میں ادائے نماز کے لئے ایسے سب لوگوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔

٤- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ

باب اس بیان میں کہ صرف ایک کپڑے کو بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز و درست ہے۔

وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ : الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ، وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ، وَهُوَ الاشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ. قَالَ: قَالَتْ أُمُّ هَانِيءٍ : الْتَحَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِثَوْبٍ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا کہ ملتحف متوشح کو کہتے ہیں۔ جو اپنی چادر کے ایک حصے کو دوسرے کاندھے پر اور دوسرے حصے کو پہلے کاندھے پر ڈال لے اور وہ دونوں کاندھوں کو (چادر سے) ڈھانک لینا ہے۔ ام ہانی نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر اوڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو اس سے مخالف طرف کے کاندھے پر ڈالا۔

٣٥٤- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ : أَنا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

(۳۵۴) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا' وہ عمر بن ابی سلمہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور آپ نے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف طرف کے کاندھے پر ڈال لیا۔

[طرفاه في : ٣٥٥، ٣٥٦].

٣٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:

(۳۵۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ

حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَدْ أَلْقَى طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ٣٥٤]

نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے عمر بن ابی سلمہ سے نقل کر کے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا' کپڑے کے دونوں کناروں کو آپ نے دونوں کاندھوں پر ڈال رکھا تھا۔

٣٥٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنْ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلاً بِهِ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. [راجع: ٣٥٤]

(٣٥٦) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا' وہ اپنے والد سے جن کو عمر بن ابی سلمہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ اسے لپیٹے ہوئے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں کاندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

٣٥٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِىءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِىءٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُه يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُه تَسْتُرُهُ. قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِىءٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ. فَقَالَ: ((مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِىءٍ)) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. فَلَمَّا انصَرَفَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلاً قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانُ ابْنَ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِىءٍ)) قَالَتْ أُمُّ هَانِىءٍ : وَذَاكَ ضُحًى.

(٣٥٧) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک بن انس نے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابو نضر سالم بن امیہ سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابو مرہ یزید نے بیان کیا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب سے یہ سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ پردہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھی آئی ہو' ام ہانی۔ پھر جب آپ نہانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی' ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے ماں کے بیٹے (حضرت علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک شخص کو ضرور قتل کرے گا۔ حالانکہ میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاوند) ہبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی' ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت تھی۔

[راجع: ۲۸۰]

تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ ام ہانی کے سگے بھائی تھے۔ ایک باپ ایک ماں۔ ان کو ماں کا بیٹا اس لئے کہا کہ مادری بھائی بہن ایک دوسرے پر بہت مہربان ہوتے ہیں۔ گویا ام ہانی یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے سگے بھائی ہونے کے باوجود مجھ پر مہربانی نہیں کرتے۔ ہبیرہ کا بیٹا جعدہ نامی تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا۔ اسے حضرت علیؓ مارنے کا ارادہ کیوں کرتے۔ ابن ہشام نے کہا ام ہانی نے حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ یا عبداللہ بن ربیعہ کو پناہ دی تھی۔ یہ لوگ ہبیرہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ شاید فلاں بن ہبیرہ میں راوی کی بھول سے عم کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی دراصل فلاں بن عم ہبیرہ ہے۔

ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو مخزومی ام ہانی بنت ابی طالب کے خاوند ہیں جن کی اولاد میں ایک بچے کا نام ہانی بھی ہے جن کی کنیت سے اس خاتون کو ام ہانی سے پکارا گیا۔ ہبیرہ حالت شرک ہی میں مرگئے۔ ان کا ایک بچہ جعدہ نامی بھی تھا جو ام ہانی ہی کے بطن سے ہے جن کا اوپر ذکر ہوا' فتح مکہ کے دن ام ہانی نے ان ہی کو پناہ دی تھی۔ ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پناہ کو قبول فرمایا' آپ اس وقت چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ پر شکریہ کی نماز تھی۔

۳۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَائِلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّلاَةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَوَ لِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟)). [طرفه في : ۳۶۵].

(۳۵۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے ابن شہاب کے حوالہ سے خبر دی' وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا (کچھ برا نہیں) بھلا کیا تم سب میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

ایک ہی کپڑا جس سے ستر پوشی ہو سکے اس میں نماز جائز درست ہے۔ جمہور امت کا یہی فتویٰ ہے۔

۵- بَابُ إِذَا صَلَّى فِي الثَّوبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقَيْهِ

جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھے تو اس کو مونڈھوں پر ڈالے

۳۵۹- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((لاَ يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ)). [طرفه في : ۳۶۰].

(۳۵۹) ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا' انہوں نے ابوالزناد سے' انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہئے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔

۳۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ - أَوْ كُنْتُ سَأَلْتُهُ - قَالَ:

(۳۶۰) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطہ سے' انہوں نے عکرمہ سے' یحییٰ نے کہا میں نے عکرمہ سے سنا یا میں نے ان سے پوچھا تھا۔ تو

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)).
[راجع: ۳۵۹]

عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا' وہ فرماتے تھے۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرماتے سنا تھا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے مخالف سمت کے کندھے پر ڈال لینا چاہئے۔

التحاف اور توشیح اور اشتمال سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کپڑے کا وہ کنارہ جو دائیں مونڈھے پر ہو اس کو بائیں ہاتھ کی بغل سے اور جو بائیں مونڈھے پر ڈالا ہو اس کو داہنے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کناروں کو ملا کر سینے پر باندھ لینا' یہاں بھی مخالف سمت کندھے سے یہی مراد ہے۔

٦- بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوبُ ضَيِّقًا

باب جب کپڑا تنگ ہو تو کیا کیا جائے؟

٣٦١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ الصَّلاَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرِيْ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، وَعَلَيَّ ثَوبٌ وَاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَا السُّرَى يَا جَابِرُ؟)) فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي. فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ: ((مَا هَذَا الاِشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ؟)) قُلْتُ: كَانَ ثَوْبًا قَالَ: ((فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ)).
[راجع: ٣٦١]

(۳۶۱) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے' وہ سعید بن حارث سے' کہا ہم نے جابر بن عبداللہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوہ بواط) میں گیا۔ ایک رات میں کسی ضرورت کی وجہ سے آپکے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ نماز میں مشغول ہیں' اس وقت میرے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اسلئے میں نے اسے لپیٹ لیا اور آپکے بازو میں ہو کر میں بھی نماز میں شریک ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا جابر اس رات کے وقت کیسے آئے؟ میں نے آپؐ سے اپنی ضرورت کے متعلق کہا۔ میں جب فارغ ہو گیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا لپیٹ رکھا تھا جسے میں نے دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ (ایک ہی) کپڑا تھا (اس طرح نہ لپیٹتا تو کیا کرتا) آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کشادہ ہو تو اسے اچھی طرح لپیٹ لیا کر اور اگر تنگ ہو تو اسکو تہبند کے طور پر باندھ لیا کر۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے جابر پر اس وجہ سے انکار فرمایا کہ انہوں نے کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح سے لپیٹ رکھا اور ہو گا کہ ہاتھ وغیرہ سب اندر بند ہو گئے ہوں گے اسی کو آپ ﷺ نے منع فرمایا اسی کو اشتمال صماء کہتے ہیں' مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑا تنگ تھا اور جابر نے اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کی تھی اور نماز میں ایک جانب جھکے ہوئے تھے تاکہ ستر نہ کھلے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بتلایا کہ یہ صورت جب ہے جب کپڑا فراخ ہو اگر تنگ ہو تو صرف تہبند کر لینا چاہئے۔

٣٦٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى

(۳۶۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے'

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، يُقَالُ لِلنِّسَاءِ: ((لاَ تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا)). [طرفاه في : ٨١٤، ١٢١٥].

انہوں نے سفیان ثوری سے' انہوں نے کہا مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا سہل بن سعد ساعدی سے' انہوں نے کہا کہ کئی آدمی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر ازاریں باندھے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور عورتوں کو (آپ کے زمانے میں) حکم تھا کہ اپنے سروں کو (سجدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔

کیونکہ مردوں کے بیٹھ جانے سے پہلے سر اٹھانے میں کہیں عورتوں کی نظر مردوں کے ستر پر نہ پڑ جائے۔ اسی لئے عورتوں کو پہلے سر اٹھانے سے منع فرمایا۔ اس زمانہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتی تھیں اور مردوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا تھا۔ آج کل یہ صورتیں نہیں ہیں پھر عورتوں کے لئے اب عید گاہ میں بھی پردے کا بہترین انتظام کر دیا جاتا ہے۔

٧- بَابُ الصَّلاَةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ

باب شام کے بنے ہوئے چغہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا، وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ. وَصَلَّى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ.

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن کپڑوں کو پارسی بنتے ہیں اس کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے ابن شہاب زہری کو یمن کے ان کپڑوں کو پہنے دیکھا جو (حلال جانوروں کے) پیشاب سے رنگے جاتے تھے اور علی بن ابی طالب نے نئے بغیر دھلے کپڑے پہن کر نماز پڑھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بنائے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی درست ہے جب تک ان کی ظاہری نجاست کا یقین نہ ہو۔ حافظ نے کہا کہ شام میں ان دنوں کافروں کی حکومت تھی اور وہاں سے مختلف اقسام کے کپڑے یہاں مدینہ میں آیا کرتے تھے' اس لئے ان مسائل کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے جس کو رنگائی کے مصالحوں میں ڈالا جاتا تھا۔

٣٦٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: ((يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الإِدَاوَةَ)). فَأَخَذْتُهَا. فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا،

(٣٦٣) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش کے واسطہ سے' انہوں نے مسلم بن صبیح سے' انہوں نے مسروق بن اجدع سے' انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے' آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھا لے۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ چلے اور میری نظروں سے چھپ گئے۔ آپ نے قضائے حاجت کی۔ اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ کھولنے کے لئے آستین اوپر چڑھانی چاہتے تھے لیکن وہ

فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ صَلَّى.
[راجع: ۱۸۲]

تنگ تھی اس لئے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے خفین پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

۸- بَابُ كِرَاهِيَةِ التَّعَرِّي فِي الصَّلَاةِ

باب (بے ضرورت) ننگا ہونے کی کراہیت نماز میں ہو (یا اور کسی حال میں)

۳٦٤- حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ: يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ. قَالَ: فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذَلِكَ عُرْيَانًا ﷺ.[طرفاه في : ۱۵۸۲، ۳۸۲۹].

(۳٦۴) ہم سے مطر بن فضل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن دینار نے' انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (نبوت سے پہلے) کعبہ کے لئے قریش کے ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے۔ اس وقت آپ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا عباس نے کہا کہ بھتیجے کیوں نہیں تم تہبند کھول لیتے اور اسے پتھر کے نیچے اپنے کاندھے پر رکھ لیتے (تاکہ تم پر آسانی ہو جائے) حضرت جابر نے کہا کہ آپؐ نے تہبند کھول لیا اور کاندھے پر رکھ لیا۔ اسی وقت غشی کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔ (ﷺ)

تشریح: اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے بے شرمی اور جملہ برائیوں سے بچایا تھا۔ آپ ﷺ کے مزاج اقدس میں کنواری عورتوں سے بھی زیادہ شرم تھی۔ حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ سے یہ واقعہ سنا اور نقل کیا' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ اترا اور اس نے فوراً آپ کا تہبند باندھ دیا۔ (ارشاد الساری)

ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ستر پوشی کا ہے' جو نماز کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو جانا امر دیگر ہے۔

۹- بابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

باب قمیص اور پاجامہ اور جانگیا اور قبا (چغہ) پہن کر نماز پڑھنے کے بیان میں۔

۳٦٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى

(۳٦۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب کے واسطہ سے' انہوں نے محمد سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے

النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوبِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ: ((أَوَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ)). ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ: إِذَا وَسَّعَ اللهُ فَأَوْسِعُوا: جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَقَمِيصٍ، فِي إِزَارٍ وَقُبَاءٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَقُبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقُبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَمِيصٍ، - قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ - فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

[راجع: ٣٥٨]

کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہئے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے' کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے' کوئی تہبند اور قمیص' کوئی تہبند اور قبا میں' کوئی پاجامہ اور چادر میں' کوئی پاجامہ اور قمیص میں' کوئی پاجامہ اور قبا میں' کوئی جانگیا اور قبا میں' کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔

تشریح: اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شک تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آخر کا لفظ کہا تھا یا نہیں' کیونکہ محض جانگیا سے ستر پوشی نہیں ہوتی ہاں اس پر ایسا کپڑا ہو جس سے ستر پوشی کامل طور پر حاصل ہو جائے تو جائز ہے اور یہاں یہی مراد ہے' فالستر به حاصل مع القبا و مع القمیص (قسطلانی) چغہ یا طویل قمیص پہن کر اس کے ساتھ ستر پوشی ہو جاتی ہے۔

٣٦٦- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا وَرْسٌ. فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ)).

وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [راجع: ١٣٤]

(۳۶۶) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا' انہوں نے سالم سے' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہ قمیص پہنے نہ پاجامہ' نہ باران کوٹ اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران لگا ہوا ہو اور نہ ورس لگا ہوا کپڑا' پھر اگر کسی شخص کو جوتیاں نہ ملیں (جن میں پاؤں کھلا رہتا ہو) وہ موزے کاٹ کر پہن لے تا کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اور ابن ابی ذئب نے اس حدیث کو نافع سے بھی روایت کیا' انہوں نے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔

ورس ایک زرد رنگ والی خوشبو دار گھاس یمن میں ہوتی تھی جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے۔ مناسبت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ محرم کو احرام کی حالت میں ان چیزوں کے پہننے سے منع فرمایا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے علاوہ دیگر حالتوں میں ان سب کو پہنا جا سکتا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی' یہی ترجمہ' باب ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ قمیص اور پاجامے کے بغیر بھی (بشرطیکہ ستر پوشی حاصل ہو) نماز درست ہے کیونکہ محرم انکو نہیں پہن سکتا اور آخر وہ نماز ضرور پڑھے گا۔

١٠- بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

باب عورت (یعنی ستر) کا بیان جس کو ڈھانکنا چاہئے۔

٣٦٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ)) .
[أطرافه في : ١٩٩١، ٢١٤٤، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤].

(٣٦٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث نے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے' انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم ﷺ نے صماء کی طرح کپڑا بدن پر لپیٹ لینے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے میں احتباء کرے اور اس کی شرمگاہ پر علیحدہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو۔

تشریح احتباء کا مطلب یہ کہ اکڑوں بیٹھ کر پنڈلیوں اور پیٹھ کو کسی کپڑے سے باندھ لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی کپڑا اوڑھ لیا جائے۔ عرب اپنی مجلسوں میں ایسے بھی بیٹھا کرتے تھے۔ چونکہ اس صورت میں بے پردہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اسلام نے اس طرح بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔

اشتمال صماء یہ ہے کہ کپڑے کو لپیٹ لے اور ایک طرف سے اس کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے۔ اس میں شرمگاہ کھل جاتی ہے اس لئے منع ہوا' ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں سرین کو زمین سے لگا دے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر دے۔ اس میں بھی شرمگاہ کے کھلنے کا احتمال ہے' اس لئے اس طرح بیٹھنا بھی منع ہوا۔

٣٦٨- حَدَّثَنَا قُبَيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ: عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ. وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ. وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.[أطرافه في: ٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩١، ١٩٩٢، ٢١٤٥، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٥٨٢١]

(٣٦٨) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' جو ابوالزناد سے نقل کرتے ہیں' وہ اعرج سے' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی بیع و فروخت سے منع فرمایا۔ ایک تو چھونے کی بیع سے' دوسرے پھینکنے کی بیع سے اور اشتمال صماء سے (جس کا بیان اوپر گذرا) اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

تشریح عرب میں خرید و فروخت کا طریقہ یہ بھی تھا کہ خریدنے والا اپنی آنکھ بند کر کے کسی چیز پر ہاتھ رکھ دیتا' دوسرا طریقہ یہ کہ خود بیچنے والا آنکھ بند کر کے کوئی چیز خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا' ان دونوں صورتوں میں مقررہ قیمت پر خرید و فروخت ہوا کرتی تھی' پہلے کو لماس اور دوسرے کو نباذ کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ناجائز قرار دی گئیں اور یہ اصول ٹھہرایا گیا کہ خرید و فروخت میں بیچنے یا خریدنے والا ناواقفیت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے۔ (یہاں تک فرمایا کہ دھوکہ بازی سے خرید و

فروخت کرنے والا ہماری امت سے نہیں ہے۔

۳۶۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِي أَبُوبَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى: أَنْ لاَ يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلاَ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٌ. قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ: لاَ يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلاَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

[أطرافه في : ١٦٢٢، ٣١٧٧، ٤٣٦٣، ٤٦٥٥، ٤٦٥٦، ٤٦٥٧].

(۳۶۹) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی ابن شہاب نے اپنے چچا کے واسطہ سے' انہوں نے کہا مجھے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حج کے موقع پر مجھے حضرت ابو بکرؓ نے یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ ہم منیٰ میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی شخص ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سورۂ براءت پڑھ کر سنا دیں اور اس کے مضامین کا عام اعلان کر دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ نحر کے دن منیٰ میں دسویں تاریخ کو یہ سنایا کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگے ہو کر کر سکے گا

مذکورہ امور کی ممانعت اس لئے کر دی گئی کیونکہ بیت اللہ کی خدمت و حفاظت اب مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی ہے۔

تشریح جب ننگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو ستر پوشی طواف میں ضرور واجب ہو گی' اسی طرح نماز میں بطریق اولیٰ ستر پوشی واجب ہو گی۔ سورۂ توبہ کے نازل ہونے پر آنحضرت ﷺ نے کافروں کی آگاہی کے لئے پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ معاہدہ کو توڑنے کا حق دستور عرب کے مطابق اسی کو ہے' جس نے خود معاہدہ کیا ہے یا کوئی اس کے خاص گھر والوں سے ہونا چاہئے۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرما دیا۔ قریش مکہ کی بد عہدی کی آخری مثال صلح حدیبیہ تھی۔ طے ہوا تھا کہ ایک طرف مسلمان اور ان کے حلیف ہوں گے اور دوسری طرف قریش اور ان کے حلیف' مسلمانوں کے ساتھ قبیلہ خزاعہ شریک ہوا اور قریش کے ساتھ بنو بکر۔ صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فریق صلح و امن سے رہیں گے۔ مگر ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ بنو خزاعہ نے کعبہ میں اللہ کے نام پر امان مانگی' پھر بھی وہ بے دریغ قتل کئے گئے۔ صرف چالیس آدمی بچ کر مدینہ پہنچے اور سارا حال زار پیغمبر اسلام ﷺ کو سنایا۔ اب معاہدہ کی رو سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا کہ قریش کو ان کی بد عہدی کی سزا دی جائے۔ چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپؐ نے کوچ فرمایا اور بغیر کسی خون ریزی کے مکہ شریف فتح ہو گیا۔ جس کے بعد ۹ ہجری میں اس سورۂ شریفہ کی ابتدائی دس آیات نازل ہوئیں اور حضرت ﷺ نے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا واقعہ ہے بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف بھیجا۔ تاکہ وہ سورۂ توبہ کی ان آیات کا کھلے عام اعلان کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ذرا سا خیال پیدا ہوا کہ کہیں حضور نبی کریم ﷺ مجھ سے خفا تو نہیں ہو گئے جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اسی مقصد کے

لئے بھیجنا ضروری سمجھا' اس پر آپ نے ان کی تشفی فرمائی اور بتلایا کہ دستور عرب کے تحت مجھ کو علی رضی اللہ عنہ کا بھیجنا ضروری ہوا' ورنہ آپ میرے یار غار ہیں۔ بلکہ حوض کوثر پر بھی آپ ہی کی رفاقت رہے گی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

١١- بَابُ الصَّلاَةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

باب اس بارے میں کہ بغیر چادر اوڑھے صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

٣٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاءُهُ مَوْضُوعٌ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ تُصَلِّي وَرِدَاؤُكَ مَوضُوعٌ قَالَ نَعَمْ أَحْبَبْتُ أَنْ يَرَانِيَ الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ. رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي كَذَا.

[راجع: ٣٥٢]

(٣٧٠) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا' کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی الموال نے محمد بن منکدر سے' کہا میں جابر بن عبداللہ انصاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کپڑا اپنے بدن پر لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' حالانکہ ان کی چادر الگ رکھی ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا اے ابو عبداللہ! آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے اور آپ (اسے اوڑھے بغیر) نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا' میں نے چاہا کہ تم جیسے جاہل لوگ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھ لیں' میں نے بھی نبی ﷺ کو اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

١٢- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

باب ران سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((الْفَخِذُ عَوْرَةٌ)) وَقَالَ أَنَسٌ: حَسَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَخِذِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ، وَحَدِيْثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ، وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ، حَتَّى يُخْرَجَ مِنِ اخْتِلاَفِهِم.

حضرت امام ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ ابن عباس' جرہد اور محمد بن جحش نے نبی کریم ﷺ سے یہ نقل کیا کہ ران شرمگاہ ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (جنگ خیبر میں) اپنی ران کھولی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ اور جرہد کی حدیث میں بہت احتیاط ملحوظ ہے۔ اس طرح ہم اس بارے میں علماء کے باہمی اختلاف سے بچ جاتے ہیں۔

کیونکہ اگر ران بالفرض ستر نہیں تب بھی اس کے چھپانے میں کوئی برائی نہیں۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى: غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنْزَلَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي.

اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھٹنے ڈھانک لئے اور زید بن ثابت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران مبارک میری ران پر تھی' آپ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے اپنی ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

تشریح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل ہے' اس لئے اس کا چھپانا واجب ہے۔ اور ابن ابی ذائب رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ محلّی میں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ران شرمگاہ میں داخل ہوتی تو اللہ پاک اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو معصوم اور پاک تھے' ران نہ کھولتا' نہ کوئی اس کو دیکھ لیتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے' باب کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس کی جس حدیث کا ذکر امام بخاری لائے ہیں اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور جرہد کی حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں اور محمد بن جحش کی حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور امام بخاری نے تاریخ میں نکالا ہے۔ مگر ان سب کی سندوں میں کلام ہے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود لائے ہیں اور آپ کا فیصلہ احتیاطاً ران ڈھانکنے کا ہے وجوباً نہیں۔ آپ نے مختلف روایات میں تطبیق دینے کے لئے یہ درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے۔ جو آپ کی کمال دانائی کی دلیل ہے' ایسے فروعی اختلافات میں درمیانی راستے تلاش کئے جاسکتے ہیں مگر علماء کے دلوں میں وسعت کی ضرورت ہے' اللہ پیدا کرے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ران کا شرمگاہ میں داخل ہونا صحیح ہے اور دلائل سے ثابت ہے' مگر ناف اور گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہیں۔ آپ کی تقریر یہ ہے۔ قال النووی ذهب اکثر العلماء الی ان الفخذ عورة و عن احمد و مالک فی روایة العورة القبل والدبر فقط و به قال اهل الظاهر و ابن جریر والا صطخری .... والحق ان الفخذ عورة الخ (نیل' ج: ۲/ ص: ۶۲) یعنی بیشتر علماء بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں کہ ران بھی شرم گاہ میں داخل ہے اور امام احمد و امام مالک کی روایت میں صرف قبل اور دبر ہی شرمگاہ ہیں۔ ران شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ اہل ظاہر اور ابن جریر اور اصطخری وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔-- مگر حق یہ ہے کہ ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے۔ و قد تقرر فی الاصول ان القول ارجح من الفعل (نیل) یعنی اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جہاں قول اور فعل میں بظاہر تضاد نظر آئے وہاں قول کو ترجیح دی جائے گی۔

پس متعدد روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الفخذ عورة (یعنی ران بھی شرمگاہ میں داخل ہے) وارد ہے۔ رہا آپ کا فعل سو حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الرابع غایة ما فی هذه الواقعة ان یکون ذالک خاصا بالنبی صلی الله علیه وسلم الخ یعنی چوتھی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کی غایت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات طیبات میں سے ہو۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جن کا ذکر یہاں آیا ہے' یہ انصاری ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وحی قرآن لکھنے پر مامور تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع قرآن کا شرف ان کو حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے کتب یہود اور سریانی زبان کا علم حاصل کر لیا تھا اور اپنے علم و فضل کے لحاظ سے یہ صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

روایت میں امہات المؤمنین میں سے ایک محترمہ خاتون صفیہ بنت حیی کا ذکر آیا ہے جو ایک یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔ یہ جنگ خیبر میں جب لونڈی بن کر گرفتار ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احترام کے پیش نظر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی اجازت سے آپ نے ان کو اپنے حرم محترم میں داخل فرمالیا۔ خیبر سے روانہ ہو کر مقام صہباء پر رسم عروسی ادا کی گئی اور جو کچھ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان تھا' اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ کی گئی۔ کھانے میں صرف پنیر' چھوہارے اور گھی کا ملیدہ تھا' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صبر و تحمل اور اخلاق حسنہ میں ممتاز مقام رکھتی تھیں' حضور علیہ السلام بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں رمضان ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (رضی اللہ عنہا)

۳۷۱- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ : أَخْبَرَنَا

(۳۷۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے کہ کہا ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالکؓ سے

عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيْفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللهِ ﷺ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمِسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللهِ ﷺ. ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللهِ ﷺ. فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ: ((اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)). قَالَهَا ثَلَاثًا. قَالَ: وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوْا: مُحَمَّدٌ؟ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا - وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ: فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً ، فَجُمِعَ السَّبْيُ! فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ اعْطِنِيْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ. فَقَالَ: ((اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً)) . فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ. فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ، لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ : ((ادْعُوهُ بِهَا)) . فَجَاءَ بِهَا. فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا)). قَالَ: فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَ تَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ : يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ: نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا. حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ

روایت کر کے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ خیبر میں تشریف لے گئے۔ ہم نے وہاں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھی۔ پھر نبی ﷺ سوار ہوئے۔ اور ابو طلحہ بھی سوار ہوئے۔ میں ابو طلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنی سواری کا رخ خیبر کی گلیوں کی طرف کر دیا۔ میرا گھٹنا نبی کریم ﷺ کی ران سے چھو جاتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ران سے تہبند کو ہٹایا۔ یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ کی شفاف اور سفید رانوں کی سفیدی اور چمک دیکھنے لگا۔ جب آپ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اکبر خدا سب سے بڑا ہے' خیبر برباد ہو گیا' جب ہم کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا' انس نے کہا کہ خیبر کے یہودی لوگ اپنے کاموں کے لئے باہر نکلے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھے محمد (ﷺ) آن پہنچے۔ اور عبدالعزیز راوی نے کہا کہ بعض حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہمارے ساتھیوں نے والخمیس کا لفظ بھی نقل کیا ہے (یعنی وہ چلا اٹھے کہ محمدؐ لشکر لے کر پہنچ گئے) پس ہم نے خیبر لڑ کر فتح کر لیا اور قیدی جمع کئے گئے۔ پھر دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ کوئی باندی لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صفیہ جو قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں' انہیں آپ نے دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ' وہ لائے گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ راوی نے کہا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابو حمزہ! ان کا مہر آنحضور ﷺ نے کیا رکھا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود انہیں کی آزادی ان کا مہر تھا اور اسی پر آپ نے نکاح کیا۔ پھر راستے ہی

فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِيءْ بِهِ وَبَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ. قَالَ: فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[أطرافه في: ٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٠٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣، ٦٣٦٩، ٧٣٣٣].

میں ام سلیم (رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) نے انہیں دلہن بنایا اور نبی کریم ﷺ کے پاس رات کے وقت بھیجا۔ اب نبی کریم ﷺ دولہا تھے' اس لئے آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔ آپ نے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے' بعض گھی۔ عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوا بنا لیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

١٣- بَابُ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ

باب عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ.

اور عکرمہ نے کہا کہ اگر عورت اپنا سارا جسم ایک ہی کپڑے سے ڈھانپ لے تو بھی نماز درست ہے۔

٣٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ.

[أطرافه في: ٥٧٨، ٨٦٧، ٨٧٢].

(٣٧٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں کئی مسلمان عورتیں اپنی چادریں اوڑھے ہوئے شریک نماز ہوتیں۔ پھر اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں۔ اس وقت انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر میں وہ عورتیں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ ایک کپڑے سے اگر عورت اپنا سارا بدن چھپا لے تو نماز درست ہے۔ مقصود پردہ ہے وہ جس طور پر مکمل حاصل ہو صحیح ہے۔ کتنی ہی غریب عورتیں ہیں جن کو بہت مختصر کپڑے میسر ہوتے ہیں' اسلام میں ان سب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

١٤- بَابُ إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ، وَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا

باب حاشیہ (بیل) لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کے نقش و نگار کو دیکھنا۔

٣٧٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي)) . وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ يَفْتِنَنِي)). [طرفاه في : ٧٥٢، ٥٨١٧].

(٣٧٣) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ دیکھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم (عامر بن حذیفہ) کے پاس لے جاؤ اور ان کی انبجانیہ والی چادر لے آؤ' کیونکہ اس چادر نے ابھی نماز سے مجھ کو غافل کر دیا۔ اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نماز میں اس کے نقش و نگار دیکھ رہا تھا' پس میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے غافل نہ کر دے۔

تشریح حضرت عامر بن حذیفہ صحابی ابو جہم نے یہ نقش و نگار والی چادر آپ کو تحفہ میں پیش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس کر دیا اور سادہ چادر ان سے منگا لی تاکہ ان کو رنج نہ ہو کہ حضور ﷺ نے میرا تحفہ واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز نماز کے اندر خلل کا سبب بن سکے اس کو علیحدہ کرنا ہی اچھا ہے۔ ہشام بن عروہ کی تعلیق کو امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور مسلم اور ابو داؤد نے نکالا ہے۔

١٥- بَابُ إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ؟ وَمَا يُنْهَى عَنْ ذَلِكَ

باب ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا مورتیں بنی ہوں تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں اور اس کی ممانعت کا بیان۔

٣٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمِيطِي عَنَّا

(٣٧٤) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رنگین باریک پردہ تھا جسے انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف پردہ کے لئے لٹکا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے اپنا یہ پردہ

قِرَامَكِ هٰذَا، فَإِنَّهُ لاَ تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلاَتِيْ)) .[طرفه في : ٥٩٥٩].

ہٹادو۔ کیونکہ اس پر نقش شدہ تصاویر برابر میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہی ہیں۔

تشریح: گو اس حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس کا حکم بھی وہی ہے جو تصویر کا ہے اور جب لٹکانے سے آپ نے منع فرمایا تو یقیناً بطریق اولیٰ منع ہو گا۔ اور شاید حضرت امام نے کتاب اللباس والی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس پر صلیب بنی ہوتی' اس کو توڑ دیا کرتے تھے۔ اور باب کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ایسے کپڑے کا پہننا یا لٹکانا منع ہے لیکن اگر کسی نے اتفاقاً پہن لیا تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ آپ نے اس نماز کو دوبارہ نہیں لوٹایا۔

١٦- بَابُ مَنْ صَلّٰى فِي فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

باب جس نے ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھی پھر اسے اتار دیا۔

٣٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهُ فَصَلّٰى فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ : ((لاَ يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ)) .

[طرفه في : ٥٨٠١].

(٣٧٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے بیان کیا' انہوں نے ابوالخیر مرثد سے' انہوں نے عقبہ بن عامر سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک ریشم کی قبا تحفہ میں دی گئی۔ اسے آپ نے پہنا اور نماز پڑھی لیکن آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بڑی تیزی کے ساتھ اسے اتار دیا۔ گویا آپ اسے پہن کر ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ پرہیزگاروں کے لائق نہیں ہے۔

تشریح: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو اس کے پہننے سے منع فرما دیا۔ یہ کوٹ آپ نے اس وقت پہنا ہو گا جب تک مردوں کو ریشمی کپڑے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے سونا اور ریشم کے لئے اعلان فرما دیا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔

١٧- بَابُ الصَّلاَةِ فِي الثَّوْبِ الأَحْمَرِ

باب سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا۔

٣٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلاَلاً أَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ،وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَاكَ الْوَضُوْءَ، فَمَنْ

(٣٧٦) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن ابی زائدہ نے بیان کیا عون بن ابی جحیفہ سے' انہوں نے اپنے والد ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کو وضو کرا رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا

أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلاَلاً أَخَذَ عَنَزَةً لَهُ فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

[راجع: ١٨٧]

ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پا سکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی اٹھائی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ڈیرے میں سے) ایک سرخ پوشاک پہنے ہوئے تہ بند اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی' میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گذر رہے تھے۔

تشریح: امام ابن قیمؒ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ جوڑا نرا سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور کالی دھاریاں تھیں۔ سرخ رنگ کے متعلق حافظ ابن حجر نے سات مذہب بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافروں یا عورتوں کی مشابہت کی نیت سے مرد کو سرخ رنگ والے کپڑے پہننے درست نہیں ہیں اور کسم میں رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لئے بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح لال زین پوشوں کا استعمال جس کی ممانعت میں صاف حدیث موجود ہے۔ ڈیرے سے نکلتے وقت آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مسلم کی روایت میں ہے' گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سترہ کے باہر سے کوئی آدمی نمازی کے آگے سے نکلے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ نماز میں خلل ہوتا ہے۔

١٨- بَابُ الصَّلاَةِ فِي السُّطُوحِ وَالْمِنبَرِ وَالْخَشَبِ

باب چھت اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کے بارے میں

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيرِ وَإِنْ جَرَى تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ. وَصَلَّى أَبُوهُرَيْرَةَ عَلَى سَقْفِ الْمَسْجِدِ بِصَلاَةِ الإِمَامِ، وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

حضرت ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا کہ حضرت امام حسن بصری برف پر اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ اس کے نیچے' اوپر' سامنے پیشاب ہی کیوں نہ بہہ رہا ہو بشرطیکہ نمازی اور اس کے بیچ میں کوئی آڑ ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی (اور وہ نیچے تھا) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری قدس سرہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ ان صورتوں میں نماز درست ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ نجاست کا دور کرنا جو نمازی پر فرض ہے اس سے یہ غرض ہے کہ نمازی کے بدن یا کپڑے سے نجاست نہ لگے۔ اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جیسے لوہے کا بمبا ہو یا ایسا کوئی نلوہ ہو جس کے اندر نجاست بہ رہی ہو اور اس کے اوپر کی سطح پر جہاں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے کوئی نماز پڑھے تو یہ درست ہے۔ حضرت ابو ہریرہ والے اثر کو ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے نکالا ہے۔

٣٧٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:

(٣٧٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ: سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنبَرُ؟ فَقَالَ: مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي، هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ، عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلَى فُلَانَةَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ عُمِلَ وَوُضِعَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ عَلَى الأَرْضِ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمِنبَرِ، ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالأَرْضِ. فَهَذَا شَأْنُهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ : فَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ، فَلاَ بَأْسَ أَنْ يَكُونَ الإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ: فَقُلْتُ: إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ: لاَ.

[أطرافه في : ٤٤٨، ٩١٧، ٢٠٩٤، ٢٥٦٩].

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا۔ کہا کہ لوگوں نے سہل بن سعد ساعدی سے پوچھا کہ منبر نبوی کس چیز کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب (دنیائے اسلام میں) اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ منبر غابہ کے جھاؤ سے بنا تھا۔ فلاں عورت کے غلام فلاں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنایا تھا۔ جب وہ تیار کر کے (مسجد میں) رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے اور آپ نے قبلہ کی طرف اپنا منہ کیا اور تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور رکوع کیا۔ آپ کے پیچھے تمام لوگ بھی رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر اسی حالت میں آپ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ پھر زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور قراۃ رکوع کی' پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قبلہ ہی کی طرف رخ کئے ہوئے پیچھے لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ یہ ہے منبر کا قصہ۔ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا کہ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو پوچھا۔ علی نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں لوگوں سے اونچے مقام پر کھڑے ہوئے تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ سفیان بن عیینہ سے یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی' آپ نے بھی یہ حدیث ان سے سنی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

تشریح: غابہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جہاں جھاؤ کے درخت بہت عمدہ ہوا کرتے تھے۔ اسی سے آپ کے لئے منبر بنایا گیا تھا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ بھی نکلا کہ اتنا ہٹنا یا آگے بڑھنا نماز کو نہیں توڑتا۔ خطابی نے کہا کہ آپ کا منبر تین سیڑھیوں کا تھا۔ آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے ہوں گے تو اترنے چڑھنے میں صرف دو قدم ہوئے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ حدیث علی بن مدینی سے سنی تو اپنا مسلک یہی قرار دیا کہ امام مقتدیوں سے بلند کھڑا ہو تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔ سننے کی نفی سے مراد یہ کہ پوری روایت نہیں سنی۔ امام احمد نے اپنی سند سے سفیان سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ منبر غابہ کے جھاؤ کا بنایا گیا تھا۔

حنفیہ کے ہاں بھی اس صورت میں اقتداء صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی اپنے امام کے رکوع اور سجدہ کو کسی ذریعہ سے جان سکے اس کے

لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ چھت میں کوئی سوراخ ہو۔ (تفہیم الباری' جلد دوم / ص: ۷۷)

۳۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَتْ سَاقُهُ - أَوْ كَتِفُهُ - وَآلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعٍ، فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُوْدُوْنَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا)). وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ، فَقَالُوا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ)).

[أطرافه في : ٦٨٩، ٧٣٢، ٧٣٣، ٨٠٥، ١١١٤، ١٩١١، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٨٩، ٦٦٨٤].

(۳۷۸) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا کہ کہا ہم سے یزید بن ہارون نے' کہا ہم کو حمید طویل نے خبر دی انس بن مالک ؓ سے کہ نبی کریم ﷺ (۵ ھ میں) اپنے گھوڑے سے گر گئے تھے۔ جس سے آپ کی پنڈلی یا کندھا زخمی ہو گئے اور آپ نے ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی۔ آپ اپنے بالا خانہ پر بیٹھ گئے۔ جس کے زینے کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صحابہ ؓ مزاج پرسی کو آئے۔ آپ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر تمہیں نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اور آپ انتیس دن بعد نیچے تشریف لائے' تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کے لئے قسم کھائی تھی۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔

تشریح ۵ ھ میں آپ اتفاقاً گھوڑے سے گر گئے تھے اور ایک موقع پر آپ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لئے ۹ ھ میں علیحدگی کی قسم کھالی تھی۔ ان دونوں مواقع پر آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا تھا۔ زخمی ہونے کی حالت میں اس لئے کہ صحابہ کو عیادت میں آسانی ہو اور ازواج مطہرات سے جب آپ نے ملنا جلنا ترک کیا تو اس خیال سے کہ پوری طرح ان سے علیحدگی رہے' بہرحال ان دونوں واقعات کے سن و تاریخ الگ الگ ہیں لیکن راوی اس خیال سے کہ دونوں مرتبہ آپ نے بالا خانہ پر قیام فرمایا تھا انہیں ایک ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ قسطلانی فرماتے ہیں۔ والصحیح انه منسوخ بصلاتهم فی اخر عمره علیه الصلوٰة والسلام قیاما خلفه و هو قاعد یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے اس لئے کہ آخر عمر میں (آنحضرت ﷺ نے) بیٹھ کر نماز پڑھائی' اور صحابہ ؓ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

١٩- بَابُ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ

باب جب سجدے میں آدمی کا کپڑا اس کی عورت سے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

٣٧٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ، وَرُبَّمَا أَصَابَنِيْ ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ: وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ. [راجع: ٣٣٣]

(٣٧٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا خالد سے' کہا کہ ہم سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا عبداللہ بن شداد سے' انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے اور حائضہ ہونے کے باوجود میں ان کے سامنے ہوتی' اکثر جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ آپ (کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے) مصلے پر نماز پڑھتے تھے۔

٢٠- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيْرِ

باب بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان۔

وَصَلَّى جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا. وَقَالَ الْحَسَنُ : يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلَى أَصْحَابِكَ تَدُورُ مَعَهَا، وَإِلاَّ فَقَاعِدًا.

اور جابر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ جب تک کہ اس سے تیرے ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو اور کشتی کے رخ کے ساتھ تو بھی گھومتا جا ورنہ بیٹھ کر پڑھ۔

تشریح: حضرت جابر بن عبداللہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کشتی چلتی رہتی اور ہم نماز پڑھتے رہتے حالانکہ ہم چاہتے تو کشتی کا لنگر ڈال سکتے تھے۔ امام حسن بصری والے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور امام بخاری نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ کشتی کے ساتھ گھومنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لو' پھر جدھر کشتی گھومے کچھ مضائقہ نہیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ گو قبلہ رخ باقی نہ رہے' امام بخاری یہ اثر اس لئے لائے ہیں کہ کشتی بھی زمین نہیں ہے جیسا بوریا زمین نہیں ہے اور اس پر نماز درست ہے۔ جوز ابو حنیفة الصلوة فی السفینة قاعدا مع القدرة علی القیام (قسطلانی) یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ کھڑے ہونے کی قدرت بھی ہو۔ (یہ باب منعقد کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے کہ جو مٹی کے سوا اور کسی بھی چیز پر سجدہ جائز نہیں جانتے)

٣٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللهِ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((قُوْمُوْا فَلأُصَلِّ لَكُمْ)). قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمَ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا. فَصَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

(٣٨٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' کہ ان کی نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا تیار کر کے کھانے کے لئے بلایا۔ آپ نے کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھا دوں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے گھر سے ایک بوریا اٹھایا جو کثرت استعمال سے کالا ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے (اسی بوریے پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم (کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو ضمیرہ کے لڑکے ضمیرہ) آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی عورت (انس

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

[أطرافه في : ٧٢٧، ٨٦٠، ٨٧١، ٨٧٤، ١١٦٤].

کی نانی ملیکہ) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس گھر تشریف لے گئے۔

تشریح: بعض لوگوں نے ملیکہ کو حضرت انس کی دادی بتلایا ہے۔ ملیکہ بنت مالک بن عدی انس کی ماں کی والدہ ہیں۔ انس کی ماں کا نام ام سلیم اور ان کی ماں کا نام ملیکہ ہے۔ اوالضمیر فی جدته یعود علی انس نفسه وبه جزم ابن سعد (قسطلانی) یہاں بھی حضرت امام ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے صرف مٹی ہی کو بطور شرط خیال کرتے ہیں۔

٢١- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا۔

٣٨١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

[راجع: ٣٣٣]

(٣٨١) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' کہا ہم سے سلیمان شیبانی نے عبداللہ بن شداد کے واسطے سے' انہوں نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ گاہ (یعنی چھوٹے مصلے) پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

قال الجوهری الخمرة بالضم سجادة صغيرة تعمل من سحف النخل و ترمل بالخبوط و قال صاحب النهاية هی مقدار مايضع عليه الرجل وجهه فی سجوده من حصير او نسيجة خوص و نحوه من الثياب ولا يكون خمرة الافی هذا المقدار (نیل' ج: ٢/ ص: ١٢٩) خلاصہ یہ کہ خمرہ چھوٹے مصلے پر بولا جاتا ہے وہ کھجور کا ہو یا کسی اور چیز کا اور حصیر طول طویل بوریا' ہر دو پر نماز جائز ہے' یہاں بھی حضرت امام قدس سرہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کو شرط قرار دیتے ہیں۔

٢٢- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْفِرَاشِ

باب بچھونے پر نماز پڑھنا (جائز ہے)

وَصَلَّى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ.

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی اپنے کپڑے پر سجدہ کر لیتا تھا۔

٣٨٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرِجْلاَيَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا. قَالَتْ:

(٣٨٢) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابو النضر سالم کے حوالہ سے' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے آگے سو جاتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے' تو میرے پاؤں کو آہستہ سے دبا دیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور آپ جب کھڑے

وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

[أطرافه في : ٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦].

ہو جاتے تو میں انہیں پھر پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔

٣٨٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

[راجع: ٣٨٢]

(٣٨٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے' انہوں نے ابن شہاب سے' ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی ہوتیں جیسے (نماز کے لئے) جنازہ رکھا جاتا ہے۔

اوپر والی حدیث میں بچھونے کا لفظ نہ تھا' اس حدیث سے وضاحت ہو گئی۔

٣٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ. [راجع: ٣٨٢]

(٣٨٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم سے لیث بن سعد نے حدیث بیان کی یزید سے' انہوں نے عراک سے' انہوں نے عروہ بن زبیر سے کہ نبی کریم ﷺ اس بچھونے پر نماز پڑھتے جس پر آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں۔

(اس حدیث میں مزید وضاحت آ گئی کہ جس بستر پر آپ سویا کرتے تھے' اسی پر بعض دفعہ نماز بھی پڑھ لیتے۔ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کا بطور شرط ہونا ضروری نہیں ہے۔ سجدہ بہرحال زمین ہی پر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بستر یا چٹائی یا مصلی زمین پر بچھا ہوا ہے)

٢٣- بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

باب سخت گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا (جائز ہے)

وَقَالَ الْحَسَنُ: كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستینوں میں ہوتے۔

٣٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي

(٣٨٥) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے غالب قطان نے بکر بن عبداللہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ.

[طرفاه في : ٥٤٢، ١٢٠٨].

پھر سخت گرمی کی وجہ سے کوئی کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا۔

٢٤- بَابُ الصَّلَاةِ فِي النِّعَالِ

باب جوتوں سمیت نماز پڑھنا (جائز ہے)

٣٨٦- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ الأَزْدِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ.[طرفه في : ٥٨٥٠].

(٣٨٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے بیان کیا' کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ اپنی جوتیاں پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا' کہ ہاں!

تشریح ابو داؤد اور حاکم کی حدیث میں یوں ہے کہ یہودیوں کے خلاف کرو وہ جوتوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اسے مارا کرتے تھے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ پاک صاف ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نعل عربوں کا ایک خاص جوتا تھا اور ان عام جوتوں میں نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ پاک صاف بھی ہوں۔ دلائل کی رو سے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ جوتوں میں نماز بلا کراہت جائز درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک صاف ستھرے ہوں' گندگی کا ذرا بھی شبہ ہو تو ان کو اتار دینا چاہئے۔

٢٥- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِفَافِ

باب موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا (جائز ہے)

٣٨٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، فَسُئِلَ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُم، لأَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ.

(٣٨٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطہ سے' اس نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی سے سنا۔ وہ ہمام بن حارث سے روایت کرتے تھے' انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو دیکھا' انہوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور (موزوں سمیت) نماز پڑھی۔ آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا' تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ یہ حدیث لوگوں کی نظر میں بہت پسندیدہ تھی' کیونکہ جریرؓ آخر میں اسلام لائے تھے۔

٣٨٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْمَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

(٣٨٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا کہ کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا اعمش کے واسطہ سے' انہوں نے مسلم بن صبیح سے' انہوں نے مسروق بن اجدع سے' انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے

وَصَلّٰی. [راجع: ۱۸۲]

موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

تشریح: خف کی تعریف یہ ہے والخف نعل من ادم یغطی الکعبین (نیل الاوطار) یعنی وہ چمڑے کا ایک ایسا جوتا ہوتا ہے جو ٹخنوں تک سارے پیر کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر مسح کا جائز ہونا جمہور امت کا مسلمہ ہے۔ عن ابن المبارک قال لیس فی المسح علی الخفین عن الصحابة اختلاف (نیل الاوطار) یعنی صحابہ میں خفین پر مسح کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہوا۔ نووی شرح مسلم میں ہے کہ مسح علی الخفین کا جواز بے شمار صحابہ سے مروی ہے۔ یہ ضروری شرط ہے کہ پہلی دفعہ جب بھی خف پہنا جائے وضو کر کے پیر دھو کر پہنا جائے' اس صورت میں مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اس پر مسح کر لینا جائز ہو گا۔ ترجمہ میں موزوں سے یہی خف مراد ہیں۔ جرابوں پر بھی مسح درست ہے بشرطیکہ وہ اس قدر موٹی ہوں کہ ان کو حقیقی جراب کہا جا سکے۔

۲۶- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ

باب جب کوئی پورا سجدہ نہ کرے (تو اس کی نماز کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟)

۳۸۹- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلاَ سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلاَتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ. قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

[طرفاه في : ۷۹۱، ۸۰۸].

(۳۸۹) ہمیں صلت بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل کے واسطہ سے' وہ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے' وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل راوی نے کہا' میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو ایسی ہی نماز پر مر جاتا تو آنحضرت ﷺ کی سنت پر نہیں مرتا۔

تشریح: رکوع اور سجدہ پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع اور سجدہ کی دعائیں پڑھی جائیں' اور رکوع ایسا ہو کہ کمر بالکل سیدھی جھک جائے اور ہاتھ عمدہ طور پر گھٹنوں پر ہوں۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیروں کی قبلہ رخ انگلیاں زمین پر جم جائیں۔ رکوع اور سجدہ کو ان صورتوں میں پورا کیا جائے گا۔ جو لوگ مرغوں کی طرح ٹھونگے مارتے ہیں' وہ اس حدیث کی وعید کے مصداق ہیں۔ سنت کے مطابق آہستہ آہستہ نماز ادا کرنا جماعت اہل حدیث کا طرۂ امتیاز ہے' اللہ اسی پر قائم دائم رکھے آمین۔

۲۷- بَابُ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي جَنْبَيْهِ فِي السُّجُودِ

باب سجدہ میں اپنی بغلوں کو کھلی رکھے اور اپنی پسلیوں سے (ہر دو کہنیوں کو) جدا رکھے۔

۳۹۰- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

(۳۹۰) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن مضر نے جعفر سے' وہ ابن ہرمز سے' انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے

ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

درمیان اس قدر کشادگی کر دیتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی اور لیث نے یوں کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

[طرفاه في : ٨٠٧، ٣٥٦٤].

یہ سب رکوع و سجود کے آداب بیان کئے گئے ہیں جن کا ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

٢٨- بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ، يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ صحابی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نمازی نماز میں اپنے پاؤں کی انگلیاں بھی قبلے کی طرف رکھے۔

تشریح آنحضرت ﷺ قیام مکہ میں اور شروع زمانہ میں مدینہ میں بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپ کی تمنا تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ مکہ شریف کی مسجد کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ میں تحویل قبلہ ہوا اور آپ نے مکہ شریف کی مسجد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور قیامت تک کے لئے یہ تمام دنیائے اسلام کے لئے قبلہ مقرر ہوا۔ اب کلمہ شہادت کے ساتھ قبلہ کو تسلیم کرنا بھی ضروریات ایمان سے ہے۔

٣٩١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلاَ تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ)).[طرفاه في : ٣٩٢، ٣٩٣].

(٣٩١) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن مہدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے منصور بن سعد نے میمون بن سیاہ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔

٣٩٢- حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فَإِذَا قَالُوهَا، وَصَلُّوا صَلاَتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَ أَكَلُوا ذَبِيْحَتَنَا، فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلاَّ

(٣٩٢) ہم سے نعیم بن حماد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ ابن المبارک نے حمید طویل کے واسطہ سے' انہوں نے روایت کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کریں اور ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو ان کا خون اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو گئے۔ مگر کسی حق

بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ)).

کے بدلے اور (باطن میں) ان کا حساب اللہ پر رہے گا۔

[راجع: ۳۹۱]

۳۹۳ - قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سِيَاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ وَ مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلَّى صَلاَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۳۹۱]

(۳۹۳) علی بن عبداللہ مدینی نے فرمایا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حمید طویل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ! آدمی کی جان اور مال پر زیادتی کو کیا چیزیں حرام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ پھر اس کے وہی حقوق ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام مسلمانوں پر ہیں اور ابن ابی مریم نے کہا' ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم سے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کر کے حدیث بیان کی۔

تشریح: ان احادیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جن میں اولین چیز کلمہ طیبہ پڑھنا اور توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرنا اور اسلام کے طریقہ پر ذبح کرنا اور اسے کھانا' یہ وہ ظاہری امور ہیں جن کے بجا لانے والے کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ رہا اس کے دل کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چونکہ اس میں قبلہ رخ منہ کرنا بطور اصل اسلام مذکور ہے' اس لئے حدیث اور باب میں مطابقت ہوئی۔

۲۹- بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ، لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلاَ فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)).

باب مدینہ اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان

اور (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا (خاص اہل مدینہ سے متعلق اور اہل شام بھی اسی میں داخل ہیں) کہ پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو' البتہ مشرق کی طرف اپنا منہ کر لو' یا مغرب کی طرف۔

تشریح: مدینہ اور شام سے مکہ جنوب میں پڑتا ہے' اس لئے مدینہ اور شام والوں کو پاخانہ اور پیشاب مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر کے کرنے کا حکم ہوا لیکن جو لوگ مکہ سے مشرق یا مغرب میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ کریں۔ امام بخاری کی مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونے سے یہی مراد ہے کہ ان لوگوں کا قبلہ مشرق اور مغرب نہیں ہے جو مکہ سے جنوب یا شمال میں رہتے ہیں۔

٣٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، فَنَنْحَرِفُ. وَنَسْتَغْفِرُ اللهَ تَعَالَى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مِثْلَهُ.[راجع: ١٤٤]

(۳۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے' کہا ہم سے زہری نے عطاء بن یزید لیثی کے واسطہ سے' انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو اس وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف اس وقت اپنا منہ کرلیا کرو۔ ابو ایوب نے فرمایا کہ ہم جب شام میں آئے تو یہاں کے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے (جب ہم قضائے حاجت کے لئے جاتے) تو ہم مڑ جاتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے اور زہری نے عطاء سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ عطاء نے کہا میں نے ابو ایوب سے سنا' انہوں نے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

اصل میں یہ حدیث ایک ہے جو دو سندوں سے روایت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ سفیان نے علی بن عبداللہ مدینی سے یہ حدیث دوبار بیان کی' ایک بار میں تو عن عطاء عن ابی ایوب کہا' اور دوسری بار میں سمعت ابا ایوب کہا تو دوسری بار میں عطاء کے سماع کی ابو ایوب سے وضاحت ہو گئی۔

٣٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾

باب اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ "مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔" (البقرۃ:۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ابراہیمی مصلے پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا مگر صد افسوس کہ امت نے کعبہ کو ہی تقسیم کر ڈالا اور چار مصلے حنفی شافعی مالکی اور حنبلی ناموں سے ایجاد کر لئے گئے۔ اس طرح امت میں وہ تفریق پیدا ہوئی کہ جس کی سزا آج تک مسلمانوں کو مل رہی ہے اور وہ باہمی اتفاق کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ بھلا کرے نجدی حکومت کا جس نے کعبہ سے اس تفریق کو ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک مصلیٰ ابراہیمی پر جمع کر دیا' اللہ اس حکومت کو ہمیشہ نیک توفیق دے اور قائم رکھے۔ آمین۔

٣٩٥- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَ﴿لَقَدْ كَانَ

(۳۹۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا ہم سے عمرو بن دینار نے' کہا ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیت اللہ کا طواف عمرہ کے لئے کیا لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کی' کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

[أطرافه في : ١٦٢٣، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣].

پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔" (الاحزاب: ۲۱)

۳۹٦- وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ : لاَ يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

[أطرافه في : ١٦٢٤، ١٦٤٦، ١٧٩٤].

(۳۹٦) عمرو بن دینار نے کہا' ہم نے جابر بن عبداللہ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ وہ بیوی کے قریب بھی اس وقت تک نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کر لے۔

تشریح گویا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب ہے اور یہ بھی بتایا کہ صفا اور مروہ میں دوڑنا واجب ہے اور جب تک یہ کام نہ کرے عمرہ کا احرام نہیں کھل سکتا۔

حضرت امام حمیدی اور ائمہ احناف رحمہم اللہ اجمعین: صاحب انوار الباری نے حضرت امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بعض جگہ بہت ہی نامناسب الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رفیق سفر اور ان کے مذہب کا بڑا علم بردار بتاتے ہوئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مخالف قرار دیا ہے (دیکھو انوار الباری جلد ہفتم ص ۴۴) چونکہ امام حمیدی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو اپنے بزرگ استاد سے کافی متاثر اور حنفیت کے لئے شدید متعصب نظر آتے ہیں۔ اس نامناسب بیان کے باوجود صاحب انوار الباری نے شاہ صاحب (مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے جو ہدایات نقل فرمائی ہیں' وہ اگر ہر وقت ملحوظ خاطر رہیں تو کافی حد تک تعصب اور تقلید جامد سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ شاہ صاحب کے ارشادات صاحب انوار الباری کے لفظوں میں یہ ہیں۔

ہمیں اپنے اکابر کی طرف سے کسی حالت میں بدگمان نہ ہونا چاہئے حتیٰ کہ ان حضرات سے بھی جن سے ہمارے مقتداؤں کے بارے میں صرف برے کلمات ہی نقل ہوئے ہوں کیونکہ ممکن ہے ان کی رائے آخر وقت میں بدل گئی ہو اور وہ ہمارے ان مقتداؤں کی طرف سے سلیم الصدر ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ غرض سب سے بہتر اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ "قصہ زمیں بر سر زمیں" ختم کر دیا جائے اور آخرت میں سب ہی حضرات اکابر کو پوری عزت اور سربلندی کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے سے خوش ہوتے ہوئے ملیک مقتدر کے دربار خاص میں یکجا و مجتمع تصور کیا جائے' جہاں وہ سب ارشاد خداوندی ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ (الحجر: ۴۷) کے مظہر اتم ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز" (انوار الباری' جلد: ۷/ ص: ۴۵)

ہمیں بھی یقین ہے کہ آخرت میں یہی معاملہ ہو گا' مگر شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بھی جملہ کلمہ گو مسلمان ایک دوسرے کے لئے اپنے دلوں میں جگہ پیدا کریں اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں تاکہ وہ امت واحدہ کا نمونہ بن کر آنے والے مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان ہی علماء کرام کی ہے جو امت کی عزت و ذلت کے واحد ذمہ دار ہیں' اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ کسی شاعر نے ٹھیک کہا ہے ؂

و ما افسد الدین الا الملوک   واحبار سوء و رھبانھا

یعنی دین کو بگاڑنے میں زیادہ حصہ ظالم بادشاہوں اور دنیا دار مولویوں اور مکار درویشوں ہی کا رہا ہے۔ اعاذنا اللہ منھم

٣٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَيْفٍ - يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ - قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ: أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ: أَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[أطرافه في : ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠].

(۳۹۷) ہم سے مسدد بن مسرہد بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا سیف ابن ابی سلیمان سے' انہوں نے کہا میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابن عمر کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا' اے لو یہ رسول اللہ ﷺ آن پہنچے اور آپ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ ابن عمر نے کہا کہ میں جب آیا تو نبی کریم ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے' میں نے دیکھا کہ بلال دونوں دروازوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے بلال سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! دو رکعت ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی تھیں' جو کعبہ میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف واقع ہیں۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

یعنی مقام ابراہیم کے پاس' گو آپ نے مقام ابراہیم کی طرف منہ نہیں کیا بلکہ کعبہ کی طرف منہ کیا۔

٣٩٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ. فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ: ((هَذِهِ الْقِبْلَةُ)).

[أطرافه في : ١٦٠١، ٣٣٥١، ٣٣٥٢، ٤٢٨٨].

(۳۹۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر پہنچائی عطاء ابن ابی رباح سے' انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب نبی کریم ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے چاروں کونوں میں آپ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو دو رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔

اور یہ اب کبھی منسوخ نہیں ہو گا یعنی مقام ابراہیم کے پاس اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہو گئی۔ حضرت الامام کا ان احادیث کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ آیت شریفہ ﴿ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّى ﴾ (البقرة: ۱۲۵) میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔ آدمی کعبہ کی طرف منہ کر کے ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے خواہ مقام ابراہیم میں پڑھے یا کسی اور جگہ میں۔ اس روایت میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اگلی روایت میں یہ ذکر موجود ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ آپ کعبہ کے اندر شاید کئی

دفعہ داخل ہوئے بعض دفعہ آپ نے نماز پڑھی' بعض دفعہ صرف دعا پر اکتفا کیا اور کعبہ میں داخل ہونے کے دونوں طریقے جائز ہیں۔

٣١- بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ

باب ہر مقام اور ہر ملک میں مسلمان جہاں بھی رہے نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ)).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کعبہ کی طرف منہ کر اور تکبیر کہہ۔

اس حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاستیذان میں نکالا ہے۔ مقصد ظاہر ہے کہ دنیائے اسلام کے لئے ہر ہر ملک سے نماز میں سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہے اس لئے کہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ناممکن ہے۔ ہاں جو لوگ حرم میں ہوں اور کعبہ نظروں کے سامنے ہو ان کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف توجہ کرنا اور تمام عالم کے لئے کعبہ کو مرکز بنانا اسلامی اتحاد و مرکزیت کا ایک زبردست مظاہرہ ہے۔ کاش! مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور ملی طور پر اپنے اندر مرکزیت پیدا کریں۔

٣٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا - أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ - شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ - وَهُمُ الْيَهُودُ - ﴿مَا وَلاَّهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا؟ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، يَهْدِيْ مَن يُشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ، ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الأَنْصَارِ فِي صَلاَةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ

(٣٩٩) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا' کہا انہوں نے ابو اسحاق سے بیان کیا' کہا انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (دل سے) چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا دیکھتے ہیں۔ پھر آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور احمقوں نے جو یہودی تھے کہنا شروع کیا کہ انہیں اگلے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے مشرق اور مغرب' اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا ہے۔" (جب قبلہ بدلا تو) ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد وہ چلا اور انصار کی ایک جماعت پر اس کا گذر ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ پھر وہ جماعت (نماز کی حالت میں ہی) مڑ گئی اور کعبہ کی

الْكَعْبَةِ. فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.[راجع: ٤٠]

طرف منہ کرلیا۔

بیان کرنے والے عباد بن بشر نامی ایک صحابی تھے اور یہ بنی حارثہ کی مسجد تھی جس کو آج بھی مسجد القبلتین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ راقم الحروف کو ایک مرتبہ ۵۱ء میں اور دوسری مرتبہ ۶۲ء میں یہ مسجد دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ قبا والوں کو دوسرے دن خبر ہوئی تھی وہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

٤٠٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ. فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

(۴۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے' کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے محمد بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے' انہوں نے جابر بن عبداللہ سے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر خواہ اس کا رخ کسی طرف ہو (نفل) نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔

[أطرافه في : ١٠٩٤، ١٠٩٩، ٤١٤٠].

تشریح نفل نمازیں سواری پر پڑھنا درست ہے اور رکوع سجدہ بھی اشارے سے کرنا کافی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی پر نماز شروع کرتے وقت آپ قبلہ کی طرف منہ کرکے تکبیر کہہ لیا کرتے تھے۔

٤٠١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ- قَالَ إِبْرَاهِيمُ : لاَ أَدْرِيْ زَادَ أَوْ نَقَصَ - فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلاَةِ شَيْءٌ؟ قَالَ : ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوا : صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا. فَثَنَى رِجْلَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ. فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ : ((إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلاَةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي، وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلاَتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ، فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ

(۴۰۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے' انہوں نے ابراہیم سے' انہوں نے علقمہ سے' کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ابراہیم نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ نماز میں زیادتی ہوئی یا کمی' پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے فرمایا آخر کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کرلیا اور (سہو کے) دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں پہلے ہی ضرور کہہ دیتا لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لئے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت ٹھیک بات سوچ لے اور

لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)).

[أطرافه في: ٤٠٤، ١٢٢٦، ٦٦٧١، ٧٢٤٩].

اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے (سہو کے) کر لے۔

تشریح بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں خود ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ نے بجائے چار کے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تھیں اور یہ ظہر کی نماز تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی' اس لئے ممکن ہے کہ دو دفعہ یہ واقعہ ہوا ہو۔ ٹھیک بات سوچنے کا مطلب یہ کہ مثلاً تین یا چار میں شک ہو تو تین کو اختیار کرے دو اور تین میں شک ہو تو دو کو اختیار کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پیغمبروں سے بھی بھول چوک ممکن ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں اگر اس گمان پر کہ نماز پوری ہو چکی ہے کوئی بات کر لے تو نماز کا نئے سرے سے لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ نے خود نئے سرے سے نماز کو لوٹایا نہ لوگوں کو حکم دیا۔

٣٢- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ،

وَمَنْ لاَ يَرَى الإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَكْعَتَي الظُّهْرِ وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

باب قبلہ سے متعلق مزید احادیث

اور جس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھول سے قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے' پھر (یاد دلانے پر) باقی نماز پوری کی۔

تشریح یہ ایک حدیث کا حصہ (ٹکڑا) ہے جسے خود حضرت امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں آپ کا لوگوں کی طرف منہ کرنے کا ذکر نہیں ہے اور یہ فقرہ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے۔ اس حدیث سے ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ جب آپ نے بھولے سے لوگوں کی طرف منہ کر لیا تو قبلہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہو گئی' باوجود اس کے آپ نے نماز کو نئے سرے سے نہیں لوٹایا بلکہ جو باقی رہ گئی تھی اتنی ہی پڑھی۔

٤٠٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: ((وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلاَثٍ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾، وَآيَةُ الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ

(۴۰۲) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشیم نے حمید کے واسطہ سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو" دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے' کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ آنحضور ﷺ کی بیویاں جوش و خروش میں آپ کی خدمت میں

لَهُنَّ: ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ)) .

[أطرافه في : ٤٤٨٣، ٤٧٩٠، ٤٩١٦].

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي. حُمَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا بِهَذَا.

اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں' تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿ عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن ﴾

اور سعید ابن ابی مریم نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے حمید نے بیان کیا' کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی۔

اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع انس سے معلوم ہو جائے اور یحییٰ بن ایوب اگرچہ ضعیف ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایت بطور متابعت قبول فرمائی ہے۔

٤٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلاَةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُم آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا. وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

[أطرافه في : ٤٤٨٨، ٤٤٩٠، ٤٤٩١، ٤٤٩٣، ٤٤٩٤، ٧٢٥١].

(۴۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے عبداللہ بن دینار کے واسطہ سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر سے' آپ نے فرمایا کہ لوگ قبا میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ (ﷺ) پر کل وحی نازل ہوئی ہے اور انہیں کعبہ کی طرف (نماز میں) منہ کرنے کا حکم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی کعبہ کی جانب منہ کر لئے جبکہ اس وقت وہ شام کی جانب منہ کئے ہوئے تھے' اس لئے وہ سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔

تشریح ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ عورتیں مردوں کی جگہ آ گئیں اور مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ چلے گئے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ امام جو مسجد کے آگے کی جانب تھا گھوم کر مسجد کے پیچھے کی جانب آ گیا' کیونکہ جو کوئی مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو بیت المقدس اس کے پیٹھ کی طرف ہو جائے گا اور اگر امام اپنی جگہ پر رہ کر گھوم جاتا تو اس کے پیچھے صفوں کی جگہ کہاں سے نکلتی اور جب امام گھوما تو مقتدی بھی اس کے ساتھ گھوم گئے اور عورتیں بھی' یہاں تک کہ وہ مردوں کے پیچھے آ گئیں۔ ضرورت کے تحت یہ کیا گیا جیسا کہ وقت آنے پر سانپ مارنے کے لئے مسجد میں بحالت نماز گھومنا پھرنا درست ہے۔

٤٠٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ

(۴۰۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ کے واسطے سے' انہوں نے ابراہیم سے' انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ سے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم

الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقَالُوا: أَزِيْدُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوا: صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[راجع: ٤٠٠]

ﷺ نے (بھولے سے) ظہر کی نماز (ایک مرتبہ) پانچ رکعت پڑھی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آپ نے اپنے پاؤں موڑ لئے اور (سہو کے) دو سجدے کئے۔

گزشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ صحابہ نے باوجود اس کے کہ کچھ نماز کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے پڑھی مگر اس کو دوبارہ نہیں لوٹایا اور اس حدیث سے یہ نکلا کہ آپ نے بھول کر لوگوں کی طرف منہ کر لیا اور کعبہ کی طرف آپ کی پیٹھ ہو گئی مگر آپؐ نے نماز کو پھر بھی نہیں لوٹایا' باب کا یہی مقصود تھا۔

٣٣- بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب اس بارے میں کہ مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا کھرچ ڈالنا ضروری ہے۔

٤٠٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ - أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ - فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ)) ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيْهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ: ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا)).

[راجع: ٢٤١]

(۴۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے حمید کے واسطہ سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھا' جو آپ کو ناگوار گذرا اور یہ ناگواری آپ کے چہرہ مبارک پر دکھائی دینے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ ڈالا اور فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے' یا یوں فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص (نماز میں اپنے) قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ البتہ بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا' اس پر تھوکا پھر اس کو الٹ پلٹ کیا اور فرمایا' یا اس طرح کر لیا کرو۔

٤٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى))

(۴۰۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے نافع کے واسطہ سے روایت کیا' کہا انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار پر تھوک دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھرچ ڈالا پھر (آپ نے) لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے کیونکہ نماز میں منہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔

[أطرافه في : ۷۵۳، ۱۲۱۳، ٦١١١].

٤٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا - أَوْ بُصَاقًا أَوْ نُخَامَةً - فَحَكَّهُ.

(۴۰۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر رینٹ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے آپؐ نے کھرچ ڈالا۔

٣٤- بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصى مِنَ الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں رینٹ کو کنکری سے کھرچ ڈالنا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ وَطِئْتَ عَلَى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ، وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلاَ.

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر گیلی نجاست پر تمہارے پاؤں پڑیں تو انہیں دھوڈالو اور اگر نجاست خشک ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں۔

تشریح اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر بھولے سے نہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد کی پاک زمین اس کو بھی پاک کر دیتی ہے۔ آپ نے ایسا ایک عورت کے جواب میں فرمایا تھا۔ جس کا پلو لٹکتا رہتا تھا۔ ترجمہ باب سے اس اثر کی مطابقت یوں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ ادب کے خلاف ہے' نہ اس لئے کہ تھوک نجس ہے۔ اگر بالفرض نجس بھی ہوتا تو سوکھی نجاست کے روندنے سے کچھ حرج نہیں ہے۔

٤٠٨ و٤٠٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا فَقَالَ: ((إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)).

(۴۰۸' ۴۰۹) ہم سے سعید بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اسے صاف کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اسے اپنے منہ کے سامنے یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئے' البتہ بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

[طرفاه في : ٤١٠، ٤١٦].

[طرفاه في : ٤١١، ٤١٤].

تشریح ترجمہ باب میں رینٹ کا ذکر تھا اور حدیث میں بلغم کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ دونوں آدمی کے فضلے ہیں اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم ہے' حدیث مذکور میں نماز کی قید نہیں ہے۔ مگر آگے یہی روایت آدم بن ابی ایاس سے آ رہی ہے اس میں نماز کی قید

ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت مطلق ہے۔ یعنی نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔ پچھلے باب میں تھوک کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنے کا ذکر تھا اور یہاں کنکری سے کھرچنے کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کبھی ایسا کیا، کبھی ایسا کیا، دونوں طرح سے مسجد کو صاف کرنا مقصد ہے۔

٣٥- بَابُ لاَ يَبْصُقْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلاَةِ

باب اس بارے میں کہ نماز میں اپنے دائیں طرف نہ تھوکنا چاہیے۔

٤١٠ و٤١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)).

[راجع: ٤٠٨، ٤٠٩]

(٤١٠، ٤١١) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد کے واسطے سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری سے اسے کھرچ ڈالا اور فرمایا اگر تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو اپنے چہرے کے سامنے یا اپنے دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔

٤١٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ يَتْفِلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ٢٤١]

(٤١٢) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے قتادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔

٣٦- بَابُ لِيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسرَى

باب بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنے کے بیان میں

٤١٣- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ

(٤١٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

إِذَا كَانَ فِي الصَّلاَةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلاَ يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلاَ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ٢٤١]

مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے' ہاں بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

٤١٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ. ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ . . نَحْوَهُ. [راجع: ٤٠٩]

(۴۱۴) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے' کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے اسے کنکری سے کھرچ ڈالا۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے' البتہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لینا چاہئے۔ دوسری روایت میں زہری سے یوں ہے کہ انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے ابو سعید خدری کے واسطہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

اس سند کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ زہری کا سماع حمید سے معلوم ہو جائے۔ یہ جملہ احادیث اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب مساجد خام تھیں اور فرش بھی ریت کا ہوتا تھا اس میں اس تھوک کو غائب کر دینا ممکن تھا جیسا کہ کفارتھا دفنھا میں وارد ہوا' اب پختہ فرشوں والی مساجد میں صرف رومال کا استعمال ہونا چاہئے جیسا کہ دوسری روایات میں اس کا ذکر موجود ہوا ہے۔

٣٧- بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

٤١٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا))

(۴۱۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' کہا ہم سے قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے (زمین میں) چھپا دینا ہے۔

٣٨- بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب اس بارے میں کہ مسجد میں بلغم کو مٹی کے اندر چھپا دینا ضروری ہے۔

٤١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلاَةِ فَلاَ يَبْصُقْ أَمَامَهُ،

(۴۱۶) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے معمر بن راشد سے' انہوں نے ہمام بن منبہ سے' انہوں نے ابوہریرہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے

فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللهَ مَا دَامَ فِي مُصَلاَّهُ، وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا. وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا)).
[راجع: ٤٠٨]

کیونکہ وہ جب تک اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اور دائیں طرف بھی نہ تھوکے کیونکہ اس طرف فرشتہ ہوتا ہے' ہاں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے مٹی میں چھپادے۔

تشریح: امام بخاری قدس سرہ نے تھوک سے متعلق ان جملہ ابواب اور ان میں روایت کردہ احادیث سے ثابت فرمایا کہ بوقت ضرورت تھوک' رینٹ' کھنکار' بلغم سب کا آنا لازمی ہے مگر مسجد کا ادب اور نمازیوں کے آرام و راحت کا خیال ضروری ہے۔ ابتدائے اسلام میں مساجد خام تھیں' فرش بالکل خام مٹی کے ہوا کرتے تھے جن میں تھوک لینا اور پھر ریت میں اس تھوک کا چھپا دینا ممکن تھا۔ آج کل مساجد پختہ' ان کے فرش پختہ پھران پر بہترین حصیر ہوتے ہیں۔ ان صورتوں اور ان حالات میں رومال کا استعمال ہی مناسب ہے۔ مسجد میں یا اس کے درودیوار پر تھوکنا یا رینٹ یا بلغم لگا دینا سخت گناہ اور مسجد کی بے ادبی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسے لوگوں پر اپنی سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے' جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمر میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

٣٩- بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

باب جب تھوک کا غلبہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے کے کنارے میں تھوک لے۔

٤١٧- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرُئِيَ مِنْهُ كِرَاهِيَةٌ - أَوْ رُئِيَ كِرَاهِيَتُهُ لِذَلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ - وَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلاَتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ - أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ - فَلاَ يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَزَقَ فِيْهِ وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ : ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا)). [راجع: ٢٤]

(۴۱۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے' کہا ہم سے حمید نے انس بن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھا تو آپ نے خود اسے کھرچ ڈالا اور آپ کی ناخوشی کو محسوس کیا گیا یا (راوی نے اس طرح بیان کیا کہ) اس کی وجہ سے آپ کی شدید ناگواری کو محسوس کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' یا یہ کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے قبلہ کی طرف نہ تھوکا کرو' البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کونا (کنارہ) لیا' اس میں تھوکا اور چادر کی ایک تہہ کو دوسری تہہ پر پھیرلیا اور فرمایا' یا اس طرح کرلیا کرے۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے آنے والے حالات کی بنا پر بوقت ضرورت اپنے عمل سے ہر طرح کی آسانی ثابت فرمائی ہے۔ چونکہ آج کل مساجد پختہ ہوتی ہیں' فرش بھی پختہ اور ان پر مختلف قسم کی قیمتی چیزیں (قالین وغیرہ) بچھی ہوتی ہیں' للذا آج آپ کی یہی سنت ملحوظ رکھنی ہوگی کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے اور اس مقصد کے لئے خاص رومال رکھے جائیں۔ قربان جائیے! آپ نے اپنے عمل سے ہر طرح کی سہولت ظاہر فرمادی۔ کاش! مسلمان سمجھیں اور اسوۂ حسنہ پر عمل کو اپنا مقصد حیات بنالیں۔

٤٠ - بَابُ عِظَةِ الإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلاَةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

باب امام لوگوں کو یہ نصیحت کرے کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور قبلہ کا بیان۔

٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا؟ فَوَ اللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلاَ رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)).

[طرفه في : ٧٤١].

(۴۱۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبردی' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا منہ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے' اللہ کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع' میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے تم کو دیکھتا رہتا ہوں۔

٤١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ صَلاَةً، ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلاَةِ وَفِي الرُّكُوعِ : ((إِنِّي لأَرَاكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ)) .

[طرفاه في : ٧٤٢، ٦٦٤٤].

(۴۱۹) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے ہلال بن علی سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر نماز کے باب میں اور رکوع کے باب میں فرمایا میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔

تشریح یہ آپؐ کا معجزہ تھا کہ آپ مہر نبوت کے ذریعہ سے پیٹھ پیچھے سے بھی برابر دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی اور الہام کے ذریعہ سے بھی آپ کو معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقتاً دیکھنا مراد ہے اور یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ پشت کی طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ مواہب الدنیہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

٤١ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلاَنٍ؟

باب اس بارے میں کہ کیا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں خاندان والوں کی ہے

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ایسا کہنا کہ یہ مسجد فلاں قبیلے یا فلاں شخص کی ہے مکروہ جانتے تھے کیونکہ مساجد سب اللہ کی ہیں۔ امام بخاری نے یہ باب اسی غرض سے باندھا ہے کہ ایسا کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس سے مسجد اور اس کے تعمیر کرنے والوں کی شناخت مقصود ہوتی ہے۔ ورنہ تمام مساجد سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی عبادت کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں' اسلامی فرقے جو اپنے اپنے ناموں سے مساجد کو موسوم کرتے ہیں اور اس میں دیگر مسالک کے لوگ خصوصاً اہل حدیث کا داخلہ ممنوع رکھتے ہیں' اور اگر کوئی بھولا بھٹکا ان کی مسجد میں چلا جائے تو مسجد کو غسل دے کر اپنے تئیں پاک صاف کرتے ہیں' ان لوگوں کا یہ طرز عمل تفریق بین المسلمین کا کھلا مظاہرہ ہے' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔

٤٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ. وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا.[أطرافه في: ٢٨٦٨، ٢٨٦٩، ٢٨٧٠، ٧٣٣٦].

(۴۲۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہوں نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لیے) تیار کیا گیا تھا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی' اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی تھی۔

تشریح خاندانوں کی طرف مساجد کی نسبت کا رواج زمانہ رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا جیسا کہ یہاں مسجد بنی زریق کا ذکر ہے۔ جہاد کے لئے خاص طور پر گھوڑوں کو تیار کرنا اور ان میں سے مشق کے لئے دوڑ کرانا بھی حدیث مذکور سے ثابت ہوا۔ آپ نے جس گھوڑے کو دوڑ کے لئے پیش کیا تھا اس کا نام سکب تھا۔ یہ دوڑ حفیاء اور ثنیۃ الوداع سے ہوئی تھی جن کا درمیانی فاصلہ پانچ یا چھ یا زیادہ سے زیادہ سات میل بتلایا گیا ہے اور جو گھوڑے ابھی نئے تھے ان کی دوڑ کے لئے تھوڑی مسافت مقرر کی گئی تھی' جو ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زریق تک تھی۔

موجودہ دور میں ریس کے میدانوں میں جو دوڑ کرائی جاتی ہے' اس کی ہار جیت کا سلسلہ سرا سر جوئے بازی سے ہے' لہٰذا اس میں شرکت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

٤٢- بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: الْقِنْوُ الْعِذْقُ، وَالاثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ. مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قنو کے معنے (عربی زبان میں) عذق (خوشہ کھجور) کے ہیں۔ دو کے لئے قنوان آتا ہے اور جمع کے لئے بھی یہی لفظ آتا ہے جیسے صنو اور صنوان۔

٤٢١- وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: ((انْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ)). وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ

(۴۲۱) ابراہیم بن طہمان نے کہا' عبدالعزیز بن صہیب سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے رقم آئی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جو اب تک آپ کی خدمت میں آ چکی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی'

رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الصَّلاَةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلاَّ أَعْطَاهُ. إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِنِيْ، فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلاً. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((خُذْ)). فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ. قَالَ: ((لاَ)). قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ. قَالَ: ((لاَ)). فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ. قَالَ: ((لاَ)) قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ. قَالَ: ((لاَ)). فَنَثَرَ مِنْهُ. ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ - حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا - عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

[أطرافه في : ٣٠٤٩، ٣١٦٥].

جب آپ نماز پوری کر چکے تو آ کر مال (رقم) کے پاس بیٹھ گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ اس وقت جسے بھی آپ دیکھتے اسے عطا فرما دیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجئے کیونکہ میں نے (غزوۂ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لئے میں زیر بار ہوں) رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لے لیجیے۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کسی کو فرمائیے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا نہیں (یہ نہیں ہو سکتا) انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ آپ نے اس پر بھی انکار کیا' تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا گرا دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی' (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے۔ آپؐ نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ لیکن آپ نے اس سے بھی انکار کیا' تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا اور روپیہ گرا دیا اور اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور چلنے لگے' رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہو گئے اور آپ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک چونی بھی باقی رہی۔

تشریح حضرت امام بخاری قدس سرہ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مسجد میں مختلف اموال کو تقسیم کے لیے لانا اور تقسیم کرنا درست ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بحرین سے آیا ہوا روپیہ مسجد میں رکھوایا اور پھر اسے مسجد ہی میں تقسیم فرما دیا۔ بعض دفعہ کھیتی باڑی کرنے والے صحابہ اصحاب صفہ کے لئے مسجد نبوی میں کھجور کا خوشہ لا کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اسی کے لئے لفظ صنوان اور قنوان بولے گئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں بھی مستعمل ہیں۔ صنو کھجور کے ان درختوں کو کہتے ہیں جو دو تین مل کر ایک ہی جڑ سے نکلتے ہوں۔ ابراہیم بن طہمان کی روایت کو امام صاحب رحمہ اللہ نے تعلیقاً نقل فرمایا ہے۔ ابو نعیم نے مستخرج میں اور حاکم نے مستدرک میں اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ احمد بن حفص سے' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے ابراہیم بن طہمان سے'۔ بحرین سے آنے والا خزانہ ایک لاکھ روپیہ تھا جسے حضرت علاء حضرمیؓ نے خدمت اقدس میں بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو مدینہ منورہ میں آپ کے پاس آیا آنحضرت ﷺ نے سارا روپیہ مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا اور اپنی ذات (اقدس) کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے آنحضرت ﷺ نے روپیہ اٹھانے کی اجازت تو مرحمت فرما دی مگر اس کے اٹھوانے میں نہ تو خود مدد دی نہ کسی

دوسرے کو مدد کیلئے اجازت دی' اس سے غرض یہ تھی کہ عباس رضی اللہ عنہ سمجھ جائیں اور دنیا کے مال کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں۔

٤٣- بَابُ مَنْ دُعِيَ لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَنْ أَجَابَ فِيهِ

٤٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ لِي: ((آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: ((لِطَعَامٍ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ لِمَنْ مَعَهُ: ((قُومُوا)). فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. [أطرافه في: ٣٥٧٨، ٥٣٨١، ٥٤٥٠، ٦٦٨٨].

باب جسے مسجد میں کھانے کے لئے کہا جائے اور وہ اسے قبول کرلے

(۴۲۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہم سے مالک نے اسحاق بن عبداللہ سے کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا' آپ کے پاس اور بھی کئی لوگ تھے۔ میں کھڑا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تجھ کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ نے پوچھا کھانے کے لیے؟ (بلایا ہے) میں نے عرض کی کہ جی ہاں! تب آپ نے اپنے قریب موجود لوگوں سے فرمایا کہ چلو' سب حضرات چلنے لگے اور میں ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔

یہاں یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث باب علامات النبوة میں آئے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آگے دوڑ کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو خبر کرنے کے لیے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے آدمیوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت انسؓ نے مسجد میں آپ کو دعوت دی اور آپ نے مسجد ہی میں دعوت قبول فرمائی۔ یہی ترجمہ باب ہے۔

٤٤- بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٢٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً أَيَقْتُلُهُ؟ فَتَلاَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ.

[أطرافه في : ٤٧٤٥، ٤٧٤٦، ٥٢٥٩، ٥٣٠٨، ٥٣٠٩، ٦٨٥٤، ٧١٦٥،

باب مسجد میں فیصلے کرنا اور مردوں اور عورتوں (خاوند' بیوی) کے درمیان لعان کرانا (جائز ہے)

(۴۲۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرزاق نے' کہا ہم کو ابن جریج نے' کہا ہمیں ابن شہاب نے سہل بن سعد ساعدی سے کہ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ! اس شخص کے بارہ میں فرمائیے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (بد فعلی کرتے ہوئے) دیکھتا ہے' کیا اسے مار ڈالے؟ آخر اس مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ مسجد میں لعان کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔

٧١٦٦، ٧٣٠٤].

تشریح: لعان یہ کہ مرد اپنی عورت کو زنا کراتے دیکھے مگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں بعد میں عورت انکار کر جائے۔ اس صورت میں وہ دونوں قاضی کے ہاں دعویٰ پیش کریں گے' قاضی پہلے مرد سے چار دفعہ قسم لے گا کہ وہ سچا ہے اور آخر میں کہے گا کہ میں اگر جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح چار دفعہ عورت قسم کھا کر آخر میں کہے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر قاضی دونوں (میاں' بیوی) کے درمیان جدائی کا فیصلہ دے دے گا' اسی کو لعان کہتے ہیں۔ باب کی حدیث سے مسجد میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ دینا ثابت ہوا۔ یہاں جس مرد کا واقعہ ہے اس کا نام عویمر بن عامر عجلانی تھا' امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طلاق' اعتصام اور احکام محاربین میں بھی روایت کیا ہے۔

٤٥- بَابُ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي حَيْثُ شَاءَ، أَوْ حَيْثُ أُمِرَ، وَلاَ يَتَجَسَّسُ

باب اس بارے میں کہ جب کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو تو کیا جس جگہ وہ چاہے وہاں نماز پڑھ لے یا جہاں اسے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے (وہاں پڑھے) اور فالتو سوال و جواب نہ کرے۔

٤٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

[أطرافه في : ٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨].

(۴۲۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے محمود بن ربیع سے انہوں نے عتبان بن مالک سے (جو نابینا تھے) کہ نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں۔ عتبان نے بیان کیا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر نبی ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے دو رکعت نماز (نفل) پڑھائی۔

تشریح: باب کا مطلب حدیث سے اس طرح نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے عتبان کی بتائی ہوئی جگہ کو پسند فرمالیا اور مزید تفتیش نہ کی۔ عتبان نابینا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے گھر میں نفل نماز باجماعت پڑھا کر اس طرح ان پر اپنی نوازش فرمائی' پھر انہوں (عتبان) نے اپنی نفلی نمازوں کے لئے اسی جگہ کو مقرر کرلیا۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نفل نمازوں کو جماعت سے بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

٤٦- بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوتِ

باب اس بیان میں (کہ بوقت ضرورت) گھروں میں جائے نماز (مقرر کرلینا جائز ہے)

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهِ فِي

دَارِهِ جَمَاعَةً

اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔

اور براء بن عازبؓ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی

٤٢٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيْعِ الأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّي بِهِمْ. وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّكَ تَأْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى. قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى)). قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)). قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ، قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ : أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ – أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ –؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : ذَلِكَ مُنَافِقٌ لاَ يُحِبُّ

(۴۲۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا کہ مجھے محمود بن ربیع انصاری نے کہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابی اور غزوہ بدر کے حاضر ہونے والوں میں سے تھے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بہنے لگ جاتی ہے اور میں انہیں نماز پڑھانے کے لئے مسجد تک نہیں جا سکتا یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے عتبان سے فرمایا' ان شاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔ عتبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی' میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ عتبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا' تو رسول اللہ ﷺ (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ عتبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے روکا اور آپ کی خدمت میں حلیم پیش کیا جو آپ ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ عتبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک مجمع گھر میں لگ گیا اور مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن

اللهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَقُلْ ذَلِكَ، أَلاَ تَرَاهُ قَدْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ؟)) قَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ)) ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَينَ بْنَ مُحَمَّدٍ الأَنْصَارِيَّ- وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ - عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ.

[راجع: ٤٢٤]

دخیشن یا (یہ کہا) ابن دخشن دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے خدا اور رسول سے کوئی محبت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ایسامت کہو' کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے مقصود خالص خدا کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص خدا کی رضا حاصل کرنا ہو دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ پھر میں نے محمود سے سن کر حصین بن محمد انصاری سے جو بنو سالم کے شریف لوگوں میں سے ہیں (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ محمود سچا ہے۔

تشریح: علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کو ثابت فرمایا ہے' مثلاً (۱) اندھے کی امامت کا جائز ہونا جیسا کہ حضرت عتبان نابینا ہونے کے باوجود اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے (۲) اپنی بیماری کا بیان کرنا شکایت میں داخل نہیں۔ (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں بھی نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی (۴) عتبان جیسے معذوروں کے لئے اندھیرے اور بارش میں جماعت کا معاف ہونا (۵) بوقت ضرورت نماز گھر میں پڑھنے کے لئے ایک جگہ مقرر کر لینا۔ (۶) صفوں کا برابر کرنا (۷) ملاقات کے لئے آنے والے بڑے آدمی کی امامت کا جائز ہونا بشرطیکہ صاحب خانہ اسے اجازت دے۔ (۸) آنحضرت ﷺ نے جہاں نماز پڑھی اس جگہ کا متبرک ہونا (۹) اگر کسی صالح نیک انسان کو گھر میں برکت کے لئے بلایا جائے تو اس کا جائز ہونا (۱۰) بڑے لوگوں کا چھوٹے بھائیوں کی دعوت قبول کرنا۔ (۱۱) وعدہ پورا کرنا اور اس کے لئے ان شاء اللہ کہنا اگر میزبان پر بھروسا ہے تو بغیر بلائے ہوئے بھی اپنے ساتھ دوسرے احباب کو دعوت کے لئے لے جانا (۱۲) گھر میں داخل ہونے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت حاصل کرنا (۱۳) اہل محلہ کا عالم یا امام کے پاس برکت حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا (۱۴) جس سے دین میں نقصان کا ڈر ہو اس کا حال امام کے سامنے بیان کر دینا (۱۵) ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہیں جب تک کہ دل میں یقین اور ظاہر میں عمل صالح نہ ہو (۱۶) توحید پر مرنے والے کا ہمیشہ دوزخ میں نہ رہنا (۱۷) برسات میں گھر میں نماز پڑھ لینا (۱۸) نوافل جماعت سے ادا کرنا۔

قسطلانی نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری سالمی مدنی تھے جو نابینا ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ ہفتہ کے دن آپ کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے۔ حلیم خزیرہ کا ترجمہ ہے' جو گوشت کے ٹکڑوں کو پانی میں پکا کر بنایا جاتا تھا اور اس میں آٹا بھی ملایا کرتے تھے۔

مالک بن دخیشن جس پر نفاق کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا' بعض لوگوں نے اسے مالک بن دخشم صحیح کہا ہے۔ یہ بلا اختلاف بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور سہیل بن عمرو کافر کو انہوں نے ہی پکڑا تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ مسجد ضرار کو جلانے والوں میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی بھیجا تھا تو ظاہر ہوا کہ یہ منافق نہ تھے مگر کچھ لوگوں کو بعض حالات کی بنا پر ان کے بارے میں ایسا ہی شبہ

ہوا جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا تھا جب کہ انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں کی محبت میں آنحضرت ﷺ کے ارادہ لشکر کشی کی جاسوسی مکہ والوں سے کرنے کی کوشش کی تھی جو ان کی غلطی تھی' مگر آنحضرت ﷺ نے ان کا عذر قبول فرما کر اس غلطی کو معاف کر دیا تھا۔ ایسا ہی مالک بن دخشم کے بارے میں آپ نے لوگوں کو منافق کہنے سے منع فرمایا' اس لئے بھی کہ وہ مجاہدین بدر سے ہیں جن کی ساری غلطیوں کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیس سے بھی زیادہ مقامات پر روایت کیا ہے اور اس سے بہت سے مسائل نکالے ہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

٤٧- بَابٌ: التَّيَمُّنُ فِي دخولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى، فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى.

باب مسجد میں داخل ہونے اور دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے ابتداء کرنے کے بیان میں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہونے کے لئے پہلے دایاں پاؤں رکھتے اور نکلنے کے لئے بایاں پاؤں پہلے نکالتے۔

٤٢٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِيْ طُهُوْرِهِ، وَتَرَجُّلِهِ وتَنَعُّلِهِ.

[راجع: ١٦٨]

(۴۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی اشعث بن سلیم کے واسطہ سے' انہوں نے مسروق سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں جہاں تک ممکن ہوتا دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ طہارت کے وقت بھی' کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی۔

٤٨- بَابٌ: هَلْ يُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ؟

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلاَةِ فِيْ الْقُبُورِ، وَرَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: الْقَبْرَ الْقَبْرَ. وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالإِعَادَةِ.

باب کیا دور جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کہ خدا یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ اور قبروں میں نماز مکروہ ہونے کا بیان۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر! اور آپ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

٤٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ

(۴۲۷) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ خبر پہنچائی کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس

فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، فَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).[أطرافه في : ٤٣٤، ١٣٤١، ٣٨٧٨].

میں مورتیں (تصویریں) تھیں۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ اگر ان میں کوئی نیکو کار شخص مرجاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہی مورتیں (تصویریں) بنا دیتے پس یہ لوگ خدا کی درگاہ میں قیامت کے دن تمام مخلوق میں برے ہوں گے۔

تشریح: یہ اثر موصولاً ابو نعیم نے کتاب الصلوۃ میں نکالا ہے جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو قبر قبر کہہ کر ان کو اطلاع فرمائی مگر وہ قمر سمجھے بعد میں سمجھ جانے پر وہ قبر سے دور ہو گئے اور نماز ادا کی۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ نماز جائز ہو گئی اگر فاسد ہوتی تو دوبارہ شروع کرتے (فتح)

آج کے زمانہ میں جب قبر پرستی عام ہے بلکہ چلہ پرستی اور شدہ پرستی اور تعزیہ پرستی سب زوروں پر ہے' تو ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق قبروں کے پاس مسجد بنانے سے منع کرنا چاہئے اور اگر کوئی کسی قبر کو سجدہ کرے یا قبر کی طرف مونہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے مشرک ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

٤٢٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَأَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِمْ أَرْبَعًا عَشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوْا مُتَقَلِّدِيْ السُّيُوفِ، كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُوبَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِيْ أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلاَةُ وَيُصَلِّي فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلأٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: ((يَا بَنِيْ النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هَذَا)). قَالُوْا: لاَ وَاللهِ لاَ نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلاَّ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ. فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ: قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ،

(۴۲۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے ابو التیاح کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے بلند حصہ میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ اترے اور یہاں چوبیس راتیں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے بنو نجار کو بلا بھیجا' تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ انس نے کہا' گویا میری نظروں کے سامنے نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں' جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو نجار کے لوگ آپ کے چاروں طرف ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ابو ایوب کے گھر کے سامنے اترے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے فوراً نماز ادا کرلیں۔ آپ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' پھر آپ نے یہاں مسجد بنانے کے لئے حکم فرمایا۔ چنانچہ بنو نجار کے لوگوں کو آپ نے بلوا کر فرمایا کہ اے بنو نجار! تم اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے لے لو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ! اس کی قیمت ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں

وَفِيْهِ خَرِبٌ، وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ، وَالنَّبِيُّ ﷺ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ:

اللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُ الآخِرَهْ

فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

مشرکین کی قبریں تھیں' اس باغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھڑوا دیا ویرانہ کو صاف اور برابر کرایا اور درختوں کو کٹوا کر ان کی لکڑیوں کو مسجد کے قبلہ کی جانب بچھا دیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط بنا دیا۔ صحابہ پتھر اٹھاتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! آخرت کے فائدہ کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرمانا۔

[راجع: ٢٣٤]

تشریح بنو نجار سے آپ کی قرابت تھی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی ان لوگوں میں نہال تھی۔ یہ لوگ اظہار خوشی اور وفاداری کے لئے تلواریں باندھ کر آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور خصوصی شان کے ساتھ آپ کو لے گئے۔ آپ نے شروع میں حضرت ابو ایوب کے گھر قیام فرمایا' کچھ دنوں کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی' اور یہاں سے پرانی قبروں اور درختوں وغیرہ سے زمین کو صاف کیا۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھجور کے ان درختوں کی لکڑیوں سے قبلہ کی دیوار بنائی گئی تھی۔ ان کو کھڑا کر کے اینٹ اور گارے سے مضبوط کر دیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ چھت کے قبلہ کی جانب والے حصہ میں ان لکڑیوں کو استعمال کیا گیا تھا۔

٤٩- بَابُ الصَّلاَةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

باب بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

٤٢٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ: كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَي الْمَسْجِدُ.

[راجع: ٢٣٤]

(۴۲۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے ابوالتیاح کے واسطے سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھتے تھے' ابوالتیاح یا شعبہ نے کہا' پھر میں نے انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑہ میں مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح معلوم ہوا کہ بکریوں کے باڑوں میں بوقت ضرورت ایک طرف جگہ بنا کر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ ابتدا میں آنحضرت ﷺ خود بھی بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے' بعد میں مسجد نبوی بن گئی اور یہ جواز بوقت ضرورت باقی رہا۔

٥٠- بَابُ الصَّلاَةِ فِيْ مَوَاضِعِ الإِبِلِ

باب اونٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا۔

٤٣٠- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ

(۴۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن حیان نے' کہا ہم سے عبیداللہ نے نافع کے واسطہ سے'

اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ وَقَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. [طرفه في : ٥٠٧].

انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح پڑھتے دیکھا تھا۔

٥١- بَابُ مَنْ صَلَّى وَقُدَّامَهُ تَنُّوْرٌ أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ وَجْهَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ

باب اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اسکے آگے تنور' یا آگ' یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسے مشرک لوگ پوجتے ہوں' لیکن اس نمازی کی نیت محض عبادت الٰہی ہو تو نماز درست ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنا أُصَلِّي)).

زہری نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر پہنچائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔

یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب وقت الظہر میں وصل کیا ہے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے یہ چیزیں ہوں اور اس کی نیت خالص ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

٤٣١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((أُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَومِ قَطُّ أَفْظَعَ)). [راجع: ٢٩]

(۴۳۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے زید بن اسلم سے' انہوں نے عطاء بن یسار سے' انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے فرمایا کہ کہ سورج گہن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے (آج) دوزخ دکھائی گئی' اس سے زیادہ بھیانک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث سے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ نماز میں آگ کے انگارے سامنے ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

٥٢- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلاَةِ فِي الْمَقَابِرِ

باب مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہت کے بیان میں۔

٤٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوْا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ، وَلاَ تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا)). [طرفه في : ١١٨٧].

(۴۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے عبیداللہ بن عمر کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل مقبرہ نہ بنالو۔

اس باب میں ایک اور صریح حدیث میں فرمایا ہے کہ میرے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے مگر قبرستان اور حمام' یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ تھی اس لئے آپ اس کو نہ لائے' قبرستان میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے' صحیح مسلک یہی ہے' گھروں کو مقبرہ نہ بناؤ کا یہی مطلب ہے کہ نفل نمازیں گھروں میں پڑھا کرو۔ اور قبرستان کی طرح وہاں نماز پڑھنے سے پرہیز نہ کیا کرو۔

٥٣- بَابُ الصَّلاَةِ فِي مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ وَيُذْكَرُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلاَةَ بِخَسْفِ بَابِلَ

باب دھنسی ہوئی جگہوں میں یا جہاں کوئی اور عذاب اترا ہو وہاں نماز (پڑھنا کیسا ہے؟)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ سمجھا۔

بابل کوفہ کی زمین اور اس کے ارد گرد جہاں نمرود مردود نے بڑی عمارت باغ ارم کے نام سے بنوائی تھی۔ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

٤٣٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلاَءِ الْمُعَذَّبِينَ، إِلاَّ أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلاَ تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ لاَ يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ)).

[أطرافه في : ٣٣٨٠، ٣٣٨١، ٤٤١٩، ٤٤٢٠، ٤٧٠٢].

(۴۳۳) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن دینار کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' ان عذاب والوں کے آثار سے اگر تمہارا گذر ہو تو روتے ہوئے گذرو' اگر تم اس موقع پر رو نہ سکو تو ان سے گذرو ہی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ان کا سا عذاب آجائے۔

٥٤- بَابُ الصَّلاَةِ فِي الْبِيْعَةِ

باب گرجا میں نماز پڑھنے کا بیان

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : إِنَّا لاَ نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلَ الَّتِيْ فِيهَا الصُّوَرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِيْ الْبِيْعَةِ إِلاَّ بِيْعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ.

اور حضرت عمرؓ نے کہا او نصرانیو! ہم آپ کے گرجاؤں میں اس وجہ سے نہیں جاتے کہ وہاں مورتیں ہوتیں ہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گرجا میں نماز پڑھ لیتے مگر اس گرجا میں نہ پڑھتے جس میں مورتیں ہوتیں۔

٤٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ

(۴۳۴) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عبدہ بن سلیمان نے خبر دی' انہوں نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

اللهِ ﷺ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ - أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ - بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ)). [راجع: ٤٢٦]

عنہا سے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبش کے ملک میں دیکھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ بت رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔

تشریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اور باب میں مطابقت یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان کو گرجا میں نماز پڑھنا منع ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ گرجا کی جگہ پہلے قبر ہو اور مسلمان کے نماز پڑھنے سے وہ مسجد ہو جائے۔

ان عیسائیوں سے بدتر آج ان مسلمانوں کا حال ہے جو مزاروں کو مسجدوں سے بھی زیادہ زینت دے کر وہاں بزرگوں سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ بلکہ ان مزاروں پر سجدہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے' یہ لوگ بھی اللہ کے نزدیک بدترین خلائق ہیں۔

٥٥- بَابٌ

باب

٤٣٥، ٤٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالاَ: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: - وَهُوَ كَذَلِكَ - ((لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

[أطرافه في : ١٣٣٠، ١٣٩٠، ٣٤٥٣، ٤٤٤١، ٤٤٤٣، ٥٨١٥].

[أطرافه في : ٣٤٥٤، ٤٤٤٤، ٥٨١٦].

(۴۳۵'۴۳۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے' انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ اپنی چادر کو بار بار چہرے پر ڈالتے۔ جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنے مبارک چہرے سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا' یہود و نصاریٰ پر خدا کی پھٹکار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ آپ یہ فرما کر امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔

٤٣٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

(۴۳۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے مالک کے واسطے سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے سعید بن مسیب

الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)).

سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

تشریح آپ نے امت کو اس لئے ڈرایا کہ کہیں وہ بھی آپ کی قبر کو مسجد نہ بنالیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یااللہ! میری قبر کو بت نہ بنا دینا کہ لوگ اسے پوجیں۔ یہود اور نصاریٰ ہر دو کے یہاں قبر پرستی عام تھی اور آج بھی ہے۔ حافظ ابن قیم اغاثۃ اللهفان میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محض موجودہ عام مسلمانوں کا حدیث نبوی اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ آج مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے بھی کس طرح حدیث نبوی کی مخالفت کرنے کی ٹھان لی ہے۔ مثلاً:

(۱) حضور علیہ السلام نے قبور انبیاء پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا مگر مسلمان شوق سے کتنی ہی قبور پر نماز پڑھتے ہیں۔ (۲) حضور علیہ السلام نے قبروں پر مساجد کی طرح عمارات بنانے سے سختی کے ساتھ روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارات بنا کر ان کا نام خانقاہ' مزار شریف اور درگاہ وغیرہ رکھا جاتا ہے (۳) حضور علیہ السلام نے قبروں پر چراغاں سے منع فرمایا۔ مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر خوب خوب چراغاں کرتے اور اس کام کے لئے کتنی ہی جائیدادیں وقف کرتے ہیں۔ (۴) حضور ﷺ نے قبروں پر زائد مٹی ڈالنے سے بھی منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ مٹی کی بجائے چونا اور اینٹ سے ان کو پختہ بناتے ہیں۔ (۵) آنحضرت ﷺ نے قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ شاندار عمارتیں بنا کر آیات قرآنی قبروں پر لکھتے ہیں۔ گویا کہ حضور ﷺ کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر ہدایت کے باغی بنے ہوئے ہیں۔

صاحب مجالس الابرار لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ ضالہ غلو (حد سے بڑھنا) میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرح قبروں کے آداب اور ارکان و مناسک مقرر کر ڈالے ہیں۔ جو اسلام کی جگہ کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ پھر تعجب یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو حنفی سنی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز ہرگز ایسے امور کے لئے نہیں فرمایا۔ اللہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔

٥٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا))

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ میرے لئے ساری زمین پر نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے (یعنی تیمم کرنے) کی اجازت ہے۔

٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ - هُوَ أَبُو الْحَكَمِ - قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ

(۴۳۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو الحکم سیار نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یزید فقیر نے' کہا ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔ (۱) ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لئے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی

الصَّلاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ)). [راجع: ۳۳۵]

چاہیے۔ (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ زمین کے ہر حصہ پر نماز اور اس سے تیمم کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ حصہ پاک ہو۔ مال غنیمت وہ جو اسلامی جہاد میں فتح کے نتیجہ میں حاصل ہو۔ یہ آپ کی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے آپ سارے انبیاء میں ممتاز ہیں۔ اللہ نے آپ کا رعب اس قدر ڈال دیا تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ دور دراز بیٹھے ہوئے محض آپ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ کسریٰ پرویز نے آپ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی دنوں بعد اسی کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے اس کا پیٹ چاک کرا دیا۔ اب بھی دشمنان رسول کا یہی حشر ہوتا ہے کہ وہ ذلت کی موت مرتے ہیں۔

٥٧- بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب عورت کا مسجد میں سونا۔

٤٣٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ. فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ. قَالَتْ: فَوَضَعَتْهُ- أَوْ وَقَعَ مِنْهَا - فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ. قَالَتْ: فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ. قَالَتْ: فَاتَّهَمُونِي بِهِ. قَالَتْ: فَطَفِقُوا يُفَتِّشُونِي حَتَّى فَتَّشُوا قُبُلَهَا. قَالَتْ: وَاللهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ، قَالَتْ: فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ، قَالَتْ فَقُلْتُ: هَذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ زَعَمْتُمْ، وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ. قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَسْلَمَتْ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ، أَوْ حِفْشٌ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ

(۴۳۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے ہشام کے واسطہ سے' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی' اس کا کمربند سرخ تسموں کا تھا اس نے وہ کمربند اتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا۔ پھر اس طرف سے ایک چیل گذری جہاں کمربند پڑا تھا چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اسے بہت تلاش کیا' لیکن کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی لینی شروع کر دی' یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔ اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمربند گرا دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی گرا۔ میں نے (اسے دیکھ کر) کہا یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔ تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔ یہی تو ہے وہ کمربند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔ حضرت

عِنْدِيْ. قَالَتْ فَلاَ تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا إِلاَّ قَالَتْ: وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَاأَلاَ إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا : مَا شَأْنُكِ لاَ تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا إِلاَّ قُلْتِ هٰذَا. قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا۔ (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمربند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے۔ اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا' آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔

تشریح ثابت کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی' ثابت ہوا کہ ایسی نو مسلمہ مظلومہ عورت اگر کہیں جائے پناہ نہ پا سکے تو اسے مسجد میں پناہ دی جا سکتی ہے اور وہ رات بھی مسجد میں گذار سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔ عام حالات میں مسجد کا ادب و احترام پیش نظر رکھنا ضروری ہے' اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مظلوم اگرچہ کافر ہو پھر بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

آج کل بھی بعض قوموں میں عورتیں چاندی کا کمربند بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کا قیمتی کمربند ہو گا جو سرخ رنگ کا تھا۔ جسے چیل نے گوشت جان کر اٹھا لیا مگر بعد میں اسے واپس اسی جگہ لا کر ڈال دیا۔ یہ اس مظلومہ کی دعا کا اثر تھا ورنہ وہ چیل اسے اور نامعلوم جگہ ڈال دیتی تو اللہ جانے کہ کافر اس غریب مسکینہ پر کتنے ظلم ڈھاتے۔ وہ نو مسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر بیٹھا کرتی اور آپ سے اپنے ذاتی واقعات کا ذکر کیا کرتی تھی اور اکثر مذکورہ شعر اس کی زبان پر جاری رہا کرتا تھا۔

٥٨- بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِيْ الْمَسْجِدِ

باب مسجدوں میں مردوں کا سونا۔

وَقَالَ أَبُو قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءِ.

اور ابو قلابہ نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ عکل نامی قبیلہ کے کچھ لوگ (جو دس سے کم تھے) نبی ﷺ کی خدمت میں آئے' وہ مسجد کے سائبان میں ٹھہرے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے فرمایا کہ صفہ میں رہنے والے فقراء لوگ تھے۔

تشریح اس حدیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لفظ سے باب المحاربین میں بیان کیا ہے۔ اور یہ سائبان یا صفہ میں رہنے والے وہ لوگ تھے جن کا گھر بار کچھ نہ تھا۔ یہ ستر آدمی تھے۔ ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے اور یہ دارالعلوم محمدی کے طلبائے کرام تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

٤٤٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ

(٤٤٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبید اللہ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ کو نافع نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ اپنی نوجوانی میں

وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لاَ أَهْلَ لَهُ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ.

جب کہ ان کے بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سویا کرتے تھے۔

[أطرافه في : ١١٢١، ١١٥٦، ٣٧٣٨، ٣٧٤٠، ٧٠١٥، ٧٠٢٨، ٧٠٣٠].

ادب کے ساتھ بوقت ضرورت جوانوں بوڑھوں کے لئے مسجد میں سونا جائز ہے۔ صفہ مسجد نبوی کے سامنے ایک سایہ دار جگہ تھی۔ جو آج بھی مدینہ منورہ جانے والے دیکھتے ہیں' یہاں آپؐ سے تعلیم حاصل کرنے والے رہتے تھے۔

٤٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ: ((أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟)) قَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ: ((أُنْظُرْ أَيْنَ هُوَ؟)) فَجَاءَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ. فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ : ((قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ)).

(۴۴۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ ابو حازم سہل بن دینار سے' انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ پر خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے' چادر آپ کے پہلو سے گر گئی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے اٹھو ابو تراب اٹھو۔

[أطرافه في : ٣٧٠٣، ٦٢٠٤، ٦٢٨٠].

تشریح تراب عربی میں مٹی کو کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو از راہ محبت لفظ ابو تراب سے بلایا بعد میں یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہو گئی اور آپ اپنے لئے اسے بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے' مگر عرب کے محاورہ میں باپ کے عزیزوں کو بھی چچا کا بیٹا کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پیدا کرانے کے خیال سے اس طرز سے گفتگو فرمائی۔ میاں بیوی میں گاہے گاہے باہمی ناراضگی ہونا بھی ایک فطری چیز ہے۔ مگر ایسی خفگی کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے خانگی زندگی تلخ ہو سکتی ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں سونے کا جواز نکلا۔ یہی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے جس کے تحت آپ نے اس حدیث کو یہاں ذکر فرمایا۔ جو لوگ عام طور پر مسجدوں میں مردوں کے سونے کو ناجائز کہتے ہیں' ان کا قول صحیح نہیں جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

٤٤٢ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى قَالَ:

(۴۴۲) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابن فضیل

حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

نے اپنے والد کے واسطہ سے' انہوں نے ابو حازم سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ فقط تہبند ہوتا' یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنہیں یہ لوگ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے۔ یہ کپڑے کسی کے آدھی پنڈلی تک آتے اور کسی کے ٹخنوں تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے رہتے تھے۔

حضرت امام قدس سرہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کر مساجد میں بوقت ضرورت سونا جائز ہے۔

٥٩- بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

باب سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں۔

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيْهِ.

کعب بن مالک سے نقل ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے

اس حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب مغازی میں بیان کیا ہے۔

٤٤٣- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ ضُحًى - فَقَالَ: ((صَلِّ رَكْعَتَيْنِ)). وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

[أطرافه في : ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧]

(۴۴۳) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے مسعر نے' کہا ہم سے محارب بن دثار نے جابر بن عبداللہ کے واسطہ سے' وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (پہلے) دو رکعت نماز پڑھ اور میرا آنحضرت ﷺ پر کچھ قرض تھا۔ جسے آپ نے ادا کیا اور زیادہ ہی دیا۔

٦٠- بَابٌ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ

باب اس بارے میں کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

٤٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ

(۴۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے یہ خبر پہنچائی' انہوں

الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)).

نے عمرو بن سلیم زرقی کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

[طرفه في : ١١٦٣].

تشریح مسجد میں آنے والا پہلے دو رکعت نفل پڑھے' پھر بیٹھے۔ چاہے کوئی بھی وقت ہو اور چاہے امام جمعہ کا خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ جامع ترمذی میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ بينما النبى صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة اذجاء رجل فقال النبى صلى الله عليه وسلم اصليت قال لا قال قم فاركع قال ابو عيسى و هذا الحديث حسن صحيح اخرجه الجماعة و فى رواية اذاجاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما رواه احمد و مسلم و ابوداود و فى رواية اذا جاء احدكم يوم الجمعة وقد خرج الامام فليصل ركعتين متفق عليه كذا فى المنتقى (تحفة الاحوذی' ج : ۱/ ص : ۳۶۳) یعنی آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ سنا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور بیٹھ گیا آپؐ نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھو اور ان دو رکعتوں کو ہلکا کر کے پڑھو۔ ایک روایت میں فرمایا کہ جب بھی کوئی تم میں سے مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو ہلکی رکعت پڑھ لے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والعمل على هذا عند بعض اهل العلم و به يقول الشافعى و احمد واسحاق و قال بعضهم اذا دخل والامام يخطب فانه يجلس و لا يصلى و هو قول سفيان الثورى و اهل الكوفة والقول الاول اصح یعنی بعض اہل علم اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا یہی فتویٰ ہے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے بلکہ یوں ہی بیٹھ جائے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور منع کرنے والوں کا قول صحیح نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث صریحہ کی بنا پر فقہائے محدثین اور امام شافعی و غیرہم کا یہی فتویٰ ہے کہ خواہ امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔۔ مگر مناسب ہے کہ مسجد میں آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر بیٹھے اور مستحب ہے کہ ان میں تخفیف کرے۔

آنحضرت ﷺ نے جس آنے والے شخص کو جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اس کا نام سلیک تھا۔

موجودہ دور میں بعض لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ مسجد میں آتے ہی پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جبکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے' پھر بیٹھے۔

٦١- بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں ریاح (ہوا) خارج کرنا

اس باب سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ بے وضو آدمی مسجد میں جا سکتا ہے اور مسجد میں بیٹھ سکتا ہے۔

٤٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلاَّهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ،

(۴۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں مالک نے ابوالزناد سے' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تم اپنے مصلے پر جہاں تم نے نماز پڑھی تھی' بیٹھے رہو اور ریاح خارج نہ کرو تو ملائکہ تم پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں "اے اللہ! اس کی مغفرت کیجئے' اے اللہ!

تَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)). اس پر رحم کیجئے۔"

[راجع: ١٧٦]

معلوم ہوا کہ حدث (ہوا خارج) ہونے کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی دعا موقوف کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں جہاں تک ممکن ہو باوضو بیٹھنا افضل ہے۔

٦٢- بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

باب مسجد کی عمارت۔

وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ : كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ. وَأَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ. وَقَالَ أَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لاَ يَعْمُرُوْنَهَا إِلاَّ قَلِيْلاً. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى.

ابو سعید نے کہا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں اور مسجدوں پر سرخ' زرد رنگ مت کرو کہ اس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس طرح پختہ بنوانے سے) لوگ مساجد پر فخر کرنے لگیں گے۔ مگر ان کو آباد بہت کم لوگ کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم بھی مساجد کی اسی طرح زیبائش کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کی۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد کی رنگ آمیزی اور نقش و نگار دیکھ کر نماز میں نمازی کا خیال بٹ جائے گا۔ اس اثر کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کے باب میں نکالا۔ ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کسی قوم کا کام اس وقت تک نہیں بگڑا جب تک اس نے اپنی مسجدوں کو آراستہ نہیں کیا۔ اکثر علماء نے مساجد کی بہت زیادہ آرائش کو مکروہ جانا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو نمازیوں کا خیال نماز سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا پیسے کا بیکار ضائع کرنا ہے۔ جب مساجد کا نقش و نگار بے فائدہ مکروہ اور منع ہو تو شادی غمی میں روپیہ اڑانا اور فضول رسمیں کرنا کب درست ہو گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی آنکھیں کھولیں اور جو پیسہ ملے اس کو نیک کاموں اور اسلام کی ترقی کے سامان میں صرف کریں۔ مثلاً دین کی کتابیں چھپوائیں۔ غریب طالب علم لوگوں کی خبر گیری کریں۔ مدارس اور سرائے بنوائیں' مساکین اور محتاجوں کو کھلائیں' ننگوں کو کپڑے پہنائیں۔ تیموں اور بیواؤں کی پرورش کریں۔

٤٤٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُوْبَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِيْ عَهْدِ

(۴۴۶) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد ابراہیم بن سعید نے صالح بن کیسان کے واسطے سے' ہم سے نافع نے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون اسی کی کڑیوں کے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھایا اور اس کی تعمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی بنیادوں کے مطابق

رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا. ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ الْحِجَارَةِ مَنْقُوشَةٍ، وسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے کی اور اس کے ستون بھی کڑیوں ہی کے رکھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی عمارت کو بدل دیا اور اس میں بہت سی زیادتی کی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور گچھ سے بنائیں۔ اس کے ستون بھی منقش پتھروں سے بنوائے اور چھت ساگوان سے بنائی۔

تشریح: مسجد نبوی زمانہ رسالت مآب ﷺ میں جب پہلی مرتبہ تعمیر ہوئی تو اس کا طول و عرض تیس مربع گز تھا۔ پھر غزوۂ خیبر کے بعد ضرورت کے تحت اس کا طول و عرض پچاس مربع گز کر دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کو کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے مستحکم کیا اور ستون کڑیوں کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسے پختہ کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو آپ نے ایک حدیث نبوی سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک دن میری مسجد کی تعمیر پختہ بنیادوں پر ہو گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر بطور خوشی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو دینار پیش کئے۔ بعد کے سلاطین اسلام نے مسجد نبوی کی تعمیر و استحکام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موجودہ دور حکومت سعودیہ (خلدہا اللہ تعالیٰ) نے مسجد کی عمارات کو اس قدر طویل و عریض اور مستحکم کر دیا ہے کہ دیکھ کر دل سے اس حکومت کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان خدمات جلیلہ کو قبول کرے۔

احادیث و آثار کی بنا پر حد سے زیادہ مساجد کی ٹیپ ٹاپ کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ کا دستور تھا کہ وہ اپنے مذہب کی حقیقی روح سے غافل ہو کر ظاہری زیب و زینت پر فریفتہ ہو گئے۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کی مساجد کا ہے' جن کے مینارے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر توحید و سنت اور اسلام کی حقیقی روح سے ان کو خالی پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

٦٣- بَابُ التَّعَاوُنِ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

باب اس بارے میں کہ مسجد بنانے میں مدد کرنا

(یعنی اپنی جان و مال سے حصہ لینا کار ثواب ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "مشرکین کے لئے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لیں۔" الآیۃ۔

٤٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ. فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ

(۴۴۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ

لَبِنَتَيْنِ. فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوهُم إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ)) قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ: ((أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ)).

[طرفه في : ٢٨١٢].

اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا' افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح یہاں مذکورہ علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا' اسی دن یہ پیدا ہوئے تھے۔ اسی لئے ان کا نام علی رکھا گیا اور کنیت ابوالحسن۔ یہ قریش میں بہت ہی حسین و جمیل اور بڑے عابد و زاہد تھے۔ ۱۲۰ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عمار بن یاسر بڑے جلیل القدر صحابی اور آنحضرت ﷺ کے سچے جاں نثار تھے۔ ان کی ماں سمیہ رضی اللہ عنہا بھی بڑے عزم و ایقان والی خاتون گذری ہیں جن کو شہید کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ان سے دین کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح علم و فضل کے باوجود کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول رہنا بھی امر مستحسن ہے۔ آنے والے مہمانوں کے احترام کے لئے اپنے کاروبار والے لباس کو درست کر کے پہن لینا اور ان کے لئے کام چھوڑ دینا اور ان سے بات چیت کرنا بھی بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ (۳) مساجد کی تعمیر میں خود پتھر اٹھا اٹھا کر مدد دینا اتنا بڑا ثواب کا کام ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

قسطلانی نے کہا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو باب الجہاد اور باب الفتن میں بھی روایت کیا ہے۔ اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کی صداقت کی بھی روشن دلیل ہے کہ آپ نے اتنا عرصہ پہلے جو خبر دی وہ من و عن پوری ہو کر رہی' اس لئے کہ ﴿ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ﴾ آپ دین کے بارے میں جو کچھ بھی فرماتے وہ اللہ کی وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ سچ ہے۔

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے جبرئیل جبرئیل ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے پروردگار

٦٤- بَابُ الاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِي أَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

باب اس بارے میں کہ بڑھئی اور کاریگر سے مسجد کی تعمیر میں اور منبر کے تختوں کو بنوانے میں مدد حاصل کرنا (جائز ہے)

٤٤٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى امْرَأَةٍ أَنْ مُرِي غُلاَمَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

[راجع: ٣٧٧]

(۴۴۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبدالعزیز نے ابو حازم کے واسطہ سے' انہوں نے سہل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لئے (منبر) لکڑیوں کے تختوں سے بنا دے جن پر میں بیٹھا کروں۔

٤٤٩- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا. قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ)) فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ. [أطرافه في: ٩١٨، ٢٠٩٥، ٣٥٨٤، ٣٥٨٥].

(۴۴۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔ میرا ایک بڑھئی غلام بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو منبر بنوادے۔

تشریح: اس باب کی احادیث میں صرف بڑھئی کا ذکر ہے۔ معمار کو اسی پر قیاس کیا گیا۔ یا حضرت طلق بن علی کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ تعمیر مسجد کے وقت یہ مٹی کا گارا بنا رہا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ان کا کام بہت پسند فرمایا تھا۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ پہلے خود اس عورت نے منبر بنوانے کی پیش کش کی ہو گی بعد میں آپ کی طرف سے اس کو یاد دہانی کرائی گئی ہو گی۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ ہدیہ بغیر سوال کئے آئے تو قبول کر لے اور وعدہ یاد دلانا بھی درست ہے اور اہل اللہ کی خدمت کر کے تقرب حاصل کرنا عمدہ ہے۔ حضرت امام نے اس حدیث کو علامات نبوت اور بیوع میں بھی نقل کیا ہے۔

٦٥- بَابُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

باب جس نے مسجد بنائی اس کے اجر و ثواب کا بیان

٤٥٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنَ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ - عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ ﷺ -: إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا - قَالَ بُكَيْرٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ - يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ)).

(۴۵۰) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے بکیر بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا' انہوں نے عبیداللہ بن اسود خولانی سے سنا' انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے متعلق لوگوں کی باتوں کو سن کر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی--- بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ --- اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو' تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لئے بنائے گا۔

تشریح: ۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا کام شروع کرایا۔ کچھ لوگوں نے یہ پسند کیا کہ مسجد کو پہلے حال ہی پر باقی رکھا جائے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبوی اپنی دلیل میں پیش فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

سے بھی استدلال کیا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٦٦- بَابُ يَأْخُذُ بِنُصُولِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرٍو: أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا؟)).

[طرفاه في : ۷۰۷۳، ۷۰۷٤].

باب جب کوئی مسجد میں جائے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے تاکہ کسی نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

(۴۵۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے جابر بن عبداللہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اور وہ تیر لئے ہوئے تھا' رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ان کی نوکیں تھامے رکھو۔

٦٧- بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا لاَ يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا)).

[طرفه في : ۷۰۷۵].

باب مسجد میں تیر وغیرہ لے کر گذرنا۔

(۴۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہ کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے کہ کہا ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری صحابی) سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں میں تیر لئے ہوئے چلے تو ان کے پھل تھامے رہے' ایسا نہ ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کسی مسلمان کو زخمی کر دے۔

تشریح: ان روایات اور ابواب سے حضرت امام بخاری یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مساجد میں مسلمانوں کو ہتھیار بند ہو کر آنا درست ہے مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اس لئے کہ مسلمان کی عزت و حرمت بہر حال مقدم ہے۔

٦٨- بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ: أَنْشُدُكَ

باب اس بیان میں کہ مسجد میں شعر پڑھنا کیسا ہے؟

(۴۵۳) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کے واسطے سے' کہا کہ مجھے ابو سلمہ (اسماعیل یا عبداللہ) ابن عبدالرحمٰن بن عوف نے' انہوں نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ

اللهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: نَعَمْ. [طرفاه في : ٣٢١٢، ٦١٥٢].

ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو اور اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ذریعہ مدد کر۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں (میں گواہ ہوں۔ بے شک میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے)

تشریح خلافت فاروقی کے دور میں ایک روز حضرت حسان مسجد نبوی میں دینی اشعار سنا رہے تھے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکنا چاہا تو حسان ؓ نے اپنے فعل کے جواز میں یہ حدیث بیان کی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربار رسالت کے خصوصی شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے کافروں کے غلط اشعار کا جواب اشعار ہی میں دیا کرتے تھے۔ اس پر آپ نے ان کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ دینی اشعار' نظمیں مساجد میں سنانا درست ہے۔ ہاں لغو اور عشقیہ اشعار کا مسجد میں سنانا بالکل منع ہے۔

٦٩- بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

باب چھوٹے چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیلنے والوں کے بیان میں۔

٤٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ. [أطرافه في: ٤٥٥، ٩٥٠، ٩٨٨، ٢٩٠٦، ٣٥٢٩، ٣٩٣١، ٥١٩٠، ٥٢٣٦].

(۴۵۴) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں سے) کھیل رہے تھے (ہتھیار چلانے کی مشق کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپالیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔

٤٥٥- زَادَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ

(۴۵۵) ابراہیم بن منذر سے روایت میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب کے واسطے سے خبر دی' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب کہ

[راجع: ٤٥٤] حبشہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے ہتھیار لے کر مسجد میں جانا جن سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو' جائز ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس کھیل پر اظہار ناراضگی کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ نیزوں سے کھیلنا صرف کھیل کود کے درجے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے جنگی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو دشمنان اسلام کی مدافعت میں کام آئیں گی۔ (فتح الباری)

٧٠- بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِيْ. وَقَالَ أَهْلُهَا: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لَنَا. فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَكَرْتُهُ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ)). ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ)). رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ. وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

[أطرافه في: ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧،

باب مسجد کے منبر پر مسائل خرید و فروخت کا ذکر کرنا درست ہے۔

(۴۵۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا کہ کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے یحییٰ بن سعید انصاری کے واسطہ سے' انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ بریرہؓ (لونڈی) ان سے اپنی کتابت کے بارے میں مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو یہ رقم دے دوں (اور تمہیں آزاد کرا دوں) اور تمہارا ولاء کا تعلق مجھ سے قائم ہو۔ اور بریرہ کے آقاؤں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہ اگر آپ چاہیں تو جو قیمت باقی رہ گئی ہے وہ دے دیں اور ولاء کا تعلق ہم سے قائم رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو اور ولاء کا تعلق تو اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو آزاد کرائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ سفیان نے (اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے) ایک مرتبہ یوں کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو ایسی شرائط کرتے ہیں جن کا تعلق کتاب اللہ سے نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی' اگرچہ وہ سو مرتبہ کر لے۔ اس حدیث کی روایت مالک نے یحییٰ کے واسطہ سے کی' وہ عمرہ سے کہ بریرہ اور انہوں نے منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ الخ۔

٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠].

تشریح عہد غلامی میں یہ دستور تھا کہ لونڈی یا غلام اپنے آقا کا منہ مانگا روپیہ ادا کر کے آزاد ہو سکتے تھے مگر آزادی کے بعد ان کی وراثت انہی پہلے مالکوں کو ملتی تھی۔ اسلام نے جہاں غلامی کو ختم کیا' ایسے غلط در غلط رواجوں کو بھی ختم کیا اور بتلایا کہ جو بھی کسی غلام کو آزاد کرائے اس کی وراثت ترکہ وغیرہ کا (غلام کی موت کے بعد) اگر کوئی اس کا وارث عصبہ نہ ہو تو آزاد کرانے والا ہی بطور عصبہ اس کا وارث قرار پائے گا۔ لفظ ولاء کا یہی مطلب ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ باب آنحضرت ﷺ کے لفظ ما بال اقوام الخ سے نکلتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہی ہے کہ بیع و شراء کے مسائل کا منبر پر ذکر کرنا درست ہے (فتح الباری)

٧١- بَابُ التَّقَاضِي وَالْمُلاَزَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب قرض کا تقاضہ اور قرض دار کا مسجد تک پیچھا کرنا۔

٤٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَا كَعْبُ)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا. وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، أَيْ الشَّطْرَ)) قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)).

[أطرافه في : ٤٧١، ٢٤١٨، ٢٤٢٤، ٢٧٠٦، ٢٧١٠].

(۴۵۷) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عثمان بن عمر عبدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے زہری کے واسطہ سے' انہوں نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے' انہوں نے اپنے باپ کعب بن مالک سے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں عبداللہ ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور دونوں کی گفتگو بلند آوازوں سے ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے حجرے سے سن لیا۔ آپ پردہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا۔ کعب۔ کعب (رضی اللہ عنہ) بولے' ہاں حضور فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دو۔ آپ کا اشارہ تھا کہ آدھا کم کر دیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے (بخوشی) ایسا کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اچھا اب اٹھو اور اس کا قرض ادا کرو۔ (جو آدھا معاف کر دیا گیا ہے)

٧٢- بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيْدَانِ

باب مسجد میں جھاڑو دینا اور وہاں کے چیتھڑے' کوڑے کرکٹ اور لکڑیوں کو چن لینا

٤٥٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ:

(۴۵۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً أَسْوَدَ - أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ - كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَقَالُوا: مَاتَ. قَالَ: ((أَفَلاَ كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِيْ بِهِ، دُلُّونِيْ عَلَى قَبْرِهِ)) - أَوْ قَالَ قَبْرِهَا - فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا.

حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے ثابت سے' انہوں نے ابو رافع سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک حبشی مرد یا حبشی عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو انتقال کر گئی۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا' پھر آپ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔

[طرفاه في : ٤٦٠، ١٣٣٧].

تشریح بیہقی کی روایت میں ہے کہ ام محجن نامی عورت تھی' وہ مسجد کی صفائی ستھرائی وغیرہ کی خدمت انجام دیا کرتی تھی' آپ اس کی موت کی خبر سن کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں اس کا جنازہ ادا فرمایا' باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ مسجد کی اس طرح خدمت کرنا بڑا ہی کار ثواب ہے۔

٧٣- بَابُ تَحْرِيْمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں شراب کی سوداگری کی حرمت کا اعلان کرنا۔

٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الإِعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ.

(۴۵۹) ہم سے عبدان بن عبداللہ بن عثمان نے ابو حمزہ محمد بن میمون کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے اعمش سے' انہوں نے مسلم سے' انہوں نے مسروق سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے۔

[أطرافه في: ٢٠٨٤، ٢٢٢٦، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣].

(باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

٧٤- بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ

باب مسجد کے لیے خادم مقرر کرنا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِيْ مُحَرَّرًا﴾: لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن کی اس آیت) "جو اولاد میرے پیٹ میں ہے' یا اللہ! میں نے اسے تیرے لئے آزاد چھوڑنے کی نذر مانی ہے" کے متعلق فرمایا کہ مسجد کی خدمت میں چھوڑ دینے کی نذر مانی تھی کہ (وہ تا عمر) اس کی خدمت کیا کرے گا۔

تشریح سورۂ آل عمران میں حضرت مریم کی والدہ کا یہ قصہ مذکور ہے۔ حالت حمل میں انہوں نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہو گا مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ مگر لڑکی حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ تو ان کو ہی نذر پوری کرنے کے لئے وقف کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مساجد کا احترام ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور ان کی خدمت کے لئے کسی کو مقرر کر دینا درست ہے جیسا کہ آج کل خدام مساجد ہوتے ہیں۔

٤٦٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً - أَوْ رَجُلاً - كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ - وَلاَ أُرَاهُ إِلاَّ امْرَأَةً - فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا. [راجع: ٤٥٨]

(۴۶۰) ہم سے احمد بن واقد نے بیان کیا' کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ثابت بنانی کے واسطہ سے' انہوں نے ابو رافع سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ابو رافع نے کہا' میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔ پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

٧٥- بَابُ الأَسِيْرِ أَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

باب قیدی یا قرضدار جسے مسجد میں باندھ دیا گیا ہو۔

٤٦١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ - أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا - لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلاَةَ، فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ، وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لاَ يَنْبَغِي لأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾)) قَالَ رَوْحٌ: فَرَدَّهُ خَاسِئًا. [أطرافه في: ١٢١٠، ٣٢٨٤، ٣٤٢٣، ٤٨٠٨].

(۴۶۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ اور محمد بن جعفر نے شعبہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے محمد بن زیاد سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے' آپ نے فرمایا کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا۔ یا اسی طرح کی کوئی بات آپ نے فرمائی' وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے سوچا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تا کہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آ گئی (جو سورۂ ص میں ہے) "اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا کرنا جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔" راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔

تشریح ترجمہ باب یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس جن کو بطور قیدی مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا چاہا۔ مگر پھر آپ کو

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آگئی جس کی وجہ سے جنوں پر ان کو اختیار خاص حاصل تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر میں اسے قید کر دوں گا تو گویا یہ اختیار مجھ کو بھی حاصل ہو جائے گا اور یہ اس دعا کے خلاف ہو گا۔

٧٦- بَابُ الِاغْتِسَالِ إِذَا أَسْلَمَ، وَرَبْطِ الأَسِيْرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيْمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

باب جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس کو غسل کرانا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔ قاضی شریح بن حارث (کندی کوفہ کے قاضی) رحمۃ اللہ علیہ قرض دار کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا جائے۔

٤٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ)) فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ.

[أطرافه في : ٤٦٩، ٢٤٢٢، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢].

(۴۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تیس تھے) یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ (رہائی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے۔ اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔

تشریح اثر قاضی شریح کو معمر نے وصل کیا' ایوب سے' انہوں نے ابن سیرین سے' انہوں نے قاضی شریح سے کہ وہ جب کسی شخص پر کچھ حق کا فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ وہ مسجد میں قید رہے۔ یہاں تک کہ اپنے ذمہ کا حق ادا کرے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو خیر ورنہ اسے جیل بھیج دیا جاتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل عدالتوں میں عدالت ختم ہونے تک قید کا حکم سنا دیا جاتا ہے۔

حضرت ثمامہ کا یہ واقعہ دسویں محرم ٦ھ میں ہوا۔ یہ جنگی قیدی کی حیثیت میں ملے تھے۔ مگر رسول اکرم نے از راہ کرم انہیں آزاد کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

٧٧- بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ

باب مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لئے خیمہ لگانا۔

٤٦٣- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ:

(۴۶۳) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبداللہ بن

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ - وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ - إِلاَّ الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُوا جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا.

[أطرافه في : ٢٨١٣، ٣٩٠١، ٤١١٧، ٤١٢٢].

نمیر نے کہ کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ غزوہ خندق میں سعد (رضی اللہ عنہ) کے بازو کی ایک رگ (اکحل) میں زخم آیا تھا۔ ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا تاکہ آپ قریب رہ کر ان کی دیکھ بھال کیا کریں۔ مسجد ہی میں بنی غفار کے لوگوں کا بھی ایک خیمہ تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ کے زخم کا خون (جو رگ سے بکثرت نکل رہا تھا) بہہ کر جب ان کے خیمہ تک پہنچا تو وہ ڈر گئے۔ انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! تمہاری طرف سے یہ کیسا خون ہمارے خیمہ تک آ رہا ہے۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ یہ خون سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے بہہ رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسی زخم کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔

تشریح حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ذی قعدہ ۴ھ میں جنگ خندق کی لڑائی میں ابن عرقہ نامی ایک کافر کے تیر سے زخمی ہو گئے تھے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپؐ نے وقت کی ضرورت کے تحت ان کا خیمہ مسجد ہی میں لگوا دیا تھا۔ جنگی حالات میں ایسے امور پیش آ جاتے ہیں اور ان ملی مقاصد کے لئے مساجد تک کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے۔ آپ کی بالغ نگاہ احادیث کی روشنی میں وہاں تک پہنچتی ہے جہاں دوسرے علماء کی نگاہیں کم پہنچتی ہیں اور وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے خواہ مخواہ حضرت امام پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی عقلوں کا علاج کرانا چاہئے۔ اسی وجہ سے جملہ فقہاء و محدثین کرام میں حضرت امام بخاری قدس سرہ کا مقام بہت اونچا ہے (رحمۃ اللہ علیہ)

٧٨- بَابُ إِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

باب ضرورت سے مسجد میں اونٹ لے جانا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعِيْرٍ)).

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

٤٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنِّي اشْتَكِي. قَالَ: ((طُوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ

(۴۶۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الرحمن بن نوفل سے خبر دی' انہوں نے عروہ بن زبیر سے۔ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے' انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے' وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (حجۃ الوداع میں) اپنی بیماری کا شکوہ کیا (میں نے کہا کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے رہ اور سوار ہو کر

رَاكِبَةٌ)). فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ. [أطرافه في: ١٦١٩، ١٦٢٦، ١٦٣٣، ٤٨٥٣].

طواف کر۔ پس میں نے طواف کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کے قریب نماز میں آیت ﴿ والطور و کتاب مسطور ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے۔

تشریح: شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ باب پڑھ کر حیرت ہو مگر سید الفقہاء و المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی گہری نظر پوری دنیائے اسلام پر ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے بہت سی مساجد ایسی بھی ہوں جو ایک طول طویل چار دیواری کی شکل میں بنائی گئی ہوں۔ اب کوئی دیہاتی اونٹ سمیت آ کر وہاں داخل ہو گیا تو اس کے لئے کیا فتویٰ ہو گا۔ حضرت امام بتلانا چاہتے ہیں کہ عہد رسالت میں مسجد حرام کا بھی یہی نقشہ تھا۔ چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک مرتبہ ضرورت کے تحت اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیماری کی وجہ سے آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرنے کا حکم فرمایا۔ ابن بطال نے کہا کہ حلال جانوروں کا مسجد میں لے جانا جائز اور درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مسجد کے آلودہ ہونے کا خوف ہو تو جانور کو مسجد میں نہ لے جائے۔

٧٩- بَابٌ

باب

٤٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَأَحْسِبُ الثَّانِيَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا. فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ.

(۴۶۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے واسطہ سے بیان کیا' کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے' ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب میرے خیال کے مطابق اسید بن حضیر تھے۔ رات تاریک تھی اور دونوں اصحاب کے پاس روشن چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے ان کے آگے آگے روشنی پھیل رہی تھی پس جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ رہ گیا جو گھر تک ساتھ رہا۔

[طرفاه في: ٣٦٣٩، ٣٨٠٥].

تشریح: ان صحابیوں کے سامنے روشنی ہونا آنحضرت ﷺ کی صحبت کی برکت تھی۔ آیت مبارکہ ﴿ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ (التحریم: ۸) کا ایمانی نور قیامت کے دن ان کے آگے آگے دوڑے گا۔ دنیا ہی میں یہ نقشہ ان کے سامنے آ گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس لئے لائے کہ یہ دونوں صحابی اندھیری رات میں آنحضرت ﷺ کے پاس سے نکلے اور یہ آپ سے باتیں کر کے ہی نکلے تھے۔ پس مسجدوں میں نیک باتوں کے کرنے کا جواز ثابت ہوا (فتح وغیرہ)

٨٠- بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي

باب مسجد میں کھڑکی اور راستہ

الْمَسْجِدِ

رکھنا۔

٤٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ. فَبَكَى أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ، إِنْ يَكُنِ اللهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ أَعْلَمَنَا. فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ لاَ تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُوبَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيْلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الإِسْلاَمِ وَمَوَدَّتُهُ. لاَ يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلاَّ سُدَّ، إِلاَّ بَابَ أَبِي بَكْرٍ)).

[طرفاه في : ٣٦٥٤، ٣٩٠٤].

(۴۶۶) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے' کہا ہم سے ابو نضر ☆ سالم بن ابی امیہ سے عبید بن حنین کے واسطہ سے' انہوں نے بسر بن سعید سے' انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے یعنی آخرت۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے' میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کہا اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ ابو بکر آپ روئیے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدلہ میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔ مسجد میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔

☆ بعض راویان بخاری نے یہاں واؤ عطف لا کر ہر دو کو حضرت ابوالنضر کا شیخ قرار دیا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وقد رواہ مسلم کذالک واللہ اعلم (راز)

٤٦٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيْمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ

(۴۶۷) ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے میرے باپ جریر بن حازم نے بیان کیا' انہوں نے کہا میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا' وہ عکرمہ سے نقل کرتے تھے' وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْلاً لاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلاً، وَلَكِنْ خُلَّةُ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ. سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ)).

اپنے مرض وفات میں باہر تشریف لائے۔ سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر بیٹھے' اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا' کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر بن ابو قحافہ سے زیادہ مجھ پر اپنی جان و مال کے ذریعہ احسان کیا ہو اور اگر میں کسی کو انسانوں میں جانی دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی چھوڑ کر اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

[طرفاه في: ٣٦٥٦، ٣٦٥٧، ٦٧٣٨].

تشریح مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت اہل اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ بعد میں قبلہ بدلا گیا اور کعبہ مقدس قبلہ قرار پایا۔ جو مدینہ سے جانب جنوب تھا۔ چونکہ صحابہ کرام کے مکانات کی طرف کھڑکیاں بنا دی گئی تھیں۔ بعد میں آپ نے مشرق و مغرب کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ صرف شمالی صدر دروازہ باقی رکھا گیا اور ان تمام کھڑکیوں کو بھی بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب والی کھڑکی باقی رکھی گئی۔ اس میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ تھا کہ خلافت کے زمانہ میں نماز پڑھاتے وقت ان کو آنے جانے میں سہولت رہے گی۔

خلیل سے مراد محبت کا وہ آخری درجہ ہے جو صرف بندہ مومن اللہ ہی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے۔ اسی لیے آپ نے ایسا فرمایا۔ اس کے بعد اسلامی اخوت و محبت کا آخری درجہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرار دیا۔ آج بھی مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کھڑکی کی جگہ پر بطور یادگار کتبہ لگا ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر یہ سارے واقعات سامنے آجاتے ہیں۔

ان احادیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔

٨١- بَابُ الأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

باب کعبہ اور مساجد میں دروازے اور زنجیر رکھنا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبدالملک ابن جریج کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبدالملک! اگر تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

تو تعجب کرتے' وہ نہایت مضبوط پائیدار تھے اور وہ مساجد بہت ہی صاف ستھری ہوا کرتی تھیں۔

٤٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ

(۴۶۸) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل اور قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی کے واسطہ سے'

نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أُغْلِقَ الْبَابُ فَلَبِثَ فِيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوا. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالاً فَقَالَ: صَلَّى فِيْهِ، فَقُلْتُ: فِي أَيٍّ؟ قَالَ: بَيْنَ الأُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ : فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى؟. [راجع: ٣٩٧]

انہوں نے نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لائے (اور مکہ فتح ہوا) تو آپ نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ (جو کعبہ کے متولی' چابی بردار تھے) انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم ﷺ' بلال' اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ چاروں اندر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور وہاں تھوڑی دیر تک ٹھہر کر باہر آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر بلال سے پوچھا (کہ آنحضرت ﷺ نے کعبہ کے اندر کیا کیا) انہوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے اندر نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کس جگہ؟ کہا کہ دونوں ستونوں کے درمیان۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ پوچھنا مجھے یاد نہ رہا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے کعبہ شریف میں داخل ہو کر کعبہ کا دروازہ اس لیے بند کرا دیا تھا تاکہ اور لوگ اندر نہ آ جائیں اور ہجوم کی شکل میں اصل مقصد عبادت فوت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ میں زنجیر تھی' یہی ترجمہ باب ہے۔ مساجد میں حفاظت کے لیے کواڑ لگانا اور ان میں کنڈی و قفل وغیرہ جائز ہیں۔

٨٢- بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مشرک کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے؟

٤٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. [راجع: ٤٦٢]

(۴۶۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے سعید بن ابی سعید مقبری کے واسطہ سے' بیان کیا انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سواروں کو نجد کی طرف بھیجا تھا۔ وہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو (بطور جنگی قیدی) پکڑ لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

بوقت ضرورت کفار و مشرکین کو بھی آداب مساجد کے شرائط کے ساتھ مساجد میں داخلہ کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ یہی حضرت امام کا مقصد باب ہے۔

٨٣- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب مساجد میں آواز بلند کرنا کیسا ہے؟

٤٧٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ الْمَدِيْنِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا

(۴۷۰) ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ : كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا. قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا - أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا -؟ قَالاَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ. قَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ!

جعید بن عبدالرحمٰن نے' بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے یزید بن خصیفہ نے بیان کیا' انہوں نے سائب بن یزید سے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا' کسی نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے یا یہ فرمایا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول کریم ﷺ کی مسجد میں آواز اونچی کرتے ہو؟

٤٧١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الصَّالِحِ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى: ((يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ، يَا كَعْبُ)). قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ : قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)).

[راجع: ٤٥٧]

(۴۷۱) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھے یونس بن یزید نے خبر دی' انہوں نے ابن شہاب زہری کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا' ان کو ان کے باپ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عبداللہ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے دور میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز کچھ اونچی ہو گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے حجرہ سے سن لیا۔ آپ اٹھے اور حجرہ پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا۔ آپ نے کعب بن مالک کو آواز دی' اے کعب! کعب بولے۔ یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اپنا آدھا قرض معاف کر دے۔ حضرت کعب نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اچھا اب چل اٹھ اس کا قرض ادا کر۔

تشریح طائف مکہ سے کچھ میل کے فاصلہ پر مشہور قصبہ ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مسجد نبوی میں شور و غل کرنے پر جھڑکا اور بتلایا کہ تم لوگ باہر کے رہنے والے اور مسجد کے آداب سے ناواقف ہو اس لیے تم کو چھوڑ

دیتا ہوں' کوئی مدینہ والا ایسی حرکت کرتا تو اسے بغیر سزا دیئے نہ چھوڑتا۔ اس سے امام رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ فضول شور وغل کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے۔ دوسری روایت سے آپ نے ثابت فرمایا کہ تعلیم رشد و ہدایت کے لیے اگر آواز بلند کی جائے تو یہ آداب مسجد کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلا کر ان کو نیک ہدایت فرمائی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ مقروض کو جس قدر بھی رعایت دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ مقروض نادار ہی ہو تو یہ عین رضائے الٰہی کا وسیلہ ہے۔ قرآن کریم کی بھی یہی ہدایت ہے۔ مگر مقروض کا بھی فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پورا قرض ادا کر کے اس بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔

٨٤- بَابُ الْحَلَقِ وَالْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنا اور یوں ہی بیٹھنا۔

٤٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ - وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ - مَا تَرَى فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ: ((مَثْنَى مَثْنَى. فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى)) وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ وِتْرًا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِهِ.

[أطرافه في: ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٧٣].

(۴۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے بشر بن مفضل نے عبیداللہ بن عمر سے' انہوں نے نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (جبکہ) اس وقت آپ منبر پر تھے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد) کس طرح پڑھنے کے لیے آپ فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو دو رکعت کر کے پڑھ اور جب صبح قریب ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ ایک رکعت اس ساری نماز کو طاق بنا دے گی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا۔

٤٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ: كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ: ((مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ)). قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

[راجع: ٤٧٢]

(۴۷۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے' انہوں نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے ابن عمر سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے آنے والے نے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا دو دو رکعت پھر جب طلوع صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر کی پڑھ لے تاکہ تو نے جو نماز پڑھی ہے اسے یہ رکعت طاق بنا دے اور امام بخاری نے فرمایا کہ ولید بن کثیر نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ عمری نے بیان کیا' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

٤٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ : بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلاَثَةٌ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فَجَلَسَ، وَأَمَّا الآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الآخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((أَلاَ أُخْبِرُكُمْ عَنِ نَفَرِ الثَّلاَثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ اللهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَاسْتَحْيَى اللهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ)).

[راجع: ٦٦]

(۴۷۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ کے واسطے سے کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرہ نے انہیں خبر دی ابو واقد لیثی حارث بن عوف صحابی کے واسطہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ دو تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے لیکن تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا تو واپس ہی جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں۔ ایک شخص تو خدا کی طرف بڑھا اور خدا نے اسے جگہ دی (یعنی پہلا شخص) رہا دوسرا تو اس نے (لوگوں میں گھسنے سے) شرم کی' اللہ نے بھی اس سے شرم کی' تیسرے نے منہ پھیر لیا۔ اس لیے اللہ نے بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

٨٥- بَابُ الاِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَدِّ الرِّجْلِ

باب مسجد میں چت لیٹنا کیسا ہے؟

٤٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ (مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الأُخْرَى).

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلاَنِ ذَلِكَ.

[طرفاه في : ٥٩٦٩، ٦٢٨٧].

(۴۷۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک کے واسطہ سے' انہوں نے ابن شہاب زہری سے' انہوں نے عباد بن تمیم سے' انہوں نے اپنے چچا (عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ) سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے' وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح لیٹتے تھے۔

تشریح چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ اور حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہما بھی اس طرح لیٹا کرتے تھے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب شرمگاہ بے پردہ ہونے کا خطرہ ہو۔ کوئی شخص ستر پوشی کا پورا اہتمام کرتا ہے' پھر اس طرح چت لیٹ کر سونے میں مضائقہ نہیں ہے۔

٨٦- بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ فِيْهِ وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ وَأَيُّوبُ وَمَالِكٌ.

باب عام راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے (جائز ہے) اور امام حسن (بصری) اور ایوب اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی یہی کہا ہے۔

٤٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلاَّ وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلاَّ يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً. ثُمَّ بَدَا لأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَجُلاً بَكَّاءً وَلاَ يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

[أطرافه في: ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩].

(۴۷۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب زہری سے' انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں رسول اللہ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی تو انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنالی' وہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تعجب سے سنتے اور کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن کریم پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا' قریش کے مشرک سردار اس صورت حال سے گھبرا گئے۔

تشریح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسجد کا اپنی ملک میں بنانا جائز ہے اور غیر ملک میں منع ہے اور راستوں میں بھی مساجد بنانا درست ہے۔ بشرطیکہ چلنے والوں کو نقصان نہ ہو۔ بعض نے راہ میں مطلقاً ناجائز کا فتویٰ دیا ہے حضرت امام اسی فتویٰ کی تردید فرما رہے ہیں۔

٨٧- بَابُ الصَّلاَةِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ

باب بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا اور عبداللہ بن عون نے ایک ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے عام لوگوں پر بند کئے گئے تھے۔

٤٧٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

(۴۷۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعمش

مُعَاوِيَةَ عَنْ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلاَةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلاَتِهِ فِي سُوْقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ، وَأَتَى الْمَسْجِدَ لاَ يُرِيْدُ إِلاَّ الصَّلاَةَ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلاَّ رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ. وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ، وَتُصَلِّي - يَعْنِي عَلَيْهِ - الْمَلاَئِكَةُ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيْهِ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُؤْذِ يُحْدِثْ فِيْهِ)). [راجع: ١٧٦]

کے واسطہ سے' انہوں نے ابو صالح ذکوان سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے' انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا' جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا۔ اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔

تشریح: بازار کی مسجد میں نماز پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے گھر کی نماز سے' اسی سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب بازار میں اکیلے نماز پڑھنی جائز ہوئی تو جماعت سے بطریق اولیٰ جائز ہو گئی۔ خصوصاً بازار کی مسجدوں میں۔ اور آج کل تو شہروں میں بے شمار بازار ہیں جن میں بڑی بڑی شاندار مساجد ہیں۔ حضرت امام قدس سرہ نے ان سب کی فضیلت پر اشارہ فرمایا۔ جزاه الله خير الجزاء.

٨٨- بَابُ تَشْبِيْكِ الأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

باب مسجد وغیرہ میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے قینچی کرنا درست ہے۔

٤٧٨، ٤٧٩- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ - أَوِ ابْنَ عَمْرٍو - قَالَ شَبَّكَ النبي ﷺ أَصَابِعَهُ.

[طرفه في : ٤٨٠].

(۴۷۸'۴۷۹) ہم سے حامد بن عمر نے بشر بن مفضل کے واسطہ سے بیان کیا' کہا ہم سے عاصم بن محمد نے' کہا ہم سے واقد بن محمد نے اپنے باپ محمد بن زید کے واسطہ سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔

٤٨٠- وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ مِنْ أَبِي فَلَمْ أَحْفَظْهُ، فَقَوَّمَهُ لِي وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ

(۴۸۰) اور عاصم بن علی نے کہا' ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ محمد بن زید سے سنا۔ لیکن مجھے حدیث یاد نہیں رہی تھی۔ تو میرے بھائی واقد نے اس کو درستی سے اپنے باپ سے روایت کر کے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، وَكَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيْتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ . . بِهٰذَا)).

عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرو تمہارا کیا حال ہو گا جب تم برے لوگوں میں رہ جاؤ گے اس طرح۔ (یعنی آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں کر کے دکھلائیں)۔

[راجع: ٤٧٥]

تشریح: آپؐ نے ہاتھوں کو قینچی کرنے سے اس لیے روکا کہ یہ ایک لغو حرکت ہے۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد کے پیش نظر ایسا کبھی کیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے ہاتھوں کو قینچی کر کے دکھلایا۔ اس حدیث میں آگے یوں ہے کہ نہ ان کے اقرار کا اعتبار ہو گا۔ نہ ان میں امانت داری ہو گی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عاصم بن علی کی دوسری روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے معلقاً بیان کی اس کو ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں وصل کیا ہے' باب کے انعقاد سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے تشبیک کی کراہیت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں بعض نے ممانعت کو حالت نماز پر محمول کیا ہے۔

٤٨١- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ. [طرفاه في : ٢٤٤٦، ٦٠٢٦].

(۴۸۱) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان ثوری نے ابی بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ سے' انہوں نے اپنے دادا (ابوبردہ) سے' انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کیلئے عمارت کی طرح ہے کہ اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو باہمی طور پر شیروشکر رہنے کی مثال بیان فرمائی اور ہاتھوں کو قینچی کر کے بتلایا کہ مسلمان بھی باہمی طور پر ایسے ہی ملے جلے رہتے ہیں' جس طرح عمارات کے پتھر ایک دوسرے کو تھامے رہتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کہیں ظلم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی امداد کے لیے اٹھنا چاہئے۔ کاش! امت مسلمہ اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی اس پیاری نصیحت کو یاد رکھتی تو آج یہ تباہ کن حالات نہ دیکھنے پڑتے۔

٤٨٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ - قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: قَدْ سَمَّاهَا أَبُوهُرَيْرَةَ، وَلَكِنْ نَسِيْتُ أَنَا، قَالَ - فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ

(۴۸۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا ہم سے نضر بن شمیل نے' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ ابن عون نے خبر دی' انہوں نے محمد بن سیرین سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں دوپہر کے بعد کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی۔ (ظہر یا عصر کی) ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا نام تو لیا تھا۔ لیکن میں بھول گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ایک لکڑی کی لاٹھی سے جو مسجد میں رکھی ہوئی تھی آپؐ ٹیک

غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الأَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا: قَصُرَتِ الصَّلاَةُ. وَفِي الْقَوْمِ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلاَةُ؟ قَالَ: ((لَمْ أَنسَ وَلَمْ تُقْصَرْ)) فَقَالَ: ((أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟)) فَقَالُوا: نَعَمْ. فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ. ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ : ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ.

[أطرافه في : ٧١٤، ٧١٥، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠].

لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ بہت ہی خفا ہوں۔ اور آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور ان کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔ اور آپ نے اپنے دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے سہارا دیا۔ جو لوگ نماز پڑھ کر جلدی نکل جایا کرتے تھے وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ پھر لوگ کہنے لگے کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے۔ حاضرین میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی موجود تھے۔ لیکن انہیں بھی آپ سے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہیں میں ایک شخص تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے اور انہیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ بھول گئے یا نماز کم کر دی گئی ہے' آپؐ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے پوچھا۔ کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں۔ حاضرین بولے کہ جی ہاں! یہ سن کر آپؐ آگے بڑھے اور باقی رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سہو کا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی لمبا سجدہ۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہی اور دوسرا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی' لوگوں نے بار بار ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا پھر سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا۔

تشریح یہ حدیث "حدیث ذوالیدین" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک بزرگ صحابی خرباق رضی اللہ عنہ نامی کے ہاتھ لمبے لمبے تھے۔ اس لیے ان کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سہواً بات کر لینے سے یا مسجد سے نکل جانے سے یا نماز کی جگہ سے چلے جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی' یہاں بھی آنحضرت ﷺ کا ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی کرنا مذکور ہے جس سے اس حالت کا جواز مسجد اور غیر مسجد میں ثابت ہوا۔ یہی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ہے۔ باقی مباحث متعلق حدیث ہذا اپنے مقامات پر آئیں گے۔

٨٩- بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ

باب ان مساجد کا بیان جو مدینہ کے راستے میں واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے۔

٤٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمَقَدَّمِيُّ قَالَ : حَدَّثَنا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ

(۴۸۳) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے' کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے' کہا میں نے سالم بن

قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ : رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّي فِيْهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيْهَا، وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الأَمْكِنَةِ. وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الأَمْكِنَةِ وَقَالَ. وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ وَافَقَ نَافِعًا فِي الأَمْكِنَةِ كُلِّهَا، إِلاَّ أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

[أطرافه في : ١٥٣٥، ٢٣٣٦، ٧٣٤٥].

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈھ کر وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے بھی نافع کے بیان کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا۔ فقط مقام شرف روحاء کی مسجد کے متعلق دونوں نے اختلاف کیا۔

تشریح: شرف الروحاء مدینہ سے ۳۰ یا ۳۶ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ ستر نبیوں نے عبادت الٰہی کی ہے اور یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرے کی نیت سے گذرے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول کے پیش نظر اس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تاریخی مقامات کو ڈھونڈھنے سے اس لیے منع کیا کہ ایسا نہ ہو آگے چل کر لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ خالی اس قسم کے آثار کی زیارت کرنا بغیر نماز کی نیت کے بے فائدہ ہے اور عتبان کی حدیث اوپر گذر چکی ہے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے تاکہ میں اس کو نماز کی جگہ بنا لوں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار سے بایں طور برکت لینا درست ہے' خاص طور پر رسول کریم ﷺ کا ہر قول و ہر فعل و ہر نقش قدم ہمارے لیے سرمایہ برکت و سعادت ہیں۔ مگر اس بارے میں جو افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے وہ بھی حد درجہ قابل مذمت ہے۔ مثلاً صاحب انوار الباری (دیو بندی) نے اپنی کتاب مذکور جلد ۵ ص ۱۵۷ پر ایک جگہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو بھی طاہر کہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے سید الفقہاء ایسا نہیں کہہ سکتے مگر یہی وہ غلو ہے جو تبرکات انبیاء کے نام پر کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین۔

٤٨٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا

(۴۸۴) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا' کہا ہم سے انس بن عیاض نے' کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے' ان کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے قصد سے تشریف لے گئے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حج کے لیے نکلے تو آپ نے ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے۔ اور جب آپ کسی جہاد سے واپس ہوتے اور راستہ ذوالحلیفہ سے ہو کر گذرتا یا

رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ كَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيْقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيْرِ الْوَادِيْ الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَى الأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّيْ عَبْدُ اللهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَمَّ يُصَلِّي، فَدَحَا فِيْهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي فِيْهِ.

[أطرافه في : ١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٧٩٩].

حج یا عمرہ سے واپسی ہوتی تو آپ وادی عتیق کے نشیبی علاقہ میں اترتے' پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر چڑھتے تو وادی کے بالائی کنارے کے اس مشرقی حصہ پر پڑاؤ ہوتا جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالا ہے۔ (یعنی بطحاء میں) یہاں آپؐ رات کو صبح تک آرام فرماتے۔ یہ مقام اس مسجد کے قریب نہیں ہے جو پتھروں کی بنی ہے' آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گہرا نالہ تھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہیں نماز پڑھتے۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیلاب نے آکر اس جگہ کے آثار و نشانات کو پاٹ دیا ہے' جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھا کرتے تھے۔

٤٨٥- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِيْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّي، وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنَى وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الأَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ، أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ.

(۴۸۵) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرف روحاء کی مسجد کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے' عبداللہ بن عمر اس جگہ کی نشاندہی کرتے تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ یہاں تمہارے دائیں طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم (مدینہ سے) مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی سی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم زیادہ۔

٤٨٦- وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى الْعِرْقِ الَّذِي عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَذَلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهِ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، وَقَدِ

(۴۸۶) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے جو روحاء کے آخر کنارے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوتی ہے جہاں راستے کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحاء کے آخری حصے کے بیچ میں ہے مکہ کو جاتے ہوئے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہیں

انْتَهِي ثُمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ يُصَلِّي فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهِ وَوَرَاءَهُ وَيُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَرُوحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ فَلاَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيْهِ الظُّهْرَ، وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ.

پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے اور آگے بڑھ کر خود پہاڑی عرق الظبیہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ جب روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جاتے۔ جب یہاں آ جاتے تو ظہر پڑھتے' اور اگر مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے یا سحر کے آخر میں وہاں سے گذرتے تو صبح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے

٤٨٧- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتَّى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلاَهَا فَانْثَنَى فِي جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

(۴۸۷) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم راستے کے دائیں طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے جو قریہ رویثہ کے قریب ہے۔ پھر آپ اس ٹیلہ سے جو رویثہ کے راستے سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے چلتے تھے۔ اب اس درخت کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور درمیان میں سے دوہرا ہو کر جڑ پر کھڑا ہے۔ اس کی جڑ میں ریت کے بہت سے ٹیلے ہیں۔

٤٨٨- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلاَثَةٌ عَلَى الْقُبُورِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَرُوحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ.

(۴۸۸) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے قریہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں' ان قبروں پر اوپر تلے پتھر رکھے ہوئے ہیں' راستے کے دائیں جانب ان بڑے پتھروں کے پاس جو راستے میں ہیں۔ ان کے درمیان میں ہو کر نماز پڑھی' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہر اسی مسجد میں آ کر پڑھا کرتے تھے۔

٤٨٩- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ فِي مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشَي، ذَلِكَ الْمَسِيْلُ لاَصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشَي بَيْنَهُ

(۴۸۹) اور عبداللہ بن عمرؓ نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام فرمایا جو ہرشی پہاڑ کے نزدیک نشیب میں ہیں۔ یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لیے تیر

وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى سَرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ السَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيْقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ.

٤٩٠- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِي أَدْنَى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ تَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكِ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ إِلاَّ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ

٤٩١- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيْتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

[طرفاه في : ١٧٦٧، ١٧٦٩].

٤٩٢- وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَحَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَينَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الأَكَمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الأَكَمَةِ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّي مُسْتَقْبَلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ

کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ نزدیک ہے اور سب سے لمبا درخت بھی یہی ہے۔

(۴۹۰) اور عبداللہ بن عمرؓ نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس نالے میں اترا کرتے تھے جو وادی مرالظہران کے نشیب میں ہے۔ مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفراوات سے اترا جائے۔ نبی کریم ﷺ اس ڈھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے۔ یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے جب کوئی شخص مکہ جا رہا ہو (جس کو اب بطن مرو کہتے ہیں) راستے اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف ایک پتھر ہی کے مار کا فاصلہ ہوتا۔

(۴۹۱) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم مقام ذی طوی میں قیام فرماتے اور رات یہیں گذارا کرتے تھے۔ اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔ مکہ جاتے ہوئے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔ اس مسجد میں نہیں جو اب وہاں بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا ٹیلا تھا۔

(۴۹۲) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کا رخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت ہیں۔ آپ اس مسجد کو جو اب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے ٹیلے کے کنارے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے سیاہ ٹیلے پر تھی ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھاٹیوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

تشریح: امام قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ ان مقامات میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نماز پڑھنا تبرک حاصل کرنے کے لیے تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حال میں اس کو مکروہ رکھا جب کوئی واجب اور ضروری سمجھ کر ایسا کرے۔ یہاں جن جن مقامات کی مساجد کا ذکر ہے ان میں سے اکثر اب ناپید ہو چکی ہیں۔ چند باقی ہیں۔ ذوالحلیفہ ایک مشہور مقام ہے جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھا کرتے ہیں۔ بطحاء وہ جگہ جہاں پانی کا بہاؤ ہے اور وہاں باریک باریک کنکریاں ہیں۔ روحاء مدینہ سے ستره فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے عرج نامی گاؤں تیرہ چودہ میل پڑتا ہے۔ ہضبہ بھی مدینہ کے راستے میں ایک پہاڑ ہے۔ جو زمین پر پھیلا ہوا ہے ہرشی جحفہ کے قریب مدینہ اور شام کے راستوں میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مرالظہران ایک مشہور مقام ہے۔ صفراوات وہ ندی نالے اور پہاڑ جو مرالظہران کے بعد آتے ہیں۔

اس حدیث میں نو حدیثیں مذکور ہیں۔ ان کو حسن بن سفیان نے متفرق طور پر اپنی مسند میں نکالا ہے۔ مگر تیسری کو نہیں نکالا۔ اور مسلم نے آخری حدیث کو کتاب الحج میں نکالا ہے۔ اب ان مساجد کا پتہ نہیں چلتا نہ وہ درخت اور نشانات باقی ہیں۔ خود مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ نے، جن جن مساجد میں نماز پڑھی ہے ان کو عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو معلوم کر کے نقشی پتھروں سے تعمیر کرا دیا تھا ان میں سے مسجد قباء۔ مسجد فضیخ۔ مسجد بنی قریظہ۔ مسجد بغلہ۔ مسجد بنی معاویہ۔ مسجد فتح، مسجد قبلتین وغیرہ وغیرہ ابھی تک باقی ہیں۔ موجودہ حکومت سعودیہ نے اکثر مساجد کو عمدہ طور پر مستحکم کر دیا ہے۔

اس حدیث میں جس سفر کی نمازوں کا ذکر ہے وہ سات دن تک جاری رہا تھا اور آپ نے اس میں ۳۵ نمازیں ادا کی تھیں راویان حدیث نے اکثر کا ذکر نہیں کیا۔ وادی روحاء کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

قال الشیخ ابن حجر هذه المساجد لایعرف الیوم ههنا غیر مسجد ذی الحلیفة والمساجد التی بالروحاء اهل تلک الناحیة انتهٰی۔ و انما کان ابن عمر یصلی فی تلک المواضع تبرکا بهاولم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصلحاء واما ماروی عن عمرانه کره ذالک فلانه خشی ان یلتزم الناس الصلٰوة فی تلک المواضع و ینبغی للعالم اذا رای الناس یلتزمون بالنوافل التزاما شدیدا ان ینهاهم عنه۔ علامہ ابن حجر کی اس تقریر کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ یعنی ان مقامات پر نماز محض تبرکاً پڑھتے تھے۔ مگر عوام اس کا التزام کرنے لگیں تو علماء کے لیے ضروری ہے کہ ان کو روکیں۔

٩٠- باب سُتْرَةُ الإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

باب امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے۔

٤٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الاحْتِلاَمَ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ

(۴۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانہ میں بالغ ہونے والا ہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ لیکن دیوار آپ کے سامنے نہ تھی۔ میں صف کے بعض حصے سے گذر کر سواری سے اترا۔ اور میں نے گدھی کو چرنے

فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، وَ لَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

کے لیے چھوڑ دیا۔ اور صف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

[راجع: ٤٧٦]

تشریح بظاہر اس حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ میدان میں بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھتے اس لیے آپ کے آگے برچھی گاڑی جاتی' تو یقیناً اس وقت بھی آپ کے سامنے سترہ ضرور ہو گا۔ پس باب کا مطلب ثابت ہو گیا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں الى غير جدار قال الشافعي الى غير سترة و حينئذ فلا مطابقة بين الحديث والترجمة و قد بوب عليه البيهقي باب من صلى الى غير سترة لكن استنبط بعضهم المطابقة من قوله الى غير جدار لان لفظ غير يشعر بان ثمه سترة لانها تقع دائما صفة و تقديره الى شئى غير جدار وهو اعم من ان يكون عصا اوغير ذالک یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس صورت میں حدیث اور باب میں کوئی مطابقت نہیں۔ اسی لیے اس حدیث پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے یوں باب باندھا کہ یہ باب اس کے بارے میں ہے جو بغیر سترہ کے نماز پڑھے۔ لیکن اسی حدیث سے بعض علماء نے لفظ الی غیر جدار سے مطابقت پر استنباط کیا ہے۔ لفظ غیر بتلاتا ہے کہ وہاں دیوار کے علاوہ کسی اور چیز سے سترہ کیا گیا تھا۔ وہ چیز عصا تھی۔ یا کچھ اور بہر حال آپ کے سامنے سترہ موجود تھا جو دیوار کے علاوہ تھا۔

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری فرماتے ہیں۔ قلت حمل البخاری لفظ الغير على النعت والبيهقي على النفي المحض وما اختاره البخاري هنا اولى فان التعرض لنفي الجدار خاصة يدل على انه كان هناک شئى مغاير للجدار الخ (مرعاة' ج:1/ ص: ۵۱۵) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہاں یہ ہے کہ آپ کے سامنے دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز بطور سترہ تھی۔ حضرت الامام نے لفظ غیر کو یہاں بطور نعت سمجھا اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس سے نفی محض مراد لی' اور جو کچھ یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے وہی مناسب اور بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس کا یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا۔ اس وقت یہ بلوغ کے قریب تھے۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ بتلائی گئی ہے۔

٤٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ.

[أطرافه في : ٤٩٧، ٩٧٢، ٩٧٣].

(۴۹۴) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (مدینہ سے) باہر تشریف لے جاتے تو چھوٹے نیزہ (برچھا) کو گاڑنے کا حکم دیتے وہ جب آپ کے آگے گاڑ دیا جاتا تو آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ یہی آپ سفر میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسلمانوں کے) خلفاء نے اسی وجہ سے برچھا ساتھ رکھنے کی عادت بنالی ہے۔

٤٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ:

(۴۹۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا عون بن ابی جحیفہ سے' کہا میں نے اپنے باپ (وہب بن عبداللہ) سے

سَمِعْتُ أَبِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ - وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ - الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ. [راجع: ۱۸۷]

سنا کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو بطحاء میں نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے عنزہ (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ (چونکہ آپ مسافر تھے اس لیے) ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت ادا کیں۔ آپؐ کے سامنے سے عورتیں اور گدھے گذر رہے تھے۔

تشریح: یہاں بھی حضرت امام قدس سرہ نے یہی ثابت فرمایا کہ امام کا سترہ سارے نمازیوں کے لیے کافی ہے۔ آپؐ نے بطحاء میں ظہر و عصر کی دونوں نمازیں جمع تقدیم کے طور پر پڑھائیں۔ اور آپؐ کے آگے بطور سترہ برچھا گاڑ دیا گیا تھا۔ برچھے سے باہر آپ اور نمازیوں کے آگے سے گدھے گذر رہے تھے اور عورتیں بھی، مگر آپؐ کا سترہ سب نمازیوں کے لئے کافی گردانا گیا۔ بغیر سترہ کے امام یا نمازیوں کے آگے سے اگر عورتیں یا گدھے و کتے وغیرہ گذریں تو چونکہ ان کی طرف توجہ بٹنے کا احتمال ہے۔ اس لیے ان سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض لوگ نماز ٹوٹنے کو نماز میں صرف خلل آ جانے پر محمول کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود نمازی ہی کر سکتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات اگر ان چیزوں پر نظر پڑنے سے اس کی نماز میں پوری توجہ ادھر ہو گئی تو یقیناً نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ خلل محض بھی معیوب ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قال مالک و ابوحنیفة والشافعی رضی الله عنهم و جمهور من السلف و الخلف لا تبطل الصلٰوة بمرور شئی من هولاء ولا من غیرهم و تاول هولاء هذا الحدیث علی ان المراد بالقطع نقص الصلٰوة لشغل القلب بهذه الاشیاء و لیس المراد ابطالها الخ ﴾ (تحفۃ الاحوذی' ج:۱/ ص:۲۷۶) خلاصہ یہی ہے کہ کتے اور گدھے اور عورت کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز میں نقص آ جاتا ہے۔ اس لئے کہ دل میں ان چیزوں سے تاثر آ جاتا ہے۔ نماز مطلقاً باطل ہو جائے ایسا نہیں ہے۔ جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی فتویٰ ہے۔

۹۱- بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالسُّتْرَةِ؟

باب نمازی اور سترہ میں کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

۴۹۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ.

[طرفه في : ۷۳۳٤].

(۴۹۶) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے اپنے باپ ابو حازم سلمہ بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے سہل بن سعد سے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گذر سکنے کا فاصلہ رہتا تھا۔

۴۹۷- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوزُهَا.

(۴۹۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے' انہوں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انہوں نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار اور منبر کے درمیان بکری کے گذر سکنے کے فاصلہ کے برابر جگہ تھی۔

تشریح: مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا اور آپؐ منبر کی بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ لہٰذا منبر اور دیوار کا فاصلہ اتنا ہی ہو گا کہ ایک بکری نکل جائے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ بلال کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھائی آپ

میں اور دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ مسجد میں محراب بنانا اور منبر بنانا سنت نہیں ہے' منبر علیحدہ لکڑی کا ہونا چاہیے۔

بخاری شریف کی ثلاثیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے اور ثلاثیات کی پہلی حدیث پہلے پارہ کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مکی بن ابراہیم کی روایت سے گذر چکی ہے۔ ثلاثیات وہ احادیث جن کی سند میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ صرف تین ہی اساتذہ سے اسے نقل کریں۔ (یعنی ثلاثیات سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان تین راویوں کا واسطہ ہو)

٩٢- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ

٤٩٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحِرْبَةُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ٤٩٤]

باب برچھی کی طرف نماز پڑھنا۔

(۴۹۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ کے واسطہ سے بیان کیا' کہا مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے خبر دی کہ نبی ﷺ کے لیے برچھا گاڑ دیا جاتا آپؐ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

٩٣- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنَزَةِ

٤٩٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّونَ مِنْ وَرَائِهَا. [راجع: ١٨٧]

باب عنزہ (لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) کی طرف نماز پڑھنا۔

(۴۹۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے اپنے باپ ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ دوپہر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا' جس سے آپؐ نے وضو کیا۔ پھر ہمیں آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی' آپؐ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور عورتیں اور گدھے پر سوار لوگ اس کے پیچھے سے گذر رہے تھے۔

آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا تھا۔ اسے جمع تقدیم کہتے ہیں۔

٥٠٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ أَوْ عَصًا أَوْ عَنَزَةٌ وَمَعَنَا إِدَاوَةٌ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ

(۵۰۰) ہم سے محمد بن حاتم بن بزیع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شاذان بن عامر نے شعبہ بن حجاج کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے عطاء بن ابی میمونہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتے۔ ہمارے ساتھ عکازہ (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) یا چھڑی یا عنزہ ہوتا۔ اور ہمارے ساتھ ایک

حَاجَتِهِ نَاوَلْنَاهُ الإِدَاوَةَ.

[راجع: ١٥٠]

چھاگل بھی ہوتا تھا۔ جب آنحضور ﷺ حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چھاگل دے دیتے تھے۔

٩٤- بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

باب مکہ اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں سترہ کا حکم۔

٥٠١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ.

[راجع: ١٨٧]

(۵۰۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے حکم بن عیینہ سے' انہوں نے ابو جحیفہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپؐ نے بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ آپؐ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور جب آپؐ نے وضو کیا تو لوگ آپؐ کے وضو کے پانی کو اپنے بدن پر لگا رہے تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سترہ کے مسئلہ میں مکہ اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے۔ بطحا مکہ کی پتھریلی زمین کو کہتے ہیں والغرض من ھذا الباب الرد علی من قال یجوز المرور دون السترۃ للطائفین للضرورۃ لا لغیرھم جو لوگ کعبہ کے طواف کرنے والوں کو نمازیوں کے آگے سے گزرنے کے قائل ہیں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ یہ باب منعقد کر کے ان کا رد کرنا چاہتے ہیں۔

٩٥- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الأُسْطُوَانَةِ

باب ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنا۔

وَقَالَ عُمَرُ: الْمُصَلُّونَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِي مِنَ الْمُتَحَدِّثِينَ إِلَيْهَا. وَرَأَى عُمَرُ رَجُلاً يُصَلِّي بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ: صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو اس پر ٹیک لگا کر باتیں کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے پاس کر دیا اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔

٥٠٢- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ فَيُصَلِّي عِنْدَ الأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الأُسْطُوَانَةِ، قَالَ: فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا.

(۵۰۲) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا' کہا کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپؐ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپؐ خاص طور سے اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس قرآن شریف صندوق میں رکھا رہتا تھا۔ اس کو ستون مصحف کہا کرتے تھے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے' ثلاثیات بخاری شریف میں سے یہ تیسری حدیث ہے)

٥٠٣- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ أَدْرَكْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ: حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ.

[طرفه في : ٦٢٥].

(۵۰۳) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن عامر سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ مغرب (کی اذان) کے وقت ستونوں کی طرف لپکتے۔ اور شعبہ نے عمرو بن عامر سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (اس حدیث میں) یہ زیادتی کی ہے۔ "یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ حجرے سے باہر تشریف لاتے۔"

تشریح: مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ عہد رسالت میں یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عام معمول تھا۔ مگر بعد میں نبی کریم ﷺ نے فرما دیا کہ جو چاہے ان کو پڑھے جو چاہے نہ پڑھے۔ اس حدیث سے ستونوں کو سترہ بنا کر نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا۔ اور ان دو رکعتوں کا بھی جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے۔ شعبہ کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاذان میں وصل کیا ہے۔

٩٦- بَابُ الصَّلَاةِ بَيْنَ السَّوَارِي فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ

باب دو ستونوں کے بیچ میں نمازی اگر اکیلا ہو تو نماز پڑھ سکتا ہے

کیونکہ جماعت میں ستونوں کے بیچ میں کھڑے ہونے سے صف میں خلل پیدا ہو گا۔ بعضوں نے کہا کہ ہر حال میں دو ستونوں کے بیچ میں نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ممانعت نقل کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اشارہ کیا کہ وہ ممانعت باجماعت نماز پڑھنے کی حالت میں ہے۔

٥٠٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَأَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ، وَ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى أَثَرِهِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا: أَيْنَ صَلَّى؟ قَالَ: بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

[راجع: ٣٩٧]

(۵۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ دیر تک اندر رہے۔ پھر باہر آئے۔ اور میں سب لوگوں سے پہلے آپ کے پیچھے ہی وہاں آیا۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آگے کے دو ستونوں کے بیچ میں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

٥٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

(۵۰۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہمیں امام

أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيهَا. وَ سَأَلْتُ بِلَالاً حِينَ خَرَجَ: مَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ. وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَقَالَ : عَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ.

[راجع: ٣٩٧]

مالک بن انس نے خبردی نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید. بلال اور عثمان بن طلحہ حجبی بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور آپؐ اس میں ٹھہرے رہے۔ جب آپؐ باہر نکلے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے اندر کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک ستون کو تو بائیں طرف چھوڑا اور ایک کو دائیں طرف اور تین کو پیچھے۔ اور اس زمانہ میں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی۔ امام بخاری نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی ادریس نے کہا' وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک نے یہ حدیث یوں بیان کی کہ آپؐ نے اپنے دائیں طرف دو ستون چھوڑے تھے۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ اگر آدمی اکیلا نماز پڑھنا چاہے تو دو ستونوں کے بیچ میں پڑھ سکتا ہے۔ شارح حدیث حضرت مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا تو ایک طرف خواہ مخواہ دو ستون رہیں گے۔ اور ایک طرف ایک۔ امام احمد اور اسحاق اور اہلحدیث کا یہی مذہب ہے کہ اکیلا شخص ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن ستونوں کے بیچ میں صف باندھنا مکروہ ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ نے اس کو جائز رکھا ہے۔ تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل کا مذہب حق ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کو اس مسئلہ میں شاید ممانعت کی حدیثیں نہیں پہنچیں' واللہ اعلم۔

٩٧- بَابٌ

باب

٥٠٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِيهِ. قَالَ: وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ إِنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

(٥٠٦) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا' کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا انہوں نے نافع سے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے منہ کے سامنے چلے جاتے۔ دروازہ پیٹھ کی طرف ہوتا اور آپ آگے بڑھتے جب ان کے اور سامنے کی دیوار کا فاصلہ قریب تین ہاتھ کے رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے آپ کو بتایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے یہیں نماز پڑھی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جس کونے میں ہم چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

[راجع: ۳۹۷]

۹۸- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

باب اونٹنی اور اونٹ اور درخت اور پالان کو سامنے کر کے نماز پڑھنا۔

۵۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. قُلْتُ: أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ: كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّي إِلَى أَخِرَتِهِ - أَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهِ - وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

(۵۰۷) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی بصری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا عبیداللہ بن عمر سے' وہ نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ اپنی سواری کو سامنے عرض میں کر لیتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' عبیداللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ جب سواری اچھلنے کودنے لگتی تو اس وقت آپ کیا کیا کرتے تھے؟ نافع نے کہا کہ آپ اس وقت کجاوے کو اپنے سامنے کر لیتے۔ اور اس کے آخری حصے کی (جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے ایک کھڑی سی لکڑی کی) طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اونٹنی پر اونٹ کو اور پالان کی لکڑی پر درخت کو قیاس کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

۹۹- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِيْرِ

باب چارپائی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔

۵۰۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِيءُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّي، فَأَكْرَهُ أَنْ أُسَنِّحَهُ، وَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيْرِ حَتَّى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِي. [راجع: ۳۸۰]

(۵۰۸) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا منصور بن معتمر سے' انہوں نے ابراہیم نخعی سے' انہوں نے اسود بن یزید سے' انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں چارپائی پر لیٹی رہتی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ اور چارپائی کے بیچ میں آ جاتے (یا چارپائی کو اپنے اور قبلے کے بیچ میں کر لیتے) پھر نماز پڑھتے۔ مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا برا معلوم ہوتا' اس لیے میں پائینتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر نکل جاتی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب الاستیذان میں ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ آپؐ نماز پڑھتے اور چارپائی آپ کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتی پس فیتوسط السریر کا ترجمہ یہ صحیح ہوگا کہ آپؐ چارپائی کو اپنے اور قبلہ کے بیچ میں کر لیتے۔

۱۰۰- بَابُ يَرُدُّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ

باب چاہیے کہ نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے گذرنے

بَيْنَ يَدَيْهِ.

والے کو روک دے۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ، وَفِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ: إِنْ أَبِى إِلاَّ أَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں جب کہ آپ تشہد کے لیے بیٹھے ہوئے تھے روک دیا تھا۔ اور اگر وہ (گذرنے والا) لڑائی پر اتر آئے تو اس سے لڑے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے نکالا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کعبہ میں نمازی کے سامنے سے گذرنا معاف جانتے ہیں۔

٥٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلاَلٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ يُصَلِّي إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُو سَعِيْدٍ فِي صَدْرِهِ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلاَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُوسَعِيْدٍ أَشَدَّ مِنَ الأُولَى، فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ. ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَدَخَلَ أَبُوسَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَلاِبْنِ أَخِيْكَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)). [طرفه في : ٣٢٧٤].

(۵۰۹) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یونس بن عبید نے حمید بن ہلال کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے ابو صالح ذکوان سمان سے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (دوسری سند) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے' کہا ہم سے حمید بن ہلال عدوی نے' کہا ہم سے ابو صالح سمان نے' کہا میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ کسی چیز کی طرف منہ کئے ہوئے لوگوں کے لئے اسے آڑ بنائے ہوئے تھے۔ ابو معیط کے بیٹوں میں سے ایک جوان نے چاہا کہ آپ کے سامنے سے ہو کر گذر جائے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ پر دھکا دے کر باز رکھنا چاہا۔ جوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی راستہ سوائے سامنے سے گذرنے کے نہ ملا۔ اس لیے وہ پھر اسی طرف سے نکلنے کے لیے لوٹا۔ اب ابو سعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکا دیا۔ اسے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوئی اور وہ اپنی یہ شکایت مروان کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد ابو سعید رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ مروان نے کہا اے ابو سعید رضی اللہ عنہ آپ میں اور آپ کے بھتیجے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گذرے تو اسے روک دینا چاہیے۔ اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تشریح نمازی کے آگے سے گذرنا سخت ترین گناہ ہے۔ اگر گذرنے والا قصداً یہ حرکت کر رہا ہے تو وہ یقیناً شیطان ہے۔ جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو رہا ہے۔ ایسے گذرنے والے کو حتی الامکان روکنا چاہئے حتیٰ کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح ضرورت ہو تو اسے دھکا دے کر بھی باز رکھا جا سکتا ہے' بعض لوگ ارشاد نبوی فلیقاتله کو مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔

١٠١- بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

٥١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، فَقَالَ أَبُوجُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)). قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لاَ أَدْرِيْ أَقَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.

باب نمازی کے آگے سے گذرنے کا گناہ کتنا ہے؟

(۵۱۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے عمر بن عبیداللہ کے غلام ابو نضر سالم بن ابی امیہ سے خبر دی۔ انہوں نے بسر بن سعید سے کہ زید بن خالد نے انہیں ابو جہیم عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان سے یہ بات پوچھنے کے لیے بھیجا کہ انہوں نے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے کیا سنا ہے۔ ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جانتا ہے کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گذرنے پر چالیس تک وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح دیتا۔ ابو النضر نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہا یا مہینہ یا سال۔

١٠٢- بَابُ اسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ صَاحِبَهُ وَهُوَ يُصَلِّي

وَكَرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي، وَإِنَّمَا هَذَا إِذَا اشْتَغَلَ بِهِ. فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِهِ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَالَيْتُ، إِنَّ الرَّجُلَ لاَ يَقْطَعُ صَلاَةَ الرَّجُلِ.

باب نماز پڑھتے وقت ایک نمازی کا دوسرے شخص کی طرف رخ کرنا کیسا ہے؟

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناپسند فرمایا کہ نمازی کے سامنے منہ کر کے بیٹھے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ کراہیت جب ہے کہ نمازی کا دل ادھر لگ جائے۔ اگر دل نہ لگے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس لیے کہ مرد کی نماز کو مرد نہیں توڑتا۔

٥١١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ - يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ - عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ

(۵۱۱) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا' کہا ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطہ سے' انہوں نے مسلم بن صبیح سے' انہوں نے مسروق سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ کہ ان

عَائِشَةَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، فَقَالُوا: يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، فَقَالَتْ: لَقَدْ جَعَلْتُمُونَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيرِ، فَتَكُونُ لِي الْحَاجَةُ وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا. وَعَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

[راجع: ۳۸۲]

کے سامنے ذکر ہوا کہ نماز کو کیا چیزیں توڑ دیتی ہیں' لوگوں نے کہا کہ کتا' گدھا اور عورت (بھی) نماز کو توڑ دیتی ہے۔ (جب سامنے آجائے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں کتوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان (سامنے) چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے ضرورت پیش آتی تھی اور یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ خود کو آپ کے سامنے کر دوں۔ اس لیے میں آہستہ سے نکل آتی تھی۔ اعمش نے ابراہیم سے' انہوں نے اسود سے' انہوں نے عائشہؓ سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں الفاظ اکرہ ان استقبلہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی۔ مگر میں اسے مکروہ جان کر ادھر ادھر سرک جایا کرتی تھی۔

۱۰۳- بَابُ الصَّلَاةِ خَلْفَ النَّائِمِ

باب سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا۔

۵۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

[راجع: ۳۸۲]

(۵۱۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا مجھ سے میرے باپ نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے بیان کیا' وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے رہتے۔ اور میں (آپؐ کے سامنے) بچھونے پر آڑی سوتی ہوئی پڑی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی تھی۔

باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔ خانگی زندگی میں بعض دفعہ ایسے بھی مواقع آ جاتے ہیں کہ ایک شخص سو رہا ہے اور دوسرے نمازی بزرگ اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عندالضرورت اس سے نماز میں خلل نہیں آتا۔

۱۰۴- بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

باب عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا

یعنی سامنے بطور سترہ کے عورت ہو تو نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۱۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ

(۵۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر سے' انہوں نے ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے کہ آپؓ نے فرمایا' میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو جایا کرتی تھی۔ میرے پاؤں آپؐ کے سامنے (پھیلے ہوئے)

وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ: وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيحُ.

[راجع: ٣٨٢]

ہوتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو پاؤں کو ہلکے سے دبا دیتے اور میں انہیں سکیڑ لیتی پھر جب قیام فرماتے تو میں انہیں پھیلا لیتی تھی۔ اس زمانہ میں گھروں کے اندر چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے)۔

١٠٥- بَابُ مَنْ قَالَ : لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب اس شخص کی دلیل جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔

٥١٤- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ ح. قَالَ الأَعْمَشُ: وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ: ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ - الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ - فَقَالَتْ: شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ، وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً، فَتَبْدُو لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

[راجع: ٣٨٢]

(۵۱۴) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم نے اسود کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے حضرت عائشہؓ سے (دوسری سند) اور اعمش نے کہا کہ مجھ سے مسلم بن صبیح نے مسروق کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے عائشہؓ سے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا۔ جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتا۔ گدھا اور عورت۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔ حالانکہ خود نبی کریم ﷺ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں چارپائی پر آپؐ کے اور قبلہ کے بیچ میں لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش آئی اور چونکہ یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ کے سامنے۔ (جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں) بیٹھوں اور اس طرح آپؐ کو تکلیف ہو۔ اس لیے میں آپ کے پاؤں کی طرف سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتی تھی۔

تشریح صاحب تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ کتے' گدھے اور عورت نماز کو توڑ دیتی ہیں۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے لیکن اس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ ان کے سامنے سے گذرنے سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق پڑتا ہے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ واقعی ان کا سامنے سے گذرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے ظاہری الفاظ پر ہی حکم لگا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کی ضرورت سمجھی۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ نماز کسی دوسرے کے عمل سے بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان لگایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی یعنی کسی دوسرے کا کوئی عمل خاص طور سے سامنے سے گذرنا۔"

٥١٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي

(۵۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے بیان کیا'

ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلاَةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ: لاَ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ. أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ.

انہوں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا نماز کو کوئی چیز توڑ دیتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں' اسے کوئی چیز نہیں توڑتی۔ کیونکہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ نے خبر دی ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بستر پر لیٹی رہتی تھی۔

[راجع: ٣٨٢]

(تفصیل پہلے تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے گذر چکی ہے)

١٠٦- بَابُ إِذَا حَمِلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلاَةِ

باب اس بارے میں کہ نماز میں اگر کوئی اپنی گردن پر کسی بچی کو اٹھالے تو کیا حکم ہے؟

٥١٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا. [طرفه في : ٥٩٩٦].

(۵۱٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خبر دی' انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے' انہوں نے ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (بعض اوقات) کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔

تشریح حضرت امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی بڑی محبوب نواسی تھیں' بعض اوقات اس فطری محبت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ ان کو جب کہ یہ بہت چھوٹی تھیں نماز میں کندھے پر بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ہوا جب کہ حضرت فاطمہ ؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ ان سے نکاح کرنے کی وصیت بھی فرما گئی تھیں' یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ ۴۰ھ میں حضرت علی ؓ شہید کر دیئے گئے تو آپ کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا عقد ثانی مغیرہ بن نوفل سے ہوا۔ جو حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہوتے تھے۔ ان ہی کے پاس آپ نے وفات پائی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ احکام اسلام میں وسعت کے پیش نظر بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسے کسی خاص موقعہ پر اگر کسی شخص نے نماز میں اپنے کسی پیارے معصوم بچے کو کاندھے پر بٹھالیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہو گی۔

١٠٧- بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ

باب ایسے بستر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس پر حائضہ عورت ہو۔

٥١٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: ثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ فِرَاشِي حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي. [راجع: ٣٣٣]

(۵۱۷) ہم سے عمرو بن زارہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشیم نے شیبانی کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن شداد بن ہاد سے' کہا مجھے میری خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی کریم ﷺ کے مصلے کے برابر میں ہوتا تھا۔ اور بعض دفعہ آپؐ کا کپڑا (نماز پڑھتے میں) میرے اوپر آجاتا اور میں اپنے بستر پر ہی ہوتی تھی۔

٥١٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حدثنا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ نَائِمَةٌ، فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٣٣٣]

(۵۱۸) ہم سے ابو نعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبانی سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن شداد بن ہاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ فرماتی تھیں' کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپؐ کے برابر میں سوتی رہتی۔ جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

اوپر کی حدیث میں حضرت میمونہؓ کے حائضہ ہونے کی وضاحت نہ تھی۔ اس لیے حضرت امام دوسری حدیث لائے جس میں ان کے حائضہ ہونے کی وضاحت موجود ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سامنے لیٹی ہو تو بھی نماز میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ یہی حضرت امام کا مقصد باب ہے۔

١٠٨- بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُودِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

باب اس بیان میں کہ کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی بیوی کو چھو سکتا ہے؟

(تاکہ وہ سکڑ کر جگہ چھوڑ دے کہ بآسانی سجدہ کیا جا سکے)

٥١٩- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا.

(۵۱۹) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ تم نے برا کیا کہ ہم کو کتوں اور گدھوں کے حکم میں کر دیا۔ خود نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو چھو دیتے اور میں انہیں سکیڑ لیتی تھی۔

[راجع: ٣٨٢]

(باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے)

١٠٩- بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّي شَيْئًا مِنَ الأَذَى

باب اس بارے میں کہ اگر عورت نماز پڑھنے والے سے گندگی ہٹادے (تو مضائقہ نہیں ہے)

٥٢٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرْمَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَلاَ تَنْظُرُونَ إِلَى هَذَا الْمُرَائِي؟ أَيُّكُمْ يَقُومُ إِلَى جَزُورِ آلِ فُلاَنٍ فَيَعْمِدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلاَهَا فَيَجِيْءُ بِهِ، ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ؟ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ! وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا. فَضَحِكُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ. فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ - وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ -فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ، وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلاَةَ قَالَ ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ)). ثُمَّ سَمَّى: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي

(٥٢٠) ہم سے احمد بن اسحاق سرماری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے عمرو بن میمون سے' انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے' کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش اپنی مجلس میں (قریب ہی) بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان میں سے ایک قریشی بولا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے؟ کیا کوئی ہے جو فلاں قبیلہ کے ذبح کئے ہوئے اونٹ کا گوبر' خون اور اوجھڑی اٹھالائے۔ پھر یہاں انتظار کرے۔ جب یہ (آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم) سجدہ میں جائے تو گردن پر رکھ دے (چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے) ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھا۔ اور جب آپؐ سجدہ میں گئے تو اس نے آپؐ کی گردن مبارک پر یہ غلاظتیں ڈال دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم سجدہ ہی کی حالت میں سر رکھے رہے۔ مشرکین (یہ دیکھ کر) ہنسے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ ایک شخص (غالباً ابن مسعود رضی اللہ عنہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہ ابھی بچہ تھیں۔ آپؓ دوڑتی ہوئی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم اب بھی سجدہ ہی میں تھے۔ پھر (حضرت فاطمہؓ نے) ان غلاظتوں کو آپؐ کے اوپر سے ہٹایا اور مشرکین کو برا بھلا کہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز پوری کر کے فرمایا "یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔ یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔ یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔" پھر نام لے کر کہا خدایا! عمرو بن ہشام' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' امیہ بن خلف' عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ ابن ولید کو ہلاک کر۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ)) قَالَ عَبْدُ اللهِ فَوَ اللهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُم صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُحِبُوا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً)). [راجع: ۲٤٠]

نے کہا' خدا کی قسم! میں نے ان سب کو بدر کی لڑائی میں مقتول پایا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ کنویں والے خدا کی رحمت سے دور کر دیے گئے۔

تشریح ابتدائے اسلام میں جو کچھ کفار قریش نے آپؐ سے برتاؤ کیا۔ اسی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے۔ آپؐ کی دعا خدا نے قبول کی اور وہ بدبخت سب کے سب بدر کی لڑائی میں ذلت کے ساتھ مارے گئے اور ہمیشہ کے لئے خدا کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے موقع پر اگر کوئی بھی عورت نمازی کے اوپر سے گندگی اٹھا کر دور کر دے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر قرائن سے کفار کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی حرکات بد سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے لیے بددعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایسے بدبختوں کا نام لے کر بددعا کی جا سکتی ہے کہ مومن کا یہی آخری ہتھیار ہے۔ وہ غلاظت لانے والا عقبہ بن ابی معیط ملعون تھا۔

الحمدللہ کہ عاشورہ محرم ۱۳۸۸ھ میں اس مبارک کتاب کے پارہ دوم کے ترجمہ اور تحشیہ سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف فرما کر اسے قبول کرے اور میرے لیے' میرے والدین' اولاد' احباب کے لیے' جملہ معاونین کرام اور ناظرین عظام کے لیے وسیلہ نجات بنائے۔ اور بقایا پاروں کو بھی اپنی غیبی امداد سے پورا کرائے۔ آمین۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا پارہ

۹- کتاب مواقیت الصلوۃ

کتاب اوقات نماز کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ مَوَاقِيْتُ الصَّلَاةِ وَفَضْلُهَا

وَقَوْله :

﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ﴾ [النساء :١٠٣] مُوَقَّتًا، وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ

باب نماز کے اوقات اور ان کے فضائل اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت

کہ مسلمانوں پر نماز وقت مقررہ میں فرض ہے' یعنی اللہ نے ان کے لیے نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔

٥٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا مُغِيْرَةُ؟ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ

(۵۲۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنایا ابن شہاب کی روایت سے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن (عصر کی) نماز میں دیر کی' پس عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے' اور انہوں نے بتایا کہ (اسی طرح) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن (عراق کے ملک میں) نماز میں دیر کی تھی جب وہ عراق میں (حاکم) تھے۔ پس ابو مسعود انصاری (عقبہ بن عمر) ان کی خدمت میں گئے۔ اور فرمایا' مغیرہ رضی اللہ عنہ! آخر یہ کیا بات ہے' کیا آپ

جِبْرِيْلَ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ نَزَلَ فَصَلَّى؟ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ،ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتَ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ: اعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهِ، أَوَ إِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَقْتَ الصَّلَاةِ؟ قَالَ عُرْوَةُ: كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ.

[طرفاه في : ٣٢٢١، ٤٠٠٧].

کو معلوم نہیں کہ جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے نماز پڑھی اور رسول کریم ﷺ نے بھی نماز پڑھی' پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے بھی نماز پڑھی' پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے بھی نماز پڑھی' پھر جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں اسی طرح حکم کیا گیا ہوں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عروہ سے کہا' معلوم بھی ہے آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ کیا جبریلؑ نے نبی ﷺ کو نماز کے اوقات (عمل کر کے) بتلائے تھے۔ عروہ نے کہا' کہ ہاں اسی طرح بشیر بن ابی مسعودؓ اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے تھے۔ عروہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں موجود ہوتی تھی اس سے بھی پہلے کہ وہ دیوار پر چڑھے۔

تشریح حضرت امام الدنیا فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی پاکیزہ کتاب کے پارہ سوم کو کتاب مواقیت الصلوۃ سے شروع فرمایا' آگے باب مواقیت الصلوۃ الخ منعقد کیا' ان ہر دو میں فرق یہ کہ کتاب میں مطلق اوقات مذکور ہوں گے' خواہ فضیلت کے اوقات ہوں یا کراہیت کے اور باب میں وہ وقت مذکور ہو رہے ہیں جن میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مواقیت کی تحقیق اور آیت کریمہ مذکورہ کی تفصیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:۔ ﴿ مواقيت جمع ميقات وهو مفعال من الوقة والمراد به الوقت الذى عينه الله لاداء هذه العبادة وهو القدر المحدود للفعل من الزمان قال تعالى ان الصلوٰة كانت على المومنين كتابا موقوتا اى مفروضا فى اوقات معينة معلومة فاجمل ذكرالاوقات فى هذه الاية و بينها فى مواضع آخر من الكتاب من غير ذكر تحديد اوائلها و اواخر ها و بين على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم تحديد ها ومقاديرها الخ ﴾ (مرعاۃ' جلد :۱/ ص: ۳۸۳)

یعنی لفظ مواقیت کا مادہ وقت ہے اور وہ مفعال کے وزن پر ہے اور اس سے مراد وقت ہے۔ جسے اللہ نے اس عبادت کی ادائیگی کے لیے متعین فرما دیا ہے' اور وہ زمانہ کا ایک محدود حصہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔ اس آیت میں اوقات کا مجمل ذکر ہے' قرآن پاک کے دیگر مقامات پر کچھ تفصیلات بھی مذکور ہیں' مگر وقتوں کا اول و آخر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان مبارک ہی سے بیان کرایا ہے۔ آیت کریمہ ﴿ اقم الصلوٰة طرفى النهار و زلفا من الليل ﴾ میں فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مذکور ہیں۔ آیت کریمہ ﴿ اقم الصلوٰة لدلوک الشمس ﴾ میں ظہر و عصر کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿ الى غسق الليل ﴾ میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں (وقرآن الفجر) میں نماز فجر کا ذکر ہے۔ آیت کریمہ ﴿ فسبحان الله حين تمسون ﴾ میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں ﴿ وحين تصبحون ﴾ میں صبح کا ذکر ہے۔ وعشیا میں عصر اور ﴿ حين تظهرون ﴾ میں ظہر۔ اور آیت شریفہ ﴿ و سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس ﴾ میں فجر اور قبل غروبہا میں عصر ﴿ ومن اناء الليل ﴾ آیت کریمہ و زلفا من اللیل کی طرح ہے۔ ﴿ فسبحه واطراف النهار ﴾ میں ظہر کا ذکر ہے۔ الغرض نماز پنجگانہ کی یہ مختصر تفصیلات قرآن کریم میں ذکر ہوئی ہیں' ان کے اوقات کی پوری تفصیل اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے عمل اور قول سے پیش کی ہیں' جن کے مطابق نماز کا ادا کرنا ضروری ہے۔

آج کل کچھ بدبختوں نے احادیث نبوی کا انکار کر کے صرف قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا ہے' چونکہ وہ قرآن مجید کی تفسیر محض اپنی رائے ناقص سے کرتے ہیں اس لیے ان میں کچھ لوگ پنجوقت نمازوں کے قائل ہیں' کچھ تین نمازیں بتلاتے ہیں اور کچھ دو نمازوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ادائیگی نماز کے لیے انہوں نے اپنے ناقص دماغوں سے جو صورتیں تجویز کی ہیں وہ انتہائی مضحکہ خیز ہیں۔ احادیث نبوی کو چھوڑنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے تھا' چنانچہ یہ لوگ اہل اسلام میں بدترین انسان کہے جاسکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی آڑ میں اپنے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی ہوئی غداری پر کمر باندھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آیت مذکورہ باب کے تحت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تلوار چل رہی ہو اور ٹھہرنے کی مہلت نہ ہو تو تب بھی نماز اپنے وقت پر پڑھ لینی چاہیے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے وقت میں نماز میں تاخیر درست ہے۔ ان کی دلیل خندق کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کئی نمازوں کو تاخیر سے ادا فرمایا' وہ حدیث یہ ہے عن جابر بن عبدالله ان عمر جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش و قال یا رسول الله ماکدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب فقال النبی صلی الله علیه وسلم ما صلیتها فتوضا و توضانا فصلی العصر بعدما غربت الشمس ثم صلی بعد ها المغرب' متفق علیه یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور میری عصر کی نماز رہ گئی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں پڑھ سکا ہوں۔ پس آپؐ نے اور ہم نے وضو کیا' اور پہلے عصر کی نماز پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ معلوم ہوا کہ ایسی ضرورت کے وقت تاخیر ہونے میں مضائقہ نہیں ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار نمازیں فوت ہوگئیں تھیں' جن کو مغرب کے وقت ترتیب کے ساتھ پڑھایا گیا۔

اس حدیث میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خامس خلفائے راشدین میں شمار کئے گئے ہیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز میں ان سے تاخیر ہوگئی یعنی اول وقت میں نہ ادا کر سکے جس پر عروہ بن زبیرؓ نے ان کو یہ حدیث سنائی' جسے سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے مزید تحقیق کے لیے فرمایا کہ ذرا سمجھ کر حدیث بیان کرو' کیا جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے لیے نمازوں کے اوقات عملاً مقرر کر کے بتلائے تھے' شاید عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہوگی' اس لیے انہوں نے عروہ کی روایت میں شبہ کیا' عروہ نے بیان کر دیا کہ میں نے ابومسعود کی یہ حدیث ان کے بیٹے بشیر بن ابی مسعود سے سنی ہے۔ اور دوسری حدیث حضرت عائشہؓ والی بھی بیان کر دی جس میں آنحضرت ﷺ کا نماز عصر اول وقت میں ادا کرنا مذکور ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عراق کے حاکم تھے' عراق عرب کے اس ملک کو کہتے ہیں جس کا طول عباداں سے موصل تک اور عرض قادسیہ سے حلوان تک ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ روایت میں حضرت جبرئیلؑ اور آنحضرت ﷺ کی نمازوں کا ذکر ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے پانچوں نمازیں آپؐ کو پہلے دن اول وقت اور دوسرے دن آخر وقت پڑھائیں اور بتایا کہ نماز پنج وقتہ کے اول و آخر اوقات یہ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مقام ابراہیم کے پاس آپؐ کو یہ نمازیں پڑھائیں۔ آپ امام ہوئے اور حضرت نبی کریم ﷺ مقتدی ہوئے' اس طرح اوقات نماز کی تعلیم بجائے قول کے فعل کے ذریعہ کی گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث سن کر تامل کیا' کہ قول کے ذریعہ وقت کی تعیین کی جاسکتی تھی' عملاً اس کی کیا ضرورت تھی' اس لیے آپ نے وضاحت سے کہا کہ کیا جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھائی تھی؟ جب عروہؓ نے یہ حدیث سنائی تو عمرؒ بن عبدالعزیز کو کچھ اور تامل ہوا۔ اس کو دور کرنے کے لیے حضرت عروہؒ نے اس کی سند بھی بیان کر دی تاکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پوری طرح اطمینان ہو جائے۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ ومقصود عروۃ بذالک ان امرا لاوقات عظیم قد نزل لتحدیدھا جبریل فعلمه

النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل فلا ینبغی التقصیر فی مثلہ (مرعاۃ' جلد : ۱/ ص: ۳۸۷) یعنی عروہ کا مقصود یہ تھا کہ اوقات نماز بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جن کو مقرر کرنے کے لیے جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عملی طور پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں پڑھا کر اوقات صلوٰۃ کی تعلیم فرمائی۔ پس اس بارے میں کمزوری مناسب نہیں۔

بعض علمائے احناف کا یہ کہنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں عصر کی نماز دیر کر کے پڑھنے کا معمول تھا غلط ہے روایت میں صاف موجود ہے کہ اخر الصلوۃ یوما ایک دن اتفاق سے تاخیر ہو گئی تھی' حنفیہ کے جواب کے لیے یہی روایت کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

٢- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مُنِيبِيْنَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الروم: ٣١]

٥٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ - هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ - عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ. فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. فَقَالَ: ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الإِيْمَانِ بِاللهِ - ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ - شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا إِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالْمُقَيَّرِ، وَالنَّقِيْرِ)).

[راجع: ٥٣]

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے (ہو جاؤ) اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔" (سورۂ روم)

(۵۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے عباد بن عباد بصری نے' اور یہ عباد کے لڑکے ہیں' ابو جمرہ (نصر بن عمران) کے ذریعہ سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ عبدالقیس کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ہم اس ربیعہ قبیلہ سے ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں' اس لیے آپ کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دیجئے' جسے ہم آپ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والے دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے سکیں' آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں' پہلے خدا پر ایمان لانے کا' پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں' اور دوسرے نماز قائم کرنے کا' تیسرے زکوٰۃ دینے کا' اور چوتھے جو مال تمہیں غنیمت میں ملے' اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا اور تمہیں میں تونبڑی حنتم' قسار اور نقیر کے استعمال سے روکتا ہوں۔

تشریح وفد عبدالقیس پہلے ٦ ھ میں پھر فتح مکہ کے سال حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ حرمت والے مہینے رجب' ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ ان میں اہل عرب لڑائی موقوف کر دیتے اور ہر طرف امن و امان ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے یہ وفد ان ہی مہینوں میں حاضر ہو سکتا تھا۔ آپ نے ان کو ارکان اسلام کی تعلیم فرمائی اور شراب سے روکنے کے لیے ان برتنوں سے بھی روک دیا جن میں اہل عرب شراب تیار کرتے تھے۔ حنتم (سبز رنگ کی مرتبان جیسی گھڑیا جس پر روغن لگا ہوا ہوتا تھا) اور قسار (ایک قسم کا تیل جو جہاز پر ملا جاتا تھا) لگے ہوئے برتن) اور نقیر (کھجور کی جڑ کھود کر برتن کی طرح بنایا جاتا تھا)

باب میں آیت کریمہ لانے سے مقصود یہ ہے کہ نماز ایمان میں داخل ہے اور توحید کے بعد یہ دین کا اہم رکن ہے اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو بے نمازی کو کافر کہتے ہیں۔

٣- بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ

باب نماز درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا

٥٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

[راجع: ٥٧]

(۵۲۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے' اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

جریر اپنی قوم کے سردار تھے' ان کو عام خیر خواہی کی نصیحت کی' اور عبدالقیس کے لوگ سپاہ پیشہ تھے اس لئے ان کو پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

٤- بَابٌ: الصَّلَاةُ كَفَّارَةٌ

باب اس بیان میں کہ گناہوں کے لیے نماز کفارہ ہے

(یعنی اس سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں)

٥٢٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ: أَنَا، كَمَا قَالَهُ. قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ! أَوْ عَلَيْهَا - لَجَرِيءٌ. قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالأَمْرُ وَالنَّهْيُ. قَالَ: لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ، وَلَكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ. قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا لَبَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: إِذَنْ لَا يُغْلَقُ

(۵۲۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش کی روایت سے بیان کیا' اعمش (سلیمان بن مہران) نے کہا کہ مجھ سے شقیق بن مسلمہ نے بیان کیا' شقیق نے کہا کہ میں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے پوچھا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں بولا' میں نے اسے (اسی طرح یاد رکھا ہے) جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے' کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتن کو معلوم کرنے میں بہت بے باک تھے۔ میں نے کہا کہ انسان کے گھر والے' مال' اولاد اور پڑوسی سب فتنہ (کی چیز) ہیں۔ اور نماز' روزہ' صدقہ' اچھی بات کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ان فتنوں کا کفارہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھتا' مجھے تم اس فتنہ کے بارے میں بتلاؤ جو سمندر کی موج کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا بڑھے گا۔

أَبَدًا. قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ: نَعَمْ. كَمَا أَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ. إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالأَغَالِيْطِ. فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: الْبَابُ عُمَرُ.

[أطرافه في : ١٤٣٥، ١٨٩٥، ٣٥٨٦، ٧٠٩٦].

اس پر میں نے کہا کہ یا امیرالمومنین! آپ اس سے خوف نہ کھائیے۔ آپ کے اور فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا (صرف) کھولا جائے گا۔ میں نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ بول اٹھے' کہ پھر تو وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔ شقیق نے کہا کہ ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا' کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دروازہ کے متعلق کچھ علم رکھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں! بالکل اسی طرح جیسے دن کے بعد رات کے آنے کا۔ میں نے تم سے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جو قطعاً غلط نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے میں ڈر ہوتا تھا (کہ دروازہ سے کیا مراد ہے) اس لیے ہم نے مسروق سے کہا (کہ وہ پوچھیں) انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

تشریح یہاں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کا نتیجہ شیعہ سنی کی شکل میں آج تک موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بند دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ ایک مرتبہ فتنے شروع ہونے پر پھر بڑھتے ہی جائیں گے۔ چنانچہ امت کا افتراق محتاج تفصیل نہیں اور فقہی اختلافات نے تو بالکل ہی بیڑا غرق کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ تقلید جامد کے نتائج ہیں۔

٥٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلِيَ هَذَا؟ قَالَ: ((لِجَمِيْعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ)).

[طرفه في : ٤٦٨٧].

(٥٢٦) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' سلیمان تیمی کے واسطہ سے' انہوں نے ابو عثمان نہدی سے' انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسہ لے لیا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کو اس حرکت کی خبر دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' کہ نماز دن کے دونوں حصوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے بھی' اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ تو آپ نے فرمایا' کہ نہیں بلکہ میری تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ اس آیت میں برائیوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز دوسری نماز تک کفارہ ہے گناہوں کا جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

٥- بَابُ فَضْلِ الصَّلاَةِ لِوَقْتِهَا

باب نماز وقت پر پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں

٥٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ: حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ - وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا)). قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ((بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)). قَالَ: ثُمَّ أَيُّ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ)). قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.

(۵۲۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عیزار کوفی نے خبر دی' کہا کہ میں نے ابو عمرو شیبانی سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا' (آپ عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔) انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا' پھر پوچھا' اس کے بعد' فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد' آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)

[أطرافه في : ٢٧٨٢، ٥٩٧٠، ٧٥٣٤].

تشریح دوسری حدیثوں میں جو اور کاموں کو افضل بتایا ہے وہ اس کے خلاف نہیں' آپؐ ہر شخص کی حالت اور وقت کا تقاضا دیکھ کر اس کے لئے جو کام افضل نظر آتا وہ بیان فرماتے' جہاد کے وقت جہاد کو افضل بتلاتے اور قحط و گرانی میں لوگوں کو کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر نماز کا عمل ایسا ہے کہ یہ ہر حال میں اللہ کو بہت ہی محبوب ہے جب کہ اسے آداب مقررہ کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک بہترین عمل ہے۔

٦- بَابٌ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ للخطايا إذا صلاهن بوقتهن في الجماعة و غيرها

باب اس بیان میں کہ پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کوئی ان کو جماعت سے یا اکیلا ہی اپنے وقت پر پڑھے۔

٥٢٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟)) قَالُوا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا. قَالَ:

(۵۲۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے یزید بن عبداللہ کی روایت سے' انہوں نے محمد بن ابراہیم تیمی سے' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپؐ فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو' اور وہ روزانہ اس میں پانچ پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! ہرگز نہیں۔

((فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا)).

آپؐ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے۔ کہ اللہ پاک ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

٧- بَابُ فِيْ تَضْيِيْعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

باب اس بارے میں کہ بے وقت نماز پڑھنا' نماز کو ضائع کرنا ہے۔

٥٢٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ. قِيْلَ: الصَّلَاةُ. قَالَ: أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيْهَا.

(٥٢٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے مہدی بن میمون نے غیلان بن جریر کے واسطہ سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے عہد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا' نماز تو ہے۔ فرمایا اس کے اندر بھی تم نے کر رکھا ہے جو کر رکھا ہے۔

٥٣٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُوعُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ أَخُو عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ لَهُ: مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلاَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ. وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

(٥٣٠) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبدالواحد بن واصل ابو عبیدہ حداد نے خبر دی' انہوں نے عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔ اور بکر بن خلف نے کہا کہ ہم سے محمد بن بکر برسانی نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن ابی رواد نے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو نمازوں کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تاخیر سے نماز پڑھنے کو نماز کا ضائع کرنا قرار دیا۔ امام زہری نے حضرت انسؓ سے یہ حدیث دمشق میں سنی تھی۔ جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کی امارت کے زمانہ میں دمشق کے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے حجاج کی شکایت کرنے آئے تھے کہ وہ نماز بہت دیر کر کے پڑھاتے ہیں۔ ایسے ہی وقت میں ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنی نماز وقت پر ادا کر لو اور بعد میں جماعت سے بھی پڑھ لو تاکہ فتنہ کا وقوع نہ ہو۔ یہ نفل نماز ہو جائے گی۔

مولانا وحیدالزماں صاحب حیدر آبادی نے کیا خوب فرمایا کہ اللہ اکبر جب حضرت انسؓ کے زمانہ میں یہ حال تھا تو وائے برحال ہمارے زمانے کے اب تو توحید سے لے کر شروع عبادات تک لوگوں نے نئی باتیں اور نئے اعتقاد تراش لئے ہیں جن کا آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نشان گمان بھی نہ تھا۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے طریق کے موافق چلتا ہے اس پر

طرح طرح کی تہمتیں رکھی جاتی ہیں' کوئی ان کو وہابی کہتا ہے کوئی لا مذہب کہتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

٨- بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

باب اس بارے میں کہ نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ طور پر بات چیت کرتا ہے۔

٥٣١- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلاَ يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)). [راجع: ٢٤١]

(۵۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے قتادۃ ابن دعامہ کے واسطے سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اس لیے اپنی داہنی جانب نہ تھوکنا چاہیے لیکن بائیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

یہ حکم خام مساجد کے لیے تھا جہاں تھوک جذب ہو جایا کرتا تھا اب ضروری ہے کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے۔

٥٣٢- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلاَ يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَزَقَ فَلاَ يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لاَ يَتْفُلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شُعْبَةُ لاَيَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لاَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ وَ تَحْتَ قَدَمِهِ وَ قَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لاَ يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَ لاَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ٢٤١]

(۵۳۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' آپ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کرنے میں اعتدال رکھو (سیدھی طرح پر کرو) اور کوئی شخص تم میں سے اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔ جب کسی کو تھوکنا ہی ہو تو سامنے یا داہنی طرف نہ تھوکے' کیونکہ وہ نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ باتیں کرتا رہتا ہے اور سعید نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ آگے یا سامنے نہ تھوکے البتہ بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ اپنے سامنے اور دائیں جانب نہ تھوکے' بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

تشریح سجدہ میں اعتدال یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے' کہنیوں کو دونوں پہلو سے اور پیٹ کو زانوں سے جدا رکھے۔ حمید کی روایت کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب المساجد میں نکالا ہے۔ حافظ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تعلیقات کو اس واسطے ذکر کیا کہ قتادہ کے اصحاب کا اختلاف اس حدیث کی روایت میں معلوم ہو' اور شعبہ کی روایت سب سے زیادہ پوری ہے مگر اس میں سرگوشی کا ذکر نہیں ہے۔

٩- بَابُ الإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

باب اس بارے میں کہ سخت گرمی میں ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت پڑھنا۔

٥٣٣، ٥٣٤- حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ: حَدَّثَنَا الأَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلاَةِ، فَإِنَّ شِدَّةِ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)).

[أطرافه في : ٥٣٦].

(۵۳۳' ۵۳۴) ہم سے ایوب بن سلیمان مدنی نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوبکر عبدالحمید بن ابی اویس نے سلیمان بن بلال کے واسطہ سے کہ صالح بن کیسان نے کہا کہ ہم سے اعرج عبدالرحمٰن وغیرہ نے حدیث بیان کی۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے تھے' اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع عبداللہ بن عمرؓ سے اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔ کہ ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' کیونکہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔

٥٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ فَقَالَ: ((أَبْرِدْ أَبْرِدْ)) - أَوْ قَالَ: ((انْتَظِرْ انْتَظِرْ)) - وَقَالَ: ((شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلاَةِ)). حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ.

[أطرافه في : ٥٣٩، ٦٢٩، ٣٢٥٨].

(۵۳۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا' ان سے شعبہ بن حجاج نے مہاجر ابوالحسن کی روایت سے بیان کیا' انہوں نے زید بن وہب ہمدانی سے سنا۔ انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ کے مؤذن (بلال) نے ظہر کی اذان دی تو آپؐ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر' ٹھنڈا کر' یا یہ فرمایا کہ انتظار کر' انتظار کر' اور فرمایا کہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہے۔ اس لئے جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو' پھر ظہر کی اذان اس وقت کہی گئی جب ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔

تشریح: ٹھنڈا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ زوال کے بعد پڑھے نہ یہ کہ ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد' کیونکہ ایک مثل سایہ ہو جانے پر تو عصر کا اول وقت ہو جاتا ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ زوال ہونے پر فوراً پڑھ لینا یہ تعجیل ہے' اور ذرا دیر کر کے تاکہ موسم گرما میں کچھ خنکی آ جائے پڑھنا یہ ابراد ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں و قد اختار قوم من اهل العلم تاخیر صلوٰة الظهر فی شدة الحر و هو قول ابن المبارک و احمد و اسحاق یعنی اہل علم کی ایک جماعت کا مذہب مختار یہی ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے پڑھی جائے۔ عبداللہ بن مبارک و احمد و اسحاق کا یہی فتویٰ ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ظہر کو عصر کے اول وقت ایک مثل تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے' جب کہ بدلائل قویہ ثابت ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی مقام پر متعدد روایات سے عصر کا اول وقت بیان فرمایا ہے۔ جو ایک مثل سایہ ہونے

پر شروع ہو جاتا ہے۔ جو کہ مختار مذہب ہے اور دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہے۔

٥٣٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [راجع: ٥٣٣]

(٥٣٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا اس حدیث کو ہم نے زہری سے سن کر یاد کیا' وہ سعید بن مسیب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں' وہ ابوہریرہؓ سے' وہ نبی کریم ﷺ سے کہ جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو' کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی آگ کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

٥٣٧- حَدَّثَنَا ((وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ: يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ، وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ)).
[طرفه في : ٣٢٦٠].

(٥٣٧) دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! (آگ کی شدت کی وجہ سے) میرے بعض حصہ نے بعض حصہ کو کھا لیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں۔ اب انتہائی سخت گرمی اور سخت سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو وہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

تشریح دوزخ نے حقیقت میں شکوہ کیا' وہ بات کر سکتی ہے جب کہ آیت شریفہ ﴿ ويوم نقول لجهنم ﴾ (ق : ٣٠) میں وارد ہے کہ ہم قیامت کے دن دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تیرا پیٹ بھر گیا' وہ جواب دے گی کہ ابھی تک تو بہت گنجائش باقی ہے۔

وقال عياض انه الا ظهر والله قادر على خلق الحياة بجزء منها حتى تكلم اويخلق لها كلاما يسمعه من شاء من خلقه و قال القرطبى لا احالة فى حمل اللفظ على حقيقته و اذا اخبر الصادق بامرجائز لم يحتج الى تاويله فحمله على حقيقته اولى (مرعاة المفاتيح ج ا ص ٣٩٢)

یعنی عیاض نے کہا کہ یہی امر ظاہر ہے اللہ پاک قادر ہے کہ دوزخ کو کلام کرنے کی طاقت بخشے اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے اس کی بات سنا دے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس امر کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور جب صادق و مصدوق ﷺ نے ایک امر جائز کی خبر دی ہے تو اس کی تاویل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کو حقیقت ہی پر محمول کیا جانا مناسب ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:۔ اختلف العلماء فى معناه فقال بعضهم هو على ظاهره و قيل بل هو على وجه التشبيه والاستعارة و تقديره ان شدة الحر تشبه نارجهنم فاحذروه و اجتنبوا ضرره قال والاول اظهر وقال النووى هو الصواب لانه ظاهر الحديث ولا مانع من حمله على حقيقته موجب الحكم بانه على ظاهره انتهى (نيل) یعنی اس کے معنے میں بعض عالم اس کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں' بعض کہتے ہیں کہ اس حرارت کو دوزخ کی آگ سے تشبیہ دی گئی اور کہا گیا کہ اس کے ضرر سے بچو اور اول مطلب ہی ظاہر ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہی صواب ہے' اس لئے کہ حدیث ظاہر اور اسے حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزمان صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ دوزخ گرمی میں سانس نکالتی ہے' یعنی دوزخ کی بھاپ اوپر کو نکلتی ہے اور زمین کے رہنے والوں کو لگتی ہے' اس کو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں اندر کو سانس لیتی ہے تو اوپر گرمی نہیں محسوس ہوتی' بلکہ زمین کی ذاتی سردی غالب آکر رہنے والوں کو سردی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں کوئی بات عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ اور حدیث میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زمین کے اندر دوزخ موجود ہے۔ جیالوجی والے کہتے ہیں کہ تھوڑے فاصلہ پر زمین کے

اندر ایسی گرمی ہے کہ وہاں کے تمام عنصر پانی کی طرح پگھلے رہتے ہیں۔ اگر لوہا وہاں پہنچ جائے تو اسی دم گل کر پانی ہو جائے۔

سفیان ثوری کی روایت جو حدیث ہذا کے آخر میں درج ہے اسے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدء الخلق میں اور یحییٰ کی روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے وصل کیا ہے۔ لیکن ابو عوانہ کی روایت نہیں ملی۔

٥٣٨- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). تَابَعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيَى وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الأَعْمَشِ.

[طرفه في : ٣٢٥٩].

(۵۳۸) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو صالح ذکوان نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا (کہ گرمی کے موسم میں) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو' کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس حدیث کی متابعت سفیان ثوری' یحییٰ اور ابو عوانہ نے اعمش کے واسطہ سے کی ہے۔

١٠- بَابُ الإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ

باب اس بارے میں کہ سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

٥٣٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلَى لِبَنِي تَيْمِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبْرِدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)) حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلاَةِ)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : يَتَفَيَّأُ يَتَمَيَّلُ. [راجع: ٥٣٥]

(۵۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے بنی تیم اللہ کے غلام مہاجر ابو الحسن نے بیان کیا' کہا کہ میں نے زید بن وہب جہنی سے سنا' وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت کو ٹھنڈا ہونے دو' مؤذن نے (تھوڑی دیر بعد) پھر چاہا کہ اذان دے' لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ جب ہم نے ٹیلے کا سایہ ڈھلا ہوا دیکھ لیا۔ (تب اذان کہی گئی) پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی تیزی جہنم کی بھاپ کی تیزی سے ہے۔ اس لئے جب گرمی سخت ہو جایا کرے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یتفیئو (کا لفظ جو سورۂ نحل میں ہے) کے معنے یتمیل (جھکنا' مائل ہونا) ہیں۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا آ جائے جو قرآن میں بھی ہو تو ساتھ ہی قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یتفیؤ کا لفظ ہے جو قرآن مجید میں یتفیئوا مذکور ہوا ہے' مادہ ہر دو کا ایک ہی ہے' اس لیے اس کی تفسیر بھی نقل کر دی۔ پوری آیت سورہ نحل میں ہے جس میں ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لیے کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف جھکتا رہتا ہے۔

١١- بَابُ وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

وَقَالَ جَابِرٌ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ

باب اس بیان میں کہ ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے۔ اور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کی گرمی میں (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے۔

٥٤٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: ثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ، فَذَكَرَ أَنَّ فِيْهَا أُمُورًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلاَ تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلاَّ أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا)). فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)). فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ: مَنْ أَبِي ؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حُذَافَةُ)) ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: ((سَلُونِي)). فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلاَمِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا. فَسَكَتَ. ثُمَّ قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هَذَا الْحَائِطِ، فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ)).

[راجع: ٩١]

(٥٤٠) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا ہم سے شعیب نے زہری کی روایت سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج ڈھلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ قیامت میں بڑے عظیم امور پیش آئیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے۔ کیونکہ جب تک میں اس جگہ پر ہوں تم مجھ سے جو بھی پوچھو گے۔ میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔ لوگ بہت زیادہ رونے لگے۔ آپؐ برابر فرماتے جاتے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حذافہ تھے۔ آپ اب بھی برابر فرما رہے تھے کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ ادب سے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ (پس اس گستاخی سے ہم باز آتے ہیں کہ آپ سے جا اور بیجا سوالات کریں) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی میرے سامنے جنت اور جہنم اس دیوار کے کونے میں پیش کی گئی تھی۔ پس میں نے نہ ایسی کوئی عمدہ چیز دیکھی (جیسی جنت تھی) اور نہ کوئی ایسی بری چیز دیکھی (جیسی دوزخ تھی)

تشریح یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں بھی گذر چکی ہے۔ لفظ خرج حین زاغت الشمس سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کہ ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں کچھ سوال و جواب کا بھی ذکر ہے۔ آپؐ کو خبر لگی تھی کہ منافق لوگ امتحان کے طور پر آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اس لئے آپؐ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ جو تم چاہو مجھ سے پوچھو۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا کہتے تھے۔ للذا انہوں نے تحقیق چاہی اور آپؐ کے جواب سے خوش ہوئے۔ لوگ آپ کی خفگی دیکھ کر خوف سے رونے لگے' کہ اب خدا کا عذاب آئے گا یا جنت و دوزخ کا ذکر سن کر رونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ غصہ معلوم کر کے وہ

الفاظ کہے جن سے آپ کا غصہ جاتا رہا۔ (ﷺ)

٥٤١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهُ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ. وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ. وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ. وَلاَ يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ. - ثُمَّ قَالَ - إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ. وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ : ثُمَّ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ : أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

[أطرافه في: ٥٤٧، ٥٦٨، ٥٩٩، ٧٧١].

(۵۴۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابوالمنہال کی روایت سے' انہوں نے ابو برزہ (فضلہ بن عبید رضی اللہ عنہ) سے' انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب ہم اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتے تھے۔ صبح کی نماز میں آنحضور ﷺ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے۔ اور آپؐ ظہر اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور عصر کی نماز اس وقت کہ ہم مدینہ منورہ کی آخری حد تک (نماز پڑھنے کے بعد) جاتے لیکن سورج اب بھی تیز رہتا تھا۔ نماز مغرب کا حضرت انسؓ نے جو وقت بتایا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور آنحضور ﷺ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' پھر ابوالمنہال نے کہا کہ آدھی رات تک (مؤخر کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور معاذ نے کہا کہ شعبہ نے فرمایا کہ پھر میں دوبارہ ابوالمنہال سے ملا تو انہوں نے فرمایا "یا تہائی رات تک۔"

٥٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ - قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِّي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ فَسَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. [راجع: ٣٨٥]

(۵۴۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے غالب قطان نے بکر بن عبداللہ مزنی کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ جب ہم (گرمیوں میں) نبی کریم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز دوپہر دن میں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے کپڑوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ شدت گرمی میں جب ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو کہ نہ کوئی سایہ ہو نہ فرش ہو تو کپڑے پر سجدہ کر لینا جائز ہے۔

١٢- بَابُ تَأْخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

باب اس بارے میں کہ کبھی ظہر کی نماز عصر کے وقت تک تاخیر کر کے پڑھی جا سکتی ہے۔

٥٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

(۵۴۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا عمرو بن دینار سے۔ انہوں نے جابر بن زید سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں رہ کر سات رکعات

صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَقَالَ أَيُّوبُ : لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ؟ قَالَ : عَسَى.
[طرفاه في : ٥٦٢، ١١٧٤].

(ایک ساتھ) اور آٹھ رکعات (ایک ساتھ) پڑھیں۔ ظہر اور عصر (کی آٹھ رکعات) اور مغرب اور عشاء (کی سات رکعات) ایوب سختیانی نے جابر بن زید سے پوچھا شاید برسات کا موسم رہا ہو۔ جابر بن زید نے جواب دیا کہ غالباً ایسا ہی ہو گا۔

تشریح ترمذی نے سعید بن جبیر عن ابن عباس سے اس حدیث پر یہ باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین یعنی دو نمازوں کے جمع کرنے کا بیان۔ اس روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا' ایسے حال میں کہ آپؐ مدینہ میں تھے اور آپؐ کو نہ کوئی خوف لاحق تھا نہ بارش تھی۔ ابن عباسؓ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتلایا کہ ارادان لاتحرج امته تاکہ آپ کی امت مشقت میں نہ ڈالی جائے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال الحافظ فی الفتح و قد ذهب جماعة من الائمة الی اخذ بظاهر هذا الحديث فجوزوا الجمع فی الحضر مطلقا لكن بشرط ان لايتخذ ذالک عادة و ممن قال به ابن سيرين و ربيعة واشهب و ابن المنذر والقفال الكبير و حكاه الخطابی عن جماعة من اهل الحديث انتهى. وذهب الجمهور الى ان الجمع بغير عذر لايجوز ﴾ (تحفة الاحوذی ج ا ص ۱۶۶)

یعنی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر ہی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور حضر میں بھی مطلقاً انہوں نے جائز کہا ہے۔ کہ دو نمازوں کو جمع کر لیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ اسے عادت نہ بنا لیا جائے۔ ابن سیرینؒ ربیعہ' اشہب' ابن منذر' قفال کبیر کا یہی فتویٰ ہے۔ اور خطابی نے اہلحدیث کی ایک جماعت سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ مگر جمہور کہتے ہیں کہ بغیر عذر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اتنے اماموں کا اختلاف ہونے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جمع کرنا بالا جماع ناجائز ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے مریض اور مسافر کے لئے ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء میں جمع کرنا مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ دلائل کی رو سے یہی مذہب قوی ہے۔

١٣- بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

باب نماز عصر کے وقت کا بیان

٥٤٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجُ مِنْ حُجْرَتِهَا. [راجع: ٥٢٢]

(۵۴۴) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا ہم سے انس بن عیاض لیثی نے ہشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے اپنے والد سے کہ حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ ان کے حجرہ میں سے ابھی دھوپ باہر نہیں نکلتی تھی۔

٥٤٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا. [راجع: ٥٢٢]

(۵۴۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی تو دھوپ ان کے حجرہ ہی میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔

٥٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. وَقَالَ الْمَلِكُ وَيَحْيَي بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ : وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

(۵۴۶) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج ابھی میرے حجرے میں جھانکتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) کہتے ہیں کہ امام مالک اور یحییٰ بن سعید' شعیب رحمہم اللہ اور ابن ابی حفصہ کے روایتوں میں (زہری سے) والشمس قبل ان تظهر کے الفاظ ہیں' (جن کا مطلب یہ ہے کہ دھوپ ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی)

٥٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ - الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى - حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ. وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ. وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ. وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ، وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ٥٤١]

(۵۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں عوف نے خبر دی سیار بن سلامہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے باپ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے میرے والد نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازیں کن وقتوں میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوپہر کی نماز جسے تم "پہلی نماز" کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھر واپس جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ سیار نے کہا کہ مغرب کے وقت کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور عشاء کی نماز جسے تم "عتمہ" کہتے ہو اس میں دیر کو پسند فرماتے تھے' اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: روایت مذکور میں ظہر کی نماز کو نماز اولیٰ اس لئے کہا گیا کہ جس وقت آنحضرت ﷺ کو اوقات نماز کی تعلیم دینے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے تو انہوں نے پہلے آنحضرت ﷺ کو ظہر کی نماز ہی پڑھائی تھی۔ اس لئے راویان احادیث اوقات نماز کے بیان میں ظہر کی نماز ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اس روایت اور دوسری روایات سے صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز آنحضرت ﷺ اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے ہی پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس حقیقت کے اظہار کے لیے ان روایات میں مختلف

الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں میں اسے والشمس مرتفعة حية سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ابھی سورج کافی بلند اور خوب تیز ہوا کرتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ "عصر کے وقت دھوپ میرے حجرہ ہی میں رہتی تھی۔" کسی روایت میں یوں مذکور ہوا ہے کہ "نماز عصر کے بعد لوگ اطراف مدینہ میں چار چار میل تک کا سفر کر جاتے اور پھر بھی سورج رہتا تھا۔" ان جملہ روایات کا واضح مطلب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں عصر کی نماز اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ادا کر لی جاتی تھی۔ اس لئے بھی کہ عصر ہی کی نماز صلوٰۃ الوسطیٰ ہے جس کی حفاظت کرنے کا اللہ نے خاص حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرۃ : ۲۳۸) یعنی نمازوں کی حفاظت کرو۔ اور درمیانی نماز کی خاص حفاظت کرو (جو عصر کی نماز ہے) اور اللہ کے لیے فرمانبردار بندے بن کر (باوفا غلاموں کی طرح مودب) کھڑے ہو جایا کرو۔

ان ہی احادیث و آیات کی بنا پر عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر مقرر ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ و دیگر اکابر علمائے اسلام و آئمہ کرام کا یہی مسلک ہے۔ مگر محترم علمائے احناف عصر کی نماز کے لیے اول وقت کے قائل نہیں ہیں۔ اور مذکورہ احادیث کی تاویلات کرنے میں ان کو بڑی کاوش کرنی پڑی ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

عجیب کاوش: یہ عجیب کاوش ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان پر جس میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ عصر کی نماز ایسے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے کہ دھوپ میرے حجرہ سے باہر نہیں نکلتی تھی جس کا مطلب واضح ہے کہ سورج بہت کافی بلند ہوتا تھا۔ مگر بعض علمائے احناف نے یہاں عجیب بیان دیا ہے جو یہ ہے کہ

"ازواج مطہرات کے حجروں کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں۔ اس لئے غروب سے پہلے کچھ نہ کچھ دھوپ حجرہ میں باقی رہتی تھی۔ اس لئے اگر آنحضور ﷺ کی نماز عصر کے وقت حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپؐ نماز سویرے ہی پڑھ لیتے تھے۔" (تفہیم البخاری' پ: ۳/ ص: ۱۸)

حمایت مسلک کا خبط ایسا ہوتا ہے کہ انسان قائل کے قول کی ایسی توجیہ کر جاتا ہے' جو قائل کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔ سوچنا یہاں یہ تھا کہ بیان کرنے والی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں' جن کا ہر لحاظ سے امت میں ایک خصوصی مقام ہے۔ ان کا اس بیان سے اصل منشاء کیا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی نماز عصر کا اول وقت ان لفظوں میں بیان فرما رہی ہیں یا آخر وقت کے لیے یہ بیان دے رہی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں ادنیٰ غور و تامل سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے محترم صاحب تفہیم البخاری کی یہ کاوش بالکل غیر مفید ہے۔ اور اس بیان صدیقہؓ سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ بلا شک و شبہ عصر کی نماز اول وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حرمین شریفین کا معمول آج بھی دنیائے اسلام کے سامنے ہے۔ خود ہمارے وطن کے ہزاروں حاجی حرمین شریفین ہر سال جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں عصر کی نماز کتنے اول وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

صاحب تفہیم البخاری نے اس بیان سے ایک سطر قبل خود ہی اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حضرت عائشہؓ کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ بھی اول وقت ہی میں پڑھتے تھے۔" (حوالہ مذکور)

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کیا ضرورت تھی کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کا سہارا لے کر بیان حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایسی رکیک تاویل کی جائے کہ دیکھنے اور پڑھنے والوں کے لئے وجہ حیرت بن جائے۔ حجرات نبوی کی دیواریں چھوٹی ہوں یا بڑی اس سے بحث نہیں مگر یہ تو ایک امر مسلمہ ہے کہ سورج جس قدر بھی اونچا رہتا حجرات نبوی میں دھوپ باقی رہتی اور جوں جوں سورج غروب ہونے کو جاتا وہ دھوپ بھی حجروں سے باہر نکل جاتی تھی۔ پھر دوسری روایات میں مزید وضاحت کے لیے یہ صریح الفاظ موجود ہیں کہ سورج بلند اور

خوب روشن رہا کرتا تھا' ان الفاظ نے امام طحاوی کی پیش کردہ توجیہ کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تقلید محض کی بیماری سے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت روبزوال ہو جاتی ہے اور یہاں یہی ماجرا ہے۔

٥٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّونَ الْعَصْرَ.

[أطرافه في : ٥٥٠، ٥٥١، ٧٣٢٩].

(۵۴۸) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' وہ امام مالک رحمہ اللہ سے' انہوں نے اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ سے روایت کیا' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا' انہوں نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکتے اور اس کے بعد کوئی بنی عمرو بن عوف (قبا) کی مسجد میں جاتا تو ان کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

٥٤٩- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُوبَكْرِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ : صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ: يَا عَمِّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ: الْعَصْرُ، وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.

(۵۴۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں ابو بکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی' انہوں نے کہا میں نے ابو امامہ (سعد بن سہل) سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نکل کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اے مکرم چچا! یہ کون سی نماز آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا کہ عصر کی اور اسی وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ بھی یہ نماز پڑھتے تھے۔

٥٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ. [راجع: ٥٤٨]

(۵۵۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا کہ کہا ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلند اور تیز روشن ہوتا تھا۔ پھر ایک شخص مدینہ کے بالائی علاقہ کی طرف جاتا وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند رہتا تھا (زہری نے کہا کہ) مدینہ کے بالائی علاقہ کے بعض مقامات تقریباً چار میل پر یا کچھ ایسے ہی واقع ہیں۔

٥٥١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

(۵۵۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب زہری کے واسطہ سے خبر دی' انہوں نے حضرت انس

مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ. [راجع: ٥٤٨]

بن مالک ؓ سے کہ آپ نے فرمایا' ہم عصر کی نماز پڑھتے (نبی کریم ﷺ کے ساتھ) اس کے بعد کوئی شخص قبا جاتا اور جب وہاں پہنچ جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

تشریح عوالی ان دیہات کو کہا گیا جو مدینہ کے اطراف میں بلندی پر واقع تھے۔ ان میں بعض چار میل بعض چھ میل' بعض آٹھ آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو جاتا ہے۔ دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ آدمی چار چھ میل دور جا سکے اور دھوپ ابھی تک خوب تیز باقی رہے۔ اس لیے عصر کے لیے اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو حضرات ایک مثل کا انکار کرتے ہیں وہ اگر بنظر انصاف ان جملہ احادیث پر غور کریں گے تو ضرور اپنے خیال کی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر نظر انصاف درکار ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں :۔ وهودليل لمذهب مالک والشافعی واحمد والجمهور من العترة و غيرهم القائلين بان اول وقت العصر اذاصار ظل كل شيئى مثله و فيه رد لمذهب ابى حنيفة فانه قال ان اول وقت العصر لا يدخل حتى يصيرظل الشئى مثليه (نیل) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' احمد رحمۃ اللہ علیہ' شافعی رحمۃ اللہ علیہ' اور جمہور عترت کا یہی مذہب ہے اور اس حدیث میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تردید ہے جو سایہ دو مثل سے قبل عصر کا وقت نہیں مانتے۔

١٤- بَابُ إِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

باب اس بیان میں کہ نماز عصر چھوٹ جانے پر کتنا گناہ ہے

٥٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الَّذِيْ تَفُوتُهُ صَلاَةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ)).

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ قَتَلْتَ لَهُ قَتِيْلاً أَوْ أَخَذْتَ لَهُ مَالاً.

(۵۵۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک نے نافع کے ذریعہ سے خبر پہنچائی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۂ محمد میں جو یترکم کا لفظ آیا ہے وہ وتر سے نکالا گیا ہے۔ وتر کہتے ہیں کسی شخص کا کوئی آدمی مار ڈالنا یا اس کا مال چھین لینا۔

١٥- بَابُ اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

باب اس بیان میں کہ نماز عصر چھوڑ دینے پر کتنا گناہ ہے۔

٥٥٣- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ، فَقَالَ: بَكِّرُوا بِصَلاَةِ الْعَصْرِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ

(۵۵۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عبداللہ دستوائی نے بیان کیا' کہا ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے خبر دی۔ انہوں نے ابوالملیح سے' کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ ابر وبارش کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ و

ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ صَلاَةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ)). [طرفه في : ٥٩٤].

سلم نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی' اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔

١٦- بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ الْعَصْرِ

باب نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں۔

٥٥٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً - يَعْنِي الْبَدْرَ - فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)). ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: افْعَلُوا، لاَ تَفُوتَنَّكُمْ.

[أطرافه في : ٥٧٣، ٤٧٥١، ٧٤٣٤، ٧٤٣٥، ٧٤٣٦].

(۵۵۴) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا' کہا ہم سے مروان بن معاویہ نے' کہا ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے۔ انہوں نے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ آپؐ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی' پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔" اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔

٥٥٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ- وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ -: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ)).

(۵۵۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان سے' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے' کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب

[أطرافه في : ٣٢٢٣، ٧٤٢٩، ٧٤٨٦]. بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح: فرشتوں کا یہ جواب ان ہی نیک بندوں کے لئے ہو گا جو نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نماز کو پابندی کے ساتھ ادا ہی نہ کیا۔ اللہ کے دربار میں فرشتے ان کے بارے میں کیا کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین ہی ہیں۔ جو آدمی کی محافظت کرتے ہیں' صبح و شام ان کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ قرطبی نے کہا یہ دو فرشتے ہیں اور پروردگار جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا ان سے پوچھنا ان کے قائل کرنے کے لیے ہے جو انہوں نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ آدمی زاد زمین میں خون اور فساد کریں گے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

باب جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پڑھ سکا تو اس کی نماز ادا ہو گئی۔

٥٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهُ، وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهُ)).

(۵۵۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' انہوں نے ابو سلمہ سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پا سکا تو پوری نماز پڑھے (اس کی نماز ادا ہوئی نہ قضا) اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی پا سکے تو پوری نماز پڑھے۔

[طرفاه في : ٥٧٩، ٥٨٠].

تشریح: اس حدیث کے ذیل حضرت العلام مولانا نواب وحید الزماں خان صاحب رحمہ اللہ کے تشریحی الفاظ یہ ہیں:۔

"اس پر تمام آئمہ اور علماء کا اجماع ہے۔ مگر حنفیوں نے آدھی حدیث کو لیا ہے اور آدھی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن فجر کی صحیح نہ ہو گی' ان کا قیاس حدیث کے برخلاف ہے اور خود ان ہی کے امام کی وصیت کے مطابق چھوڑ دینے کے لائق ہے۔"

بیہقی میں مزید وضاحت یوں موجود ہے۔ من ادرک رکعة من الصبح فلیصل الیها اخری جو فجر کی ایک رکعت پا لے اور سورج نکل آئے تو وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملا لے اس کی نماز فجر صحیح ہو گی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:۔

ویوخذ من هذا الرد علی الطحاوی حیث خص الادراک باحتلام الصبی و طهر الحائض واسلام الکافر و نحوها واراد بذالک نصرة مذهبه فی ان من ادرک من الصبح رکعة تفسد صلوته لانه لا یکملها الا فی وقت الکراهة انتهی والحدیث یدل علی ان من ادرک رکعة من صلوة الصبح قبل طلوع الشمس فقد ادرک صلوة الصبح ولا تبطل بطلوعها کما ان من ادرک رکعة من صلوة العصر قبل غروب الشمس فقد ادرک صلوة العصر ولا تبطل بغروبها وبه قال مالک والشافعی واحمد واسحاق و هو الحق (مرعاة المفاتیح' ج:١/ ص: ٣٩٨)

اس حدیث مذکور سے امام طحاوی کا رد ہوتا ہے جنہوں نے حدیث مذکورہ کو اس لڑکے کے ساتھ خاص کیا ہے جو ابھی ابھی بالغ ہوا یا کوئی عورت جو ابھی ابھی حیض سے پاک ہوئی یا کوئی کافر جو ابھی ابھی اسلام لایا اور ان کو فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے مل گئی

تو گویا یہ حدیث ان کے ساتھ خاص ہے۔ اس تاویل سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا مقصد اپنے مذہب کی نصرت کرنا ہے۔ جو یہ ہے کہ جس نے صبح کی ایک رکعت پائی اور پھر سورج طلوع ہو گیا' تو اس کی نماز باطل ہو گئی اس لئے کہ وہ اس کی تکمیل مکروہ وقت میں کر رہا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ عام طور پر ہر شخص مراد ہے جس نے فجر کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے پالی اس کو ساری نماز کا ثواب ملے گا اور وہ نماز طلوع شمس سے باطل نہ ہو گی جیسا کہ کسی نے عصر کی ایک رکعت سورج چھپنے سے قبل پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی اور وہ غروب شمس سے باطل نہ ہو گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ' مالک رحمہ اللہ' احمد و اسحاق رحمہ اللہ سب کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے۔

۵۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا، فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا. ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الإِنْجِيلِ الإِنْجِيلَ، فَعَمِلُوا إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا، فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا. ثُمَّ أُوتِينَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَأُعْطِينَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ. فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ: أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلاَءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلاً. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوا: لاَ. قَالَ: فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ)).

[أطرافه في: ۲۲٦۷، ۲۲٦۹، ۳٤٥۹، ٥۰۲۱، ۷٤٦۷، ۷٥۳۳].

(۵۵۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا' کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے ابن شہاب سے' انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ فرماتے تھے کہ تم سے پہلے کی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری زندگی صرف اتنی ہے جتنا عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہوتا ہے۔ توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی۔ تو انہوں نے اس پر (صبح سے) عمل کیا۔ آدھے دن تک پھر وہ عاجز آ گئے' کام پورا نہ کر سکے' ان لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط (بقول بعض دینار کا ۶/۴ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا بیسواں حصہ) دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی' انہوں نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا' اور وہ بھی عاجز آ گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط ان کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت) ہم کو قرآن ملا۔ ہم نے اس پر سورج کے غروب ہونے تک عمل کیا (اور کام پورا کر دیا) ہمیں دو دو قیراط ثواب ملا۔ اس پر ان دونوں کتاب والوں نے کہا۔ اے ہمارے پروردگار! انہیں تو آپ نے دو دو قیراط دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے زیادہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا' تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ ظلم کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ (زیادہ اجر دینا) میرا فضل ہے جسے میں چاہوں دے سکتا ہوں۔

تشریح اس حدیث سے حنفیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے ورنہ جو وقت ظہر سے عصر تک ہے وہ اس وقت سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا جو عصر سے غروب آفتاب تک ہے' حالانکہ مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت اس وقت سے کم رکھا گیا ہے جو دوپہر دن سے عصر کی نماز تک ہے۔ اور اگر ایک مثل سایہ

پر عصر کی نماز ادا کی جائے جب بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے غروب تک جو وقت ہو گا وہ دوپہر سے تابفراغت از نماز عصر کم ہو گا' کیونکہ نماز کے لیے اذان ہو گی' لوگ جمع ہوں گے' وضو کریں گے' سنتیں پڑھیں گے' اس کے علاوہ حدیث کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا وقت یہود و نصاریٰ کے مجموعی وقت سے کم تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں لائے اس کی مناسبت بیان کرنا مشکل ہے' حافظ نے کہا اس سے اور اس کے بعد والی حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی عمل کے ایک جزو پر پوری مزدوری ملتی ہے اسی طرح جو کوئی فجر یا عصر کی ایک رکعت پالے' اس کو بھی اللہ ساری نماز وقت پر پڑھنے کا ثواب دے سکتا ہے۔ (اس حدیث میں مسلمانوں کا ذکر بھی ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ) کام تو کیا صرف عصر سے مغرب تک' لیکن سارے دن کی مزدوری ملی۔ وجہ یہ کہ انہوں نے شرط پوری کی' شام تک کام کیا' اور کام کو پورا کیا۔ اگلے دو گروہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔ کام کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ محنت مفت گئی۔

یہ مثالیں یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور توراۃ پر چلے لیکن اس کے بعد انجیل مقدس اور قرآن شریف سے منحرف ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے نہ مانا۔ اور نصاریٰ نے انجیل اور حضرت عیسیٰ ؑ کو مانا لیکن قرآن شریف اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہو گئے تو ان دونوں فرقوں کی محنت برباد ہو گئی۔ آخرت میں جو اجر ملنے والا تھا' اس سے محروم رہے۔ آخر زمانہ میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی سی مدت کام کیا۔ مگر کام کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں اور سب نبیوں کو مانا' لہٰذا سارا ثواب ان ہی کے حصہ میں آگیا۔ ﴿ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ﴾۔ (از حضرت مولانا وحید الزماں خاں صاحب محدث حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

٥٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً إِلَى اللَّيْلِ، فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لاَ حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ، فَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَومِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ. فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلاَةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا. فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَومِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ)). [طرفه في : ٢٢٧١]

(٥٥٨) ہم سے ابو کریب محمد بن علا نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبداللہ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے ابو بردہ عامر بن عبداللہ سے' انہوں نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور یہود و نصاری کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں سے مزدوری پر رات تک کام کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے آدھے دن کام کیا۔ پھر جواب دے دیا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں' (یہ یہود تھے) پھر اس شخص نے دوسرے مزدور بلائے اور ان سے کہا کہ دن کا جو حصہ باقی بچ گیا ہے (یعنی آدھا دن) اسی کو پورا کر دو۔ شرط کے مطابق مزدوری تمہیں ملے گی۔ انہوں نے بھی کام شروع کیا لیکن عصر تک وہ بھی جواب دے بیٹھے۔ (یہ نصاریٰ تھے) پس اس تیسرے گروہ نے (جو اہل اسلام ہیں) پہلے دو گروہوں کے کام کی پوری مزدوری لے لی۔

تشریح اس حدیث کو پچھلی حدیث کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ جس میں ذکر ہوا کہ یہود و نصاریٰ نے تھوڑا کام کیا اور بعد میں باغی ہو گئے۔ پھر بھی ان کو ایک ایک قیراط کے برابر ثواب دیا گیا۔ اور امت محمدیہ نے وفادارانہ طور پر اسلام کو قبول کیا اور تھوڑے وقت کام کیا' پھر بھی ان کو دوگنا اجر ملا' یہ اللہ کا فضل ہے' امت محمدیہ اپنی آمد کے لحاظ سے آخر وقت میں آئی' اسی کو عصر تا مغرب تعبیر کیا گیا ہے۔

١٨- بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب مغرب کی نماز کے وقت کا بیان۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مریض عشاء اور مغرب دونوں کو ایک ساتھ جمع کرلے گا۔

(اس اثر کو عبدالرزاق نے مصنف میں وصل کیا ہے)

٥٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ اِسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

(۵۵۹) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا' کہا ہم سے ولید بن مسلمہ نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا' کہا مجھ سے ابوالنجاشی نے بیان کیا۔ ان کا نام عطاء بن صہیب تھا اور یہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج سے سنا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر جب واپس ہوتے اور تیر اندازی کرتے (تو اتنا اجالا باقی رہتا تھا کہ) ایک شخص اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

تشریح حدیث سے ظاہر ہوا کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر فوراً ادا کرلی جایا کرتی تھی۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مغرب کی جماعت سے پہلے صحابہ دو رکعت سنت بھی پڑھا کرتے تھے' پھر فوراً جماعت کھڑی کی جاتی اور نماز سے فراغت کے بعد صحابہ کرام بعض دفعہ تیر اندازی کی مشق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اس وقت اتنا اجالا رہتا تھا کہ وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے۔ مسلمانوں میں مغرب کی نماز اول وقت پڑھنا تو سنت متوارثہ ہے۔ مگر صحابہ کی دوسری سنت یعنی تیر اندازی کو وہ اس طرح بھول گئے' گویا یہ کوئی کام ہی نہیں۔ حالانکہ تعلیمات اسلامی کی رو سے سپاہیانہ فنون کی تعلیمات بھی مذہبی مقام رکھتی ہیں۔

٥٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا: إِذَا رَآهُمْ

(۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے محمد بن جعفر نے' کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے' انہوں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے' انہوں نے کہا کہ حجاج کا زمانہ آیا (اور وہ نماز دیر کر کے پڑھایا کرتا تھا اس لیے) ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ٹھیک دوپہر میں پڑھایا کرتے تھے۔ ابھی سورج صاف اور روشن ہوتا تو نماز عصر پڑھاتے۔ نماز مغرب وقت آتے ہی پڑھاتے اور نماز عشاء کو کبھی جلدی پڑھاتے اور کبھی دیر

اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَأُوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ - كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ - يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرفه في : ٥٦٥].

سے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھا دیتے۔ اور اگر لوگ جلدی جمع نہ ہوتے تو نماز میں دیر کرتے۔ (اور لوگوں کا انتظار کرتے) اور صبح کی نماز صحابہ رضی اللہ عنہم یا (یہ کہا کہ) نبی ﷺ اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

٥٦١- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

(۵۶۱) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے' فرمایا کہ ہم نماز مغرب نبی ﷺ کے ساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا۔

٥٦٢- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا، وَثَمَانِيًا جَمِيعًا. [راجع: ٥٤٣]

(۵۶۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' کہا میں نے جابر بن زید سے سنا' وہ ابن عباسؓ کے واسطے سے بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سات رکعات (مغرب اور عشاء کی) ایک ساتھ اور آٹھ رکعات (ظہر اور عصر کی نمازیں) ایک ساتھ پڑھیں۔

١٩- بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

باب اس کے بارے میں جس نے مغرب کو عشاء کہنا مکروہ جانا

٥٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ - هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَغْلِبَنَّكُمُ الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلاَتِكُمْ الْمَغْرِبِ، قَالَ: وَيَقُولُ الأَعْرَابُ: هِيَ الْعِشَاءُ)).

(۵۶۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' جو عبداللہ بن عمرو ہیں' کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے حسین بن ذکوان سے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا' کہا مجھ سے عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا' ایسا نہ ہو کہ "مغرب" کی نماز کے نام کے لئے اعراب (یعنی دیہاتی لوگوں) کا محاورہ تمہاری زبانوں پر چڑھ جائے۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا یا خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بدوی مغرب کو عشاء کہتے تھے۔

تشریح: بدوی لوگ نماز مغرب کو عشاء اور نماز عشاء کو عتمہ سے موسوم کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدویوں کی اصطلاح غالب نہ ہونی چاہیے۔ بلکہ ان کو مغرب اور عشاء ہی کے ناموں سے پکارا جائے۔ عتمہ وہ باقی دودھ جو اونٹنی کے تھن میں رہ جاتا اور تھوڑی رات گذرنے کے بعد اسے نکالتے۔ بعضوں نے کہا کہ عتمہ کے معنی رات کی تاریکی تک دیر کرنا چونکہ اس نماز عشاء کا یہی وقت ہے۔ اس لیے اسے عتمہ کہا گیا۔ بعض مواقع پر نماز عشاء کو صلوٰۃ عتمہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے درجہ جواز دیا گیا۔ مگر بہتر یہی کہ لفظ عشاء ہی سے یاد کیا جائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت آپ نے اس خیال سے کی کہ عشاء کے معنی لغت میں تاریکی کے ہیں اور یہ شفق ڈوبنے کے بعد ہوتی ہے۔ پس اگر مغرب کا نام عشاء پڑ جائے تو احتمال ہے کہ آئندہ لوگ مغرب کا وقت شفق ڈوبنے کے بعد سمجھنے لگیں۔

٢٠- بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ، وَمَنْ رَآهُ وَاسِعًا

باب عشاء اور عتمہ کا بیان

اور جو یہ دونوں نام لینے میں کوئی ہرج نہیں خیال کرتے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ)). وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَالاخْتِيَارُ أَنْ يَقُولَ الْعِشَاءُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: ((كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا)). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ: (أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ). وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ: (أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ). وَقَالَ جَابِرٌ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ). وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ).

وَقَالَ أَنَسٌ: (أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الآخِرَةَ). وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو أَيُّوبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: (صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے نقل کر کے فرمایا' کہ منافقین پر عشاء اور فجر تمام نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں' اور آپؐ نے فرمایا کہ کاش! وہ سمجھ سکتے کہ عتمہ (عشاء) اور فجر کی نمازوں میں کتنا ثواب ہے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ عشاء کہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے ﴿ و من بعد صلٰوۃ العشاء ﴾ (میں قرآن نے اس کا نام عشاء رکھ دیا ہے) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی مسجد میں پڑھنے کے لیے باری مقرر کر لی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے اسے بہت رات گئے پڑھا۔ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز عشاء دیر سے پڑھی۔ بعض نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے "عتمہ" کو دیر سے پڑھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم "عشاء" پڑھتے تھے۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عشاء میں دیر کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم آخری عشاء کو دیر میں پڑھتے تھے۔ ابن عمر' ابو ایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے مغرب اور عشاء پڑھی۔

امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے ان جملہ احادیث اور آثار کو یہاں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ بہتر ہے عشاء کو لفظ عشاء سے ہی موسوم کیا جائے۔ اس پر بھی اگر کسی نے لفظ عتمہ اس کے لیے استعمال کر لیا تو یہ بھی درجہ جواز میں ہے۔ صحابہؓ کرام کا عام معمول تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے آگاہ رہنا اپنے لئے ضروری خیال کرتے تھے' جو حضرات مسجد نبوی سے دور دراز سکونت رکھتے تھے' انہوں نے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی۔ جو بھی حاضر دربار رسالت ہوتا' دیگر صحابہؓ ان سے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بھی ان ہی میں سے تھے۔ یہ ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ میں کافی فاصلہ پر سکونت پذیر ہوئے اور انہوں نے اپنے پڑوسیوں سے مل کر دربار رسالت میں حاضری کی باری مقرر کر لی تھی۔ آپ نے ایک رات نماز عشاء دیر سے پڑھے جانے کا ذکر کیا۔

اور اس کے لئے لفظ اعتم استعمال کیا جس کا مطلب یہ کہ آپ نے دیر سے اس نماز کو ادا فرمایا۔ بعض کتابوں میں تاخیر کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ آپؐ مسلمانوں کے بعض معاملات کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرما رہے تھے' اسی لیے تاخیر ہو گئی۔

٥٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ قَالَ: (صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً صَلاَةَ الْعِشَاءِ) - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَحَدٌ)). [راجع: ١١٦]

(۵۶۴) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے خبردی زہری سے کہ سالم نے یہ کہا کہ مجھے (میرے باپ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبردی۔ کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ یہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں۔ پھر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم اس رات کو یاد رکھنا۔ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سو سال کے گذرنے تک روئے زمین پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

یعنی سو برس میں جتنے لوگ آج زندہ ہیں سب مر جائیں گے۔ اور نئی نسل ظہور میں آتی رہے گی۔ سب سے آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔ جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے حضرت خضرؑ کی وفات پر بھی دلیل پکڑی ہے۔

٥٦٥- بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

باب نماز عشاء کا وقت جب لوگ (جلدی) جمع ہو جائیں یا جمع ہونے میں دیر کریں

٥٦٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو - هُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلاَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ، إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ. وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ). [راجع: ٥٦٠]

(۵۶۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا' وہ محمد بن عمرو سے جو حسن بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں' فرمایا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ نماز ظہر دوپہر میں پڑھتے تھے۔ اور جب نماز عصر پڑھتے تو سورج صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کی نماز واجب ہوتے ہی ادا فرماتے' اور "عشاء" میں اگر لوگ جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور اگر آنے والوں کی تعداد کم ہوتی تو دیر کرتے۔ اور صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باب اور ان میں آمدہ احادیث سے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں

کہ عشاء کی نماز اگر جلدی ادا کی جائے تو اسے عشاء ہی کہیں گے اور اگر دیر سے ادا کی جائے تو اسے عتمہ کہیں گے' گویا ان لوگوں نے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔ اور ان پر رد اس طرح ہوا کہ ان احادیث میں دونوں حالتوں میں اسے عشاء ہی کہا گیا۔

٢٢- بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ

باب نماز عشاء (کے لیے انتظار کرنے) کی فضیلت

٥٦٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الإِسْلاَمُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ فَقَالَ لأَهْلِ الْمَسْجِدِ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ غَيْرُكُمْ)).

(٥٦٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے عروہ سے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ ایک رات رسول کریم ﷺ نے عشاء کی نماز دیر سے پڑھی۔ یہ اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہیں لائے جب تک حضرت عمرؓ نے یہ نہ فرمایا کہ "عورتیں اور بچے سو گئے۔" پس آپؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے علاوہ دنیا میں کوئی بھی انسان اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔

[أطرافه في : ٥٦٩، ٨٦٢، ٨٦٤].

یعنی اس وقت تک مدینہ کے سوا اور کہیں مسلمان نہ تھے' یا یہ کہ ایسی شان والی نماز کے انتظار کا ثواب اللہ نے صرف امت محمدیہ ہی کی قسمت میں رکھا ہے۔

٥٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي، الَّذِيْنَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُولاً فِي بَقِيْعِ بُطْحَانَ - وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ- فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلاَةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَ أَصْحَابِي وَ لَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلاَةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلاَتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ: ((عَلَى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوا، إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ

(٥٦٧) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید کے واسطہ سے' انہوں نے ابو بردہ سے انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے "بقیع بطحان" میں قیام کیا۔ اس وقت نبی ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ (کسی ملی معاملہ میں آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گفتگو فرما رہے تھے) جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی اور تقریباً آدھی رات گذر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں

غَيْرُكُمْ)) أَوْ قَالَ: ((مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ)) لاَ يَدْرِيْ أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: فَرَجَعْنَا فَرِحَى بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو' یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔

تشریح: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد بقیع بطحان میں قیام فرمایا۔ بقیع ہر اس جگہ کو کہا جاتا تھا' جہاں مختلف قسم کے درخت وغیرہ ہوتے۔ بطحان نام کی وادی مدینہ کے قریب ہی تھی۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امم سابقہ میں عشاء کی نماز نہ تھی اس لئے آپؐ نے اپنی امت کو یہ بشارت فرمائی جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مدینہ شریف کی دیگر مساجد میں لوگ نماز عشاء سے فارغ ہو چکے لیکن مسجد نبوی کے نمازی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ بہرحال عشاء کی نماز کے لیے تاخیر مطلوب ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ گذرتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات گذرنے پر ہی پڑھا کرتا۔

٢٣- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

باب اس بیان میں کہ نماز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا ناپسند ہے۔

٥٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ: (أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا).

(۵۶۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا ابو المنہال سے' انہوں نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

[راجع: ٥٤١]

جب خطرہ ہو کہ عشاء کے پہلے سونے سے نماز با جماعت چلی جائے گی تو سونا جائز نہیں۔ ہر دو احادیث میں جو آگے آ رہی ہے' یہی تطبیق بہتر ہے۔

٢٤- بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

باب اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو عشاء سے پہلے بھی سونا درست ہے۔

٥٦٩- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوبَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ

(۵۶۹) ہم سے ایوب بن سلیمان نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوبکر نے سلیمان سے' ان سے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے عروہ سے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں دیر فرمائی۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا'

حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ: الصَّلَاةَ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ. فَخَرَجَ فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ)). قَالَ : وَلَا تُصَلَّي يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، قَالَ وَكَانُوا يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ. [راجع: ٥٦٦]

نماز! عورتیں اور بچے سب سو گئے۔ تب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے' آپؐ نے فرمایا کہ روئے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔ راوی نے کہا' اس وقت یہ نماز (باجماعت) مدینہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ صحابہ اس نماز کو شام کی سرخی کے غائب ہونے کے بعد رات کے پہلے تہائی حصہ تک (کسی وقت بھی) پڑھتے تھے۔

تشریح حضرت امیرالدنیا فی الحدیث یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عشاء سے پہلے سونا یا اس کے بعد بات چیت کرنا اس لیے ناپسند ہے کہ پہلے سونے میں عشاء کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہے اور دیر تک بات چیت کرنے میں صبح کی نماز فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان خطرات سے بچ سکے تو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونا بھی جائز اور بعد میں بات چیت بھی جائز جیسا کہ روایات واردہ سے ظاہر ہے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ تمہارے سوا اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کرتا' اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں کسی بھی امت پر اس نماز کو فرض نہیں کیا گیا' یہ نماز اہل اسلام ہی کے لئے مقرر کی گئی یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ کی دوسری مساجد میں سب لوگ اول وقت ہی پڑھ کر سو گئے ہیں۔ صرف تم ہی لوگ ہو جو کہ ابھی تک اس کا انتظار کر رہے ہو۔

٥٧٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ : ((لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)). وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَقَدَّمَهَا أَمْ أَخَّرَهَا، إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا. وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا. قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ.

(٥٧٠) ہم سے محمود نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ایک رات کسی کام میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر کی۔ ہم (نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے) مسجد ہی میں سو گئے' پھر ہم بیدار ہوئے' پھر ہم سو گئے' پھر ہم بیدار ہوئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔ اگر نیند کا غلبہ نہ ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کو پہلے پڑھنے یا بعد میں پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کبھی نماز عشاء سے پہلے آپ سو بھی لیتے تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے معلوم کیا۔

٥٧١ - فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا، وَرَقَدُوا

(٥٧١) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کی جس کے نتیجہ میں لوگ (مسجد ہی میں) سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو

وَاسْتَيْقَظُوا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ : الصَّلَاةَ. قَالَ عَطَاءٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَخَرَجَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ: ((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هَكَذَا)) فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً: كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ؟ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيْدٍ، ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذَلِكَ، وَقَالَ : ((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوا هَكَذَا)).

گئے' پھر بیدار ہوئے۔ آخر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور پکارا "نماز" عطاء نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس کے بعد نبی ﷺ گھر سے تشریف لائے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے جب کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری امت کے لئے مشکل نہ ہو جاتی' تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز کو اسی وقت پڑھیں۔ میں نے عطاء سے مزید تحقیق چاہی کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سر پر رکھنے کی کیفیت کیا تھی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس سلسلے میں کس طرح خبر دی تھی۔ اس پر حضرت عطاء نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی سی کھول دیں اور انہیں سر کے ایک کنارے پر رکھا پھر انہیں ملا کر یوں سر پر پھیرنے لگے کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے سے جو چہرے سے قریب ہے اور داڑھی سے جا لگا۔ نہ سستی کی اور نہ جلدی' بلکہ اس طرح کیا۔ اور کہا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر مشکل نہ گذرتی تو میں حکم دیتا کہ اس نماز کو اسی وقت پڑھا کریں۔

[طرفه في : ٧٢٣٩].

صحابہ کرام تاخیر کی وجہ سے نماز سے پہلے سو گئے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے وقت میں نماز عشاء سے پہلے بھی سونا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز عشاء باجماعت پڑھی جا سکے۔ جیسا کہ یہاں صحابہ کرام کا عمل منقول ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

لا یقصر کا مطلب یہ کہ جیسے میں ہاتھ پھیر رہا ہوں اسی طرح پھیرا نہ اس سے جلدی پھیرا نہ اس سے دیر میں۔ بعض نسخوں میں لفظ لایعصر ہے تو ترجمہ یوں ہو گا۔ نہ بالوں کو نچوڑتے نہ ہاتھ میں پکڑتے بلکہ اسی طرح کرتے۔ یعنی انگلیوں سے بالوں کو دبا کر پانی نکال رہے تھے۔

٢٥- بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

باب اس بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے

وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيرَهَا.

اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ صحابی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اس میں دیر کرنا پسند فرمایا کرتے تھے

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو اوپر باب وقت العصر میں موصولاً گذر چکی ہے۔

٥٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الْمَحَارِبِيُّ

(٥٧٢) ہم سے عبدالرحیم محاربی نے بیان کیا' کہا ہم سے زائدہ نے

قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا، أَمَّا إِنَّكُمْ فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوهَا)) وَزَادَ ابْنُ مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ : كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ. [أطرافه في : ٦٠٠، ٦٦١، ٨٤٧، ٥٨٦٩].

حمید طویل سے' انہوں نے حضرت انس ؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن) عشاء کی نماز آدھی رات گئے پڑھی۔ اور فرمایا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں گے۔ (یعنی دوسری مساجد میں پڑھنے والے مسلمان) اور تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے (گویا سارے وقت) نماز ہی پڑھتے رہے۔ ابن مریم نے اس میں یہ زیادہ کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی۔ کہا مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس ؓ سے یہ سنا "گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کا نقشہ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے چمک رہا ہے۔"

ابن مریم کی اس تعلیق کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا سماع حضرت انس ؓ سے صراحتاً ثابت ہو جائے۔

٢٦- بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ الْفَجْرِ

باب نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں۔

٥٧٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: قَالَ لِيْ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: ((أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لاَ تُضَامُونَ - أَوْ لاَ تُضَاهُونَ - فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)) ثُمَّ قَالَ: ((﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا.
[راجع: ٥٥٤]

(۵۷۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ نے اسماعیل سے' کہا ہم سے قیس نے بیان کیا' کہا مجھ سے جریر بن عبداللہ نے بیان کیا' کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپؐ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی جو چودھویں رات کا تھا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ بے ٹوک اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اسے دیکھنے میں تم کو کسی قسم کی بھی مزاحمت نہ ہو گی) یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کے دیدار میں مطلق شبہ نہ ہو گا اس لئے اگر تم سے سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے (فجر اور عصر) کی نمازوں کے پڑھنے میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو۔ (کیونکہ ان ہی کے طفیل دیدار الٰہی نصیب ہو گا یا ان ہی وقتوں میں یہ رویت ملے گی) پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "پس اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھ سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔" امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن شہاب نے اسماعیل کے واسطہ سے جو قیس سے بواسطہ جریر (راوی ہیں) یہ زیادتی نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تم اپنے رب کو

صاف دیکھو گے۔"

جامع صغیر میں امام سیوطی فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ دیدار الٰہی ان ہی وقتوں کے اندازے پر حاصل ہو گا۔

٥٧٤- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)). وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَابَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهَذَا. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ أَبُوجَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.. مِثْلَهُ

(۵۷۴) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نے بیان کیا ابو بکر بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے اپنے باپ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں (وقت پر) پڑھیں (فجر اور عصر) تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ابن رجاء نے کہا کہ ہم سے ہمام نے ابو جمرہ سے بیان کیا کہ ابو بکر بن عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حدیث کی خبر دی۔ ہم سے اسحاق نے بیان کیا' کہا ہم سے حبان نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو جمرہ نے بیان کیا ابو بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے' پہلی حدیث کی طرح۔

مقصد یہ ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کیا۔ چونکہ ان اوقات میں اکثر غفلت ہو سکتی ہے اس لئے اس خصوصیت سے ان کا ذکر کیا' عصر کا وقت کاروبار میں انتہائی مشغولیت اور فجر کا وقت میٹھی نیند سونے کا وقت ہے' مگر اللہ والے ان کی خاص طور پر پابندی کرتے ہیں۔ عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ اس تعلیق سے حضرت امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ابو بکر بن ابی موسیٰ جو اگلی روایت میں مذکور ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں۔ اس تعلیق کو ذہلی نے موصولاً روایت کیا ہے۔

٢٧- بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

باب نماز فجر کا وقت

٥٧٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوْا إِلَى الصَّلاَةِ. قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ. يَعْنِيْ آيَةً.[طرفه في : ١٩٢١].

(۵۷۵) ہم سے عمرو بن عاصم نے یہ حدیث بیان کی' کہا ہم سے ہمام نے یہ حدیث بیان کی قتادہ سے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ان لوگوں نے (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی' پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ رہا ہو گا۔ فرمایا کہ جتنا پچاس یا ساٹھ آیت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے اتنا فاصلہ تھا۔

پچاس یا ساٹھ آیتیں پانچ دس منٹ میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سحری دیر سے کھانا مسنون ہے۔ جو لوگ سویرے ہی سحری کھا لیتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

٥٧٦- حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ

(۵۷۶) ہم سے حسن بن صباح نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے

رَوْحًا بْنَ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى قُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

[طرفه في : ١١٣٤].

روح بن عبادہ سے سنا' انہوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا' انہوں نے قتادہ سے روایت کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی' پھر جب وہ سحری کھا کر فارغ ہوئے تو نماز کے لئے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی سحری سے فراغت اور نماز کی ابتداء میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

٥٧٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ : كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِيْ ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِيْ أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[طرفه في : ١٩٢٠].

(۵۷۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا اپنے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس سے' انہوں نے سلیمان بن بلال سے' انہوں نے ابی حازم سلمہ بن دینار سے کہ انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ صحابی سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر سحری کھاتا' پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فجر پانے کے لئے مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی۔

٥٧٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ. [راجع: ٣٧٢]

(۵۷۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے عقیل بن خالد سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی' کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔

تشریح امام الدنیا فی الحدیث قدس سرہ نے جس قدر احادیث یہاں بیان کی ہیں' ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے فوراً بعد شروع کر دیا کرتے تھے اور ابھی کافی اندھیرا رہ جاتا تھا کہ آپؐ کی نماز ختم ہو جایا کرتی تھی۔ لفظ "غلس" کا یہی مطلب ہے کہ فجر کی نماز آپ اندھیرے ہی میں اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہاں ایک دفعہ آپؐ نے اوقات صلوٰۃ کی تعلیم کے لیے فجر کی نماز دیر سے بھی ادا کی ہے تاکہ اس نماز کا بھی اول وقت "غلس" اور آخر وقت "اسفار" معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد ہمیشہ آپؐ نے یہ نماز اندھیرے ہی میں ادا فرمائی ہے۔ جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔

عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلٰوۃ الصبح مرۃ بغلس ثم صلی مرۃ اخری فاسفربھا ثم کانت صلٰوتہ بعد ذالک التغلیس حتی مات ولم یعد الی ان یسفر رواہ ابو داود و رجالہ فی سنن ابی داود رجال الصحیح ۔ یعنی ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز فجر غلس (اندھیرے) میں پڑھائی اور پھر ایک مرتبہ اسفار (یعنی اجالے) میں اس کے بعد ہمیشہ آپ یہ نماز اندھیرے ہی میں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ پھر کبھی آپؐ نے اس نماز کو اسفار یعنی اجالے میں نہیں پڑھایا۔

حدیث "عائشہ" کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں:۔

والحدیث یدل علی استحباب المبادرۃ بصلٰوۃ الفجر فی اول الوقت و قداختلف العلماء فی ذالک فذھب العترۃ و مالک والشافعی و احمد واسحاق و ابو ثور و الاوزاعی وداود بن علی و ابو جعفر الطبری و ھو المروی عن عمرو عثمان و ابن الزبیر و انس و ابی موسٰی و ابی ھریرۃ الی ان التغلیس افضل و ان الاسفار غیر مندوب و حکی ھذا القول الحازمی عن بقیۃ الخلفاء الاربعۃ و ابن مسعود و ابی مسعود الانصاری و اھل الحجاز و احتجوا بالاحادیث المذکورۃ فی ھذا الباب و غیرھا و لتصریح ابی مسعود فی الحدیث الاتی بانھا کانت صلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التغلیس حتٰی مات ولم یعد الی الاسفار (نیل، ج: ۲/ ص: ۱۹)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ فجر کی نماز "غلس" یعنی اندھیرے ہی میں افضل ہے۔ اور خلفائے اربعہ اور اکثر آئمہ دین امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق و اہل بیت نبوی اور دیگر مذکورہ علمائے اعلام کا یہی فتویٰ ہے۔ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ صراحتاً موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت تک غلس ہی میں یہ نماز پڑھائی، چنانچہ مدینہ منورہ اور حرم محترم اور سارے حجاز میں الحمد للہ اہل اسلام کا یہی عمل آج تک موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیشتر صحابہ کا اس پر عمل رہا جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے۔ عن مغیث بن سمی قال صلیت مع عبداللہ بن الزبیر الصبح بغلس فلما سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ما ھذہ الصلٰوۃ قال ھذہ صلٰوتنا کانت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر فلما طعن عمر اسفربھا عثمان و اسنادہ صحیح (تحفۃ الاحوذی، ج: ۱/ ص: ۱۴۴) یعنی مغیث بن سمی نامی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز غلس میں یعنی اندھیرے میں پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ ان سے میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری نماز اسی وقت ہوا کرتی تھی۔ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بھی یہ نماز غلس ہی میں ادا کی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت عمرؓ پر نماز فجر میں حملہ کیا گیا تو احتیاطاً حضرت عثمانؓ نے اسے اجالے میں پڑھا۔

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ نماز فجر کا بہترین وقت غلس یعنی اندھیرے ہی میں پڑھنا ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس کے لئے اسفار یعنی اجالے میں پڑھنا بہتر مانا گیا ہے۔ مگر دلائل واضحہ کی بنا پر یہ خیال درست نہیں۔

حنفیہ کی دلیل رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مذکور ہے کہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کی نماز اجالے میں پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے۔ اس روایت کا یہ مطلب درست نہیں کہ سورج نکلنے کے قریب ہونے پر یہ نماز ادا کرو جیسا کہ آج کل حنفیہ کا عمل ہے۔ اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو امام ترمذی نے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں۔ وقال الشافعی و احمد و اسحاق معنی الاسفار ان یضح الفجر فلا یشک فیہ ولم یروا ان معنی الاسفار تاخیر الصلٰوۃ، یعنی امام شافعی رحمہ اللہ و احمد و اسحاق فرماتے ہیں کہ یہاں اسفار کا مطلب یہ ہے کہ فجر خوب واضح ہو جائے کہ کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ معنی نہیں کہ نماز کو تاخیر کر کے پڑھا جائے (جیسا کہ حنفیہ کا عام معمول ہے) بہت سے ائمہ دین نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ نماز فجر کو اندھیرے میں غلس میں شروع کیا جائے اور قرأت اس قدر طویل پڑھی جائے کہ سلام پھیرنے کے وقت خوب

اجالا ہو جائے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (تفہیم البخاری پارہ ۳ ص ۳۳) حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

یاد رکھنے کی بات: یہ کہ یہ اختلاف مذکورہ محض اولیت و افضلیت میں ہے۔ ورنہ اسے ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ نماز فجر کا اول وقت غلس اور آخرت وقت طلوع شمس ہے اور درمیان میں سارے وقت میں یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس تفصیل کے بعد تعجب ہے ان عوام و خواص برادران احناف پر جو کبھی بھی غلس میں نماز فجر نہیں پڑھتے۔ بلکہ کسی جگہ اگر غلس میں جماعت نظر آئے تو وہاں سے چلے جاتے ہیں' حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی کتنے بھائی نماز فجر اول وقت جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے' اس خیال کی بنا پر کہ یہ ان کا مسلک نہیں ہے۔ یہ عمل اور ایسا ذہن بے حد غلط ہے۔ اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ خود اکابر علمائے احناف کے ہاں بعض دفعہ غلس کا عمل رہا ہے۔

دیوبند میں نماز فجر غلس میں: صاحب تفہیم البخاری دیوبندی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے' اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ تین پہلی احادیث رمضان کے مہینے میں نماز فجر پڑھنے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان تینوں میں ہے کہ ہم سحری کھانے کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ رمضان کی ضرورت کی وجہ سے سحری کے بعد فوراً پڑھ لی جاتی رہی ہو کہ سحری کے لئے جو لوگ اٹھے ہیں کہیں درمیان شب کی اس بیداری کے نتیجہ میں وہ غافل نیند نہ سو جائیں۔ اور نماز ہی فوت ہو جائے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں اکابر کے عہد سے اس پر عمل رہا ہے کہ رمضان میں سحر کے فوراً بعد فجر کی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ (تفہیم البخاری پ ۳ ص ۳۴)

محترم نے یہاں جس احتمال کا ذکر فرمایا ہے اس کی تردید کے لئے حدیث ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کافی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز فجر کے بارے میں ہمیشہ غلس میں پڑھنے کا عمل رہا حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس میں رمضان و غیر رمضان کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

بعض اہل علم نے حدیث اسفار کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اسفار کر لیا جائے' تاکہ اکثر لوگ شریک جماعت ہو سکیں اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لئے ان میں یہ نماز غلس ہی میں ادا کی جائے۔

بہرحال دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ نماز فجر غلس میں افضل ہے اور اسفار میں جائز ہے۔ اس پر لڑنا' جھگڑنا اور اسے وجہ افتراق بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عاملوں کو لکھا تھا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گنے ہوئے آسمان پر صاف نظر آتے ہوں۔ یعنی اول وقت میں پڑھا کرو۔

٢٨- بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

باب فجر کی ایک رکعت کا پانے والا

٥٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَعَنِ الأَعْرَجِ يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

(۵۷۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے' انہوں نے زید بن اسلم سے' انہوں نے عطاء بن یسار اور بسر بن سعید اور عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج سے' ان تینوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی

ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ))

ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج نکلنے سے پہلے پالی اس نے فجر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔ اور جس نے عصر کی ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج ڈوبنے سے پہلے پالی' اس نے عصر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

[راجع: ٥٥٦]

اب اسے چاہئے کہ باقی نماز بلا تردد پوری کرلے۔ اس کو نماز وقت ہی میں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہو گا۔

٢٩- بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلاَةِ رَكْعَةً

باب جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے' اس نے وہ نماز پالی

٥٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلاَةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلاَةَ)).

(٥٨٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب سے' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک رکعت نماز (باجماعت) پالی اس نے نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

[راجع: ٥٥٦]

تشریح اگلا باب فجر اور عصر کی نمازوں سے خاص تھا اور یہ باب ہر نماز کو شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کی ایک رکعت بھی وقت گذرنے سے پہلے مل گئی تو گویا اسے ساری نماز مل گئی اب اس کی یہ نماز ادا ہی مانی جائے گی قضا نہ مانی جائے گی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے پس وہ نمازی اپنی نماز پوری کرلے' اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نماز کا وقت ایک رکعت پڑھنے تک کا باقی ہو اور اس وقت کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا کوئی لڑکا بالغ ہو جائے یا کوئی دیوانہ ہوش میں آجائے یا حائضہ پاک ہو جائے تو اس نماز کا پڑھنا اس کے اوپر فرض ہو گا۔

٣٠- بَابُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

باب اس بیان میں کہ صبح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

٥٨١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((شَهِدَ عِنْدِيْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى

(٥٨١) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' انہوں نے قتادہ بن دعامہ سے' انہوں نے ابوالعالیہ رفیع سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' فرمایا کہ میرے سامنے چند معتبر حضرات نے گواہی دی' جن میں سب سے زیادہ معتبر میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز

تَغْرُبَ)) .

پڑھنے سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهَذَا.

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ سے' انہوں نے قتادہ سے کہ میں نے ابوالعالیہ سے سنا' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے چند لوگوں نے یہ حدیث بیان کی۔ (جو اوپر ذکر ہوئی)

٥٨٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَحَرَّوْا بِصَلاَتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلاَ غُرُوبَهَا)) .

[أطرافه في : ٥٨٥، ٥٨٩، ١١٩٢، ١٦٢٩، ٣٢٧٣].

(۵۸۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کے لئے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو۔

٥٨٣- وَقَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلاَةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلاَةَ حَتَّى تَغِيْبَ)). تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

[طرفه في : ٣٢٧٢].

(۵۸۳) حضرت عروہ نے کہا مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا اوپر کا کنارہ طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے لگے اس وقت بھی نماز نہ پڑھو' یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید قطان کے ساتھ عبدہ بن سلیمان نے بھی روایت کیا ہے۔

٥٨٤- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ صَلاَتَيْنِ: نَهَى عَنِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ

(۵۸۴) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے ابی اسامہ کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے' انہوں نے خبیب بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے حفص بن عاصم سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی خرید و فروخت اور دو طرح کے لباس اور دو وقتوں کی نمازوں سے منع فرمایا۔ آپؐ نے نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا (اور کپڑوں میں) اشتمال صماء یعنی ایک کپڑا اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لینا کہ شرم گاہ کھل جائے۔ اور (احتباء) یعنی ایک کپڑے میں گوٹ مار کر

إِلَى السَّمَاءِ. وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَ الْمُلَامَسَةِ. [راجع: ٣٦٨]

بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (اور خرید و فروخت میں) آپؐ نے منابذہ اور ملامسہ سے منع فرمایا۔

تشریح دن اور رات میں کچھ وقت ایسے ہیں جن میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر میں اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک۔ ہاں اگر کوئی فرض نماز قضا ہو گئی ہو اس کا پڑھ لینا جائز ہے۔ اور فجر کی سنتیں بھی اگر نماز سے پہلے نہ پڑھی جا سکی ہوں تو ان کو بھی بعد جماعت فرض پڑھا جا سکتا ہے۔ جو لوگ جماعت ہوتے ہوئے فجر کی سنت پڑھتے رہتے ہیں وہ حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

دو لباسوں سے مراد ایک اشتمال صماء ہے یعنی ایک کپڑے کا سارے بدن پر اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ اور احتباء ایک کپڑے میں گوٹ مار کر اس طرح بیٹھنا کہ پاؤں پیٹ سے الگ ہوں اور شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔

دو خرید و فروخت میں اول بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری یا بائع جب اپنا کپڑا اس پر پھینک دے تو وہ بیع لازم ہو جائے اور بیع ملامسہ یہ کہ مشتری کا یا مشتری بائع کا کپڑا چھو لے تو بیع پوری ہو جائے۔ اسلام نے ان سب کو بند کر دیا۔

٣١- بَابُ لَا يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

باب اس بارے میں کہ سورج چھپنے سے پہلے قصد کر کے نماز نہ پڑھے۔

٥٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا)). [راجع: ٥٨٢]

(۵۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہ کہا ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے انتظار میں نہ بیٹھا رہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح سورج کے ڈوبنے کے انتظار میں بھی نہ رہنا چاہئے۔

٥٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ)).

[أطرافه في : ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٢، ١٩٩٥].

(۵۸۶) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے صالح سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے کہا مجھ سے عطاء بن یزید جندعی لیثی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھی جائے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

٥٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: ((إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلاَةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهِمَا. وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا)) يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

[طرفه في : ٣٧٦٦].

(۵۸۷) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ابو التیاح یزید بن حمید سے' کہا کہ میں نے حمران بن ابان سے سنا' وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ تو ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ حضرت معاویہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعتوں سے تھی۔ (جسے آپکے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے)

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شاید حضرت معاویہ نے عصر کے بعد دو سنتوں کو منع کیا۔ لیکن حضرت عائشہ کی روایت سے ان کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر آپ ان کو مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اکثر علماء نے اسے خصوصیات نبوی میں شمار کیا ہے' جیسا وصال کا روزہ آپ رکھتے تھے اور امت کے لئے منع فرمایا۔ اسی طرح امت کے لئے عصر کے بعد نفل نمازوں کی اجازت نہیں ہے۔

٥٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاَتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ)). [راجع: ٣٦٨]

(۵۸۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدہ نے بیان کیا' انہوں نے عبید اللہ سے خبر دی' انہوں نے خبیب سے' انہوں نے حفص بن عاصم سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

٣٢- بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرَهِ الصَّلاَةَ إِلاَّ بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

باب اس شخص کی دلیل جس نے فقط عصر اور فجر کے بعد نماز کو مکروہ رکھا ہے۔

رَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو سَعِيْدٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ.

اس کو حضرت عمر' ابن عمر' ابو سعید اور ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم نے بیان کیا

٥٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أُصَلِّي كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ. لاَ أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ أَنْ لاَ تَحَرَّوْا طُلُوعَ

(۵۸۹) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا' انہوں نے نافع سے' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے' آپ نے فرمایا کہ جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ کسی کو روکتا نہیں۔ دن اور رات کے جس حصہ میں جی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

الشَّمْسِ وَلاَ غُرُوْبَهَا. [راجع: ٥٨٢]

البتہ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔

عین زوال کے وقت بھی نماز پڑھنے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی ایسی روایت اس باب میں نہیں ملی جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

٣٣- بَابُ مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

باب عصر کے بعد قضا نمازیں یا اس کے مانند مثلاً جنازہ کی نماز وغیرہ پڑھنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ: ((شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ)).

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعات پڑھیں' پھر فرمایا کہ بنو عبدالقیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔

چنانچہ ان کو آپ نے بعد عصر ادا فرمایا۔ پھر آپ گھر میں ان کو ادا کرتے ہی رہے۔ اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے' امت کے لئے یہ منع ہے۔ مگر قسطلانی نے کہا کہ محدثین نے اس سے دلیل لی ہے کہ فوت شدہ نوافل کا عصر کے بعد پڑھنا بھی درست ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔

٥٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ، وَمَا لَقِيَ اللهَ تَعَالَى حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلاَةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيْرًا مِنْ صَلاَتِهِ قَاعِدًا - تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهِمَا، وَلاَ يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلَى أُمَّتِهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ. [أطرافه في: ٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ١٦٣١].

(۵۹۰) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہ کہا ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں بلا لیا۔ آپؐ نے عصر کے بعد کی دو رکعات کو کبھی ترک نہیں فرمایا' یہاں تک کہ آپ اللہ پاک سے جا ملے۔ اور آپ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ پھر اکثر آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پوری پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو' انہیں آپؐ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ کو اپنی امت کا ہلکا رکھنا پسند تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز آپؐ کی خصوصیات میں داخل تھی۔

٥٩١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ : ابْنَ أُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ

(۵۹۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی' کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میرے بھانجے! نبی کریم

ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ. [راجع: ٥٩٠]

ﷺ نے عصر کے بعد کی دو رکعات میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

یعنی آپؐ گھر تشریف لا کر ضرور ان کو پڑھ لیا کرتے تھے' اور یہ عمل آپ کے ساتھ خاص تھا۔

٥٩٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلاَ عَلاَنِيَةً: رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [راجع: ٥٩٠]

(۵۹۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا ہم سے شیبانی نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن اسود نے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے' صبح کی نماز سے پہلے دو رکعات اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعات۔

٥٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: رَأَيْتُ الأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ يَأْتِيْنِيْ فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلاَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)).

(۵۹۳) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے بیان کیا' کہا کہ ہم نے اسود بن یزید اور مسروق بن اجدع کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کہنے پر گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ جب بھی میرے گھر میں عصر کے بعد تشریف لائے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

مگرامت کے لئے آپؐ نے عصر کے بعد نفل نمازوں سے منع فرمایا۔

٣٤- بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلاَةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

باب ابر کے دنوں میں نماز کے لئے جلدی کرنا (یعنی سویرے پڑھنا)

٥٩٤- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيْرٍ - عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ: بَكِّرُوا بِالصَّلاَةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ صَلاَةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ)). [راجع: ٥٥٣]

(۵۹۴) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' وہ قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالملیح عامر بن اسامہ ہذلی نے ان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم ابر کے دن ایک مرتبہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی کے ساتھ تھے' انہوں نے فرمایا کہ نماز سویرے پڑھا کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔

یعنی اس کے اعمال خیر کا ثواب مٹ گیا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کر کے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے اسماعیلی نے نکالا ہے اور جس میں صاف یوں ہے کہ ابر کے دن نماز سویرے پڑھ لو۔ کیونکہ جس نے عصر کی

نماز چھوڑی۔ اس کے سارے نیک اعمال برباد ہو گئے۔ حضرت امام کی عادت ہے کہ وہ باب ہی اس حدیث پر لاتے ہیں۔ جس سے آپ کا مقصد دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ جس کو آپ نے بیان نہیں فرمایا۔

٣٥- بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھتے وقت اذان دینا۔

٥٩٥- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَينٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَارَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلاَةِ)). قَالَ بِلاَلٌ: أَنَا أُوقِظُكُمْ. فَاضْطَجَعُوا، وَأَسْنَدَ بِلاَلٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ. فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ: ((يَا بِلاَلُ أَيْنَ مَا قُلْتَ؟)) قَالَ: مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ. قَالَ: ((إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ. يَا بِلاَلُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلاَةِ)). فَتَوَضَّأَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلَّى.

[طرفه في : ٧٤٧١].

(٥٩٥) ہم سے عمران بن میسرہ نے روایت کیا' کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے باپ سے' کہا ہم (خیبر سے لوٹ کر) نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضور ﷺ! آپ اب پڑاؤ ڈال دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہیں نماز کے وقت بھی تم سوتے نہ رہ جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ بولے کہ میں آپ سب لوگوں کو جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے۔ اور حضرت بلالؓ نے بھی اپنی پیٹھ کجاوہ سے لگالی۔ اور ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کے اوپر کا حصہ نکل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا بلالؓ! تو نے کیا کہا تھا۔ وہ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ارواح کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے۔ اے بلال! اٹھ اور اذان دے۔ پھر آپؐ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر روشن ہو گیا تو آپؐ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔

تشریح اس حدیث شریف سے قضاء نماز کے لئے اذان دینا ثابت ہوا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہی ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام احمد و ابو ثور اور ابن منذر کا۔ اور اہلحدیث کے نزدیک جس نماز سے آدمی سو جائے یا بھول جائے پھر جاگے یا یاد آئے۔ اور اس کو پڑھ لے تو وہ ادا ہو گی نہ کہ قضاء۔ کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس کا وقت وہی ہے جب آدمی جاگا یا اس کو یاد آئی۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

٣٦- بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب اس کے بارے میں جس نے وقت نکل جانے کے بعد قضاء نماز لوگوں کے ساتھ جماعت سے پڑھی۔

٥٩٦- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ:

(٥٩٦) ہم سے معاذ بن فضالہ نے حدیث نقل کی' انہوں نے کہا ہم

حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا)). فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلاَةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهُ، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [أطرافه في: ٥٩٨، ٦٤١، ٩٤٥، ٤١١٢].

سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقع پر (ایک مرتبہ) سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور وہ کفار قریش کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اور آپ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سورج غروب ہو گیا' اور نماز عصر پڑھنا میرے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں نے بھی نہیں پڑھی۔ پھر ہم وادی بطحان میں گئے۔ اور آپ نے وہاں نماز کے لئے وضوء کیا' ہم نے بھی وضو بنایا۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ پہلے آپؐ نے عصر پڑھائی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح جنگ خندق یا جنگ احزاب ۵ ھ میں ہوئی۔ تفصیلی ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں ہے کہ آپؐ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ مگر آپؐ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ لوگوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے۔ للذا یہ نماز بھی آپؐ نے جماعت ہی سے پڑھی ہو گی۔ اور اسماعیلی کی روایت میں صاف یوں ذکر ہے کہ آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ (قوله ماکدت) لفظه کاد من افعال المقاربة فاذا قلت کاد زید یقوم فهم منه انه قارب القیام و لم یقم کما تقرر فی النحو والحدیث یدل علی وجوب قضاء الصلوٰة المتروکة لعذر الاشتغال بالقتال و قد وقع الخلاف فی سبب ترک النبی صلی الله علیه وسلم و اصحابه لهذه الصلوٰة فقیل ترکوها نسیانا وقیل شغلوا فلم یتمکنوا وهو الاقرب کما قال الحافظ و فی سنن النسائی عن ابی سعید ان ذالک قبل ان ینزل الله فی صلوٰة الخوف فرجالاً او رکبانًا و سیاتی الحدیث و قد استدل بهذا الحدیث علی وجوب الترتیب بین الفوائت المقضیة و المؤداة الخ (نیل الاوطار ج۲ ص ۳۱)

(یعنی لفظ کاد افعال مقاربہ سے ہے۔ جب تم کاد زید یقوم (یعنی زید قریب ہوا کہ کھڑا ہو) بولو گے تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زید کھڑے ہونے کے قریب تو ہوا مگر کھڑا نہ ہو سکا جیسا کہ نحو میں قاعدہ مقرر ہے۔ پس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کا مقصد یہ کہ نماز عصر کے لئے انہوں نے آخر وقت تک کوشش کی مگر وہ ادا نہ کر سکے۔

حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کے ترجمہ میں نفی کی جگہ اثبات ہے کہ آخر وقت میں انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ مگر امام شوکانی کی وضاحت اور حدیث کا سیاق و سباق بتلا رہا ہے کہ نفی ہی کا ترجمہ درست ہے کہ وہ نماز عصر ادا نہ کر سکے تھے۔ اسی لئے وہ خود فرما رہے ہیں کہ فتوضاء للصلوٰة و توضاء نالها کہ آپ نے بھی وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضوء کیا۔)

یہ حدیث دلیل ہے کہ جو نمازیں جنگ و جہاد کی مشغولیت یا اور کسی شرعی وجہ سے چھوٹ جائیں ان کی قضاء واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نماز کیوں ترک ہوئیں۔ بعض بھول چوک کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اور بعض کا

بیان ہے کہ جنگ کی تیزی اور مصروفیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اور نسائی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ یہ صلوٰۃ خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب کہ حکم تھا کہ حالت جنگ میں پیدل یا سوار جس طرح بھی ممکن ہو نماز ادا کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فوت ہونے والی نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

٣٧- بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا، وَلاَ يُعِيْدُ إِلاَّ تِلْكَ الصَّلاَةَ

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: مَنْ تَرَكَ صَلاَةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلاَّ تِلْكَ الصَّلاَةَ الْوَاحِدَةَ.

باب جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اس وقت پڑھ لے۔ اور فقط وہی نماز پڑھے

اور ابراہیم نخعی نے کہا جو شخص بیس سال تک ایک نماز چھوڑ دے تو فقط وہی ایک نماز پڑھ لے۔

٥٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيمٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالاَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا، لاَ كَفَّارَةَ لَهَا إِلاَّ ذَلِكَ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِي﴾)). قَالَ مُوسَى قَالَ هَمَّامٌ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ: ﴿وَأَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِي﴾. وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

(۵۹۷) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آ جائے اس کو پڑھ لے۔ اس قضاء کے سوا اور کوئی کفارہ اس کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اور (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) نماز میرے یاد آنے پر قائم کر۔ موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ہمام نے حدیث بیان کی کہ میں نے قتادہؓ سے سنا وہ یوں پڑھتے تھے نماز پڑھ میری یاد کے لئے۔ حبان بن ہلال نے کہا' ہم سے ہمام نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے' کہا ہم سے انسؓ نے' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے' پھر ایسی ہی حدیث بیان کی۔

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ قضاء شدہ نماز دوبار پڑھے' ایک بار جب یاد آئے اور دوسری بار دوسرے دن اس کے وقت پر پڑھے۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے آیت شریفہ ﴿ واقم الصلٰوة لذکری ﴾ اس لئے تلاوت فرمائی کہ قضا نماز جب بھی یاد آ جائے اس کا وہی وقت ہے۔ اسی وقت اسے پڑھ لیا جائے۔ شارحین لکھتے ہیں فی الایة وجوہ من المعانی اقربها مناسبة بذالک الحدیث ان یقال اقم الصلٰوة وقت ذکرها فان ذکر الصلٰوة هو ذکر الله تعالٰی اویقدر المضاف فیقال اقم الصلٰوة وقت ذکر صلٰوتی یعنی نماز یاد آنے کے وقت پر قائم کرو۔

٣٨- بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الأُوْلَى فَالأُوْلَى

باب اگر کئی نمازیں قضاء ہو جائیں تو ان کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا

٥٩٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ: يَا مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتْ. قَالَ: فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

[راجع: ٥٩٦]

(۵۹۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے حدیث بیان کی' کہا کہ ہم سے یحییٰ نے جو ابی کثیر کے بیٹے ہیں حدیث بیان کی ابو سلمہ سے' انہوں نے جابرؓ سے' انہوں نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقع پر (ایک دن) کفار کو برا بھلا کہنے لگے۔ فرمایا کہ سورج غروب ہو گیا' لیکن میں (لڑائی کی وجہ سے) نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم وادی بطحان کی طرف گئے۔ اور (آپؐ نے عصر کی نماز) غروب شمس کے بعد پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آپ نے پہلے عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کی۔ ثابت ہوا کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا خیال ضروری ہے۔

٣٩- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب عشاء کی نماز کے بعد سمر یعنی دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے

السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ السامر والجمع السُّمَّار و السامر ههنا في موضع الجمع و أصل السمر ضوْلون القمر و كانوا يتحدثون فيه.

سامر کا لفظ جو قرآن میں ہے سمر ہی سے نکلا ہے۔ اس کی جمع سمار ہے اور لفظ سامر اس آیت میں جمع کے معنی میں ہے۔ سمر اصل میں چاند کی روشنی کو کہتے ہیں' اہل عرب چاندنی راتوں میں گپ شپ کیا کرتے تھے۔

سورۂ مومنون میں یہ آیت ہے۔ ﴿ مستكبرين به سامرا تهجرون ﴾ یعنی تم ہماری آیتوں پر اکڑ کے بے ہودہ بکواس کیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ قرآن شریف کا آ جائے تو اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔

٥٩٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ: (انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ -وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الأُولَى- حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ.

(۵۹۹) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' کہا ہم سے عوف اعرابی نے' کہا کہ ہم سے ابو المنہال سیار بن سلامہ نے' انہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ سلامہ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے میرے والد صاحب نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازیں کس طرح (یعنی کن کن اوقات میں) پڑھتے تھے۔ ہم سے اس کے بارے میں بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ ہجیر (ظہر) جسے تم صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہو سورج ڈھلتے ہی پڑھتے تھے۔ اور آپؐ کے عصر پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص اپنے گھر واپس ہوتا اور وہ بھی مدینہ کے سب سے آخری کنارہ پر تو

وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ. قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلاَةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيْسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

[راجع: ۵۰۰]

سورج ابھی صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں آپ نے جو کچھ بتایا مجھے یاد نہیں رہا۔ اور فرمایا کہ عشاء میں آپؐ تاخیر پسند فرماتے تھے۔ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ صبح کی نماز سے جب آپؐ فارغ ہوتے تو ہم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان لیتے۔ آپؐ فجر میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔

٤٠- بَابُ السمر في الفه الخير بعد العشاء

باب اس بارے میں کہ مسئلے مسائل کی باتیں اور نیک باتیں عشاء کے بعد بھی کرنا درست ہے

٦٠٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ: دَعَانَا جِرَانُنَا هَؤُلاَءِ. ثُمَّ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: ((أَلاَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلاَةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لاَ يَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ)). قَالَ قُرَّةُ: هُوَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ۵۷۲]

(٦٠٠) ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو علی عبید اللہ حنفی نے' کہا ہم سے قرہ بن خالد سدوسی نے' انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دیر کی۔ اور ہم آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب ان کے اٹھنے کا وقت قریب ہو گیا تو آپ آئے اور (بطور معذرت) فرمایا کہ میرے ان پڑوسیوں نے مجھے بلالیا تھا (اس لئے دیر ہو گئی) پھر بتلایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھی رات ہو گئی تو آپؐ تشریف لائے' پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ دیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ دوسروں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے۔ لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہو گویا نماز ہی کی حالت میں رہے ہو۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر لوگ کسی خیر کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو وہ بھی خیر کی حالت ہی میں ہیں۔ قرہ بن خالد نے کہا کہ حسن کا یہ قول بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریح ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رات میں مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اور میں بھی اس میں شریک رہتا تھا۔ یعنی اگرچہ عام حالات میں عشاء کے بعد سو جانا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی کار خیر پیش آ جائے یا علمی و دینی کوئی کام کرنا ہو تو عشاء کے بعد جاگنے میں بشرطیکہ صبح کی نماز چھوٹنے کا خطرہ نہ ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات میں تعلیم کے لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے لیکن آج آنے میں دیر کی اور اس وقت آئے جب یہ تعلیمی مجلس حسب معمول ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ حضرت حسنؒ نے اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی

اور فرمایا کہ آنحضور ﷺ نے ایک مرتبہ دیر میں نماز پڑھائی اور یہ فرمایا۔ یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ پہلے بھی گذر چکی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد دین اور بھلائی کی باتیں کرنا ممنوع نہیں ہے۔

٦٠١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَحَدٌ)). فَوَهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الأَحَادِيْثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ. وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ)). يُرِيْدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرِمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ.

[راجع: ١١٦]

(۶۰۱) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اپنی زندگی کے آخری زمانے میں۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اس رات کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے؟ آج اس روئے زمین پر جتنے انسان زندہ ہیں۔ سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگوں نے آنحضور ﷺ کا کلام سمجھنے میں غلطی کی اور مختلف باتیں کرنے لگے۔ (ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سو برس بعد قیامت آئے گی) حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو لوگ آج (اس گفتگو کے وقت) زمین پر بستے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آج سے ایک صدی بعد باقی نہیں رہے گا۔ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ سو برس میں یہ قرن گذر جائے گا۔

تشریح سب سے آخر میں انتقال کرنے والے صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ یعنی آنحضور ﷺ کی پیشین گوئی کے ٹھیک سو سال بعد۔ کچھ لوگوں نے اس حدیث کو سن کر یہ سمجھ لیا تھا کہ سو سال بعد قیامت آجائے گی۔ حالانکہ حدیث نبوی کا منشاء یہ نہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ سو برس گذرنے پر ایک دوسری نسل وجود میں آگئی ہوگی۔ اور موجودہ نسل ختم ہو چکی ہوگی۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

٤١- بَابُ السَّمَرِ مَعَ الأَهْلِ وَالضَّيْفِ

باب اپنی بیوی یا مہمان سے رات کو (عشاء کے بعد) گفتگو کرنا۔

٦٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ

(۶۰۲) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ سلیمان بن طرخان نے' کہا کہ ہم سے ابو عثمان نہدی نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ اصحاب صفہ نادار مسکین لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ تیسرے

اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ)). وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشَرَةٍ. قَالَ: فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي - فَلَا أَدْرِي قَالَ: وَامْرَأَتِي - وَخَادِمٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ. وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ ﷺ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ. قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ : وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ - أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ- قَالَ: أَوَ مَا عَشَّيْتِيهِمْ؟ قَالَتْ: أَبَوا حَتَّى تَجِيءَ، قَدْ عُرِضُوا فَأَبَوا. قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ. فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ - وَجَدَّعَ وَسَبَّ - وَقَالَ: كُلُوا لَا هَنِيئًا لَكُمْ. فَقَالَ: وَاللهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا. وَأَيْمُ اللهِ، مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا. قَالَ : حَتَّى شَبِعُوا، وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُوبَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ. فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي، لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ. فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوبَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ - يَعْنِي يَمِينَهُ - ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ، فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ

(اصحاب صفہ میں سے کسی) کو اپنے ساتھ لیتا جائے۔ اور جس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو سائبان والوں میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمی اپنے ساتھ لائے۔ اور نبی کریم ﷺ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ گھر کے افراد میں اس وقت باپ' ماں اور میں تھا۔ ابو عثمان راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے یہ کہا یا نہیں کہ میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں کے گھر کے لئے تھا یہ بھی تھے۔ خیر ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے یہاں ٹھہر گئے۔ (اور غالباً کھانا بھی وہیں کھایا۔ صورت یہ ہوئی کہ) نماز عشاء تک وہیں رہے۔ پھر (مسجد سے) نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک میں آئے اور وہیں ٹھہرے رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کھانا کھا لیا۔ اور رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی (ام رومان) نے کہا کہ کیا بات پیش آئی کہ مہمانوں کی خبر بھی آپ نے نہ لی' یا یہ کہا کہ مہمان کی خبر نہ لی۔ آپ نے پوچھا' کیا تم نے ابھی انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ ام رومان نے کہا کہ میں کیا کروں آپ کے آنے تک انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ کھانے کے لئے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ڈر کر چھپ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پکارا اے غنثر! (یعنی او پاجی) آپ نے برا بھلا کہا اور کوسنے دیئے۔ فرمایا کہ کھاؤ تمہیں مبارک نہ ہو! خدا کی قسم! میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا۔ (آخر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا) (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا) خدا گواہ ہے کہ ہم ادھر ایک لقمہ لیتے تھے اور نیچے سے پہلے سے بھی زیادہ کھانا ہو جاتا تھا۔ بیان کیا کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے۔ اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کھانا پہلے ہی اتنا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اپنی بیوی سے بولے۔ بنو فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یہ تو پہلے سے تین گنا ہے۔ پھر ابو بکرؓ نے بھی وہ کھانا

رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ وَا للهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ. أَوْ كَمَا قَالَ.

[أطرافه في : ٣٥٨١، ٦١٤٠، ٦١٤١].

کھایا۔ اور کہا کہ میرا قسم کھانا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ پھر ایک لقمہ اس میں سے کھایا۔ اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بقیہ کھانا لے گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صبح تک آپ کے پاس رکھا رہا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہم مسلمانوں کا ایک دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معاہدہ تھا۔ اور معاہدہ کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ (اس قبیلہ کا وفد معاہدہ سے متعلق بات چیت کرنے مدینہ میں آیا ہوا تھا) ہم نے ان میں سے بارہ آدمی جدا کئے اور ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے اللہ کو ہی معلوم ہے ان سبھوں نے اس میں سے کھایا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسا ہی کہا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کو گھر بھیج دیا تھا اور گھر والوں کو کہلوا بھیجا تھا کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دیں۔ لیکن مہمان یہ چاہتے تھے کہ آپ ہی کے ساتھ کھانا کھائیں۔ ادھر آپ مطمئن تھے۔ اس لئے یہ صورت پیش آئی۔ پھر آپ کے آنے پر انہوں نے کھانا کھایا۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ اور اس کے بعد بھی کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ کرامت اولیاء برحق ہے۔ مگر اہل بدعت نے جو جھوٹی کرامتیں گھڑ لی ہیں۔ وہ محض لایعنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

١٠- كتاب الاذان

اذان کے مسائل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

١- بَابُ بَدْءِ الأَذَانِ

باب اس بیان میں کہ اذان کیونکر شروع ہوئی۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ "اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو' تو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے

يَعْقِلُونَ﴾ [المائدة : ٥٨].

کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں۔"

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ [الجمعة : ٩].

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تمہیں جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے پکارا جائے۔ (تو اللہ کی یاد کرنے کیلئے فوراً چلے آؤ۔)

٦٠٣- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ، فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

[أطرافه في : ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٣٤٥٧].

(۶۰۳) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ (نماز کے وقت کے اعلان کے لئے) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ پھر یہود و نصاریٰ کا ذکر آ گیا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ۔

تشریح امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذان قائم فرما کر باب بدء الاذان کو قرآن پاک کی دو آیات مقدسہ سے شروع فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ اذان کی فضیلت قرآن شریف سے ثابت ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی کیونکہ یہ دونوں سورتیں جن کی آیات نقل کی گئی ہیں یعنی سورۂ مائدہ اور سورۂ جمعہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اذان کی تفصیلات کے متعلق حضرت مولانا عبیداللہ صاحب و امت برکاتہم فرماتے ہیں:۔

و هو فی اللغة الاعلام و فی الشرع الاعلام بوقت الصلوٰة بالفاظ مخصوصة یعنی لغت میں اذان کے معنی اطلاع کرنا اور شرع میں مخصوص لفظوں کے ساتھ نمازوں کے اوقات کی اطلاع کرنا۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد سوچا گیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے وقت مقررہ پر کس طرح اطلاع کی جائے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ و مجوس کے مروجہ طریقے سامنے آئے۔ جو وہ اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کو بلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں ان سب چیزوں کو ناپسند کیا گیا کہ عبادت الٰہی کے بلانے کے لئے گھنٹے یا ناقوس کا استعمال کیا جائے۔ یا اس کی اطلاع کے لئے آگ روشن کر دی جائے۔ یہ مسئلہ در پیش ہی تھا کہ ایک صحابی عبداللہ بن زید انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو نماز کے وقتوں کی اطلاع کے لئے مروجہ اذان کے الفاظ سکھا رہا ہے۔ وہ صبح اس خواب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے آئے تو دیکھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ بھی حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ خواب میں ان کو بھی ہو بہو ان ہی کلمات کی تلقین کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان بیانات کو سن کر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچے ہیں۔ اب یہی طریقہ رائج کر دیا گیا۔ یہ خواب کا واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے سال ہی کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ آپ نے جناب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ الفاظ بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو' ان کی آواز بہت بلند ہے۔

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث میں تکبیر (اقامت) کے الفاظ ایک ایک مرتبہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

قال الخطابی مذهب جمهور العلماء والذی جری به العمل فی الحرمین و الحجاز و الشام والیمن و مصر و المغرب الی اقصی بلاد

الاسلام ان الاقامة فرادی (نیل) یعنی امام خطابی نے کہا کہ جمہور علماء کا یہی فتویٰ ہے تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ حرمین اور حجاز اور شام اور یمن اور مصر اور دور دراز تک تمام ممالک اسلامیہ غربیہ میں یہی معمول ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جاتی ہے۔

اگرچہ تکبیر اقامت میں جملہ الفاظ کا دو دو دفعہ مثل اذان کے کہنا بھی جائز ہے۔ مگر ترجیح اسی کو ہے کہ تکبیر اقامت اکہری کہی جائے۔ مگر برادران احناف اس کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اکہری تکبیر سن کر بیشتر چونک جاتے ہیں اور دوبارہ تکبیر اپنے طریق پر کہلواتے ہیں۔ یہ رویہ کس قدر غلط ہے کہ ایک امر جائز جس پر دنیائے اسلام کا عمل ہے اس سے اس قدر نفرت کی جائے۔ بعض علمائے احناف نے اکہری تکبیر والی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور کئی طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔

حضرت الشیخ الکبیر والمحدث الجلیل علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں والحق ان احادیث افراد الاقامة صحیحة ثابتة محکمة لیست بمنسوخة ولا بمولة (تحفة الاحوذی) یعنی حق بات یہی ہے کہ اکہری تکبیر کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔ اس قدر مضبوط کہ نہ وہ منسوخ ہیں اور نہ تاویل کے قابل ہیں۔ اسی طرح تکبیر دو دو دفعہ کہنے کی احادیث بھی محکم ہیں۔ پس میرے نزدیک تکبیر اکہری کہنا بھی جائز ہے اور دوہری کہنا بھی جائز ہے۔ تکبیر اکہری کے وقت الفاظ قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة دو دو دفعہ کہنے ہوں گے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔

حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ وھو مع قلة الفاظه مشتمل علی مسائل العقائد کما بین ذالک الحافظ فی الفتح نقلا عن القرطبی۔ یعنی اذان میں اگرچہ الفاظ تھوڑے ہیں مگر اس میں عقائد کے بہت سے مسائل آ گئے ہیں جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"اذان کے کلمات باوجود قلت الفاظ دین کے بنیادی عقائد اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ سب سے پہلا لفظ "اللہ اکبر" یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور سب سے بڑا ہے' یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" بجائے خود ایک عقیدہ ہے اور کلمہ شہادت کا جزء۔ یہ لفظ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اور یکتا ہے۔ اور وہی معبود ہے۔ کلمہ شہادت کا دوسرا جز "اشھد ان محمد رسول اللہ" ہے۔ جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی گواہی دی جاتی ہے۔ "حی علی الصلوٰة" پکار ہے اس کی کہ جس نے اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے دی وہ نماز کے لیے آئے کہ نماز قائم کی جا رہی ہے۔ اس نماز کے پہنچانے والے اور اپنے قول و فعل سے اس کے طریقوں کو بتلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اس لئے آپ کی رسالت کی شہادت کے بعد فوراً ہی اس کی دعوت دی گئی۔ اور اگر نماز آپ نے پڑھ لی اور بتمام و اکمال آپ نے اسے ادا کیا تو یہ اس بات کی ضامن ہے کہ آپ نے "فلاح" حاصل کر لی۔ "حی علی الفلاح" نماز کے لئے آیئے! آپ کو یہاں فلاح یعنی بقاء دائم اور حیات آخرت کی ضمانت دی جائے گی' آیئے' چلے آیئے۔ کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی کے سایہ میں آپ کو دنیا اور آخرت کے شرور و آفات سے پناہ مل جائے گی۔ اول بھی اللہ ہے اور آخر بھی اللہ۔ خالق کل' مالک یکتا اور معبود' پس اس کی دی ہوئی ضمانت سے بڑھ کر اور کون سی ضمانت ہو سکتی ہے۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔" (تفہیم البخاری)

٦٠٤- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ

(٦٠٤) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے' کہا کہ ہمیں عبدالملک ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مسلمان (ہجرت کر کے) مدینہ پہنچے تو وقت مقرر کر کے نماز کے لئے آتے تھے۔ اس کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ایک دن اس بارے میں

يُنَادِي لَهَا. فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ بُوقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ. فَقَالَ عُمَرُ: أَوَلاَ تَبْعَثُونَ رَجُلاً يُنَادِي بِالصَّلاَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَا بِلاَلُ، قُمْ فَنَادِ بِالصَّلاَةِ)) .

مشورہ ہوا۔ کسی نے کہا نصاریٰ کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا (بگل) بنالو' اس کو پھونک دیا کرو۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لئے پکار دیا کرے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے (اسی رائے کو پسند فرمایا اور بلال سے) فرمایا کہ بلال! اٹھ اور نماز کے لئے اذان دے۔

٢- بَابُ الأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى

باب اس بارے میں کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دہرائے جائیں

٦٠٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : أُمِرَ بِلاَلٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الإِقَامَةَ إِلاَّ الإِقَامَةَ. [راجع: ٦٠٣]

(٦٠٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا سماک بن عطیہ سے' انہوں نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے ابو قلابہ سے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور سوا "قد قامت الصلوٰۃ" کے تکبیر کے کلمات ایک ایک دفعہ کہیں۔

٦٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - وَهُوَ ابْنُ سَلاَمٍ - قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: ذَكَرُوا أَنْ يَعْلَمُوا وَقْتَ الصَّلاَةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ، فَذَكَرُوا أَنْ يُورُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا، (فَأُمِرَ بِلاَلٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الإِقَامَةَ) . [راجع: ٦٠٣]

(٦٠٦) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' ہم سے خالد بن مہران حذاء نے ابو قلابہ عبدالرحمٰن بن زید حرمی سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو مشورہ ہوا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ نماز کے وقت کا اعلان ہو جسے سب لوگ سمجھ لیں۔ کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ آگ روشن کی جائے۔ یا نرسنگا کے ذریعہ اعلان کریں۔ لیکن آخر میں بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔

تشریح اذان کے بارے میں بعض روایات میں پندرہ کلمات وارد ہوئے ہیں جیسا کہ عوام میں اذان کا مروجہ طریقہ ہے۔ بعض روایات میں انیس کلمات آئے ہیں اور یہ اس بنا پر کہ اذان ترجیع کے ساتھ دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے ہر دو کلموں کو پہلے دو دو مرتبہ آہستہ آہستہ کہا جائے پھر ان ہی کو دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان۔ یعنی ترجیع کے ساتھ اذان کہنے کے بیان میں۔ پھر آپ یہاں حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو لائے ہیں۔ جس سے اذان میں ترجیع ثابت ہے۔

چنانچہ خود امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ قال ابو عیسی حدیث ابی محذورۃ فی الاذان حدیث صحیح و قد روی عنہ من غیر وجہ و

عليه العمل بمكة و هو قول الشافعي۔ یعنی اذان کے بارے میں ابو محذورہ کی حدیث صحیح ہے۔ جو مختلف طرق سے مروی ہے۔ مکہ شریف میں اسی پر عمل ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام نووی حدیث ابو محذورہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ في هذا الحديث حجة بينة و دلالة واضحة لمذهب مالك والشافعي و جمهور العلماء ان الترجيع في الاذان ثابت مشروع و هو العود الى الشهادتين مرتين برفع الصوت بعد قولهما مرتين بخفض الصوت (نووی شرح مسلم) یعنی حدیث ابی محذورہ روشن واضح دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع مشروع ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے کلمات شہادتین کو آہستہ آواز سے دو دو مرتبہ ادا کر کے بعد میں بلند آواز سے پھر دو دو مرتبہ دہرایا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابو محذورہ کی روایت ترمذی کے علاوہ مسلم اور ابو داؤد میں بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ فقہائے احناف رحمہم اللہ اجمعین ترجیع کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے روایات ابو محذورہ کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

ترجیع کے ساتھ اذان کہنے کا بیان: المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ واجاب عن هذه الروايات من لم يقل بالترجيع باجوبة كلها مخدوشة واهية (تحفة الاحوذی) یعنی جو حضرات ترجیع کے قائل نہیں ہیں انہوں نے روایات ابو محذورہؓ کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جو سب مخدوش اور واہیات ہیں۔ کوئی ان میں قابل توجہ نہیں۔ ان کی بڑی دلیل عبداللہ بن زید کی حدیث ہے۔ جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ مبارک پوری مرحوم اس بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن زید میں فجر کی اذان میں کلمات " الصلوٰة خير من النوم " کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور یہ زیادتی بھی حدیث ابو محذورہ ہی سے ثابت ہے۔ جسے محترم فقہائے احناف نے قبول فرما لیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ترجیع کے بارے میں بھی حدیث ابو محذورہ کی زیادتی کو قبول نہ کیا جائے۔

قلت فلذالك يقال ان الترجيع و ان لم يكن في حديث عبدالله بن زيد فقد علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك ابا محذورة بعد ذالك فلما علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا محذورة كان زيادة على ما في حديث عبدالله بن زيد فوجب استعماله (تحفة الاحوذی)

یعنی اگرچہ ترجیع کی زیادتی حدیث عبداللہ بن زید میں مذکور نہیں ہے مگر جس طرح فجر میں آپ نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو الصلوٰة خير من النوم کے الفاظ کی زیادتی تعلیم فرمائی ایسے ہی آپ نے ترجیع کی بھی زیادتی تعلیم فرمائی۔ پس اس کا استعمال ضروری ہوا، لہٰذا ایک ہی حدیث کے نصف حصہ کو لینا اور نصف کا انکار کر دینا قرین انصاف نہیں ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ: صاحب تفہیم البخاری (دیو بندی) ترجیع کی اذان کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مسجد الحرام کا مؤذن مقرر کیا تھا وہ اسی طرح (ترجیع کے ساتھ) اذان دیتے تھے جس طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ اور ان کا یہ بھی بیان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی طرح سکھایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں برابر آپ اسی طرح (ترجیع سے) اذان دیتے رہے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طویل دور میں بھی آپ کا یہی عمل رہا کسی نے انہیں اس سے نہیں روکا۔ اس کے بعد بھی مکہ میں اسی طرح اذان دی جاتی رہی۔ لہٰذا اذان کا یہ طریقہ مکروہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صاحب بحر الرائق نے یہی فیصلہ کیا ہے اور اس آخری دور میں حنفیت اور حدیث کے امام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اس فیصلہ کو درست کہا ہے۔" (تفہیم البخاری کتاب الاذان، پ: ۳/ ص: ۵۰)

یہ مختصر تفصیل اس لئے دی گئی کہ ہمارے معزز/حنفی بھائیوں کی اکثریت اول تو ترجیع کی اذان سے واقف ہی نہیں اور اگر اتفاقاً

کہیں کسی اہلحدیث مسجد میں اسے سن پاتے ہیں تو حیرت سے سنتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ انکار کرتے ہوئے ناک بھوں بھی چڑھانے لگ جاتے ہیں۔ ان پر واضح ہونا چاہئے کہ وہ اپنی ناواقفیت کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں۔

رہی یہ بحث کہ ترجیع کے ساتھ اذان دینا افضل ہے یا بغیر ترجیع کے جیسا کہ عام طور پر مروج ہے اس لفظی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر دو طریقے جائز درست ہیں۔ باہمی اتفاق اور رواداری کے لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی وافی ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں۔ قلت هذا هوالحق ان الوجهين جائزان ثابتان مشروعان سنتان من سنن النبي صلى الله عليه وسلم (مرعاة المفاتيح' ج: ۱/ ص: ۴۲۲) یعنی حق یہ ہے کہ ہر دو طریقے جائز اور ثابت اور آنحضرت ﷺ کی سنتوں میں سے ہیں۔

پس اس بارے میں باہمی طور پر لڑنے جھگڑنے کی کوئی بات ہی نہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروعی مسائل پر لڑنا چھوڑ کر باہمی اتفاق پیدا کریں۔ آمین۔

۳- بَابُ الإِقَامَةُ وَاحِدَةٌ إِلاَّ قَوْلَهُ: ((قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ))

باب اس بارے میں کہ سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔

۶۰۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُمِرَ بِلاَلٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الإِقَامَةَ. قَالَ إِسْمَاعِيْلُ : فَذَكَرْتُ لأَيُّوبَ فَقَالَ : إِلاَّ الإِقَامَةَ. [راجع: ٦٠٣]

(۶۰۷) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد حذاء نے ابو قلابہ سے بیان کیا' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر میں یہی کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے بتایا کہ میں نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا مگر لفظ قد قامت الصلوٰۃ دو ہی دفعہ کہا جائے گا۔

تشریح امام المحدثین رحمہ اللہ نے اکہری اقامت کے مسنون ہونے کے بارے میں یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے اسے مدلل کیا ہے۔ یہاں صیغہ مجہول امر بلال وارد ہوا ہے۔ مگر بعض طرق صحیحہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ان النبي صلى الله عليه وسلم امر بلالا ان يشفع الاذان و يوتر الا قامه (كذا رواه النسائي) یعنی حضرت بلال کو اکہری تکبیر کا حکم فرمانے والے خود آنحضرت ﷺ ہی تھے۔

محدث مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں۔ و بهذا ظهر بطلان قول العيني في شرح الكنز لاحجة لهم فيه لانه لم يذكر الامر فيحتمل ان يكون هو النبي صلى الله عليه وسلم اوغيره (تحفة الاحوذي) یعنی سنن نسائی میں آمدہ تفصیل سے علامہ عینی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہو گیا جو انہوں نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کرنے والے رسول کریم ﷺ ہوں یا آپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔ لہٰذا اس سے اکہری تکبیر کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔ یہ علامہ عینی صاحب مرحوم کی تاویل کس قدر باطل ہے' مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اکہری تکبیر کے بارے میں احمد' ابوداؤد' نسائی میں اس قدر روایات ہیں کہ سب کو جمع کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مولانا مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں:۔ قال الحازمي في كتاب الاعتبار راى اكثر اهل العلم ان الاقامة فرادى و الى هذا المذهب ذهب سعيد بن المسيب و عروة بن الزبير و الزهري و مالك بن انس و اهل الحجاز والشافعي و اصحابه و اليه ذهب عمر بن عبدالعزيز و مكحول

والاوزاعی و اهل الشام و الیه ذهب الحسن البصری و محمد بن سیرین و احمد بن حنبل و من تبعهم من العراقیین و الیه ذهب یحیی بن یحیی و اسحاق بن ابراهیم الحنظلی و من تبعهما من الخراسانیین و ذهبوا فی ذالک الی حدیث انس انتهی کلام الحازمی (تحفة الاحوذی)

یعنی امام حازمی نے کتاب الاعتبار میں اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے کہ تکبیر اکہری کہنا مسنون ہے۔ ان علماء میں حجازی' شامی' عراقی اور خراسانی یہ تمام علماء اس کے قائل ہیں۔ جن کے اسماء گرامی علامہ حازمی صاحب نے پیش فرمائے ہیں۔

آخر میں علامہ مبارکپوری مرحوم نے کس قدر منصفانہ فیصلہ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ **والحق ان احادیث افراد الاقامة صحیحة ثابتة محکمة لیست بمنسوخة ولا بمؤلة نعم قد ثبت احادیث ثنیة الاقامة ایضا و هی ایضا محکمة لیست بمنسوخة ولا بمؤلة و عندی الافراد والثنیة کلاهما جائزان والله تعالی اعلم (تحفة الاحوذی' ج :۱/ ص: ۱۷۲)** یعنی حق بات یہی ہے کہ اکہری تکبیر والی احادیث صحیح' ثابت محکم ہیں۔ نہ وہ منسوخ ہیں نہ قابل تاویل ہیں' اسی طرح دوہری تکبیر کی احادیث بھی محکم ہیں اور وہ بھی منسوخ نہیں ہیں۔ نہ قابل تاویل ہیں۔ پس میرے نزدیک ہر دو طرح سے تکبیر کہنا جائز ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے: ہمارے عوام نہیں بلکہ خواص حنفی حضرات اگر کبھی اتفاقاً کہیں اکہری تکبیر سن پاتے ہیں تو فوراً ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض متعصب اس اکہری تکبیر کو باطل قرار دے کر دوبارہ دوہری تکبیر کہلواتے ہیں۔ اہل علم حضرات سے ایسی حرکت انتہائی مذموم ہے جو اپنی علمی ذمہ داریوں کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی حضرات افتراق امت کے مجرم ہیں جنہوں نے جزئی و فروعی اختلافات کو ہوا دے کر اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد رکھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کا نام تقلید جامد ہے۔ جب تک امت ان اختلافات کو فراموش کر کے اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش نہ پیدا کرے گی امت میں اتفاق مشکل ہے۔ اگر کچھ مخلصین ذمہ دار علماء اس کے لئے تہیہ کر لیں تو کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ جب کہ آج پوری دنیائے اسلام موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عوام و خواص کو بتلایا جائے کہ اتفاق باہمی کتنی عمدہ چیز ہے۔ الحمد للہ کہ آج تک کسی اہل حدیث مسجد سے متعلق ایسا کوئی کیس نہیں مل سکے گا کہ وہاں کسی حنفی بھائی نے دوہری تکبیر کہی ہو اور اس پر اہل حدیث کی طرف سے کبھی بلوہ ہو گیا ہو۔ برخلاف اس کے کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ کلمہ اور قرآن اور کعبہ و توحید و رسالت پر متفق ہو کر اسلام کو سربلند کرنے کی کوشش کریں۔

٤- بَابُ فَضْلِ التَّأْذِيْنِ

٦٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُودِيَ لِلصَّلاَةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلاَةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ

باب اذان دینے کی فضیلت کے بیان میں۔

(۶۰۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پاد تا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔ تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوئی وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد

كَذَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ - حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لاَ يَدْرِيْ كَمْ صَلَّى)).

[أطرافه في : ١٢٢٢، ١٢٣١، ١٢٣٢، ٣٢٨٥].

کر فلاں بات یاد کر۔ ان باتوں کی شیطان یاد دہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

تشریح شیطان اذان کی آواز سن کر اس لئے بھاگتا ہے کہ اسے آدم کو سجدہ نہ کرنے کا قصہ یاد آ جاتا ہے لہٰذا وہ اذان نہیں سننا چاہتا۔ بعض نے کہا اس لئے کہ اذان کی گواہی آخرت میں نہ دینی پڑے۔ چونکہ جہاں اذان کی آواز جاتی ہے وہ سب گواہ بنتے ہیں۔ اس ڈر سے وہ بھاگ جاتا ہے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ کتنے ہی انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان کی آواز سن کر سو جاتے ہیں یا اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ بھی شیطان مردود سے کم نہیں ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت سے نوازے۔

٥- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

باب اس بیان میں کہ اذان بلند آواز سے ہونی چاہئے۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: أَذِّنْ أَذَانًا سَمْحًا، وَإِلاَّ فَاعْتَزِلْنَا.

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے (اپنے مؤذن سے) کہا کہ سیدھی سادھی اذان دیا کر' ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جا۔

٦٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ : إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ - أَوْ بَادِيَتِكَ - فَأَذَّنْتَ بِالصَّلاَةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ إِلاَّ شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

[طرفاه في : ٣٢٩٦، ٧٥٤٨].

(٦٠٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ انصاری سے خبر دی' پھر عبدالرحمٰن مازنی اپنے والد عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی نے ان سے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے۔ اس لئے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لئے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لئے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو۔ کیونکہ جن و انس بلکہ تمام ہی چیزیں جو موذن کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریح حضرت خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے۔ اس مؤذن نے تال اور سر کے ساتھ گانے کی طرح اذان دی تھی' جس پر اس کو یہ سرزنش کی گئی۔ پس اذان میں ایسی بلند آوازی اچھی نہیں جس میں تال اور سر پیدا ہو۔ بلکہ سادی طرح بلند آواز سے مستحب ہے۔ حدیث سے جنگلوں' بیابانوں میں اذان کی آواز بلند کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی تو وہ گڈریے اور مسلمان چرواہے بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو اس پر عمل کریں سچ ہے ~

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

٦- بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

باب اذان کی وجہ سے خون ریزی رکنا (جان بچنا)

٦١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلاً، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ. فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ : إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)).

[راجع: ٣٧١]

(٦١٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر انصاری نے حمید سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ کہ جب نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے کر کہیں جہاد کے لئے تشریف لے جاتے' تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح ہوتی اور پھر آپ انتظار کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کا ارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم خیبر کی طرف گئے اور رات کے وقت وہاں پہنچے۔ صبح کے وقت جب اذان کی آواز نہیں سنائی دی تو آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے اور میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چلنے میں میرے قدم نبی ﷺ کے قدم مبارک سے چھو چھو جاتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیبر کے لوگ اپنے ٹوکروں اور کدالوں کو لئے ہوئے (اپنے کام کاج کو) باہر نکلے۔ تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا' اور چلا اٹھے کہ "محمد واللہ محمد (ﷺ) پوری فوج سمیت آ گئے۔" انس نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر پر خرابی آ گئی۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو گی۔

تشریح حضرت امام خطابی فرماتے ہیں کہ اذان اسلام کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ جس بستی سے اذان کی آواز بلند ہو اس بستی والوں کے لئے اسلام جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دوسرے شوہر ہیں۔ گویا حضرت انس کے سوتیلے باپ ہیں۔ خمیس پورے لشکر کو کہتے ہیں جس میں پانچوں ٹکڑیاں ہوں یعنی میمنہ' میسرہ' قلب' مقدمہ' ساقہ۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ انا اذا نزلنا سورہ صافات کی آیت کا اقتباس ہے جو یوں ہے ﴿ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ (الصافات : ١٧٧)

٧- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِي

باب اس بارے میں کہ اذان کا جواب کس طرح دینا چاہئے

٦١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ

(٦١١) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب زہری سے خبر دی' انہوں نے عطاء بن

بْنِ يَزِيْدَ الأَشِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ)) .

یزید لیثی سے' انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہ جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔

یعنی مؤذن ہی کے لفظوں میں جواب دو' مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہنا چاہئے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

٦١٢- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ: ((وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ)). حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى . . نَحْوَهُ.

[طرفاه في : ٦١٣، ٩١٤].

(۶۱۲) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے ایک دن سنا آپ (جواب میں) مؤذن کے ہی الفاظ کو دہرا رہے تھے۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ تک۔ ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

٦١٣- قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ)) . وَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ. [راجع: ٦١٢]

(۶۱۳) یحییٰ نے کہا کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا اور کہنے لگے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی کہتے سنا ہے۔

تشریح پہلی حدیث میں وضاحت نہ تھی کہ سننے والا حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہے۔ اس لئے حضرت امام بخاری دوسری معاویہ والی حدیث لائے۔ جس میں بتلا دیا گیا کہ ان کلمات کا جواب لا حول و لا قوۃ الا باللہ سے دینا چاہئے۔

٨- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ

باب اذان کی دعا کے بارے میں۔

٦١٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ

(۶۱۴) ہم سے علی بن عیاش ہمدانی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب بن ابی حمزہ نے بیان کیا' انہوں نے محمد بن منکدر سے بیان کیا' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ کہے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما

وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) .

[طرفه في : ٤٧١٩].

محمود الذی وعدته اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔

دعا کا ترجمہ یہ ہے:۔ اے میرے اللہ جو اس ساری پکار کا رب ہے اور قائم رہنے والی نماز کا بھی رب ہے' محمد ﷺ کو قیامت کے دن وسیلہ نصیب فرمانا اور بڑے مرتبہ اور مقام محمود پر ان کا قیام فرمائیو' جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

بعض لوگوں نے اس دعا میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا لیے ہیں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ حدیث میں جتنے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادتی کرنا موجب گناہ ہے۔ اذان پوری پکار ہے اس کا مطلب یہ کہ اس کے ذریعہ نماز اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے پکارا جاتا ہے۔ کامیابی سے مراد دین اور دنیا کی کامیابی ہے اور یہ چیز یقیناً نماز کے اندر موجود ہے کہ اس کو باجماعت ادا کرنے سے باہمی محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے اور کسی قوم کی ترقی کے لئے یہی بنیاد اول ہے۔ دعوۃ تامہ سے دعوت توحید کلمہ طیبہ مراد ہے۔

٩- بَابُ الاِسْتِهَامِ فِي الأَذَانِ

وَيُذْكَرُ أَنَّ أَقْوَامًا اخْتَلَفُوا فِي الأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

٦١٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الأَوَّلِ ثُمَّ لاَ يَجِدُوا إِلاَّ أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لاَسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لاَ سْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)).

[أطرافه في : ٦٥٤، ٧٢١، ٢٦٨٩].

باب اذان کے لیے قرعہ ڈالنے کا بیان۔

اور کہتے ہیں کہ اذان دینے پر کچھ لوگوں میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے (فیصلہ کے لیے) ان میں قرعہ ڈلوایا۔

(٦١٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے سمی سے جو ابوبکر عبدالرحمٰن بن حارث کے غلام تھے خبردی' انہوں نے ابوصالح ذکوان سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور نماز پہلی صف میں پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ پھر ان کے لئے قرعہ ڈالنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ باقی رہتا' تو البتہ اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ نماز کے لئے جلدی آنے میں کتنا ثواب ملتا ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے' تو ضرور چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے ان کے لئے آتے۔

قرعہ اندازی باہمی مشورہ سے کی جا سکتی ہے جسے تسلیم کرنے کا سب لوگ وعدہ کرتے ہیں۔ اس لئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے قرعہ اندازی سے جو فیصلہ ہو اسے تسلیم کرنا اخلاقاً بھی بے حد ضروری ہے۔

١٠- بَابُ الْكَلاَمِ فِي الأَذَانِ

باب اذان کے دوران بات کرنے کے بیان میں۔

وَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لاَ بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

اور سلیمان بن صرد صحابی نے اذان کے دوران بات کی اور حضرت حسن بصری نے کہا کہ اگر ایک شخص اذان یا تکبیر کہتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں۔

٦١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: ((خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ، فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ: الصَّلاَةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: فَعَلَ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ. وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ)).

[طرفاه في: ٦٦٨، ٩٠١].

(۶۱۶) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی اور عبدالحمید بن دینار صاحب الزیادی اور عاصم احول سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن حارث بصری سے' انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن ہم کو جمعہ کا خطبہ دیا۔ بارش کی وجہ سے اس دن اچھی خاصی کیچڑ ہو رہی تھی۔ مؤذن جب حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس سے یہ کہنے کے لئے فرمایا کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لیں۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح مجھ سے جو افضل تھے' انہوں نے بھی کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ جمعہ واجب ہے۔

تشریح موسلا دھار بارش ہو رہی تھی کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور مؤذن نے اذان شروع کی جب وہ لفظ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے فوراً لقمہ دیا کہ یوں کہو الصلوٰۃ فی الرحال یعنی لوگو اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کر لو۔ چونکہ لوگوں کے لئے یہ نئی بات تھی اس لئے ان کو تعجب ہوا۔ جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ میں نے ایسے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے خاص موقع پر دوران اذان کلام کرنا درست ہے۔ اور اتفاقاً اگر کسی کو اذان کے وقت ہنسی آ گئی تو اس سے بھی اذان میں خلل نہ ہو گا۔ یہ اتفاقی امور ہیں جن سے اسلام میں آسانی دکھانا مقصود ہے۔

١١- بَابُ أَذَانِ الأَعْمَى إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يُخْبِرُهُ

باب اس بیان میں کہ اندھا آدمی اذان دے سکتا ہے اگر اسے کوئی وقت بتانے والا آدمی موجود ہو۔

٦١٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ)). قَالَ: وَكَانَ رَجُلاً أَعْمَى لاَ يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ: أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

[أطرافه في: ٦٢٠، ٦٢٣، ١٩١٨،

(۶۱۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال تو رات رہے اذان دیتے ہیں۔ اس لئے تم لوگ کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ راوی نے کہا کہ وہ نابینا تھے اور اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک ان سے کہا نہ جاتا کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہو گئی۔

[٢٦٥٦، ٧٣٤٨].

تشریح عہد رسالت ہی سے یہ دستور تھا کہ سحری کی اذان حضرت بلال دیا کرتے تھے اور نماز فجر کی اذان حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا۔ عہد خلافت میں بھی یہی طریقہ رہا اور مدینہ المنورہ میں آج تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ جو لوگ اذان سحری کی مخالفت کرتے ہیں' ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اس اذان سے نہ صرف سحری کے لئے بلکہ نماز تہجد کے لئے بھی جگانا مقصود ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٢- بَابُ الأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

باب صبح ہونے کے بعد اذان دینا۔

٦١٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ (أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلاَةُ).

(٦١٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا مجھے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ اذان اور تکبیر کے بیچ نماز قائم ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔

[طرفاه في : ١١٧٣، ١١٨١].

یہ فجر کی سنت ہوتی تھیں آپ سفر اور حضر ہر جگہ لازماً ان کو ادا فرماتے تھے۔

٦١٩- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالإِقَامَةِ مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ.

(٦١٩) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف سے' انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

[طرفه في : ١١٥٩].

٦٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ بِلاَلاً يُنَادِي بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِي ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ)).

(٦٢٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے خبر دی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں' اس لئے تم لوگ (سحری) کھا پی سکتے ہو۔ جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیں۔

[راجع: ٦١٧]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فجر میں دو اذانیں دی جاتی تھیں۔ ایک فجر ہونے سے پہلے اس بات کی اطلاع کے

لئے کہ ابھی سحری کا اور نماز تہجد کا وقت باقی ہے۔ جو لوگ کھانا پینا چاہیں کھا پی سکتے ہیں' تہجد والے تہجد پڑھ سکتے ہیں۔ پھر فجر کے لئے اذان اس وقت دی جاتی جب صبح صادق ہو چکتی۔ پہلی اذان کے لئے حضرت بلال مقرر تھے اور دوسری کے لئے حضرت ابن ام مکتوم اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا جیسا کہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

١٣- بَابُ الأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

باب صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان

٦٢١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ - أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ - أَذَانُ بِلاَلٍ مِنْ سَحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ - أَوْ يُنَادِيْ - بِلَيْلٍ، لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ، وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ. وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ - وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلَى أَسْفَلَ - حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا)). وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الأُخْرَى، ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ.

[طرفاه في : ٥٢٩٨، ٧٢٤٧].

(٦٢١) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سلیمان بن طرخان تیمی نے بیان کیا ابوعثمان عبدالرحمٰن نہدی سے' انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے کیونکہ وہ رات رہے سے اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) پکارتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ عبادت کے لئے جاگے ہیں وہ آرام کرنے کے لئے لوٹ جائیں اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فجر یا صبح صادق ہو گئی اور آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے (طلوع صبح کی کیفیت) بتائی۔ انگلیوں کو اوپر کی طرف اٹھایا اور پھر آہستہ سے انہیں نیچے لائے اور پھر فرمایا کہ اس طرح (فجر ہوتی ہے) حضرت زہیر راوی نے بھی شہادت کی انگلی ایک دوسری پر رکھی' پھر انہیں دائیں بائیں جانب پھیلا دیا۔

یعنی بتلا دیا کہ فجر کی روشنی اس طرح پھیل جاتی ہے۔

٦٢٢، ٦٢٣- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ح. [راجع: ٦١٧]

(٦٢٢' ٦٢٣) مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے خبر دی' کہا ہم سے عبداللہ بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور نافع نے ابن عمر سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ۔

قَالَ: وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ

(دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے' کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عمر نے قاسم بن محمد سے بیان کیا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلال

بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ)). [طرفه في : ١٩١٩].

رات رہے میں اذان دیتے ہیں۔ عبداللہ ابن ام مکتوم کی اذان تک تم (سحری) کھاپی سکتے ہو۔

تشریح حضرت عبداللہ بن ام مکتوم قیس بن زائدہ قریشی مشہور نابینا صحابی ہیں۔ جن کے متعلق سورۂ عبس نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ اکابر قریش آنحضرت ﷺ سے تبادلہ خیال کر رہے تھے کہ اچانک وہاں یہ بھی پہنچ گئے۔ ایسے موقع پر ان کا وہاں حاضر ہونا آنحضرت ﷺ کو نامناسب معلوم ہوا۔ جس کے بارے میں اللہ نے سورۂ مذکور میں اپنے مقدس رسول ﷺ کو فہمائش فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ہمارے ایسے پیارے غریب مخلص بندوں کا اعزاز و اکرام ہر وقت ضروری ہے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا کہ یہ جب بھی تشریف لاتے آنحضرت ﷺ ان کو بڑی شفقت و محبت سے بٹھاتے اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ پاک نے مجھ کو فہمائش فرمائی۔

حدیث مذکورہ میں جو کچھ ہے بعض روایات میں اس کے برعکس بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ اذان اول حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اور اذان ثانی حضرت بلال دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ نسائی' ابن خزیمہ' ابن حبان' مسند احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔

وقد جمع بينهما ابن خزيمة وغيره بانه يجوز ان يكون عليه السلام جعل الاذان بين بلال و ابن ام مكتوم نوائب فامرفي بعض الليالي بلا لا ان يوذن بليل فاذا نزل صعد ابن ام مكتوم فاذن في الوقت فاذا جاء ت نوبة ابن ام مكتوم بد فاذن بليل فاذا نزل صعد بلال فاذن في الوقت فكانت مقالة النبى صلى الله عليه و سلم ان بلا لا يوذن بليل فى وقت نوبة بلال و كانت مقالته ان ابن ام مكتوم يوذن بليل فى وقت نوبة ابن ام مكتوم (مرعاۃ المفاتیح' ج :۱/ ص: ۴۴۳)

یعنی محدث ابن خزیمہ وغیرہ نے ان واقعات میں یوں تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال و حضرت ابن ام مکتوم کو باری باری ہر دو اذانوں کے لئے مقرر کر رکھا ہو۔ جس دن حضرت بلال کی باری تھی کہ وہ رات میں اذان دے رہے تھے اس دن آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلال کی اذان سن کر کھانا پینا سحری کرنا وغیرہ منع نہیں ہوا کیونکہ یہ اذان اسی آگاہی کے لئے دی گئی ہے اور جس دن حضرت ابن ام مکتوم کی رات میں اذان دینے کی باری تھی اس دن ان کے لئے فرمایا کہ ان کی اذان سن کر کھانے پینے سے نہ رک جانا کیونکہ یہ سحری یا تہجد کی اذان دے رہے ہیں۔ پھر بعد میں حضرت ابن ام مکتوم کو اذان فجر پر مقرر کر کے لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ فجر ہونے پر ان کو آگاہ کریں اور وہ اذان دیں اور حضرت بلال کو خاص سحری کی اذان کے لئے مقرر کر دیا گیا۔

امام مالک و امام شافعی و امام احمد و امام ابو یوسف رحمہم اللہ نے طلوع فجر سے کچھ قبل نماز فجر کے لئے اذان دینا جائز قرار دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ نماز فجر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

قال هو لاء كان الاذانان لصلوٰة الفجر ولم يكن الاول مانعا من التسحر و كان الثانى من قبيل الاعلام بعد الا علام و انما اختصت صلوٰة الفجر بهذا من بين الصلوات لما ورد من الترغيب فى الصلوٰة اول الوقت و الصبح ياتى غالبا عقيب النوم فناسب ان ينصب من يوقظ الناس قبل دخول و قتها ليتاهبوا ويدركوا فضيلة اول الوقت الخ (مرعاۃ' ج :۱/ ص: ۴۴۴)

یعنی مذکورہ بالا حضرات کہتے ہیں کہ ہر دو اذان جن کا ذکر حدیث مذکورہ میں ہے۔ یہ نماز فجر ہی کے واسطے ہوتی تھیں۔ پہلی اذان سحری اور تہجد سے مانع نہ تھی۔ دوسری اذان مکرر آگاہی کے لئے دلائی جاتی تھی اور بہ نسبت دوسری نمازوں کے یہ خاص نماز فجر ہی کے بارے میں ہے اس لئے کہ اسے اول وقت ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پس مناسب ہوا کہ ایک ایسا مؤذن بھی مقرر کیا جائے جو لوگوں کو پہلے ہی ہوشیار و بیدار کر دے تاکہ وہ تیار ہو جائیں اور اول وقت کی فضیلت حاصل کر سکیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کا تعلق خاص ماہ رمضان ہی سے تھا۔ بعض شراح دیوبند نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔

وفیہ نظر لان قولہ کلوا واشربوا یتاتی فی غیر رمضان ایضا و ھذا لمن کان یرید صوم التطوع فان کثیرا من الصحابۃ فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یکثرون صیام النفل فکان قولہ فکلوا واشربوا بالنظر الی ھولاء و یدل علی ذالک ما رواہ عبدالرزاق عن ابن المسیب مرسلا بلفظ ان بلالا یوذن بلیل فمن اراد الصوم فلا یمنعہ اذان بلال حتی یوذن ابن ام مکتوم ذکرہ علی المتقی فی کنزالعمال (ص: ۳۱۱/ ج: ۴) فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصوم فیہ باختیار الرجل ولا یکون ذالک الا فی غیر رمضان فدل علی ان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا یوذن بلیل لیس مختصا برمضان (مرعاۃ' ج: ۱/ ص: ۴۴۴)

یعنی یہ صحیح نہیں کہ اس اذان کا تعلق خاص رمضان سے تھا۔ زمانہ نبوی میں بہت سے صحابہ غیر رمضان میں نفل روزے بھی بکثرت رکھا کرتے تھے جیسا کہ مسند عبدالرزاق میں ابن مسیب کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں۔ پس جو کوئی روزہ رکھنا چاہے اس کو یہ اذان سن کر سحری سے رکنا نہ چاہئے۔ یہ ارشاد نبوی غیر رمضان ہی سے متعلق ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اذان بلال کو رمضان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اگر کوئی شخص فجر کی اذان جان کر یا بھول کر وقت سے پہلے پڑھ دے تو وہ کفایت کرے گی یا فجر ہونے پر دوبارہ اذان لوٹائی جائے گی۔ اس بارے میں حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں فقال بعض اھل العلم اذا اذن الموذن باللیل اجزاہ و لا یعید و ھو قول مالک و ابن المبارک و الشافعی و احمد و اسحاق و قال بعض اھل العلم اذا اذن باللیل اعاد وبہ یقول سفیان الثوری یعنی بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر مؤذن رات میں فجر کی اذان کہہ دے تو وہ کافی ہو گی اور دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ یہ امام مالک اور عبداللہ بن مبارک و امام شافعی و احمد و اسحاق وغیرہ کا فتویٰ ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ اذان لوٹائی جائے گی' امام سفیان ثوری کا یہی فتویٰ ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں قلت لم اقف علی حدیث صحیح صریح یدل علی الاکتفاء فالظاھر عندی قول من قال بعدم الاکتفاء واللہ تعالٰی اعلم۔ (تحفۃ الاحوذی' ج: ۱/ ص: ۱۸۰)

یعنی میں کہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں ملی جس سے رات میں کہی ہوئی اذان فجر کی نماز کے لئے کافی ثابت ہو۔ پس میرے نزدیک ظاہر میں ان ہی کا قول صحیح ہے جو اسی اذان کے کافی نہ ہونے کا مسلک رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

١٤- بَابُ كَمْ بَيْنَ الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ، وَمَنْ يَنْتَظِرُ إِقَامَةَ الصَّلاَةِ؟

باب اس بیان میں کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

٦٢٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ - ثَلاَثًا - لِمَنْ شَاءَ)).

[طرفه في : ٦٢٧].

(۶۲۴) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے سعد بن ایاس جریری سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے' انہوں نے عبداللہ بن مغفل مزنی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان و اقامت) کے درمیان ایک نماز (کا فصل) دوسری نماز سے ہونا چاہئے (تیسری مرتبہ فرمایا کہ) جو شخص ایسا کرنا چاہے۔

٦٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ:

(۶۲۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج

سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: (كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُوْدَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ : (لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلاَّ قَلِيْلٌ). [راجع: ٥٠٣]

نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عمرو بن عامر انصاری سے سنا' وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ (عہد رسالت میں) جب مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ستونوں کی طرف لپکتے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ملتے۔ یہ جماعت مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں تھیں۔ اور (مغرب میں) اذان اور تکبیر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اور عثمان بن جبلہ اور ابو داؤد طیالسی نے شعبہ سے اس (حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ) اذان اور تکبیر میں بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔

تشریح: مغرب کی جماعت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا صحابہ کرام میں عام معمول تھا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ تو ہونا ہی چاہیے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھی جا سکیں۔ حتیٰ کہ مغرب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

بعض فضلائے دیو بند نے لکھا ہے کہ بعد میں ان رکعتوں کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ روکنے والے کون صاحب تھے۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت کے لئے کوئی حدیث ان کے علم میں ہو۔ مگر ہماری نظر سے وہ حدیث نہیں گذری۔ یہ لکھنے کے باوجود ان ہی حضرات نے ان رکعتوں کو مباح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھو تفہیم البخاری پ: ۳/ ص: ۵۹)

١٥- بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الإِقَامَةَ

باب اذان سن کر جو شخص (گھر میں بیٹھا) تکبیر کا انتظار کرے۔

٦٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالأُوْلَى مِنْ صَلاَةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلإِقَامَةِ.

[أطرافه في: ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٦٠، ١١٧٠، ٦٣١٠].

(٦٢٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے زہری سے' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو تا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرض سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) ہلکی پھلکی ادا کرتے صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے کی اطلاع دینے کے لئے آپ کے پاس آتا۔

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گھر میں سنت پڑھ کر جماعت کھڑی ہونے کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہنا جائز ہے۔ آج کل گھڑی گھنٹوں کا زمانہ ہے۔ ہر نمازی مسلمان اپنے ہاں کی جماعتوں کے اوقات کو جانتا ہے پس اگر کوئی شخص عین جماعت کھڑی ہونے کے وقت پر گھر سے نکل کر شامل جماعت ہو تو یہ بھی درست ہے۔

١٦- بَابُ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ لِمَنْ شَاءَ

باب ہر اذان اور تکبیر کے بیچ میں جو کوئی چاہے (نفل) نماز پڑھ سکتا ہے۔

٦٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ: حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاَةٌ - ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: - لِمَنْ شَاءَ)). [راجع: ٦٢٢]

(۶۲۷) ہم سے عبداللہ بن یزید مقری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے کہمس بن حسن نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے' انہوں نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان و تکبیر) کے بیچ میں نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔

مقصد باب یہ کہ اذان اور تکبیر میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا چاہئے۔ کم از کم اتنا ضروری کہ کوئی شخص دو رکعت سنت پڑھ سکے۔ مگر مغرب میں وقت کم ہونے کی وجہ سے فوراً جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مغرب میں بھی نماز فرض سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اجازت ہے۔

١٧- بَابُ مَنْ قَالَ : لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

باب جو یہ کہے کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان دے۔

٦٢٨- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا. فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِيْنَا قَالَ: ((ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

[أطرافه في : ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦].

(۶۲۸) ہم سے معلّیٰ بن سعد اسد بصری نے بیان کیا' کہا ہم سے وہیب بن خالد نے ابو ایوب سے بیان کیا' انہوں نے ابو قلابہ سے' انہوں نے مالک بن حویرث صحابیؓ سے' کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم (بنی لیث) کے چند آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ کی خدمت شریف میں بیس راتوں تک قیام کیا۔ آپ بڑے رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کا شوق محسوس کر لیا تو فرمایا کہ اب تم جا سکتے ہو۔ وہاں جا کر اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور (سفر میں) نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

آداب سفر میں سے ہے کہ امیر سفر کے ساتھ ساتھ امام و مؤذن کا بھی تقرر کر لیا جائے۔ تا کہ سفر میں نماز با جماعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ حدیث نبوی کا یہی منشا ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

١٨- بَابُ الأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً وَالإِقَامَةِ، وَكَذَلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ

باب اگر کئی مسافر ہوں تو نماز کے لئے اذان دیں اور تکبیر بھی کہیں اور عرفات اور مزدلفہ میں بھی ایسا ہی کریں

وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ: الصَّلاَةُ فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ.

اور جب سردی یا بارش کی رات ہو تو مؤذن یوں پکار دے کہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔

٦٢٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ ((أَبْرِدْ)). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ ((أَبْرِدْ))، حَتَّى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُولَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [راجع: ٥٣٥]

(٦٢٩) ہم سے مسلمہ بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے مہاجر ابوالحسن سے بیان کیا' انہوں نے زید بن وہب سے' انہوں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی اور آپ نے پھر یہی فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسافروں کی جب ایک جماعت موجود ہو تو وہ بھی اذان' تکبیر اور جماعت اسی طرح کریں جس طرح حالت اقامت میں کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا مناسب ہے۔ تا کہ گرمی کی شدت کچھ کم ہو جائے جو دوزخ کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسی دوزخ ہے ویسا ہی اس کا سانس بھی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مزید کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔

٦٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَى رَجُلاَنِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيدَانِ السَّفَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا))

[راجع: ٦٢٨]

(٦٣٠) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے خالد حذاء سے' انہوں نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے' انہوں نے مالک بن حویرث سے' انہوں نے کہا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے یہ کسی سفر میں جانے والے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو جب تم سفر میں نکلو تو (نماز کے وقت راستے میں) اذان دینا پھر اقامت کہنا' پھر جو شخص تم میں عمر میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

مطلب یہ کہ سفر میں نماز با جماعت سے غافل نہ ہونا۔

٦٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا - أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا - سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: ((ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ، وَمُرُوهُمْ))- وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لاَ أَحْفَظُهَا- ((وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

[راجع: ٦٢٨]

(٦٣١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' کہا کہ ہمیں ابو ایوب سختیانی نے ابو قلابہ سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے مالک بن حویرث نے بیان کیا' کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے۔ آپ کی خدمت مبارک میں ہمارا بیس دن و رات قیام رہا۔ آپ بڑے ہی رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن واپس جانے کا شوق ہے تو آپؐ نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے گھر کسے چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ اور ان گھر والوں کے ساتھ رہو اور انہیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا حکم کرو۔ مالک نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا جن کے متعلق ابو ایوب نے کہا کہ ابو قلابہ نے یوں کہا وہ باتیں مجھ کو یاد ہیں یا یوں کہا مجھ کو یاد نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

بشرطیکہ وہ قرآن شریف و طریقہ نماز و امامت جانتا ہو۔

تشریح اس حدیث سے حضرت امام بخاری قدس سرہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حالت سفر میں اگر چند مسلمان یکجا ہوں تو ان کو نماز اذان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ ان نوجوانوں کو آپ نے بہت سی نصائح کے ساتھ آخر میں یہ تاکید فرمائی کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ عین اسی طرح میری سنت کے مطابق نماز پڑھنا۔ معلوم ہوا کہ نماز کا ہر ہر رکن فرض واجب مستحب سب رسول علیہ السلام کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ادا ہونا ضروری ہے' ورنہ وہ نماز صحیح نہ ہو گی۔ اس معیار پر دیکھا جائے تو آج کتنے نمازیں ملیں گے جو بحالت قیام و رکوع و سجدہ و قومہ سنت رسول کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ سچ ہے ؂

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ‌ ‌ ‌ ‌ یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

٦٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ: أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ، ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ. فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ

(٦٣٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ بن عمر عمری سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں مقام ضجنان پر اذان دی پھر فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو اور ہمیں آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ مؤذن سے اذان کے لئے

مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِثْرِهِ: ((أَلاَ صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ)). [طرفه في : ٦٦٦].

فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ مؤذن اذان کے بعد کہہ دے کہ لوگو! اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔ یہ حکم سفر کی حالت میں یا سردی یا برسات کی راتوں میں تھا۔

کیونکہ ارشاد باری ہے۔ ﴿ مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ (الحج : ٧٨) دین میں تنگی نہیں ہے۔ ضجنان مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کا نام ہے۔

٦٣٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِالأَبْطَحِ، فَجَاءَهُ بِلاَلٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلاَةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلاَلٌ بِالْعَنَزَةِ حَتَّى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالأَبْطَحِ، وَأَقَامَ الصَّلاَةَ. [راجع: ١٨٧]

(٦٣٣) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالعمیس نے بیان کیا' انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے بیان کیا' کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ابطح میں دیکھا کہ بلال حاضر ہوئے اور آپ کو نماز کی خبر دی پھر بلال برچھی لے کر آگے بڑھے اور اسے آپ کے سامنے (بطور سترہ) مقام ابطح میں گاڑ دیا اور آپ نے (اس کو سترہ بنا کر) نماز پڑھائی۔

ابطح مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے۔ جہاں آپ نے حالت سفر میں جماعت سے نماز پڑھائی۔ پس حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو مؤذن امام کو گھر سے بلا کر لا سکتے ہیں اور یہ بھی کہ جنگل میں سترہ کا انتظام ضروری ہے۔ اسکا اہتمام مؤذن کو کرنا ہے۔ عنزہ وہ لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو' اسے زمین میں با آسانی گاڑا جا سکتا ہے۔

١٩- بَابُ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الأَذَانِ؟

باب کیا مؤذن اذان میں اپنا منہ ادھر ادھر (دائیں بائیں) پھرائے اور کیا اذان کہتے وقت ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلاَلٍ: أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لاَ يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ. وَقَالَ عَطَاءٌ: الْوُضُوءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

اور بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اذان میں اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی برائی نہیں اور عطاء نے کہا کہ اذان میں وضو ضروری اور سنت ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سب وقتوں میں اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

٦٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى بِلاَلاً يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ

(٦٣٤) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عون بن ابی جحیفہ سے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں

فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْأَذَانِ.

میں بھی ان کے منہ کے ساتھ ادھرادھر منہ پھیرنے لگا۔

تشریح اس باب کے ذیل میں حضرت الامام نے کئی ایک مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً مؤذن کو حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا درست ہے نیز کانوں میں انگلیاں داخل کرنا بھی جائز ہے تاکہ آواز میں بلندی پیدا ہو۔ کوئی کانوں میں انگلیاں نہ ڈالیں تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ وضو کر کے اذان کہنا بہتر ہے مگر اس کے لئے وضو شرط نہیں ہے جن لوگوں نے وضو ضروری قرار دیا ہے' انہوں نے فضیلت کا پہلو اختیار کیا ہے۔

٢٠- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ

باب یوں کہنا کیسا ہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا۔

وَكَرِهَ ابْنُ سِيرِيْنَ أَنْ يَقُولَ: فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَلَكِنْ لِيَقُلْ: لَمْ نُدْرِكْ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ أَصَحُّ.

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی کہے کہ نماز نے ہمیں چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہم نماز نہ پا سکے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہی زیادہ صحیح ہے۔

تشریح ابن سیرین کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن سیرین کا رد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ یوں کہنا درست ہے کہ ہماری نماز جاتی رہی' جب یہ قول رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو پھر اسے مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

٦٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ الرِّجَالِ، فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: ((مَا شَأْنُكُمْ؟)) قَالُوا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلُوا. إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)) .

(٦٣٥) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا قصہ ہے لوگوں نے کہا کہ ہم نماز کے لئے جلدی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ جب تم نماز کے لئے آؤ تو وقار اور سکون کو ملحوظ رکھو' نماز کا جو حصہ پاؤ اسے پڑھو اور جو رہ جائے اسے (بعد میں) پورا کر لو۔

تشریح حدیث کے لفظ وما فاتکم سے حضرت امام نے مقصد باب کو ثابت فرمایا ہے اور گفتگو کا سلیقہ سکھلایا ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ نماز کا جو حصہ تم پا سکو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پورا کر لو۔

٢١- باب: مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا.

باب اس بیان میں کہ نماز کا جو حصہ (جماعت کے ساتھ) پا سکو اسے پڑھ لو اور جو نہ پا سکو اسے بعد میں پورا کر لو۔

وَقَالَهُ أَبُو قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ مسئلہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٦٣٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ح وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلاَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ، وَلاَ تُسرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)).

[طرفه في : ٩٠٨].

(٦٣٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام زہری نے سعید بن مسیب سے بیان کیا' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (دوسری سند) اور زہری نے ابو سلمہ سے' انہوں نے ابو ہریرہؓ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے' آپ نے فرمایا تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لئے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہرحال) لازم پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو' اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔

٢٢- بَابُ مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الإِمَامَ عِنْدَ الإِقَامَةِ؟

باب نماز کی تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہوں۔

٦٣٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ فَلاَ تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِيْ)).

[طرفاه في : ٦٣٨، ٩٠٩].

(٦٣٧) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' کہا مجھے یحییٰ نے عبدالوہاب بن ابی قتادہ سے یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نکلتے ہوئے نہ دیکھ لو۔

تشریح: اس مسئلے میں کئی قول ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر ختم ہونے کے بعد مقتدیوں کو اٹھنا چاہئے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تکبیر شروع ہوتے ہی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام نماز شروع کر دے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ پر اٹھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کی حدیث لا کر یہ اشارہ کیا کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ بیٹھے رہیں اور جب امام کو دیکھ لیں تب نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

٢٣- بَابُ لاَ يَسْعَى إِلَى الصَّلاَةِ مُسْتَعْجِلاً، وَلْيَقُمْ إِلَيْهَا بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

باب نماز کے لئے جلدی نہ اٹھے بلکہ اطمینان اور سکون و سہولت کے ساتھ اٹھے۔

٦٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

(٦٣٨) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ

قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ فَلاَ تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ)) تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ. [راجع: ٦٣٧]

سے' انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی تکبیر ہو تو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو اور آہستگی کو لازم رکھو۔ شیبان کے ساتھ اس حدیث کو یحییٰ سے علی بن مبارک نے بھی روایت کیا ہے۔

جسے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجمعہ میں نکالا ہے۔ معلوم ہوا کہ شرکت جماعت کے لئے بھاگ دوڑ مناسب نہیں بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چل کر شریک جماعت ہونا چاہئے۔ پھر جو نماز چھوٹ جائے وہ بعد میں پڑھ لے۔ جماعت کا ثواب بہر حال حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٢٤- بَابُ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

باب کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے اذان یا اقامت کے بعد بھی کوئی شخص نکل سکتا ہے؟

٦٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ، حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مُصَلاَّهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ، انْصَرَفَ قَالَ: ((عَلٰى مَكَانَتِكُمْ)). فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا، حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ. [راجع: ٢٧٥]

(۶۳۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' وہ صالح بن کیسان سے' وہ ابن شہاب سے' وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن حجرے سے) باہر تشریف لائے' اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں۔ آپ جب مصلے پر کھڑے ہوئے تو ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ تکبیر کہتے ہیں۔ لیکن آپ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ ہم اسی حالت میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ دوبارہ تشریف لائے' تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے غسل کیا تھا۔

تشریح آپ حالت جنابت میں تھے مگر یاد نہ رہنے کی وجہ سے تشریف لے آئے۔ بعد میں معلوم ہو گیا تو واپس تشریف لے گئے۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری قدس سرہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ کوئی ایسی ہی سخت ضرورت در پیش آ جائے' تو اذان و تکبیر کے بعد بھی آدمی مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ جس حدیث میں ممانعت آئی ہے وہاں محض بلا وجہ نفسانی خواہش کے باہر نکلنا مراد ہے۔ ممانعت والی حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور مسند احمد میں بھی ہے۔ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والحديثان يدلان على تحريم الخروج من المسجد بعد سماع الاذان لغير الوضوء وقضاء الحاجة و ما تدعوا الضرورة اليه حتى يصلى فيه تلك الصلوٰة لان ذالک المسجد قد تعين لتلك الصلوٰة (نیل الاوطار)

یعنی مسجد سے اذان سننے کے بعد نکلنا حرام ہے۔ مگر وضو یا قضائے حاجت یا اور کوئی ضروری کام ہو تو اجازت ہے ورنہ جس مسجد میں رہتے ہوئے اذان سن لی اب اسی مسجد میں نماز کی ادائیگی لازم ہے کیونکہ اس نماز کے لئے وہی مسجد متعین ہو چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احکام شریعت و طریقہ عبادت میں نسیان ہو سکتا ہے تا کہ وہ وحی آسمانی کے مطابق اس نسیان کا ازالہ کر سکیں۔

٢٥- بَابُ إِذَا قَالَ الإِمَامُ ((مَكَانَكُمْ)) حَتَّى يَرْجِعَ انْتَظَرُوهُ

باب اگر امام مقتدیوں سے کہے کہ تم لوگ اسی حالت میں ٹھہرے رہو تو جب تک وہ لوٹ کر آئے اس کا انتظار کریں (اور اپنی حالت پر ٹھہرے رہیں)

٦٤٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ، فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ. ثُمَّ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)). فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلَّى بِهِمْ.
[راجع: ٢٧٥]

(۶۴۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں محمد بن یوسف فریابی نے خبردی کہ کہا ہم سے اوزاعی نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفیں سیدھی کرلی تھیں۔ پھر رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آگے بڑھے۔ لیکن حالت جنابت میں تھے (مگر پہلے خیال نہ رہا) اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر آپؐ واپس تشریف لائے تو آپ غسل کئے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے:۔ قيل لابى عبدالله اى البخارى ان بدا لاحدنا مثل هذا يفعل كما يفعل النبى صلى الله عليه وسلم قال فاى شيئى يصنع فقيل ينتظرونه قياما اوقعودا قال ان كان قبل التكبير للاحرام فلا باس ان يقعدوا و ان كان بعد التكبير انتظروه حال كونهم قياما. یعنی لوگوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے کہا اگر ہم میں کسی کو ایسا اتفاق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا کہ جیسا آنحضرت ﷺ نے کیا ویسا کرے۔ لوگوں نے کہا تو مقتدی امام کا انتظار کھڑے رہ کر کرتے رہیں یا بیٹھ جائیں۔ انہوں نے کہا اگر تکبیر تحریمہ ہو چکی ہے تو کھڑے کھڑے انتظار کریں۔ ورنہ بیٹھ جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

٢٦- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ: مَا صَلَّيْنَا

باب آدمی یوں کہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی تو اس طرح کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

٦٤١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَاللهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ،

(۶۴۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے یحییٰ کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! قسم خدا کی سورج غروب ہونے کو ہی تھا کہ میں اب عصر کی نماز پڑھ سکا ہوں۔ آپ جب

وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّائِمُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا)) فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى - الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [راجع: ٥٩٦]

حاضر خدمت ہوئے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نے بھی تو نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔ پھر آپ بطحان کی طرف گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی تھا۔ آپ نے وضو کیا' پھر عصر کی نماز پڑھی۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

یہ باب لاکر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا رد کیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہنا مکروہ قرار دیا کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ کہنا اس شخص کے لئے مکروہ جانا جو نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ گویا نماز ہی میں ہے۔

٢٧- بَابُ الإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الإِقَامَةِ

باب اگر امام کو تکبیر ہو چکنے کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو کیا کرے؟

٦٤٢- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُنَاجِي رَجُلاً فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

(٦٤٢) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے تکبیر ہو چکی تھی اور نبی ﷺ کسی شخص سے مسجد کے ایک گوشے میں چپکے چپکے کان میں باتیں کر رہے تھے۔ پھر آپ نماز کے لئے جب تشریف لائے تو لوگ سو رہے تھے۔

[طرفاه في : ٦٤٣، ٦٢٩٢].

سونے سے مراد اونگھنا ہے جیسا کہ ابن حبان اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا کہ بعض لوگ اونگھنے لگے' چونکہ عشاء کی نماز کے وقت میں کافی گنجائش ہے اور باتیں بے حد ضروری تھیں' اس لئے آپ نے نماز کو مؤخر کر دیا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان شرعی سہولتوں کو بیان کرنا ہے جو روا رکھی گئی ہیں۔ آج جب کہ مصروفیات زندگی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہیں اور ہر ہر منٹ مصروفیات کا ہے حدیث نبوی الامام ضامن کے تحت امام کو بہرحال مقتدیوں کا خیال کرنا ضروری ہو گا)

٢٨- بَابُ الْكَلاَمِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ

باب تکبیر ہو چکنے کے بعد کسی سے باتیں کرنا۔

٦٤٣- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلاَةُ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ

(٦٤٣) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جو نماز کے لئے تکبیر ہونے کے بعد گفتگو کرتا رہے۔ اس پر انہوں نے انس بن

مَالِكٍ قَالَ: (أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةَ).

[راجع: ٦٤٢]

مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تکبیر ہو چکی تھی۔ اتنے میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا اور آپ کو نماز کے لئے تکبیر کہی جانے کے بعد بھی روکے رکھا

یہ آپ کے کمال اخلاق حسنہ کی دلیل ہے کہ تکبیر ہو چکنے کے بعد بھی آپ نے اس شخص سے گفتگو جاری رکھی۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک ملنے والا خود جدا نہ ہوتا آپ ضرور موجود رہتے۔ یہاں بھی یہی ماجرا ہوا۔ بہر حال کسی خاص موقع پر اگر امام ایسا کرے تو شرعاً اس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

٢٩- بَابُ وُجُوبِ صَلاَةِ الْجَمَاعَةِ

باب جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا.

اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی شخص کی ماں اس کو محبت کی بنا پر عشاء کی نماز با جماعت کے لئے مسجد میں جانے سے روک دے تو اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ماں کی بات نہ مانے۔

٦٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ. وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ)) .

[طرافه في : ٦٥٧، ٢٤٢٠، ٧٢٢٤].

(٦٤٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لئے کہوں' اس کے لئے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھریں مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لئے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں۔

تشریح اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین جماعت کے لئے ان کے گھروں کو آگ لگانے تک کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علماء نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ والحديث استدل به القائلون بوجوب صلٰوة الجماعة لانها لوكانت سنة لم يهدد تاركها بالتحريق۔ یعنی اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو نماز با جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔

بعض علماء اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی' وہ منافق لوگ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والذی یظھر لی ان الحدیث ورد فی المنافقین لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صدر الحدیث "اثقل الصلوٰۃ علی المنافقین" ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "لو یعلمون الخ" لان ھذا الوصف یلیق بھم لا بالمومنین لکن المراد نفاق المعصیۃ لانفاق الکفر الخ۔ یعنی میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہؓ خاص منافقین کے بارے میں ہے۔ شروع کے الفاظ صاف ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی یہی ظاہر کرتا ہے لو یعلمون الخ یعنی اگر وہ ان نمازوں کا ثواب با جماعت پڑھنے کا جان لیتے تو ----- آخر تک۔ پس یہ بری عادت اہل ایمان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ یہ خاص اہل نفاق ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ یہاں نفاق سے مراد نفاق معصیت ہے نفاق کفر مراد نہیں ہے۔ بہر حال جمہور علماء نے نماز باجماعت کو سنت قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز با جماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت بتلائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ فاعدل الاقوال اقربھا الی الصواب ان الجماعۃ من السنن الموکدۃ التی لا یخل بملا زمتھا ما امکن الا محروم مشئوم (نیل' جزء: ۳ / ص: ۱۳۷) یعنی درست تر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنا سنن مؤکدہ سے ہے۔ ایسی سنت کہ امکانی طاقت میں اس سے وہی شخص تساہل برت سکتا ہے جو انتہائی بد بخت بلکہ منحوس ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نماز با جماعت واجب ہے جیسا کہ منعقدہ باب سے ظاہر ہے اسی لئے مولانا مرزا حیرت مرحوم فرماتے ہیں کہ ان المحققین ذھبوا الی وجوبھا والحق احق بالاتباع۔

حدیث ابو ہریرہؓ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔ جس میں الفاظ کی کمی بیشی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں منافقین کا ذکر صریح لفظوں میں نہیں ہے دوسری روایات میں منافقین کا ذکر صراحتاً آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر نماز با جماعت ہی فرض ہوتی تو آپ ﷺ ان کو بغیر جلائے نہ چھوڑتے۔ آپ کا اس سے رک جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ نیل الاوطار میں تفصیل سے ان مباحث کو لکھا گیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ

٣٠- بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الأَسْوَدُ: إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ: وَجَاءَ أَنَسٌ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ: فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً.

٦٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((صَلاَةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلاَةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً)). [طرفه في : ٦٤٩].

باب نماز با جماعت کی فضیلت کا بیان۔

اسود رضی اللہ عنہ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو آپ کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے (جہاں نماز با جماعت ملنے کا امکان ہوتا) اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ایسی مسجد میں حاضر ہوئے جہاں نماز ہو چکی تھی۔ آپ نے پھر اذان دی' اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

(۶۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہوں نے نافع سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٦٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((صَلاَةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلاَةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً)).

(٦٤٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ہاد نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن خباب سے' انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ جماعت سے نماز تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٦٤٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((صَلاَةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوْقِهِ خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لاَ يُخْرِجُهُ إِلاَّ الصَّلاَةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلاَّ رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ. فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلاَّهُ : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ. وَلاَ يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلاَةَ)). [راجع: ١٧٦]

(٦٤٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو صالح سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ رکھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کا راستہ پکڑتا ہے اور سوا نماز کے اور کوئی دوسرا ارادہ اس کا نہیں ہوتا' تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لئے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے۔ کہتے ہیں اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! اس پر رحم کر اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نماز ہی میں مشغول ہو۔

تشریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پچیس درجہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ستائیس درجہ ثواب با جماعت نماز میں بتایا گیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت زیادہ قوی ہے۔ اس لئے عدد سے متعلق اس روایت کو ترجیح ہو گی۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ دونوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ با جماعت نماز بذات خود واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک فضیلت کی وجہ تو یہی ہے۔ پھر با جماعت نماز پڑھنے والوں کے اخلاص و تقویٰ میں بھی تفاوت ہو گا اور ثواب بھی اسی کے مطابق کم و بیش ملے گا۔ اس کے علاوہ کلام عرب میں یہ اعداد کثرت کے اظہار کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ گویا مقصود صرف ثواب کی زیادتی کو بتانا تھا۔ (تفہیم البخاری)

ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا گھروں اور بازاروں میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے گو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھے' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں گھر میں اور بازار میں نماز

پڑھنے سے وہاں اکیلے نماز پڑھنا مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۱- بَابُ فَضْلِ صَلاَةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

باب فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں۔

٦٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَفْضُلُ صَلاَةُ الْجَمِيْعِ صَلاَةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مَلاَئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَاقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾. [راجع: ١٧٦]

(٦٤٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جماعت سے نماز اکیلے پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ اور رات دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم پڑھنا چاہو تو (سورۂ بنی اسرائیل) کی یہ آیت پڑھو ﴿ ان قرآن الفجر کان مشھودا ﴾ یعنی فجر میں قرآن پاک کی تلاوت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

٦٤٩- قَالَ شُعَيْبٌ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. [راجع: ٦٤٥]

(٦٤٩) شعیب نے فرمایا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے اس طرح حدیث بیان کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٦٥٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ: دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ، فَقُلْتُ: مَا أَغْضَبَكَ؟ قَالَ: وَاللهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا إِلاَّ أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيْعًا.

(٦٥٠) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ میں نے سالم سے سنا۔ کہا کہ میں نے ام درداء سے سنا' آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے' بڑے ہی خفا ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی' جس نے آپ کو غضبناک بنا دیا۔ فرمایا' خدا کی قسم! حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کوئی بات اب میں نہیں پاتا۔ سوا اس کے کہ جماعت کے ساتھ یہ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

٦٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ

(٦٥١) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبداللہ سے بیان کیا' انہوں نے ابو بردہ سے' انہوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں ثواب کے لحاظ

النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ)).

سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے' جو (مسجد میں نماز کے لئے) زیادہ سے زیادہ دور سے آئے اور جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور پھر امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس شخص سے اجر میں بڑھ کر ہے جو (پہلے ہی) پڑھ کر سو جائے۔

تشریح پہلی حدیث میں نماز فجر کی خاص فضیلت کا ذکر ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے اور قرأت قرآن مجید سنتے ہیں۔ دوسری دو حدیثوں میں مطلق جماعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی نماز با جماعت ادا کی جائے تاکہ ستائیس حصہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے علاوہ فرشتوں کی بھی معیت نصیب ہو جو فجر میں تلاوت قرآن سننے کے لئے جماعت میں حاضر ہوتے ہیں' پھر عرش پر جا کر اللہ پاک کے سامنے ان نیک بندوں کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرما دے۔ آمین

٣٢- بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيرِ إِلَى الظُّهْرِ

باب ظہر کی نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت کا بیان۔

٦٥٢- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ، فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)).

[طرفه في : ٢٤٧٢].

(٦٥٢) مجھ سے قتیبہ بن سعید نے امام مالک سے بیان کیا' انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی نامی سے' انہوں نے ابو صالح سمان سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کانٹوں کی بھری ہوئی ایک ٹہنی دیکھی' پس اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (صرف اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش کر دی۔

٦٥٣- ثُمَّ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِيقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ)) وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلاَّ أَنْ يَسْتَهِمُوا لاَسْتَهَمُوا عَلَيْهِ)).

[أطرافه في : ٧٢٠، ٢٨٢٩، ٥٧٣٣].

(٦٥٣) پھر آپ نے فرمایا کہ شہداء پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں مرنے والے' پیٹ کے عارضے (ہیضے وغیرہ) میں مرنے والے اور ڈوب کر مرنے والے اور جو دیوار وغیرہ کسی بھی چیز سے دب کر مر جائے اور خدا کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہونے والے اور آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب کتنا ہے اور پھر اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو کہ قرعہ ڈالا جائے تو لوگ ان کیلئے قرعہ ہی ڈالا کریں۔

٦٥٤- ((وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لاَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)).

[راجع: ٦١٥]

(٦٥٤) اور اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز کیلئے سویرے جانے میں کیا ثواب ہے تو اس کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر یہ جان جائیں کہ عشاء اور صبح کی نماز کے فضائل کتنے ہیں' تو گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ان کیلئے

آئیں۔

تشریح اس حدیث میں اول رفاہ عام کے ثواب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مخلوق الٰہی کو فائدہ پہنچانے کے لئے اگر کوئی ادنیٰ قدم بھی اٹھایا جائے تو عنداللہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ نجات اخروی کے لئے صرف وہی ایک کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا بیان کیا گیا۔ جن کی پانچ مذکورہ قسمیں ہیں۔ پھر اذان دینا اور پہلی صف میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنا۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت ادا کرنا۔ پھر صبح اور عشاء کی نمازوں کا خاص خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ نیکیوں پر توجہ دلائی گئی۔ ظہر کی نماز گرمیوں میں دیر کرنے کی احادیث ذکر میں آ چکی ہیں۔ یہاں گرمیوں کے علاوہ اول وقت پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔

٣٣- بَابُ احْتِسَابِ الآثَارِ

٦٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي سَلَمَةَ أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ)). [طرفاه في : ٦٥٦، ١٨٨٧].

٦٥٦- وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ : أَنَّ بَنِي سَلَمَةَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ: ((أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ)). قَالَ مُجَاهد: خُطاهم: آثارُهم، أن يمشي في الأرضِ بأرجُلهِم.

[راجع: ٦٥٥]

باب (جماعت کے لئے) ہر ہر قدم پر ثواب ملنے کا بیان۔

(٦٥٥) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے بنو سلمہ والو! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟

(٦٥٦) اور ابن ابی مریم نے بیان میں یہ زیادہ کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو سلمہ والوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے مکان (جو مسجد سے دور تھے) چھوڑ دیں اور آنحضرت ﷺ کے قریب آ رہیں۔ (تاکہ نماز باجماعت کے لئے مسجد نبوی کا ثواب حاصل ہو) لیکن آنحضرت ﷺ کو مدینہ کا اجاڑ دینا برا معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟ مجاہد نے کہا (سورۂ یٰسین میں) و آثارھم سے قدم مراد ہیں۔ یعنی زمین پر چلنے سے پاؤں کے نشانات۔

تشریح مدینہ کے قرب و جوار میں جو مسلمان رہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ وہ مسجد نبوی کے قریب شہر میں سکونت اختیار کر لیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تم لوگ جتنی دور سے چل چل کر آؤ گے اور یہاں نماز باجماعت ادا کرو گے ہر ہر قدم نیکیوں میں شمار کیا جائے گا۔ سورۂ یٰسین کی آیت کریمہ انا نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا واثار ھم میں اللہ نے اسی عام اصول کو بیان فرمایا ہے کہ انسان کا ہر وہ قدم بھی لکھا جاتا ہے جو وہ اٹھاتا ہے۔ اگر قدم نیکی کے لئے ہے تو وہ نیکیوں میں لکھا جائے گا اور اگر برائی کے لئے کوئی قدم اٹھا رہا ہے تو وہ برائیوں میں لکھا جائے گا۔ مجاہد کے قول مذکور کو عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

٣٤- باب فضل صلاة العشاء في

باب عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت

الجماعة

کے بیان میں

٦٥٧- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ صَلاَةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيْهِمَا لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا. لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ آخُذَ شُعَلاً مِنْ نَارٍ فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لاَ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلاَةِ بَعْدُ)). [راجع: ٦٤٤]

(٦٥٧) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے' پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کی جماعت دیگر نمازوں کی جماعت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور شریعت میں ان دو نمازوں کا بڑا اہتمام ہے۔ جبھی تو آپ نے ان لوگوں کے جلانے کا ارادہ کیا جو ان میں شریک نہ ہوں۔ مقصد باب یہی ہے اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٣٥- بَابُ اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

باب دو یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے۔

٦٥٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا)). [راجع: ٦٢٨]

(٦٥٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے' انہوں نے مالک بن حویرث سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت آ جائے تو تم دونوں اذان دو اور اقامت کہو' پھر جو تم میں بڑا ہے وہ امام بنے۔

تشریح اس سے پہلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں دو اصحاب کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی نماز کے لئے جماعت کرنی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:- المراد بقوله اذنا اى من احب منكما ان يوذن فليوذن وذالك لا ستوائهما فى الفضل ولا يعتبر فى الاذان السن بخلاف الامامة الخ (فتح البارى) حافظ ابن حجر لفظ اذنا کی تفسیر کرتے ہیں کہ تم میں سے جو چاہے اذان دے یہ اس لئے کہ وہ دونوں فضیلت میں برابر تھے اور اذان میں عمر کا اعتبار نہیں۔ بخلاف امامت کے کہ اس میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

٣٦- بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ

باب جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اس کا بیان

يَنتظِرُ الصَّلاةَ، وَفَضلِ الْمَسَاجِدِ

اور مساجد کی فضیلت۔

٦٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلاَّهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ. لاَ يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَتِ الصَّلاَةُ تَحْبِسُهُ، لاَ يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ الصَّلاَةُ)). [راجع: ١٧٦]

(٦٥٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک سے' انہوں نے ابوالزناد سے' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ تم میں سے اس نمازی کے لئے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت کر۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ گھر جانے سے سوا نماز کے اور کوئی چیز اس کے لئے مانع نہیں' تو اس کا (یہ سارا وقت) نماز ہی میں شمار ہو گا۔

٦٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ: الإِمَامُ الْعَادِلُ: وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)).

[أطرافه في : ١٤٢٣، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦].

(٦٦٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبیداللہ بن عمر عمری سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا حفص بن عاصم سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو خدا اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ' دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا' تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے' چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لئے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی للہی محبت ہے' پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں' چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا' مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تشریح: علامہ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل نے ان سات خوش نصیبوں کا ذکر ان شعروں میں منظوم فرمایا ہے۔

وقال النبی المصطفیٰ ان سبعۃ ‏— یظلھم اللہ الکریم بظلہ

محب عفیف ناشی متصدق ‏— باک مصل والامام بعدلہ

ان سات کے علاوہ بھی اور بہت سے نیک اعمال ہیں۔ جن کے بجالانے والوں کو سایۂ عرش عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔
حدیث کے لفظ قلبه معلق فی المساجد (یعنی وہ نمازی جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا رہتا ہو) سے باب کا مقصد ثابت ہوتا ہے۔ باقی ان ساتوں پر تبصرہ کیا جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ متصدق کے بارے میں مسند احمد میں ایک حدیث مرفوعاً حضرت انسؓ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے کہا یا اللہ! تیری کائنات میں کوئی مخلوق پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے؟ اللہ نے فرمایا ہاں لوہا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی مخلوق لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا کہ ہاں آگ ہے جو لوہے کو بھی پانی بنا دیتی ہے۔ پھر پوچھا پروردگار کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا ہاں پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ پھر پوچھا الٰہی کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا ہاں ہوا ہے جو پانی کو بھی خشک کر دیتی ہے' پھر پوچھا کہ یا اللہ! کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا ہاں آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ کیا صدقہ کیا۔
حدیث مذکورہ میں جن سات خوش نصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے' اس سے مخصوص طور پر مردوں ہی کو نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ عورتیں بھی اس شرف میں داخل ہو سکتی ہیں اور ساتوں وصفوں میں سے ہر ہر وصف اس عورت پر بھی صادق آ سکتا ہے جس کے اندر وہ خوبی پیدا ہو۔ مثلاً ساتواں امام عادل ہے۔ اس میں وہ عورت بھی داخل ہے جو اپنے گھر کی ملکہ ہے اور اپنے ماتحتوں پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتی ہے۔ اپنے جملہ متعلقین میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرتی' نہ کسی کی رو رعایت کرتی ہے بلکہ ہمہ وقت عدل و انصاف کو مقدم رکھتی ہے و علی ہذا القیاس۔

٦٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ: هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَاتَمًا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، أَخَّرَ لَيْلَةً صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: ((صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلاَةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوهَا)) قَالَ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ. [راجع: ٥٧٢]

(٦٦١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا حمید طویل سے' انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی انگوٹھی پہنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! ایک رات عشاء کی نماز میں آپ نے آدھی رات تک دیر کی۔ نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا' لوگ نماز پڑھ کر سو چکے ہوں گے۔ اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی کی حالت میں تھے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے اس وقت میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں (یعنی آپ کی انگوٹھی کی چمک کا سماں میری آنکھوں میں ہے)

٣٧- بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

باب مسجد میں صبح اور شام آنے جانے کی فضیلت کا بیان۔

٦٦٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(٦٦٢) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون واسطی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں محمد بن مطرف نے زید بن اسلم سے خبر دی' انہوں نے عطاء بن یسار سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے' آپ نے

قَالَ: ((مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَو رَاحَ)).

فرمایا کہ جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے۔

٣٨- بَابُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلاَ صَلاَةَ إِلاَّ الْمَكْتُوبَةَ

باب جب نماز کی تکبیر ہونے لگے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

٦٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ.)) ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلاً مِنَ الأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ ابْنُ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاَثَ بِهِ النَّاسُ، وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((الصُّبْحَ أَرْبَعًا، الصُّبْحَ أَرْبَعًا)) تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ. وَقَالَ حَمَّادٌ: أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ حَفْصٍ عَنْ مَالِكٍ.

(٦٦٣) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابراہیم سے بیان کیا' انہوں نے حفص بن عاصم سے' انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے' کہا کہ نبی کریم ﷺ کا گذر ایک شخص پر ہوا (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے بہز بن اسد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی' کہا کہ میں نے حفص بن عاصم سے سنا' کہا کہ میں نے قبیلہ ازد کے ایک صاحب سے جن کا نام مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ تھا' سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک ایسے نمازی پر پڑی جو تکبیر کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگ اس شخص کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آنحضور ﷺ نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں پڑھتا ہے؟ کیا صبح کی چار رکعتیں ہو گئیں؟ اس حدیث کی متابعت غندر اور معاذ نے شعبہ سے کی ہے جو مالک سے روایت کرتے ہیں۔

ابن اسحاق نے سعد سے' انہوں نے حفص سے' وہ عبداللہ بن بحینہ سے اور حماد نے کہا کہ ہمیں سعد نے حفص کے واسطہ سے خبر دی اور وہ مالک کے واسطہ سے۔

تشریح حضرت سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جن لفظوں میں باب منعقد کیا ہے یہ لفظ ہی خود اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ جسے امام مسلم اور سنن والوں نے نکالا ہے۔ مسلم بن خالد کی روایت میں اتنا زیادہ اور ہے کہ فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے۔

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب محدث حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے امام احمد بن حنبل اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ جب فرض نماز کی تکبیر شروع ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہ پڑھے نہ فجر کی سنتیں نہ اور کوئی سنت یا فرض' بس اسی فرض میں شریک ہو جائے جس کی تکبیر ہو رہی ہے۔

اور بیہقی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے الا رکعتی الفجر اور حنفیہ نے اس سے دلیل پکڑی کہ فجر کی جماعت ہوتے بھی سنت پڑھنی ضروری ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن نصیر متروک اور عباد بن کثیر مردود ہے۔ اہلحدیث کا یہ بھی قول ہے کہ اگر کوئی فجر کی سنتیں شروع کر چکا ہو اور فرض کی تکبیر ہو تو سنت کو توڑ دے اور فرض میں شریک ہو جائے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اس حدیث بخاری کی شرح میں نو اقوال ذکر کئے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ انه ان خشی فوت الرکعتین معا وانه لا یدرک الامام قبل رفعه من الرکوع فی الثانیة دخل معه والا فلیرکعهما یعنی رکعتی الفجر خارج المسجد ثم یدخل مع الامام اگر یہ خطرہ ہو کہ فرض کی ہر دو رکعت ہاتھ سے نکل جائیں گی تو فجر کی سنتوں کو نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ مل جائے اور اگر اتنا بھی احتمال ہے کہ دوسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ مل سکے گا تو ان دو رکعت سنت فجر کو پڑھ لے پھر فرضوں میں مل جائے۔ اس سلسلہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے جو بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا اقیمت الصلٰوة فلا صلٰوة الا المکتوبة الا رکعتی الصبح یعنی تکبیر ہو چکنے کے بعد سوائے اس فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں مگر صبح کی دو رکعت سنت۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کر کے خود فرماتے ہیں هذه الزیادة لا اصل لها و فی اسناد ها حجاج بن نصیر و عباد بن کثیر و هما ضعیفان یعنی یہ الا رکعتی الفجر والی زیادتی بالکل بے اصل ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی سند میں حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ زیادتی قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ برخلاف اس کے خود امام بیہقی ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ان لفظوں میں نقل کی ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلٰوة فلا صلٰوة الا المکتوبة قیل یا رسول الله ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر فی اسناده مسلم بن خالد الزنجی و هو متکلم فیه و قد وثقه ابن حبان واحتج به فی صحیحه یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز فرض کی تکبیر ہو جائے تو پھر کوئی اور نماز جائز نہیں۔ کہا گیا کہ فجر کی سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ وہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے۔ جس میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث میں آخری نواں قول ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔

انه اذا سمع الاقامة لم یحل له الدخول فی رکعتی الفجر ولا فی غیرها من النوافل سواء کان فی المسجد اوخارجه فان فعل فقدعصی و هو قول اهل الظاهر و نقله ابن حزم عن الشافعی وجمهور السلف (نیل الاوطار)

یعنی تکبیر سن لینے کے بعد نمازی کے لئے فجر کی سنت پڑھنا یا اور کسی نماز نفل میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ وہ مسجد میں ہو یا باہر اگر ایسا کیا تو وہ خدا اور رسول کا نافرمان ٹھہرا۔ اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ ابن حزم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف سے اسی مسلک کو نقل کیا ہے۔

ایک تاریخی مکتوب مبارک: کون اہل علم ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم سہارنپوری کے نام نامی سے واقف نہیں۔ آپ نے بخاری شریف کے حواشی تحریر فرما کر اہل علم پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ مگر اس بحث کے موقع پر آپ کا قلم بھی جادۂ اعتدال سے ہٹ گیا۔ یعنی آپ نے اسی بیہقی والی روایت کو بطور دلیل نقل کیا ہے۔ اور اسے علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ اس روایت پر روایت نقل کرنے والے بزرگ یعنی خود علامہ بیہقی کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جاتا' مگر ایسا نہیں کیا جس سے متاثر ہو کر استاذ الاساتذہ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا و استاذنا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا۔ چونکہ یہ خط ایک علمی دستاویز ہے جس سے روشن خیال نوجوان کو بہت سے مفید

امور معلوم ہو سکیں گے۔ اس لئے اس خط کا پورا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امید کہ قارئین کرام و علمائے عظام اس کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے۔

من العاجز النحیف السید محمد نذیر حسین الی المولوی احمد علی سلمہ اللہ القوی السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ و بعد فاتباعا بحدیث خیر الانام علیہ افضل التحیۃ والسلام الدین النصیحۃ وابتغاء تاس باحسن القول کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ماسمع اظہر بخد متکم الشریفۃ ان ما وقع من ذالک المکرم فی الحاشیۃ علی صحیح البخاری تحت حدیث اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ سمعت استاذی مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالٰی یقول و ردفی روایۃ البیہقی اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا رکعتی الفجر انتہٰی۔ جعلہ اکثر طلبۃ العلم بل بعض اکابر زما ننا الذین یعتمدون علی قولکم بمروۃ انفسہم یصلون السنۃ ولا یبالون فوت الجماعۃ و ہذہ الزیادۃ الاستثناء الاخیر الا رکعتی الفجر لا اصل لہا بل مردودۃ مطرودۃ عند المحققین ولاسیما عند البیہقی الا مین و آفۃ الوضع علی ہذا الحدیث الصحیح انما طرء عن عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر بالحاق ہذہ الزیادۃ الاستثناء الاخیر وظنی انکم ایہا الممجد ما سمعتم نقل کلام استاذی العلامۃ البحر الفہامۃ المشتہربین الافاق مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالٰی خیر رحمۃ فی یوم التلاق من البیہقی بالتمام والکمال فان البیہقی قال لا اصل لہا او تسامح من المولانا المرحوم لضعف مزاجہ فی نقلہا والا فلا کلام عند الثقاۃ المحدثین فی بطلان الا رکعتی الفجر کما ہو مکتوب الیکم و معارضہ معروض علیکم قال الشیخ سلام اللہ فی المحلی شرح المئوطا زاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دینار فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر اخرجہ ابن عدی و سندہ حسن و اما زیادۃ الا رکعتی الصبح فی الحدیث فقال البیہقی ہذہ الزیادۃ لا اصل لہا انتہی مختصرا و قال التورپشتی و زاد احمد بلفظ فلا صلٰوۃ الا التی اقیمت و ہوا خص و زاد ابن عدی بسند حسن قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر و قال الشوکانی و حدیث اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الصبح قال البیہقی ہذہ الزیادۃ لا اصل لہا و قال الشیخ نور الدین فی موضوعاتہ حدیث اذا اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر روی البیہقی عن ابی ہریرۃ و قال ہذہ الزیادۃ لا اصل لہا و ہکذا فی کتب الموضوعات الاخریٰ فعلیکم والحالۃ ہذہ بصیانۃ الدین اما ان تصححوا الجملۃ الاخیرۃ من کتب ثقات المحققین اوترجعوا و تعلموا طلبتکم ان ہذہ الزیادۃ مردودۃ ولا یلیق العمل بہا ولا یعتقد بسنیتہما وہا انا ارجوا الجواب بالصواب فانہ ینبہ الغفلۃ و یوقظ الجہلۃ والسلام مع الاکرام۔ (اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر' ص: ۳۶)

ترجمہ: یہ مراسلہ عاجز نحیف سید محمد نذیر حسین کی طرف سے مولوی احمد علی سلمہ اللہ القوی کے نام ہے۔ بعد سلام مسنون حدیث خیر الانام علیہ التحیۃ- والسلام الدین النصیحۃ (دین خیر خواہی کا نام ہے) کی اتباع اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کفی بالمرء اثما الحدیث (انسان کو گنہگار بنانے کے لئے یہی کافی ہے کہ بغیر تحقیق کامل ہر سنی سنائی بات کو نقل کر دے) کے پیش نظر آپ کی خدمت شریف میں لکھ رہا ہوں کہ آپ مکرم نے بخاری شریف کی حدیث اذا اقیمت الصلٰوۃ الحدیث کے حاشیہ پر بیہقی کے حوالہ سے حضرت الاستاذ مولانا محمد اسحاق صاحب کا قول نقل فرمایا ہے جس سے سنت فجر کا جماعت فرض کی حالت میں پڑھنے کا جواز نکلتا ہے۔ آپ کے اس قول پر بھروسا کر کے بہت سے طلبہ بلکہ بعض اکابر عصر حاضر کا یہ عمل ہو گیا ہے کہ فرض نماز فجر کی جماعت ہوتی رہتی ہے اور وہ سنتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ روایت مذکورہ میں بیہقی کے حوالہ سے الا رکعتی الفجر والی زیادتی محققین علماء خاص طور پر حضرت علامہ بیہقی کے نزدیک بالکل مردود اور مطرود ہے۔ اور حدیث صحیح روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ پر یہ اضافہ عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر کا وضع کردہ ہے۔ اور اے محترم فاضل! میرا گمان ہے کہ آپ نے حضرت مولانا و استاذنا علامہ فہامہ مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کا بیہقی سے نقل کردہ قول پورے طور پر نہیں سنا۔ حالانکہ خود امام بیہقی وہاں فرما رہے ہیں کہ یہ قول بالکل بے اصل ہے۔ یا پھر حضرت مولانا

(محمد اسحاق مرحوم) کی طرف سے اس کے نقل میں ان کے ضعف مزاج کی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ ورنہ الا رکعتی الفجر کے لفظوں کے بطلان میں ثقات محدثین کی طرف سے کوئی کلام ہی نہیں۔ جیسا کہ شیخ سلام اللہ صاحب نے محلّی شرح مؤطا میں فرمایا ہے کہ مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ تو آپ سے پوچھا گیا کہ فجر کی دو سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ولا رکعتی الفجر یعنی جب فرض نماز کی تکبیر ہو گئی تو اب کوئی نماز حتیٰ کہ فجر کی دو سنتوں کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور نقل کردہ زیادتی الا رکعتی الفجر کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ تورپشتی نے کہا کہ احمد نے زیادہ کیا فلا صلوۃ الا التی اقیمت یعنی اس وقت خصوصاً وہی نماز پڑھی جائے گی' جس کی تکبیر کہی گئی ہے۔

اور ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ زیادہ کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا' کیا نماز فجر کی سنتوں کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں بوقت جماعت ان کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔

امام شوکانی حضرت امام بیہقی سے تحت حدیث اذا اقیمت الصلوٰۃ الخ میں زیادتی الا رکعتی الفجر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ یہ زیادتی بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے۔ شیخ نور الدین نے بھی ان لفظوں کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور دوسری کتب موضوعات میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔

ان حالات میں دین کی حفاظت کے لئے آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ یا تو ثقات محققین کی کتابوں سے اس کی صحت ثابت فرمائیں۔ یا پھر رجوع فرما کر اپنے طلباء کو آگاہ فرما دیں کہ یہ زیادتی نا قابل عمل اور مردود ہے' ان کے سنت ہونے کا عقیدہ بالکل نہ رکھا جائے۔ میں جواب باصواب کے لئے امید وار ہوں جس سے غافلوں کو تنبیہ ہو گی۔ اور بہت سے جاہلوں کے لئے آگاہی ۔ والسلام مع الاکرام۔

جہاں تک بعد کی معلومات ہیں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ نے اس مکتوب کا کوئی جواب نہیں دیا نہ ہی اس غلطی کی اصلاح کی۔ بلکہ آج تک جملہ مطبوعہ بخاری معہ حواشی مولانا مرحوم میں یہ غلط بیانی موجود ہے۔

پس خلاصہ المرام یہ کہ فجر کی جماعت ہوتے ہوئے فرض نماز چھوڑ کر سنتوں میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ پھر ان سنتوں کو کب ادا کیا جائے اس کے بارے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں یوں باب منعقد کیا ہے۔

باب ماجاء فیمن تفوته الرکعتان قبل الفجر یصلیهما بعد صلوٰة الصبح باب اس بارے میں جس کی فجر کی یہ دو سنتیں رہ جائیں وہ ان کو نماز فرض کی جماعت کے بعد ادا کرے۔ اس پر امام ترمذی نے یہ حدیث دلیل میں پیش کی ہے۔

عن محمد بن ابراهیم عن جده قیس قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فا قیمت الصلوٰة فصلیت معه الصبح ثم انصرف النبی صلی الله علیه وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلا یاقیس اصلاتان معا قلت یا رسول الله انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن یعنی محمد بن ابراہیم اپنے دادا قیس کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز فرض با جماعت ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نماز میں پھر مشغول ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا' کہ اے قیس! کیا دو نمازیں پڑھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی۔ حضور مجھ سے فجر کی سنت رہ گئی تھیں ان کو ادا کر رہا ہوں آپ نے فرمایا۔ پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں وقد قال قوم من اهل مکة بهذا الحدیث لم یروا باسا ان یصلی الرجل الرکعتین بعد المکتوبة قبل ان تطلع الشمس ۔ یعنی مکہ والوں میں سے ایک قوم نے اس حدیث کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس کی فجر کی سنتیں رہ جائیں وہ نماز جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کو پڑھ لے۔

المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں:۔

اعلم ان قوله صلی الله علیه وسلم فلا اذن معناه فلا باس علیک ان تصلیهما حینئذ کما ذکرته و یدل علیه روایة ابی داود فسکت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان) فاذا عرفت ھذا کلہ ظھرلک بطلان قول صاحب العرف الشذی فی تفسیر قولہ فلا اذن معناہ فلا تصلی مع ھذا العذر ایضا ای فلا اذن للانکار (تحفۃ الاحوذی)

یعنی جان لے کہ فرمان نبوی فلا اذن کا مطلب یہ کہ کوئی حرج نہیں کہ تو ان کو اب پڑھ رہا ہے' ابو داؤد میں صراحت یوں ہے کہ رسول کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس تفصیل کے بعد صاحب عرف الشذی کے قول کا بطلان تجھ پر ظاہر ہو گیا۔ جنہوں نے فلا اذن کے معنے انکار کے بتلائے ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے اس لفظ سے اس کو ان سنتوں کے پڑھنے سے روک دیا۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ قال ابن عبدالبر وغیرہ الحجۃ عند التنازع السنۃ فمن ادلی بھا فقد افلح و ترک التنفل عند اقامۃ الصلوٰۃ و تدارکھا بعد قضاء الفرض اقرب الی اتباع السنۃ ویتاید ذالک من حیث المعنی بان قولہ فی الاقامۃ حی علی الصلوٰۃ معناہ ھلموا الی الصلوٰۃ ای التی یقام لھا فا سعد الناس با متثال ھذا الامر من لم یتشاغل عنہ بغیرہ واللہ اعلم۔ یعنی ابن عبدالبرو غیرہ فرماتے ہیں کہ تنازع کے وقت فیصلہ کن چیز سنت رسول ہے۔ جس نے اس کو لازم پکڑا وہ کامیاب ہو گیا اور تکبیر ہوتے ہی نفل نمازوں کو چھوڑ دینا (جن میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں) اور ان کو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد ادا کرلینا اتباع سنت کے یہی قریب ہے اور اقامت میں جو حی علی الصلوٰۃ کہا جاتا ہے معنوی طور پر اس سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کے لئے آؤ جس کے لئے اقامت کہی جا رہی ہے۔ پس خوش نصیب وہی ہے جو اس امر پر فوراً عامل ہو اور اس کے سوا اور کسی غیر عمل میں مشغول نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ فجر کی نماز فرض کی جماعت ہوتے ہوئے سنتیں پڑھتے رہنا اور جماعت کو چھوڑ دینا عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

٣٩- بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

٦٦٤- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غَيَاثٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ الأَسْوَدُ: قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلاَةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَأُذِّنَ، فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَقِيْلَ لَهُ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. وَأَعَادَ. فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

باب بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہئے۔

(٦٦٤) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا کہ حضرت اسود بن یزید نخعی نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز میں ہیشگی اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس وقت آپ سے کہا گیا کہ ابو بکر بڑے نرم دل ہیں۔ اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا ان کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر وہی حکم فرمایا' اور آپ کے سامنے پھر وہی بات دہرا دی گئی۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم تو بالکل یوسف کی ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو۔ (کہ

مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي، فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ، فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، (فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ. ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ). قِيلَ لِلأَعْمَشِ : وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاَتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ؟ فَقَالَ بِرَأْسِهِ: نَعَمْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الأَعْمَشِ بَعْضَهُ. وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ : جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا.

[راجع: ١٩٨]

دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہو) ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت آپ کے قدموں کو دیکھ رہی ہوں کہ تکلیف کی وجہ سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن آنحضور ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ پھر ان کے قریب آئے اور بازو میں بیٹھ گئے۔ جب اعمش نے یہ حدیث بیان کی' ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء کی اور لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کی؟ حضرت اعمش نے سر کے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں۔ ابو داؤد طیالسی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا شعبہ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے اعمش سے اور ابو معاویہ نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

٦٦٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ : لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلاَهُ الأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لاَ. قَالَ. هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(٦٦٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی معمر سے' انہوں نے زہری سے' کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس کی اجازت لی کہ بیماری کے دن میرے گھر میں گذاریں۔ انہوں نے اس کی آپ کو اجازت دے دی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ آپ اس وقت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے بیچ میں تھے (یعنی دونوں حضرات کا سہارا لئے ہوئے تھے) عبید اللہ راوی نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی' تو آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی جانتے ہو' جن کا نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا۔ میں نے کہا کہ نہیں! آپ نے فرمایا کہ وہ

[راجع: ۱۹۸] دوسرے آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب منعقد کرنے اور یہ حدیث لانے سے ظاہر ہے کہ جب تک بھی مریض کسی نہ کسی طرح سے مسجد میں پہنچ سکے حتیٰ کہ کسی دوسرے آدمی کے سہارے سے جا سکے تو جانا ہی چاہئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ ومناسبة ذالک من الحدیث خروجه صلی الله علیه وسلم متوکئا علی غیره من شدة الضعف فکانه یشیر الی انه من بلغ الی تلک الحال لا یستحب له تکلف الخروج للجماعة الا اذا وجد من یتوکاء علیه (فتح الباری)

یعنی حدیث سے اس کی مناسبت بایں طور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لانا شدت ضعف کے باوجود دوسرے کے سہارے ممکن ہوا۔ گویا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس مریض کا حال یہاں تک پہنچ جائے اس کے لئے جماعت میں حاضری کا تکلف مناسب نہیں۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا آدمی پالے جو اسے سہارا دے کر پہنچا سکے تو مناسب ہے۔

حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں دیکھ لیا تھا کہ امت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص اس وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے بار بار تاکید فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو مصلے پر بڑھایا۔ خلافت صدیقی کی حقانیت پر اس سے زیادہ واضح اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلے میں کچھ معذرت پیش کی اور اشارہ کیا کہ محترم والد ماجد بے حد رقیق القلب ہیں۔ وہ مصلے پر جا کر رونا شروع کر دیں گے۔ لہٰذا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمایئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایسا خیال بھی نقل کیا گیا ہے کہ اگر والد ماجد مصلے پر تشریف لائے اور بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عوام حضرت والد ماجد کے متعلق قسم قسم کی بدگمانیاں پیدا کریں گے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کہ تم یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیوں جیسی ہو سب کو خاموش کر دیا۔ جیسا کہ زلیخا کی سہیلیوں کا حال تھا کہ ظاہر میں کچھ کہتی تھیں اور دل میں کچھ اور ہی تھا۔ یہی حال تمہارا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) ایسے شخص کی اس کے سامنے تعریف کرنا جس کی طرف سے امن ہو کہ وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو گا۔

(۲) اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔

(۳) چھوٹے آدمی کو حق حاصل ہے کہ کسی اہم امر میں اپنے بڑوں کی طرف مراجعت کرے۔

(۴) کسی عمومی مسئلہ پر باہمی مشورہ کرنا۔

(۵) بڑوں کا ادب بہرحال بجالانا جیسا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔

(۶) نماز میں بکثرت رونا۔

(۷) بعض اوقات محض اشارے کا بولنے کے قائم مقام ہو جانا۔

(۸) نماز باجماعت کی تاکید شدید وغیرہ وغیرہ۔ (فتح الباری)

٤٠- بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

باب بارش اور کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت کا بیان۔

٦٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ

(۶۶۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

بِالصَّلَاةِ - فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ - ثُمَّ قَالَ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ - إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ - يَقُولُ: ((أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ)). [راجع: ٦٣٢]

نے ایک ٹھنڈی اور برسات کی رات میں اذان دی' پھریوں پکار کر کہہ دیا کہ لوگو! اپنی قیامگاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سردی و بارش کی راتوں میں مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ لوگو اپنی قیامگاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔

٦٦٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمَى، وَأَنَّه قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ؟)) فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى فِيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ. [راجع: ٤٢٤]

(٦٦٧) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے محمود بن ربیع انصاری سے کہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کے امام تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اندھیری اور سیلاب کی راتیں ہوتی ہیں اور میں اندھا ہوں' اس لئے آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیجئے تاکہ میں وہیں اپنی نماز کی جگہ بنا لوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان کے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ تم کہاں نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ انہوں نے گھر میں ایک جگہ بتلا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے وہاں نماز پڑھی۔

مقصد یہ ہے کہ جہاں نماز با جماعت کی شدید تاکید ہے وہاں شریعت نے معقول عذروں کی بنا پر ترک جماعت کی اجازت بھی دی ہے۔ جیسا کہ احادیث بالا سے ظاہر ہے۔

٤١- بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟

باب جو لوگ (بارش یا اور کسی آفت میں) مسجد میں آجائیں تو کیا امام ان کے ساتھ نماز پڑھ لے اور برسات میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھے یا نہیں؟

یعنی گو ایسی آفتوں میں جماعت میں حاضر ہونا معاف ہے لیکن اگر کچھ لوگ تکلیف اٹھا کر مسجد میں آجائیں تو امام ان کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لے۔ کیونکہ گھروں میں نماز پڑھ لینا رخصت ہے افضل تو یہی ہے کہ مسجد میں حاضر ہو۔

٦٦٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: خَطَبَنَا

(٦٦٨) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب بصری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالحمید صاحب الزیادی نے بیان کیا کہ کہا میں نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب کہ بارش کی وجہ

بْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِيْ رَدْغٍ، فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: قُلْ : الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا فَقَالَ : كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا، إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ- إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ.

وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ، فَتَجِيْئُونَ تَدُوسُونَ الطِّيْنَ إِلَى رُكَبِكُمْ.

[راجع: ٦١٦]

سے کیچڑ ہو رہی تھی خطبہ سنایا۔ پھر مؤذن کو حکم دیا اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آج یوں پکار دو کہ نماز اپنی قیامگاہوں پر پڑھ لو۔ لوگ ایک دوسرے کو (حیرت کی وجہ سے) دیکھنے لگے۔ جیسے اس کو انہوں نے ناجائز سمجھا۔ ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شاید اس کو برا جانا ہے۔ ایسا تو مجھ سے بہتر ذات یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی کیا تھا۔ بیشک جمعہ واجب ہے۔ مگر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر تمہیں باہر نکالوں (اور تکلیف میں مبتلا کروں) اور حماد عاصم سے' وہ عبداللہ بن حارث سے' وہ ابن عباس ؓ سے' اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اتنا اور کہا کہ ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں گنہگار کروں اور تم اس حالت میں آؤ کہ تم مٹی میں گھٹنوں تک آلودہ ہو گئے ہو۔

تشریح شارحین بخاری لکھتے ہیں۔ مقصود المصنف من عقد ذالک الباب بیان ان الامر بالصلوٰۃ فی الرحال للاباحۃ لا للوجوب ولا للیندب والا لم یجز اولم یکن اولی ان یصلی الامام بمن حضر یعنی حضرت امام بخاری ؒ کا مقصد باب یہ ہے کہ بارش اور کیچڑ کے وقت اپنے اپنے ٹھکانوں پر ادا کرنے کا حکم وجوب کے لئے نہیں ہے' صرف اباحت کے لئے ہے۔ اگر یہ امر وجوب کے لئے ہوتا تو پھر حاضرین مسجد کے ساتھ امام کا نماز ادا کرنا بھی جائز نہ ہوتا یا اولیٰ نہ ہوتا۔ بارش میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ کچھ لوگ آ جاتے ہیں کچھ نہیں آسکتے۔ بہرحال شارع نے ہر طرح سے آسانی کو پیش نظر رکھا ہے۔

٦٦٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ - وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ - فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

أطرافه في : ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠].

(٦٦٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن کثیر سے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری ؓ سے (شب قدر کو) پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور برسا یہاں تک کہ (مسجد کی چھت) ٹپکنے لگی جو کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ پھر نماز کے لئے تکبیر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہے تھے۔ کیچڑ کا نشان آپ کی پیشانی پر بھی میں نے دیکھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ اور بارش میں بھی نماز مسجد میں پڑھی۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ ایسی آفتوں میں جو لوگ مسجد میں آجائیں ان کے ساتھ امام نماز پڑھ لے۔

٦٧٠- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ : قَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ : إِنِّي لاَ أَسْتَطِيْعُ الصَّلاَةَ مَعَكَ - وَكَانَ رَجُلاً ضَخْمًا - فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَبَسَطَ لَهُ حَصِيْرًا، وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ آلِ الْجَارُوْدِ لأَنَسٍ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلاَّهَا إِلاَّ يَوْمَئِذٍ.

(٦٧٠) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک مرد نے عذر پیش کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا اور وہ موٹا آدمی تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی اور آپ کے لئے ایک چٹائی بچھادی اور اس کے ایک کنارہ کو (صاف کر کے) دھو دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بوریے پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جارود کے ایک شخص (عبدالحمید) نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے سوا اور کبھی میں نے آپ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

[طرفاه في : ١١٧٩، ٦٠٨٠].

تشریح: یہاں یہ حدیث لانے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معذور لوگ اگر جمعہ جماعت میں نہ شریک ہو سکیں اور وہ امام سے درخواست کریں کہ ان کے گھر میں ان کے لئے نماز کی جگہ تجویز کر دی جائے۔ تو امام کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ باب میں بارش کے عذر کا ذکر تھا اور حدیث ہذا میں ایک انصاری مرد کے موٹاپے کا عذر مذکور ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شرعاً جو عذر معقول ہو اس کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے۔

٤٢- بَابُ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ،

باب جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلَ عَلَى صَلاَتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ایسی حالت میں پہلے کھانا کھاتے تھے۔ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عقل مندی یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنی حاجت پوری کرلے تاکہ جب وہ نماز میں کھڑا ہو تو اس کا دل فارغ ہو۔

٦٧١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلاَةُ فَابْدَأُوا

(٦٧١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر شام کا کھانا سامنے رکھا جائے

بِالْعَشَاءِ)). [طرفه في : ٥٤٦٥].

اور ادھر نماز کے لئے تکبیر بھی ہونے لگے تو پہلے کھانا کھالو۔

٦٧٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَأُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ)). [طرفه في : ٥٤٦٣].

(٦٧٢) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے عقیل سے' انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا حاضر کیا جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالو اور کھانے میں بے مزہ بھی نہ ہونا چاہئے اور اپنا کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی مت کرو۔

تشریح ان جملہ آثار اور احادیث کا مقصد اتنا ہی ہے کہ بھوک کے وقت اگر کھانا تیار ہو' تو پہلے اس سے فارغ ہونا چاہئے' تاکہ نماز پورے سکون کے ساتھ ادا کی جائے اور دل کھانے میں نہ لگا رہے اور یہ اس کے لئے ہے جسے پہلے ہی سے بھوک ستا رہی ہو۔

٦٧٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ)). وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ، فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الإِمَامِ.

[طرفاه في : ٦٧٤، ٥٤٦٤].

(٦٧٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابو اسامہ حماد بن اسامہ سے' انہوں نے عبیداللہ سے' انہوں نے نافع سے' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا تیار ہو چکا ہو اور تکبیر بھی کہی جا چکی تو پہلے کھانا کھالو اور نماز کے لئے جلدی نہ کرو' کھانے سے فراغت کرلو۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے کھانا رکھ دیا جاتا' ادھر اقامت بھی ہو جاتی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ امام کی قرأت برابر سنتے رہتے تھے۔

٦٧٤- وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهَبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ)) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهَبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهَبٌ مَدِينِيٌّ.

(٦٧٤) زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا' انہوں نے نافع سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح کھالے گو نماز کھڑی کیوں نہ ہو گئی ہو۔ ابو عبداللہ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے وہب بن عثمان سے یہ حدیث بیان کی اور وہب مدنی ہیں۔

٤٣- بَابُ إِذَا دُعِيَ الإِمَامُ إِلَى

باب جب امام کو نماز کے لئے بلایا جائے اور اس کے ہاتھ

الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

میں کھانے کی چیز ہو تو وہ کیا کرے؟

٦٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ٢٠٨]

(٦٧٥) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے صالح بن کیسان سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے باپ عمرو بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کی ران کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپ نماز کے لئے بلائے گئے آپ کھڑے ہو گئے اور چھری ڈال دی' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح اس باب اور اس کے تحت اس حدیث کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ پچھلی حدیث کا حکم استحباباً تھا وجوباً نہ تھا۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے کیوں جاتے بعض کہتے ہیں کہ امام کا حکم علیحدہ ہے۔ اسے کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جانا چاہئے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

٤٤- بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

باب اس آدمی کے بارے میں جو اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف تھا کہ تکبیر ہوئی اور وہ نماز کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

٦٧٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ - تَعْنِي فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ - فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[طرفاه في : ٥٣٦٣، ٦٠٣٩].

(٦٧٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا' انہوں نے اسود بن یزید سے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے آپ نے بتلایا کہ حضور ﷺ اپنے گھر کے کام کاج یعنی اپنے گھر والیوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا فوراً (کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

٤٥- بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَسُنَّتَه

باب کوئی شخص صرف یہ بتلانے کے لئے کہ آنحضرت ﷺ نماز کیونکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کا طریقہ کیا تھا نماز پڑھائے تو کیسا ہے؟

٦٧٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي

(٦٧٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مالک بن حویرث (صحابی) ایک

مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ، أُصَلِّي كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي. فَقُلْتُ لأَبِي قِلَابَةَ: كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَ: مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا، قَالَ: وَكَانَ شَيْخُنَا يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى.

دفعہ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔ اور میری نیت نماز پڑھنے کی نہیں ہے' میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تمہیں نماز کا وہ طریقہ سکھا دوں جس طریقہ سے نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ انہوں نے کس طرح نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتلایا کہ ہمارے شیخ (عمر بن سلمہ) کی طرح۔ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو ذرا بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے۔

[أطرافه في : ٨٠٢، ٨١٨، ٨٢٤].

تشریح دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھنا یہ جلسہ استراحت کہلاتا ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ قال الحافظ فی الفتح و فیه مشروعیة جلسة الاستراحة واخذ بها الشافعی و طائفة من اهل الحدیث یعنی فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوئی اور امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا اسی پر عمل ہے۔ مگر احناف نے جلسہ استراحت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے:۔

"یہ جلسہ استراحت ہے اور حنفیہ کے یہاں بہتر ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ ابتدا میں یہی طریقہ تھا۔ لیکن بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔" (تفہیم البخاری' ص:۸۱)

آگے یہی حضرت اپنے اس خیال کی خود ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس میں اختلاف صرف افضلیت کی حد تک ہے۔"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اسے درجہ جواز میں مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔ ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف مولانا عبدالحئ صاحب حنفی لکھنوی کا تبصرہ نقل کر دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اعلم ان اکثر اصحابنا الحنفية و کثیرا من المشائخ الصوفية قد ذکروا فی کیفیة صلٰوة التسبیح الکیفیة التی حکاها الترمذی والحاکم عن عبدالله بن المبارک الخالیة عن جلسة الاستراحة والشافعیة والمحدثون اکثرهم اختاروا الکیفیة المشتملة علی جلسة الاستراحة و قد علم هما اسلفنا ان الاصح ثبوتا هو هذه الکیفیة فلیاخذ بها من یصلیها حنفیا کان او شافعیا (تحفة الاحوذی' ص : ۲۳۷ بحواله کتاب الاثار المرفوعة) یعنی جان لو کہ ہمارے اکثر علمائے احناف اور مشائخ صوفیہ نے صلٰوۃ التسبیح کا ذکر کیا ہے۔ جسے ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے۔ مگر اس میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ شافعیہ اور اکثر محدثین نے جلسہ استراحت کو مختار قرار دیا ہے اور ہمارے بیان گذشتہ سے ظاہر ہے کہ ثبوت کے لحاظ سے صحیح یہی ہے کہ جلسہ استراحت کرنا بہتر ہے۔ پس کوئی حنفی ہو یا شافعی اسے چاہئے کہ جب بھی وہ صلٰوۃ التسبیح پڑھے ضرور جلسہ استراحت کرے۔

محدث کبیر علامہ عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قد اعتذر الحنفية و غیرهم من لم یقل بجلسة الاستراحة عن العمل بحدیث مالک بن الحویرث المذکور فی الباب باعذار کلها بارده (تحفة الاحوذی) یعنی جو حضرات جلسہ استراحت کے قائل نہیں احناف وغیرہ انہوں نے حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جو یہاں ترمذی میں مذکور ہوئی ہے (اور بخاری شریف میں بھی قارئین کے سامنے ہے) پر عمل کرنے سے کئی ایک عذر پیش کئے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے اور جن کو عذر بے جا ہی کہنا چاہئے۔ (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ کرنا چاہئے)

٤٦- بَابُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالإِمَامَةِ

باب امامت کرانے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو علم اور (عملی طور پر بھی) فضیلت والا ہو۔

تشریح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب کے منعقد کرنے سے ان لوگوں کی تردید ہے جو امامت کرانے والوں کے لئے علم و فضل کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر ایک جاہل کندہ ناتراش کو بے تکلف نماز میں امام بنا دیتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے کہ عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے بہ نسبت قاری کے کیونکہ قاری صحابہ میں ابی بن کعبؓ سب سے زیادہ تھے۔ تب بھی آنحضرت ﷺ نے ان کو امام نہیں بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا اور حدیث میں جو آیا ہے کہ جو زیادہ تم میں اللہ کی کتاب کا قاری ہو وہ امامت کرے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حکم آپ ہی کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اس وقت جو اقرأ ہوتا وہ افقہ یعنی عالم بھی ہوتا تھا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اقرأ کو مقدم رکھا ہے افقہ پر اور اگر کوئی افقہ بھی ہو اور اقرأ بھی تو وہ سب پر مقدم ہو گا بالاتفاق ہمارے زمانہ میں بھی یہ بلا عام ہو گئی ہے' لوگ جاہلوں کو پیش امام بنا دیتے ہیں جو اپنی نماز بھی خراب کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ (خلاصہ شرح وحیدی)

٦٧٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: ((مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ، فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ: ((مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). فَعَادَتْ. فَقَالَ : ((مُرِّي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ)). فَأَتَاهُ الرَّسُولُ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في : ٣٣٨٥].

(٦٧٨) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حسین بن علی بن ولید نے زائدہ بن قدامہ سے بیان کیا' انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے' کہا کہ مجھ سے ابوبردہ عامر نے بیان کیا' انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لئے نماز پڑھانا مشکل ہو گا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں' تم لوگ صواحب یوسف (زلیخا) کی طرح (باتیں بناتی) ہو۔ آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

٦٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي

(٦٧٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ سے خبر دی' انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ ابوبکر

مَرَضِهِ، ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)). فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا. [راجع: ١٩٨]

سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن مجید) سنا نہ سکیں گے' اس لئے آپ عمر سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ بھی کہیں کہ اگر ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو روتے روتے لوگوں کو (قرآن) سنا نہ سکیں گے۔ اس لئے عمر سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) نے بھی اسی طرح کہا تو آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

تشریح اس واقعہ سے متعلق احادیث میں "صواحب یوسف" کا لفظ آتا ہے۔ صواحب صاحبہ کی جمع ہے' لیکن یہاں مراد صرف زلیخا سے ہے۔ اسی طرح حدیث میں "انتم" کی ضمیر جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے۔ یعنی زلیخا نے عورتوں کے اعتراض کے سلسلے کو بند کرنے کے لئے انہیں بظاہر دعوت دی اور اعزاز و اکرام کیا۔ لیکن مقصد صرف یوسف علیہ السلام کو دکھانا تھا کہ تم مجھے کیا ملامت کرتی ہو بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں مجبور ہوں۔ جس طرح اس موقع پر زلیخا نے اپنے دل کی بات چھپائے رکھی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جن کی دلی تمنا یہی تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید توثیق کے لئے ایک دوسرے عنوان سے بار بار پچھواتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ابتداء میں غالباً بات نہیں سمجھی ہو گی۔ اور بعد میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا۔ تو وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد سمجھ گئیں اور فرمایا کہ میں بھلا تم سے کبھی بھلائی کیوں دیکھنے لگی (تفہیم البخاری' ص: ۸۲ / پ: ۳)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ آخر تم سوکن ہو' تو کیسی ہی سہی تم نے ایسی صلاح دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر خفا کرا دیا۔
اس حدیث سے اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی طور پر یہ منظور تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی امامت نہ کرے اور باوجودیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پیاری بیوی نے تین بار معروضہ پیش کیا۔ مگر آپ نے ایک نہ سنی۔
پس اگر حدیث القرطاس میں بھی آپ کا منشاء یہی ہوتا کہ خواہ مخواہ کتاب لکھی جائے تو آپ ضرور لکھوا دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کے بعد آپ کئی دن زندہ رہے مگر دوبارہ کتاب لکھوانے کا حکم نہیں فرمایا (م وحیدی)

٦٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ - وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ - أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي

(٦٨٠) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی --- آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے' آپ کے خادم اور صحابی تھے --- کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں

بِهِمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ، حَتّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ ﷺ.

[أطرافه في: ٦٨١، ٧٥٤، ١٢٠٥، ٤٤٤٨].

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن جب لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے ہوئے تھے تو آنحضور ﷺ حجرہ کا پردہ ہٹائے کھڑے ہوئے، ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک (حسن و جمال اور صفائی میں) گویا مصحف کا ورق تھا۔ آپ مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر صف کے ساتھ آملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کر لو۔ پھر آپ نے پردہ ڈال دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن ہو گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

٦٨١- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثًا، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا. فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ.

[راجع: ٦٨٠]

(۶۸۱) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمر منقری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (ایام بیماری میں) تین دن تک باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن نماز قائم کی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی ﷺ نے (حجرہ مبارک کا) پردہ اٹھایا۔ جب حضور ﷺ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا۔ تو آپ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (قربان اس حسن و جمال کے) پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا اور آپ نے پردہ گرا دیا اور اس کے بعد وفات تک کوئی آپ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو سکا۔

٦٨٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ

(۶۸۲) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب سے بیان کیا' انہوں نے حمزہ بن عبداللہ سے' انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ جب رسول کریم ﷺ کی بیماری

اللہِ ﷺ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ. قَالَ: ((مُرُوهُ فَيُصَلِّي)). فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ: ((مُرُوهُ فَيُصَلِّي، إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ)). تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

شدت اختیار کر گئی اور آپ سے نماز کیلئے کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر کچے دل کے آدمی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو بہت رونے لگتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ان ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ان سے نماز پڑھانے کیلئے کہو۔ تم تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ اس حدیث کی متابعت محمد بن ولید زبیدی اور زہری کے بھتیجے اور اسحاق بن یحییٰ کلبی نے زہری سے کی ہے اور عقیل اور معمر نے زہری سے' انہوں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

تشریح ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہی ہے کہ امامت اس شخص کو کرانی چاہیے جو علم میں ممتاز ہو۔ یہ ایک اہم ترین منصب ہے جو ہر کس و ناکس کے لئے مناسب نہیں۔ حضرت صدیقہ کا خیال تھا کہ والد محترم حضور کی جگہ کھڑے ہوں اور حضور کی وفات ہو جائے تو لوگ کیا کیا خیالات پیدا کریں گے۔ اس لئے بار بار وہ عذر پیش کرتی رہیں مگر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اولین طور پر اس گدی کے مالک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ہی کا تقرر عمل میں آیا۔

زبیدی کی روایت کو طبرانی نے اور زہری کے بھتیجے کی روایت کو ابن عدی نے اور اسحاق کی روایت کو ابوبکر بن شاذان نے وصل کیا۔ عقیل اور معمر نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا۔ کیونکہ حمزہ بن عبداللہ نے آنحضرت ﷺ کو نہیں پایا۔ عقیل کی روایت کو ابن سعد اور ابو یعلیٰ نے وصل کیا ہے۔

٤٧- بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الإِمَامِ لِعِلَّةٍ

باب جو شخص کسی عذر کی وجہ سے صف چھوڑ کر امام کے بازو میں کھڑا ہو۔

٦٨٣- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: ثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: (أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَوَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ، فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ،

(٦٨٣) ہم سے زکریا بن یحییٰ بلخی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے خبر دی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لئے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے آپ کو کچھ ہلکا پایا اور باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن

فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ. [راجع: ١٩٨]

آنحضور ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا حکم فرمایا۔ پس رسول کریم ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

گو باب میں امام کے بازو میں کھڑا ہونا مذکور ہے اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھنا بیان ہو رہا ہے۔ مگر شاید آپ پہلے بازو میں کھڑے ہو کر پھر بیٹھ گئے ہوں گے۔ یا کھڑے ہونے کو بیٹھنے پر قیاس کر لیا گیا ہے۔

٤٨- بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الإِمَامُ الأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ. فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر پہلا امام آ گیا اب پہلا شخص (مقتدیوں میں ملنے کے لئے) پیچھے سرک گیا یا نہیں سرکا' بہرحال اس کی نماز جائز ہو گئی۔ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٦٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ. فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ

(٦٨٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو حازم سلمہ بن دینار سے خبر دی' انہوں نے سہل بن سعد ساعدی (صحابیؓ) سے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبا میں) صلح کرانے کے لئے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا۔ مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔ میں تکبیر کہوں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ آپ صفوں سے گذر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے۔ اور رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ (کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا' پھر بھی وہ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز

رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ؟)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)).

[أطرافه في: ١٢٠١، ١٢٠٤، ١٢١٨، ١٢٣٤، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠].

پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ ابوبکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا۔ پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی ابوبکر) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہئے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔

تشریح: بنی عمرو بن عوف ساکنان قبا قبیلہ اوس کی ایک شاخ تھی۔ ان میں آپس میں تکرار ہو گئی۔ ان میں صلح کرانے کی غرض سے آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور چلتے وقت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما گئے تھے کہ اگر عصر کا وقت آ جائے اور میں نہ آ سکوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنا وہ نماز پڑھا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو وہاں کافی وقت لگ گیا۔ یہاں تک کہ جماعت کا وقت آ گیا۔ اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) مصلے پر کھڑے کر دیئے گئے۔ اتنے ہی میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے۔ اور معلوم ہونے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تواضع اور کسر نفسی کی بنا پر اپنے آپ کو ابو قحافہ کا بیٹا کہا۔ کیونکہ ان کے باپ ابو قحافہ کو دوسرے لوگوں پر کوئی خاص فضیلت نہ تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقررہ امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص امام بن جائے اور نماز شروع کرتے ہی فوراً دوسرا امام مقررہ آ جائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ خود امام بن جائے اور دوسرا شخص جو امامت شروع کرا چکا تھا وہ مقتدی بن جائے یا نئے امام کا مقتدی رہ کر نماز ادا کرے کسی حال میں نماز میں خلل نہ ہو گا اور نہ نماز میں کوئی خرابی آئے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو اگر امام کو لقمہ دینا پڑے تو با آواز بلند سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ اگر کوئی عورت لقمہ دے تو اسے تالی بجا دینا کافی ہو گا۔

٤٩- بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

باب اس بارے میں کہ اگر جماعت کے سب لوگ قرأت میں برابر ہوں تو امامت بڑی عمر والا کرے۔

٦٨٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيمًا فَقَالَ: ((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى

(٦٨٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں حماد بن زید نے خبر دی ایوب سختیانی سے' انہوں نے ابو قلابہ سے' انہوں نے مالک بن حویرث صحابی رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں اپنے ملک سے حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر نوجوان تھے۔ تقریباً بیس رات ہم آپ کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم بڑے ہی رحم دل

بِلاَدِكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلاَةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، وَصَلاَةِ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

[راجع: ٦٢٨]

تھے۔ آپ نے (ہماری غربت کا حال دیکھ کر) فرمایا کہ جب تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ تو اپنے قبیلہ والوں کو دین کی باتیں بتانا اور ان سے نماز پڑھنے کے لئے کہنا کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ حدیث میں اکبرھم سے عمر میں بڑا مراد ہے۔

٥٠- بَابُ إِذَا زَارَ الإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

باب اس بارے میں کہ جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں (انکی فرمائش پر) نماز پڑھائی (تو یہ جائز ہو گا)

٦٨٦- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ: سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ قَالَ: اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَقَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَمَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

[راجع: ٤٢٤]

(٦٨٦) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی' کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے گھر تشریف لانے کی) اجازت چاہی اور میں نے آپ کو اجازت دی' آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھر میں جس جگہ پسند کرو میں نماز پڑھ دوں۔ میں جہاں چاہتا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی۔ پھر آپ نے جب سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

دوسری حدیث میں مروی ہے کہ کسی شخص کو اجازت نہیں کہ دوسری جگہ جا کر ان کے امام کی جگہ خود امام بن جائے۔ مگر وہ لوگ خود چاہیں اور ان کے امام بھی اجازت دیں تو پھر مہمان بھی امامت کرا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ بڑا امام جسے خلیفہ وقت یا سلطان کہہ جائے چونکہ وہ خود آمر ہے' اس لئے وہاں امامت کرا سکتا ہے۔

٥١- بَابُ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

باب امام اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اسکی پیروی کریں

وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الإِمَامِ يَعُودُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الإِمَامَ.و قَالَ الْحَسَنُ - فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الإِمَامِ

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی (لوگ کھڑے ہوئے تھے) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب کوئی امام سے پہلے سر اٹھا لے (رکوع میں سجدے میں) تو پھر وہ رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر سر اٹھائے رہا تھا پھر امام کی پیروی کرے۔ اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا

رَكْعَتَيْنِ وَلاَ يَقْدِرُ عَلَى السُّجُودِ: يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الأُوْلَى بِسُجُودِهَا. وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعات پڑھے لیکن سجدہ نہ کر سکے' تو وہ آخری رکعت کے لئے دو سجدے کرے۔ پھر پہلی رکعت سجدہ سمیت دہرائے اور جو شخص سجدہ کئے بغیر بھول کر کھڑا ہو گیا تو وہ سجدے میں چلا جائے۔

٦٨٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلاَ تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: بَلَى. ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) قُلْنَا: لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((ضَعُوا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)). قَالَتْ: فَفَعَلْنَا. فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ ﷺ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) قُلْنَا: لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((ضَعُوا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)). قَالَتْ: فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) قُلْنَا: لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ: ((ضَعُوا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ)). فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) قُلْنَا: لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ - وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ لِصَلاَةِ الْعِشَاءِ الآخِرَةِ- فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بِأَنْ يُصَلِّيَ

(٦٨٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے خبر دی' انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے' انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا' کاش! رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی حالت آپ ہم سے بیان کرتیں' (تو اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور سن لو۔ آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی جی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے پانی رکھ دیا اور آپؐ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر آپ اٹھنے لگے' لیکن آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو پھر آپ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی نہیں حضور! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے (پھر) فرمایا کہ لگن میں میرے لئے پانی رکھ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے پھر پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن (دوبارہ) پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ لگن میں پانی لاؤ اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے بیٹھے ہوئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر آپؐ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور

بِالنَّاسِ، فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّي بِالنَّاسِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ - وَكَانَ رَجُلاً رَقِيْقًا - يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الأَيَّامَ. ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ - أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ - لِصَلاَةِ الظُّهْرِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لاَ يَتَأَخَّرَ، قَالَ : ((أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ)). فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلاَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ: أَلاَ أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: هَاتِ. فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا. فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ : أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ : لاَ. قَالَ : هُوَ عَلِيٌّ.

[راجع: ۱۹۸]

حکم فرمایا کہ وہ نماز پڑھادیں۔ بھیجے ہوئے شخص نے آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آخر (بیماری کے) دنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو مزاج کچھ ہلکا معلوم ہوا تو دو مردوں کا سہارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے ظہر کی نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضور ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن نبی ﷺ نے اشارے سے انہیں روکا کہ پیچھے نہ ہٹو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے بازو میں بٹھا دو۔ چنانچہ دونوں نے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بٹھا دیا۔ راوی نے کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں نبی ﷺ کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ پھر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی بیماری کے بارے میں جو حدیث بیان کی ہے کیا میں وہ آپ کو سناؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث ان کو سنا دی۔ انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان صاحب کا نام بھی تم کو بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

تشریح امام شافعیؒ نے کہا کہ مرض موت میں آپ نے لوگوں کو یہی نماز پڑھائی وہ بھی بیٹھ کر بعض نے گمان کیا کہ یہ فجر کی نماز تھی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے وہیں سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکر پہنچے تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ظہر میں بھی آیت کا سننا ممکن ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ آپ سری نماز میں بھی اس طرح سے قرأت کرتے تھے کہ ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے یعنی پڑھتے پڑھتے ایک آدھ آیت ذرا ہلکی آواز سے پڑھ دیتے کہ مقتدی اس کو سن لیتے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

ترجمۃ الباب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ هذه الترجمة قطعة من الحديث الاتى فى الباب والمراد بها ان الائتمام يقتضى متابعة المأموم لا مامه الخ (فتح) یعنی یہ باب حدیث ہی کا ایک ٹکڑا ہے جو آگے مذکور ہے۔ مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے کا اقتضاء

ہی یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی نماز میں پیروی کرے اس پر سبقت نہ کرے۔ مگر دلیل شرعی سے کچھ ثابت ہو تو وہ امر دیگر ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

٦٨٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: (صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا). فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُوْنَ)).

(٦٨٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ عروہ سے' انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں میرے ہی گھر میں نماز پڑھی۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

[أطرافه في : ١١١٣، ١٢٣٦، ٥٦٥٨].

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ اس حدیث سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دلیل لی کہ امام فقط سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد یا اللھم ربنا لک الحمد کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ امام دونوں لفظ کہے اور اسی طرح مقتدی بھی دونوں لفظ کہے۔ (مولانا وحید الزماں)

٦٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ، فَجُحِشَ شِقُّهُ الأَيْمَنُ، فَصَلَّى صَلاَةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا

(٦٨٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے خبر دی' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس پر سے گر پڑے۔ اس سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آئے۔ تو آپ نے کوئی نماز پڑھی۔ جسے آپ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے' اس لئے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لئے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ

صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)).
قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: قَوْلُهُ: إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا، لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٧٨]

بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ حمیدی نے آپ کے اس قول "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔" کے متعلق کہا ہے کہ یہ ابتدا میں آپ کی پرانی بیماری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد آخری بیماری میں آپ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدا کر رہے تھے۔ آپ نے اس وقت لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت نہیں فرمائی اور اصل یہ ہے کہ جو فعل آپ کا آخری ہو اس کو لینا چاہئے اور پھر جو اس سے آخری ہو۔

تشریح: صاحب عون المعبود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ قال الخطابی قلت و فی اقامة رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر عن يمينه و هو مقام الماموم و فی تكبيره بالناس و تكبير ابی بكر بتكبيره بيان واضح ان الامام فی هذه الصلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم و قد صلى قاعدا والناس من خلفه قيام و هی اخر صلوٰة صلاها بالناس فدل على ان حديث انس وجابر منسوخ و يزيد ما قلناه وضوحا مارواه ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت لماثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكر الحديث قالت فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی بالناس جالسا و ابوبكر قائما يقتدی به والناس يقتدون بابی بكر حدثونابه عن يحيیٰ بن محمد بن يحيیٰ قال نا مسدد قال نا ابو معاوية والقياس يشهد لهذا القول لان الامام لا يسقط عن القوم شيئا من اركان الصلوٰة مع القدرة عليه الاترى انه لا يحيل الركوع والسجود الى الايماء و كذالک يحيل القيام الى القعود والى هذا ذهب سفيان الثوری و اصحاب الرای والشافعی وابو ثور و قال مالک بن انس لا ينبغی لاحد ان يوم الناس قاعدًا وذهب احمد بن حنبل واسحق بن راهويه و نفر من اهل الحديث الى خبر انس فان الامام اذا صلى قاعدا صلوا من خلفه قعودا وزعم بعض اهل الحديث ان الروايات اختلفت فی هذا فروی الاسود عن عائشة ان النبی صلى الله عليه وسلم كان اماما وروی شقيق عنها ان الامام كان ابوبكر فلم يجز ان يترک به حديث انس و جابر (عون المعبود، ج:١/ص: ٢٣٤)

یعنی امام خطابی نے کہا کہ حدیث مذکورہ میں جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کی دائیں جانب کھڑا ہونا ذکر ہے جو مقتدی کی جگہ ہے اور ان کا لوگوں کو تکبیر کہنا اور ابوبکر کی تکبیروں کا آنحضرت ﷺ کی تکبیر کے پیچھے ہونا اس میں واضح بیان موجود ہے کہ اس نماز میں امام رسول کریم ﷺ ہی تھے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سارے صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے اور یہ آخری نماز ہے جو رسول کریم ﷺ نے پڑھائی۔ جو اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت انس اور جابر کی احادیث جن میں امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھنا لازم مذکور ہے، وہ منسوخ ہے اور ہم نے جو کہا ہے اس کی مزید وضاحت اس روایت سے ہو گئی ہے جسے ابو معاویہ نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ تشریف لائے اور ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ بیٹھ کر ہی لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور دیگر جملہ نمازی کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ امام ارکان صلوٰۃ میں سے مقتدیوں سے جب وہ ان پر قادر ہوں کسی رکن کو ساقط نہیں کر سکتا۔ نہ وہ رکوع سجود ہی کو محض اشاروں سے ادا کر سکتا ہے۔ تو پھر قیام جو ایک رکن نماز ہے اسے قعود سے کیسے بدل سکتا ہے۔ امام سفیان ثوری اور اصحاب رائے اور امام شافعی اور ابو ثور وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام مالک بن انس کہتے ہیں کہ مناسب نہیں کہ کوئی بیٹھ کر لوگوں کی امامت کرائے اور امام

احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ اور ایک گروہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے جو حدیث انس میں مذکور ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

راقم کہتا ہے کہ میں اس تفصیل کے لئے سخت حیران تھا' تحفۃ الحوذی' نیل الاوطار' فتح الباری وغیرہ جملہ کتب سامنے تھیں مگر کسی سے تشفی نہ ہو رہی تھی کہ اچانک اللہ سے امر حق کے لئے دعا کر کے عون المعبود کو ہاتھ میں لیا اور کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ پہلی ہی دفعہ فی الفور تفصیل بالا سامنے آ گئی جسے یقیناً تائید غیبی کہنا ہی مناسب ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ (راز)

٥٢- بَابُ مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الإِمَامَ؟

قَالَ أَنَسٌ عن النبي ﷺ: فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا.

٦٩٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ بِهَذَا.

[طرفاه في : ٧٤٧، ٨١١].

باب امام کے پیچھے مقتدی کب سجدہ کریں؟

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جب امام سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو (یہ حدیث پیچھے گذر چکی ہے)

(٦٩٠) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' وہ جھوٹے نہیں تھے۔ (بلکہ نہایت ہی سچے تھے) انہوں نے بتلایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم سے کوئی بھی اس وقت تک نہ جھکتا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم لوگ سجدہ میں جاتے۔ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان ثوری نے' انہوں نے ابو اسحاق سے جیسے اوپر گذرا۔

٥٣- بَابُ إِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الإِمَامِ

٦٩١- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ أَلاَ يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ، أَوْ يَجْعَلَ

باب (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا گناہ کتنا ہے؟

(٦٩١) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے محمد بن زیاد سے بیان کیا' کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں وہ شخص جو (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ پاک اس کا سر گدھے کے سر کی طرح بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی سی

اللهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ)).

صورت بنادے۔

٥٤- بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالأَعْرَابِيِّ وَالْغُلاَمِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَؤُمُّهم أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ)) وَلاَ يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

باب غلام کی اور آزاد کئے ہوئے غلام کی امامت کا بیان

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر کیا کرتا تھا۔ اور ولد الزنا اور گنوار اور نابالغ لڑکے کی امامت کا بیان۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ کتاب اللہ کا سب سے بہتر پڑھنے والا امامت کرائے اور غلام کو بغیر کسی خاص عذر کے جماعت میں شرکت سے نہ روکا جائے گا۔

تشریح مقصد باب یہ ہے کہ غلام اگر قرآن شریف کا زیادہ عالم ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور جہری نمازوں میں وہ مصحف دیکھ کر قرأت کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ وصله ابوداود فی کتاب المصاحف من طريق ايوب عن ابن ابی مليكة ان عائشة كان يومها غلامها ذكوان فی المصحف ووصله ابن ابی شيبة قال حدثنا وكيع عن هشام بن عروة عن ابن ابی مليكة عن عائشة انها اعتقت غلاما لها عن دبرفكان يومها فی رمضان فی المصحف ووصله الشافعی و عبدالرزاق من طريق اخرىٰ عن ابن ابی مليكة انه كان ياتی عائشة باعلٰی الوادی هووابوه وعبيد بن عمير والمسور بن مخرمة و ناس كثير فيومهم ابو عمرو مولٰی عائشة و هو يومئذ غلام لم يعتق و ابو عمروالمذكور هو ذكوان (فتح البارى)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمرو ذکوان نامی رمضان شریف میں شہر سے دور وادی سے آتے' ان کے ساتھ ان کا باپ ہوتا اور عبید بن عمیر اور مسور بن مخرمہ اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو جاتے۔ اور وہ ذکوان غلام قرآن شریف دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعد میں ان کو آزاد بھی کر دیا تھا۔ چونکہ روایت میں رمضان کا ذکر ہے۔ لہٰذا احتمال ہے کہ وہ تراویح کی نماز پڑھایا کرتے ہوں اور اس میں قرآن شریف دیکھ کر قرأت کیا کرتے ہوں۔ اس روایت کو ابو داؤد نے کتاب المصاحف میں اور ابن ابی شیبہ اور امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے موصولاً" روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ استدل به علی جواز القراة المصلی من المصحف و منع عنه اخرون لكونه عملاً كثيرا فی الصلٰوة (فتح البارى) یعنی اس سے دلیل لی گئی ہے کہ مصلّی قرآن شریف دیکھ کر قرأت جوازاً کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں نے اسے جائز نہیں سمجھا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ نماز میں عمل کثیر ہے جو منع ہے۔

تحریف کا ایک نمونہ: ہمارے محترم علمائے دیو بند رحمہم اللہ اجمعین جو بخاری شریف کا ترجمہ اور شرح شائع فرما رہے ہیں۔ ان کی جرأت کہئے یا حمایت مسلک کہ بعض بعض جگہ ایسی تشریح کر ڈالتے ہیں جسے صراحتاً تحریف ہی کہنا چاہئے۔ جس کا ایک نمونہ یہاں بھی موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری دیو بندی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ "حضرت ذکوان کے نماز میں قرآن مجید سے قرأت کا مطلب یہ ہے کہ دن میں آیتیں یاد کر لیتے تھے اور رات کے وقت انہیں نماز میں پڑھتے تھے۔" (تفہیم البخاری' پ: ۳/ ص: ۹۲)

ایسا تو سارے ہی حفاظ کرتے ہیں کہ دن بھر دور فرماتے اور رات کو سنایا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ذکوان بھی ایسا ہی کرتے تھے تو خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنے کی راویوں کو کیا ضرورت تھی۔ پھر روایت میں صاف فی المصحف کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر قرأت کیا کرتے تھے۔ چونکہ مسلک حنفیہ میں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے

تفہیم البخاری کو اس روایت کی تاویل کرنے کے لئے اس غلط تشریح کا سہارا لینا پڑا۔ اللہ پاک علمائے دین کو توفیق دے کہ وہ اپنی علمی ذمہ داریوں کو محسوس فرمائیں۔ آمین۔

اگر مقتدیوں میں صرف کوئی نابالغ لڑکا ہی زیادہ قرآن شریف جاننے والا ہو تو وہ امامت کرا سکتا ہے۔ مگر فقہائے حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ مطلقاً منع کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔

٦٩٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ - مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ - قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا. [طرفه في : ٧١٧٥].

(٦٩٢) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا انہوں نے عبیداللہ عمری سے' انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب پہلے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے بھی پہلے قبا کے مقام عصبہ میں پہنچے تو ان کی امامت ابو حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہما کیا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن مجید سب سے زیادہ یاد تھا۔

٦٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ)). [طرفاه في : ٦٩٦، ٧١٤٢].

(٦٩٣) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا (اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو' خواہ ایک ایسا حبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو۔

تشریح اس سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ جب حبشی غلام کی جو حاکم ہو اطاعت کا حکم ہوا تو اس کی امامت بطریق اولیٰ صحیح ہو گی۔ کیونکہ اس زمانہ میں جو حاکم ہوتا وہی امامت بھی نماز میں کیا کرتا تھا۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی لی ہے کہ بادشاہ وقت سے گو وہ کیسا ہی ظالم بے وقوف ہو لڑنا اور فساد کرنا نادرست ہے بشرطیکہ وہ جائز خلیفہ یعنی قریش کی طرف سے بادشاہ بنایا گیا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حبشی غلام کی خلافت درست ہے۔ کیونکہ خلافت سوائے قریشی کے اور کسی قوم والے کی درست نہیں ہے جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ (مولانا وحیدالزماں مرحوم)

٥٥- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

باب اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں۔

٦٩٤- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الأَشْيَبُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ

(٦٩٤) ہم سے فضل بن سہل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حسن بن موسیٰ اشیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا زید بن اسلم سے' انہوں نے عطاء بن یسار سے'

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ)).

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔ پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر غلطی کی تو بھی (تمہاری نماز کا) ثواب تم کو ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔

یعنی امام کی نماز میں نقص رہ جانے سے مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل نہ ہو گا جب انہوں نے تمام شرائط اور ارکان کو پورا کیا۔

٥٦- بَابُ إِمَامَةِ الْمَفْتُونِ وَالْمُبْتَدِعِ

باب باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان۔

وَقَالَ الْحَسَنُ : صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ.

اور بدعتی کے متعلق امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے اس کی بدعت اس کے سر رہے گی۔

٦٩٥- قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَقَالَ : إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ، وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى، وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ. فَقَالَ: الصَّلاَةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ، فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ، وَإِذَا أَسَاؤُوا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: لاَ نَرَى أَنْ يُصَلَّى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلاَّ مِنْ ضَرُورَةٍ لاَ بُدَّ مِنْهَا.

(٦٩٥) امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے کہ وہ خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب کہ باغیوں نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی عام مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اسکے پیچھے نماز پڑھ کر گنہگار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نماز تو جو لوگ کام کرتے ہیں ان کاموں میں سب سے بہترین کام ہے۔ تو وہ جب اچھا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو اور محمد بن یزید زبیدی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہیجڑے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ مگر ایسی ہی لاچاری ہو تو اور بات ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

تشریح: مفتون کا ترجمہ باغی کیا ہے جو سچے برحق امام کے حکم سے پھر جائے۔ اور بدعتی سے عام بدعتی مراد ہے۔ خواہ اس کی بدعت اعتقادی ہو جیسے شیعہ، خوارج، مرجیہ، معتزلہ وغیرہ کی، خواہ عملی ہو جیسے سہرا باندھنے والے، تیجا، دسواں کرنے والے، تعزیہ یا علم اٹھانے والے، قبروں پر چراغاں کرنے والے، میلاد یا غنا یا مرثیہ کی مجلس کرنے والے کی، بشرطیکہ ان کی بدعت کفر اور شرک کی حد تک نہ پہنچے۔ اگر کفر یا شرک کے درجے پر پہنچ جائے تو ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ تسہیل میں ہے کہ سنت کہتے ہیں حدیث کو اور جماعت سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں۔ جو لوگ حدیث شریف پر چلتے ہیں اور اعتقاد اور عمل میں صحابہ اور تابعین کے طریق پر ہیں وہی

اہل سنت والجماعت ہیں باقی سب بدعتی ہیں۔ (مولانا وحید الزماں)

٦٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لأَبِي ذَرٍّ: ((اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ)). [راجع: ٦٩٣]

(٦٩٦) ہم سے محمد بن ابان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبہ سے' انہوں نے ابوالتیاح سے' انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ابوذر سے فرمایا (حاکم کی) سن اور اطاعت کر۔ خواہ وہ ایک ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سر منقے کے برابر ہو۔

٥٧- بَابُ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الإِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَ اثْنَيْنِ

باب جب صرف دو ہی نمازی ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب اس کے برابر کھڑا ہو۔

٦٩٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ - أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ - ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ [راجع: ١١٧]

(٦٩٧) ہم سے سلیمان بن حرب بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بتلایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد جب ان کے گھر تشریف لائے تو یہاں چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ سو گئے پھر (نماز تہجد کے لئے) آپ اٹھے (اور نماز پڑھنے لگے) تو میں بھی اٹھ کر آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ نے مجھے اپنی داہنی طرف کر لیا۔ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت (سنت فجر) پڑھ کر آپ سو گئے۔ اور میں نے آپ کے خراٹے کی آواز بھی سنی۔ پھر آپ فجر کی نماز کے لئے برآمد ہوئے۔

تشریح: حدیث ہذا سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو تو وہ امام کے داہنی طرف کھڑا ہو جوان ہو یا نابالغ۔ پھر کوئی دوسرا آ جائے تو وہ امام کے بائیں طرف نیت باندھ لے۔ پھر امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں۔

٥٨- بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلاَتُهُمَا

باب اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اسے پھرا کر دائیں طرف کر لے تو دونوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

٦٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ

(٦٩٨) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن حارث مصری نے عبدربہ بن

سَعِيْدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ، وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ، ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرًا فَقَالَ: حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

[راجع: ١١٧]

سعید سے بیان کیا' انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات ام المؤمنین میمونہ کے یہاں سو گیا۔ اس رات نبی کریم ﷺ کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے مجھے پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ پھر تیرہ رکعت (وتر سمیت) نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور نبی کریم ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے۔ پھر مؤذن آیا تو آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے بعد (فجر کی) نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث بکیر بن عبداللہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھ سے کریب نے بھی بیان کی تھی۔

٥٩- بَابُ إِذَا لَمْ يَنوِ الإِمَامُ أَنْ يَؤُمَّ، ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُم

باب نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو' پھر کچھ لوگ آجائیں اور وہ انکی امامت کرنے لگے (تو کیا حکم ہے)

٦٩٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْيَمِيْنِهِ.

[راجع: ١١٧]

(٦٩٩) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سختیانی سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے بتلایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گذاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں (غلطی سے) آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ (تا کہ صحیح طور پر کھڑا ہو جاؤں)

٦٠- بَابُ إِذَا طَوَّلَ الإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَّى

باب اگر امام لمبی سورۃ شروع کر دے اور کسی کو کام ہو وہ اکیلے نماز پڑھ کر چل دے تو یہ کیسا ہے؟

٧٠٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ

(٧٠٠) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہ معاذ بن

مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ.

[أطرافه في: ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۱۱، ۶۱۰۶].

جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے۔

۷۰۱- قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا يُنَاوِلُ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ((فَتَّانٌ، فَتَّانٌ، فَتَّانٌ)) (ثَلاَثَ مِرَارٍ) أَوْ قَالَ: ((فَاتِنًا، فَاتِنًا، فَاتِنًا)) وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ عَمْرٌو: لاَ أَحْفَظُهُمَا.

[راجع: ۷۰۰]

(۷۰۱) (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو سے بیان کیا' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا' آپ نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ معاذ اس کو برا کہنے لگے۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی (اس شخص نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ نے معاذ کو فرمایا تو بلا میں ڈالنے والا ہے' بلا میں ڈالنے والا' بلا میں ڈالنے والا تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا کہ تو فسادی ہے' فسادی' فسادی۔ پھر آپ نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کونسی سورتوں کا آپ نے نام لیا)

تشریح اس سے امام شافعی اور امام احمد اور اہلحدیث کا مذہب ثابت ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ حنفیہ نے یہاں بھی دور از کار تاویلات کی ہیں۔ جو سب محض تعصب مسلک کا نتیجہ ہے۔ مثلاً حضرت معاذ کے اوپر آنحضرت ﷺ کی خفگی کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وجہ سے بھی آپ خفا ہوئے ہوں کہ دوبارہ کیوں جا کر پڑھائی (دیکھو تفہیم البخاری' پ: ۳/ ص: ۹۷) یہ ایسی تاویل ہے جس کا اس واقعہ سے دور تک بھی تعلق نہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

۶۱- بَابُ تَخْفِيفِ الإِمَامِ فِي الْقِيَامِ، وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب امام کو چاہئے کہ قیام ہلکا کرے (مختصر سورتیں پڑھے) اور رکوع اور سجدے پورے پورے ادا کرے۔

۷۰۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ : أَنَّ رَجُلاً قَالَ : وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي

(۷۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا' کہا کہ میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا' کہا کہ مجھے ابو مسعود انصاری نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! قسم اللہ کی میں صبح

لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلاَةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلاَنٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا. فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ. ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ)).
[راجع: ٩٠]

کی نماز میں فلاں کی وجہ سے دیر میں جاتا ہوں' کیونکہ وہ نماز کو بہت لمبا کر دیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ (کبھی بھی) غضبناک نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ (عوام کو عبادت سے یا دین سے) نفرت دلا دیں' خبردار تم میں لوگوں کو جو شخص بھی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے۔ کیونکہ نمازیوں میں کمزور بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

٦٢- بَابُ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

باب جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کر سکتا ہے۔

٧٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ. وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ)).

(۷۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں۔ لیکن اکیلا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔ (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

٦٣- بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ

وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

باب اس کے بارے میں جس نے امام سے نماز کے طویل ہو جانے کی شکایت کی۔

ایک صحابی ابو اسید (مالک بن ربیعہ) نے اپنے بیٹے (منذر) سے فرمایا۔ بیٹا تو نے نماز کو ہم پر لمبا کر دیا۔

٧٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلاَةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلاَنٌ فِيْهَا. فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا رَأَيْتُهُ

(۷۰۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اسماعیل بن ابی خالد سے' انہوں نے قیس بن ابی حازم سے' انہوں نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے' آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لئے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے

غَضِبَ فِي مَوْضِعٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ. ثُمَّ قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ)).

[راجع: ۹۰]

کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگو! تم میں بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہئے اس لئے کہ اس کے پیچھے کمزور' بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔

۷۰۵- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيَّ قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ! وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ - فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّي، فَتَرَكَ نَاضِحَيْهِ وَأَقْبَلَ إِلَى مُعَاذٍ، فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ - أَوِ النِّسَاءِ - فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ، وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ - أَوْ أَفَاتِنٌ أَنْتَ - ثَلاَثَ مِرَارٍ)، فَلَوْلاَ صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ)). أَحْسِبُ هَذَا فِي الْحَدِيْثِ. تَابَعَهُ سَعِيْدُ بْنُ مَسْرُوقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِيُّ. قَالَ عَمْرٌو وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ (قَرَأَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ) وَتَابَعَهُ الأَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ.

[راجع: ۷۰۰]

(۷۰۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محارب بن دثار نے بیان کیا' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا' آپ نے بتلایا کہ ایک شخص پانی اٹھانے والے دو اونٹ لئے ہوئے آیا' رات تاریک ہو چکی تھی۔ اس نے معاذ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا۔ اس لئے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے لیے) معاذ بناٹھ کی طرف بڑھا۔ معاذ بناٹھ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء شروع کی۔ چنانچہ وہ شخص نیت توڑ کر چل دیا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ معاذ بناٹھ نے مجھ کو برا بھلا کہا ہے۔ اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معاذ کی شکایت کی' نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا' معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ (فتان یا فاتن) فرمایا' سبح اسم ربک الاعلی والشمس وضحها' والیل اذا یغشی (سورتیں) تم نے کیوں نہ پڑھیں۔ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے' کمزور اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں۔ شعبہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آخری جملہ (کیونکہ تمہارے پیچھے الخ) حدیث میں داخل ہے۔ شعبہ کے ساتھ اس کی متابعت سعید بن مسروق' مسعر اور شیبانی نے کی ہے۔ اور عمرو بن دینار' عبید اللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے بھی اس حدیث کو جابر کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ معاذ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی تھی اور شعبہ کے ساتھ اس روایت کی متابعت اعمش نے محارب کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث سے ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیا کسی ایسے کام کے بارے میں جو خیر محض ہو شکایت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ نماز ہر طرح خیر ہی خیر ہے' کسی برائی کا اس میں کوئی پہلو نہیں۔ اس کے باوجود اس

سلسلے میں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی اور آنحضور ﷺ نے اسے سنا اور شکایت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بھی شکایت بشرطیکہ معقول اور مناسب ہو جائز ہے (تفہیم البخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ سورۂ الطارق اور والشمس وضحھا یا سبح اسم یا اقتربت الساعة پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مفصل قرآن کی ساتویں منزل کا نام ہے۔ یعنی سورۂ ق سے آخر قرآن تک۔ پھر ان میں تین ٹکڑے ہیں۔ طوال یعنی ق سے سورۂ عم تک۔ اوساط یعنی بیچ کی عم سے والضحیٰ تک۔ قصار یعنی چھوٹی والضحیٰ سے آخر تک۔ ائمہ کو ان ہدایات کا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

٦٤- بَابُ الإِيْجَازِ فِي الصَّلاَةِ وَإِكْمَالِهَا

باب نماز مختصر اور پوری پڑھنا (یعنی رکوع و سجود اچھی طرح کرنا)

٧٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوجِزُ الصَّلاَةَ وَيُكْمِلُهَا)).

(۷۰۶) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔

٦٥- بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلاَةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

باب جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا۔

٧٠٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لأَقُومُ فِي الصَّلاَةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاَتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَبَقِيَّةُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَبَقِيَّةُ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ.

[طرفه في : ٨٦٨].

(۷۰۷) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ حارث بن ربعی سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہو گی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔ ولید بن مسلم کے ساتھ اس روایت کی متابعت بشر بن بکر' بقیہ بن ولید اور ابن مبارک نے اوزاعی کے واسطہ سے کی ہے۔

٧٠٨- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ

(۷۰۸) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر قریشی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے

أَخَفَّ صَلاَةً وَلاَ أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔

تشریح: یعنی آپ کی نماز باعتبار قرأت کے تو ہلکی ہوتی' چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ پورے طور سے ادا فرماتے۔ جو لوگ سنت کی پیروی کرنا چاہیں۔ ان کو امامت کی حالت میں ایسی ہی نماز پڑھانی چاہئے۔

٧٠٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((إِنِّي لأَدْخُلُ فِي الصَّلاَةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاَتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)).

(٧٠٩) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نماز شروع کر دیتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز طویل کروں' لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے ماں کے دل پر بچے کے رونے سے کیسی چوٹ پڑتی ہے۔

٧١٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنِّي لأَدْخُلُ فِي الصَّلاَةِ فَأُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)). وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مِثْلَهُ.

[راجع: ٧٠٩]

(٧١٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن عدی نے سعید بن ابی عروبہ کے واسطہ سے خبر دی' انہوں نے قتادہ سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز کی نیت باندھتا ہوں' ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو طویل کروں گا' لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں اس درد کو جانتا ہوں جو بچے کے رونے کی وجہ سے ماں کو ہو جاتا ہے۔ اور موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ہم سے ابان بن یزید نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے' کہا ہم سے انس نے آنحضرت ﷺ سے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے آپ کی شفقت ظاہر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوا کرتی تھیں' ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے پہلی رکعت میں ساٹھ آیات کو پڑھا۔ پھر بچے کے رونے کی آواز سن کر آپ نے اتنا اثر لیا کہ دوسری رکعت میں صرف تین آیات پڑھ کر نماز کو پورا کر دیا (ﷺ)

٦٦- بَابُ إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

باب ایک شخص نماز پڑھ کر دوسرے لوگوں کی امامت کرے۔

٧١١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو

(٧١١) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان

النُّعْمَانِ قَالاَ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ. [راجع: ٧٠٠]

کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے عمرو بن دینار سے' انہوں نے جابر سے فرمایا کہ معاذ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

٦٧- بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الإِمَامِ

باب اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر سنائے۔

٧١٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ أَتَاهُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلاَةِ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ)). قُلْتُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِي فَلاَ يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ. قَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ)) فَقُلْتُ مِثْلَهُ. فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ - أَوِ الرَّابِعَةِ -: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ)) فَصَلَّى. وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُهَادَي بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الأَرْضَ. فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ، فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الأَعْمَشِ. [راجع: ١٩٨]

(۷۱۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن داؤد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم نخعی سے بیان کیا' انہوں نے اسود سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر کچے دل کے آدمی ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو دیں گے اور قرأت نہ کر سکیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے وہی عذر پھر دہرایا۔ پھر آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگ تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ خیر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرا دی۔ پھر نبی کریم ﷺ (اپنا مزاج ذرا ہلکا پا کر) دو آدمیوں کا سہارا لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ گویا میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے کہ آپ کے قدم زمین پر نشان کر رہے تھے۔ ابوبکر آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن آپ نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم ﷺ ان کے بازو میں بیٹھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی تکبیر سنا رہے تھے۔ عبداللہ بن داؤد کے ساتھ اس حدیث کو محاضر نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

جب مقتدی زیادہ ہوں تو دوسرا شخص تکبیر زور سے پکارے تا کہ سب کو آواز پہنچ جائے۔ آج کل اس مقصد کے لئے ایک آلہ وجود میں آ گیا ہے۔ جسے آواز پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اکثر علماء کے نزدیک جائز قرار دیا گیا ہے۔

٦٨- بَابُ الرَّجُلُ يَأْتَمُّ بِالإِمَامِ، وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((ائْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ))

٧١٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلاَلٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلاَةِ فَقَالَ ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لاَ يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي)). فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، وَإِنَّهُ مَتَى مَايَقُمْ مَقَامَكَ لاَ يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ: ((إِنَّكُنَّ لأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)) فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلاَةِ وَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَقَامَ يُهَادَي بَيْنَ رَجُلَينِ وَرِجْلاَهُ يَخُطَّانِ فِي الأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا

باب ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں (تو کیسا ہے؟)

اور آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے (پہلی صف والوں سے) فرمایا۔ تم میری پیروی کرو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں وہ تمہاری پیروی کریں۔

(۷۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ محمد بن حازم نے بیان کیا' انہوں نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے ابراہیم نخعی سے' انہوں نے اسود سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم زیادہ بیمار ہو گئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی خبر دینے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ابو بکر ایک نرم دل آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو (شدت گریہ کی وجہ سے) آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے اگر آپ عمرؓ سے کہتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ پھر میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم کہو کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے اگر عمر سے کہیں تو بہتر ہو گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ صواحب یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے مرض میں کچھ ہلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاؤں زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اس طرح چل کر آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابو بکر نے آپ کی آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے لگے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اشارہ سے روکا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

يَقْتَدِي أَبُوْ بَكْرٍ بِصَلاَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [راجع: ۱۹۸]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بیٹھ کر۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء۔

اسی جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود مقتدی تھے۔ لیکن دوسرے مقتدیوں نے ان کی اقتدا کی۔

٦٩- بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ

باب اس بارے کہ اگر امام کو شک ہو جائے تو کیا مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟

٧١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: أَقَصُرَتِ الصَّلاَةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟)) فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ (فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ). [راجع: ۱۸۲]

(۷۱۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے حضرت امام مالک بن انس سے بیان کیا' انہوں نے ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے انہوں نے محمد بن سیرین سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (ظہر کی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر نماز ختم کر دی تو آپ سے ذوالیدین نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے (اور لوگوں کی طرف دیکھ کر) پوچھا کیا ذوالیدین صحیح کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! پھر آپ اٹھے اور دوسری دو رکعتیں بھی پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے کی طرح یا اس سے بھی کچھ لمبا سجدہ۔

تشریح یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے شافعیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ امام مقتدیوں کی بات نہ سنے۔ بعض نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اس حالت میں ہے جب امام کو خود شک ہو۔ لیکن اگر امام کو ایک امر کا یقین ہو تو بالاتفاق مقتدیوں کی بات نہ سننا چاہئے۔ ذوالیدین کا اصلی نام خرباق تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ لمبے لمبے تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالیدین کہنے لگے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ درجہ یقین حاصل کرنے کے لئے اور لوگوں سے بھی شہادت لی جا سکتی ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق کا اظہار ایک ادنیٰ آدمی بھی کر سکتا ہے۔

٧١٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: (صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقِيْلَ: صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ

(۷۱۵) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا' وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' آپ نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ظہر کی صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں (اور بھول سے سلام پھیر دیا) پھر کہا گیا کہ آپ نے صرف دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس

سَجْدَتَيْنِ). [راجع: ٤٨٢]

آپ نے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا۔ پھر دو سجدے کئے۔

٧٠- بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

باب جب امام نماز میں رو دے (تو کیسا ہے؟)

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ: سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ﴾.

اور عبداللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے بیان کیا کہ میں نے نماز میں عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی حالانکہ میں آخری صف میں تھا۔ آپ آیت شریفہ ﴿انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ﴾ پڑھ رہے تھے۔

یہ سورۂ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے جس کا ترجمہ یہ کہ میں اپنے غم اور فکر کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں' یہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

٧١٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَهْ، إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ)) قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

[راجع: ١٩٨]

(۷۱۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک بن انس نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مرض الوفات میں فرمایا کہ ابوبکر سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ ابوبکر اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز نہ سنا سکیں گے۔ اس لئے آپ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ نہیں ابوبکر ہی سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کرو کہ اگر ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد کر کے گریہ و زاری کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اس لئے عمرؓ سے کہئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس چپ رہو۔ تم لوگ صواحب یوسف سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بھلا مجھ کو تم سے کہیں بھلائی ہونی ہے۔

تشریح مقصد باب یہ ہے کہ رونے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ جنت یا دوزخ کے ذکر پر رونا تو عین مطلوب ہے۔ کئی احادیث سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں رونا ثابت ہے۔ یہ حدیث پہلے بھی کئی جگہ گذر چکی ہے اور امام المحدثینؒ نے اس

سے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونے کا ذکر سنا پھر بھی آپ نے ان کو نماز کے لئے حکم فرمایا۔ پس دعویٰ ثابت کہ رونے سے نماز نہیں ٹوٹ سکتی۔ صواحب یوسف کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ زلیخا اور اس کے ساتھ والی عورتیں مراد ہیں۔ جن کی زبان پر کچھ تھا اور دل میں کچھ اور۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے کہنے پر پچھتائی اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اظہار خفگی فرمایا۔ (رضی اللہ عنہن اجمعین)

٧١- بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

باب تکبیر ہوتے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کا برابر کرنا۔

٧١٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ)).

(۷۱۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن ابوالجعد سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ نماز میں اپنی صفوں کو برابر کر لو' نہیں تو خداوند تعالیٰ تمہارے منہ الٹ دے گا۔

تشریح یعنی مسخ کر دے گا۔ بعض نے یہ مراد لی کہ پھوٹ ڈال دے گا۔ باب کی حدیثوں میں یہ مضمون نہیں ہے کہ تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرو۔ لیکن امام بخاری نے ان حدیثوں کے دوسرے طریقوں کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آگے چل کر خود امام بخاری نے اسی حدیث کو اس طرح نکالا ہے کہ نماز کی تکبیر ہونے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہہ کر نماز شروع کرنے کو تھے کہ یہ فرمایا۔ امام ابن حزم نے ان حدیثوں کے ظاہر سے یہ کہا ہے کہ صفیں برابر کرنا واجب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے اور یہ وعید اس لئے فرمائی کہ لوگ اس سنت کا بخوبی خیال رکھیں۔ برابر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ ایک خط مستقیم پر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ یا صف میں جو جگہ خالی رہے اس کو بھر دیں۔ (مولانا وحیدالزماں مرحوم)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ویحتمل ان یکون البخاری اخذ الوجوب من صیغة الامر فی قوله سووا صفوفکم و من عموم قوله صلوا کما رایتمونی اصلی و من ورود الوعید علی ترکه الخ (فتح الباری) یعنی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے صیغہ امر سووا صفوفکم (اپنی صفوں کو سیدھا کرو) سے وجوب نکالا ہو اور حدیث نبوی کے اس عموم سے بھی جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسی نماز پڑھو جیسی نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھ کو دیکھا ہے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعثمان نہدی کے قدم پر مارا جب کہ وہ صف میں سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا کہ جس کو وہ صف میں ٹیڑھا دیکھتے وہ ان کے قدموں کو مارنا شروع کر دیتے۔ الغرض صفوں کو سیدھا کرنا بے حد ضروری ہے۔

٧١٨- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيْمُوا الصُّفُوفَ

(۷۱۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے عبدالعزیز بن صہیب سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ صفیں سیدھی کر لو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ

فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ)).

کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔

[طرفه في : ۷۱۹، ۷۲۵].

تشریح: یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ جس طرح آپ سامنے سے دیکھتے اسی طرح پیچھے مہرنبوت سے آپ دیکھ لیا کرتے تھے۔ صفوں کو درست کرنا اس قدر اہم ہے کہ آپ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور رہا کہ جب تک صف بالکل درست نہ ہو جاتی یہ نماز شروع نہیں کیا کرتے تھے۔ عہد فاروقی میں اس مقصد کے لئے لوگ مقرر تھے جو صف بندی کرائیں۔ مگر آج کل سب سے زیادہ متروک یہی چیز ہے۔ جس مسجد میں بھی چلے جاؤ صفیں اس قدر ٹیڑھی نظر آئیں گی کہ خدا کی پناہ' اللہ پاک مسلمانوں کو اسوۂ نبوی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

۷۲- بَابُ إِقْبَالِ الإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب صفیں برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا۔

۷۱۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((أَقِيْمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ)). [راجع: ۷۱۸]

(۷۱۹) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں برابر کر لو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

تراصوا کا مفہوم یہ کہ چونا گچ دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کندھے سے کندھا' قدم سے قدم' ٹخنے سے ٹخنہ ملا لو۔ سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ (الصف : ۴) اللہ پاک ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح متحد ہو کر لڑتے ہیں۔ جب نماز میں ایسی کیفیت نہیں کر پاتے تو میدان جنگ میں کیا خاک کر سکیں گے۔ آج کل کے اہل اسلام کا یہی حال ہے۔

۷۳- بَابُ الصَّفِّ الأَوَّلِ

باب صف اول (کے ثواب کا بیان)

۷۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشُّهَدَاءُ : الْغَرِقُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْمَطْعُونُ، وَالْهَدِمُ)).

[راجع: ۶۵۳]

(۷۲۰) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک سے بیان کیا' انہوں نے سمی سے' انہوں نے ابو صالح ذکوان سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ڈوبنے والے' پیٹ کی بیماری میں مرنے والے' طاعون میں مرنے والے اور دب کر مرنے والے شہید ہیں۔

۷۲۱- وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي

(۷۲۱) فرمایا کہ اگر لوگ جان لیں جو ثواب نماز کے لئے جلدی آنے

التَّهْجِيْرِ لاَ سْتَبَقُوا، إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لاسْتَهَمُوا)). [راجع: ٦١٥]

میں ہے تو ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لئے ضرور آئیں۔ خواہ سرین کے بل آنا پڑے اور اگر پہلی صف کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لئے قرعہ اندازی کریں۔

تشریح اتفاقاً کوئی مسلمان مرد عورت کسی پانی میں ڈوب کر مرجائے یا ہیضہ وغیرہ امراض شکم کا شکار ہو جائے' یا مرض طاعون سے فوت ہو جائے یا کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجائے۔ ان سب کو شہیدوں کے حکم میں شمار کیا گیا ہے۔ پہلی صف سے امام کے قریب والی صف مراد ہے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ آگے کی صف دوسری صف کو بھی شامل ہے اس لئے کہ وہ تیسری صف سے آگے ہے۔ اس طرح تیسری صف کو بھی' کیونکہ وہ چوتھی سے آگے ہے۔ یہ حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے۔

٧٤- بَابُ إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلاَةِ

باب صف برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے۔

٧٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلاَ تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ، وَأَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلاَةِ، فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلاَةِ)). [طرفه في : ٧٣٤].

(۷۲۲) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے ہمام بن منبہ کے واسطہ سے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے ہوتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے' اس لئے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفیں برابر رکھو۔ کیونکہ نماز کا حسن صفوں کے برابر رکھنے میں ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز میں صف درست کرنے کے لئے آدمی آگے یا پیچھے سرک جائے یا صف ملانے کے واسطے کسی طرف ہٹ جائے یا کسی کو کھینچ لے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا بلکہ ثواب پائے گا کیونکہ صف برابر کرنا نماز کا ایک ادب ہے۔ امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا پہلے تھا بعد میں آپ کے آخری فعل سے یہ منسوخ ہو گیا۔

٧٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلاَةِ)).

(۷۲۳) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعبہ نے قتادہ کے واسطہ سے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔

٧٥- بَابُ إِثْمِ مَنْ لَمْ يُتِمَّ الصُّفُوفَ

باب اس بارے میں کہ صفیں پوری نہ کرنے والوں پر (کتنا گناہ ہے)

٧٢٤- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَقِيْلَ لَهُ، مَا أَنْكَرتَ مِنَّا منذُ يومَ عهدتَ رسولَ الله ﷺ؟ قَالَ: مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلاَّ أَنَّكُمْ لاَ تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوفَ.

(٧٢٤) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سعید بن عبید طائی نے بیان کیا بشیر بن یسار انصاری سے' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب وہ (بصرہ سے) مدینہ آئے' تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا۔ فرمایا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف لوگ صفیں برابر نہیں کرتے۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ الْمَدِيْنَةِ.. بِهَذَا.

اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار سے یوں روایت کیا کہ انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

تشریح امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لاکر صف برابر کرنے کا وجوب ثابت کیا۔ کیونکہ سنت کے ترک کو حضرت رسول کریم ﷺ کا خلاف کرنا نہیں کہہ سکتے' اور حضرت رسول کریم ﷺ کے خلاف کرنا بموجب نص قرآنی باعث عذاب ہے۔ ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور: ٦٣) تسہیل القاری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے سنت کے موافق صفیں برابر کرنا چھوڑ دی ہیں۔ کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے پیچھے بے ترتیب کھڑے ہوتے ہیں۔ کہیں برابر بھی کرتے ہیں تو مونڈھے سے مونڈھا اور ٹخنے سے ٹخنہ نہیں ملاتے۔ بلکہ ایسا کرنے کو نازیبا جانتے ہیں۔ خدا کی مار ان کی عقل اور تہذیب پر۔ نمازی لوگ پروردگار کی فوجیں ہیں۔ فوج میں جو کوئی قاعدے کی پابندی نہ کرے وہ سزائے سخت کے قابل ہوتا ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

٧٦- بَابُ إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ

باب صف میں مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہونا۔

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ : رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور نعمان بن بشیر صحابی نے کہا کہ میں نے دیکھا (صف میں) ایک آدمی ہم میں سے اپنا ٹخنہ اپنے قریب والے دوسرے آدمی کے ٹخنہ سے ملا کر کھڑا ہوتا۔

٧٢٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((أَقِيْمُوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ. وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ

(٧٢٥) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے حمید سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا' صفیں برابر کرلو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ

مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ)). (صف میں) اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔

[راجع: ۷۱۸]

تشریح حضرت امام الدین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں متفرق ابواب منعقد فرما کر اور ان کے تحت متعدد احادیث لا کر صفوں کو سیدھا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ کا یہ آخری باب ہے جس میں آپ نے بتلایا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں ہر نمازی اپنے قریب والے نمازی کے مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل ہوا کہ ہم اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان بھی موجود ہے۔

نیز فتح الباری' جلد : ۲ / ص : ۱۷۶ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ لو فعلت ذالک باحدھم الیوم لنفر کانه بغل شموس اگر میں آج کے نمازیوں کے ساتھ قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اس سے سرکش خچر کی طرح دور بھاگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ کے ختم ہوتے ہوتے مسلمان اس درجہ غافل ہونے لگے تھے کہ ہدایت نبوی کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے اور قدموں سے قدم ملانے کا عمل ایک اجنبی عمل بننے لگ گیا تھا۔ جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایسا کہنا پڑا۔ اس بارے میں اور بھی کئی ایک احادیث وارد ہوئی ہیں۔

روی ابوداود والامام احمد عن ابن عمر انه علیه الصلٰوة والسلام قال اقیموا صفوفکم وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل و لینوا بایدی اخوانکم لا تذروا فرجات الشیطان من وصل صفا وصله الله و من قطع صفا قطعه الله وروی البزار باسناد حسن عنه علیه الصلٰوة والسلام من سد فرجة فی الصف غفرالله له و فی ابی داود عنه علیه الصلٰوة و السلام قال خیار کم الینکم مناکب فی الصلٰوة۔ یعنی ابوداؤد اور مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور کندھوں کو برابر کرو۔ یعنی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور جو سوراخ دو نمازیوں کے درمیان نظر آئے اسے بند کر دو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور شیطان کے گھسنے کے لئے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ یاد رکھو جس نے صف کو ملایا۔ خدا اس کو بھی ملا دے گا اور جس نے صف کو قطع کیا خدا اس کو قطع کرے گا۔ بزار میں سند حسن سے ہے کہ جس نے صف کی دراڑ کو بند کیا خدا اس کو بخشے۔ ابوداؤد میں ہے کہ تم میں وہی بہتر ہے جو نماز میں کندھوں کو نرمی کے ساتھ ملائے رکھے۔

وعن النعمان بن بشیر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوی صفوفنا کانما یسوی به القداح حتی رای انا قد عقلنا عنه ثم خرج یوما فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلا بادیا صدره من الصف فقال عباد الله لتسون صفوفکم او لیخالفن الله بین وجوهکم رواه الجماعة الا البخاری فان له منه لتسون صفوفکم اولیخالفن الله بین وجوهکم۔ ولاحمد و ابی داود فی روایة قال فرایت الرجل یلزق کعبه بکعب صاحبه و رکبته برکبته و منکبه بمنکبه (نیل الاوطار' ج : ۳ / ص : ۱۹۹)

یعنی نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کراتے 'گویا اس کے ساتھ تیر کو سیدھا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہو گیا کہ ہم نے اس مسئلہ کو آپ سے خوب سمجھ لیا ہے۔ ایک دن آپ مصلے پر تشریف لائے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو برابر کر لو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی طور پر اختلاف ڈال دے گا۔ بخاری شریف میں یوں کہ اپنی صفوں کو بالکل برابر کر لیا کرو۔ ورنہ تمہارے چہروں میں آپس میں اللہ مخالفت ڈال دے گا اور احمد اور ابو داؤد کی روایات میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر نمازی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملایا کرتا تھا۔

امام محمد کتاب الآثار باب اقامة الصفوف میں لکھتے ہیں :

عن ابراہیم انه کان یقول سووا صفوفکم و سووا مناکبکم تراصوا ولیتخللنکم الشیطان الخ قال محمد وبه ناخذ لا ینبغی ان یترک الصف و فیه الخلل حتی یسووا و هو قول ابی حنیفة یعنی ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ صفیں اور شانہ برابر کرو اور گچ کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جائے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں۔ جب تک ان کو درست نہ کرلیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

نیز بحرالرائق و عالمگیری و درمختار میں بھی یہی ہے کہ ینبغی للماموین ان یتراصوا و ان یسدوا الخلل فی الصفوف و یسووا مناکبهم و ینبغی للامام ان یامرهم بذالک و ان یقف وسطهم یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ صفوں کو چونا گچ کریں صفوں میں درازوں کو بند کردیں اور شانوں کو ہموار رکھیں۔ بلکہ امام کے لئے لائق ہے کہ مقتدیوں کو اس کا حکم کرے پھر بیچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو گچ کریں اور کندھے ہموار کرلیں۔ (شامی' ج:۱/ ص: ۵۹۵)

یہ تفصیل اس لئے پیش کی گئی ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا' پیر سے پیر ملا کر کھڑا ہونا ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے باوجود آج کل مساجد میں صفوں کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ہر نمازی دوسرے نمازی سے دور بالکل ایسے کھڑا ہوتا ہے جیسے کچھ لوگ اچھوتوں سے اپنا جسم دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قدم سے قدم ملانے کی کوشش کی جائے تو ایسے سرک کر الگ ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی بچھونے ڈنک مار دی ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ملت کے باہمی طور پر دل نہیں مل رہے ہیں۔ باہمی اتفاق مفقود ہے سچ ہے ؎

صفیں کج' دل پریشان' سجدہ بے ذوق   کہ انداز جنوں باقی نہیں ہے

عجیب فتویٰ: ہمارے محترم دیو بندی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد پوری طرح صفوں کو درست کرنا ہے تاکہ درمیان میں کسی قسم کی کوئی کشادگی باقی نہ رہے۔ (تفہیم البخاری' پ: ۳/ ص: ۱۰۸) بالکل درست اور بجا ہے کہ شارع کا یہی مقصد ہے۔ اور لفظ تراصوا کا یہی مطلب ہے کہ نمازیوں کی صفیں چونا گچ دیواروں کی طرح ہونی ضروری ہیں۔ درمیان میں ہرگز ہرگز کوئی سوراخ باقی نہ رہ جائے۔ مگر اسی جگہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ فقہائے اربعہ کے یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان چار انگلیوں کا فرق ہونا چاہئے۔ (حوالہ مذکور)

تفصیلات بالا میں شارع کا مقصد ظاہر ہو چکا ہے کہ صف میں ہر نمازی کا دوسرے نمازی کے قدم سے قدم' ٹخنے سے ٹخنہ' کندھے سے کندھا ملانا مقصود ہے۔ اکابر احناف کا بھی یہی ارشاد ہے پھر یہ "دو آدمیوں کے درمیان چار انگل کے فرق کا فتویٰ" سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا مطلب رکھتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کمال ہے کہ نہ اس کے لئے کوئی صحیح حدیث بطور دلیل پیش کی جا سکتی ہے نہ کسی صحابی و تابعی کا کوئی قول۔ پھر یہ چار انگل کے فاصلے کی اختراع کیا وزن رکھتی ہے؟

اسی فتوے کا شاید یہ نتیجہ ہے کہ مساجد میں جماعتوں کا عجب حال ہے۔ چار انگل کی گنجائش پا کر لوگ ایک ایک فٹ دور کھڑے ہوتے ہیں اور باہمی قدم مل جانے کو انتہائی خطرناک تصور کرتے ہیں اور اس پرہیز کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ کیا ہمارے انصاف پسند و حقیقت شناس علماء کرام اس صورت حال پر محققانہ نظر ڈال کر اصلاح حال کی کوشش فرما سکیں گے۔ ورنہ ارشاد نبوی آج بھی پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے۔ لتسون صفوفکم اولیخالفن الله بین قلوبکم۔ صدق رسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی اختلاف ڈال دے گا۔

٧٧- بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الإِمَامُ خَلْفَهُ إِلَى يَمِينِهِ تَمَّتْ

باب اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اپنے پیچھے سے اسے دائیں طرف کردے

صَلَاتُهُ

تو نماز ہو جائے گی۔

٧٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: (صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّى وَرَقَدَ، فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ وَيُصَلِّي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ). [راجع: ١١٧]

(۷۲۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے داؤد بن عبدالرحمٰن نے عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے بتلایا کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں تہجد کی) نماز پڑھی۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا۔ پھر نماز پڑھی اور آپ سو گئے جب موذن (نماز کی اطلاع دینے) آیا تو آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔

سو جانے پر بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔ اس لئے کہ آپ کا دل جاگتا اور ظاہر میں آنکھیں سو جاتی تھیں۔ یہ خصوصیات نبوی میں سے ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٧٨- بَابُ الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

باب اس بارے میں کہ عورت اکیلی ایک صف کا حکم رکھتی ہے۔

٧٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَأُمِّي خَلْفَنَا - أُمُّ سُلَيْمٍ -. [راجع: ٣٨٠]

(۷۲۷) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے اور ایک یتیم لڑکے (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے جو ہمارے گھر میں تھا' آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ام سلیم اکیلی تھیں مگر لڑکوں کے پیچھے اکیلی صف میں کھڑی ہوئیں۔

٧٩- بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالإِمَامِ

باب مسجد اور امام کی داہنی جانب کا بیان۔

٧٢٨- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَخَذَ بِيَدِي - أَوْ بِعَضُدِي - حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَرَائِي.

(۷۲۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عاصم احول نے عامر شعبی سے بیان کیا' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے بائیں طرف (آپ کے گھر میں) نماز (تہجد) پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے میرا سر یا بازو پکڑ کر مجھ کو اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا کہ

[راجع: ١١٧] پیچھے سے گھوم آؤ۔

تشریح: اس حدیث میں فقط امام کی داہنی طرف کا بیان ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو نسائی نے براء سے نکالا کہ ہم جب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ اور ابو داؤد نے نکالا کہ اللہ رحمت اتارتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں صفوں کے داہنے جانب والوں کے لیے اور یہ اس کے خلاف نہیں جو دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی مسجد کا بایاں جانب معمور کرے تو اس کو اتنا ثواب ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب سب لوگ داہنے ہی جانب کھڑے ہونے لگے اور بایاں جانب بالکل اجڑ گیا۔ (وحیدی)

٨٠- بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ: لاَ بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهَرٌ. وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: يَأْتَمُّ بِالإِمَامِ - وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ - إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الإِمَامِ.

٧٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ قَالَ: ثَنَا عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلاَتِهِ، فَأَصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ، فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلاَتِهِ، صَنَعُوا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَخْرُجْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ: ((إِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلاَةُ اللَّيْلِ)).

[أطرافه في : ٧٣٠، ٩٢٤، ١١٢٩، ٢٠١١، ٢٠١٢، ٥٨٦١].

باب جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو یا پردہ ہو (تو کچھ قباحت نہیں)

اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا کہ اگر امام کے اور تمہارے درمیان نہر ہو جب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ابو مجلز تابعی نے فرمایا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو جب بھی اقتدا کر سکتا ہے بشرطیکہ امام کی تکبیر سن سکتا ہو۔

(٧٢٩) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا' انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمن سے' انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' آپ نے بتلایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم رات میں اپنے حجرہ کے اندر (تہجد کی) نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیواریں پست تھیں اس لئے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر دوسروں سے کیا۔ پھر جب دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں اس رات بھی کھڑے ہو گئے۔ یہ صورت دو یا تین راتوں تک رہی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرا کہ کہیں رات کی نماز (تہجد) تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (اس خیال سے میں نے یہاں کا آنا ناغہ کر دیا)

٨١- بَابُ صَلاَةِ اللَّيْلِ

باب رات کی نماز کا بیان۔

٧٣٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ، فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلَّوا وَرَاءَهُ. [راجع: ٧٢٩]

(٧٣٠) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا' مقبری کے واسطہ سے' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات میں اس کا پردہ کر لیتے تھے۔ پھر چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔

٧٣١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً - قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ حَصِيْرٍ - فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيْهَا لَيَالِيَ، فَصَلَّى بِصَلاَتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ. فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلاَةِ صَلاَةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلاَّ الْمَكْتُوبَةَ)). قَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفاه في : ٦١١٣، ٧٢٩٠].

(٧٣١) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ابوالنضر سالم سے' انہوں نے بسر بن سعید سے' انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک حجرہ بنالیا یا اوٹ (پردہ) بسر بن سعید نے کہا میں سمجھتا ہوں وہ بوریے کا تھا۔ آپ نے کئی رات اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ میں سے بعض حضرات نے ان راتوں میں آپ کی اقتدا کی۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بیٹھ رہنا شروع کیا (نماز موقوف رکھی) پھر برآمد ہوئے اور فرمایا تم نے جو کیا وہ مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو۔ مگر فرض نماز (مسجد میں پڑھنا ضروری ہے) اور عفان بن مسلم نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابوالنضر بن ابی امیہ سے سنا' وہ بسر بن سعید سے روایت کرتے تھے' وہ زید بن ثابت سے' وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع ابوالنضر سے ثابت کریں جس کی اس روایت میں تصریح ہے۔

٨٢- بَابُ إِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحِ

باب تکبیر تحریمہ کا واجب ہونا اور نماز کا

الصَّلَاةِ

شروع کرنا۔

٧٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ (أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ - وَقَالَ أَنَسٌ ﷺ- فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا). ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ. ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). [راجع: ٣٧٨]

(٧٣٢) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے یہ بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور (گر جانے کی وجہ سے) آپ کے دائیں پہلو میں زخم آ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس دن ہمیں آپ نے ایک نماز پڑھائی' چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے' اس لئے ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

تشریح جب امام بخاری رحمہ اللہ جماعت اور امامت کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اب صفت نماز کا بیان شروع کیا۔ بعض نسخوں میں باب کے لفظ کے پہلے یہ عبارت ہے۔ ابواب صفة الصلوٰة لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعظیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے اللہ اجل یا اللہ اعظم (وحیدی) مگر احادیث واردہ کی بنا پر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

٧٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: (خَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا). ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا الْإِمَامُ - أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ - لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا)). [راجع: ٣٧٨]

(٧٣٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے اور آپ زخمی ہو گئے' اس لئے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی کرو۔

٧٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)). [راجع: ٧٢٢]

(۷۳۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ابوالزناد نے مجھ سے بیان کیا اعرج کے واسطہ سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے' اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

تشریح: اس بارے میں بھی قدرے اختلاف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ امام و مقتدی ہر دو سمع اللہ لمن حمدہ کہیں اور پھر ہر دو ربنا ولک الحمد کہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری بذیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ثم یقول سمع الله لمن حمده حین یرفع صلبه من الرکعة ثم یقول و هم قائم ربنا ولک الحمد فرماتے ہیں:

ربنا لک الحمد بحذف الواو و فی روایة باثباتها و قد تقدم ان الروایة بثبوت الواو ارجح و هی عاطفة علی مقدر ای ربنا اطعناک وحمد ناک ولک الحمد و قیل زائدة قال الا صمعی سالت ابا عمرو منها فقال زائدة تقول العرب یعنی هذا فیقول المخاطب نعم و هو لک بدرهم فالواو زائدة و قیل هی واوالحال قاله ابن الاثیر و ضعف ما عداه و فیه ان التسمیع ذکر النهوض والرفع والتحمید ذکر الاعتدال و استدل به علی انه یشرع الجمع بین التسمیع والتحمید لکل مصل من امام و منفرد و موتم اذ هو حکایة لمطلق صلوته صلی الله علیه وسلم ﴾ (مرعاة' ج: ۱/ ص: ۵۵۹) ربنا لک الحمد حذف واؤ کے ساتھ اور بعض روایات میں اثبات واؤ کے ساتھ مروی ہے اور ترجیح اثبات واؤ کو ہی ہے جو واؤ عطف ہے اور معطوف علیہ مقدر ہے۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم نے تیری اطاعت کی' تیری تعریف کی اور تعریف تیرے ہی لیے ہیں۔ بعض لوگوں نے محاورہ عرب کے مطابق اسے واؤ زائدہ بھی کہا ہے۔ بعض نے واؤ حال کے لئے مانا ہے' اس حدیث ابوہریرہ سے معلوم ہوا کہ لفظ سمع اللہ لمن حمدہ کہنا یہ رکوع میں جھکنے اور اس سے سر اٹھانے کا ذکر ہے اور ربنا ولک الحمد کہنا یہ کھڑے ہو کر اعتدال پر آ جانے کے وقت کا ذکر ہے۔ اسی لئے مشروع ہے کہ امام ہو یا منفرد یا مقتدی سب ہی سمع اللہ لمن حمدہ پھر ربنا ولک الحمد کہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز اسی طرح نقل کی گئی ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ تم اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

٨٣- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الِافْتِتَاحِ سَوَاءً

باب تکبیر تحریمہ میں نماز شروع کرتے ہی برابر دونوں ہاتھوں کا (کندھوں یا کانوں تک) اٹھانا۔

٧٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ: (أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ

(۷۳۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے امام مالک سے' انہوں نے ابن شہاب زہری سے' انہوں نے سالم بن عبداللہ سے' انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

[أطرافه في : ٧٣٦، ٧٣٨، ٧٣٩].

سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے' اسی طرح جب رکوع کے لئے اللہ اکبر کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے تھے۔ سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

٨٤- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ

باب رفع یدین تکبیر تحریمہ کے وقت' رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت (سنت ہے)

٧٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

[راجع: ٧٣٥]

(٧٣٦) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبردی۔ کہا کہ ہم کو یونس بن یزید ایلی نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبردی' انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کے وقت آپ نے رفع یدین کیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ اس وقت مونڈھوں تک اٹھے اور اسی طرح جب آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے اس وقت بھی رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اس وقت بھی کرتے۔ اس وقت آپ کہتے سمع اللہ لمن حمدہ۔ البتہ سجدہ میں آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

٧٣٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ: أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ

(٧٣٧) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا خالد حذاء سے۔ انہوں نے ابو قلابہ سے کہ انہوں نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے' پھر جب رکوع میں جاتے اس وقت بھی رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی

اللهِ ﷺ صَنَعَ هَكَذَا.

اسی طرح کیا کرتے تھے۔

٨٥- بَابُ إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: ((رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ)).

٧٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَلاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ وَلاَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ.

[راجع: ٧٣٥]

باب ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے۔

اور ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھایا۔

(٧٣٨) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے اور تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھا کر لے جاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور ربنا ولک الحمد کہتے۔ سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

٨٦- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

٧٣٩- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ: (أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ. وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ).

[راجع: ٧٣٥]

باب (چار رکعت نماز میں) قعدۂ اولیٰ سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا۔

(٧٣٩) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوتے تو پہلے تکبیر تحریمہ کہتے اور ساتھ ہی رفع یدین کرتے۔ اسی طرح جب وہ رکوع کرتے تب اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ آپ نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ (کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے)

تشریح: تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت دونوں

ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانا رفع الیدین کہلاتا ہے' تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین پر ساری امت کا اجماع ہے۔ مگر بعد کے مقامات پر ہاتھ اٹھانے میں اختلاف ہے۔ ائمہ کرام و علمائے اسلام کی اکثریت حتیٰ کہ اہل بیت سب بالاتفاق ان مقامات پر رفع الیدین کے قائل ہیں۔ مگر حنفیہ کے ہاں مقامات مذکورہ پر رفع الیدین نہیں ہے کچھ علمائے احناف اسے منسوخ قرار دیتے ہیں' کچھ ترک رفع کو اولیٰ جانتے ہیں کچھ دل سے قائل ہیں مگر ظاہر میں عمل نہیں ہے۔

فریقین نے اس بارے میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہر دو جانب سے خاص طور پر آج کے دور پر فتن میں بہت سے کاغذ سیاہ کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں۔ مگربات ابھی تک جہاں تھی وہیں پر موجود ہے۔ ایک ایسے جزئی مسئلہ پر اس قدر تشدد بہت ہی افسوسناک ہے۔ کتنے عوام ہیں جو کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگ بغلوں میں بت رکھ لیا کرتے تھے اس لئے رفع یدین کا حکم ہوا تاکہ ان کی بغلوں کے بت گر جایا کریں۔ استغفراللہ! یہ ایسا جھوٹ ہے جو شاید اسلام کی تاریخ میں اس کے نام پر سب سے بڑا جھوٹ کہا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ اس سنت نبوی کو مکھی اڑانے سے تشبیہ دے کر توہین سنت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

کاش! علمائے احناف غور کرتے اور امت کے سواد اعظم کو دیکھ کر جو اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے تو یہ فساد یہاں تک نہ بڑھتا۔

حجتہ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بڑی تفصیلات کے بعد فیصلہ دیا ہے۔ والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع یعنی رفع یدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کہ احادیث رفع بکثرت ہیں اور صحیح ہیں جن کی بنا پر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ محض بدگمانیوں کے دور کرنے کے لیے کچھ تفصیلات ذیل میں دی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام تعصب سے ہٹ کر ان کا مطالعہ کریں گے اور طاقت سے بھی زیادہ سنت رسول کا احترام مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں میں باہمی اتفاق کے لیے کوشاں ہوں گے کہ وقت کا یہی فوری تقاضا ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:۔ معناہ تعظیم للہ و اتباع لسنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھانے پر رفع یدین کرنے سے ایک تو اللہ کی تعظیم اور دوسرے رسول خدا ﷺ کی سنت کی اتباع مراد ہے۔ (نووی ص ۱۶۸ وغیرہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ رفع الیدین من زینة الصلٰوة کہ یہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ (عینی' جلد: ۳/ ص: ۷ وغیرہ)

اور حضرت نعمان بن ابی عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں لکل شیئی زینة و زینة الصلٰوة ان ترفع یدیک اذا کبرت و اذا رکعت و اذا رفعت راسک من الرکوع کہ ہر چیز کے لیے ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا ہے (جزء بخاری ص ۲۱)

اور امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ھو من تمام الصلٰوة کہ نماز میں رفع یدین کرنا نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔ (جزء بخاری' ص: ۱۷)

اور عبدالملک فرماتے ہیں۔ سالت سعید بن جبیر عن رفع الیدین فی الصلٰوة فقال ھو شیئی تزین بہ صلٰوتک (بیہقی' جلد: ۲/ ص: ۷۵) کہ میں نے سعید بن جبیر سے نماز میں رفع یدین کرنے کی نسبت پوچھا' تو انہوں نے کہا یہ وہ چیز ہے کہ تیری نماز کو مزین کر دیتی ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من رفع یدیہ فی الصلٰوة لہ بکل اشارة عشر حسنات کہ نماز میں ایک دفعہ رفع یدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (فتاویٰ امام ابن تیمیہ' ص: ۳۷۶) گویا دو رکعت میں پچاس اور چار رکعات میں سو نیکیوں کا

اضافہ ہو جاتا ہے۔

مرویات بخاری کے علاوہ مندرجہ ذیل روایات صحیحہ سے بھی رفع الدین کا سنت ہونا ثابت ہے۔

عن ابی بکر الصدیق قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز میں اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (بیہقی' جلد : ۲/ ص : ۷۳)

امام بیہقی۔ امام سبکی' امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقات کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں (بیہقی' جلد : ۲/ ص : ۷۳' تلخیص' ص: ۸۲' سبکی' ص: ۶) وقال الحاکم انہ محفوظ حاکم نے کہا یہ حدیث محفوظ ہے (تلخیص الجبیر' ص: ۸۲)

عن عمر بن الخطاب انہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر و اذا رفع راسہ من الرکوع (رواہ الدارقطنی' جزء سبکی : ص ۶)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند الرکوع و اذا رفع راسہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ہمیشہ رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (جزء بخاری' ص: ۱۳)

امام بیہقی اور حاکم فرماتے ہیں۔ فقد روی ھذہ السنۃ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کہ رفع یدین کی حدیث جس طرح حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تعلیق المغنی' ص: ۱۱۱) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی مروی ہے۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں۔ الذین نقل عنھم روایۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر و عثمان و علی وغیرھم رضی اللہ عنھم کہ جن صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کی روایت نقل کی ہے حضرت ابوبکر' عمر' عثمان اور علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے تھے (جزء سبکی' ص:۹)

و عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا کبر للصلوٰۃ حذو منکبیہ و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع راسہ من الرکوع و اذا قام من الرکعتین فعل مثل ذالک (جزء بخاری' ص : ۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھایا کرتے تھے (ابو داؤد' جلد :۱/ ص : ۱۹۸' مسند احمد' جلد : ۳/ ص : ۱۶۵' ابن ماجہ' ص ۶۲ وغیرہ)

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ و اذا کبر للرکوع و اذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذالک ۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہمیشہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھایا کرتے۔ پھر جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اسی طرح اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ (مسلم' ص : ۱۶۸' ابو داؤد جلد : ۱/ ص : ۱۹۲' ترمذی' ص : ۳۶ وغیرہ' ان کے علاوہ اکیس کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشق سنت نے کان یرفع یدیہ فرما کر اور موجب روایت بیہقی آخر میں حتی لقی اللہ لا کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت سے لے کر اپنی عمر شریف کی آخری نماز تک رفع یدین کرتے رہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یرفع یدیہ الخ کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری زاد فضلہ فرماتے ہیں۔

هذا دليل صريح على ان رفع اليدين فى هذه المواضع سنة و هوالحق والصواب نقل البخارى فى صحيحه عقب حديث ابن عمر هذا عن شيخه على بن المدينى انه قال حق على المسلمين ان يرفعوا ايديهم عند الركوع والرفع منه لحديث ابن عمر هذا و هذا فى رواية ابن العساكر و قد ذكره البخارى فى جزء رفع اليدين و زاد و كان اعلم اهل زمانه انتهٰى۔

قلت واليه ذهب عامة اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين و غيرهم قال محمد بن نصرالمروزى اجمع العلماء الامصار على مشروعية ذالک الا اهل الكوفة و قال البخارى فى جزء رفع اليدين قال الحسن و حميد بن هلال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا يرفعون ايديهم فى الصلٰوة۔

وروى ابن عبدالبر بسنده عن الحسن البصرى قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفعون ايديهم فى الصلٰوة اذا ركعوا واذا رفعوا كانها المراوح وروى البخارى عن حميد بن هلال قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانما ايديهم المراوح يرفعونها اذا ركعوا و اذا رفعوا روسهم قال البخارى و لم يستثن الحسن احدامنهم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم دون احد ولم يثبت عند اهل العلم عن احد من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم انه لم يرفع يديه ثم ذكر البخارى عن عدة من علماء اهل مكة و اهل الحجاز و اهل العراق والشام والبصرة واليمن و عدة من اهل خراسان و عامة اصحاب ابن المبارک و محدثى اهل بخارى وغيرهم ممن لا يحصى انهم كانوا يرفعون ايديهم عندالركوع والرفع منه لا اختلاف منهم فى ذالک الخ (مرعاة ج :۱/ ص :۵۲۹)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ یہ حدیث اس امر پر صریح دلیل ہے کہ ان مقامات پر رفع الیدین سنت ہے اور یہی حق اور صواب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استاد علی بن المدینی سے نقل کیا ہے کہ "مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو (کاندھوں تک یا کانوں کی لو تک) اٹھائیں۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عام اہل علم کا یہی مسلک ہے اور محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ سوائے اہل کوفہ کے تمام علمائے امصار نے اس کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔ جملہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام حسن بصری نے اصحاب نبوی میں سے اس بارے میں کسی کا استثناء نہیں کیا۔ پھر بہت سے اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عراق و اہل شام اور بصرہ اور یمن اور بہت سے اہل خراسان اور جمیع شاگردان عبداللہ بن مبارک اور جملہ محدثین بخارا وغیرہ جن کی تعداد شمار میں بھی نہیں آسکتی' ان سب کا یہی عمل نقل کیا ہے کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل احادیث میں مزید وضاحت موجود ہے۔

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا دخل فى الصلٰوة و اذا ركع و اذا رفع راسه من الركوع (رواه ابن ماجه) ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو دس سال دن رات آپ ؐ کی خدمت میں رہے) فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب بھی نماز میں داخل ہوتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ وسندہ صحیح) سکی نے کہا' سند اس کی صحیح ہے۔ (ابن ماجہ' ص: ۶۲۔ بیہقی' جلد: ۲/ ص: ۷۴' دار قطنی' ص: ۱۰۸' جزء بخاری' ص: ۹' تلخیص' ص: ۸۲' جزء سکی' ص: ۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کان یرفع فرما کر واضح کر دیا کہ حضور ﷺ نے دس سال میں ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی' جس میں رفع یدین نہ کیا ہو (تخریج زیلعی جلد: ۱/ ص: ۲۱۴' مجمع الزوائد' ص: ۱۸۲' التعلیق المغنی' ص: ۱۱۰)

عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه عندالركوع و اذا رفع راسه (جزء بخاری' ص : ۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (ابن ماجہ' ص: ۶۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کان یرفع فرمایا جو دوام اور ہیشگی پر دلالت کرتا ہے۔

عن ابی الزبیر ان جابر بن عبداللہ کان اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیہ و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذالک و یقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذالک۔ (رواہ ابن ماجہ' ص : ۶۲)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند الرکوع و اذا رفع راسہ (جزء بخاری' ص : ۱۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رفع یدین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لئے رفع یدین کرتا ہوں کہ میں بچشم خود رسول اللہ ﷺ کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا کرتا تھا۔ (بیہقی' جلد : ۲/ ص : ۷۴' جزء سبکی' ص : ۵' بخاری' ص : ۱۳)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے۔ جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔

عن ابی موسٰی قال ھل اریکم صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبرو رفع یدیہ ثمّ قال سمع اللہ لمن حمدہ و رفع یدیہ ثم قال ھذا فاصنعوا رواہ الدارمی (جزء رفع الیدین۔ سبکی' ص : ۵)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند الرکوع و اذا رفع راسہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں کہا۔ آؤ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھ اٹھائے' پھر جب انہوں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ لوگو! تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع میں جانے سے پہلے اور سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (دارمی' دار قطنی' ص : ۱۰۹۔ تلخیص الحبیر ص : ۸۱ جزء بخاری' ص : ۱۳' بیہقی' ص : ۷۴)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے جو دوام کے لئے ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ھی صحیحۃ یہ حدیث صحیح ہے (العرف الشذی' ص : ۱۲۵)

عن ابی ھریرۃ انہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر للصلٰوۃ جعل یدیہ حذو منکبیہ و اذا رکع فعل مثل ذالک و اذا رفع للسجود فعل مثل ذالک و اذا قام من الرکعتین فعل مثل ذالک (رواہ ابوداود)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند الرکوع و اذا رفع راسہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے ہیں تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے۔ (ابوداؤد' جلد : ۱/ ص : ۱۹۷' بیہقی' جلد : ۲/ ص : ۷۴' و رجالہ رجال صحیح (تلخیص' ص : ۸۲' و تخریج زیلعی' جلد : ۱/ ص : ۲۱۵)

عن عبید ابن عمیر عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عند الرکوع و اذا رفع راسہ (جزء بخاری' ص : ۳) حضرت عبید بن عمیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہمیشہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں بھی کان یرفع صیغہ استمراری موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیہ و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع راسہ من الرکوع (رواہ الحاکم و البیھقی)

براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (حاکم' بیہقی' جلد : ۲/ ص : ۷۷)

عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا رکع و اذا رفع رواہ عبدالرزاق فی جامعہ (سبکی' ص : ۸) و قال الترمذی و فی الباب عن قتادۃ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے

کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (ترمذی ص ۳۶)

اس حدیث میں بھی کان یرفع آیا ہے جو دوام اور ہمیشگی کی دلیل ہے۔

عن سلیمان ابن یسار ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه فی الصلوٰة (رواه مالک فی الموطا جلد :۱/ ص : ۹۸ ' سبکی ' ص : ۸) حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہمیشہ ہی نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے اور اسی طرح عمیر لیثی سے بھی روایت آئی ہے (ابن ماجہ ' ص : ۶۲۔ جزء سبکی ' ص : ۷)

و فی الباب عن عمیر اللیثی (ترمذی ' ص : ۳۶ ' تحفۃ الاحوذی ' ج :۱/ ص : ۲۱۹)

عن وائل بن حجر قال قلت لانظرن الی صلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف یصلی فنظرت الیه قام فکبر و رفع یدیه حتی حاذتا اذنبیه ثم وضع یده الیمنی علی الیسری علی صدره فلما اراد ان یرکع رفع یدیه مثلها فلما رفع راسه من الرکوع رفع یدیه مثلها (رواه احمد) حضرت وائل بن حجر (جو ایک شہزادے تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ دیکھوں رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ اللہ اکبر کہتے تو رفع یدین کرتے اور سینہ پر ہاتھ رکھ لیتے۔ پھر جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ (مسند احمد وغیرہ) سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر مسند ابن خزیمہ میں ہے۔

عن ابی حمید قال فی عشرة من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم انا اعلمکم بصلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم قالوا فاذکر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلٰوة رفع یدیه و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع رفع یدیه حضرت ابو حمید نے دس صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ میں رسول خدا ﷺ کی نماز سے اچھی طرح واقف ہوں ' انہوں نے کہا اچھا بتاؤ۔ ابو حمید نے کہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر تمام صحابہ نے کہا صدقت ھکذا کان یصلی بے شک تو سچا ہے ' رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جزء سبکی ' ص : ۴)

اس حدیث میں کان یصلی قابل غور ہے جو دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ (جزء بخاری ' ص : ۸ ' ابوداؤد ' ص : ۱۹۴)

عن عبدالله بن الزبیر انه صلی بهم یشیر بکفیه حین یقوم و حین یرکع و حین یسجد و حین ینهض فقال ابن عباس من احب ان ینظر الی صلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلیقتد بابن الزبیر حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور کھڑے ہونے کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور دو رکعتوں سے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ' لوگو! جو شخص رسول اللہ ﷺ کی نماز پسند کرتا ہو اس کو چاہئے کہ عبداللہ بن زبیر کی طرح نماز پڑھے کیونکہ یہ بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ (ابوداؤد ' ص ۱۹۸)

عن الحسن ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا اراد ان یکبر رفع یدیه و اذا رفع راسه من الرکوع رفع یدیه (رواه ابو نعیم ' جزء سبکی ' ص : ۸) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رکوع کرنے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (رواه عبدالرزاق ' تلخیص الحبیر ' ص : ۸۲)

صحابہ کرام بھی رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ تفصیلات ذیل سے ظاہر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع یدین کیا کرتے تھے: عن عبدالله بن الزبیر قال صلیت خلف ابی بکر فکان یرفع یدیه اذا افتتح الصلٰوة و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع و قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر مثله (رواه البیهقی و رجاله ثقات ' جلد : ۲/ ص : ۷۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اب ہی نہیں بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھی آپ کو رفع الیدین کرتے دیکھ کر اسی طرح ہی نماز پڑھا کرتا تھا۔ (تلخیص' ص: ۸۲۔ سبکی' ص: ۶) اس حدیث میں بھی صیغہ استمرار (کان یرفع) موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے: و عن عمر نحوه رواه الدار قطنی فی غرائب مالک والبیهقی و قال الحاکم انه محفوظ (تلخیص الجبیر لابن حجر' ص: ۸۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر فاروق بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

عبدالملک بن قاسم فرماتے ہیں بینما یصلون فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا خرج فیهم عمر فقال اقبلوا علی بوجوهکم اصلی بکم صلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم التی یصلی و یامر بها فقام ورفع یدیه حتی حاذی بهما منکبیه ثم کبر ثم رفع و رکع و کذالک حین رفع کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر آئے اور فرمایا' میری طرف توجہ کرو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھاتا ہوں' جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور جس طرح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے ہوئے اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ فقال القوم هکذا رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بنا پھر سب صحابہ نے کہا بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے۔ (اخرجه البیهقی فی الخلافیات تخریج زیلعی و قال الشیخ تقی الدین رجال اسناده معرفون) (تحقیق الراسخ' ص: ۳۸)

حضرت عمر فاروق' حضرت علی و دیگر پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم: امام بخاری فرماتے ہیں:۔ (۱) عمر بن خطاب (۲) علی بن ابی طالب (۳) عبداللہ بن عباس (۴) ابو قتادہ (۵) ابو اسید (۶) محمد بن مسلمہ (۷) سہل بن سعد (۸) عبداللہ بن عمر زیلعی (۹) انس بن مالک (۱۰) ابو ہریرہ (۱۱) عبداللہ بن عمرو (۱۲) عبداللہ بن زبیر (۱۳) وائل بن حجر (۱۴) ابو موسیٰ (۱۵) مالک بن حویرث (۱۶) ابو حمید الساعدی (۱۷) ام درداء انهم کانو یرفعون ایدیهم عند الرکوع (جزء بخاری' ص: ۶) کہ یہ سب کے سب رکوع جانے اور سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

طاؤس و عطاء بن رباح کی شہادت: عطاء بن رباح فرماتے ہیں' میں نے عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن زبیر' ابو سعید اور جابر رضی اللہ عنہم کو دیکھا یرفعون ایدیهم اذا افتتحوا الصلٰوة و اذا رکعوا کہ یہ شروع نماز اور عندالرکوع رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء بخاری' ص: ۱۱)

حضرت طاؤس کہتے ہیں رایت عبدالله و عبدالله و عبدالله یرفعون ایدیهم کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' یہ تینوں نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جز بخاری' ص: ۱۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: عن عاصم قال رایت انس بن مالک اذا افتتح الصلٰوة کبر و رفع یدیه و یرفع کلما رکع و رفع راسه من الرکوع عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری' ص ۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: انه کان اذا کبر رفع یدیه و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (جز بخاری' ص: ۱۱)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا: سلیمان بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رایت ام درداء ترفع یدیھا فی الصلٰوۃ حذو منکبیھا حین تفتتح الصلٰوۃ و حین ترکع فاذا قالت سمع اللہ لمن حمدہ رفعت یدیھا کہ میں نے ام درداء کو دیکھا وہ شروع نماز میں اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتی تھی اور جب رکوع کرتی اور رکوع سے سر اٹھاتی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتی تب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتی تھی (جزء رفع الیدین' امام بخاری' ص: ۱۲)

ناظرین کرام کو اندازہ ہو چکا ہو گا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے رفع یدین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فعل نقل کیا ہے از روئے دلائل وہ کس قدر صحیح ہے۔ جو حضرات رفع یدین کا انکار کرتے اور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی غور کریں گے تو اپنے خیال کو ضرور واپس لیں گے۔ چونکہ منکرین رفع یدین کے پاس بھی کچھ نہ کچھ دلائل ہیں۔ اس لئے ایک ہلکی سی نظران پر بھی ڈالنی ضروری ہے تاکہ ناظرین کرام کے سامنے تصویر کے ہر دو رخ آ جائیں اور وہ خود امر حق کے لئے اپنی خدا داد عقل و بصیرت کی بنا پر فیصلہ کر سکیں۔

منکرین رفع یدین کے دلائل اور ان کے جوابات: (۱) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلٰوۃ (صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلٰوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید رفعھما عند السلام) یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں' نماز میں حرکت نہ کیا کرو۔

منکرین رفع یدین کی یہ پہلی دلیل ہے جو اس لئے صحیح نہیں کہ (ا) اول تو منکرین کو امام نووی نے باب باندھ کر ہی جواب دے دیا کہ یہ حدیث تشہد کے متعلق ہے۔ جب کہ کچھ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا کرتے تھے' ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ بھلا اس کو رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین سے کیا تعلق ہے؟ مزید وضاحت کے لئے یہ حدیث موجود ہے۔

(ب) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' جب ہم نے السلام علیکم کہا واشار بیدہ الی الجانبین اور ہاتھ سے دونوں طرف اشارہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماشانکم تشیرون بایدکم کانھا اذناب خیل شمس تمہارا کیا حال ہے کہ تم شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلاتے ہو۔ تم کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھو ویسلم علی اخیہ من علی یمینہ و شمالہ اور اپنے بھائی پر دائیں بائیں سلام کہو اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبہ و لا یومی (یرمی) بیدہ جب تشہد میں تم سلام کہنے لگو تو صرف منہ پھیر کر سلام کہا کرو' ہاتھوں سے اشارہ مت کرو۔ (مسلم شریف)

(ج) تمام محدثین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دونوں حدیثیں دراصل ایک ہی ہیں۔ اختلاف الفاظ فقط تعداد روایات کی بنا پر ہے کوئی عقل مند اس ساری حدیث کو پڑھ کر اس کو رفع یدین عندالرکوع کے منع پر دلیل نہیں لا سکتا۔ جو لوگ اہل علم ہو کر ایسی دلیل پیش کرتے ہیں ان کے حق میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ من احتج بحدیث جابر بن سمرۃ علی منع الرفع عند الرکوع فلیس لہ حظ من العلم کہ جو شخص جابر بن سمرہ کی حدیث سے رفع یدین عندالرکوع منع سمجھتا ہے' وہ جاہل اور علم حدیث سے ناواقف ہے۔ کیونکہ اسکنوا فی الصلٰوۃ فانما کان فی التشھد لا فی القیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکنوا فی الصلٰوۃ تشہد میں اشارہ کرتے دیکھ کر فرمایا تھا نہ کہ قیام کی حالت میں۔ (جزء رفع الیدین' بخاری' ص: ۱۶' تلخیص' ص: ۸۳' تحفہ' ص: ۲۲۳)

اس تفصیل کے بعد ذرا سی بھی عقل رکھنے والا مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث کو رفع یدین کے منع پر پیش کرنا عقل اور انصاف اور دیانت کے کس قدر خلاف ہے۔

(۲) منکرین کی دوسری دلیل یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ اور ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے

(ابوداؤد' جلد :١/ ص: ١٩٩' ترمذی' ص: ٣٦)

اس اثر کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فن حدیث کے بہت بڑے امام حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں و لیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔

اور ترمذی میں ہے۔ یقول عبداللہ ابن المبارک و لم یثبت حدیث ابن مسعود عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی صحت ہی ثابت نہیں۔ (ترمذی' ص:٣٦' تلخیص' ص: ٨٣)

اور حضرت امام بخاری' امام احمد' امام یحییٰ بن آدم اور ابو حاتم نے اس کو ضعیف کہا ہے (مسند احمد' جلد: ٣/ ص:١٦) اور حضرت امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔ لہٰذا اسے دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔)

(٣) تیسری دلیل براء بن عازب کی حدیث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار رفع یدین کیا۔ ثم لا یعود پھر نہیں کیا۔ اس حدیث کے بارے میں بھی حضرت امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ ھذا الحدیث لیس بصحیح کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔ (ابوداؤد' جلد :١/ ص: ٢٠٠)

وقد ردہ ابن المدینی و احمد والدار قطنی و ضعفہ البخاری اس حدیث کو بخاری رحمہ اللہ نے ضعیف اور علی بن مدینی' امام احمد اور دار قطنی نے مردود کہا ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔ (تنویر' ص:١٦)

(٤) چوتھی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلی بار ہاتھ اٹھائے (طحاوی) اس کے متعلق سرتاج علمائے احناف حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ یہ اثر مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش ہے جو متکلم فیہ ہے۔

نیز یہی حضرت مزید فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عندالرکوع رفع یدین کیا کرتے تھے۔ فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ یعنی ابتدائے نبوت سے اپنی عمر کی آخری نماز تک آپ رفع یدین کرتے رہے۔ وہ اس کے خلاف کس طرح کر سکتے تھے اور ان کا رفع یدین کرنا صحیح سند سے ثابت ہے۔ (تعلیق المجد' ص: ١٩٣)

انصاف پسند علماء کا یہی شیوہ ہونا چاہئے کہ تعصب سے بلند و بالا ہو کر امر حق کا اعتراف کریں اور اس بارے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

(٥) پانچویں دلیل۔ کہتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی بار ہی کرتے تھے۔ (دار قطنی)

دار قطنی نے خود اسے ضعیف اور مردود کہا ہے۔ اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ لہٰذا قابل حجت نہیں۔ (تلخیص الحبیر' ص: ٨٣)

ان کے علاوہ انس' ابوہریرہ' ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے جو آثار پیش کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب موضوع لغو اور باطل ہیں لا اصل لھم ان کا اصل و ثبوت نہیں۔ (تلخیص المجد' ص: ٨٣)

آخر میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع یعنی رفع یدین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں دلیل بکثرت اور صحیح ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ' ج: ٢/ ص: ٨)

اس بحث کو ذرا طول اسی لئے دیا گیا کہ رفع یدین نہ کرنے والے بھائی کرنے والوں سے جھگڑا نہ کریں اور یہ سمجھیں کہ کرنے والے سنت رسول کے عامل ہیں۔ حالات زمانہ کا تقاضا ہے کہ ایسے فروعی مسائل میں وسعت قلبی سے کام لے کر روا داری اختیار کی جائے اور مسائل متفق علیہ میں اتفاق کر کے اسلام کو سربلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک ہر کلمہ گو مسلمان کو ایسی سمجھ عطا

فرمائے۔ آمین۔

٨٧- بَابُ وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا۔

٧٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلاَةِ. قَالَ أَبُو حَازِمٍ لاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ يَنْمِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ((يُنْمَى ذَلِكَ)) وَلَمْ يَقُلْ ((يَنْمِي)).

(٧٤٠) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے' انہوں نے ابو حازم بن دینار سے' انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اسے رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچائی جاتی تھی یوں نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

تشریح: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ' فرماتے ہیں۔ لم یذکر سهل بن سعد فی حدیثه محل وضع الیدین من الجسد و هو عند نا علی الصدر لما ورد فی ذالک من احادیث صریحة قویة فمنها حدیث وائل بن حجر قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم فوضع یده الیمنٰی علی یده الیسری علی صدره اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه ذکره الحافظ فی بلوغ المرام و الدرایة والتلخیص و فتح الباری والنووی فی الخلاصة و شرح المهذب و شرح مسلم للاحتجاج به علی ماذهبت الیه الشافعیة من وضع الیدین علی الصدر و ذکر هما هذا الحدیث فی معرض الاحتجاج به و سکوتهما عن الکلام فیه یدل علی ان حدیث وائل هذا عندهما صحیح اوحسن قابل للاحتجاج الخ (مرعاة المفاتیح)

یعنی حضرت سہل بن سعد نے اس حدیث میں ہاتھوں کے باندھنے کی جگہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ ہمارے نزدیک سینہ ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کئی احادیث قوی اور صریح موجود ہیں۔ جن میں ایک حدیث وائل بن حجر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر باندھا اور ان کو سینے پر رکھا۔ اس روایت کو محدث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب بلوغ المرام اور درایہ اور تلخیص اور فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام نووی نے اپنی کتاب خلاصہ اور شرح مہذب اور شرح مسلم میں ذکر کیا ہے اور شافعیہ نے اسی سے دلیل پکڑی ہے کہ ہاتھوں کو سینے پر باندھنا چاہئے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ نووی نے اس بارے میں اس حدیث سے دلیل لی ہے اور اس حدیث کی سند میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا' لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

اس بارے میں دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان ثنا سماک عن قبیصة ابن هلب عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه و عن یساره و رایته یضع هذه علی صدره ووصف یحیی الیمنٰی علی الیسریٰ فوق المفصل ورواة هذا الحدیث کلهم ثقات و اسناده متصل (تحفۃ الاحوذی' ص: ٢١٦)

یعنی ہم سے یحییٰ بن سعید نے سفیان ثوری سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے سماک نے قبیصہ ابن وہب سے بیان کیا۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے اور میں نے آپ

کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے کے اوپر رکھا تھا۔ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔

تیسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے مراسیل میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حدثنا ابو توبة حدثنا الهيثم يعنى ابن حميد عن ثور عن سليمان بن موسىٰ عن طاوس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع يده اليمنىٰ على يده اليسرىٰ ثم يشد بينهما على صدره (حوالہ مذکور) یعنی ہم سے ابو توبہ نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہیثم یعنی ابن حمید نے ثور سے بیان کیا' انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے' انہوں نے طاؤس سے' وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے اور ان کو خوب مضبوطی کے ساتھ ملا کر سینہ پر باندھا کرتے تھے۔

عون المعبود شرح ابوداؤد کے صفحہ: ۲۷۵ پر یہ حدیث اسی سند کے ساتھ موجود ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ طاؤس راوی تابعی ہیں اور اس کی سند حسن ہے اور حدیث مرسل حضرت امام ابو حنیفہ امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مطلقاً حجت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس شرط کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ جب اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت موجود ہو۔ چنانچہ اس کی تائید حدیث وائل بن حجر اور حدیث ہلب طائی سے ہوتی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ پس ان حدیث سے استدلال بالکل درست ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت نبوی ہے (ﷺ)

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ ﴿ فصل لربک وانحر ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے یعنی ضع يدک اليمنى على الشمال عندالنحر یعنی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے۔

بیہقی اور ابن ابی شیبہ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دار قطنی و ابو الشیخ و حاکم اور ابن مردویہ نے ان حضرات کی اس تفسیر کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس بارے میں فرمایا ہے ورای بعضهم ان يضعهما فوق السرة و رای بعضهم ان يضعهما تحت السرة و كل ذالک واسعة عند هم یعنی صحابہؓ و تابعین میں بعض نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا اختیار کیا۔ بعض نے ناف کے نیچے اور اس بارے میں ان کے نزدیک گنجائش ہے۔

اختلاف مذکور افضلیت سے متعلق ہے اور اس بارے میں تفصیل بالا سے ظاہر ہو گیا کہ افضلیت اور ترجیح سینہ پر ہاتھ باندھنے کو حاصل ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کی بڑی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے۔ جسے ابوداؤد اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور دار قطنی اور بیہقی نے ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان عليا قال السنة وضع الكف على الكف تحت السرة یعنی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی کلائی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قلت في اسناد هذا الحديث عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطي و عليه مدار هذا الحديث و هو ضعيف لا يصلح للاحتجاج یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی ہے جن پر اس روایت کا دارومدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ روایت دلیل پکڑنے کے قابل نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں هو حديث متفق على تضعيفه فان عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعيف بالاتفاق یعنی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

ان حضرات کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جس میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور آپ کے ہاتھ ناف کے نیچے تھے۔ اس کے متعلق حضرت علامہ شیخ محمد

حیات سندھی اپنے مشہور مقالہ "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور" میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یہ تحت السرہ (ناف کے نیچے) والے الفاظ راوی کتاب نے سہو سے لکھ دیئے ہیں ورنہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا صحیح نسخہ خود مطالعہ کیا ہے۔ اور اس حدیث کو اس سند کے ساتھ دیکھا ہے مگر اس میں تحت السرۃ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اس کی مزید تائید مسند احمد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ابن ابی شیبہ ہی کی سند کے ساتھ اسے نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ زیادتی لفظ تحت السرۃ والی نہیں ہے' مسند احمد کی پوری حدیث یہ ہے۔

حدثنا وکیع حدثنا موسٰی بن عمیر العنبری عن علقمة بن وائل الحضرمی عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم واضعا یمینه علی شماله فی الصلوٰة یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے دیکھا۔

دار قطنی میں بھی ابن ابی شیبہ ہی کی سند سے یہ روایت مذکور ہے' مگر وہاں بھی تحت السرۃ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس بارے میں کچھ اور آثار و روایات بھی پیش کی جاتی ہیں' جن میں سے کوئی بھی قابل حجت نہیں ہے۔

پس خلاصہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت نبوی ہے اور دلائل کی رو سے اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ جو حضرات اس سنت پر عمل نہیں کرتے نہ کریں مگر ان کو چاہئے کہ اس سنت کے عاملین پر اعتراض نہ کریں۔ ان پر زبان طعن نہ کھولیں۔ اللہ پاک جملہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروعی مسائل پر الجھنے کی عادت سے تائب ہو کر اپنے دوسرے کلمہ گو بھائیوں کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش پیدا کریں۔ والله هو الموفق۔

٨٨- بَابُ الْخُشُوعِ فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں خشوع کا بیان۔

٧٤١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَونَ قِبْلَتِي هَا هُنَا؟ وَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلاَ خُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي)).

[راجع: ٤١٨]

(۷۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الزناد سے بیان کیا' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ کی طرف) ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے' میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

آپ مہر نبوت سے دیکھ لیا کرتے تھے اور یہ آپ کے معجزات میں سے ہے۔

٧٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللهِ إِنِّي لأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي - وَرُبَّمَا

(۷۴۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا' وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے اور وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا رکوع اور سجود پوری طرح کیا کرو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں یا اس طرح

قَالَ - مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ)). [راجع: ٤١٩]

کہا کہ پیٹھ پیچھے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو (تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)

٨٩- بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

باب اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے۔

٧٤٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(۷۴۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز ﴿ الحمد لله رب العالمين ﴾ سے شروع کرتے تھے۔

تشریح یعنی قرآن کی قرأت سورۂ فاتحہ سے شروع کرتے تھے تو یہ منافی نہ ہو گی اس حدیث کے جو آگے آتی ہے۔ جس میں تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھنا منقول ہے اور الحمد للہ رب العالمین سے سورۂ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جزو ہے۔ تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ جہری نمازوں میں پکار کر اور سری نمازوں میں آہستہ اور جن لوگوں نے بسم اللہ کا نہ سننا نقل کیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کم سن تھے جیسے انس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل اور یہ آخری صف میں رہتے ہوں گے' شاید ان کو آواز نہ پہنچی ہو گی اور بسم اللہ کے جہر میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ گو ان میں کلام بھی ہو مگر اثبات مقدم ہے نفی پر (وحیدی)

٧٤٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً - قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ؟ قَالَ أَقُولُ: ((اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ

(۷۴۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو زرعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے۔ ابو زرعہ نے کہا میں سمجھتا ہوں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ اس تکبیر اور قرأت کے درمیان کی خاموشی کے بیچ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں (ترجمہ) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر جتنی مشرق اور مغرب میں ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی'

بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)). برف اور اولے سے دھو ڈال۔

تشریح: دعائے استفتاح کئی طرح پر وارد ہے مگر سب میں صحیح دعا یہی ہے اور سبحانک اللھم جسے عموماً پڑھا جاتا ہے وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مگر اس روایت کی سند میں ضعف ہے' بہر حال اسے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر ترجیح اسی کو حاصل ہے' اور اہلحدیث کا یہی معمول ہے۔

٩٠- بَابٌ

٧٤٥- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلاَةَ الْكُسُوفِ، فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّى لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِنْ قِطَافِهَا. وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيْ رَبِّ أَوَ أَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ - تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، لاَ أَطْعَمَتْهَا، وَلاَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ)) - قَالَ نَافِعٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ -: مِنْ خَشِيْشِ أَوْ خِشَاشِ.

[طرفه في: ٢٣٦٤].

باب

(٧٤٥) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے اسماء بنت ابی بکر سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی۔ آپ جب کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع میں گئے تو دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا تو دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے اور پھر سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع کیا اور آپ دیر تک رکوع کی حالت میں رہے۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے۔ پھر سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جنت مجھ سے اتنی نزدیک ہو گئی تھی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں سے کوئی خوشہ تم کو توڑ کر لا دیتا اور مجھ سے دوزخ بھی اتنی قریب ہو گئی تھی کہ میں بول پڑا کہ میرے مالک میں تو اس میں سے نہیں ہوں؟ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے بتلایا کہ اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی' میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھے رکھا تھا تاآنکہ بھوک کی وجہ سے وہ مر گئی' نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا کہ وہ خود کہیں سے کھا لیتی۔ نافع نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے یوں کہا کہ

نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے وغیرہ کھالیتی۔

تشریح سورج گہن یا چاند گہن ہر دو مواقع پر نماز کا یہی طریقہ ہے۔ نماز کے بعد خطبہ اور دعا بھی ثابت ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جانوروں پر ظلم کرے گا آخرت میں اس سے اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ حافظ نے ابن رشید سے حدیث اور باب میں مطابقت یوں نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کی مناجات اور مہربانی کی درخواست عین نماز کے اندر مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں ہر قسم کی دعا کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ دعائیں شرعی حدود میں ہوں۔

٩١- بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الإِمَامِ فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں امام کی طرف دیکھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلاَةِ الْكُسُوفِ: ((فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ)).

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا کہ میں نے جہنم دیکھی۔ اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں (نماز میں) پیچھے سرک گیا۔

٧٤٦- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا: بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

[أطرافه في : ٧٦٠، ٧٦١، ٧٧٧].

(٧٤٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے عمارہ بن عمیر سے بیان کیا' انہوں نے (عبداللہ بن مخبرہ) ابو معمر سے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ صحابی سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی رکعتوں میں (فاتحہ کے سوا) اور کچھ قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح سمجھ جاتے تھے۔ فرمایا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

تشریح یہیں سے ترجمہ باب نکلا۔ کیونکہ داڑھی کا ہلنا ان کو بغیر امام کی طرف دیکھے کیونکر معلوم ہو سکتا تھا۔ بہرحال نماز میں نظر امام پر رہے یا مقام سجدہ پر رہے ادھر ادھر نہ جھانکنا چاہئے۔

٧٤٧- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ: أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَّوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتَّى يَرَوْنَهُ قَدْ سَجَدَ.

[راجع: ٦٩٠]

(٧٤٧) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی نے خبر دی' کہا کہ میں نے عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے بیان کیا' کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا--- اور وہ جھوٹے نہیں تھے---- کہ جب وہ (صحابہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو آنحضرت ﷺ کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک دیکھتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں (اس وقت وہ بھی سجدے میں جاتے)

٧٤٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَلَّى، قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ. فَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا)).

(٧٤٨) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے امام مالک نے زید بن اسلم سے بیان کیا' انہوں نے عطاء بن یسار سے' انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گہن ہوا تو آپ نے گہن کی نماز پڑھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) آپ اپنی جگہ سے کچھ لینے کو آگے بڑھے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر میں لے لیتا تو اس وقت تک تم اسے کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود ہے۔

وہ کبھی فنا نہ ہوتا کیونکہ بہشت کو خلود ہے۔ ترجمہ باب اس قول سے نکلتا ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھا۔

٧٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ : حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ رَقَى الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ الآنَ - مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمْ - الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ)). ثَلَاثًا. [راجع: ٩٣]

(٧٤٩) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے بلال بن علی نے بیان کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابھی جب میں نماز پڑھا رہا تھا تو جنت اور دوزخ کو اس دیوار پر دیکھا۔ اس کی تصویریں اس دیوار میں قبلہ کی طرف نمودار ہوئیں تو میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھی۔ آپ نے قول مذکور تین بار فرمایا۔

خیر بہشت اور شر دوزخ مطلب یہ کہ بہشت سے بہتر کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی اور دوزخ سے بری کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس حدیث میں امام کا آگے دیکھنا مذکور ہے اور جب امام کو آگے دیکھنا جائز ہوا تو مقتدی کو بھی اپنے آگے یعنی امام کو دیکھنا جائز ہو گا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔

٩٢- بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیسا ہے؟

٧٥٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا

(٧٥٠) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن مہران ابن ابی عروبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ

بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ؟)) فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ: ((لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ)).

نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک آپ نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔

فرشتے اللہ کے حکم سے اس کی بنائی سلب کر لیں گے۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا یہ کراہت محمول ہے اس حالت پر جب نماز میں دعا کی جائے جیسے مسلم میں عندالدعاء کا لفظ زیادہ ہے۔ عینی نے کہا کہ یہ ممانعت مطلق ہے نماز میں دعا کے وقت ہو یا اور کسی وقت۔ امام ابن حزم نے کہا ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

٩٣- بَابُ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟

٧٥١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ)).

[طرفه في : ٣٢٩١].

(٧٥١) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا اپنے والد کے واسطہ سے' انہوں نے مسروق بن اجدع سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ توڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔

تشریح اس کو التفات کہتے ہیں یعنی بغیر گردن یا سینہ موڑے ادھر ادھر جھانکنا نماز میں یہ سخت منع ہے۔ پہلے صحابہ نماز میں التفات کیا کرتے تھے جب آیت کریمہ ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ (المومنون: ١) نازل ہوئی تو وہ اس سے رک گئے اور نظروں کو مقام سجدہ پر رکھنے لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نمازی بار بار ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیتا ہے رواہ البزار عن جابر۔

٧٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ: ((شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ)).

[راجع: ٣٧٣]

(٧٥٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا' انہوں نے عروہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے نقش و نگار نے مجھے غافل کر دیا۔ اسے لے جاکر ابو جہم کو واپس کر دو اور ان سے (بجائے اس کے) سادی چادر مانگ لاؤ۔

یہ چادر ابو جہم نے آپ کو تحفہ میں دی تھی۔ مگر اس کے نقش و نگار آپ کو پسند نہیں آئے کیونکہ ان کی وجہ سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق آ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے اسے واپس کرا دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں غافل کرنے والی کوئی چیز نہ ہونی چاہئے۔

٩٤- بَابُ هَلْ يَلْتَفِتُ لأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ، أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ

باب اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی بری چیز دیکھے یا قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھے (تو التفات میں کوئی قباحت نہیں)

وَقَالَ سَهْلٌ: اِلْتَفَتَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ.

اور سہل بن سعد نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے التفات کیا تو آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔

٧٥٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ)). رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ. [راجع: ٤٠٦]

(٧٥٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر رینٹ دیکھی۔ آپ اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے (نماز ہی میں) رینٹ کو کھرچ ڈالا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص سامنے کی طرف نماز میں نہ تھوکے۔ اس حدیث کی روایت موسیٰ بن عقبہ اور عبدالعزیز ابن ابی رواد نے نافع سے کی۔

باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ آنحضرت ﷺ نے بحالت نماز مسجد کی قبلہ رخ دیوار پر بلغم دیکھا اور آپ کو اس کی ناگواری کا بہت سخت احساس ہوا' ایسی حالت میں آپ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو ایسا التفات جائز ہے۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حالت نماز ہی میں آپ نے اس کو صاف کر ڈالا تھا۔

٧٥٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، وَنَكَصَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ، فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوجَ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ

(٧٥٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے عقیل بن خالد سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ (حضور ﷺ کے مرض وفات میں) مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے' اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹایا۔ آپ نے صحابہ کو دیکھا۔ سب لوگ صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ (خوشی سے) خوب کھل کر مسکرائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آپ کو دیکھ کر) پیچھے ہٹنا چاہا تاکہ صف میں مل جائیں۔ آپ نے سمجھا کہ آنحضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ صحابہ (آپ کو دیکھ کر

يَفْتَتِنُوا فِي صَلاَتِهِمْ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتِمُّوا صَلاَتَكُمْ، فَأَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمَ. [راجع: ٦٨٠]

خوشی سے اس قدر بے قرار ہوئے کہ گویا) نماز ہی چھوڑ دیں گے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کر لو اور پردہ ڈال لیا۔ اسی دن چاشت کو آپ نے وفات پائی

تشریح ترجمہ باب یوں نکلا کہ صحابہ نے عین نماز میں التفات کیا۔ کیونکہ اگر وہ التفات نہ کرتے تو آپ کا پردہ اٹھانا کیونکر دیکھتے اور ان کا اشارہ کیسے سمجھتے۔ بلکہ خوشی کے مارے حال یہ ہوا کہ قریب تھا وہ نماز کو بھول جائیں اور آنحضرت ﷺ کے دیدار کے لیے دوڑیں۔ اسی حالت کو ان لفظوں سے تعبیر کیا گیا کہ مسلمانوں نے یہ قصد کیا کہ وہ فتنے میں پڑ جائیں۔ بہر حال یہ مخصوص حالات ہیں۔ ورنہ عام طور پر نماز میں التفات جائز نہیں جیسا کہ حدیث سابقہ میں گذرا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲۳۸) یعنی نماز میں اللہ کے لئے دلی توجہ کے ساتھ فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہوا کرو۔ نماز کی روح یہی ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر یقین کر کے اس سے دل لگایا جائے۔ آیت شریفہ ﴿ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ (المومنون: ۲) کا یہی تقاضا ہے۔

٩٥- بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ

باب امام اور مقتدی کے لئے قرأت کا واجب ہونا' حضر اور سفر ہر حالت میں' سری اور جہری سب نمازوں میں

قرأت سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

٧٥٥- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لاَ يُحْسِنُ يُصَلِّي. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلاَءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لاَ تُحْسِنُ تُصَلِّي. قَالَ أَمَّا أَنَا وَاللهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلاَةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الأُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلاً - أَوْ رِجَالاً -

(۷۵۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالملک بن عمیر نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو علیحدہ کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا' تو کوفہ والوں نے سعد کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو انہیں نبی کریم ﷺ ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا' اس میں کوتاہی نہیں کرتا عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعات میں (قرأت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر

إِلَى الْكُوفَةِ تَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلاَّ سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا. حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ: أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا لاَ يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلاَ يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلاَ يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللهِ لأَدْعُوَنَّ بِثَلاَثٍ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ: شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطَّرِيْقِ يَغْمِزُهُنَّ.

آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے۔ تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب آپ نے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنئے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے' نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ خدا کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا و نمود کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی۔ عبدالملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں۔ لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا۔

[طرفاه في : ٧٥٨، ٧٧٠].

تشریح حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نماز کی جو تفصیل بیان کی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا اسی سے باب کے جملہ مقاصد ثابت ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ عہد فاروقی میں یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ مگر کوفہ والوں کی بے وفائی مشہور ہے۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی شکایتیں کیں۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حالات کا اندازہ فرما کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جنگ احد میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کے لئے بے نظیر جرأت کا ثبوت دیا۔ جس سے خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے سعد! تیر چلا' تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ یہ فضیلت کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جنگ ایران میں انہوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے جن سے اسلامی تاریخ بھرپور ہے۔ سارے ایران پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ رستم ثانی کو میدان کار زار میں بڑی آسانی سے مار لیا۔ جو اکیلا ہزار آدمیوں کے مقابلہ پر سمجھا جاتا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کوفی کے حق میں بد دعا کی جس نے آپ پر الزمات لگائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی اور وہ نتیجہ ہوا جس کا یہاں ذکر موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی پر ناحق کوئی الزام لگانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایسی حالت میں مظلوم کی بد دعا سے ڈرنا ایمان کی خاصیت ہے۔

٧٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)).

(٧٥٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا محمود بن ربیع سے' انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

تشریح امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا اثبات بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ باوجود اس حقیقت کے پھر یہ ایک معرکہ آراء بحث چلی آ رہی ہے۔ جس پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جو حضرات اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں بعض کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ وہ اسے حرام مطلق قرار دیتے ہیں اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے والوں کے بارے میں یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے منہ میں آگ کے انگارے بھرے جائیں گے۔ نعوذباللہ منہ۔ اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی کچھ وضاحت کر دی جائے تاکہ قائلین اور مانعین کے درمیان نفاق کی خلیج کچھ نہ کچھ کم ہو سکے۔

یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث لائے ہیں اس کے ذیل میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں۔

وسمیت فاتحۃ الکتاب لانہ یبداء بکتابتھا فی المصاحف و یبداء بقرء اتھا فی الصلٰوۃ و فاتحۃ کل شئی مبداہ الذی یفتح بہ ما بعدہ افتتح فلان کذا ابتدا بہ قال ابن جریر فی تفسیرہ (ص : ۳۵ / ج : ۱) وسمیت فاتحۃ الکتاب لانھا یفتتح بکتابتھا المصاحف و یقرابھا فی الصلٰوۃ فھی فواتح لما یتلوھا من سور القران فی الکتابۃ و القرآہ وسمیت ام القران لتقدمھا علی سائر سورالقران غیرھا و تاخر ما سواھا فی القراۃ والکتابۃ الخ (مرعاۃ' ج :۱/ ص: ۵۸۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ سورۃ الحمد شریف کا نام فاتحۃ الکتاب اس لئے رکھا گیا کہ قرآن مجید کی کتابت اسی سے شروع ہوتی ہے اور نماز میں قرأت کی ابتدا بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ علامہ ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اس کو ام القرآن اس لئے کہا گیا کہ کتابت اور قرأت میں یہ اس کی تمام سورتوں پر مقدم ہے۔ اور جملہ سورتیں اس کے بعد ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ نماز قرأت سورۂ فاتحہ فرض ہے اور یہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہو گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد : ۲/ ص : ۴ پر اسے نماز کا اہم رکن تسلیم کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث عام ہے۔ نماز چاہے فرض ہو چاہے نفل' اور وہ شخص امام ہو یا مقتدی' یا اکیلا۔ یعنی کسی شخص کی کوئی نماز بھی بغیر فاتحہ پڑھے نہیں ہو گی۔

چنانچہ مشہور شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۳۹ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ای فی کل رکعۃ منفردا او اماما اوماموما سواء اسر الامام اوجھر یعنی اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ہر رکعت میں (ہر نمازی کو) خواہ اکیلا ہو یا امام' یا مقتدی' خواہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

نیز اسی طرح علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فی الحدیث (ای حدیث عبادۃ) دلیل علی ان قراۃ الفاتحۃ واجبۃ علی الامام والمنفرد والماموم فی الصلٰوات کلھا (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' جلد: ۳/ ص: ۶۳) یعنی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس امر پر صاف دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور اکیلے اور مقتدی سب کے لئے تمام نمازوں میں واجب ہے۔ نیز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' ج : ۳/ ص : ۶۴ میں لکھتے ہیں۔ حنفیوں

کے مشہور شارح بخاری امام محمود احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ

استدل بهذا الحديث عبدالله بن المبارک والاوزاعی و مالک والشافعی واحمد واسحق و ابوثور و داود علی وجوب قراء ة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات یعنی اس حدیث (حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ) سے امام عبداللہ بن مبارک، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابو ثور، امام داؤد رحمہم اللہ نے (مقتدی کے لئے) امام کے پیچھے تمام نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر دلیل پکڑی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ المجموع شرح مهذب جلد : ۳/ ص: ۳۲۶ مصری میں فرماتے ہیں۔

وقراءة الفاتحة للقادر علیها فرض من فروض الصلوة و رکن من ارکانها و متعینة لا یقوم مقامها ترجمتها بغیر العربیة ولا قراءة غیر ها من القران و یستوی فی تعینها جمیع الصلوات فرضها و نفلها جهر ها و سرها والرجل والمراة والمسافر والصبی والقائم والقاعد والمضطجع و فی حال شدة الخوف و غیرها سواء فی تعینها الامام والماموم والمنفرد یعنی جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے (یعنی اس کو یہ سورہ یاد ہے) اس کے لئے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فرض اور نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ سورۂ فاتحہ نماز میں ایسی معین ہے کہ نہ تو اس کی بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ ہی قرآن مجید کی کوئی دیگر آیت۔ اور اس تعین فاتحہ میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جہری ہوں یا سری اور مرد عورت، مسافر، لڑکا (نابالغ) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اور بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے والا سب اس حکم میں برابر ہیں اور اس تعین فاتحہ میں امام، مقتدی اور اکیلا نماز پڑھنے والا (بھی) برابر ہیں۔

حدیث اور شارحین حدیث کی اس قدر کھلی ہوئی وضاحت کے باوجود کچھ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس حدیث میں امام یا مقتدی یا منفرد کا ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی فرضیت ثابت نہیں ہو گی۔ اس کے جواب کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔ جس میں صاف لفظوں میں مقتدیوں کا ذکر موجود ہے۔

عن عبادة بن الصامت قال کنا خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلوة الفجر فقرا رسول الله صلی الله علیه وسلم فثقلت علیه القراء ة فلما فرغ قال لعلکم تقرء ون خلف امامکم قلنا نعم هذا یا رسول الله قال لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوة لمن لم یقراء بها (ابوداؤد، ج :۱/ ص :۱۱۹۔ ترمذی، ج :۱/ ص :۴۱ وقال حسن)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہو گیا۔ جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے (قرآن پاک سے کچھ) پڑھتے رہتے ہو۔ ہم نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والعمل علی هذا الحدیث فی القراء ة خلف الامام عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین و هو قول مالک ابن انس و ابن المبارک و الشافعی و احمد و اسحاق یرون القراء ة خلف الامام (ترمذی، ج :۱/ ص :۴۱)

یعنی امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کے بارہ میں اکثر اہل علم، صحابہ کرام اور تابعین کا اسی حدیث (عبادہ رضی اللہ عنہ) پر عمل ہے اور امام مالک، امام عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابو حنیفہ) امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق (بھی) امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔

امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد' ج :۱/ ص : ۲۰۵ میں لکھتے ہیں

هذا الحديث نص صريح بان قراء ة الفاتحة واجبة على من صلى خلف الامام سواء جهر الامام بالقراء ة او خافت بها و اسناده جيد لا طعن فيه (مرعاة ج :۱/ ص : ۶۱۹)

یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے۔ جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من صلی صلٰوة لم يقرا فيها بام القران فهی خداج ثلاثا غير تمام فقيل لا بی هريرة انا نكون ورآء الامام فقال اقرابها فی نفسک فانی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول قال الله تعالٰی قسمت الصلٰوة بينی و بين عبدی نصفين الحديث (صحيح مسلم' ج :۱/ ص : ۱۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) پوری نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (تب بھی پڑھیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ہاں) اس کو آہستہ پڑھا کرو' کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ (آخر تک)

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ ہی کو نماز کہا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی اصل روح سورۂ فاتحہ ہی ہے۔ دو حصوں میں بانٹنے کا مطلب یہ کہ شروع سورت سے ایاک نستعین تک مختلف طریقوں سے اللہ کی حمد و ثنا ہے۔ پھر آخر سورت تک دعائیں ہیں جو بندہ خدا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس طرح یہ سورت شریفہ دو حصوں میں منقسم ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم' جلد :۱/ ص : ۱۷۰ میں لکھتے ہیں۔

ففيه و جوب قراء ة الفاتحة و انها متعينة لا يجزی غيرها الا لعاجز عنها و هذا مذهب مالک والشافعی و جمهور العلماء من الصحابة و التابعين فمن بعدهم

یعنی اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں سورۂ فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے اور عاجز کے سوا سورۂ فاتحہ نماز میں متعین ہے۔ کوئی دوسری آیت اس کی جگہ کفایت نہیں کر سکتی اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد علماء و ائمہ عظام کا ہے۔

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز کے لئے لفظ خداج کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام خطابی معالم السنن شرح ابوداؤد' جلد :۱/ ص : ۲۰۳ پر فهی خداج کا معنی لکھتے ہیں۔ معناه ناقصة نقص فساد و بطلان يقول العرب اخدجت الناقة اذا القت ولدها و هودم لم يستبن خلقه فهی مخدج والخداج اسم مبنی عنه (مرعاۃ' ج :۱/ ص : ۵۸۸)

حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے' وہ فاسد اور باطل ہے۔ اہل عرب اخدجت الناقة اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس وقت گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت و پیدائش ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ خداج وہ نقصان ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی مثال اونٹنی کے مردہ بچہ جیسی ہے۔

اقرابها فی نفسک اس کا معنی دل میں تدبر و تفکر اور غور کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھا کر۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمراد بقوله اقرابها فی نفسک ان یتلفظ بها سرا دون الجهر بها ولا یجوز حمله علی ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لا جماع اهل اللسان علی ان ذالک لا یسمی قراء ة ولا جماع اهل العلم علی ان ذکرها بقلبه دون التلفظ بها لیس بشرط ولا مسنون فلا یجوز حمل الخبر علی ما لا یقول به احد و لا یساعده لسان العرب (کتاب القرات' ص: ۱۷)

یعنی اس قول ﴿ اقرا بها فی نفسک ﴾ سے مراد یہ ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ پڑھ اور اس کو ذکر قلب یعنی تدبر و تفکر و غور پر محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قراۃ نہیں کہتے اور اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ زبان سے تلفظ کئے بغیر صرف دل سے ذکر کرنا نماز کی صحت کے لئے نہ شرط ہے اور نہ ہی سنت۔ لہٰذا حدیث کو ایسے معنی پر حمل کرنا جس کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی لغت عرب اس کی تائید کرے جائز نہیں۔

تفسیر جلالین' جلد: ۱/ ص: ۱۴۸ مصری میں و اذکر ربک فی نفسک کا معنی لکھا ہے۔ ای سرا یعنی اللہ تعالیٰ کو زبان سے آہستہ یاد کر۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم' جلد: ۱/ ص: ۱۷۰ میں اقرا بها فی نفسک کا معنی لکھتے ہیں:

فمعناه اقراها سرا بحیث تسمع نفسک و اما ما حمله علیه بعض المالکیة و غیرهم ان المراد تدبر ذالک و تذکره فلا یقبل لان القراة لا تطلق الا علی حرکة اللسان بحیث یسمع نفسه

اور حدیث میں قرأت (پڑھنے) کا حکم ہے۔ لہٰذا جب تک مقتدی فاتحہ کو زبان سے نہیں پڑھے گا' اس وقت تک حدیث پر عمل نہیں ہو گا۔

ہدایہ' جلد: ۱/ ص: ۹۸ میں ہے۔ لان القراة فعل اللسان کیونکہ قراۃ (پڑھنا) زبان کا کام ہے۔

کفایہ' جلد: ۱/ ص: ۶۴ میں ہے فیصلی السامع فی نفسه ای یصلی بلسانه خفیا یعنی جب خطیب آیت ﴿ یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما ﴾ (الاحزاب: ۵۶) پڑھے تو سامعین کو چاہئے کہ اپنی زبان سے آہستہ درود پڑھ لیں۔ یعنی فی نفسہ کا معنی زبان سے آہستہ اور پوشیدہ پڑھنا ہے۔ ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ فی نفسک کا معنی دل میں تدبر اور غور و فکر کرنا' لغت اور اہل علم اور خود فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے اور صحیح معنی یہ ہے کہ زبان سے آہستہ پڑھا کر اور یہی حدیث کا مقصود ہے۔

تیسری حدیث یہ ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی صلوة لم یقرا فیها بفاتحة الکتاب فهی خداج غیر تمام (جزء القرات' ص: ۸ دہلی کتاب القرأت' ص: ۳۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز ناقص ہے پوری نہیں۔" خداج کی تفسیر اوپر گذر چکی ہے۔

اس بارے میں چوتھی حدیث یہ ہے۔

عن انس رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی باصحابه فلما قضی صلوته اقبل علیهم بوجهه فقال اتقرئون فی صلوتکم خلف الامام و الامام یقرافسکتوا فقال لها ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرا احدکم فاتحة الکتاب فی نفسه (کتاب القرات' ص: ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۵۔ جزء القراۃ دہلی' ص: ۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جب امام پڑھ رہا ہو تو تم بھی اپنی نماز میں امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش

ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہی فرمایا۔ پھر ایک سے زیادہ لوگوں نے کہا' ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک صرف سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھا کرے۔

اس حدیث سے امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت صاف ثابت ہے۔ اس بارے میں مزید وضاحت کے لئے پانچویں حدیث یہ ہے۔

عن ابی قلابة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعل احدکم یقرا خلف الامام والامام یقرا فقال رجل انا لنفعل ذالک قال فلا تفعلوا و لکن لیقرا احدکم بفاتحة الکتاب (کتاب القراۃ ص: ۵۰)

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' شاید جب امام پڑھ رہا ہو تو ہر ایک تمہارا امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کرو اور لیکن ہر ایک تمہارا (امام کے پیچھے) سورۂ فاتحہ پڑھا کرے۔

ان احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں خاص لفظ فاتحہ اور خلف امام موجود ہے اور بھی وضاحت کے لئے چھٹی حدیث یہ ہے۔

عن عبدالله بن سوادة القشیری عن رجل من اهل البادیة عن ابیه و کان ابوه اسیرا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم قال سمعت محمدا صلی الله علیه وسلم قال لا صحابه تقرون خلفی القرآن فقالوا یا رسول الله نهذه هذا قال لا تقروا الا بفاتحة الکتاب۔ (کتاب القراء ۃ' ص: ۵۳)

عبداللہ بن سوادۃ ایک دیہاتی سے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسیر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کیا تم نماز میں میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سوائے سورۂ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و توا تر الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم لاصلٰوة الابقراة ام القران ﴾ (جزء القراۃ ص: ۴ دھلی)

یعنی اس بارے میں کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے تواتر (یعنی جم غفیر روایت کرتے ہیں) کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ' جلد: ۱/ صفحہ: ۱۶۶ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

من قال بتعین الفاتحة و انه لا یجزی قراء ة غیرها قد دار مع ظاهر الاحادیث التی کادت تبلغ حد التواتر مع تائید ذالک بعمل السلف والخلف

یعنی جن علماء نے سورۂ فاتحہ کو نماز میں متعین کیا ہے اور کہا کہ سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھنا کفایت نہیں کر سکتا۔ اولاً تو ان کے پاس احادیث نبویہ اس کثرت سے ہیں کہ تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ ثانیاً سلف و خلف (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و ائمہ عظام) کا عمل بھی تعین فاتحہ در نماز کی تائید کرتا ہے۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام' جلد ۱/ ص: ۲۱۹ مطبع نظامی میں ہے۔ "وایں حدیث راشواہد بسیاراست" یعنی قراۃ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر' ص: ۱۲ میں ہے۔ والاحادیث فی هذا الباب کثیرہ یعنی قراۃ فاتحہ کی احادیث بکثرت ہیں۔

ان ہی احادیث کثیرہ کی بنا پر بہت سے محققین علمائے احناف بھی قراۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں' جس کی تفصیل کے سلسلہ میں المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنا چاہیے ان کا پرانا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو سری نماز میں مستحسن اور مستحب بتایا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

لابی حنیفة و محمد قولان احدهما عدم وجوبها علی الماموم بل و لا تسن و هذا قولهما القدیم وادخله محمد فی تصانیفه القدیمة وانتشرت النسخ الی الاطراف و ثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عندالمخافتة الحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القران و فی روایة لا تقروا بشئی اذا جهرت الابام القران و قال عطاء کانوا یرون علی الماموم القراء ة فی مایجهر فیه الامام و فی مایسر فرجعا من قولهما الاول الی الثانی احتیاطا انتهٰی کذافی غیث الغمام ص' ۱۵۶ حاشیۃ امام الکلام۔

خلاصہ ترجمہ :۔ اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں اماموں کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قدیم تصنیفات میں اسی قول کو درج کیا ہے اور ان کے نسخے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز سری میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے علی سبیل الاحتیاط۔ اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں وارد ہوا ہے کہ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں با آواز بلند قرأت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ۔ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) کہتے تھے کہ نماز سری و جہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیے۔ پس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔

لو اب بقول علامہ شعرانی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہوا بلکہ مستحسن و مستحب۔

اے ناظرین : جس حدیث کو علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے امام ابو حنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے قول سے رجوع کرنا لکھا ہے۔ اسی حدیث اور اس کے مثل اور احادیث صحیحہ کو دیکھ کر خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقہاء و علماء امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فاعل ہو گئے۔ بعض تو نماز سری اور جہری دونوں میں اور بعض فقط نماز سری میں۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصَّلوات و بعضهم فی السریة فقط و علیه فقهاء الحجاز والشام (کذافی غیث الغمام ص : ۱۵۶) یعنی بعض فقہائے حنفیہ ہر نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہاء فقط نماز سری میں اور مکہ اور مدینہ اور ملک شام کے فقہاء کا اسی پر عمل ہے۔

عمدۃ الرعایہ' ص : ۱۷۳ میں مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھتے ہیں : وروی عن محمد انه استحسن قراء ة الفاتحة خلف الامام فی السریة وروی مثله عن ابی حنیفة صریح به فی الهدایة والمجتبی شرح مختصر القدوری و غیرهما و هذا هو مختار کثیر من مشائخنا یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فی مایروی عن محمد یعنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا احتیاطاً مستحسن ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب امام الکلام میں لکھتے ہیں۔ وهوو ان کان ضعیفا روایة لکنه قوی درایة و من المعلوم المصرح فی غنیة

المستملی شرح منیۃ المصلی وغیرہ انہ لا یعدل عن الروایۃ اذا وافقتھا درایۃ یعنی امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول کہ ”امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے“ اگرچہ روایتاً ضعیف ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جب روایت دلیل کے موافق ہو تو اس سے عدول نہیں کرنا چاہئے اور علامہ شعرانی کے کلام سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ و نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی اخیر قول ہے۔ اور ان دونوں اماموں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

اور شیخ الاسلام نظام الملۃ و الدین مولانا عبدالرحیم جو شیخ التسلیم کے لقب سے مشہور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کئے گئے ہیں اور باتفاق علماء ماوراء النہر و خراسان مذہب حنفی کے ایک مجتہد ہیں۔ آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں اور خود بھی پڑھتے اور فرماتے تھے لوکان فی فمی یوم القیامۃ جمرۃ احب الی من ان یقال لا صلٰوۃ لک یعنی اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگارا ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی (امام الکلام، ص: ۲۰)

اے ناظرین! یہ حدیث کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی نہایت صحیح ہے اور یہ حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں قیامت کے روز انگارا ہو گا موضوع اور جھوٹی ہے۔ شیخ التسلیم نے اپنے قول میں پہلے حدیث کے صحیح ہونے اور دوسری حدیث کے موضوع اور جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ جو مذہب حنفی کے ایک بہت بڑے مشہور فقیہ ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ کے تلامذہ کبار میں سے ہیں۔ آپ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ یعنی یہ بھی نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے اور ان کے سوا اور بہت سے فقہاء نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور مشائخ حنفیہ اور جماعت صوفیہ کے نزدیک بھی یہی مسلک مختار ہے۔

ملا جیون نے تفسیر احمدی میں لکھا ہے۔ فان رایت الطائفۃ الصوفیۃ و المشائخین تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للموتم کما استحسنہ محمد ایضا احتیاطا فیما روی عنہ انتھٰی یعنی اگر جماعت صوفیہ اور مشائخین حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے تھے۔ جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ احتیاطاً استحسان کے قائل تھے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ دہلوی نے بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اولیٰ الاقوال بتایا ہے۔ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ۔ اور جناب شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب ”انفاس العارفین“ میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ (یعنی مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ) اکثر مسائل فروعیہ میں مذہب حنفی کے موافق تھے۔ لیکن جب کسی مسئلہ میں حدیث سے یا وجدان سے مذہب حنفی کے سوا کسی اور مذہب کی ترجیح اور قوت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں حنفی مذہب کا مسئلہ چھوڑ دیتے۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (غیث الغمام، ص: ۱۷۴)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی فرضیت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ آپ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک منع ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جس وقت امام آہستہ پڑھے جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر پڑھنے الحمد کے نماز جائز نہیں۔ اور نزدیک اس فقیر کے بھی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے لحاظ سے کہ نہیں نماز ہوتی مگر سورۂ فاتحہ سے نماز کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اور قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی جا بجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میرا قول اس کے خلاف پڑے تو میرے قول کو چھوڑ دینا چاہئے اور حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ انتھٰی مترجماً بقدر الحاجۃ

اور مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی نے اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام امام الکلام ہے اس رسالہ میں

آپ نے باوجود حنفی المذہب ہونے کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن و مستحب ہے اور نماز جہری میں بھی سکتات امام کے وقت۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

فاذن ظهر حق الظهور ان اقوى المسالك التى سلك عليها اصحابنا هو مسلك استحسان القراة فى السرية كما هو رواية عن محمد بن الحسن و اختارها جمع من فقهاء الزمن و ارجو رجاء موثقا ان محمد الما جوز القراء ة فى السرية و استحسنها لا بد ان يجوز القراء ة فى الجهرية فى السكتات عند وجد انها لعدم الفرق بينه و بينه انتهى مختصراً یعنی اب نہایت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ جن مسلکوں کو ہمارے فقہائے حنفیہ نے اختیار کیا ہے' ان سب میں زیادہ قوی یہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن ہے۔ جیسا کہ روایت ہے امام محمد رحمہ اللہ سے اور اسی مسلک کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں (یعنی مولوی عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ) امید واثق رکھتا ہوں کہ امام محمد رحمہ اللہ نے جب نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن کہا ہے تو ضرور نماز جہری میں بھی سکتات امام کے وقت مستحسن ہونے کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ نماز جہری میں سکتات امام کی حالت میں اور نماز سری میں کچھ فرق نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف نے اپنا یہی فیصلہ سعایہ شرح وقایہ میں بھی لکھا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں یہ لکھا ہے کہ نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے' اور نماز جہری میں منع۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب نے ملا صاحب کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کا یہ قول ضعیف ہے' کیا ملا علی قاری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نماز جہری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز صراحتاً ثابت ہے۔

فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ' ص: ۳۰۴ میں لکھتے ہیں۔ و كذا ضعف ما فى فتح القدير وغيره ان الا خذ بالمنع احوط فانه لا منع ههنا عند تدقيق النظر یعنی فتح القدیر وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے' سو یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہاں منع کی کوئی روایت ہی نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف تعلیق المجد' ص: ۱۰۱ میں لکھتے ہیں۔ لم يرد فى حديث مرفوع صحيح النهى عن قراء ة الفاتحة خلف الامام و كل ماذكروه مرفوعا فيه اما لا اصل له و اما لا يصح انتهٰى یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث مرفوع صحیح میں وارد نہیں ہوئی اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو ان کی کچھ اصل ہی نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں۔

اے ناظرین! دیکھو اور تو اور خود مذہب حنفی کے بڑے فقہاء و علماء نے قرأت فاتحہ خلف امام کی حدیثوں کو دیکھ کر امام ابو حنیفہ صاحب رحمہ اللہ کے مسلک مشہور کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور خود بھی پڑھا ہے۔ بعض فقہاء نے ہر نماز میں سری ہو یا جہری اور بعض نے فقط سری میں۔ اور بقول علامہ شعرانی خود امام ابو حنیفہ صاحب رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ نے بھی ان ہی حدیثوں کی وجہ سے اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب و مستحسن بتایا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے اس مسئلہ میں جو کچھ فیصلہ کیا اور لکھا ہے۔ آپ لوگوں نے اس کو بھی سن لیا۔

مگر با ایں ہمہ ابھی تک بعض حنفیہ کا یہی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہر نماز میں سری ہو خواہ جہری ناجائز و حرام ہے۔اور امام صاحب رحمہ اللہ کے اسی مسلک مشہور کو (جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) شاہراہ سمجھ کر اسی پر چلے جاتے ہیں۔ خیر اگر اسی مسلک کو شاہراہ سمجھتے تھے سمجھتے اور اسی پر چپ چاپ چلے جاتے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ساتھ اس کے قرأت فاتحہ خلف امام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے اور تو اور خود مذہب حنفی کے ائمہ و فقہاء و علماء نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اختیار کر لیا۔ یا اگر انکار نہیں کیا جاتا ہے تو ان کی مہمل اور نا جائز تاویلیں کی جاتی ہیں۔اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے۔ جو

روایات موضوعہ وکاذبہ اور آثار مختلفہ و باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور ان کی زبان سے اور تو اور خود اپنے ائمہ و فقہاء کی شان میں کلمات ناشائستہ اور الفاظ ناگفتہ بہ نکلواتے ہیں۔ کوئی جاہل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گنہگار ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ﴾ (الکھف: ۵)۔

اگرچہ غور سے دیکھا جائے تو ان جاہلوں کا یہ قصور نمبردوم میں ہے اور نمبراول کا قصور انہیں علماء حنفیہ کا ہے' جو روایات کاذبہ و موضوعہ کو ذکر کر کے ان جاہلوں کو فتنے میں ڈالتے اور ان کی زبان سے اپنے بزرگان دین کے منہ میں آگ و پتھر بھرواتے ہیں اور جو چاہتے ہیں ان سے کہلواتے ہیں۔ اگر یہ لوگ روایات کاذبہ و موضوعہ کو بیان نہ کرتے یا بیان کرتے مگر ان کا کذب و موضوع ہونا بھی صاف صاف ظاہر کرتے اور ساتھ اس کے اس مضمون کو بھی واضح طور پر بیان کرتے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے تو ان جاہلوں کی زبان سے ایسے ناگفتہ بہ کلمات ہرگز نہ نکلتے۔

آنچہ مے پرسی کہ خسرو را کہ کشت — غمزۂ تو چشم تو ابروئے تو

(تحقیق الکلام' حصہ: اول / ص: ۷)

ہمارے محترم علمائے احناف کے پاس بھی کچھ دلائل ہیں جن کی تفصیلی حقیقت معلوم کرنے کے لئے محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی مشہور کتاب تحقیق الکلام کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہم اجمالی طور پر ان دلائل کی حقیقت حضرت مولانا عبدالحئ حنفی لکھنوی مرحوم کے لفظوں میں پیش کر دینا چاہتے ہیں۔ موصوف علمائے احناف کے چوٹی کے عالم ہیں۔ مگر اللہ پاک نے آپ کو جو بصیرت عطا فرمائی وہ قابل صد تعریف ہے۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل بیان میں اس بحث کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام و کل ماذکروہ مرفوعا فیہ اما لا اصل لہ و اما لا یصح۔ (تعلیق الممجد علی موطا امام محمد' ص: ۱۰۱ طبع یوسفی)

یعنی کسی مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی نہی (منع) وارد نہیں ہوئی اور اس کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر دلائل ذکر کرتے ہیں یا تو وہ بالکل بے اصل اور من گھڑت ہیں' یا وہ صحیح نہیں۔

فظھر انہ لا یوجد معارض لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام مرفوعا (تعلیق الممجد' ص: ۱۰۱ طبع یوسفی) یعنی امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے معارض و مخالف کوئی مرفوع حدیث نہیں پائی جاتی۔

حنفیہ کے دلائل کے جواب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وبالجملۃ لا یظھر لاحادیث تجویز القراءۃ خلف الامام معارض یسا ویھا فی الدرجۃ و یدل علی المنع (تعلیق الممجد' ص: ۱۰۱) یعنی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے درجہ کی کوئی معارض و مخالف حدیث نہیں ہے اور نہ ہی (امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے) منع پر کوئی حدیث دلالت کرتی ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام کے اطمینان خاطر کے لئے اسی قدر کافی ہو گا۔ اپنا مقصد صرف یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں سے حسد بغض رکھنا' ان کو غیر مقلد' لا مذہب کہنا یہ کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ ایسے فروعی مباحث میں وسعت قلبی سے کام لے کر باہمی اتفاق کے لئے کوشش کی جائے جس کی آج اشد ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

نوٹ: کچھ لوگ آیت شریفہ ﴿ واذا قری القرآن ﴾ سے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی جب کہ نماز باجماعت کا سلسلہ ہی نہ تھا' لہٰذا استدلال باطل ہے۔ تفصیل مزید کے لیے ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے آخر میں مقالہ ثنائی کا مطالعہ کیا جائے۔ (راز)

٧٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي

(۷۵۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید

سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) ، فَرَجَعَ فَصَلَّي كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))، (ثَلَاثًا). فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي: فَقَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)).

[أطرافه في : ٧٩٣، ٦٢٥١، ٦٢٥٢، ٦٦٦٧].

مقبری نے اپنے باپ ابو سعید مقبری سے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی' پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جا اور پھر نماز پڑھ' کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ شخص واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی اور پھر آکر سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ' کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا' اس لئے آپ مجھے نماز سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہہ۔ پھر آسانی کے ساتھ جتنا قرآن تجھ کو یاد ہو اس کی تلاوت کر۔ اس کے بعد رکوع کر' اچھی طرح سے رکوع ہو لے تو پھر سر اٹھا کر پوری طرح کھڑا ہو جا۔ اس کے بعد سجدہ کر پورے اطمینان کے ساتھ۔ پھر سر اٹھا اور اچھی طرح بیٹھ جا۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔

آنحضرت ﷺ کو ہر بار یہ امید رہی کہ وہ خود درست کر لے گا۔ مگر تین بار دیکھ کر آپ نے اسے تعلیم فرمائی۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ تکبیر کہہ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ۔ امام احمد و ابن حبان کی روایات میں یوں ہے کہ جو تو چاہے وہ پڑھ۔ یعنی قرآن میں سے کوئی سورۃ۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ آپ نے اس کو قرأت قرآن کا حکم فرمایا۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ یاد ہونے والی سورۂ فاتحہ ہے۔ اسی کے پڑھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور آیت قرآن ﴿ فاقروا ما تیسر منه ﴾ (المزمل: ٢٠) میں بھی سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا مراد ہے۔

٩٦- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

باب نماز ظہر میں قرأت کا بیان

٧٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ سَعْدٌ: ((كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا. كُنْتُ أَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ

(٧٥٨) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا' انہوں نے جابر بن سمرہ سے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں ان (کوفہ والوں) کو نبی کریم ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا تھا۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں' کسی قسم کا نقص ان میں نہیں چھوڑتا تھا

وَأَحْذِفُ فِي الأُخْرَيَيْنِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ)).

[راجع: ٧٥٥]

پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔

٧٥٩- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُولَيَيْنِ مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الأُولَى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الأُولَى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ.

[أطرافه في: ٧٦٢، ٧٧٦، ٧٧٨، ٧٧٩].

(۷۵۹) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے تھے' ان میں بھی قرأت کرتے تھے لیکن آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے تھے کبھی کبھی ہم کو بھی کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ عصر میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم سورۂ فاتحہ اور سورتیں پڑھتے تھے' اس کی بھی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتے۔ اسی طرح صبح کی نماز کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری ہلکی۔

٧٦٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: سَأَلْنَا خَبَّابًا: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ : قَالَ : بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

(۷۶۰) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا کہ کہا ہم سے میرے والد نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن مہران اعمش نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عمارہ بن عمیر نے بیان کیا ابو معمر عبداللہ بن مخبرہ سے' کہا کہ ہم نے خباب بن ارت سے پوچھا' کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں' ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

٩٧- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

باب نماز عصر میں قرأت کا بیان۔

٧٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ : قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الأَرَتِّ : أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ

(۷۶۱) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے اعمش سے' انہوں نے عمارہ بن عمیر سے' انہوں نے ابو معمر سے کہ میں نے خباب بن الارت سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا

وَالْعَصْرِ ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

کہ ہاں! میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی قرأت کرنے کو آپ لوگ کس طرح معلوم کر لیتے تھے؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

٧٦٢- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ، وَيُسْمِعُنَا الآيَةَ أَحْيَانًا. [راجع: ٧٥٩]

(٧٦٢) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے ہشام دستوائی سے' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے باپ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم ظہر اور عصر کی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے۔

تشریح مقصود یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی امام اور مقتدی ہر دو کے لئے قرأت سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد پہلی دو رکعات میں کچھ اور قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تو اتنا ضروری ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز ہی نہ ہو گی اور کچھ آیات کا پڑھنا بس مسنون طریقہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں مقتدیوں کو معلوم کرانے کے لیے امام اگر کبھی کسی آیت کو آواز سے پڑھ دے تو اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ ہم صحابہ آپ سے سورۂ لقمان اور سورۂ والذاریات کی آیت کبھی کبھار سن لیا کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں سورۂ سبح اسم اور سورۂ ھل اتاک حدیث الغاشیہ کا ذکر آیا ہے۔ بہرحال اس طرح کبھی کبھار کوئی آیت آواز سے پڑھ دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

٩٨- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب نماز مغرب میں قرأت کا بیان۔

٧٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ، لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

[طرفه في : ٤٤٢٩].

(٧٦٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی' انہوں نے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کیا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ام فضل رضی اللہ عنہا (ان کی ماں) نے انہیں والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر کہا کہ اے بیٹے! تم نے اس سورت کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلا دیا۔ میں آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو مغرب میں یہی سورت پڑھتے ہوئے سنتی تھی۔

٧٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

(٧٦٤) ہم سے ابو عاصم نبیل نے بیان کیا' انہوں نے عبدالملک ابن جریج سے' انہوں نے ابن ابی ملیکہ (زہیر بن عبداللہ) سے' انہوں

عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنِ ثَابِتٍ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ.

نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے مروان بن حکم سے، اس نے کہا زید بن ثابت نے مجھے ٹوکا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ میں نے نبی ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا۔

٩٩- بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

باب نماز مغرب میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا (چاہیے)

٧٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

[أطرافه في : ٣٠٥٠، ٤٠٢٣، ٤٨٥٤].

(٧٦٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا تھا۔

تشریح: مغرب کی نماز کا وقت تھوڑا ہوتا ہے، اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی سورت بھی پڑھ دی جائے تو یہ بھی مسنون طریقہ ہے۔ خاص طور پر سورۂ طور پڑھنا کبھی سورۂ مرسلات۔

١٠٠- بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

باب نماز عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا۔

٧٦٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ، قَالَ: سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلاَ أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

[أطرافه في : ٧٦٨، ١٠٧٤، ١٠٧٨].

(٧٦٦) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا اپنے باپ سے، انہوں نے بکر بن عبداللہ سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں آپ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ (تلاوت) کیا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق معلوم کیا تو بتلایا کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے بھی (اس آیت میں تلاوت کا) سجدہ کیا ہے اور زندگی بھر میں اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔

٧٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ.

[اطرافه في : ٧٦٩، ٤٩٥٢، ٧٥٤٦].

(٧٦٧) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا عدی بن ثابت سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب سے سنا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ سفر میں تھے کہ عشاء کی دو پہلی رکعات میں سے کسی ایک رکعت میں آپ نے والتین والزیتون پڑھی۔

١٠١- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

٧٦٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ، مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ، فَلاَ أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [راجع: ٧٦٦]

باب نماز عشاء میں سجدہ کی سورۃ پڑھنا۔

(٧٦٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے تیمی نے ابوبکر سے' انہوں نے ابو رافع سے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء پڑھی' آپ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ سجدہ کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سورت میں میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لئے میں بھی ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا' یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں۔

١٠٢- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

٧٦٩- حَدَّثَنَا خَلاَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ فِي الْعِشَاءِ، مَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً. [راجع: ٧٦٧]

باب نماز عشاء میں قرأت کا بیان۔

(٧٦٩) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عدی بن ثابت نے کہا۔ انہوں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز یا اچھی قرات والا کسی کو نہیں پایا۔

١٠٣- بَابُ يُطَوِّلُ فِي الأُولَيَيْنِ، وَيَحْذِفُ فِي الأُخْرَيَيْنِ

٧٧٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلاَةِ. قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ الأُولَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الأُخْرَيَيْنِ، وَلاَ آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ صَلاَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: صَدَقْتَ، ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، أَوْ ظَنِّي بِكَ.

باب عشاء کی پہلی دو رکعات لمبی اور آخری دو رکعات مختصر کرنی چاہئیں۔

(٧٧٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو عون محمد بن عبداللہ ثقفی سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی شکایت کوفہ والوں نے تمام ہی باتوں میں کی ہے' یہاں تک کہ نماز میں بھی۔ انہوں نے کہا کہ میرا عمل تو یہ ہے کہ پہلی دو رکعات میں قرأت لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو میں مختصر. جس طرح میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تھی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔ حضرت عمر

[راجع: ۷۵۵] رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو۔ تم سے امید بھی اسی کی ہے۔

تشریح پہلی دو رکعات میں قرأت طویل کرنا اور دوسری دو رکعات میں مختصر کرنا یعنی صرف سورۂ فاتحہ پر کفایت کرنا یہی مسنون طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر اظہار اطمینان فرمایا مگر کوفہ کے حالات کے پیش نظر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں سے بلالیا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمال دور اندیشی کی دلیل ہے۔ بعض مواقع پر ذمہ داروں کو ایسا اقدام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

١٠٤- بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ.

باب نماز فجر میں قرآن شریف پڑھنا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ طور پڑھی۔

٧٧١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلاَمَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ. وَلاَ يُبَالِي بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَلاَ يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلاَ الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ. وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ. [راجع: ٥٤١]

(۷۷۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سیار ابن سلامہ نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم نے آپ سے نماز کے وقتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔ عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا۔ لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔ مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء کے لیے تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کو پہچان سکتا تھا۔ آپ دونوں رکعات میں یا ایک میں ساٹھ سے لے کر سو تک آیتیں پڑھتے۔

تشریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ شعبہ نے شک کیا ہے۔ طبرانی میں اس کا اندازہ سورۂ الحاقہ مذکور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے۔ جابر بن سمرہ کی روایت میں آپ کا فجر کی نماز میں سورۂ ق پڑھنا بھی آیا ہے۔ بعض روایات میں والصافات اور سورۂ واقعہ پڑھنا بھی مذکور ہے۔ بہرحال فجر کی نماز میں قرأت قرآن طویل کرنا مقصود ہے۔ یہ وہ مبارک نماز ہے جس میں قرأت قرآن سننے کے لئے خود فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

٧٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ

(۷۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبدالملک ابن جریج خبر دی' کہا کہ

جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ. وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ، وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبردی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں قرآن سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ نے آہستہ قرأت کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قرأت کریں گے اور اگر سورۂ فاتحہ ہی پڑھو جب بھی کافی ہے۔ لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔

١٠٥- بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

باب فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي يَقْرَأُ بِالطُّورِ.

اور ام سلمہ ؓ نے کہا کہ میں نے لوگوں کے پیچھے ہو کر کعبہ کا طواف کیا۔ اس وقت نبی کریم (نماز میں) سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔

٧٧٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوقِ عُكَاظَ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوا : مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوا : حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ. قَالُوا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَا هَذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَانْصَرَفَ أُولَئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِلِيْنَ إِلَى سُوقِ عُكَاظَ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ

(٧٧٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے ابو بشر سے بیان کیا' انہوں نے سعید بن جبیر سے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف گئے۔ ان دنوں شیاطین کو آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر انگارے (شہاب ثاقب) پھینکے جانے لگے تھے۔ تو وہ شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے اور پوچھا کہ بات کیا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اور (جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو) ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ شیاطین نے کہا کہ آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کی کوئی نئی وجہ ہوئی ہے۔ اس لیے تم مشرق و مغرب میں ہر طرف پھیل جاؤ اور اس سبب کو معلوم کرو جو تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کا سبب ہوا ہے۔ وجہ معلوم کرنے کے لیے نکلے ہوئے شیاطین تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی کریم ﷺ عکاظ کے بازار کو جاتے ہوئے مقام نخلہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن مجید انہوں نے سنا تو غور سے اس کی طرف کان لگا دیئے۔ پھر کہا۔ خدا

الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ فَقَالُوا: هَذَا وَاللهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوا: ﴿يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ: ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ. [طرفه في : ٤٩٢١].

کی قسم یہی ہے جو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث بنا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا قوم کے لوگو! ہم نے حیرت انگیز قرآن سنا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اس پر نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿قل اوحی الی﴾ (آپ کہئے کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے) اور آپ پر جنوں کی گفتگو وحی کی گئی تھی۔

تشریح عکاظ ایک منڈی کا نام تھا' جو مکہ شریف کے قریب قدیم زمانے سے چلی آ رہی تھی' آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب سمیت ایسے عام اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس جگہ جا رہے تھے کہ بطن نخلہ وادی میں فجر کا وقت ہو گیا اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جس میں جنوں کی ایک جماعت نے قرآن پاک سنا اور مسلمان ہو گئے۔ سورۂ جن میں ان ہی کا ذکر ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر میں با آواز بلند قرأت فرمائی۔ مغرب اور عشاء اور فجر ان وقتوں کی نمازیں جہری کہلاتی ہیں کہ ان کی شروع والی رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے۔

٧٧٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْمَا أُمِرَ، وَسَكَتَ فِيْمَا أُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾. ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

(۷۷۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے عکرمہ سے بیان کیا' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو جن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا تھا' آپ نے ان میں بلند آواز سے پڑھا اور جن میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا ان میں آپ نے آہستہ سے پڑھا اور تیرا رب بھولنے والا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

١٠٦- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ

باب ایک رکعت میں دو سورتیں ایک ساتھ پڑھنا

وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيْمِ، وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ، وَبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ، حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسَى

اور سورت کے آخری حصوں کا پڑھنا اور ترتیب کے خلاف سورتیں پڑھنا یا کسی سورت کو (جیسا کہ قرآن شریف کی ترتیب ہے) اس سے پہلے کی سورت سے پہلے پڑھنا اور کسی سورت کے اول حصہ کا پڑھنا یہ سب درست ہے۔ اور عبداللہ بن سائب سے روایت ہے کہ نبی

وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخَذَته سَعْلَة فَرَكَعَ. وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى بِمِائَةٍ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمَثَانِي. وَقَرَأَ الأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ أَوْ يُونُسَ. وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا. وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الأَنْفَالِ، وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ. وَقَالَ قَتَادَةُ - فِيمَنْ يَقْرَأُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ يُرَدِّدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ -: كُلٌّ كِتَابُ اللهِ.

ﷺ نے صبح کی نماز میں سورۂ مومنون تلاوت فرمائی، جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر تو آپ کو کھانسی آنے لگی، اس لئے رکوع فرمادیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی (جس میں تقریباً سو آیتیں ہوتی ہیں) میں سے کوئی سورت تلاوت کی اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری میں سورۂ یوسف یا سورۂ یونس پڑھی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھی تھیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ انفال کی چالیس آیتیں (پہلی رکعت میں) پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل کی کوئی سورۃ پڑھی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق جو ایک سورۃ دو رکعات میں تقسیم کرکے پڑھے یا ایک سورۃ دو رکعتوں میں بار بار پڑھے، فرمایا کہ ساری ہی کتاب اللہ میں سے ہیں۔ (لہٰذا کچھ حرج نہیں)

٧٧٤ - وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلاَةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةً أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا: إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهَذِهِ السُّورَةِ ثُمَّ لاَ تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ: وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ. وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مَنْ أَفْضَلِهِم وَ كَرِهَ هُوْا

(٧٧٤ م) عبیداللہ بن عمر نے ثابت رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انصار میں سے ایک شخص (کلثوم بن ہدم) قبا کی مسجد میں لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورۃ (سورۂ فاتحہ کے بعد) شروع کرتا تو پہلے قل ھو اللہ احد پڑھ لیتا۔ پھر کوئی دوسری سورۃ پڑھتا۔ ہر رکعت میں اس کا یہی عمل تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ تم پہلے یہ سورۃ پڑھتے ہو اور صرف اسی کو کافی خیال نہیں کرتے بلکہ دوسری سورۃ بھی (اس کے ساتھ) ضرور پڑھتے ہو۔ یا تو تمہیں صرف اسی کو پڑھنا چاہئے ورنہ اسے چھوڑ دینا چاہئے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورۃ پڑھنی چاہئے۔ اس شخص نے کہا کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا اب اگر تمہیں پسند ہے کہ میں نماز پڑھاؤں تو برابر پڑھاتا رہوں گا۔ ورنہ میں نماز پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ان سب سے افضل ہیں اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے

أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ- فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ: ((يَا فُلاَنُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ، وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟)) فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا. قَالَ: ((حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ)).

آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا کہ اے فلاں! تمہارے ساتھی جس طرح کہتے ہیں اس پر عمل کرنے سے تم کو کون سی رکاوٹ ہے اور ہر رکعت میں اس سورۃ کو ضروری قرار دے لینے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور! میں اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سورۃ کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

آپ نے ان کے اس فعل پر سکوت فرمایا بلکہ تحسین فرمائی۔ ایسی احادیث کو تقریری کہا گیا ہے۔

٧٧٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ: قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ. فَقَالَ: هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ. لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ. فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ، سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ.

[طرفاه في : ٤٩٩٦، ٥٠٤٣].

(٧٧٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو وائل شقیق بن مسلم سے سنا کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصل کی سورۃ پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں ان ہم معنی سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم ﷺ ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ آپ نے مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت کے لئے دو دو سورتیں۔

١٠٧- بَابُ يَقْرَأُ فِي الأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب پچھلی دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

٧٧٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمِعُنَا الآيَةَ، وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى مَا لاَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي

(٧٧٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ ظہر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ کبھی کبھی ہمیں ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں قرأت دوسری رکعات سے زیادہ کرتے تھے۔ عصر اور صبح کی نمازوں میں بھی آپ کا یہی معمول تھا (حدیث اور باب میں

الصُّبْحِ. [راجع: ٧٥٩]

مطابقت ظاہر ہے)

١٠٨- بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

٧٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ: قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ: (أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ : نَعَمْ. قُلْنَا : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ : بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ).

باب جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قرأت کی

(٧٧٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے اعمش سے بیان کیا' وہ عمارہ بن عمیر سے' وہ ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے پوچھا کہ آپ کو معلوم کس طرح ہوتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپؐ کی ریش مبارک کے ہلنے سے۔

١٠٩- بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الإِمَامُ الآيَةَ

باب اگر امام سری نماز میں کوئی آیت پکار کر پڑھ دے کہ مقتدی سن لیں' تو کوئی قباحت نہیں۔

٧٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ وَصَلاَةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلَى). [راجع: ٧٥٩]

(٧٧٨) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمٰن اوزاعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا' وہ اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں قرأت زیادہ طویل کرتے تھے۔

١١٠- بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلَى

باب پہلی رکعت (میں قرأت) طویل ہونی چاہئے۔

٧٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الأُوْلَى مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ،

(٧٧٩) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے' انہوں نے اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں (قرأت) طویل کرتے

وَيُقَصِّرُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلاَةِ الصُّبْحِ. [راجع: ٧٥٩]

تھے اور دوسری رکعت میں مختصر۔ صبح کی نماز میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

١١١- بَابُ جَهْرِ الإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ

باب (جہری نمازوں میں) امام کا بلند آواز سے آمین کہنا

وَقَالَ عَطَاءٌ: آمِيْنَ دُعَاءٌ. أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً. وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الإِمَامَ: لاَ تَفُتْنِي بِآمِيْنَ. وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لاَ يَدَعُهُ، وَيَحُضُّهُمْ، وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا.

مسنون ہے۔ اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے۔ اس زور سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آمین سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق ایک حدیث بھی سنی تھی۔

٧٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((آمِيْنَ)).

[طرفه في: ٦٤٠٢]

(٧٨٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کے واسطے سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو گئی اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم آمین کہتے تھے۔

١١٢- بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ

باب آمین کہنے کی فضیلت۔

٧٨١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ، وَقَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِيْنَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

(٧٨١) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی' انہوں نے اعرج سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے آمین کہے اور فرشتوں نے بھی اسی وقت آسمان پر آمین کہی۔ اس طرح ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے ساتھ مل گئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو

ذنبه)). جاتے ہیں۔

الحمد شریف کے خاتمہ پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ سری میں پست آواز سے اور جہری میں بلند آواز سے' پس جس نمازی کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کا بیڑا پار ہو گیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کا بیڑا پار لگائے۔

۱۱۳- بَابُ جَهْرِ الْـمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ

باب مقتدی کا آمین بلند آواز سے کہنا۔

۷۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((إِذَا قَالَ الإِمَامُ : ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُولُوا: آمِيْنَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَنُعَيمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۷۸۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے' انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی سے' انہوں نے ابو صالح سمان سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ﴿ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ﴾ کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس نے فرشتوں کے ساتھ آمین کہی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سمی کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن عمرو نے بھی ابو سلمہ سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا۔ اور نعیم مجمر نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے

[طرفه في : ٤٤٧٥].

مقتدی امام کی آمین سن کر آمین کہیں گے' اسی سے مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کا اثبات ہوا۔ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہی کافی ہے۔ تعصب مسلکی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تشریح جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر امام اور مقتدیوں کے لئے بلند آواز سے آمین کہنا یہ بھی ایک ایسی بحث ہے جس پر فریقین نے کتنے ہی صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس پر بڑے بڑے فسادات بھی ہو چکے ہیں۔ محترم برادران احناف نے کتنی مساجد سے آمین بالجہر کے عاملین کو نکال دیا۔ مارا پیٹا اور معاملہ سرکاری عدالتوں تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے اہل حدیث حضرات نے اپنی مساجد الگ تعمیر کیں اور اس طرح یہ فساد کم ہوا۔ اگر غور کیا جائے تو عقلاً و نقلاً یہ جھگڑا ہرگز نہ ہونا چاہئے تھا۔ لفظ آمین کے معنی یہ ہیں کہ اے خدا میں نے جو دعائیں تجھ سے کی ہیں ان کو قبول فرما لے۔ یہ لفظ یہود و نصاریٰ میں بھی مستعمل رہا اور اسلام میں بھی اسے استعمال کیا گیا۔ جہری نمازوں میں اس کا زور سے کہنا کوئی امر قبیح نہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ بعض علماء سو نے رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سر پھٹول ہوئی اور عرصہ کے لئے دلوں میں کاوش پیدا ہو گئی۔

سیدنا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں باب منعقد کر کے اور اس کے تحت احادیث لا کر اس بحث کا خاتمہ فرما دیا ہے۔ پھر بھی بہت سے لوگ تفصیلات کے شائق ہیں۔ لہٰذا ہم اس بارے میں ایک تفصیلی مقالہ پیش کر رہے ہیں جو متحدہ بھارت کے ایک زبردست فاضل استاذ الفضلاء راس الاتقیاء حضرت علامہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں دلائل کے ساتھ ساتھ ان پر اعتراضات وارده کے بھی کافی شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب قدس سره فرماتے ہیں:

بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق احادیث و آثار اور علمائے احناف کے فتاوے

احادیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تلى غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين حتى يسمع من يليه من الصف الاول (ابوداؤد' ص: ۱۳۴ طبع دہلی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ جو پہلی صف میں آپ کے نزدیک تھے۔ وہ سن لیتے۔

اس حدیث پر حنفیہ کی طرف سے دو اعتراض ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں بشر بن رافع الحارثی ابو الاسباط ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق نصب الرایہ' جلد: اول / ص: ۳۷۱ میں علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: " ضعفه البخاری والترمذی والنسائی و احمد و ابن معین و ابن حبان " اس کو امام بخاری' ترمذی' نسائی' احمد' ابن معین' اور ابن حبان رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ابو عبداللہ ابن عم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو بشر بن رافع کا استاد ہے' اس کے متعلق علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "کہ اس کا حال معلوم نہیں اور بشر بن رافع کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔ یعنی یہ مجہول العین ہے' اس کی شخصیت کا پتہ نہیں۔"

جواب اعتراض اول:۔ خلاصہ تذہیب الکمال کے صفحہ ۴۱ میں بشر بن رافع کے متعلق لکھا ہے۔ وثقه ابن معين و ابن عدی و قال البخاری لا يتابع عليه. یعنی ابن معین اور ابن عدی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ضعیف کہتا ہے اور کوئی ثقہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف کہنے والوں نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی۔ اور ایسی جرح کو جرح مبہم کہتے ہیں۔ اور اصول کا قاعدہ ہے:

"ثقہ کہنے والوں کے مقابلے میں ایسی جرح کا اعتبار نہیں۔ ہاں اگر وجہ ضعف بیان کر دی جاتی تو ایسی جرح بیشک تعدیل پر مقدم ہوتی اور ایسی جرح کو جرح مفسر کہتے ہیں۔"

پھر امام بخاری رحمہ اللہ کا کہنا کہ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔ یہ بہت ہلکی جرح ہے۔ ایسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے نہیں گرتی۔ غالباً اسی لئے ابوداؤد رحمہ اللہ اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی نکل آیا۔ کیونکہ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اچھی ہوتی ہے اور مجہول العین کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ پس ابو عبداللہ مجہول العین نہ ہوا' ورنہ وہ سکوت نہ کرتے۔ علاوہ اس کے علامہ زیلعی رحمہ اللہ کو غلطی لگی ہے۔ یہ مجہول نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں لکھتے ہیں۔ مقبول یعنی اس کی حدیث معتبر ہے۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں۔ حسن صحیح ہے۔ (نیل الاوطار' جلد: ۲/ ص: ۱۱۷ طبع مصر)

تنبیہ:۔ نصب الرایہ' جلد اول / ص: ۳۷۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ اس کی اسناد میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء زبیدی ضعیف ہے۔

مگر جو جرح مفسر ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے دار قطنی نے اس کو "حسن" کہا ہے اور حاکم نے صحیح اور بیہقی نے حسن صحیح اور

میزان الاعتدال میں جو عوف طائی سے اس کا جھوٹا ہونا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں اس کی تردید کر دی ہے اور خلاصہ تذہیب الکمال میں عوف طائی کے ان الفاظ کو نقل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خلاصہ والے میزان الاعتدال سے لیتے ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ عن ابی هریرة قال ترک الناس التامین کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال غیرالمغضوب علیهم ولا الضالین قال امین حتی یسمعها اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' لوگوں نے آمین چھوڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیرالمغضوب علیہم ولاالضالین کہتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف سن لیتی۔ پس (بہت آوازوں کے ملنے سے) مسجد گونج جاتی۔ (ابن ماجہ' ص: ۶۲ طبع دہلی)
اس حدیث کی صحت بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی پہلی حدیث کی۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار' جلد: ۲/ ص: ۱۷ طبع مصر۔

(۳) عن ام الحصین انها کانت تصلی خلف النبی صلی الله علیه وسلم فی صف النساء فسمعته یقول الحمد لله رب العلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین (مجمع الزوائد ھیثمی' جلد: ۲/ ص: ۱۱۴ تخریج ھدایہ حافظ ابن حجر' ص: ۷۸)

(ترجمہ) ام الحصین رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتوں کی صف میں نماز پڑھا کرتی تھیں (وہ کہتی ہیں) میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ الحمد لله رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ یہاں تک کہ غیر المغضوب علیهم والا الضالین پر پہنچتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ میں سنتی اور میں عورتوں کی صف میں ہوتی۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ہے۔ اس پر زیلعی رحمہ اللہ نے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو سکوت کیا۔ مگر ہیثمی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ خیر اگر ضعیف ہو تو دوسری روایتیں مذکور بالا اور زیریں اس کو تقویت دیتی ہیں۔

تنبیہ: کبھی پہلی صف کا سننا اور کبھی پچھلی صفوں تک آپ کی آواز کا پہنچ جانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آپ آمین فاتحہ کی آواز کے برابر کہتے اور کبھی معمولی آواز سے۔

(۴) اخرجه ابوداود والترمذی عن سفیان عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر واللفظة لابی داود قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قرا ولا الضالین قال آمین و رفع بها صوته انتهی و لفظ الترمذی و مدبها صوته و قال حدیث حسن (تخریج ھدایہ زیلعی' جلد: اول/ ص: ۳۷۰)

(ترجمہ) ابوداؤد اور ترمذی میں ہے' وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ یہ ابو داؤد کے لفظ ہیں۔ اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں ومد بها صوته یعنی آمین کے ساتھ آواز کو کھینچتے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

تنبیہ :۔ بعض لوگ مدبها صوته کے معنے کرتے ہیں کہ آمین کے وقت الف کو کھینچ کر پڑھتے لیکن ابو داؤد کے لفظ رفع بها صوته اور نمبر ۵ کی روایت جهر بامین نے وضاحت کر دی کہ مدبها سے مراد آواز کی بلندی ہے اور یہ عرب کا عام محاورہ ہے اور احادیث میں بھی بہت آیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غفار' اسلم اور مزینہ تینوں قبیلے تمیم' اسد' غطفان اور بنی عامر صعصعہ سے بہتر ہیں۔ یمدبها صوته ۔ یعنی بلند آواز سے کہتے اور بخاری میں براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احزاب کے دن خندق کھودتے اور یہ کلمات کہتے۔

اللهم لو لا انت ما اهتدینا و لا تصدقنا و لا صلینا فانزلن سکینة علینا و ثبت الاقدام ان لا قینا ان الاولی رغبوا علینا و اذا ارادو فتنة ابینا۔ قال یمد صوته باخرها

"یا اللہ! اگر تیرا احسان نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے۔ نہ صدقہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے' پس اگر ہم دشمنوں سے ملیں تو ہمارے

دلوں کو ڈھارس دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یہ لوگ ہم پر دشمنوں کو چڑھا کر لے آئے۔ جب انہوں نے ہم سے مشرکانہ عقیدہ منوانا چاہا۔ ہم نے انکار کر دیا۔ براء کہتے ہیں۔ اخیر کلمہ (ابینا یعنی ہم نے انکار کر دیا) کے ساتھ دوسرے کلمات کی نسبت آواز بلند کرتے۔"

اور ابو داؤد وغیرہ میں ترجیع اذان کے متعلق ابو محذورہ کی حدیث ہے۔ اس میں یہ الفاظ فمد من صوتک یعنی اپنی آواز کو (پہلے کی نسبت) بلند کر۔

(۵) اخرج ابوداود والترمذی عن علی بن صالح و یقال العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر عن النبی صلی الله علی وسلم انه صلی فجهر بامین

(ترجمہ) وائل بن حجر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہی۔

تنبیہ : وائل بن حجر کی اس حدیث کے راوی شعبہ بھی ہیں' جو سلمہ بن کہیل کے شاگرد ہیں' انہوں نے اپنی روایت میں وخفض بها صوته یعنی رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آمین کہی۔ حنفیہ اسی کو لیتے ہیں۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی روایت میں سلمہ بن کہیل سے و مدبها صوته یا رفع بها صوته کہا ہے اس کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور عنایہ شرح ہدایہ' جلد : اول / ص : ۲۱۹ پر رفع یدین کی بحث میں لکھا ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اس بنا پر سفیان کی روایت کو ترجیح ہونی چاہئے اور محدثین کا اصول ہے کہ زیادہ حافظہ والے کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ حافظہ میں بھی شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر حنفیہ نے کئی مقامات پر سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی' جلد : ا/ ص : ۲۱۰ و ص : ۲۱۱)

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سلمہ بن کہیل کے دو شاگرد اور ہیں۔ ایک علاء بن صالح یہ ثقہ ہیں اور ان کو علی بن صالح بھی کہتے ہیں۔ دوسرے محمد بن سلمہ' یہ ضعیف ہیں۔ ان دونوں سے علاء کی روایت میں جهربامین ہے اور محمد بن سلمہ کی روایت میں رفع بها صوته ہے۔ بلکہ خود شعبہ نے بھی ایک روایت میں سلمہ بن کہیل سے رافعابها صوته روایت کیا ہے۔ اور سند بھی اس کی صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ' جلد : ا/ ص : ۳۶۹ اور تلخیص الحبیر' ص : ۸۹ اور تحفۃ الاحوذی' جلد : ا/ ص : ۲۱۱۔ مگر باوجود اس کے حنفیہ نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت خفض بها صوته ہی کو لیا ہے۔ لیکن سارے حنفیہ ایک سے نہیں۔ کئی اس کمزوری کو محسوس کر کے آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے ان شاء اللہ۔

(۶) عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما افتتح الصلٰوة کبر و رفع یدیه حتٰی حاذتا اذنیه ثم قرا فاتحة الکتاب فلما فرغ منها قال آمین یرفع صوته. رواه النسائی (تخریج زیلعی' ج :ا/ ص : ۳۷۱)

(ترجمہ) عبدالجبار بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر فاتحہ پڑھی۔ پھر جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا۔

نصب الرایہ' جلد : اول / ص : ۳۷۱ کے حاشیہ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے بحوالہ شرح المہذب للنووی لکھا ہے کہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے والد سے نہیں سنا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ پس یہ حدیث منقطع ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجر بن عنبس نے بھی وائل بن حجر سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس نے وائل سے سنی ہے۔ اس لئے منقطع ہونے کا شبہ رفع ہو گیا۔ نیز کتب اسماء الرجال میں عبدالجبار کا استاد زیادہ تر اس کا بھائی علقمہ لکھا ہے۔ اس لئے غالب ظن

ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے بھائی علقمہ سے سنی ہو۔ نصب الرایہ جلد: اول / ص: ۳۷۰ پر جو لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا' وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے' یہ نقل کرنے والوں کی غلطی ہے اور یہیں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی غلطی لگی ہے۔ وہ بھی تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ حالانکہ وہ عبدالجبار ہے اور وہی اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ابھی گذرا ہے۔

ترمذی باب المراة استکرهت علی الزنا میں تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے' اور وہ عبدالجبار سے بڑا ہے اور عبدالجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

اور مسلم باب منع سب الدهر میں علقمہ کی حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے' لائے ہیں اور مسلم منقطع حدیث نہیں لاسکتے۔ کیونکہ وہ ضعیف ہوتی ہے۔

اور ابو داؤد باب من حلف لیقتطع بها مالا میں اس کی حدیث اس کے باپ سے لائے ہیں اور اس پر سکوت کیا ہے۔ حالانکہ ان کی عادت ہے کہ وہ انقطاع وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

بہرصورت علقمہ کے سماع میں شبہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلاصہ تذہیب الکمال میں تقریب کی یہ عبارت کہ "اس نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔" ذکر نہیں کی۔ خلاصہ والے تقریب سے لیتے ہیں۔ پس جب علقمہ کا سماع ثابت ہوگیا اور ظن غالب ہے کہ عبدالجبار نے یہ حدیث علقمہ سے لی ہے۔ پس حدیث متصل ہوگئی اور حنفیہ کے نزدیک تو تابعی کی حدیث ویسے ہی متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اپنے استاد کا نام لے یا نہ لے تو ان کو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔

(۷) عن علی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال ولا الضالین قال آمین (ابن ماجه' باب الجهر بآمین' ص: ۶۲)

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے۔

اس حدیث میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ "جمہور اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں مقام اس کا صدق ہے۔"

مجمع الزوائد میں جمہور کے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں بتائی۔ تقریب التہذیب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ صدوق سیئی الحفظ جدا۔ یعنی سچا ہے۔ حافظہ بہت خراب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے۔ ویسے سچا ہے' جھوٹ نہیں بولتا۔ پس یہ حدیث بھی کسی قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں کے ساتھ مل کر نہایت قوی ہوگئی۔

تحفۃ الاحوذی' جلد: اول / ص: ۲۰۸ میں ہے:

واما حدیث علی رضی الله عنه فاخرجه الحاکم بلفظ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول امین اذا قرا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین واخرج ایضا عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم اذا قرا ولا الضالین رفع صوته بامین کذا فی اعلام الموقعین ﴾

(ترجمہ) مستدرک حاکم میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمین کہتے سنا جب کہ آپ نے ﴿ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ﴾ پڑھا۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ اعلام الموقعین میں اسی طرح ہے۔

(۸) تحفۃ الاحوذی کے اسی صفحہ میں ہے۔

ولابی هریرة حدیث اخر فی الجهر بالتامین رواه النسائی عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی هریرة فقرا بسم الله الرحمٰن الرحیم

ثم قرا بام القران حتی بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین فقال الناس امین الحدیث و فی اخره قال والذی نفس محمد بیده انی لا شبهکم صلٰوة برسول الله صلی الله علیه وسلم و اسناده صحیح

(ترجمہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جو نسائی میں ہے۔ نعیم مجمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلے بسم اللہ پڑھی' پھر فاتحہ پڑھی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے' تو آمین کہی۔ پس لوگوں نے بھی آمین کہی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ بے شک میں نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۹) نصب الرایہ زیلعی جلد: اول / ص: ۱۷۳ میں ہے:

ورواه ابن حبان فی صحیحه فی النوع الرابع من القسم الخامس ولفظه کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فرغ من قراه ام القران رفع بها صوته و قال امین

(ترجمہ) ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ (زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی)

(۱۰) ابن ماجہ باب الجہر بآمین ص ۶۳ میں ہے:

عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم ما حسد تکم الیهود ماحسد تکم علی السلام و التامین

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود جتنا سلام اور آمین سے حسد کرتے ہیں' اتنا کسی اور شے پر حسد نہیں کرتے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں جب بہت سی آوازیں مل جاتیں تو اس میں اسلامی نمائش پائی جاتی۔ اس لئے یہود کو حسد آتا۔ ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی ہی نہیں۔ کیونکہ جب سنا ہی کچھ نہیں تو حسد کس بات پر۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ جیسے منذری رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنی صحیح میں لائے ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی سنن میں اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

﴿ تلک عشرہ کاملة ﴾:۔ یہ دس احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ اور روایتیں بھی ہیں۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ۱۷ ذکر کی ہیں۔ اور آثار تو بے شمار ہیں۔ دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر تو عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی میں گذر چکا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی لوگ آمین کہتے تھے۔ چنانچہ نمبر۸ کی حدیث گذر چکی ہے۔ بلکہ حنفیہ کے طریق پر اجماع ثابت ہے۔ حنیفہ کا مذہب ہے کہ:۔ ''کنویں میں گر کر کوئی مرجائے۔ تو سارا کنواں صاف کر دینا چاہئے۔ دلیل اس کی کنویں زمزم میں ایک حبشی گر کر مرگیا۔ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کنویں کا سارا پانی نکلوا دیا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔''

پس یہ اجماع ہو گیا۔ ٹھیک اسی طرح آمین کا مسئلہ ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد مکہ میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آمین کہی اور ان کے ساتھ لوگوں نے بھی کہی۔ یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ پس یہ بھی اجماع ہو گیا۔ پھر حنفیہ کے پاس آہستہ آمین کے بارے میں ایک حدیث بھی نہیں۔ صرف شعبہ کی روایت ہے۔ جس کا ضعف اوپر بیان ہو چکا ہے اور ہدایہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔

سبحانک اللھم' اعوذ' بسم اللہ' امین ﴾ مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ ملاحظہ ہو درایہ تخریج ہدایہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ' ص: ۱۷ اور نصب الرایہ تخریج ہدایہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ' جلد: ۱/ ص: ۳۲۵۔ اور فتح القدیر شرح ہدایہ' جلد: ۱/ ص: ۲۰۴' ص: ۲۰۷ وغیرہ۔

ہاں ابراہیم نخعی تابعی کا یہ قول ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ مگر مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ایک تابعی

کے قول کی کیا وقعت ہے۔ خاص کر جب خود اس سے اس کے خلاف روایت موجود ہے۔ چنانچہ اوپر گذر چکا ہے کہ وہ آیت کریمہ ولا تجهر بصلوٰتک میں صلوٰۃ کے معنی دعا کرتے ہیں۔ اس بنا پر آمین ان کے نزدیک درمیانی آواز سے کہنی چاہئے۔ نہ بہت چلا کر نہ بالکل آہستہ اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔

حنفیہ کے بقیہ دلائل:۔ بعض حنفیہ نے اس مسئلہ میں کچھ اور آثار بھی پیش کئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ذکر کر دیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

از امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کردہ اند کہ اخفاء کند امام چہار چیز را' تعوذ' بسم اللہ' آمین' سبحانک اللهم و بحمدک. واز ابن مسعود رضی اللہ عنہ نیز مثل ایں آمدہ۔ وسیوطی رحمۃ اللہ علیہ در جمع الجوامع از ابی وائل روایت آوردہ کہ گفت بودند عمرؓ و علیؓ کہ جہر نمی کردند بسم اللہ الخ و نہ تعوذ و نہ آمین۔ (ابن جریر طحاوی)

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیز آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ' بسم اللہ' آمین' سبحانک اللهم۔ اور اسی کی مثل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے۔ اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جمع الجوامع میں ابی وائل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت لائے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ' اعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ ابن جریر اور طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے۔

اور ابن ماجہ طبع ہند کے ص ۶۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

وروی عن عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعة اشیاء التعوذ والبسملة و أمین وسبحانک اللهم. و عن ابن مسعود مثله. وروی السیوطی فی جمع الجوامع عن ابی وائل قال کان عمر و علی رضی الله عنهم لا یجهران بالبسلمة و لا بالتعوذ و لا بآمین رواه ابن جریر و الطحاوی و ابن شاهین

اس عربی عبارت کا ترجمہ بعینہٖ شرح سفر السعادت کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ حنفیہ کی ساری پونجی یہی ہے۔ جو ان دونوں عبارتوں میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں (عربی' فارسی) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا تو کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس نے اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل کہ وہ اعوذ' بسم اللہ' آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ اس کے متعلق کہا ہے کہ ابن جریر' طحاوی اور ابن شاہین نے اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی اسناد میں سعید بن مرزبان بقال ہے۔ جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام فلاس نے اسے ترک کر دیا ہے اور ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔ اور بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ اور ابان بن حیلہ کوفی کے ترجمہ میں میزان الاعتدال میں ابن القطان نے نقل کیا ہے بخاری کہتے ہیں جس کے حق میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں۔ پس یہ روایت بالکل ردی ہو گئی۔ علاوہ اس کے ان کتابوں کے متعلق جن کی یہ روایت ہے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں: "کہ ان کی روایتیں بغیر جانچ پڑتال کے نہیں لینی چاہئیں۔ کیونکہ یہ احتیاط نہیں کرتے۔ جھوٹی سچی' صحیح ضعیف سب انہوں نے خلط ملط کر دی ہیں۔"

پس حنفیہ کا بغیر تصحیح کے ان کی روایتیں پیش کرنا دوہری غلطی ہے۔ خاص کر جب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر کی روایت آ گئی ہے جو نمبر ۷ میں گذر چکی ہے اور بسم اللہ بھی جہراً ان سے ثابت ہے۔ چنانچہ سبل السلام اور دار قطنی میں مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو مسک الختام شرح بلوغ المرام ص: ۲۳۰)

علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو ادھر حکم پیغمبر ہو ادھر گردن جھکائی ہو

مزید ثبوت اور علمائے احناف کی شہادت :۔ بعض اختلافی مسائل میں جانبین کے پاس دلائل کا کچھ نہ کچھ سہارا ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو دوسرے پلڑے میں کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ہے اس کا اندازہ قارئین کرام کو ہو چکا ہوگا۔ اب اس کی مزید وضاحت علمائے احناف کے فیصلوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ : احناف کے جد امجد ہیں۔ حنفی مذہب کی مشہور کتاب شامی (رد المختار) کی جلد : ۴/ ص : ۳۸۸ میں لکھا ہے۔ کمال ابن الھمام بلغ رتبه الجتهاد یعنی امام ابن الہمام مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے۔ وہ اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

و لوکان الی فی ھذا شیئی لوفقت بان روایة الخفض یرادبھا عدم القرع العنیف و روایة الجھر بمعنی قولھا فی زیرالصوت و ذیله (فتح القدیر' ج:۱/ ص:۱۱۷)

(ترجمہ) اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا تو میں یوں موافقت کرتا کہ آہستہ کہنے کی حدیث سے یہ مراد ہے کہ چلا کے نہ کہے اور جہر کی حدیث سے درمیانی آواز ہے۔

امام ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ : یہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ اپنے استاد کے فیصلہ پر صاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب "حلیہ" میں لکھتے ہیں:۔

ورجع مشایخنا بما لا یعری عن شیئی لمتامله فلا جرم ان قال شیخنا ابن الھمام و لو کان الی شیئی الخ (تعلیق الممجد علی موطا الامام المحمد' ص:۱۰۹)

(ترجمہ) ہمارے مشائخ نے جن دلائل سے اپنے مذہب کو ترجیح دی ہے وہ تامل سے خالی نہیں اس لیے ہمارے شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اگر فیصلہ میرے سپرد ہوتا---- الخ۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ : جن کی فارسی عبارت شرح سفر السعادت کے حوالہ سے ابھی گذری ہے۔ یہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حنفی مذہب کے ترک کا ارادہ کیا۔ لیکن علماء مکہ نے مشورہ دیا کہ جلدی نہ کرو۔ حنفی مذہب کے دلائل پر غور کرو۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے "فتح سرالمنان" لکھی۔ اس میں حنفی مذہب کے دلائل جمع کئے۔ مسئلہ آمین کے متعلق یہی عبارت لکھی جو امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اور امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ والا ہی فیصلہ کیا۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ : حنفی مذہب کے مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ والانصاف ان الجھر قوی من حیث الدلیل (التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد' ص:۱۰۵)

(ترجمہ) یعنی انصاف یہ ہے کہ دلیل کی رو سے آمین بالجہر قوی ہے۔

مولانا سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ : یہ بھی حنفی مذہب کے مشہور بزرگ ہیں۔ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

احادیث الجھر بالتامین اکثر واصح (ترجمہ) یعنی بلند آواز سے آمین کہنے کی احادیث اکثر ہیں اور زیادہ صحیح ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی "ارکان الاسلام" میں یہی لکھتے ہیں کہ "آمین آہستہ کہنے کی بابت کچھ ثابت نہیں ہوا۔" اور دیگر علماء بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب آہستہ کہنے کا کوئی ثبوت ہی نہیں' تو بہت بھرمار سے فائدہ ہی کیا۔ تسلی و اطمینان کے لئے جو کچھ لکھا گیا۔ خدا اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ضد و تعصب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(مقالہ آمین و رفع یدین حضرت حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نور اللہ قبرہ و برد مضجعہ' آمین) آج کل کے شارحین بخاری جن کا تعلق دیوبند سے ہے۔ ایسے اختلافی امور پر جو بے تکی رائے زنی فرما رہے ہیں وہ سخت حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے باب میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کا فعل نقل فرمایا کہ وہ اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد

گونج اٹھتی تھی۔ اس پر یہ شارحین فرما رہے ہیں۔

"غالباً یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ فجر میں عبدالملک پر قنوت پڑھتے تھے۔ عبدالملک بھی ابن زبیرؓ پر قنوت پڑھتا تھا اور جس طرح کے حالات اس زمانہ میں تھے اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی عموماً ہو جایا کرتی ہے۔" (تفہیم البخاری' پ: ۳/ ص: ۱۳۵)

اس بے تکی رائے زنی پر اہل انصاف خود نظر ڈال سکیں گے کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ اول تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا آمین بالجہر کہنا خاص نماز فجر میں کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق مغرب یا عشاء سے بھی ہو۔ پھر الحمد شریف کے خاتمہ پر آمین بالجہر کا عبدالملک پر قنوت پڑھنے سے کیا تعلق' قنوت کا محل دوسرا ہے پھر مبالغہ اور بے احتیاطی کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی طرف منسوب کرنا ایک بڑی جرأت ہے اور بھی اسی قسم کی بے تکی باتیں کی جاتی ہیں۔ اللہ پاک ایسے علماء کرام کو نیک ہدایت دے کہ وہ امر حق کو تسلیم کرنے کے لئے دل کھول کر تیار ہوں اور بے جا تاویلات سے کام لے کر آج کے تعلیم یافتہ روشن خیال لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اللھم وفقنا لما تحب و ترضی آمین

١١٤- بَابُ إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

باب جب صف تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے رکوع کرلیا (تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟)

٧٨٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ عَنِ الأَعْلَمِ - وَهُوَ زِيَادٌ - عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ : أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((زَادَكَ اللهُ حِرْصًا، وَلاَ تَعُدْ)).

(۷۸۳) ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے زیاد بن حسان اعلم سے بیان کیا' انہوں نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے' انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف (نماز پڑھنے کے لیے) گئے۔ آپ اس وقت رکوع میں تھے۔ اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رکوع کرلیا' پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تمہارا شوق اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

تشریح طبرانی کی روایت میں یوں ہے کہ ابو بکرہ اس وقت مسجد میں پہنچے کہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی' یہ دوڑے۔ اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگے' انہوں نے مارے جلدی کے صف میں شریک ہونے سے پہلے ہی رکوع کر دیا۔ نماز کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

بعض اہل علم نے اس سے رکوع میں آنے والوں کے لئے رکعت کے ہو جانے پر دلیل پکڑی ہے۔ عون المعبود شرح ابوداؤد' ص: ۳۳۲ میں ہے قال الشوکانی فی النیل لیس فیه مایدل علی ماذھبو الیه لانه کمالم یامرہ بالاعادۃ لم ینقل ایضا انه اعتدبھا والدعاء له بالحرص لا یستلزم الاعتداد بھا لان الکون مع الامام مامور به سواء کان الشئی الذی یدرکه المو تم معتدا به ام لا کما فی الحدیث اذا جئتم الی الصلٰوۃ و نحن سجود فاسجدو او لا تعدوھا شیئا علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قد نھی ابابکرۃ عن العود الی مثل ذالک والاحتجاج بشئی قد نھی عنه لا یصح و قد اجاب ابن حزم فی المحلٰی عن حدیث ابی بکرۃ فقال انه لا حجة لھم فیه لانه لیس فیه اجتزاء بتلک الرکعة الخ ﴾

خلاصہ یہ کہ بقول علامہ شوکانی اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے اسے اس رکعت کے لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تو ساتھ ہی منقول یہ بھی نہیں کہ اس رکعت کو کافی سمجھا۔ آپ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو اس

کی حرص پر دعائے خیر ضرور دی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس رکعت کو بھی کافی سمجھا اور جب آنحضرت ﷺ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو اس فعل سے مطلقاً منع فرما دیا تو ایسی ممنوعہ چیز سے استدلال پکڑنا صحیح نہیں۔ علامہ ابن حزم نے بھی محلی میں ایسا ہی لکھا ہے۔

حضرت صاحب عون المعبود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فهذا محمد بن اسماعيل البخارى احد المجتهدين وواحد من اركان الدين قد ذهب الى ان مدركا للركوع لا يكون مدركا للركعة حتى يقرا فاتحة الكتاب فمن دخل مع الامام فى الركوع فله ان يقضى تلك الركعة بعد سلام الامام بل حكى البخارى هذا المذهب عن كل من ذهب الى وجوب القراة خلف الامام الخ (عون المعبود' ص: ۳۳۴)

یعنی حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ جو مجتہدین میں سے ایک زبردست مجتہد بلکہ ملت اسلام کے اہم ترین رکن ہیں' انہوں نے رکوع پانے والے کی رکعت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص کو امام کے سلام کے بعد یہ رکعت پڑھنی چاہئے۔ بلکہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ہر اس شخص کا مذہب نقل فرمایا ہے جس کے نزدیک امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور ہمارے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (حوالہ مذکور)

اس تفصیل کے بعد یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جو حضرات بلا تعصب محض اپنی تحقیق کی بنا پر رکوع کی رکعت کے قائل ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کو بھی چاہئے کہ رکوع کی رکعت نہ ماننے والوں کے خلاف زبان کو تعریض سے روکیں اور ایسے مختلف فیہ فروعی مسائل میں وسعت سے کام لے کر اتفاق باہمی کو ضرب نہ لگائیں کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ یہی طرز عمل رہا ہے۔ ایسے امور میں قائلین و منکرین میں سے حدیث الاعمال بالنیات کے تحت ہر شخص اپنی نیت کے مطابق بدلہ پائے گا۔ اسی لیے المجتهد قديخطى و يصيب کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب دلائل کی رو سے صحیح یہی ہے کہ رکوع میں ملنے سے اس رکعت کا لوٹانا ضروری ہے۔

١١٥- بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوعِ

باب رکوع کرنے کے وقت بھی تکبیر کہنا۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَفِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی اس باب میں روایت کی ہے۔

٧٨٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ٢. عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: (صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ ﷺ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ: ذَكَّرَنَا هَذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ).

[طرفاه في: ٧٨٦، ٨٢٦].

(۷۸۴) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے سعید بن ایاس حریری سے بیان کیا' انہوں نے ابو العلاء یزید بن عبداللہ سے' انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے' انہوں نے عمران بن حصین سے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ ہمیں انہوں نے وہ نماز یاد دلا دی جو ہم نبی ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سر اٹھاتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکبیر کہتے۔

٧٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي

(۷۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے خبر دی' انہوں نے ابو سلمہ بن

سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : (أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفِضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ: إِنِّي لأَشْبَهُكُمْ صَلاَةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ).

[أطرافه في : ٧٨٩، ٧٩٥، ٨٠٣].

عبدالرحمٰن سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی وہ جھکتے اور جب بھی وہ اٹھتے تکبیر ضرور کہتے۔ پھر جب فارغ ہوتے تو فرماتے کہ میں نماز پڑھنے میں تم سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز سے مشابہت رکھنے والا ہوں۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو رکوع اور سجدہ وغیرہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہیں کہتے۔ بعض شاہان بنی امیہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ باب کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے' کہ تکبیر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا۔ مگر بہتر ترجمہ وہی ہے جو اوپر ہوا۔

١١٦- بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ

باب سجدے کے وقت بھی پورے طور پر تکبیر کہنا۔

٧٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: (صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ. فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ : قَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ- أَوْ قَالَ - لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ).

[راجع: ٧٨٤]

(٧٨٦) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے غیلان بن جریر سے بیان کیا' انہوں نے مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے' انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو وہ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ اسی طرح جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دو رکعات کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز یاد دلادی' یا یہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو آنحضرت ﷺ کی نماز کی طرح آج نماز پڑھائی۔

٧٨٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ : (رَأَيْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ. فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَوَ لَيْسَ تِلْكَ صَلاَةَ النَّبِيِّ ﷺ لاَ أُمَّ

(٧٨٧) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے ابو بشر حفص بن ابی وحشیہ سے خبر دی' انہوں نے عکرمہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام ابراہیم میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا کہ ہر جھکنے اور اٹھنے پر وہ تکبیر کہتا تھا۔ اسی طرح کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت بھی۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا' ارے تیری ماں مرے! کیا یہ

لَكَ؟. [طرفه في : ۷۸۸].

رسول اللہ ﷺ کی سی نماز نہیں ہے۔

تشریح یعنی یہ نماز تو آنحضرت ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہے اور تو اس پر تعجب کرتا ہے۔ لا ام لک عرب لوگ زجر و توبیخ کے وقت بولتے ہیں۔ جیسے ثکلتک امک یعنی تیری ماں تجھ پر روئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ پر خفا ہوئے کہ تو اب تک نماز کا پورا طریقہ نہیں جانتا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فاضل پر انکار کرتا ہے۔

۱۱۷- بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ

باب جب سجدہ کر کے کھڑا ہو تو تکبیر کہے۔

۷۸۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرَةً، فَقُلْتُ لابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ أَحْمَقُ، فَقَالَ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ. وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

[راجع: ۷۸۷]

(۷۸۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا' وہ عکرمہ سے' کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے (ظہر کی) نماز پڑھی۔ انہوں نے (تمام نماز میں) بائیس تکبیریں کہیں۔ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ بوڑھا بالکل بے عقل معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہاری ماں تمہیں روئے یہ تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔ اور موسیٰ بن اسماعیل نے یوں بھی بیان کیا' کہ ہم سے ابان نے بیان کیا' کہ کہا ہم سے قتادہ نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی۔

۷۸۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ

(۷۸۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل بن خالد کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سے' انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تب بھی تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور کھڑے ہی کھڑے ربنا لک الحمد کہتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے (سجدہ کے لیے) جھکتے' پھر جب سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب (دوسرے) سجدہ کے لئے جھکتے تب تکبیر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اسی طرح آپ تمام نماز پوری کر لیتے تھے۔ قعدہ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی تکبیر کہتے تھے۔ (اس حدیث میں) عبداللہ بن صالح نے لیث کے واسطے سے (بجائے ربنا لک الحمد کے ربنا ولک الحمد) نقل کیا ہے۔ (ربنا لک

الْجُلُوسِ وَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَ لَكَ الْحَمْدُ. [راجع: ۷۸۵]

الحمد کہے یا ربنا ولک الحمد واؤ کے ساتھ ہر دو طریقہ سے درست ہے)

تشریح: چار رکعت نماز میں کل بائیس تکبیریں ہوتی ہیں ہر رکعت میں پانچ تکبیریں' ایک تکبیر تحریمہ دوسری پہلے تشہد کے بعد اٹھتے وقت سب بائیس ہوئیں۔ اور تین رکعت نماز میں سترہ اور دو رکعت میں گیارہ ہوتی ہیں اور پانچوں نمازوں میں چورانوے تکبیریں ہوتی ہیں۔ موسیٰ بن اسماعیل کی سند کے بیان سے حضرت امام کی غرض یہ ہے کہ قتادہ سے دو شخصوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ ہمام اور ابان نے اور ہمام کی روایت اصول میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر ہے اور ابان کی روایت متابعات میں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قتادہ کا سماع عکرمہ سے معلوم ہو جائے۔

۱۱۸- بَابُ وَضْعِ الأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوعِ

باب اس بارے میں کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: أَمْكَنَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابو حمید نے اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جمائے۔

۷۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: (صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ، فَنَهَانِي أَبِي وَقَالَ: كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِينَا عَنْهُ وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ).

(۷۹۰) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو یعفور اکبر سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مصعب بن سعد سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ اس پر میرے باپ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا کہ ہم بھی پہلے اسی طرح کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس سے روک دیئے گئے اور حکم ہوا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں رکھنا منقول ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر اشارہ فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

۱۱۹- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ

باب اگر رکوع اچھی طرح اطمینان سے نہ کرے تو نماز نہ ہو گی۔

۷۹۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلاً لاَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ: مَا صَلَّيْتَ، وَلَوْ مُتَّ مُتَّ على غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ

(۷۹۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطہ سے' کہا میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے نہ سجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر تم مرگئے تو تمہاری موت اس

اللهُ مُحَمَّدًا ﷺ. [راجع: ٣٨٩]

سنت پر نہیں ہو گی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا۔

یعنی تیرا خاتمہ معاذ اللہ کفر پر ہو گا۔ جو لوگ سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس طرح خرابی خاتمہ سے ڈرنا چاہئے۔ سبحان اللہ اہل حدیث کا جینا اور مرنا دونوں اچھا۔ مرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے سامنے کچھ شرمندگی نہیں۔ آپ کی حدیث پر چلتے رہے جب تک جئے خاتمہ بھی حدیث پر ہوا۔ (مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ)

١٢٠- بَابُ اسْتِوَاءِ الظُّهْرِ فِي الرُّكُوعِ وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ: رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَظَهْرَهُ.

باب رکوع میں پیٹھ کو برابر کرنا۔ (سر او نچا نیچا نہ رکھنا) ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رکوع کیا' پھر اپنی پیٹھ پوری طرح جھکا دی۔

١٢١- بَابُ حَدِّ إِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالاِعْتِدَالِ فِيْهِ، وَالاطْمَأْنِيْنَةِ

باب رکوع پوری طرح کرنے کی اور اس میں اعتدال و طمانیت کی (حد کیا ہے؟)

بعض نسخوں میں یہ باب الگ نہیں ہے۔ اور در حقیقت یہ اگلے ہی باب کا ایک جزء ہے اور ابو حمید رضی اللہ عنہ کی تعلیق اس کے اول جزء سے متعلق ہے اور براء کی حدیث پچھلے جزء سے۔ اب ابن منیر کا اعتراض رفع ہو گیا کہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے کذا قالہ الحافظ۔

٧٩٢- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: (كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ - مَا خَلاَ الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ - قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ).

[طرفاه في : ٨٠١، ٨٢٠].

(٧٩٢) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے خبر دی' انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع و سجود' دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' تو تقریباً سب برابر تھے۔ سوا قیام اور تشہد کے قعود کے۔

تشریح قیام سے مراد قرأت کا قیام ہے اور تشہد کا قعود' لیکن باقی چار چیزیں یعنی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے بیچ میں قعدہ اور رکوع کے بعد قومہ یہ سب قریب قریب برابر ہوتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ رکوع سے سر اٹھا کر اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا آپ بھول گئے ہیں۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ اس سے رکوع میں دیر تک ٹھہرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو باب کا ایک جزو یعنی اطمینان اس سے نکل آیا اور اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا وہ بھی اس روایت سے ثابت ہو چکا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں جن کو مسلم نے نکالا ہے اعتدال لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس سے تمام ارکان کا لمبا کرنا ثابت ہو گیا۔

١٢٢- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالإِعَادَةِ

باب نبی ﷺ کا اس شخص کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دینا جس نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا۔

٧٩٣- حَدَّثَنَا مسدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) ، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) (ثَلَاثًا) فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي. قَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)). [راجع: ٧٥٧]

(٧٩٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے والد سے بیان کیا' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد اس نے آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھ' کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آ کر پھر آپؐ کو سلام کیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ دوبارہ جا کر نماز پڑھ' کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اسلیے آپ مجھے سکھلایئے۔ آپ نے فرمایا جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو (پہلے) تکبیر کہہ پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ تجھ سے ہو سکے پڑھ' اسکے بعد رکوع کر اور پوری طرح رکوع میں چلا جا۔ پھر سر اٹھا اور پوری طرح کھڑا ہو جا۔ پھر جب تو سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ میں چلا جا۔ پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ جا۔ دوبارہ بھی اسی طرح سجدہ کر۔ یہی طریقہ نماز کی تمام (رکعتوں میں) اختیار کر۔

تشریح اسی حدیث کو بروایت رفاعہ بن رافع ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے کہ اس شخص نے رکوع اور سجدہ پورے طور پر ادا نہیں کیا تھا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم فرمایا۔ یہی ترجمہ باب ہے۔ ثابت ہوا کہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے ہر رکن کا ادا کرنا فرض ہے۔ اس روایت بخاری میں یہ ہے کہ آپ نے اسے فرمایا کہ پڑھ جو تجھے قرآن سے آسان ہو۔ مگر رفاعہ بن رافع کی روایت ابن ابی شیبہ میں صاف یوں مذکور ہے۔ ثم اقرا بام القران و ماشاء اللہ یعنی پہلے سورۂ فاتحہ پڑھ پھر جو آسان ہو قرآن کی تلاوت کر۔ اس تفصیل کے بعد اس روایت سے سورۂ فاتحہ کی عدم رکنیت پر دلیل پکڑنے والا یا تو تفصیلی روایات سے ناواقف ہے یا پھر تعصب کا شکار ہے۔

١٢٣- بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ

باب رکوع کی دعا کا بیان۔

٧٩٤- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

(٧٩٤) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے منصور بن معتمر سے بیان کیا' انہوں نے ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح سے' انہوں نے مسروق سے' انہوں نے عائشہ

قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ. ((سُبْحَانَكَ. اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ)).

[أطرافه في : ٨١٧، ٤٢٩٣، ٤٩٦٧، ٤٩٦٨].

رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم رکوع اور سجدہ میں سبحانک اللھم ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: رکوع اور سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اس حدیث کے پیش نظر کہ "رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے' اس لئے سجدہ میں دعا کیا کرو کہ سجدہ کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔" بعض ائمہ نے سجدہ کی حالت میں دعا جائز قرار دی ہے اور رکوع میں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں دعا کا ایک مخصوص ترین وقت حالت سجدہ کو بتایا گیا ہے۔ اس میں رکوع میں دعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع اور سجدہ دونوں حالتوں میں دعا کرتے تھے۔ ابن امیر الحاج نے تمام دعائیں جماعت تک میں اس شرط پر جائز قرار دی ہیں کہ مقتدیوں پر اس سے کوئی گراں باری نہ ہو۔ (تفہیم البخاری)

١٢٤- بَابُ مَا يَقُولُ الإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے پر کیا کہیں؟

٧٩٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ: ((اللهُ أَكْبَرُ)). [راجع: ٧٨٥]

(٧٩٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' انہوں نے سعید مقبری سے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس کے بعد اللھم ربنا ولک الحمد بھی کہتے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے اور سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت بھی آپ اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

تشریح: حدیث سے امام کا کہنا تو ثابت ہوا لیکن مقتدی کا یہ کہنا اس طرح ثابت ہو گا کہ مقتدی پر امام کی پیروی ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے۔ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو پیچھے والے بھی امام کے ساتھ ساتھ ربنا ولک الحمد الخ بھی کہیں۔

١٢٥- بَابُ فَضْلِ ((اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ))

باب اللھم ربنا ولک الحمد پڑھنے کی فضیلت۔

٧٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

(٧٩٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِهِ)).

[أطرافه في: ٣٢٢٨].

کہ ہمیں امام مالک نے سمی سے خبر دی' انہوں نے ابو صالح ذکوان کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللهم ربنا ولک الحمد کہو۔ کیونکہ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہو گا' اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

١٢٦- بَابٌ

باب

٧٩٧- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لأُقَرِّبَنَّ صَلاَةَ النَّبِيِّ ﷺ. فَكَانَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الأُخْرَى مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ، وَصَلاَةِ الْعِشَاءِ وَصَلاَةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. [أطرافه في : ٨٠٤، ١٠٠٦، ٢٩٣٢، ٣٣٨١، ٤٥٦٠، ٤٥٩٨، ٦٢٠٠، ٦٣٩٣، ٦٩٤٠].

(۷۹۷) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا انہوں نے ہشام دستوائی سے' انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے' انہوں نے ابو سلمہ سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ لو میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز کے قریب قریب کردوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر' عشاء اور صبح کی آخری رکعات میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد۔ یعنی مومنین کے حق میں دعا کرتے اور کفار پر لعنت بھیجتے۔

تشریح کچھ غداروں نے چند مسلمانوں کو دھوکا سے بئرمعونہ پر شہید کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس حادثہ سے سخت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک ماہ تک ان پر بددعا کی اور ان مسلمانوں کی رہائی کے لیے بھی دعا فرمائی جو کفار کے ہاں مقید تھے۔ یہاں اسی قنوت کا ذکر ہے۔ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو ہر نماز میں آخر رکعت میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔

٧٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: (كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ). [طرفه في : ١٠٠٤].

(۷۹۸) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' انہوں نے خالد حذاء سے بیان کیا' انہوں نے ابو قلابہ (عبداللہ بن زید) سے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ دعاء قنوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔

٧٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

(۷۹۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا امام مالک رحمہ اللہ

مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ))، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟)) قَالَ: أَنَا. قَالَ: ((رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ)).

سے' انہوں نے نعیم بن عبداللہ مجمر سے' انہوں نے علی بن یحییٰ بن خلاد زرقی سے' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے رفاعہ بن رافع زرقی سے' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا "ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه" آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے ہیں' اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کے لکھنے میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ (اس سے ان کلمات کی فضیلت ثابت ہوئی)

١٢٧- بَابُ الاطْمَأْنِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ : رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ.

اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (رکوع سے) سر اٹھایا تو سیدھے اس طرح کھڑے ہو گئے کہ پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

٨٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ : (كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يُصَلِّي، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ نَسِيَ). [طرفه في : ٨٢١].

(٨٠٠) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے ثابت بنانی سے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلاتے تھے۔ چنانچہ آپ نماز پڑھتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ ہم سوچنے لگتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔

قسطلانی نے کہا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا ایک لمبا رکن ہے۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کا قول فاسد اور ناقابل توجہ ہے۔

٨٠١- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : (كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ).

(٨٠١) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا' انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے' انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع' سجدہ' رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان کا بیٹھنا تقریباً برابر برابر ہوتا تھا۔

[راجع: ۷۹۲]

مراد یہ کہ آپ کی نماز معتدل ہوا کرتی تھی۔ اگر قرأت میں طول کرتے تو اسی نسبت سے اور ارکان کو بھی طویل کرتے تھے۔ اگر قرأت میں تخفیف کرتے تو اور ارکان کو بھی ہلکا کرتے۔

۸۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ : كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ، وَذَالِكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ: فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنَيَّةً. قَالَ: أَبُو قِلَابَةَ: فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِي يَزِيْدٍ، وَكَانَ أَبُو يَزِيْدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

(۸۰۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے ابوقلابہ سے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمیں (نماز پڑھ کر) دکھلاتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ آپ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر جب رکوع کیا اور پوری طمانیت کے ساتھ۔ سر اٹھایا تب بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ ابوقلابہ نے بیان کیا کہ مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس شیخ ابویزید کی طرح نماز پڑھائی۔ ابو یزید جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو پہلے اچھی طرح بیٹھ لیتے پھر کھڑے ہوتے۔

۱۲۸- بَابُ يَهْوِي بِالتَّكْبِيرِ حِيْنَ يَسْجُدُ

باب سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے۔

وَقَالَ نَافِعٌ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما (سجدہ کرتے وقت) پہلے ہاتھ زمین پر ٹیکتے' پھر گھٹنے ٹیکتے۔

اس تعلیق کو ابن خزیمہ اور طحاوی نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ لیکن باقی تینوں اماموں نے یہ کہا ہے کہ پہلے گھٹنے ٹیکے پھر ہاتھ زمین پر رکھے۔ نووی نے کہا دلیل کی رو سے دونوں مذہب برابر ہیں اور اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے' چاہے گھٹنے پہلے رکھے چاہے ہاتھ۔ اور ابن قیم نے وائل بن حجر کی حدیث کو ترجیح دی ہے' جس میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے پھر ہاتھ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

درست یہ ہے کہ حدیث ابوہریرہ راجح اور اصح ہے جو مسلم میں موجود ہے اور اس میں ہاتھ پہلے اور گھٹنے بعد میں ٹیکنے کا مسئلہ بیان ہے۔

۸۰۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ (أَنَّ

(۸۰۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبردی' انہوں نے زہری سے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبردی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے

أَبَاهُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ اللهُ أَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الاثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. [راجع: ٧٨٥]

تھے۔ خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے' رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور اس کے بعد ربنا ولک الحمد سجدہ سے پہلے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ دو رکعات کے بعد قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد جب کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے۔ اور آپ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہونے تک۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ اور آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔

٨٠٤- قَالَا: وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ ﷺ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ- حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ - يَدْعُو لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنِ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوسُفَ)). وَأَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُونَ لَهُ. [راجع: ٧٩٧]

(۸۰۴) ابوبکر اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ' ربنا ولک الحمد کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ یا اللہ! ولید بن ولید' سلمہ بن ہشام' عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دنوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعا یا بد دعا کسی مستحق حقیقی کا نام لے کر بھی کی جا سکتی ہے۔

٨٠٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:

(۸۰۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَقَطَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ - فَجُحِشَ شِقُّهُ الأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: صَلَّيْنَا قُعُودًا، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا)). كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: لَقَدْ حَفِظَ. كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ، حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الأَيْمَنِ. فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ: فَجُحِشَ سَاقُهُ الأَيْمَنُ. [راجع: ٣٧٨]

سفیان بن عیینہ نے بار بار زہری سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے عن فرس کے) من فرس کہا۔ اس گرنے سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ تو ہم آپ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ (سفیان نے اپنے شاگرد علی بن مدینی سے پوچھا کہ) کیا معمر نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی۔ (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمر کو حدیث یاد تھی۔ زہری نے یوں کہا ولک الحمد۔ سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کہا آپ کا دایاں بازو چھل گیا تھا۔ جب ہم زہری کے پاس سے نکلے ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس موجود تھا تو انہوں نے یوں کہا کہ آپ کی داہنی پنڈلی چھل گئی۔

تشریح: زہری نے کبھی تو پہلو کہا، کبھی پنڈلی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے سفیان نے کہا جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے اس حدیث کو بیان کیا۔ میں ان کے پاس تھا ابن جریج نے پہلو کے بدلے پنڈلی کہا۔ حافظ نے اس ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب امام، تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ظاہر ہے کہ مقتدی امام کے بعد سجدہ میں جاتا ہے تو اس کی تکبیر بھی امام کے بعد ہی ہو گی اور جب دونوں فعل اس کے امام کے بعد ہوئے تو تکبیر اسی وقت پر آن کر پڑے گی جب مقتدی سجدہ کے لیے جھکے گا اور یہی ترجمہ باب ہے۔

١٢٩- بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ

باب سجدہ کی فضیلت کا بیان۔

٨٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ

(٨٠٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب اور عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ لوگوں نے

أَبَاهُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَومَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ : ((هَلْ تُمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ؟)) قَالُوا: لاَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ ((فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ؟)) قَالُوا: لاَ. قَالَ ((فَإِنَّكُمْ تَرَونَهُ كَذَلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَومَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هَذِهِ الأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ : هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ. فَيَأْتِيهِمُ اللهُ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُم، فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلاَ يَتَكَلَّمُ يَومَئِذٍ أَحَدٌ إِلاَّ الرُّسُلُ، وَكَلاَمُ الرُّسُلِ يَومَئِذٍ: اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ. وَفِي جَهَنَّمَ كَلاَلِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟)) قَالُوا : نَعَمْ. قَالَ: ((مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لاَ يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلاَّ اللهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ : فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَن يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو. حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللهُ الْمَلاَئِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ

پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے (جواب کے لیے) پوچھا' کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے؟ لوگ بولے ہرگز نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا اور کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا کہ رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن جمع کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوجتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ بہت سے لوگ سورج کے پیچھے ہو لیں گے' بہت سے چاند کے اور بہت سے بتوں کے ساتھ ہولیں گے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی۔ اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک نئی صورت میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کہیں گے کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے بیچوں بیچ رکھا جائے گا اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گذرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوا انبیاء کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہ کہیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں! (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بہت سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں

يَعْبُدُ اللهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ، وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ. فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنُ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلاَّ أَثَرَ السُّجُودِ، فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيْلِ السَّيْلِ. ثُمَّ يَفْرُغُ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ - وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولاً الْجَنَّةَ - مُقْبِلاً بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، فَقَدْ قَشَبَنِي رِيْحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا. فَيَقُولُ : هَلْ عَسَيتَ إِنْ فُعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ : لاَ وَعِزَّتِكَ. فَيُعْطِي اللهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا، سَكَتَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ. فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لاَ تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ، لاَ أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ. فَيَقُولُ : فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذَلِكَ أَنْ لاَ تَسْأَلَ غَيْرَهُ، فَيَقُولُ: لاَ، وَعِزَّتِكَ لاَ أَسْأَلُ غَيْرَ ذَلِكَ. فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ، فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ

گے۔ پھر ان کی نجات ہو گی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہو گی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے۔ جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہو گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ اس لئے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی بدبو مجھ کو مارے ڈالتی ہے اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اگر تیری یہ تمنا پوری کر دوں تو تو دوبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا نہیں تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بد نصیب نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا سوال کوئی تجھ سے نہیں کروں گا۔

النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى : وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، مَا أَغْدَرَكَ! أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لاَ تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيْتَ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ لاَ تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ. فَيَضْحَكُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ ، ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ لَهُ : تَمَنَّ، فَيَتَمَنَّى. حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللهُ: زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا - أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ - حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الأَمَانِيُّ قَالَ اللهُ: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)). قَالَ أَبُو سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ)). قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: لَمْ أَحْفَظْ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلاَّ قَوْلَهُ: ((لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ)). قَالَ أَبُو سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ ؛ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((ذَلِكَ لَكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ)).

[طرفاه في : ٦٥٧٣، ٧٤٣٧].

چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد و پیان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی' تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دغاباز کیوں بن گیا؟ کیا (ابھی) تو نے عہد و پیان نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دے دیا گیا' اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بندہ کہے گا اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بد نصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک ہنس دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا فرما دے گا اور پھر فرمائے گا مانگ کیا ہے تیری تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور مانگو' فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب وہ تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اور اس سے دس گنا اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی بات صرف مجھے یاد ہے کہ تمہیں یہ تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ لیکن حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ یہ اور اس کی دس گنا تمنائیں تجھ کو دی گئیں۔

تشریح امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ سجدے کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اس طویل حدیث کو لائے ہیں۔ اس میں ایک جگہ مذکور ہے کہ اللہ پاک نے دوزخ پر حرام کیا ہے کہ وہ اس پیشانی کو جلائے جس پر سجدے کے نشانات ہیں۔ ان ہی نشانات کی بنا پر بہت سے گنہگاروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دوزخ سے نکالا جائے گا باب اور حدیث میں یہی مطابقت ہے۔ باقی حدیث میں اور بھی بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کا دیدار برحق ہے جو اس طرح حاصل ہو گا جیسے چودھویں رات کے چاند کا دیدار عام ہوتا ہے۔ نیز اس حدیث میں اللہ پاک کا آنا اور اپنی صورت پر جلوہ افروز ہونا اور اہل ایمان کے ساتھ شفقت کے ساتھ کلام کرنا۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث صحیحہ جن میں اللہ پاک کی صفات مذکور ہیں۔ ان کی بنا پر اہل حدیث اس پر متفق ہیں کہ اللہ پاک ان جملہ صفات سے موصوف ہے۔ وہ حقیقتاً کلام کرتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے فرشتے اس کی آواز سنتے ہیں اور وہ اپنے عرش پر ہے۔ اس کی ذات کے لیے جہت فوق ثابت ہے۔ اس کا علم اور سمع و بصر ہر ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے جہاں

چاہے جس طرح چاہے آئے جائے۔ جس سے چاہے بات کرے اس کے لئے کوئی امر مانع نہیں۔

حدیث ہذا میں دوزخ کا بھی ذکر ہے۔ سعدان نامی گھاس کا ذکر ہے جس کے کانٹے بڑے سخت ہیں اور پھر دوزخ کا سعدان جس کی بڑائی اور ضرر رسانی خدا ہی جانتا ہے کہ کس حد تک ہو گی۔ نیز حدیث میں ماء الحیات کا ذکر ہے۔ جو جنت کا پانی ہو گا اور ان دوزخیوں پر ڈالا جائے گا جو دوزخ میں جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ اس پانی سے ان میں زندگی لوٹ آئے گی۔ آخر میں اللہ پاک کا ایک گنہگار سے مکالمہ مذکور ہے۔ جسے سن کر اللہ پاک ہنسے گا۔ اس کا یہ ہنسنا بھی برحق ہے۔

الغرض حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ حضرت الامام کی عادت مبارکہ ہے کہ ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ ایک مجتہد مطلق کی شان یہی ہونی چاہئے۔ پھر حیرت ہے ان حضرات پر جو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فاضل اسلام کو مجتہد مطلق تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کو بنظر انصاف اپنے خیال پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۳۰- بَابُ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ

باب سجدے میں دونوں بازو کھلے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھے۔

۸۰۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

[راجع: ۳۹۰]

(۸۰۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے بکر بن مضر نے عفر بن ربیعہ سے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے' انہوں نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے سجدے میں اپنے دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے بھی جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں کہا ہے کہ سجدے میں کہنیاں پہلو سے الگ رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا سنت ہے۔

۱۳۱- بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہئے۔ اس بات کو ابو حمید صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

۱۳۲- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ

باب جب سجدہ پوری طرح نہ کرے (تو کیسا گناہ ہے؟)

۸۰۸- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلاَ سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلاَتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ : مَا صَلَّيْتَ. قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ:

(۸۰۸) ہم سے صلت بن محمد بصری نے بیان کیا' کہا ہم سے مہدی بن میمون نے واصل سے بیان کیا' انہوں نے ابو وائل سے' انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے

وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.
[راجع: ٣٨٩]

کہ حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت محمد ﷺ کے طریق پر نہیں ہوگی۔

١٣٣- بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

باب سات ہڈیوں پر سجدے کرنا۔

٨٠٩- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ((أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلاَ يَكُفَّ شَعْرًا، وَلاَ ثَوْبًا: الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ)).
[أطرافه في: ٨١٠، ٨١٢، ٨١٥، ٨١٦].

(٨٠٩) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں طاؤس سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیٹتے نہ کپڑے کو (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی (معہ ناک) دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

٨١٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلاَ نَكُفَّ شَعْرًا وَلاَ ثَوْبًا)).
[راجع: ٨٠٩]

(٨١٠) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے' انہوں نے عمرو سے' انہوں نے طاؤس سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہمیں سات اعضاء پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ ہم نہ بال سمیٹیں نہ کپڑے۔

٨١١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، فَإِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الأَرْضِ.
[راجع: ٦٩٠]

(٨١١) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن یزید سے' انہوں نے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' وہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔

تشریح اصل میں پیشانی ہی زمین پر رکھنا سجدہ کرنا ہے اور ناک بھی پیشانی ہی میں داخل ہے۔ اس لئے ناک اور پیشانی ہر دو کا زمین سے لگانا واجب ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ موڑ کر رکھنا۔ یہ کل سات اعضاء ہوئے جن پر سجدہ ہوتا ہے۔

۱۳۴- بَابُ السُّجُودِ عَلَى الأَنْفِ

۸۱۲- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: عَلَى الْجَبْهَةِ - وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ - وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ. وَلاَ نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ)).

[راجع: ۸۰۹]

باب سجدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا۔

(۸۱۲) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے' انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔ اس طرح کہ ہم نہ کپڑے سمیٹیں نہ بال۔

۱۳۵- بَابُ السُّجُودِ عَلَى الأَنْفِ وَالسُّجُودِ فِي الطِّيْنِ

۸۱۳- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدرِيِّ فَقُلْتُ أَلاَ تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ؟ فَخَرَجَ. فَقَالَ: قُلْتُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ: اعْتَكَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشْرَ الأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ. فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ. قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيْتُهَا، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ

باب سجدہ کرتے ہوئے کیچڑ میں بھی ناک زمین پر لگانا۔

(۸۱۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی کہ فلاں نخلستان میں کیوں نہ چلیں' سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔ ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے راہ میں کہا کہ شب قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ لیکن جبریل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی۔ جبریل علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہو

كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ)). وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا، ((فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رسول الله ﷺ وَ أَرْنَبَتِهِ تَصْدِيقَ رُؤْيَاهُ)).

گئی۔ لیکن میں بھول گیا اور وہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے خود کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پتلا سا بادل کا ٹکڑا آیا۔ اور برسنے لگا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اور میں نے رسول کریم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہو گیا۔

[راجع: ٦٦٩]

کہ میں اس شب میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ آپ نے پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا۔ حمیدی نے اس حدیث سے دلیل لی کہ پیشانی اور ناک میں اگر مٹی لگ جائے تو نماز میں نہ پونچھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ سجدے میں ناک کو زمین پر رکھنا ضروری ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے زمین تر ہونے کے باوجود ناک زمین پر لگائی اور کیچڑ کی کچھ پرواہ نہ کی۔ (ﷺ)

مختصر فوائد ترجمہ وتشریح صحیح بخاری (اردو)

فدائیان اسلام وطالبان اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح ہوگا کہ امت مسلمہ کے لئے قرآن مجید کے بعد اسلام کی سب سے زیادہ معتمد ومستند کتاب صحیح بخاری شریف ہے جو کم وبیش بارہ سو سال سے داخل درس ہے اس کتاب میں سات ہزار سے بھی زائد صحیح ترین احادیث نبوی ﷺ جمع کی گئی ہیں جن کی صحت پر پوری ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے- اگرچہ اس کتاب کا اولین بہترین اردو ترجمہ جناب نواب مولانا وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی مرحوم نے مکمل کر دیا تھا' مگر اس کی زبان اتنی دقیق ہے کہ آج عوام اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے پھر زمانہ حال میں مذہبی' لسانی اور ملکی حالات میں بہت کچھ ردوبدل ہو چکے ہیں- ان کے علاوہ آج گروہ مقلدین کی طرف سے بخاری شریف کے بہت سے اردو ترجمے شائع ہو رہے ہیں- جن میں حضرت امام بخاریؒ اور ان کی جامع الصحیح کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش بڑے شدومد سے جاری ہے- لہٰذا سخت ضرورت تھی کہ اس پاکیزہ کتاب کو حالات حاضرہ کے تحت مسلک سلف صالحین کی روشنی میں اردو زبان کے بہترین قالب میں ڈھالا جائے- اور امام بخاریؒ اور ان کی جامع الصحیح پر جو حملے ہو رہے ہیں' ان کا سنجیدگی کے ساتھ دفاع کیا جائے- ان ضروریات کے تحت صحیح بخاری شریف مترجم اردو کی اشاعت کا اہم ترین کام عمل میں لایا جا رہا ہے- یوں تو اس ترجمہ کی خصوصیات گنتی وشمار سے باہر ہیں- مگر شائقین کرام کی آگاہی کے لئے چند خصوصیات درج ذیل ہیں:-

(۱) اصل کتاب کا عربی متن اس قدر صاف ستھرا صحیح اعراب کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی اردو عربی پڑھنے والا مسلمان بآسانی عربی متن پڑھ کر حدیث نبوی پڑھنے کا ثواب حاصل کر سکتا ہے-

(۲) عربی متن بخاری شریف کے بہت سے نسخوں سے مقابلہ کر کے درج کیا گیا ہے- جس جگہ نسخوں میں اختلاف نظر آیا صحیح اور جامع تر نسخہ کو درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے-

(۳) احادیث اور ابواب کے نمبر فضیلۃ الشیخ محمد فواد عبدالباقیؒ کے نسخے کے مطابق کر دیئے گئے ہیں-

(۴) حضرت امام بخاری نے کمال درجے کی مجتہدانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک حدیث سے کتنے ہی احکام ومسائل کو اخذ کیا ہے- ہم نے اس نسخے میں اہتمام کیا ہے کہ ہر ایسی حدیث کے آخر میں ان تمام احادیث کی نشان دہی کر دی جائے جو بتکرار بخاری شریف میں بیان ہوئی ہیں- اس طرح اس نسخے کی افادیت دوچند ہو جاتی ہے-

(۵) عربی متن کا ترجمہ بامحاورہ' نہایت آسان اور عام فہم اردو زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم سے کم اردو جاننے والے حضرات بھی پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں-

(۶) حسب موقع راویانِ حدیث وبعض صحابہ کرام کے جامع مختصر حالات زندگی بھی دیئے گئے ہیں تاکہ

حدیث کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ راویانِ حدیث کے حالات سے بھی واقفیت حاصل ہو۔

(۷) حدیث اور باب میں مطابقت پیدا کرنے اور تراجم بخاری کی زیادہ سے زیادہ وضاحت کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔

(۸) حسب ضرورت ترجمہ حدیث کے بعد تشریح میں بہت سے علمی فوائد متعلقہ کو جمع کیا گیا ہے تا کہ علمائے کرام کے حسب منشا فتح الباری ونیل الاوطار ومرعاۃ المفاتیح وتحفۃ الاحوذی وعون المعبود وحجۃ اللہ البالغہ اور الدین الخالص وقسطلانی وغیرہ وغیرہ مسلکی کتابوں کے بہترین علمی مختصر نوٹ اس ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے آسکیں۔

(۹) مذکورہ کتابوں کی جملہ منقولہ عبارات اصل کتابوں سے نقل کی گئی ہیں تا کہ اشتباہ کا کوئی بھی موقع نہ پیدا ہو سکے، اور شائقین جب چاہیں اصل کتابوں سے ملا کر تصدیق کر سکیں۔

(۱۰) مسلک محدثین کی تائید وتقویت کے لئے دیگر کتب احادیث سے بھی دلائل وشواہد متعلقہ کو نقل کر کے اہل نظر کے لئے ایک ایمان افروز مواد جمع کر دیا گیا ہے تا کہ مسائل خلافیہ میں ان کو بصیرت کامل حاصل ہو سکے۔

(۱۱) تائیدی اقتباسات کے لئے تعصب اور بخل سے بالا ہو کر دیگر مکاتب فکر کی کتابوں سے بھی استفادہ کی پوری کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان کے حوالے بھی دے دیئے گئے ہیں۔

(۱۲) مسلک محدثین سے اختلاف کرنے والے مکاتب فکر کے خیالات کو بھی سمجھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور حسب ضرورت ان پر بہترین انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) بلا امتیاز مسلک ائمہ مجتہدین وعلمائے اسلام کا ذکر جہاں بھی آیا ہے، سب کو ادب واحترام کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ کسر شان اور دل آزاری کا کوئی بھی لفظ قلم پر نہیں لایا گیا۔ ہاں! مسائل خلافیہ میں مسلک راجح کی وضاحت بغیر کسی خوف کے کی گئی ہے۔

(۱۴) تقلید جامد پر لطیف اشارے، بہترین دل نشین انداز میں کئے گئے ہیں۔ جن کے پڑھ لینے کے بعد ایک انصاف پسند مسلمان ضروری تحقیق کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔

(۱۵) ساتھ ہی ایک جامع ترین مقدمۃ البخاری بھی ترتیب دیا گیا ہے جس میں فن حدیث ومخالفین حدیث کے متعلق بہت سے علمی مباحث آپ کے مطالعہ میں آسکیں گے۔

یہ مختصر فوائد شائقین کرام کے سامنے ہیں۔ باقی جملہ فوائد کے لئے بغور مطالعہ کرنے والے اصحاب ذوق حضرات خود ہی تصدیق کر سکیں گے۔

امید ہے کہ احادیث نبوی کے فدائی اس نایاب ذخیرہ کو حاصل فرما کر حرز جان بنائیں گے۔ اور برکات دارین کے حقدار ہوں گے۔ اس کے علاوہ اپنی دعاؤں میں مرتب وشارح وناشر کو ضرور یاد رکھیں گے۔